وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

جلد ثالث

صِیام، اعتکاف، حج، نکاح، رِضاع، طلاق، لِعان

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر:

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار، لاہور ۲

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (ثالث)

تصنیف : علامہ مفتی غلام رسول سعیدی

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

: ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، فاضل علوم شرقیہ

کتابت : دارالکتابت، حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

قیمت : -/۳۸۵ روپے

الطبع الثامن : ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ / فروری ۲۰۰۱ء

الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

شرح صحیح مسلم فہرست مضامین جلد ثالث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض ناشر

اس سے پہلے فرید بک سٹال لاہور کی طرف سے علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہٗ، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی کی شرح صحیح مسلم کی دو جلدیں ہدیۂ قارئین کی جا چکی ہیں۔ جن کو اہل علم نے بہت قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب موجودہ دور کے وہ متبحر اور محقق عالم دین ہیں جو کسی بھی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کو الم نشرح کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ ان کی علم اور تحقیقات سے معمور تحریرات کا بہاؤ قاری کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔ قدرت نے انہیں مضبوط حافظہ اور اجتہادی ذہن عطا کیا ہے۔ ان کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہے اسی لیے وہ بیک وقت متقدمین ائمہ اور دورِ جدید کے محققین کی تحقیقات سے نہ صرف با خبر ہیں بلکہ اپنی شرح میں ان تحقیقات کا حاصل مطالعہ بھی پیش کرتے ہیں۔ دورِ حاضر کے تازہ مسائل میں انہوں نے اپنے نظریات کو بھی پیش کیا ہے اور ان نظریات پر انہوں نے دلائل کا انبار لگا دیا ہے۔ مسائل عصریہ میں علامہ سعیدی نے اپنی جو تحقیقات پیش کی ہیں ان کے متعلق اظہار رائے کرنا صرف علماء اور محققین ہی کا حق ہے اور ارباب علم و فضل قارئین ہی اس بارے میں صحیح تبصرہ کر سکتے ہیں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض جدید مسائل پر علامہ سعیدی صاحب نے سب سے پہلے قلم اٹھایا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب نے جن مسائل کی تحقیق کی ہے ان میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث، آثار اور اقوال تابعین کو پیش کرتے ہیں۔ ائمہ اربعہ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں۔ احادیث پر فنی بحث کرتے ہیں اور خالص علمی مباحث کو بھی نہایت سادہ اور دل نشین اسلوب سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ دو ٹوک تحقیق معروضی ([illegible]) اندازِ فکر اختیار کیا ہے۔ اس شرح کو پڑھنے کے بعد قاری یہ کہنے میں حق بجانب ہو گا کہ مسائلِ جدیدہ کی فقہی تحقیق اور طریق حل کیلئے یہ کتاب محققین کے لیے صدیوں تک مرجع بنی رہے گی اور اسلام پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے عرصہ دراز تک مشعلِ راہ ثابت ہو گی۔

شرح صحیح مسلم کی پیش نظر جلد میں صحیح مسلم کے یہ ابواب آ گئے ہیں:

کتاب الصیام، کتاب الاعتکاف، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الرضاع، کتاب الطلاق اور کتاب اللعان۔ ان ابواب میں درج احادیث کی شرح میں علامہ سعیدی صاحب نے جن موضوعات پر مفصل اور تحقیقی بحث کی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

رویت ہلال کا اعلان، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وحی خفی، اجتہاد و تقلید، یزید پر لعنت کرنے کی تحقیق، جمعہ کے دن واقع ہونے والے حج کے حج اکبر ہونے کی تحقیق، مدینہ منورہ کی فضیلت، امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت، شیخ ابن تیمیہ کے عقائد، تعدد ازواج،

حرمتِ متعہ، ضبطِ تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، مصنوعی آلۂ تولید اور اسقاطِ حمل کا شرعی حکم، سیدہ کا غیر سید سے نکاح، ایک مجلس میں تین طلاقوں کا حکم، نان نفقہ نہ دینے والے شوہر کی بیوی کا حکم، مفقود الخبر کی بیوی کا حکم اور عدالتی طلاق کی شرعی حیثیت وغیرہا۔

امید ہے کہ اہلِ علم کے لیے یہ امر بھی قلبی مسرت کا باعث ہوگا کہ علامہ سعیدی صاحب نے چوتھی جلد بھی مکمل کر لی ہے اور وہ کتابت و طباعت کے مرحلہ میں ہے۔ اس جلد میں عتاق، بیوع، مساقات، مزارعت، وصیت، نذر، ایمان، قسامت، قصاص، دیات اور حدود کے ابواب آ گئے ہیں۔ ان ابواب کی احادیث کی شرح میں علامہ سعیدی صاحب نے حسبِ ذیل موضوعات پر خصوصی بحث کی ہے:۔

اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق، مفہومِ مخالفت کی تحقیق، اسلام، اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ اقتصادی نظاموں کا تقابلی مطالعہ اور باہمی موازنہ اور اسلام کے اقتصادی نظام کی حقانیت اور بالادستی، سوشلزم اور اسلامی مساوات کا موازنہ اور اسلامی مساوات کی ترجیح اور برتری، انعامی بانڈز کی تحقیق، دستاویز اور ہنڈی کی بیع کا حکم، حقوق کی بیع کا حکم، امپورٹ لائسنس، روٹ پرمٹ اور پگڑی وغیرہ کی بیع پر بحث، باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم، کیا زمین کو کرائے پر دینا منسوخ ہے؟ زمین کو بٹائی پر دینے کی بحث، زمین کی شخصی ملکیت پر بحث، انجکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پہنچانے کا حکم، امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کے اعتراض کا جواب، الکوحل اور اسپرٹ کے مرکبات کا حکم، بینک کے سود کی تحقیق، افراطِ زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا اصل، کرنسی نوٹ کی تحقیق، بیع عینہ کی تحقیق، دار الحرب کے سود کا حکم، عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟ زمین کے تیل یا گیس کا حکم، مدات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس کی تحقیق، ایصالِ ثواب کی تحقیق، اولیاء اللہ کی مروجہ نذر پر بحث، قتل مرتد کی بحث، آلۂ قصاص کیا صرف تلوار کے ساتھ خاص ہے؟ عورت کی نصف دیت کی تحقیق، حدود میں عورتوں کی گواہی کی بحث، اسلامی حدود پر اعتراضات کے جوابات، چور کا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد کیا اس کو دوبارہ جوڑا جا سکتا ہے؟ رجم کی تحقیق، اسلام میں بیعت کا تصور اور حدیبیات کے احکام وغیرہا۔ ہماری انتہائی کوشش ہے کہ ہم جلد از جلد اس جلد کو قارئین تک پہنچانے کی سعادت حاصل کریں۔

علامہ سعیدی صاحب نے اس رمضان کے آخری عشرہ میں شرح صحیح مسلم کی پانچویں جلد کی تصنیف کا آغاز کر دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت علامہ سعیدی صاحب کو صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے، ان کو جلد از جلد اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس شرح کو قبولِ دوام عطا فرمائے، نشر و اشاعت کی ہماری اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس شرح کے مصنف، کاتب، مصحح، ناشر اور دیگر معاونین و قارئین کو دین اور دنیا کی سعادتوں، رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ آمین!

سید اعجاز احمد۔ لاہور

۱۶؍ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ

۲۲؍ مئی ۱۹۸۹ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

کتاب الصیام

روزوں کا بیان

روزے کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ لغت میں صوم کسی چیز سے رکنے اور چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اور روزہ دار کو صائم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے اور ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، جو شخص بات کرنا چھوڑ دے اس کو بھی صائم کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: انی نذرت للرحمٰن صوما (مریم: ۲۶) میں نے رحمان کے لیے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے۔[1]

علامہ خوارزمی روزے کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اہل عبادت کے عبادت کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور عمل تزویج سے رکے رہنے کو شریعت میں (صوم) روزہ کہتے ہیں۔[2]

روزے کی شرائط اور اقسام

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ روزے کی صحت کے لیے نیت کرنا اور حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے تاہم اس کے ساتھ ساتھ روزہ دار کے مسلمان ہونے کی شرط بھی ضروری ہے، نیز علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں مسلمان ہونا، بالغ ہونا، اور عاقل ہونا روزے کے نفس وجوب کی شرائط ہیں اور اگر دار الحرب میں ہو تو روزے کی فرضیت کا علم بھی ان شرائط میں داخل ہے اور اس کا ادا کرنا اس وقت واجب ہو گا جب مسلمان شخص تندرست ہو اور اپنے وطن میں مقیم ہو۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ روزے کی اقسام یہ ہیں: فرض، واجب، سنت، مستحب، نفل، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔
فرض روزے یہ ہیں: رمضان کے روزے، قضاء رمضان کے روزے، کفارہ ظہار کے، کفارہ قتل کے، کفارہ قسم کے روزے حالت احرام میں شکار کرنے کی جزا کے روزے اور احرام میں احرام کے منافی کام کرنے کی بناء پر فدیہ کے روزے، یہ سب فرض ہیں کیونکہ ان کا ثبوت نص قطعی اور اجماع سے ہے۔ واجب میں نذر کے روزے ہیں بظاہر ان کو بھی فرض میں داخل ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کا ثبوت نص قطعی سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولیوفوا نذورهم (حج: ۲۹) "اپنی نذروں

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ ایران، ۱۴۰۵ھ۔
[2] علامہ جلال الدین خوارزمی الکفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کو پورا کرو"۔ لیکن چونکہ نذر معصیت کو پورا کرنا واجب نہیں ہے اس لیے یہاں "نذور" کا لفظ عام مخصوص البعض ہے اور عام مخصوص البعض بوجہ ظنیت کے واجب ہوتا ہے اس لیے نذر کے روزے واجب ہیں فرض نہیں۔ نویں اور دسویں محرم دونوں دن روزے رکھنا سنت ہے۔ ایام بیض کے روزے رکھنا مستحب ہیں۔ ایک دن روزہ ایک دن افطار جس کو صوم داؤدی کہا جاتا ہے یہ بھی مستحب ہے، اسی طرح ہر وہ روزہ جس کا ثبوت سنت سے ہو وہ مستحب ہے، جیسے عرفہ (۹ ذی الحج) کا روزہ ان کے علاوہ جن دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے ان دنوں میں روزہ رکھنا نفل ہے صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور ایام تشریق اور عیدین کا روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔[1]

روزے کی تاریخ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ (البقرہ: ۱۸۳) "اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے مذاہب میں بھی روزہ داخل رہا ہے۔ تورات اور انجیل کے مطالعہ سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ قریش مکہ ایام جاہلیت میں دسویں محرم کو اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اس دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور مدینہ میں یہود اس دن اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو اس دن فرعون سے نجات دی تھی۔ یہ احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ تعلیم اسلام سے پہلے بھی لوگوں میں بحیثیت عبادت کے روزہ معروف اور جانا پہچانا تھا۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غار حرا میں جن دنوں پہلی وحی نازل ہوئی وہ رمضان کا مہینہ تھا اور قیاس یہ ہے کہ آپ ان دنوں روزے رکھتے تھے کیونکہ احادیث میں غار حراء کے اندر آپ کی عبادت کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ ہجرت کے بعد روزہ فرض کیا جائے۔ چنانچہ جب مسلمان توحید، نماز اور دیگر احکام قرآن پر عمل کرنے کے خوگر ہو گئے تو ہجرت کے اٹھارہ ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کر دیا۔

روزے کی حکمتیں

روزہ رکھ کر جب انسان کھانے، پینے اور عمل تزویج کو چھوڑ دیتا ہے، برے اخلاق اور بری عادتوں سے دستکش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی فطرت اور خلقت کے تقاضوں سے ممکن اور شرعی حد تک مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں نفس امارہ کے مطالبات کو مسترد کر دیتا ہے تو انسان کے ناسوتی بدن میں لاہوتی رنگ جھلکنے لگتا ہے وہ اخلاق باری سے متخلق اور صفات الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر روزے کی اور کیا فضیلت ہو گی کہ روزہ بندے کو مولیٰ کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں روزے کا ایک مقصد تقویٰ بیان کیا ہے لعلکم تتقون (البقرہ: ۱۸۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا التقوی ھھنا[2]۔ تقویٰ یہاں ہے تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوف الٰہی کی وجہ سے گناہ کرنے سے جھجک محسوس کرتا ہے۔ انسان کے دل

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۵۔۲۳۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی۔

ہیں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں۔ روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشوں پر قابو بھی نہیں رکھتے ان کا علاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لیے روزہ بہترین چیز ہے۔

جس طرح ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح کھانے پینے کی نعمت کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے شکم سیر ہو کر کھانا کھانے والے امیروں کو روزہ رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک اور پیاس کی تکلیف ہوتی ہے جب تک کوئی شخص سوختہ جگر نہ ہو سوز جگر کو نہیں جان سکتا۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بشر حافی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص سردیوں کے موسم میں گیا دیکھا کہ انھوں نے (فالتو) کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگ رکھے ہیں اور خود بغیر کپڑوں کے بیٹھے ہوئے سردی سے کانپ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ آپ سردی سے کپکپا رہے ہیں اور کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگے ہوئے ہیں! بشر حافی رحمہ اللہ نے کہا: "اے بھائی فقراء بہت زیادہ ہیں اور میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں ان سب کو کپڑے پہنا سکوں، اس لیے میں نے اپنے (فالتو) کپڑے اتار کر اپنے آپ کو ان کی تکلیف میں شریک کر لیا ہے۔" ملا علی قاری لکھتے ہیں: اسی وجہ سے اولیاء عارفین جب کوئی لقمہ کھاتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے: "اے اللہ! بھوکوں کے حق کی بناء پر ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔" اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام قحط کے سالوں میں دسترخوان پر بہت زیادہ کھانا ہونے کے باوجود اس لیے سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا حال بھول نہ جائیں اور ان کے ساتھ مشابہت قائم رہے۔[1] اس لیے روزوں کی فرضیت سے ہر مسلمان شخص کو اپنے فاقہ زدہ مسلمان بھائیوں کی بھوک اور پیاس کا اندازہ ہوگا اور اس سبب سے اس کا دل ان کی امداد اور معاونت پر آمادہ ہوگا۔ اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ غریب اور فاقہ زدہ لوگ سارا سال بھوک اور پیاس کی صعوبتوں میں گذارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشابہت قائم کرنے کے لیے ایک ماہ کے دنوں میں سب پر بھوک اور پیاس طاری کر دی۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ غریبوں کی بھوک اور پیاس اللہ تعالیٰ کو اس قدر عزیز ہے کہ ان پر جو حال طاری رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک ماہ کے لیے سب مسلمانوں پر وہ حال طاری کر دیا۔ اسے ہمارا حال اتنا عزیز ہے دیکھیے ہم اس کو کتنا عزیز رکھتے ہیں۔!

رمضان کے مہینہ کو بھوک اور پیاس کا مہینہ کہتے ہیں اس لیے ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس مہینہ میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے کم ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس ماہ میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ بازار میں کھانے پینے کی اشیاء مٹھائی اور پھل وغیرہ باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ بکتے ہیں۔ راشن کے زمانہ میں اس ماہ میں راشن کا کوٹہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے یہ کھانے پینے کا مہینہ ہو۔ یوں لگتا ہے کہ صبح سے لے کر شام تک ہم اس لیے بھوکے رہتے ہیں تاکہ افطار کے وقت زیادہ سے زیادہ کھا سکیں۔ اس صورت حال کی اصلاح ضروری ہے تاکہ روزوں کی برکات سے صحیح استفادہ ہو سکے۔ حدیث شریف کے مطابق مسلمان کافر کی بہ نسبت سات حصہ کم کھاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں ہمیں اپنی خوراک کا جائزہ لے کر اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

میں نے اپنے زمانہ تعلیم میں روزے کے اسرار و رموز کے عنوان سے روزوں کی حکمتوں پر مشتمل ایک مضمون لکھا

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

تھا جو پہلے روزنامہ انجام کراچی میں چھپا پھر ملک اور بیرون ملک کے بہت سے رسائل میں نقل در نقل ہو کر شائع ہوتا رہا۔ اب میں نے اس کو مقالات سعیدی میں شامل کر دیا ہے، اس موضوع پر اس کا مطالعہ بھی مفید رہیگا۔

۲۳۹۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا ثَنَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

۲۳۹۲۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

۲۳۹۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَالْحُلْوَانِيُّ قَالَا ثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي نَافِعُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث حسب سابق مروی ہے۔

لفظ رمضان کو بلا اضافت استعمال کرنے کی بحث

لفظ رمضان کے استعمال میں تین نظریات ہیں: اصحاب مالک کا نظریہ یہ ہے کہ لفظ رمضان کو کسی صورت میں مہینہ کی طرف اضافت کیے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس لیے یہ نہ کہا جائے رمضان آگیا، ہم نے رمضان میں روزے رکھے بلکہ یوں کہا جائے رمضان کا مہینہ آگیا۔ ہم نے رمضان کے مہینہ میں روزے رکھے۔ اکثر اصحاب شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ اگر کسی قرینہ سے مہینہ کا مفہوم متعین ہو جائے تو بلا اضافت استعمال جائز ہے ورنہ نہیں مثلاً اگر کہا جائے ہم نے رمضان میں روزے رکھے، ہم نے رمضان میں تراویح پڑھیں تو

جائز ہے کیونکہ روزے اور تراویح رمضان کے مہینہ ہی میں ہوتی ہیں اور اگر کہا جائے رمضان آیا اور رمضان چلا گیا تو صحیح نہیں ہے اور محققین کا نظریہ یہ ہے رمضان کا استعمال ہر طرح جائز ہے امام بخاری کا بھی یہی نظریہ ہے اور جن روایات میں یہ ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ روایات ضعیف ہیں[1] اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے کیونکہ ان احادیث میں بھی بغیر اضافت کے ہے جب رمضان آتا ہے تو......

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ رمضان رمضاء سے ماخوذ ہے اور رمضاء موسم گرما کی شدت کو کہتے ہیں اور جب لغات قدیمہ سے یہ الفاظ منقول ہوئے تھے تو اس وقت کے موسم کا خیال رکھا گیا تھا اور جس وقت اس ماہ کا نام رکھنے لگے تو شدید گرمی کا موسم تھا اس لیے اس کا نام رمضان رکھا گیا۔[2]

شیاطین کو مقید کرنے کی وضاحت

اس باب کی حدیث نمبر ۲۳۹۱ میں ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جنت اور جہنم کے دروازے حقیقۃً کھولے اور بند کیے جاتے ہوں اور یہ رمضان کی علامت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ مجازاً استعمال کیے گئے ہوں اور جنت کے دروازے کھول دینے سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں بکثرت لوگوں کے لیے جنت کا حکم جاری کرتا ہے یا اس ماہ میں لوگ بکثرت نیکیاں کرتے ہیں جو دخولِ جنت کا سبب ہے اور یہ عام مشاہدہ ہے۔ اسی طرح جہنم کے دروازے بند کر دیے جانے کا مطلب ہے اس ماہ میں اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ بکثرت معاف کر دیتا ہے یا اس ماہ لوگ برائیوں سے بہت زیادہ رکتے ہیں جو جہنم میں نہ جانے کا سبب ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس ماہ میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ پھر چاہیے تھا کہ لوگ گناہ نہ کرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان میں بھی لوگ گناہ کرتے ہیں۔ اس سوال کے متعدد جوابات ہیں ایک یہ ہے کہ دوسری روایات میں ہے صفدت مردۃ الشیاطین یعنی سرکش اور بڑے بڑے شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں عام شیاطین کھلے پھرتے ہیں جن کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ گمراہ کرنے والا ایک خارجی شیطان ہے اور ایک داخلی شیطان ہے جس کو لمۃ شیطان قرین من الجن۔ اور اردو میں ہمزاد کہتے ہیں خارجی شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ داخلی شیطان کو قید نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ شیطان کے گیارہ ماہ مسلسل بہکانے اور وسوسہ ڈالنے سے لوگوں میں اس کے وسوسہ کا اثر اس قدر راسخ ہو چکا ہوتا ہے کہ اس کی ایک ماہ کی غیر حاضری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور لوگ بدستور برائی کے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں الا ما شاء اللہ۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق بھی مجازی ہے چونکہ اس ماہ میں بعض نیک طبع مسلمان شیطان کے اثرات اور اس کے وسوسوں کو قبول نہیں کرتے۔ برائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز، روزے اور دیگر نیکیوں میں بکثرت مشغول ہو جاتے ہیں۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۶۴، مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ۔

اور نمازی اور نیک لوگ پہلے سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں جیسا کہ عام مشاہدہ ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس ماہ شیطان کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور خیر کے غلبہ سے اس کے وسوسوں کا اثر کم ہو جاتا ہے اس لیے اس کو مجازاً یوں تعبیر فرمایا کہ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ برائی میں مشغول لوگوں کو کم از کم اس ماہ تو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ان کی غلط کاریوں اور بے راہ روی میں شیطان کے وسوسوں سے زیادہ خود ان کی ذات اور ان کے ارادوں کا دخل ہے کیونکہ اس ماہ جب شیاطین مقید کر دیے جاتے ہیں اور وہ پھر بھی برائی اور برے کاموں سے باز نہیں آرہے تو مان لینا چاہیے کہ ان برے کاموں کے وہ خود ذمہ دار ہیں شیطان ان سے جبراً برائی نہیں کراتا اس کا ان پر کوئی تسلط نہیں ہے۔ وہ صرف برائی کا ایک خیال ان کے ذہن میں ڈالتا ہے اس برائی کی ترغیبات دیتا ہے جیسا کہ نیک کام کرنے کا خیال اور اس کی ترغیبات ان کا ضمیر (لمۃ رحمان) دیتا ہے اور جب وہ برے کام کو کرنے کا از خود ارادہ کر لیتے ہیں تو ان کا ضمیر ان کو مسلسل سرزنش کرتا رہتا ہے اور برائی سے روکتا رہتا ہے لیکن وہ ضمیر کی تمام تر نہائشوں کو رد کر کے برے کام کو انجام دینے کی پوری منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ اس کی تمام تفصیلات مرتب کرتے ہیں اور پھر مسلسل اس برائی کو کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ضمیر (لمۃ رحمان) کی آواز انہیں سنائی نہیں دیتی پھر برائی پر اس قدر پختہ ہو جاتے ہیں کہ کسی برائی پر آمادہ کرنے کے لیے انہیں شیطان کے بہکانے کی ضرورت نہیں رہتی وہ بدستور اپنے دھندے سے لگے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وقال الشيطان لما قضي الامر ان الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فاخلفتكم وما كان لي عليكم من سلطان الا ان دعوتكم فاستجبتم لي فلا تلوموني ولوموا انفسكم ما انا بمصرخكم وما انتم بمصرخي۔ (ابراہیم: ۲۲)

جب (حشر کے دن) فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کیا اور مجھے تم پر کچھ غلبہ تو تھا نہیں بجز اس کے کہ میں نے تم کو ورغلایا اور تم نے میری بات مان لی تو اب تم مجھے ملامت نہ کرو۔ (بلکہ) اپنے آپ کو ملامت کرو (آج) نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں۔

بَابٌ ۳۱ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَالْفِطْرِ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ وَأَنَّهُ إِذَا غُمَّ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ أُكْمِلَتْ عِدَّةُ الشَّهْرِ ثَلَاثِينَ يَوْمًا

چاند دیکھ کر روزہ رکھنا، چاند دیکھ کر عید کرنا، اور چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرنا

۲۳۹۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا پھر فرمایا چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو اور چاند دیکھے بغیر عید نہ کرو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو (روزوں کی) مدت پوری کرو۔

۲۳۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَقَالَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا ثُمَّ عَقَدَ إِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ ـ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ کیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں (کو کھول کر) اشارہ کر کے فرمایا مہینہ ایسا ہے، مہینہ ایسا ہے اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا اور فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس روزوں کی مدت پوری کرو۔

۲۳۹۶ ۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا قَالَ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا ثَلَاثِينَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ ـ

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۲۳۹۷ ۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَقَالَ فَاقْدِرُوا لَهُ وَلَمْ يَقُلْ ثَلَاثِينَ ـ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا (بھی) ہوتا ہے اور ہاتھ سے اشارہ کیا، ایسا، ایسا، ایسا، پھر فرمایا (اس صورت میں) روزوں کی مدت پوری کرو اور تیس کا لفظ نہیں فرمایا۔

۲۳۹۸ ۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ ـ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اس لیے چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو اور نہ چاند دیکھے بغیر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو روزوں کی مدت پوری کرو۔

۲۳۹۹ ۔ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ ـ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے، جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو عید کرو اور جب مطلع ابر آلود ہو تو مدت پوری کرو۔

۲۴۰۰ ۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم چاند دیکھو

سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ.

تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو عید کرو، اور جب مطلع ابر آلود ہو تو مدت پوری کرو۔

۲۴۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ اِلَّا اَنْ يُّغَمَّ عَلَيْكُمْ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتیس ۲۹ دن کا بھی مہینہ ہوتا ہے جب تک تم چاند دیکھ نہ لو روزہ رکھو نہ عید کرو سوا اس کے کہ مطلع ابر آلود ہو اگر مطلع ابر آلود ہو تو حساب سے روزے رکھو۔

۲۴۰۲۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَقَبَضَ اِبْهَامَهٗ فِي الثَّالِثَةِ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے اور تیسری بار آپ نے انگوٹھے کو بند کر لیا۔

۲۴۰۳۔ حَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْاَشْيَبُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۲۴۰۴۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَكَّائِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَشْرًا وَعَشْرًا وَتِسْعًا.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے دس دس اور نو روز کا۔

۲۴۰۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ایسا، ایسا،

عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَصَفَّقَ بِيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ بِكُلِّ أَصَابِعِهِمَا وَنَقَصَ فِي الصَّفْقَةِ الثَّالِثَةِ إِبْهَامَ الْيُمْنَى أَوِ الْيُسْرَى.

اور ایسا ہے۔ آپ نے دو مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کھول کر اشارہ کیا اور تیسری بار بایاں یا دایاں انگوٹھا بند کر لیا۔

۲۳۰۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ وَهُوَ ابْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ وَطَبَّقَ شُعْبَةُ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ وَكَسَرَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ قَالَ عُقْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ الشَّهْرُ ثَلَاثُوْنَ وَطَبَّقَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ راوی شعبہ نے تین بار ہاتھوں سے اشارہ کیا اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا عقبہ کی روایت میں ہے مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے اور انھوں نے تین بار ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

۲۳۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ وَالشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي تَمَامَ ثَلَاثِيْنَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اُمّی لوگ ہیں، حساب کتاب نہیں کرتے، مہینہ ایسا ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے، اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا اور مہینہ ایسا، ایسا، ایسا ہوتا ہے یعنی پورے تیس دن کا۔

۲۳۰۸۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلشَّهْرِ الثَّانِي الثَّلَاثِيْنَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے مگر اس میں دوسری بار مہینہ کے ذکر کے بعد تیس دن کا ذکر نہیں ہے۔

۲۳۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يَقُوْلُ اللَّيْلَةَ النِّصْفُ فَقَالَ لَهُ مَا يُدْرِيْكَ أَنَّ اللَّيْلَةَ النِّصْفُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آج رات آدھا مہینہ ہو گیا حضرت ابن عمر نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ آج رات آدھا مہینہ ہو گیا ہے؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مہینہ ایسا، ایسا اور ایسا ہوتا

يَقُولُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ الْعَشْرِ مَرَّتَيْنِ وَهٰكَذَا فِي الثَّالِثَةِ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ كُلِّهَا وَحَبَسَ أَوْ خَنَسَ إِبْهَامَهُ۔

۲۳۱۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا۔

۲۳۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعَدَدَ۔

۲۳۱۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ۔

۲۳۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهِلَالَ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ۔

۲۳۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ہے آپ نے اپنی انگلیوں سے دو بار دس کا اشارہ کیا اور تیسری بار بھی دس کا اشارہ کیا اور اپنی تمام انگلیوں سے اشارہ کیا اور انگوٹھے کو بند کر لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو عید کرو۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن کے روزے رکھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر تم پر مہینہ مخفی رہے تو تیس کی تعداد پوری کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کا تذکرہ کیا اور فرمایا چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو ہاں جس آدمی کی عادت اس دن روزہ رکھنے کی ہو وہ رکھ سکتا ہے۔

عليه وسلم قال لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين الا رجل كان يصوم صوما فليصمه.

٢٣١٥- وحدثناه يحيى بن بشر الحريري حدثنا معاوية يعني ابن سلام ح وحدثنا ابن مثنى وحدثنا ابو عامر حدثنا هشام ح وحدثنا ابن مثنى وابن ابي عمر قالا نا عبد الوهاب بن عبد المجيد حدثنا ايوب ح وحدثني زهير بن حرب حدثنا حسين بن محمد حدثنا شيبان كلهم عن يحيى بن ابي كثير بهذا الاسناد نحوه.

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

٢٣١٦- حدثنا عبد بن حميد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري ان النبي صلى الله عليه وسلم اقسم ان لا يدخل على ازواجه شهرا قال الزهري فاخبرني عروة عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت لما مضت تسع وعشرون ليلة اعدهن دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت بدا بي قلت يا رسول الله انك اقسمت ان لا تدخل علينا شهرا وانك دخلت من تسع وعشرين اعدهن فقال ان الشهر تسع وعشرون.

زہری بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے زہری کہتے ہیں مجھے عروہ نے بتلایا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں ایک ایک رات گن رہی تھی جب انتیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور میں گن رہی تھی آپ انتیس روز بعد تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

٢٣١٧- حدثنا محمد بن رمح اخبرنا الليث ح وحدثنا قتيبة بن سعيد واللفظ له حدثنا ليث عن ابي الزبير عن جابر رضي الله عنه انه قال اعتزل رسول الله صلى الله عليه وسلم نساءه شهرا فخرج الينا في تسعة وعشرين فقلنا انما اليوم تسعة وعشرون فقال انما الشهر وصفق بيديه ثلاث مرات وحبس اصبعا واحدة في الآخرة.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج سے علیحدہ رہے پھر انتیس دن کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا آج انتیسواں دن ہے آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور دونوں ہاتھ تین بار ملائے اور آخری بار ایک انگلی بند کر لی۔

٢٣١٨- حدثني هارون بن عبد الله وحجاج ابن الشاعر قالا نا حجاج بن محمد قال قال ابن جريج اخبرني ابو الزبير انه سمع جابر بن عبد الله

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ رہے انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح کے وقت ان کے

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ اعْتَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءَهٗ شَهْرًا فَخَرَجَ اِلَیْنَا صَبَاحَ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّهْرَ یَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ ثُمَّ طَبَّقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدَیْهِ ثَلٰثًا مَرَّتَیْنِ بِاَصَابِعِ یَدَیْهِ كُلِّهَا وَالثَّالِثَةَ بِتِسْعٍ مِّنْهَا۔

پاس گئے بعض لوگوں نے آپ سے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ انتیس دن کے بعد آ گئے ہیں! آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار ملایا، دو بار پوری انگلیوں کے ساتھ اور ایک بار نو انگلیوں کے ساتھ۔

٢٤١٩ - حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّیْفِیُّ اَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَلَفَ اَنْ لَّا یَدْخُلَ عَلٰی بَعْضِ اَهْلِهٖ شَهْرًا فَلَمَّا مَضٰی تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ یَوْمًا غَدَا عَلَیْهِمْ اَوْ رَاحَ فَقِیْلَ لَهٗ حَلَفْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ لَا تَدْخُلُ عَلَیْنَا شَهْرًا قَالَ اِنَّ الشَّهْرَ یَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِیْنَ یَوْمًا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ بعض ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے، جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام کو ان کے پاس گئے آپ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے! آپ نے جواب دیا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

٢٤٢٠ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ یَعْنِیْ اَبَا عَاصِمٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے

٢٤٢١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ عَلَی الْاُخْرٰی فَقَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثُمَّ نَقَصَ فِی الثَّالِثَةِ اِصْبَعًا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے اور تیسری بار ایک انگلی کم کر لی۔

٢٤٢٢ - وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِیَّا حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ایسا ایسا اور ایسا ہوتا ہے دس، دس اور نو۔

وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَشْرًا وَعَشْرًا وَتِسْعًا مَرَّةً ۔

۲۴۲۳- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ وَسَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

چاند دیکھنے کے بعد کی دعا

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگنا مستحب ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگتے تھے۔

اللہ اکبر اللھم اھلہ علینا بالامن و الایمان والسلامۃ و الاسلام و التوفیق لما تحب و ترضی ربی و ربک اللہ۔

رواہ الاثرم

اللہ اکبر اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ گذار اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جو تجھ کو پسند ہو اور جس پر تو راضی ہو، میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

رویت ہلال میں مذاہب ائمہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: شعبان کی تیسویں رات کو رمضان کا چاند دیکھنا مستحب ہے، اگر وہ اس رات کو چاند دیکھ لیں تو ان پر اگلے دن کا روزہ رکھنا اجماعاً واجب ہے، اور اگر مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے ماسوا اس شخص کے جو کسی اور وجہ سے اس دن کا روزہ رکھتا ہو ـــــــ اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو اس صورت میں امام احمد سے تین روایات منقول ہیں، ایک یہ ہے کہ اگلے دن کا روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر اس دن رمضان ہوا تو وہ رمضان کا روزہ ہو جائے گا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس صورت میں امام کی پیروی کرے اگر امام روزہ رکھے تو لوگ روزہ رکھ لیں اور اگر امام روزہ نہ رکھے تو لوگ روزہ نہ رکھیں، اور تیسری روایت یہ ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور اگر رکھ لیا تو رمضان کے روزے سے کفایت نہیں کرے گا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس دن پورے کرو۔" اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم شک کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (بخاری ومسلم) اور یہ یوم شک ہے نیز یہ کہ شعبان کا مہینہ اصل ہے، اور محض شک کی وجہ سے اس کو چھوڑنا صحیح نہیں ہے۔

لہ۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

لہ۔ " " " المغنی ج ۳ ص ۷-۶ ملخصاً

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: رمضان کا روزہ چاند دیکھنے سے واجب ہوتا ہے۔ اگر مطلع غبار آلود ہو تو لوگوں پر شعبان کے تیس دن پورے کرنے واجب ہیں۔[1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ دو عادل (دیکھنے والے) شخصوں کی گواہی سے بالاتفاق چاند ثابت ہو جاتا ہے، اور ایک عادل شخص میں اختلاف ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ایک عادل شخص کی گواہی سے بھی چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے، خواہ مطلع صاف ہو یا غبار آلود ہو۔ عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے، اور عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام اوزاعی، لیث، ماجشون، اسحق بن راہویہ اور داؤد کا نظریہ یہ ہے کہ چاند کے ثبوت کے لیے دو عادل شخصوں کی گواہی شرط ہے۔ ابن منذر اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں سے بھی چاند کی رؤیت کا ثبوت ہو جائے گا، اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک آدمی کی گواہی سے بھی رمضان کی رؤیت ثابت ہو جائے گی اور غیر رمضان میں کم از کم دو کی گواہی ضروری ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو جب تک جم غفیر کی شہادت نہ ہو رؤیت ثابت نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جب مطلع صاف ہے، دیکھنے والوں کی نظر صحیح ہے کوئی رکاوٹ بھی نہیں تو یہ بات بعید ہے کہ جم غفیر کو چاند نظر نہ آئے اور ایک یا دو لوگوں کو چاند نظر آجائے۔[2]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک رمضان اور عید دونوں میں ایک آدمی کی شہادت سے رؤیت ثابت نہیں ہوتی، جبکہ امام شافعی رمضان میں ایک آدمی کی شہادت مان لیتے ہیں، اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا یہ شہادت ہے جس کے لیے دو آدمی ضروری ہیں یا خبر ہے جس میں ایک آدمی کی خبر سے بھی احکام ثابت ہو جاتے ہیں۔[3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جب آسمان ابر آلود ہو تو امام ہلال رمضان کے سلسلے میں ایک عادل شخص کی شہادت قبول کرے خواہ مرد ہو یا عورت کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے اس لیے روایت حدیث کے مشابہ ہے، اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کی رؤیت میں ایک آدمی کی شہادت قبول کی ہے اور جب آسمان ابر آلود نہ ہو تو اس وقت شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ اتنی کثیر جماعت چاند کو نہ دیکھ لے جس کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے اور ہلال عید کی رؤیت میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔[4]

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایک آدمی کی گواہی سے رمضان اور عید کا چاند ثابت ہو جاتا ہے خواہ مطلع غبار آلود ہو یا نہ ہو اور امام مالک کے نزدیک دو آدمیوں کی گواہی ہر حال میں ضروری ہے

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع الشرح ج ۶ ص ۲۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۸۲،

[3] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[4] علامہ ابوالحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۲ - ۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور امام ابوحنیفہ کے مذہب میں تفصیل ہے، ہلال رمضان میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک عادل آدمی کی شہادت کافی ہے اور اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو جم غفیر کی خبر ضروری ہے اور ہلال عید میں اگر مطلع غبار آلود ہو تو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

علامہ نووی لکھتے ہیں: اگر ایک شخص نے کسی شہر میں روزے رکھنے شروع کیے پھر کسی ایسے شہر میں گیا جو مسافت بعیدہ پر واقع تھا، جہاں کے لوگوں نے اس دن چاند نہیں دیکھا تھا جس دن پہلے شہر والوں نے چاند دیکھا تھا تو وہ اپنے روزے کے حساب سے تیس روزے پورے کرے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ہر شہر میں اسی شہر (کی رویت) کا اعتبار ہوتا ہے تو دو جواب ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے ساتھ روزے رکھے کیونکہ اب اس کا شمار بھی اسی شہر کے لوگوں میں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اپنے روزے کے حساب سے افطار کرے کیونکہ اس نے پہلے شہر کے حساب سے روزے رکھنے کا التزام کیا تھا، اور اگر ہم یہ کہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا تو اس شہر والوں پر بھی پہلے شہر والوں کے حساب سے افطار لازم ہے بشرطیکہ ان کے نزدیک پہلے شہر والوں کی رویت ثابت ہو جائے خواہ اس شخص کے قول سے یا کسی اور ذریعہ سے اور ان لوگوں پر پہلے روزہ کی قضاء لازم ہوگی، اور اگر ان لوگوں کے نزدیک پہلے شہر والوں کی رویت ثابت نہیں ہوئی تو اس شخص پر اپنے روزے کے حساب سے افطار لازم ہے جیسا کہ اگر وہ تنہا شوال کا چاند دیکھتا تو تنہا افطار کرتا۔ [1]

پاکستان میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ سعودی عرب سے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھتے ہوئے آتے ہیں اور ان کے تیس روزے پورے ہو جاتے ہیں اور یہاں ہنوز رمضان ہوتا ہے تو چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لیے اس کو روزے رکھنے چاہئیں نیز قرآن مجید میں ہے: فمن شهد منكم الشهر فليصمه "تم میں سے جو اس مہینے میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے" (البقرہ: ۱۸۵) اور اس شخص نے اس صورت میں رمضان کا مہینہ پایا ہے اس لیے وہ سب کے ساتھ روزے رکھے، نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون "جس دن لوگ روزہ رکھیں اس دن روزہ ہے اور جس دن لوگ عید کریں اس دن عید ہے" (جامع ترمذی ص ۱۲۲) اس حدیث کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جو شخص پاکستان میں آگیا وہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ روزے رکھے اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ عید کرے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اگر اس کے تیس روزے پورے ہو چکے ہیں تو اس پر اب روزے لازم نہیں کیونکہ حدیث کے اعتبار سے مہینہ انتیس یا تیس دنوں کا ہوتا ہے اور وہ ایک مہینہ روزے رکھ چکا ہے، لیکن پہلی رائے کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔

پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے پاکستان میں چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے اور اثناء رمضان میں سعودی عرب چلا گیا جہاں لوگوں نے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھنے شروع کیے تھے اور ابھی اس کے اٹھائیس یا انتیس روزے ہوئے تھے کہ انہوں نے عید کر لی اس صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے ایک ایسے شہر سے سفر کیا جنہوں نے رمضان کا چاند نہیں دیکھا اور اس شہر میں پہنچا جس میں (اس کے حساب سے)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا گیا تھا اور ابھی اس نے انتیس روزے رکھے تھے کہ انھوں نے عید کر لی۔ اب اگر ہم عام حکم رکھیں یا یہ کہیں کہ اس کے لیے اس شہر کا حکم ہے تو وہ عید کر لے اور ایک دن کے روزے کی قضا کرے، اور اگر ہم حکم عام نہ رکھیں اور یہ کہیں کہ اس کے لیے پہلے شہر کا حکم ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن روزہ رکھے۔[1]

چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لیے پاکستان سے سعودی عرب پہنچنے کے بعد اس شخص پر سعودی عرب کے مطلع کے احکام لازم ہوں گے وہ ان کے حساب سے روزے رکھے گا اور ان کے حساب سے عید کرے گا، لیکن اگر اس کے روزے تیس سے کم ہیں تو وہ کم دنوں کی احتیاطاً قضا کرلے۔

سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے!

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مثلاً سعودی عرب سے عید کے دن جہاز پر سوار ہو کر پاکستان پہنچا اور یہاں ہنوز رمضان ہے۔ ایسی صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں، اگر ایک شخص نے ایک شہر میں چاند دیکھا تو صبح عید کی اور وہ کشتی کے ذریعہ کسی دور دراز شہر میں پہنچا جہاں لوگوں کا روزہ تھا، شیخ ابو محمد نے کہا اس پر لازم ہے کہ وہ بقیہ دن کھانے پینے سے اجتناب کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب ہم یہ کہیں کہ اس پر اس شہر کا حکم لازم ہے اور اگر ہم حکم عام رکھیں یا اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو اس پر افطار کرنا لازم ہے۔[2]

چونکہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لیے جو شخص سفر کر کے کسی دور دراز علاقہ میں پہنچے گا اس پر وہاں کے جغرافیائی حالات کے اعتبار سے شرعی احکام لازم ہوں گے۔

باب ۳۱۱ بیان ان لکل بلد رؤیتهم وانهم اذا رأوا الهلال ببلد لا یثبت حکمه لما بعد عنهم

ہر ایک شہر میں اسی جگہ کی رویت ہلال معتبر ہونے کا بیان

۲۴۲۴۔ حدثنا یحیی بن یحیی ویحیی بن ایوب وقتیبة وابن حجر قال یحیی بن یحیی انا وقال الآخرون حدثنا اسمٰعیل وهو ابن جعفر عن محمد وهو ابن ابی حرملة عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث رضی الله عنها بعثته الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام فقضیت حاجتها واستهل علیّ رمضان

کریب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انھیں حضرت امیر معاویہ کے پاس ملک شام میں بھیجا، کریب کہتے ہیں کہ میں ملک شام گیا اور ان کا کام انجام کو پہنچایا اور شام ہی میں ہلال رمضان نمودار ہوا اور میں نے جمعہ کی شب چاند دیکھا، پھر رمضان کے آخر میں میں مدینہ منورہ آیا، جب چاند کا تذکرہ چھیڑا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے دریافت کیا تم نے

۱۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، ج ۶ ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ " " " " ، ج ۶ ص ۲۷۵

وَاَنَا بِالشَّامِ فَرَاَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ اٰخِرِ الشَّهْرِ فَسَاَلَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ مَتٰى رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَقُلْتُ رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ اَنْتَ رَاَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَاٰهُ النَّاسُ وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لٰكِنَّا رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلٰثِيْنَ اَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ اَوَلَا تَكْتَفِيْ بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لَا هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَكَّ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى فِيْ نَكْتَفِيْ اَوْ تَكْتَفِيْ۔

چاند کب دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب چاند دیکھا تھا۔ انھوں نے کہا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں! اور لوگوں نے بھی چاند دیکھا اور انھوں نے بھی روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے تو چاند ہفتہ کی شب دیکھا ہے اور ہم تو تیس روزے پورے کریں گے یا ہم چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روزے رکھنے اور چاند دیکھنے کو کافی نہیں قرار دیتے۔ حضرت ابن عباس نے کہا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے۔

اختلاف مطالع میں مذاہب ائمہ

جب ایک شہر میں چاند نظر آجائے اور دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آئے تو دوسرے شہر میں پہلے شہر کی رویت ہلال مانی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے اکثر فقہاء کا اس نقطہ پر اتفاق ہے کہ اگر دو شہروں میں بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے جیسے مکہ اور مدینہ کا فاصلہ ہے، جیسے بغداد اور بصرہ، تو ایک شہر کی رویت اگر دوسرے شہر میں طریق موجب شرعی سے ثابت ہو جائے تو دوسرے شہروں میں اس کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا، اور اگر دوسرے شہروں کے مطالع میں زیادہ بُعد اور فاصلہ ہو (جس سے ہلال کے طلوع میں ایک دن کا فرق ہو جائے) تو پھر ان میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح کیا جائے گا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جب ہلال رمضان کی ایک شہر میں رویت ہو جائے اور دوسرے شہر میں رویت نہ ہو تو اگر دونوں شہر قریب ہیں تو وہ دونوں ایک شہر کے حکم میں ہیں اور دوسرے شہر والوں پر بالاتفاق روزہ فرض ہو جائے گا۔ اور اگر دو شہروں میں دوری ہو تو پھر اختلاف ہے۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ دوسرے شہر والوں پر روزہ لازم نہیں ہوگا۔ مصنف (شیخ شیرازی) شیخ ابو حامد، بندنیجی اور دوسرے فقہاء کا یہی مسلک ہے۔ عبدری، رافعی اور اکثرین نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دوسرے شہر والوں پر روزہ فرض ہو جائے گا۔ صیمری کا یہی قول ہے۔ قاضی ابوطیب، دارمی، ابو علی سنجی اور دوسرے فقہاء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ان حضرات نے حدیث کریب کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ حضرت ابن عباس کے نزدیک دو عادل گواہوں سے ہلال رمضان کی رویت ثابت نہیں ہوئی تھی (کیونکہ صرف کریب نے خبر دی تھی) اس لیے انھوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور صحیح نظریہ وہ ہے جس کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔ شہروں کے قرب اور بعد کے معیار میں تین نظریات ہیں۔ زیادہ صحیح نظریہ یہ ہے کہ جب دو شہروں کے مطلع مختلف ہوں تو وہ شہر بعید قرار پائیں گے جیسے حجاز، عراق اور خراسان کے مطالع مختلف ہیں اور جب مطالع مختلف نہ ہوں تو وہ قریب قرار پائیں گے جیسے بغداد اور کوفہ اور رے (طہران) اور قزوین، کیونکہ یہاں ایک کا مطلع بعینہ دوسرے کا مطلع ہے اور ایسی صورت میں اگر ایک شہر میں چاند نظر آئے اور دوسرے میں چاند نظر نہ آئے تو چاند کی عدم رویت یا نظر کی کوتاہی کی بناء پر ہوگی یا کسی اور عارضہ کی بناء پر ہوگی۔ بخلاف اس صورت کے جب فی نفسہ مطالع مختلف ہوں، جمہور اہل عراق اور صیدلانی کا یہی نظریہ ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اقلیم اور ملک کی وحدت اور تعدد پر شہروں

کے قرب اور بُعد کا مدار ہے۔ ایک اقلیم (ملک) کے شہر باہم متقارب اور دو اقلیموں (ملکوں) کے شہر باہم متباعد ہیں۔ صیمری اور دوسرے فقہاء نے اس نظریہ کو اختیار کیا ہے۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قرب اور بُعد کا مدار مسافت قصر پر ہے۔ کیونکہ اکثر احکام شرعیہ مسافت قصر سے متعلق ہوتے ہیں، فورانی، امام الحرمین، غزالی، بغوی اور خراسانی فقہاء کا یہی نظریہ ہے لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے کیونکہ رویت ہلال کا مسافت قصر سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے صحیح نظریہ پہلا ہی ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب ایک شہر کے لوگ چاند دیکھ لیں تو تمام شہروں میں روزہ لازم ہو جائے گا۔ لیث اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے اور بعض فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ اگر دو شہروں میں اتنی مسافت ہے جس کی وجہ سے مطالع مختلف نہیں ہوتے جیسے بغداد اور بصرہ تو ایک شہر میں رویت ہلال سے دوسرے شہر والوں پر روزہ فرض ہو جائے گا اور اگر دو شہروں میں بُعد ہو جیسے عراق اور حجاز تو ہر شہر والوں پر اپنی رویت کا اعتبار لازم ہو گا۔ عکرمہ سے مروی ہے لکل اھل بلد رؤیتھم (ہر شہر والوں کے لیے اپنی رویت کا اعتبار ہے) قاسم، سالم، اور اسحاق کا یہی مذہب ہے کیونکہ کریب بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں گیا اور وہاں رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ ہم نے جمعہ کی شب کو چاند دیکھا پھر مہینہ کے اخیر میں میں مدینہ آیا اور رویت ہلال کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب چاند دیکھا تھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں اور لوگوں نے چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا اور حضرت معاویہ نے روزہ رکھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے ہفتہ کی شب چاند دیکھا تھا ہم روزے رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تیس روزے پورے کر لیں یا ہم چاند دیکھ لیں میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ کے چاند دیکھنے اور روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔ حضرت ابن عباس نے کہا نہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور اس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (البقرہ: ۱۸۳) "تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ اس مہینے میں روزہ رکھے" اور حدیث شریف میں ہے جب اعرابی نے آپ سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ سال کے اس ماہ میں روزے رکھیں؟ تو آپ نے فرمایا "ہاں"۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے ایک اعرابی نے آپ سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا "رمضان کے مہینہ کے"۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہیں اور جب با اعتماد لوگوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہو گیا تو تمام مسلمانوں پر روزہ رکھنا واجب ہے اور اس لیے بھی کہ رمضان کا روزہ دو ہلالوں کے درمیان ہے اور باقی احکام مثلاً قرض کی ادائیگی، طلاق، عتاق اور نذر وغیرہ میں اس دن کا اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا اس دن کا روزہ رکھنا نص اور اجماع سے واجب ہے۔ اور جب عادل گواہوں نے رویت ہلال کی شہادت دے دی تو روزہ واجب ہو جائے گا جیسا کہ شہروں کے قرب کے سبب سے روزہ واجب ہوتا ہے اور حدیث کریب سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف کریب کے قول کی بناء پر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

عید نہیں کی اور ہم بھی یہی کہتے ہیں، محل خلاف یہ ہے کہ پہلے دن کی قضا کریب کی خبر سے واجب ہوئی یا نہیں اور اس کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔[1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: علامہ مازری فرماتے ہیں جب امام کے نزدیک ہلال ثابت ہو جائے تو تمام شہروں میں ہلال لازم ہو جاتا ہے کیونکہ امام کے اعتبار سے تمام شہروں کا ایک حکم ہے۔[2]

فقہاء احناف میں سے اگرچہ اکثر فقہاء نے حنابلہ کی طرح اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا لیکن بعض محققین نے بُعد فاحش (بہت زیادہ فاصلہ) میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جب دو شہروں کے درمیان مسافت قلیل ہو تو ان میں مطالع مختلف نہیں ہوں گے لیکن جب مسافت بعید ہو تو ایک شہر کا حکم دوسرے شہر پر لاگو نہیں ہوگا کیونکہ جب شہروں کے درمیان مسافت زیادہ ہو تو ان کے مطالع مختلف ہو جاتے ہیں اور اس وقت ہر شہر میں ان کے اپنے مطلع کا اعتبار ہوگا۔[3]

بہرحال جب دو شہروں کے درمیان مسافت قریبہ ہو جیسے ایک ملک کے متعدد شہر ہیں اور ایک شہر میں رویت ہلال ہو جائے اور باقی شہروں میں طرق موجبہ شرعیہ سے رویت ہلال ثابت ہو جائے تو ان شہروں میں بھی رویت ہلال کے احکام لازم ہوں گے۔

رویت ہلال کے لیے طرق موجبہ شرعیہ

فقہاء نے چاند کے ثبوت کے لیے متعدد طریقے ذکر کیے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سات شرعی طریقوں کا کتب فقہ کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہم صرف وہ سات طریقے ذکر کر رہے ہیں: عبارت اعلیٰ حضرت کی ہے۔

طریق اوّل: شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا ہے۔ اگرچہ کنیز (باندی) ہو اگرچہ مستور الحال ہو جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں ظاہر حال پابند شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلس قضا میں نہ ہو اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا، کدھر کو تھا، کتنا اونچا تھا وغیر ذالک۔

یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو اور بحال صفائی مطلع اگر وہ ایک شخص جنگل سے آیا اور بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں۔ بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں، دیکھنے کی پرواہ نہیں، بے پرواہی کی صورت میں کم از کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا، اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں اور اگر کثرت حد تواتر کو پہنچ جائے کہ عاقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد

---

[1] علامہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں۔ قاضی شرع کے حضور بلفظ اشہد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اس کا قائمقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد و دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا۔ ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رویت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے۔ اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلال محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالت صفائی مطلع جبکہ شاہد بیرون جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیے کہ جس وجہ سے اس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔

طریق دوم: شہادت علی الشہادت : یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا، انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہان اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا گواہان فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا پھر اصل شہادت رویت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضرور ہے مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک ہی گواہی مسموع نہ ہوگی چاہیے الخ۔

طریق سوم: شہادت علی القضاء : یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شہر کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا، دو شاہدان عدل اس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے انھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام ہونے کی گواہیاں گزریں اور حاکم موصوف نے ان گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور، شام فلاں روز کا حکم دیا۔

طریق چہارم: کتاب القاضی الی القاضی : یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اس کے سامنے شرعی گواہی گزری۔ اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہوا اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ بااحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے، اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے۔

طریق پنجم: استفاضہ : یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں

سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے، یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کر احکام روزہ و عیدین اسی کے فتوی سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھیرا بیٹھتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں، پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا انتہا، ورجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ انھوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہو گئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی یا شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت وصوم و عید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائے گی۔

طریق ششم: اکمال عدت: یعنی جب ایک مہینہ کے تیس دن کامل ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا، اگرچہ اس کے لیے رویت، شہادت، حکم، استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس ۳۰ دن سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔ اگر انتیس کو مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

طریق ہفتم: علامہ شامی رحمہ اللہ نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا، ظاہر ہے یہاں بھی وہی شرائط معتبر ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالت ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہیں کسی کے آنے جانے سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو۔ ــــــــــ پھر یہاں کی توپیں شہر ناقابل اعتماد ہوں ان پر عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھونڈورا وغیرہ۔ الحاصل یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتیٰ کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہو سکتا[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کتب فقہ کے حوالہ جات کے ساتھ مذکور الصدر سات طرق موجبہ ذکر کیے ہیں لیکن ان سات طریقوں میں بھی حصر نہیں ہے اگر کوئی اور علامت ایسی مقرر ہو جائے جس سے عام مسلمانوں کو رویت ہلال کا علم ہو جائے تو وہ بھی طریق موجب ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارت سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۲-۵۴۶ ملخصاً مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد

رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کا طریقہ کار

حکومت پاکستان نے ہر بڑے شہر میں ایک زونل رویت ہلال کمیٹی بنائی ہے اور ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی ہے جس شہر میں چاند کا ثبوت شرعی ہو جائے تو اس شہر کی رویت ہلال کمیٹی چاند کا فیصلہ کرتی ہے اور اپنے اعلان سے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو مطلع کرتی ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ اس فیصلہ کا اعلان اپنے ملک میں نشر کرتا ہے اور ملک کے مسلمان اس فیصلہ کے مطابق روزے اور عید وغیرہ کے احکام بجالاتے ہیں۔ بعض علماء کی طرف سے رویت ہلال کمیٹی پر مسلسل اعتراضات کیے جاتے ہیں اگر حسن نیت سے مسئلہ کی چھان بین کے لیے اعتراضات کیے جائیں تو یہ مستحسن امر ہے کیونکہ اس سے مسئلہ کے تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں اور اگر رویت ہلال کمیٹی کے طریق کار میں کوئی سقم ہو تو اسے درست کرنے کا موقع ملتا ہے۔ علامہ محمد کرم شاہ الازہری رویت ہلال کمیٹی کے طریق کار کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقہاء کرام نے جب توپ کی گونجدار آواز اور قندیلوں کی روشنی کو طرق موجبہ میں شمار کیا ہے جو رویت ہلال کے لیے شرعی شہادات ہیں تو ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے اعلان کو طرق موجبہ میں شمار نہ کرنا بے انصافی کی انتہا ہے کہ رویت ہلال کمیٹی شرعی شہادات کے بعد رویت کا فیصلہ کرتی ہے اور اس کا چیئرمین صاف الفاظ میں اس کا اعلان کرتا ہے کہ ہم نے شرعی ثبوت کی بناء پر رویت ہلال کے متحقق ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ کل رمضان ہو گا یا عید ہو گی۔ اس کے بیان سے جو علم شرعی یعنی غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے وہ اس علم شرعی سے بدرجہا اقوی اور ارفع ہے جو توپ کے داغے جانے سے حاصل ہوتا ہے۔

باقی رہا اعلانِ رویت، تو یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی تعمیل ہے جو اس حدیث مبارک میں مذکور ہے۔

"ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے حضور نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی خدا نہیں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (روحی فداہ) اللہ کے رسول ہیں اس نے جواب دیا جی ہاں، حضور نے فرمایا: اے بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں"

(اس حدیث کو امام احمد کے سوا پانچ اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے۔)

اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال کے اعلان کو اس بناء پر نظر انداز کر دیا گیا ہو کہ نہ ہم نے چاند خود دیکھا ہے اور نہ ہمارے سامنے دو گواہوں نے شہادت دی ہے اس لیے ہم اس اعلان پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں، سیدھی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ اعلان شرعاً معتبر نہ ہوتا تو صادق برحق صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کو اعلان کرنے کا حکم ہی نہ دیتے، حاکم اسلام کے فیصلہ کا اعلان حضرت بلال کی سنت ہے اور اس پر عمل کرنا جملہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ گواہ کا گواہی دیتے وقت قاضی کی عدالت میں موجود ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اس پر جرح کر کے اس کے عادل یا فاسق، صادق یا کاذب ہونے کا فیصلہ کر سکے۔ تار، ٹیلیفون،

ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ اگر کوئی شخص شہادت دے گا تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگی لیکن اگر گواہ قاضی کی عدالت میں پیش ہو کر گواہی دیتا ہے اور قاضی اس پر جرح کرکے اس کی گواہی کو قبول کرتا ہے اور اس کے مطابق شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اس کے بعد قاضی یا قاضی کے نائب کا ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ یہ اعلان کرنا کہ شرعی شہادت کے مطابق چاند کی رویت ثابت ہو گئی ہے اور میں اعلان کرتا ہوں کہ ماہ رمضان یا ماہ شوال کا آغاز ہو گیا ہے تو ایسے اعلان کے حجت موجبہ للعلم الشرعی ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے منادی کے اعلان، توپوں کے فائر اور قندیل روشن کرنے کو بھی طرق موجبہ میں قرار دیا ہے اور اس طرح کسی اور علامت مقرر کرنے کو بھی جائز رکھا ہے۔

حضرت مولانا عبد الحئی لکھنوی اپنے فتاویٰ مسمٰی علم الفقہ میں لکھتے ہیں:

"توپوں کی آواز سن کر افطار کرنا درست ہوگا کیونکہ توپوں کا چلنا، عادت شائعہ کے مطابق عید الموجب ظن ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے"۔

جب توپوں کے گولوں کی گڑگڑاہٹ جو محض علامت ہے طرق موجبہ میں شمار ہوتی ہے جبکہ یہاں نہ کوئی عبارت ہے اور نہ کوئی لفظ ہے تو جب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین خود نمودار ہوتا ہے اور اپنی آواز سے رویت ہلال کا اعلان کرتا ہے تو اس کے اعلان کو طرق موجبہ میں کیوں شمار نہ کیا جائے۔

آسانی کے لیے حسب ذیل تنقیحات ملاحظہ کرلی جائیں۔

۱۔ کوئی شہادت اس وقت تک معتبر نہیں جب تک گواہ قاضی کے روبرو بذات خود پیش نہ ہوں، ٹی وی، ریڈیو، تار، ٹیلی فون وغیرہ پر شہادت نہ شرعاً معتبر ہے نہ اس پر عمل ہوتا ہے۔

۲۔ قاضی کی عدالت میں گواہوں کی شہادتوں کو معتبر سمجھتے ہوئے رویت ہلال کے بارے میں جو فیصلہ کیا جائے اس کا اعلان ملک کے جس حصہ میں پہنچے گا وہاں اس پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے۔

۳۔ اگرچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں لیکن اہل تحقیق کا فتویٰ یہ ہے کہ جن ممالک میں بہت زیادہ دوری ہو ان میں اختلاف مطالع کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر بُعد زیادہ نہ ہو تو ملک کے ایک حصہ میں چاند نظر آنے سے تمام ملک میں اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

۴۔ زونل کمیٹی جو مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو ٹیلی فون پر اپنے فیصلہ سے مطلع کرتی ہے یا ریڈیو اور ٹی وی پر چاند کی رویت یا عدم رویت کا اعلان کیا جاتا ہے وہ اعلان اور اطلاع ہے شہادت نہیں ہے۔[1]

رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کے بارے میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر

ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی وی پر ہلال رمضان اور ہلال عید کا اعلان کرنا صحیح ہے بشرطیکہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین یا زونل کمیٹی کا چیئرمین ان تمام دلائل اور شواہد کو بیان کرے جن کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا گیا ہے، اور اگر وہ دلائل قواعد شرعیہ کے مطابق اور صحیح ہیں تو اس

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ رویت ہلال اور اس کا شرعی ثبوت، ماہنامہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء

اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور عید منانا واجب ہے۔

بعض محققین علماء کی یہ رائے ہے کہ رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ جو رویت ہلال کا اعلان کرتا ہے وہ اعلان ہلال رمضان میں تو شرعاً معتبر ہے لیکن ہلال عید میں وہ اعلان معتبر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ہلال عید کے ثبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا تو خود چاند کو دیکھ لیا جائے یا دو عادل گواہ چاند دیکھنے کی گواہی دیں (بشرطیکہ مطلع غبار آلود ہو) یا دو گواہ قاضی کے فیصلہ کرنے کی گواہی دیں یا کسی علاقہ سے متعدد جماعتیں آکر یہ خبر دیں کہ فلاں علاقہ میں چاند دیکھا گیا ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو جب تک ایک جم غفیر چاند کو نہ دیکھ لے اور چاند کی رویت بالکل ظاہر اور مشہور نہ ہو جائے اس وقت چاند کی رویت ثابت نہیں ہوگی۔

ظاہر ہے کہ ان محققین کا یہ نظریہ کسی ہوائے نفس پر مبنی نہیں ہے بلکہ انھوں نے محض للہیت اور خدا خوفی سے یہ نظریہ قائم کیا ہے اور علماء دین پر جو احکام شرعیہ پہنچانے کی ذمہ داری ہے اس کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ یہ حضرات اپنے موقف پر بڑی سختی سے قائم ہیں اور اس سلسلہ میں کسی لچک اور نرمی کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں، ہم اس سلسلہ میں پہلے وہ امور بیان کرتے ہیں جن کی بناء پر ہلال رمضان اور ہلال عید کے ثبوت میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ ہلال رمضان میں تو ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان کو کافی قرار دیا ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں بذریعہ ٹی۔ وی یہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان کو ناکافی قرار دیا ہے۔ اس فرق کی پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے ایک شخص کی گواہی کو کافی قرار دیا ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں ایک شخص کی گواہی کو ناکافی قرار فرمایا ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن طاؤس قال شهدت المدينة وبها ابن عمر وابن عباس قال فجاء رجل الى واليها فشهد عنده على رؤية الهلال هلال رمضان فسأل ابن عمر وابن عباس عن شهادته فامراه ان يجيزه وقالا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجاز شهادة رجل على رؤية هلال رمضان قالا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجيز على شهادة الافطار الا شهادة رجلين [1]

طاؤس کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا وہاں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے کہ ایک شخص نے حاکم مدینہ کے پاس آکر رمضان کا چاند دیکھنے پر گواہی دی حاکم مدینہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے اس کی گواہی کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے اس کی شہادت قبول کرنے کا حکم دیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان میں ایک شخص کی گواہی جائز قرار دی ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں کی گواہی کے ماسوا کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے بھی معجم کبیر للطبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [2]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن اسحاق بن عبد الله ان عمر بن عبد العزيز

اسحاق بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

كان يجيز على رؤية الهلال بالصوم رجلا واحدا ولا يجيز على الفطر الا رجلين [1]

ہلال رمضان کے ثبوت میں ایک آدمی کی گواہی قبول کر لیتے تھے اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔

اس فرق کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنا فرض قطعی ہے اور اس کا ترک کرنا حرام قطعی ہے اور اس کے برخلاف یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ظنی یا مکروہ تحریمی ہے اور اس دن روزہ کو ترک کرنا واجب یا فرض ظنی ہے۔ اب اگر بالفرض ایک شخص کی گواہی جھوٹی ہو اور تیس شعبان کو اس کی گواہی سے روزہ رکھ لیا جائے تو کسی فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب لازم نہیں آئے گا اس کے برخلاف اگر انتیس رمضان کو ایک شخص کی گواہی سے عید کر لی جائے اور وہ گواہی غلط ہو تو رمضان کے روزے کا ترک کرنا لازم آئے گا اور یہ فرض قطعی کا ترک اور حرام قطعی کا ارتکاب ہے۔ اس وجہ سے ہلال رمضان کے ثبوت کی بہ نسبت ہلال عید کی گواہی زیادہ اہم ہے۔

اس فرق کی تیسری وجہ شمس الائمہ سرخسی نے بیان کی ہے کہ ہلال رمضان میں عبادت میں شروع ہونا ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے بھی رمضان کا ثبوت مان لیا جائے اور ہلال عید میں عبادت سے خارج ہونا ہے اور اس کو ختم کرنا ہے اس لیے دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر اس کا ثبوت نہیں ہوگا اور چوتھی وجہ یہ بیان کی ہے کہ رمضان میں روزہ رکھ کر اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ اس لیے یہ حقوق اللہ سے ہے اور عید میں کھانا پینا اور خواہش نفس پوری کرنا ہے اس لیے یہ حقوق العباد سے ہے اور جس طرح باقی حقوق العباد بغیر دو آدمیوں کی گواہی کے ثابت نہیں ہوتے اسی طرح ہلال عید بھی دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوگا [2] (خیال رہے کہ یہ ساری بحث اس وقت ہے جب مطلع غبار آلود ہو)

ہلال رمضان کی بہ نسبت ہلال عید کا تحقق چونکہ زیادہ قوی ثبوت سے ہوتا ہے تو اس بنا پر بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان سے رمضان تو ثابت ہو جائے گا البتہ ہلال عید ثابت نہیں ہوگا۔ لیکن یہ رائے اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثبوت کی قوت اور ضعف کا مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ اس حجت اور دلیل پر ہے جس کی بنا پر اعلان کیا جاتا ہے۔ فرض کیجئے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اعلان نہ کیا جائے بلکہ ایک شخص خود بنفس نفیس سارے شہر میں اعلان کرتا پھرے کہ قاضی شہر نے ایک شخص کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے یا یہ اعلان کرے کہ قاضی شہر نے دو فاسق آدمیوں کی گواہی کی بنا پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے یا قاضی کے بغیر کسی اور شخص نے دو آدمیوں کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس اعلان پر عید کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ حالانکہ یہ ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان نہیں ہے بلکہ ایک زندہ شخص اعلان کر رہا ہے۔ یا فرض کیجئے دو عادل شخص لوگوں کے سامنے اگر قاضی کے اس فیصلہ کی گواہی دیں کہ قاضی نے ایک آدمی کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا تو اس صورت میں بھی عید کرنا صحیح نہیں ہے حالانکہ یہ قضاء قاضی پر دو عادل آدمیوں کی گواہی ہے۔

---

[1] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ
[2] ۔ شمس الائمہ ابو الطلیل محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

مذکور تفصیل سے یہ واضح ہوگیا کہ ثبوت کا مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ ثبوت کا مدار اس حجت اور دلیل پر ہے جس کی رُو سے ہلال عید کا اعلان کیا جاتا ہے اگر وہ حجت اور دلیل قوی ہے جس سے غلبۂ ظن حاصل ہو جاتا ہے تو اس حجت اور دلیل کی بناء پر عید کرنا صحیح ہے خواہ اس اعلان کا ذریعہ کوئی زندہ انسان ہو یا کوئی ایسی مشعل جلائی جائے جس کی روشنی پورے شہر میں نظر آئے یا کوئی توپ داغ دی جائے جس کی آواز تمام شہر والے سن لیں یا ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان کیا جائے یہ تمام ذرائع عام اور ظاہر علامات ہیں۔ ہلال عید کے لیے علت اور سبب موجب نہیں ہیں۔ علت اور سبب موجب تو وہ دلائل ہیں جن کی بناء پر ہلال عید کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اعلان سے یہ بتایا جائے کہ قاضی نے ایک آدمی کی شہادت پر ہلال عید کی رویت کا فیصلہ کیا ہے تو قاضی کا یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوگا۔ ہر چند کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ یہ فیصلہ قاضی کا ہے اور اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی سے یہ اعلان کیا جائے کہ قاضی نے دو یا دو سے زیادہ گواہوں کی شہادت پر ہلال عید کی رویت کا فیصلہ کیا ہے تو یہ حجت ملزمہ اور سبب موجب ہے۔ اب ہم اس کی ایک فقہی نظیر پیش کرتے ہیں: دیکھئے قاضی کے فیصلہ کی شہادت شریعت میں حجت ہے۔ اگر کوئی شخص قاضی کے فیصلہ پر عمل درآمد ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اس شہادت سے فقہاء کے نزدیک رویت ثابت نہیں ہوگی۔ علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

ثم انما يلزم متاخري الرؤية اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب حتى لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرهؤلاء الهلال لايباح لهم فطر غد ولا تترك التراويح هذه الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم ولو شهدوا ان قاضي بلد كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضي ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضي حجة وقد شهدوا به [1]

جن لوگوں نے بعد میں چاند دیکھا ہے ان پر پہلے چاند دیکھنے والوں کا حکم صرف حجت موجبہ سے لازم ہوگا حتیٰ کہ اگر ان کے پاس ایک جماعت آکر یہ گواہی دے کہ فلاں شہر والوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہے اور تم سے پہلے روزہ رکھا ہے اور ان کے حساب سے آج تیسواں روزہ ہے اور اس شہر والوں نے عید کا چاند نہیں دیکھا تو ان لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ صبح عید کریں اور رات کو تراویح چھوڑ دیں، کیونکہ اس جماعت نے خود چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے نہ کسی اور کی گواہی کی گواہی دی ہے صرف دوسروں کے چاند دیکھنے کے واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اور اگر ایک جماعت آکر یہ گواہی دے کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو آدمیوں نے فلاں رات کو ہلال رمضان کی گواہی دی اور ان کی گواہی پر قاضی نے ہلال رمضان کا فیصلہ کر دیا تو اب اس شہر کے قاضی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس جماعت کی گواہی پر حکم نافذ کر دے (یعنی ہلال عید کا فیصلہ کر دے) کیونکہ قاضی کا فیصلہ شریعت میں حجت موجبہ ہے اور اس جماعت نے قاضی کے فیصلہ کی گواہی دی ہے۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

یہ عبارت علامہ ابن ہمام کے علاوہ علامہ زین الدین ابن نجیم[1]، علامہ ابن عابدین شامی[2] اور ملا نظام الدین[3] نے بھی ذکر کی ہے۔

علامہ ابن ہمام، علامہ ابن نجیم، علامہ ابن عابدین اور علاء الدین حصکفی وغیرہ کی اس تصریح سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کے فیصلہ کی شہادت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرتا ہے تو یہ حجت ملزمہ ہے اور اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کے فعل کی حکایت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کا یہ فیصلہ حجت ملزمہ نہیں ہے۔ لہٰذا مدار اس چیز پر ہے کہ قاضی کے فیصلہ کی بنیاد کیا ہے اور کس دلیل کی بناء پر اس نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے اگر دلیل صحیح ہے تو فیصلہ صحیح ہوگا اور اگر دلیل غلط ہے تو فیصلہ غلط ہوگا۔ اور جب قاضی کا فیصلہ صحیح ہے اور حجت ملزمہ پر مشتمل ہے تو اس فیصلہ کے اعلان کے بعد رمضان اور عید کے احکام مرتب ہوں گے خواہ یہ اعلان کسی منادی کے ذریعہ کیا جائے یا ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ کیونکہ ان ذرائع کی حیثیت ثانوی ہے اصل علت موجبہ اور حجت ملزمہ وہ دلائل ہیں جن کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مرکزی چیئرمین کو زونل کمیٹی کی اطلاع ہلال کی صورت میں شرعی طریقہ کار کی بحث

ہم نے علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم وغیرہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی کے لیے اس وقت حجت ہوگا جب اس قاضی تک یہ فیصلہ دو عادل مسلمانوں کی گواہی سے پہنچے اور اس جگہ یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ ایک شہر مثلاً کوئٹہ میں رویت ہلال کی زونل کمیٹی کے سامنے چند عادل گواہوں نے ہلال عید پر گواہی دی اور اس زونل کمیٹی کے چیئرمین نے ان گواہوں کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا۔ اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس مثلاً لاہور میں ہو رہا ہے جن کے پاس کوئی گواہی نہیں گذری اب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین کس بنیاد پر ہلال عید کا اعلان کرے گا؟

حضرت پیر کرم شاہ الازہری نے اس اشکال کے جواب میں یہ لکھا ہے:

اور اگر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے سامنے شرعی شہادت پیش نہ ہو بلکہ زونل کمیٹی یا ضلعی کمیٹی کے سامنے شرعی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے تو وہ کمیٹی رویت ہلال کے بارے میں فیصلہ صادر کرتی ہے اور اپنے اس فیصلہ سے مرکزی رویت کمیٹی کو مطلع کرتی ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین مندرجہ بالا طریقہ کے مطابق اعلان کرتا ہے[4] (یعنی ریڈیو اور ٹی۔ وی پر اعلان کرتا ہے)۔

حضرت پیر صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ زونل کمیٹی یا ضلعی کمیٹی بذریعہ ٹیلی فون مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو اپنے فیصلہ سے مطلع کرتی ہے اور اس فیصلہ کی بنیاد پر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین فیصلہ کرتا ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ٹیلی فون پر دی جانے والی اطلاع شہادت نہیں ہے اور ایک قاضی کے فیصلہ کی بنیاد پر دوسرا

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، ماہنامہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء

قاضی اسی وقت فیصلہ کر سکتا ہے جب اس دوسرے قاضی تک وہ فیصلہ دو مسلمان عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو جیسا کہ ہم نے ابھی فقہاء کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

بعض علماء نے اس کا یہ حل تجویز کیا ہے کہ ضلعی کمیٹی یا زونل کمیٹی بذریعہ ہوائی جہاز ان گواہوں کو مرکزی کمیٹی تک پہنچا دے لیکن یہ حل اس لیے قابل عمل نہیں ہے کہ ہمارے ملک کی اخلاقی حالت اس قدر تباہ ہو چکی ہے کہ جس شخص نے بھی مثلاً کوئٹہ سے لاہور جانا ہوگا وہ اس دن چاند کی گواہی دے کر کوئٹہ پہنچ جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ سے ضرورت کے وقت فلائٹ دستیاب ہو۔ ہمارے نزدیک اس کا قابل عمل حل یہ ہے کہ جس زونل کمیٹی کے نزدیک شرعی گواہوں سے رویت ہلال ثابت ہو جائے اور وہ ہلال عید کا فیصلہ کر دے تو مرکزی چیئرمین اس زونل چیئرمین کو یہ اختیار دے کہ وہ مرکزی چیئرمین کے نائب کی حیثیت سے پورے ملک میں اس فیصلہ کا اعلان کر دے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے نمائندے اس کے اعلان کو ریکارڈ کر کے پورے ملک میں نشر کر دیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں اس طریقہ پر عمل ہو رہا ہے جس کا حضرت پیر صاحب نے ذکر کیا ہے لیکن اس طریقہ سے رویت ہلال ثابت نہیں ہوتی خواہ اس طریقہ کی بناء پر ریڈیو اور ٹی۔ وی سے اعلان کیا جائے یا مرکزی چیئرمین بنفس نفیس ملک میں گھر گھر جا کر منادی کرتا پھرے کیونکہ جیسا کہ ہم بار بار ذکر کر چکے ہیں کہ اصل مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ حجت ہونے یا نہ ہونے کا مدار اس دلیل پر ہے جس کے مطابق اعلان کیا گیا ہے اور جب تک رویت ہلال کمیٹی کے طریقہ کار میں ہمارے بیان کردہ طریقہ کے مطابق اصلاح نہیں کی جاتی۔ جب بھی زونل کمیٹی کی اطلاع کی بنیاد پر مرکزی چیئرمین ہلال عید کا اعلان کرے گا تو یہ اعلان شرعاً صحیح نہیں ہوگا کیونکہ مرکزی چیئرمین نے قضاء قاضی کی شہادت پر فیصلہ نہیں کیا اور اس رات کی تراویح بدستور مشروع ہوں گی اور صبح روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور چونکہ ہم نے دلائل سے یہ مسئلہ بیان کر دیا ہے اس لیے اب کسی شخص کے لیے کوئی عذر باقی نہیں ہے۔

کسی معاملہ کے متعلق کوئی معتمد اور معتبر شخص زبانی خبر دے یا ٹیلی فون کے ذریعہ مطلع کرے اور مخاطب اس کی آواز کو پہچانتا بھی ہو یا کوئی شخص کسی کو خط لکھے اور مکتوب الیہ اس کے طرز تحریر سے واقف بھی ہو تو مخاطب یا مکتوب الیہ کو اس خبر کے صادق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ اس کو اس خبر کی صداقت پر یقین ہوتا ہے اور اپنی حد تک وہ اس یقین کے تقاضوں پر عمل بھی کر سکتا ہے اور عام معاملات میں ساری دنیا اس پر عمل بھی کرتی ہے، لیکن مخاطب یا مکتوب الیہ اگر اپنے اس یقین کو دوسروں پر لازم اور مسلط کرنا چاہے اور یہ چاہے کہ سب اس کو تسلیم کر لیں تو شریعت اور ہر وجہ قانون میں بغیر ضابطہ شہادت کے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کوئی حاکم اور قاضی اپنے یقین کو دوسروں پر مسلط اور واجب نہیں کر سکتا عالمگیری میں ہے کہ اگر قاضی نے خود اپنی آنکھ سے عید کا چاند دیکھا اور کوئی گواہی اس رویت پر قائم نہیں ہوئی تو وہ صرف اپنے مشاہدہ کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔[1]

ایک جج کو کسی مقدمہ کے بارے میں کتنا ہی یقین یا مشاہدہ کیوں نہ ہو وہ صرف اپنے یقین کی بناء پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک باقاعدہ شہادت سے اس کا ثبوت نہ مل جائے اور دنیا کی کسی عدالت کے نزدیک بھی ٹیلی فون کی

---

[1] ۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۶ھ ۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۸ ۔ ۱۹۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

اطلاع کو شہادت نہیں قرار دیا جاتا، شاہدوں کا قاضی یا حاکم کے سامنے حاضر ہونا ضروری ہے اور ٹیلیفون پر کسی خبر کا بیان کرنا کتنا ہی قابل اعتماد کیوں نہ ہو شہادت کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس لیے زیر بحث مسئلہ میں اگر زونل کمیٹی کے چیئرمین نے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کو اپنے فیصلہ سے ٹیلی فون پر مطلع کیا اور اس بنیاد پر مرکزی چیئرمین نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا تو یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ ایک قاضی کے فیصلہ پر دوسرا قاضی اسی وقت فیصلہ کر سکتا ہے جب فیصلہ اس کے سامنے دو مسلمان گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو، ہر چند کہ مرکزی چیئرمین زونل چیئرمین کی آواز کو پہچانتا ہو اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اسی کی آواز ہے لیکن وہ محض اپنے یقین سے دوسروں پر حجت لازم نہیں کر سکتا اس کے لیے شرعی ثبوت ضروری ہے اور وہ شہادت ہے۔ تاہم اس صورت میں مرکزی چیئرمین کے فیصلہ کے نادرست ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا ہر فیصلہ نادرست ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ مرکزی چیئرمین نے جن نکات کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے ان نکات کو دیکھا جائیگا وہ صحیح ہیں یا نہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس کے اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا خواہ وہ اعلان ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ کیا جائے یا کسی زندہ منادی کے ذریعہ اعلان کرایا جائے۔ یہ فکر غلط ہے کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی جواز یا عدم جواز میں بذاتہ موثر ہیں۔

رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کا شرعی ثبوت

بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ جب کسی علاقہ میں مطلع غبار آلود ہو اور وہاں پر عید کا چاند نظر نہ آئے تو چاند کے ثبوت کی صرف چار صورتیں ہیں:

(۱)۔ شہادت علی الرویۃ: یعنی کسی قاضی یا مفتی کے سامنے دو مسلمان عادل گواہ (یہ ہلال عید میں شرط ہے ہلال رمضان کے لیے ایک گواہ بھی کافی ہے) پیش ہوں اور اس کی گواہی دیں کہ انہوں نے خود چاند دیکھا ہے۔ ہلال عید میں، میں گواہی دیتا ہوں کہنا بھی ضروری ہے۔

(۲)۔ شہادت علی الشہادۃ: یعنی اصل گواہ خود حاضر نہیں ہوتے تو ہر گواہ کی گواہی پر دو گواہ ہوں اور وہ گواہ قاضی یا مفتی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے فلاں رات میں فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے اور یہ الفاظ کہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے اس سے میں اس کی شہادت پر شہادت دیتا ہوں۔

(۳)۔ خبر مستفیض: جس علاقہ میں چاند دیکھا گیا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آکر یہ خبر دیں کہ اس علاقہ میں اس رات چاند دیکھا گیا ہے۔ خبر دینے والوں کی تعداد اتنی ہونی چاہیے جس سے چاند کی رویت کا ظن غالب ہو جائے۔

(۴)۔ شہادت علی القضاء: دو عادل مسلمان اس پر گواہی دیں کہ ہمارے سامنے قاضی نے شہادت یا خبر مستفیض کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا۔

ان چار طریقوں کے ساتھ اگر کتاب القاضی الی القاضی کو بھی ملا لیا جائے تو درست ہے۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر جو اعلان ہوتا ہے اس کو بعض علماء ان طرق موجبہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ریڈیو اور ٹی۔ وی پر ہلال عید کے اعلان کو ناجائز کہتے ہیں لیکن نہ جانے کیوں ان علماء نے اس پر غور نہیں کیا کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کا اعلان کوئی الگ حجت اور دلیل نہیں ہے بلکہ انہیں طرق موجبہ میں سے کسی طریقہ کے مطابق ہلال عید کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس کا اعلان ریڈیو اور ٹی وی

کے ذریعہ نشر کیا جاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی۔وی تو صرف ایک ذریعہ ابلاغ ہے۔ نشر و اشاعت کا ایک عام اور آسان آلہ ہے اور اس پر نشر ہونے والا اعلان لوگوں کے لیے واقفیت کا ایک عام اور کثیر الوقوع ذریعہ ہے اور اس کی بدولت پورے ملک کے لوگوں کو بہت جلد کسی بھی چیز سے مطلع کیا جا سکتا ہے لہٰذا رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے فیصلہ سے بھی پورے ملک کے باشندوں کو بیک وقت مطلع کر دیا جاتا ہے۔ اب ہم اس پر دلائل پیش کریں گے کہ قاضی کے اعلان پر بھی احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة انهم شكوا في هلال رمضان مرة فارادوا ان لا يقوموا ولا يصوموا فجاء اعرابي من الحرة فشهد انه راى الهلال فاتى به النبي صلى الله عليه وسلم فقال اتشهد ان لا اله الا الله واني رسول الله قال نعم وشهد انه راى الهلال فامر بلالا فنادى في الناس ان يقوموا وان يصوموا[1]

عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک بار لوگوں کو ہلال رمضان میں شک ہوگیا، ان کا ارادہ ہوگیا کہ تراویح پڑھیں گے نہ روزہ رکھیں گے۔ اچانک حرہ سے ایک اعرابی آیا اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے، اس نے کہا ہاں! اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ آپ نے بلال کو اعلان کرنے کا حکم دیا، سو بلال نے یہ اعلان کیا کہ لوگ تراویح پڑھیں اور روزہ رکھیں۔

اس حدیث کو امام عبد الرزاق[2] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں ہلال رمضان کے اعلان کا ذکر ہے اور بحث ہلال عید کے اعلان میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہلال رمضان اور ہلال عید میں یہ فرق کرنا کہ روزہ رکھنے کا حکم قطعی ہے اور عید منانے کا حکم ظنی ہے ہمارے اعتبار سے ہے کیونکہ ہم تک روزہ کا حکم ثبوت قطعی سے پہنچا ہے اور عید منانے کا حکم ثبوت ظنی سے پہنچا ہے، صحابہ کرام کے لحاظ سے یہ فرق نہیں تھا کیونکہ جس ذات سے انھوں نے یکم رمضان کو روزہ رکھنے کا حکم سنا تھا اسی ذات سے انھوں نے یکم شوال کو عید منانے کا حکم سنا تھا ان کے لیے یہ دونوں حکم مساوی تھے اور جب صحابہ نے اعلان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر روزہ رکھا تو وہ اعلان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر عید بھی منا لیتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رمضان اور عید کے ثبوت میں نصاب شہادت کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق کیا ہے اور رمضان کے ثبوت میں ایک آدمی کی شہادت آپ نے قبول کی اور عید کے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

ثبوت میں دو آدمیوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی اگر رمضان اور عید کے اعلان میں بھی فرق ہوتا تو آپ اس کو بھی بیان فرما دیتے اور ایسی چیز کے بیان کو ترک نہ فرماتے۔!

یہ حدیث رویت ہلال کا اعلان کرنے کی اصل عظیم ہے، کیونکہ اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ حضرت بلال نے روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کا اعلان کیا۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا درست نہیں ہے نیز رویت ہلال کا ثبوت یہاں بھی شہادت سے ہوا ہے لیکن شہر کے دیگروں تک اس ثبوت کے پہنچنے کا ذریعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اعلان ہی تھا۔ ظاہر ہے کہ مدینہ اس وقت چند سو گھروں پر مشتمل تھا اور اس کا رقبہ بھی اتنا زیادہ نہیں تھا اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان سے تمام اہل مدینہ باخبر ہو سکتے تھے۔ لیکن جیسے جیسے تبلیغ اسلام اور فتوحات کے ذریعہ اسلام پھیلتا گیا اور آبادی بڑھتی گئی اور شہروں کے رقبہ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا تو یہ ممکن نہ رہا کہ ایک شخص کے اعلان سے تمام اہل شہر یا اس کے مضافات میں رہنے والے لوگ قاضی کے فیصلہ سے باخبر ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی نے اپنے دور میں اعلان کے لیے توپ داغنے اور مشعل جلانے کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں!

لم یذکروا عندنا العمل بالأمارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کأهل القرى ونحوها کما یجب العمل بها على أهل المصر الذین لم یروا الحکم قبل شهادة الشهود وقد ذکر هذا الفرع الشافعیة فصرح ابن حجر فی التحفة أنه یثبت بالأمارة الظاهرة الدالة التی لا تتخلف عادة کرؤیة القنادیل المعلقة بالمنائر قال ومخالفة جمع فی ذلک غیر صحیحة۔[1]

فقہاء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رویت ہلال پر ظاہر اور دلالت کرنے والی علامات مثلاً توپ داغنے کا ہمارے نزدیک کیا حکم ہے؟ اور یقینی بات یہ ہے کہ جو لوگ شہر سے دور ہوں مثلاً اہل مضافات وغیرہ ان کے لیے ان علامات پر عمل کرنا واجب ہے، جس طرح ان شہر والوں پر عمل کرنا واجب ہے جو حاکم کے حکم کے موقع پر حاضر نہیں تھے۔ فقہاء شافعیہ نے اس جزئیہ کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے تحفہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ جو یقینی علامات ہوں ان کے مطابق عمل کرنا واجب ہے جس طرح مسجد کے میناروں میں قندیلیں جلائی جاتی ہیں اور انہوں نے کہا کہ ایک جماعت ان کی مخالفت کرتی ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت ہلال رمضان پر محمول ہے کیونکہ ہلال عید حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد دو عادل گواہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علامہ شامی کی اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو ہلال رمضان کی خصوصیت پر دلالت کرے۔ اس کے برخلاف انہوں نے عام لفظ "ثبوت شہر" (مہینہ کا ثبوت) لکھا ہے جو عید اور رمضان دونوں کو شامل ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ حنفی

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ

اعلان سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہوتا ثبوت تو شہادت سے ہی ہوتا ہے۔ اعلان تو اس ثبوت کے اظہار اور ابلاغ کا ایک ذریعہ ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر ہلال رمضان کو جائز مان رہے ہیں اور ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر روزہ رکھ لیا گیا تو اب عید کا ترتب بھی خواہی نخواہی اسی اعلان پر مرتب ہوگا۔ کیونکہ جب رمضان کے تیس روزوں کا شمار ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر ہوا تو عید بھی اسی اعلان پر مرتب ہوئی اور حقوق العباد سے ہونے کے باوجود مآل کار ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر عید ہوگئی۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام محمد نے فرمایا ہے: اگر قضاء قاضی سے ایک آدمی کے قول پر روزہ رکھا ہو تو تیس روزوں کے بعد عید کرنا صحیح ہے خواہ مطلع صاف ہو، یہ قول زیادہ صحیح ہے۔[1]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے: شہر میں توپ داغنے یا مشعل جلانے سے اہل مضافات پر بھی روزہ لازم ہوتا ہے کیونکہ یہ علامات ظاہرہ ہیں اور غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہیں اور یہ ایسی حجت اور دلیل ہیں جن کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے۔[2]

علامہ شامی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توپ داغنے اور مشعل روشن کرنے کو رمضان کے ساتھ مختص کرتے ہیں، لہٰذا منحۃ الخالق میں جو ان کی مطلق عبارت ہے اس کو بھی رمضان پر محمول کیا جائے گا۔ پس یہ ثابت ہوا کہ علامہ شامی ہلال شوال کے لیے اعلان کے قائل ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا شافعیہ کا اصول ہے احناف کا یہ اصول نہیں ہے ثانیاً ہر چند کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں یہ لکھا ہے کہ شہر میں توپ داغنے یا مشعل روشن کرنے سے روزہ لازم ہو جاتا ہے لیکن ان کی اس عبارت میں حصر اور اختصاص کا کوئی کلمہ نہیں ہے یعنی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ توپ داغنے یا مشعل روشن کرنے سے صرف روزہ لازم ہوتا ہے یا روزہ ہی لازم ہوتا ہے لہٰذا اس عبارت سے اس اعلان کا رمضان کے ساتھ مخصوص ہونا ثابت نہیں ہوا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ انھوں نے رمضان اور روزوں کے سیاق میں یہ عبارت لکھی ہے اس وجہ سے انھوں نے روزوں کا ذکر کر دیا لیکن ان کا مقصود روزوں میں حصر نہیں ہے اسی وجہ سے انھوں نے منحۃ الخالق میں اس عبارت کو مطلق رکھا ہے اور غالباً اس کو مطلق رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ علامہ شامی نے البحر الرائق کی جس عبارت کی تشریح میں ان علامات کا ذکر کیا ہے اس عبارت میں ہلال رمضان اور عید دونوں سے بحث کی گئی ہے۔ علامہ ابن نجیم نے اس پر بحث کی ہے کہ اگر ۲۹ رمضان کو یہ شہادت مل جائے کہ روزہ ایک دن پہلے تھا تو اب اگلے دن عید کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور چونکہ علامہ شامی نے اس بحث کی تشریح میں ان علامات کا ذکر کیا ہے اس سے بظاہر تو یہ علامات ہلال عید سے متعلق ہیں نہ کہ رمضان سے، البتہ ہم تبرعاً یہ کہتے ہیں کہ علامہ شامی نے چونکہ مطلقاً مہینہ کے ثبوت کے لیے ان علامات کا ذکر کیا ہے اس لیے اس عبارت میں ہلال رمضان اور ہلال عید دونوں کے لیے اعلان کا ثبوت ہے۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کی یہ دونوں عبارتیں نقل کی ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں: تنبیہ اور بارہ ہلال غیر رمضان و

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] 〃 〃 〃 〃 رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵، 〃 〃

شوال جہاں دوسرے شہر کی رویت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے الخ۔ [۱]

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک بھی علامہ شامی کی ان عبارتوں کا مفاد رمضان اور شوال دونوں ہلالوں کا اعلان ہے۔ فافہم وتشکر۔

یہاں ایک اور چیز پر تنبیہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ علامہ شامی نے رد المحتار اور منحۃ الخالق دونوں جگہ لکھا ہے کہ ان علامات کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے اس لیے بعض علماء کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہر چند کہ ان علامات سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن یہ غلبہ ظن کی وہ قسم ہے جس پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح قاضی کے قول کی گواہی سے غلبہ ظن تو حاصل ہوتا ہے لیکن اس گواہی پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً اگر ۲۹ رمضان کو دو عادل شخص یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر کے قاضی نے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے تو اس گواہی سے ہر چند کہ غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن اس گواہی سے اگلے دن عید کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان علامات سے اگرچہ غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن ان پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ کہنا اس لیے غلط ہے کہ یہ قول خود علامہ کی تصریحات کے خلاف ہے، علامہ شامی نے رد المحتار میں صرف یہ نہیں لکھا کہ ان علامات سے غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے ان پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح منحۃ الخالق میں بھی لکھا ہے کہ ان علامات پر عمل کرنا واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب ریڈیو اور ٹی۔ وی پر دلیل شرعی کے مطابق اعلان کیا جائے تو اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے، اسی وجہ سے ان علامات کو طریق موجب کہا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی اعلان کو مطلقاً رویت ہلال کے لیے طریق شرعی قرار دیتے ہیں خواہ ہلال رمضان ہو یا ہلال شوال؛ اعلیٰ حضرت بغیر کسی قید کے لکھتے ہیں: ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں۔[۲]

اعلیٰ حضرت نے ساتواں شرعی ثبوت کا طریقہ "اعلان رویت ہلال" ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں ان پر عمل اہل دیہات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے۔ بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فیر (فائر) یا ڈھنڈورا وغیرہ اقول یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتیٰ کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں عالم گیریہ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی جوہرۃ الاخلاطی[۳] (یعنی حاکم کے منادی کا اعلان مقبول ہوتا ہے خواہ اعلان کرنے والا نیکوکار ہو یا بدکار (کیونکہ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہوتا بلکہ ان دلائل پر ہوتا ہے جن کی بنیاد پر اعلان ہوتا ہے۔ سعیدی) علامہ شامی، صاحب فتاویٰ عالم گیری اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارات سے صراحۃً یہ ثابت ہے کہ رویت ہلال کا اعلان کرنا صحیح ہے خواہ ہلال عید ہو یا ہلال رمضان اور جب یہ اعلان دلیل شرعی پر مبنی ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ متاخرین میں سے مولانا عبد الحی

---

[۱] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۵، مطبوعہ سنی دار الاشاعت لائل پور، ۱۳۹۴ھ

[۲] " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۳۶ " " " " "

[۳] " " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۵ " " " " "

لکھنوی نے اس کو اور زیادہ صراحت سے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں: توپوں کی آواز سن کر افطار کرنا درست ہوگا کیونکہ توپ کا چلنا عادت شائع کے مطابق عید موجب ظن ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے (فتاویٰ معلم الفقہ بحوالہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء)۔

ان تمام باحوالہ تصریحات کے بعد کسی منصف شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں رہے گا۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ہلال عید کا اعلان ریڈیو اور ٹی۔ وی سے کرنا جائز نہیں ہے میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ مثلاً شہر کراچی ستر لاکھ سے زیادہ آبادی پر مشتمل ہے اور اس کا رقبہ کئی ہزار مربع کلومیٹر سے زیادہ پر پھیلا ہے۔ اب فرض کیجیے مطلع غبار آلود ہے اور قاضی کے پاس چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر گواہی دی کہ انھوں نے چاند دیکھ لیا ہے اور قاضی نے اس گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا اب قاضی اس وسیع و عریض شہر کے ستر لاکھ سے زیادہ شہریوں تک ایک رات میں اپنے اس فیصلہ کو کس طرح پہنچائے گا؟ ظاہر ہے کہ سوائے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے قاضی اپنا فیصلہ ایک رات میں اس شہر کے تمام شہریوں تک نہیں پہنچا سکتا ورنہ اگر قاضی اپنے گواہوں سمیت تمام رات بھی شہر کے ہر گھر کے دروازہ پر جا کر اعلان سناتا رہے پھر بھی تمام شہریوں تک یہ حکم نہیں پہنچا سکتا! پھر جب ہم روزہ رمضان کے سحر و افطار میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عمل کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہلال رمضان و شوال کے متعلق ان کے اعلان پر عمل نہ کریں!

مجھ سے ایک دوست نے کہا کہ کار میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر چند گھنٹوں میں پورے شہر میں اعلان ہو سکتا ہے میں نے کہا یہ تو ریڈیو کی طرح ہے سننے والوں نے صرف آواز سنی ہے گواہوں کو اعلان پر گواہی دیتے ہوئے تو نہیں دیکھا نیز یہ بات تو اس وقت ہے کہ جب وہ قاضی ایک شہر کا قاضی ہو اور اگر وہ ایک ملک کا قاضی ہو تو اس کے لیے اپنے حکم کو ایک رات میں ملک کے تمام باشندوں تک پہنچانا اور بھی مشکل ہوگا، باقی ایک مطلع اور متعدد مطالع میں اعلان کے لحاظ سے فرق کرنے پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

رویت ہلال کے ملک گیر اعلان پر بحث

رویت ہلال کے اعلان کے ثبوت پر ہم نے فتاویٰ شامی کی جو عبارت پیش کی ہے اس پر بعض اہل علم نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ علامہ شامی نے قندیلوں کی روشنی اور توپوں کے فائر سے اعلان کو شہر اور اس کے مضافات کے لیے علامت لکھا ہے اور یہاں ایک مطلع ہے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی سے جو اعلان کیا جاتا ہے وہ پورے ملک کے لیے ہوتا ہے اور پورا ملک مختلف مطالع پر مشتمل ہے اور ایک مطلع میں کسی علامت کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مختلف مطالع میں بھی جواز کی علامت ہو۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ شامی کے زمانہ میں ایسی علامتیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں جو ایک اقلیم اور ایک ملک کے مسلمانوں کے لیے رمضان یا عید کے اعلان کے لیے کافی ہوتیں ان کے زمانہ میں توپ کا فائر اور مشعل کی روشنی ہی سب سے بڑی علامت تھی جس سے زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے تھے سو اس کا انھوں نے ذکر کر دیا۔ اگر علامہ شامی کے زمانہ میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان ایسی کوئی ملک گیر علامت ہوتی اور پھر اس کو چھوڑ کر وہ توپ اور مشعل ایسی علامت کا ذکر کرتے جو صرف شہر اور اس کے مضافات کے لیے کافی ہو تب یہ کہا جا سکتا تھا کہ علامہ شامی کی اس عبارت سے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس اعتراض کا دوسرا موقع اس وقت تھا جب شرعاً اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا یا کم از کم علامہ شامی کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہوتا

تو کہا جا سکتا تھا کہ علامہ شامی تو اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل ہیں اس لیے ان کی عبارت سے متعدد مطالع کے لیے ایک علامت کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب کہ جمہور فقہاء اسلام اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل نہیں ہیں خصوصاً مطالع قریبہ میں اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ ایک مطلع میں اگر رویت ہو جائے اور دوسرے مطالع میں اس رویت کا شرعی ثبوت متحقق ہو جائے تو ان مطالع میں بھی رویت کے احکام لازم ہوں گے تو اس بناء پر یہ جائز ہوگا کہ اگر ایک شہر میں رویت کا ثبوت شرعی متحقق ہو جائے تو اس کا اعلان پورے ملک میں کر دیا جائے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ آسانی کے ساتھ یہ شرعی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔

ہم اس سے پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے یعنی ایک مطلع پر چاند نظر آئے اور دوسرے مطلع پر چاند نظر نہ آئے تو اس اختلاف کا شرعاً اعتبار نہیں ہے اور اس دوسرے مطلع پر بھی رویت ہلال کے احکام لازم ہوں گے بشرطیکہ دلیل شرعی سے یہاں رویت ثابت ہو جائے (علامہ شامی حنفی، علامہ قزوینی شافعی اور دیگر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم میں اختلاف مطالع نہیں ہوتا، چوبیس فرسخ، بہتر شرعی میل کے مساوی ہیں اور یہ ۸۱٫۸۱ انگریزی میل اور ۱۳۱٫۶۴ کلومیٹر کے برابر ہیں) اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے کے دلائل ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں لیکن فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کی عبادت میں ممکن حد تک ہم آہنگی اور وحدت ہو کیونکہ عبادات میں وحدت کو قائم رکھنا بھی ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ میدان جہاد میں لڑائی کے دوران آسان صورت یہ تھی کہ ایک جماعت کفار سے لڑائی میں مصروف رہتی اور دوسری جماعت نماز پڑھ لیتی اور الگ الگ اماموں کے پیچھے نماز پڑھ لی جاتی لیکن اسلام نے یہ حکم دیا کہ ایک امام کے ساتھ ایک جماعت ہو، ایک معین ماہ میں روزے فرض کرنا، عید کے لیے ایک دن معین کرنا ان تمام عبادات میں وحدت مقصود ہے تاکہ مسلمانوں کے کھانا چھوڑنے اور کھانا کھانے کا ایک دن ہو اور اجتماعی عبادت میں افتراق اور انتشار نہ ہو اس لیے جہاں تک ممکن ہو اس وحدت کو قائم رکھنا چاہیے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ جمہور فقہاء اسلام نے روزے میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا تاکہ ممکن حد تک مسلمانوں کی عبادت میں وحدت قائم رہے اگر ایک اقلیم اور ایک ملک کے ایک شہر میں روزہ ہو اور دوسرے میں عید ہو تو یہ وحدت ٹوٹ جائے گی۔ ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر میں جائیں تو ایک روزہ دار ہو دوسرا عید کر رہا ہو، ایک کے نزدیک اس دن کھانا پینا جائز بلکہ واجب ہو اور دوسرے کے نزدیک حرام ہو حالانکہ دونوں کلمہ گو مسلمان ہیں اور ایک شریعت اور ایک فقہ کے پیروکار ہیں۔ یہ عجیب صورت حال ہے اس لیے اس انتشار اور اس افتراق کو دور کرنے کے لیے اور ایک ملک کے مسلمانوں کی عبادات میں زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی اور وحدت قائم کرنے کے لیے بعض دردمند علماء نے حسن نیت سے غور و فکر کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی پر روزے اور عید کا اعلان کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہمارے ملک کے شہروں کے مطالع ہر چند کہ مختلف ہیں لیکن چونکہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ایک شہر کی رویت اگر دوسرے شہر میں دلیل شرعی سے ثابت ہو جائے تو وہاں بھی رویت کے احکام لازم ہو جاتے ہیں بنابریں جس شہر میں قاضی نے رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا اور اس نے ابلاغ کے جدید ذرائع اور وسائل سے اپنے اس اعلان کو پورے ملک میں پہنچا دیا تو اس اعلان کی بنیاد پر اس ملک کے باشندوں کے لیے روزہ رکھنا اور عید منانا جائز اور صحیح ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کی شہادت پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا اور حضرت بلال کو مدینہ میں اعلان کرنے کا حکم دیا اور حضرت بلال نے یہ اعلان کیا اور حضرت بلال کے اعلان پر لوگوں

نے روزہ رکھا اور تراویح پڑھیں عام مسلمانوں تک صرف حضرت بلال کی زبان سے اعلان پہنچا تھا اور ایسا نہیں ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر میں جا کر دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی گواہی دی ہو اس سے ثابت ہوا کہ قاضی کے فیصلہ کرنے کے لیے شہادت کی ضرورت ہے، اس فیصلہ کے اعلان کے لیے شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ اس ترقی یافتہ دور میں ایسے ذرائع ابلاغ موجود ہیں جن کی وجہ سے چند منٹوں میں پورے ملک میں اعلان پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس لیے اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین یا وائس چیئرمین روزے یا عید کا اعلان کرے تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان کی بناء پر شرعاً جائز اور صحیح ہے۔

حدیث کریب سے رویت ہلال کے اعلان پر اعتراض کا جواب

اس سلسلہ میں ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کریب نے جب شام سے مدینہ آ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر دی کہ میں نے شام میں جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم نے تو ہفتہ کی شب چاند دیکھا تھا اب ہم یا تو شوال کا چاند دیکھ لیں ورنہ ہم تیس روزے پورے کریں گے کریب نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روزہ رکھنے اور چاند دیکھنے کو کافی قرار نہیں دیتے، حضرت ابن عباس نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے[۱]

معترضین یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس نے کریب کی اطلاع پر اہل شام کی رویت نہیں مانی تو ہم ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر رویت ہلال کیسے مان لیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ بمنزلہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین ہیں، کریب بمنزلہ ریڈیو اور ٹی۔ وی ہیں اور ہم بمنزلہ حضرت ابن عباس ہیں اور جب حضرت ابن عباس نے کریب کے قول پر عید نہیں کی تو ہم ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عید کیسے کر لیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ مفروضہ غلط ہے کہ حضرت معاویہ بمنزلہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین ہیں اور کریب بمنزلہ ریڈیو اور ٹی۔ وی ہیں۔ یہ مفروضہ اس وقت درست ہوتا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کریب کو منادی کرنے کے لیے بھیجا ہوتا کہ جاؤ تمام اطراف اسلام میں اعلان کر دو کہ جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا گیا ہے اور اسی کے حساب سے عید کی جائے گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس اعلان کو رد کر دیتے تب یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جب حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے اعلان کرنے والے کے اعلان کو رد کر دیا تھا تو ہم بھی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان کرنے والے (یعنی ریڈیو اور ٹی۔ وی) کے اعلان کو رد کر سکتے ہیں۔

اس جواب پر معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے کریب کے قول پر اس لیے عمل نہیں کیا تھا کہ وہ رویت پر شہادت نہیں پیش کر سکے تھے اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شہادت کے رویت ثابت نہیں ہوتی۔ اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ علامہ ابن ہمام کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی وضاحت کی جائے۔ دراصل حدیث کریب سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے کیونکہ شام میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا تو ایک دن پہلے روزہ رکھا گیا اور مدینہ میں ایک دن بعد چاند دیکھا گیا تو ایک دن بعد روزہ رکھا گیا اور چونکہ یہ حدیث فقہاء احناف اور جمہور کے خلاف تھی اس لیے علامہ ابن ہمام اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا دلیل فیہ لان مثل ما وقع من کلامہ لو اس حدیث میں اختلاف مطالع کے اعتبار پر کوئی

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

وقع لنا انه نحكم به لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم فان قيل اخباره عن صوم معاوية يتضمنه لانه الامام يجاب بانه لم يأت بلفظة الشهادة ولو سلم فهو واحد لا يثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضي والله سبحانه وتعالى اعلم والاخذ بظاهر الرواية احوط۔ [1]

دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر اس قسم کا کلام ہمارے درمیان ہوتا تو ہم بھی رویت ہلال کا فیصلہ نہ کرتے کیونکہ کریب نے رویت ہلال پر کسی کی شہادت پیش نہیں کی تھی (یعنی یہ نہیں کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یا فلاں نے جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا ہے) اور نہ حاکم (یعنی امیر معاویہ) کے فیصلہ کی شہادت دی تھی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاویہ کے روزے کی خبر دینا حاکم کے فیصلہ پر شہادت دینے کو متضمن ہے کیونکہ حضرت امیر معاویہ حاکم تھے تو یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے اشہد کا لفظ نہیں کہا (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت معاویہ نے یہ فیصلہ کیا ہے یہ نہیں کہا) اور اگر مان لیا جائے کہ انھوں نے یہ لفظ کہا تھا تو بھی وہ ایک گواہ تھے اور ایک گواہ کی گواہی سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر حجت نہیں ہوتا (پھر اس جواب کے ضعف کی طرف اشارہ کر کے کہا) اور اصل بات اللہ ہی جانتا ہے اور بظاہر حدیث پر عمل کرنے میں (یعنی اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے میں) زیادہ احتیاط ہے۔

ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے اخیر میں اپنے دونوں جوابوں کا ضعف ظاہر کر دیا اور بتقضاء حدیث اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے ہی کو محتاط لکھا ہے تاہم ان کا پہلا جواب صحیح نہیں ہے اور دوسرا جواب ہمیں مضر نہیں ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے جواب میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ کریب نے قاضی کے فیصلہ کو گواہی کے ساتھ نہیں پیش کیا، اسلیے حضرت ابن عباس نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا اور اگر وہ گواہی کے ساتھ پیش کر دیتے تو حضرت ابن عباس ان کے قول پر عمل کر لیتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے لیے کس چیز پر عمل کرنے کا سوال درپیش تھا جمعہ کے روزہ کو قضاء کرنے کا یا جمعہ کے روزے کے اعتبار سے عید کرنے کا؟ اگر جمعہ کے روزے کو قضاء کرنے کا مسئلہ تھا تو ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بغیر گواہی کے ایک مسلمان کی خبر سے بھی ثابت ہو جاتا ہے لہذا حضرت ابن عباس پر واجب تھا کہ وہ جمعہ کے روزہ کی قضاء کا اعلان کرتے اور اگر جمعہ کے روزے کے حساب سے عید کرنے کا مسئلہ تھا تو اگر کریب گواہی دے بھی دیتے اور اشہد کے صیغہ کے ساتھ جمعہ کی رویت کا بیان کرتے تب بھی کچھ فائدہ نہ ہوتا کیونکہ ایک آدمی کی گواہی سے عید ثابت نہیں ہوتی اس لیے علامہ ابن ہمام کا یہ پہلا جواب صحیح نہیں ہے اور دوسرا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ اس جواب میں یہ کہا ہے کہ اگرچہ کریب نے قاضی کے فیصلہ کو گواہی کے ساتھ پیش کیا تھا لیکن ابن عباس قاضی تھے اور ایک گواہ کی گواہی سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر حجت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر اس وقت حجت ہوتا ہے جب وہ فیصلہ اس تک بذریعہ شہادت پہنچے، اور اسی وقت ایک قاضی دوسرے قاضی کے فیصلہ پر فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے لیکن ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ ہم رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کا جو اعلان سنتے ہیں اس میں ہماری یہ حیثیت نہیں ہے، ہم قاضی ہیں نہ ہم نے اس اعلان کی بناء پر کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے، اس لیے کریب کی اس حدیث سے ہم پر معارضہ نہیں ہو سکتا ہماری مثال تو ان اہل مدینہ کی طرح ہے جو حضرت بلال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کا اعلان سن کر اس پر عمل کرتے تھے

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بلادِ بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے

اس سلسلہ میں دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عمل کرنا صحیح ہے اور اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ مثلاً سعودی عرب میں جب رمضان کا چاند ہو جاتا ہے اور اس کا ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اعلان بھی ہو جاتا ہے تو اعلان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟

اس سوال کا جواب ایک تحقیق پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چند کہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں ائمہ مذاہب کے درمیان اختلاف ہے لیکن مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دو شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو تو پھر ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

واجمعوا انہ لایراعی ذٰلک فی البلدان النائیۃ کالاندلس والحجاز والسبب فی ھذا الخلاف تعارض الاثر والنظر اما النظر فھو ان البلاد اذا لم تختلف مطالعھا کل الاختلاف فیجب ان یحمل بعضھا علی بعض لانھا فی قیاس الافق الواحد واما اذا اختلف اختلافا کثیرا فلیس یجب ان یحمل بعضھا علی بعض واما الاثر فمارواہ مسلم عن کریب الحدیث فظاھر ھذا الاثر یقتضی ان لکل بلد رؤیتہ قرب او بعد والنظر یعطی الفرق بین البلاد النائیۃ والقریبۃ وبخاصۃ ما کان نائیۃ فی الطول والعرض کثیرا۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۰)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب دو شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو جیسے اندلس اور حجاز تو پھر مختلف مطالع کو ایک حکم میں رکھنے کی رعایت نہیں کی جاتی کیونکہ حدیث اور عقل دونوں اس کے خلاف ہیں، عقل کے یہ حکم اس لیے خلاف ہے کہ جب شہروں کے مطالع میں کامل اختلاف نہ ہو تو پھر بعض مطالع کو بعض دوسرے مطالع پر محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ تمام مطالع افق واحد کے حکم میں ہیں لیکن جب ان مطالع میں زیادہ اختلاف ہو تو پھر بعض مطالع کو بعض پر محمول کرنا واجب نہیں ہے اور حدیث کے اس لیے خلاف ہے کہ امام مسلم نے کریب سے روایت کیا ہے کہ اہل شام نے جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا اور اہل مدینہ نے ہفتہ کی شب چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی اپنی رویت پر عمل کیا۔ اس حدیث کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہر شہر کی رویت کا اعتبار ہو خواہ وہ شہر قریب ہو یا بعید، لیکن نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ قریب اور بعید شہروں میں فرق کیا جائے خصوصاً جبکہ طول اور عرض میں بُعد زیادہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

والصحیح عند اصحابنا ان الرؤیۃ لاتعم الناس بل تختص بمن قرب علی مسافۃ لاتقصر فیھا الصلوٰۃ وقیل ان اتفق المطلع لزمھم وقیل ان اتفق الاقالیم۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ کراچی)

ہمارے اصحاب شافعیہ کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں پر رویت کا حکم لازم نہیں ہوتا بلکہ مسافت قریبہ والوں پر لازم ہوتا ہے اور مسافت قریبہ کا معیار قصر صلاۃ کی مسافت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وحدت مطلع سے رویت لازم ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ایک ملک کے لوگوں پر رویت کا حکم لازم ہوتا ہے۔

علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبد اللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں:

فان اتفقت لزم الصوم والافلا وفاقا للاصح للشافعیۃ واختار صاحب الرعایۃ البعد مسافۃ قصر فلا یلزم الصوم و فی شرح مسلم انہ الاصح للشافعیۃ۔

ہمارے شیخ نے شافعیہ کے اصح قول کو اختیار کر کے کہا اگر مطلع ایک ہو تو (رویت سے) روزہ لازم ہوگا ورنہ نہیں اور صاحب رعایۃ کا مختار یہ ہے کہ بُعد کا معیار مسافت قصر ہے اس لیے روزہ لازم نہیں ہوگا، اور شرح مسلم میں ہے کہ یہی شوافع کا

(کتاب الفروع، ج ۳ ص ۱۳) زیادہ صحیح قول ہے۔

علامہ علاؤ الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اگر مطالع قریب ہوں تو پھر رویت کے احکام لازم ہوتے ہیں، ہمارے شیخ تقی الدین کا یہی مختار ہے، فروع میں ہے کہ اگر مطالع متفق ہوں یا مسافت قصر سے کم اختلاف ہو تو پھر رویت لازم ہوگی ورنہ نہیں۔ (الانصاف ج ۳ ص ۲۷۳، مطبع بیروت)

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

هذا اذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع اما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر۔

ایک جگہ کی رویت سے دوسری جگہ حکم تب ثابت ہوتا ہے جب دو شہروں میں مسافت اتنی قریب ہو جس سے مطلع مختلف نہ ہو، لیکن جب مسافت بعید ہو تو دو شہروں میں سے ایک کا حکم دوسرے شہر میں لازم نہیں ہوگا کیونکہ جب شہروں کے درمیان بہت زیادہ مسافت ہو تو ان کے مطالع مختلف ہو جاتے ہیں پھر ہر شہر کے رہنے والوں پر اس کے اپنے مطلع کا اعتبار ہوگا دوسرے شہر کے مطلع کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ کراچی)

یہ بھی واضح رہے کہ بعض فقہاء احناف نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے علامہ شامی نے صاحب الفیض کا ذکر کیا ہے اور علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۱، مطبوعہ ملتان)

اشبہ بالحق یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم اپنے مطلع کے اعتبار سے مکلف ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے، صاحب التجرید وغیرہ کا یہی مختار ہے جیسا کہ ایک جگہ سورج کا زوال ہو اور دوسری جگہ غروب ہو تو ایک جگہ ظہر کی نماز فرض ہوگی اور دوسری جگہ مغرب کی۔ (مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۵۹، مصر)

اور علامہ سید طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

(وهو الاشبه) اشبہ بالحق یہی ہے (حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۵۹، مطبوعہ مصر)

علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:

مضمرات میں ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے اور جواہر کے مطابق اس کی حد ایک ماہ یا اس سے زیادہ کی مسافت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر صبح اور شام کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہوتے تھے اور ان دو ملکوں کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۵۶، طبع نولکشور)

علامہ ابو سعود مصری حنفی نے بھی علامہ قہستانی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (فتح المعین ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ مصر)

تاہم زیادہ صحیح بات وہ ہے جس کو مذاہب اربعہ کے محقق فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر مطالع قریب ہوں تو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا اور اگر مطالع میں زیادہ بعد اور فاصلہ ہو تو پھر اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، یہ ایک متوسط قول ہے اور حقیقت کے قریب ہے، حدیث کریب کے بھی مطابق ہے اور عقل کے بھی۔ نیز اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہ کرنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ مثلاً پاکستان میں بر سر عام رمضان کا چاند

دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے گئے، پھر اٹھائیس رمضان کی شام کو مثلاً سعودی عرب سے بذریعہ طیارہ چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر گواہی دی کہ سعودی عرب میں شوال کا چاند نظر آگیا ہے تو اب رمضان کا مہینہ اٹھائیس کا ہو جائے گا یا فرض کیجئے کہ مثلاً سعودی عرب میں بر سر عام رمضان کا چاند دیکھ کر تیس روزے رکھے گئے پھر کسی ملک سے چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر یہ گواہی دی کہ اس ملک میں ایک دن پہلے رمضان کا چاند نظر آیا تھا تو اب ان لوگوں پر ایک روزے کی قضا لازم ہوگی اور رمضان کا مہینہ اکتیس دنوں کا ہو جائے گا اور یہ دونوں صورتیں حدیث صحیح کے خلاف ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہینہ انتیس دنوں کا اور تیس دنوں کا ہوتا ہے، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۷، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۱۷) اور یہ خرابی اس لیے لازم آئی ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا گیا۔

باقی رہا یہ امر کہ زیادہ بُعد کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ایک قول مسافت قصر کا ہے جو اکسٹھ میل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی کی تصریح کے مطابق چوبیس شرعی میل (۱۸۰۸ء ۸۱ انگریزی میل) کے بعد نفس مطلع تبدیل ہوتا ہے۔ تو اکسٹھ میل کے بعد تو مطلع مختلف ہی نہیں ہوگا چہ جائیکہ زیادہ اختلاف ہو اور دو تین سو میل کی مسافت کے بعد ہلال کے طلوع میں چند منٹوں کا اختلاف ہوگا، لاہور اور کراچی میں سورج کے طلوع اور غروب میں بیس پچیس منٹ کا فرق ہوتا ہے اور یہ بھی زیادہ اختلاف نہیں ہے ہمارے نزدیک زیادہ بُعد اور فاصلہ کا معیار یہ ہے کہ دو شہروں میں اتنا زیادہ فاصلہ ہو جس کی وجہ سے ہلال کے طلوع میں ایک دن کا فرق واقع ہو جائے، مثلاً دہلی میں ایک دن پہلے چاند طلوع ہو اور کراچی میں ایک دن بعد یا بالعکس تو یہ مطالع بعیدہ ہیں اور بعض فقہاء احناف نے ایسی صورت میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، علامہ بزازی کردری لکھتے ہیں:

وفی الحاوی اهل بلدة رأوا الهلال فی لیلة الثلثاء واخری فی لیلة الاربعاء فلکل مارأوا قال ابن عباس رضی الله عنه فیه لهم مالهم ولنا مالنا (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۹۵)

حاوی میں ہے کہ ایک شہر والوں نے منگل کی شب چاند دیکھا اور دوسرے شہر والوں نے بدھ کی شب چاند دیکھا تو ہر ایک اپنی رویت کے مطابق عمل کرے حضرت ابن عباس نے اس صورت میں فرمایا ان کے لیے ان کی رویت ہے اور ہمارے لیے ہماری رویت ہے۔

نیز علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب ج ۶ ص ۲۷۳، طبع بیروت اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۳، طبع لاہور میں بعید ملکوں کے اختلاف کو بھی مطالع میں زیادہ بُعد کا معیار قرار دیا ہے، یہ قول بھی لائق اعتبار ہے، کیونکہ ایک ملک کے قاضی کی قضا اسی ملک والوں پر حجت ہے کیونکہ اس کو اس ملک کے لیے قاضی بنایا گیا ہے ساری دنیا کے مسلمان ممالک کا قاضی نہیں بنایا گیا، لہٰذا اس کی قضا باقی ممالک میں نافذ نہیں ہوگی، اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک ملک کے سلطان کو اس ملک کے باشندوں پر ولایت اجبار حاصل ہے جو اس کے حکم سے قاضی کی طرف منتقل ہوتی ہے مثلاً ایک ملک کا قاضی اس ولایت اجبار سے اس ملک میں صغیرہ کا نکاح کر سکتا ہے عنین کا نکاح فسخ کر سکتا ہے لعان میں نکاح فسخ کر سکتا ہے خیار بلوغ اور خیار کفو میں نکاح فسخ کر سکتا ہے لیکن دوسرے مسلمان ملک میں اس کے یہ تصرفات نافذ نہیں ہوں گے کیونکہ وہاں کے مسلمانوں پر اس کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے، اسی طرح فقہی مذہب کے اختلاف کی وجہ سے بھی ایک ملک کے قاضی کی قضا دوسرے ملک میں نافذ نہیں ہوگی مثلاً ایک ملک کا قاضی شافعی المذہب ہے وہ بیٹھ کر پیشاب کرنے پر حد قائم کرتا ہے اور دوسرے ملک میں حنفی المذہب مسلمان ہیں جن کے نزدیک بیٹھ کر پینا جائز ہے لہٰذا ان کی قضا ان پر نافذ نہیں ہوگی تیسری وجہ حجت کا اختلاف ہے مثلاً ایک ملک کے قاضی نے ان گواہوں کی گواہی سے رویت ہلال کا فیصلہ کیا جو محدود فی القذف ہیں اور دوسرے ملک کے قاضی کے نزدیک ان کی گواہی مردود ہے۔ ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ اگر ایک ملک میں قاضی رویت ہلال کا اعلان کر دے تو دوسرے ملک والوں پر یہ اعلان حجت نہیں ہوگا، ایک اس وجہ سے کہ یہ مطالع بعیدہ ہیں اور دوسرے اس وجہ سے کہ ایک ملک کے قاضی کی قضا دوسرے ملک والوں پر حجت نہیں ہے، اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ سعودی عرب کا اعلان ہمارے ملک میں کیوں حجت نہیں ہے۔

....

ریڈیو اور ٹی۔وی پر دیگر احکام شرعیہ کے اعلانات پر عمل کرنے کی شرعی حیثیت

ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر عمل کرنا صرف رویت ہلال کے احکام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور بہت سے احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں بھی ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان کا دخل ہے جس پر بغیر کسی اعتراض اور نکیر کے عمل کیا جا رہا ہے۔ مثلاً ریڈیو اور ٹی۔وی سے روزہ افطار کرنے کے وقت کا رمضان میں ہر روز اعلان کیا جاتا ہے اسی طرح سحری کا وقت ختم ہونے کا بھی ریڈیو اور ٹی۔وی سے اعلان ہوتا ہے اور آج تک سننے میں نہیں آیا کہ کسی عالم دین نے یہ کہا ہو کہ یہ اعلان شرعاً غیر معتبر ہوتا ہے اور اس پر افطار اور سحر کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نماز کے اوقات کا بھی ریڈیو اور ٹی۔وی سے اعلان ہوتا ہے اور اذان نشر کی جاتی ہے اور آج تک اس کے خلاف کسی کا کوئی فتویٰ سامنے نہیں آیا کہ ریڈیو کی اذان پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے حالانکہ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ وقت سے پہلے اذان نشر کی گئی ہو اور کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے نہیں ہوتی اور نہ وقت سے پہلے افطار کرنا جائز ہے اور نہ وقت گزرنے کے بعد تک سحری کھاتے رہنا جائز ہے۔ اور اگر بالفرض ریڈیو اور ٹی۔وی سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ سو روپے یا پانچ سو روپے کا نوٹ منسوخ کر دیا گیا ہے تو بالاتفاق ان نوٹوں کو زکوٰۃ میں ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا اسی طرح اگر ہنگامی حالات میں ریڈیو اور ٹی۔وی سے کرفیو کا اعلان کر دیا جائے اور یہ حکم نشر کیا جائے کہ کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ گولی مار دی جائے گی تو سب لوگ ریڈیو اور ٹی۔وی کے اس اعلان پر عمل کریں گے اور اگر کوئی شخص گھر سے باہر نکلا اور اس کو گولی مار دی گئی تو اس کا دم ہدر ہوگا اور اس کے خون کے تاوان کا شرعاً کوئی مطالبہ نہیں ہوگا۔ غرض یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے شرعی احکام میں ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر عمل کیا جاتا ہے اور اس اعلان کو غیر معتبر اور غیر مستند نہیں کہا جاتا تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہلال رمضان اور ہلال عید میں بھی ریڈیو اور ٹی۔وی کے ذریعہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان پر عمل نہ کیا جائے بشرطیکہ اس کا اعلان شرعی تقاضوں کے مطابق ہو کیونکہ ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ اصل چیز ذریعہ اعلان نہیں ہے بلکہ وہ دلائل اور شواہد ہیں جن کی بناء پر اعلان کیا جاتا ہے اگر وہ دلائل صحیح ہیں تو اعلان صحیح ہے اور اگر وہ دلائل صحیح نہیں ہیں تو اعلان صحیح نہیں ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہم فی نفسہ ریڈیو اور ٹی۔وی کے مجوز نہیں ہیں کیونکہ ان آلات سے اکثر و بیشتر موسیقی کے اور دیگر مخرب اخلاق پروگرام نشر کیے جاتے ہیں اور عورتوں کی تصاویر دکھائی جاتی ہیں جن کو دیکھنے سے بہرحال نوجوانوں کے ذہنوں پر برے اثرات پڑتے ہیں اسی لیے ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔وی کا گھروں میں رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے لیکن جب تک اس کے کسی متبادل آلہ کا رواج نہیں ہوتا اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہوگا اور علیٰ ہذا القیاس رویت ہلال کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہوگا بشرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں جب تک کوئی متبادل آلہ نہیں بنایا جاتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کر کے ریڈیو اور ٹی۔وی سے راگ رنگ، موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق پروگرام یک لخت ختم کرائیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔

رویت ہلال کمیٹی کے ریڈیو اور ٹی۔وی پر اعلان کے سلسلہ میں میں نے طرفین کے دلائل کا خالص معروضی مطالعہ کیا۔ مجھے اس کے جواز سے کوئی وابستگی تھی نہ عدم جواز سے کوئی دلچسپی تھی میں نے بالکل خالی الذہن ہو کر اس موضوع پر مطالعہ اور غور و فکر کیا اور غور و فکر اور مطالعہ کے بعد مجھ پر جو حق اور صواب منکشف ہوا اس کو میں نے لکھ دیا ہے میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ فی الواقع حق و صواب ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اس کے رسول کا فیضان ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میرے مطالعے کا نقص اور سہو فہم ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ اے اللہ! میری اس سعی کو خاص اپنے لیے رکھنا، میری لغزشوں، کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرمانا اور مجھے دارین کی فلاح اور سعادت سے نوازنا۔

باب ۳۱۲ بَيَانِ اَنَّهُ لَا اِعْتِبَارَ بِكِبَرِ الْهِلَالِ وَصِغَرِهٖ وَاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَاِنْ غُمَّ فَلْيُكْمَلْ ثَلٰثُوْنَ۔

چاند کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

۲۲۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ قَالَ فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقُلْنَا إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ أَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ قَالَ فَقُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ۔

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کے لیے گئے جب ہم وادی بطن نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعض لوگوں نے کہا یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر ہماری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی اور ان سے ہم نے ذکر کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے بعض نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا چاند ہے، انھوں نے کہا تم نے کس رات کو چاند دیکھا تھا؟ ہم نے کہا فلاں فلاں رات کو۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کے لیے اسے بڑھا دیا وہ حقیقت میں اسی رات کا چاند ہے جس رات تم نے اسے دیکھا ہے۔

۲۲۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ قَالَ أَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَأَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَسْأَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَدَّهُ لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ذات عرق میں رمضان المبارک کا چاند دیکھا۔ ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس چاند کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا تو حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند کو دیکھنے کے لیے بڑھا دیا اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی (تیس دن) پوری کرو۔

بَابُ ۳۱۳ بَيَانِ مَعْنَى قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے

۲۲۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے ایک رمضان کا دوسرا ذوالحجہ کا۔

رَمَضَانُ وَ ذُو الْحِجَّةِ.

۲۴۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ وَخَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ فِي حَدِيثِ خَالِدٍ شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَ ذُو الْحِجَّةِ.

ف: یعنی ان کا اجر اور ثواب کم نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے، خالد کی روایت میں ہے عید کے دو مہینے رمضان اور ذوالحجہ کے۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الدُّخُولَ فِي الصَّوْمِ يَحْصُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ وَأَنَّ لَهُ الْأَكْلَ وَغَيْرَهُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ وَبَيَانِ صِفَةِ الْفَجْرِ الَّذِي تَتَعَلَّقُ بِهِ الْأَحْكَامُ مِنَ الدُّخُولِ فِي الصَّوْمِ وَدُخُولِ وَقْتِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَهُوَ الْفَجْرُ الثَّانِي وَيُسَمَّى الصَّادِقُ وَالْمُسْتَطِيرُ وَأَنَّهُ لَا أَثَرَ لِلْفَجْرِ الْأَوَّلِ فِي الْأَحْكَامِ وَهُوَ الْفَجْرُ الْكَاذِبُ الْمُسْتَطِيلُ بِاللَّامِ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ وَهُوَ الذِّئْبُ

طلوع فجر سے روزے کا شروع اور طلوع فجر تک سحری کھانے کا جواز

۲۴۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ قَالَ لَهُ عَدِيٌّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِي عِقَالَيْنِ عِقَالًا أَبْيَضَ وَعِقَالًا أَسْوَدَ أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ وِسَادَكَ لَعَرِيضٌ إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے یعنی فجر نہ ہو جائے تو عدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے تکیے کے نیچے سیاہ اور سفید رنگ کی دو رسیاں رکھ لی ہیں اور ان کی وجہ سے میں رات اور دن میں امتیاز کر لیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے (جس کے نیچے رات اور دن آجاتے ہیں!) کالے اور سفید دھاگے سے

دن اور رات مراد ہیں۔

۲۲۳۰۔ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ یَاْخُذُ خَیْطًا اَبْیَضَ وَخَیْطًا اَسْوَدَ فَیَاْكُلُ حَتّٰی یَسْتَبِیْنَهُمَا حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْفَجْرِ فَبَیَّنَ ذٰلِكَ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے تو ایک صاحب سفید دھاگا اور کالا دھاگا لے لیتے اور اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک ان میں فرق نہ ظاہر ہو جاتا حتیٰ کہ اللہ تعالٰی نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا اور بیان فرمایا کہ سیاہ اور سفید دھاگے سے مراد دن اور رات ہیں)

۲۲۳۱۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِیْمِیُّ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَا نَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَرَادَ الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِیْ رِجْلَیْهِ الْخَیْطَ الْاَسْوَدَ وَالْخَیْطَ الْاَبْیَضَ فَلَا یَزَالُ یَاْكُلُ وَ یَشْرَبُ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهٗ رِئْیُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوْا اِنَّمَا یَعْنِیْ بِذٰلِكَ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو تو جب کوئی شخص روزہ رکھنے کا ارادہ کرتا تو وہ اپنے پیر میں دو دھاگے باندھ لیتا۔ ایک سفید اور دوسرا سیاہ اور اس وقت تک کھاتا رہتا جب تک اس پر ان کا فرق ظاہر نہ ہوتا۔ پھر اللہ تعالٰی نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا پھر معلوم ہوا کہ دھاگے سے مراد رات اور دن ہے۔

۲۲۳۲۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی تَسْمَعُوْا تَاْذِیْنَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات کو ہی اذان دے دیتے ہیں لہٰذا تم ابن ام مکتوم کی اذان تک کھاتے پیتے رہا کرو۔

۲۲۳۳۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ بِلَالًا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں تم عبد اللہ ابن ام مکتوم کی اذان تک کھاتے پیتے رہا کرو۔

يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ۔

۲۴۳۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هَذَا وَيَرْقَى هَذَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے، بلال اور ابن ام مکتوم جو نابینا تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات کو اذان دیتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہو، راوی کہتے ہیں اور ان کے اذان دینے میں یہ فرق تھا کہ وہ اترتے تھے اور یہ چڑھتے تھے۔

۲۴۳۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

۲۴۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِالْإِسْنَادَيْنِ كِلَيْهِمَا نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

ایک دیگر سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

۲۴۳۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ أَوْ قَالَ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ قَالَ يُنَادِي بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَيُوقِظَ نَائِمَكُمْ وَقَالَ لَيْسَ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَصَوَّبَ يَدَهُ وَرَفَعَهَا حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَفَرَّجَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال کی اذان کے سبب تم میں سے کوئی شخص سحری کھانے سے نہ رکے کیونکہ وہ اس لیے اذان دیتے ہیں تاکہ نماز میں مشغول شخص سحری کھانے کے لیے چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور صبح وہ نہیں ہے جو اس طرح ہے آپ نے ہاتھوں کو سیدھا کر کے اوپر کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا حتیٰ کہ اس طرح ہو جائے اور آپ نے انگلیاں کو کھول دیا۔

۲۴۳۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے آپ نے فرمایا فجر وہ نہیں جو ایسی ہو اور آپ نے سب

عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ الْفَجْرَ لَيْسَ الَّذِي يَقُولُ هٰكَذَا وَجَمَعَ اَصَابِعَهُ ثُمَّ نَكَسَهَا اِلَى الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الَّذِي يَقُولُ هٰكَذَا وَوَضَعَ الْمُسَبِّحَةَ عَلَى الْمُسَبِّحَةِ وَمَدَّ يَدَيْهِ۔

انگلیوں کو ملا کر زمین کی طرف جھکایا اور فرمایا (فجر وہ ہے) جو اس طرح ہو انگشت شہادت کو انگشت شہادت پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔

۲۴۳۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ اَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَالْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَانْتَهٰى حَدِيثُ الْمُعْتَمِرِ عِنْدَ قَوْلِهِ يُنَبِّهُ نَائِمَكُمْ وَيَرْجِعُ قَائِمَكُمْ وَقَالَ اِسْحٰقُ قَالَ جَرِيرٌ فِي حَدِيثِهِ وَلَيْسَ اَنْ يَقُولَ هٰكَذَا يَعْنِي الْفَجْرَ هُوَ الْمُعْتَرِضُ وَلَيْسَ بِالْمُسْتَطِيلِ۔

ایک اور سند سے روایت ہے جس میں ہے بلال کی اذان اس لیے ہوتی ہے کہ نماز پڑھنے والا لوٹ جائے اور سونے والا بیدار ہو جائے جریر کی روایت میں ہے صبح ایسی نہیں ہے یعنی چوڑائی میں ہے لمبائی میں نہیں۔

۲۴۴۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ حَدَّثَنِي وَالِدِي اَنَّهُ سَمِعَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَغُرَّنَّ اَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنَ السَّحُورِ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَسْتَطِيرَ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سحری کے وقت بلال کی اذان سے دھوکا نہ کھائے اور نہ اس سفیدی سے جب تک وہ پھیل نہ جائے۔

۲۴۴۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ لِعَمُودِ الصُّبْحِ حَتّٰى يَسْتَطِيرَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بلال کی اذان سے دھوکا نہ کھائے نہ اس سفیدی سے جو صبح کے وقت ستون کی طرح ہوتی ہے جب تک وہ پھیل نہ جائے۔

۲۴۴۲۔ وَحَدَّثَنِي اَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الْاُفُقِ الْمُسْتَطِيلُ هٰكَذَا حَتّٰى يَسْتَطِيرَ هٰكَذَا وَحَكَاهُ حَمَّادٌ بِيَدَيْهِ قَالَ يَعْنِي مُعْتَرِضًا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بلال کی اذان سے دھوکا کھائے نہ افق کی لمبی سفیدی سے جب تک وہ پھیل نہ جائے

۲۴۴۳۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَوَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَمُرَةَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی

بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ يَخْطُبُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ وَّهٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَبْدُوَ الْفَجْرُ اَوْ قَالَ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ۔

شخص بلال کی اذان سے دھوکا کھائے نہ اس سفیدی سے حتیٰ کہ فجر ظاہر ہو جائے۔

۲۴۴۴- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُو دَاوٗدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِىْ سَوَادَةُ بْنُ حَنْظَلَةَ الْقُشَيْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ هٰذَا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... پھر حسب سابق روایت ہے۔

فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب

حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے تھے اور یہ اذان طلوع فجر سے پہلے ہوتی تھی۔ امام مالک، امام شافعی اور بعض دیگر فقہا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ فجر کے وقت سے پہلے اذان دینا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان کی مشروعیت کا مقصد ہی یہ ہے کہ نماز کے وقت کی خبر دی جائے اور حضرت بلال کی اذان کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز کے وقت پر متنبہ کرنے کے لیے نہیں ہوتی تھی بلکہ سونے والوں کو سحری کھانے پر متنبہ کرنے کے لیے یا رات کو نوافل پڑھنے والوں کو سحری کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہوتی تھی۔ اس کا حدیث میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابینا کی اذان صحیح ہے بشرطیکہ اس کو وقت بتلانے والا ہو۔

بَابُ ۳۱۵ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَاسْتِحْبَابِهٖ وَاسْتِحْبَابِ تَاْخِيْرِهٖ وَتَعْجِيْلِ الْفِطْرِ

سحری کی فضیلت اور استحباب

۲۴۴۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

۲۴۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں صرف سحری کھانے کا فرق ہے۔

۲۴۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۴۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا قَالَ خَمْسِينَ آيَةً۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے (راوی کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا ان دونوں کے درمیان کتنا وقفہ تھا انھوں نے کہا پچاس آیات (کے پڑھنے کے برابر)۔

۲۴۴۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جب تک روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے خیر پر رہیں گے۔

۲۴۵۱ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

۲۴۵۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْنَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ قَالَتْ أَيُّهُمَا الَّذِي يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ قَالَ قُلْنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَتْ كَذٰلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ أَبُو كُرَيْبٍ وَالْآخَرُ أَبُو مُوسٰى۔

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ہم نے عرض کیا، اے ام المومنین! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب میں سے ایک جلد روزہ افطار کر کے جلد نماز پڑھتے ہیں دوسرے تاخیر سے روزہ افطار کر کے تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں، ام المومنین نے پوچھا وہ کون ہے جو جلد افطار کرتا اور جلد نماز پڑھتا ہے! ہم نے عرض کیا وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا ابو کریب کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دوسرے صاحب حضرت ابو موسیٰ ہیں۔

۲۴۵۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوقٌ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا لَا يَأْلُو عَنِ الْخَيْرِ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ فَقَالَتْ مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَقَالَتْ هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ۔

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے مسروق نے عرض کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب ہیں، نیکی اور بھلائی میں دونوں کمی نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے ہیں، دوسرے مغرب اور افطار میں تاخیر کرتے ہیں انہوں نے پوچھا ان میں سے مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟ مسروق نے کہا عبد اللہ بن مسعود! حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

سحری کی فضیلت

تمام ائمہ مذاہب اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھانے کو برکت قرار دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سحری کھانے سے روزہ رکھنے کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ سحری کھانے سے پہلے روزہ رکھنے والا بسم اللہ پڑھے گا سحری کے بعد اللہ کی حمد اور استغفار کرے گا اور یہ کلمات برکت کے موجب ہیں، سحری مسلمانوں کی خصوصیت ہے کیونکہ پچھلی امتوں کو اس وقت میں کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ سحری کھانا بھی عبادت ہے کیونکہ سحری کھانے

میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے نیز سحری کی وجہ سے روزہ کی نیت پھر تازہ ہو جاتی ہے۔

بَابُ بَيَانِ وَقْتِ انْقِضَاءِ الصَّوْمِ وَ خُرُوجِ النَّهَارِ [۳۱۶]

روزہ پورے ہونے کا وقت

۲۴۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاتَّفَقُوا فِي اللَّفْظِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ نُمَيْرٍ فَقَدْ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات آجائے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

۲۴۵۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ فَنَزَلَ فَجَدَحَ فَأَتَاهُ بِهِ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک کے ماہ میں سفر کر رہے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! ابھی تو دن ہے آپ نے فرمایا اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ وہ اترے اور ستو گھول کر آپ کی خدمت میں لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پئے، پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا۔ جب سورج اس سمت میں ڈوب جائے اور رات اس سمت سے آجائے تو روزہ دار کو روزہ کھول دینا چاہیے۔

۲۴۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو! اس نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ شام ہونے دیں

انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ إِنَّ عَلَيْنَا نَهَارًا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

آپ نے فرمایا اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو! اس نے کہا ابھی تو دن ہے (یہ کہہ کر) وہ اترے اور ستو گھولے آپ نے ستو پیئے اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جب تم دیکھو کہ رات اس طرف سے آگئی ہے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

۲۴۵۷- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أَوْفٰى يَقُوْلُ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادِ بْنِ عَوَّامٍ۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ روزے سے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے فلاں اتر کر ہمارے لیے ستو گھولو۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۴۵۸- وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِيْ أَوْفٰى ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِيْ أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادٍ وَعَبْدِ الْوَاحِدِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَلَا قَوْلُهُ وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا إِلَّا فِيْ رِوَايَةِ هُشَيْمٍ وَحْدَهُ۔

ایک اور سند سے بھی بعض الفاظ کی کمی سے یہ روایت منقول ہے۔

غروبِ آفتاب کی علامت

اس باب کی احادیث میں روزے کے تمام ہونے کا مدار تین چیزیں بیان فرمائی ہیں رات کا آنا، دن کا جانا اور سورج کا غروب ہونا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کے نزدیک ان تینوں میں سے ہر ایک باقی دو کو متضمن اور لازم ہے اور ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ غروب آفتاب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب رات آجائے اور دن چلا جائے کیونکہ بسا اوقات انسان ایسی وادی میں ہوتا ہے کہ غروب آفتاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ ایسے میں جب دن کی روشنی چھپ جائے اور رات کا اندھیرا شروع ہو جائے تو وہ روزہ افطار کر سکتا ہے۔

عالم کو متنبہ کرنا

حدیث نمبر ۲۲۵۶ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام روزے سے تھے جب سورج غروب ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ستو بنانے کا حکم دیا، غروب آفتاب کے بعد جو شفق کی سرخی اور روشنی کے آثار باقی ہوتے ہیں انھیں دیکھ کر اس شخص نے گمان کیا کہ افطار کا وقت ابھی نہیں ہوا، جب یہ آثار ختم ہو جائیں گے تب افطار ہوگا اور اس کا خیال تھا کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آثار نہیں دیکھے اس لیے اس نے آپ کو آگاہ کرنے کے قصد سے کہا ابھی دن ہے پھر آپ نے اس کو مسئلہ بتلانے کی غرض سے فرمایا "جب رات آجائے تو روزہ افطار ہو جاتا ہے"۔ یعنی بعد کی سرخی اور روشنی کے آثار کے غائب ہونے پر افطار کا مدار نہیں ہے۔

اس حدیث کے فوائد سے یہ ہے کہ اگر یہ خیال ہو کہ عالم نے فلاں چیز کی طرف توجہ نہیں کی تو اسے یاد دلانا اور بتلانا جائز ہے اور عالم کا مسئلہ بتلانا اور یہ کہ روزہ جس طرح کھجور سے افطار کرنا سنت ہے ستو سے بھی سنت ہے۔

بَابُ ۳۱۷ النَّهْيِ عَنِ الْوِصَالِ

صوم وصال کی ممانعت

٢٢٥٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال (بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھنا) سے منع فرمایا، صحابہ نے عرض کیا آپ تو وصال کرتے ہیں! (یعنی بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

٢٢٦٠ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فِي رَمَضَانَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَنَهَاهُمْ قِيلَ لَهُ أَنْتَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں وصال کیا (بغیر افطار کے روزے رکھے) صحابہ نے بھی وصال شروع کر دیا، آپ نے انھیں منع فرمایا، انھوں نے عرض کیا آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

٢٢٦١ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں رمضان کا ذکر نہیں ہے۔

يُقِلَّ رَمَضَانَ

٢٤٦٢ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُوَاصِلُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ بھی تو مسلسل روزے رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جب اس کے باوجود صحابہ وصال سے نہیں رکے تو آپ نے ان کے ساتھ ایک دن بغیر افطار کے روزہ رکھا۔ پھر دوسرے دن بغیر افطار کے روزہ رکھا پھر تیسرے دن اسی طرح روزہ رکھا، پھر انھوں نے چاند دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا اگر چاند ابھی نظر نہ آتا تو میں اور زیادہ وصال کرتا۔ گویا کہ آپ نے ان کے باز نہ آنے پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

٢٤٦٣ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّكُمْ لَسْتُمْ فِي ذٰلِكَ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَاكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وصال کے روزے نہ رکھو! صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس معاملہ میں مجھ جیسے نہیں ہو۔ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے تم وہ کام کیا کرو جو آسانی سے کر سکو۔

٢٤٦٤ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَاكْلَفُوا مَا لَكُمْ بِهِ طَاقَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسب سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ جس کام کی تمہیں طاقت ہو وہی کیا کرو۔

٢٤٦٥ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے مثل سابق روایت ہے۔

أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن الوصال بمثل حديث عمارة عن أبي زرعة.

٢٤٦٦ - حَدَّثَنِي زهير بن حرب حدثنا أبو النضر هاشم بن القاسم حدثنا سليمان عن ثابت عن أنس رضي الله تعالى عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان فجئت فقمت إلى جنبه وجاء رجل فقام أيضا حتى كنا رهطا فلما حس النبي صلى الله عليه وسلم أنا خلفه جعل يتجوز في الصلاة ثم دخل رحله فصلى صلاة لا يصليها عندنا قال قلنا له حين أصبحنا أفطنت لنا الليلة فقال نعم ذاك الذي حملني على الذي صنعت قال فأخذ يواصل رسول الله صلى الله عليه وسلم وذاك في آخر الشهر فأخذ رجال من أصحابه يواصلون فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما بال رجال يواصلون إنكم لستم مثلي أما والله لو تماد لي الشهر لواصلت وصالا يدع المتعمقون تعمقهم.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے میں آکر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک اور شخص آیا اور وہ بھی آکر کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ ہماری ایک جماعت ہو گئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ میں آپ کے پیچھے ہوں تو آپ نے نماز میں تخفیف کرنی شروع کر دی، پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور ایسی نماز پڑھی جیسی آپ ہمارے ساتھ نہیں پڑھتے تھے؟ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ سے عرض کیا کیا آپ کو رات ہمارا پتا چل گیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اسی وجہ سے میں نے وہ سب کیا جو کیا تھا، حضرت انس نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے شروع کر دیے اور وہ مہینہ کا آخر تھا، بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنے شروع کر دیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ صوم وصال کیوں رکھ رہے ہیں؟ تم لوگ میری مثل نہیں ہو، سنو خدا کی قسم اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں اس قدر صوم وصال رکھتا کہ یہ ضدی لوگ اپنی ضد چھوڑ دیتے۔

٢٤٦٧ - حَدَّثَنَا عاصم بن النضر التيمي حدثنا خالد يعني ابن الحارث حدثنا حميد عن ثابت عن أنس رضي الله تعالى عنه قال واصل رسول الله صلى الله عليه وسلم في آخر شهر رمضان فواصل ناس من المسلمين فبلغه ذلك فقال لو مد لنا الشهر لواصلنا وصالا يدع المتعمقون تعمقهم إنكم لستم مثلي أو قال إني

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے آخر میں صوم وصال رکھے، بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنے شروع کر دیے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں اس قدر وصل روزے رکھتا کہ ضد کرنے والے اپنی ضد چھوڑ دیتے آپ نے فرمایا لاریب تم میری مثل نہیں ہو یا فرمایا: لاریب میں تمہاری مثل نہیں ہوں! میں اس حال میں رات

لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي۔

گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

۲۴۶۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدَةَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور شفقت صحابہ کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا صحابہ نے عرض کیا: آپ بھی تو وصال کرتے ہیں! آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

صوم وصال کا معنی

صوم وصال کا معنی یہ ہے کہ روزے کے بعد روزہ رکھا جائے اور ان روزوں کے درمیان کھانا پینا نہ ہو اس طرح جتنے روزے رکھے جائیں گے وہ سب صوم وصال ہوں گے علامہ نووی شافعی[1] اور ملا علی قاری حنفی[2] نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

صوم وصال میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کے نزدیک صوم وصال مکروہ (تنزیہی) ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک بلاکراہت جائز ہیں اور جمہور کے نزدیک مکروہ تحریمی ہیں[3]

حضور کے صوم وصال پر ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۲۴۶۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ جب آپ نے کھا، پی لیا تو وصال کے روزے کیسے ہوئے؟ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس قول کا مطلب ہے کہ مجھے کھانے پینے کی قوت حاصل ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ وصال کے روزے دنیاوی کھانے کے اعتبار سے تھے اور آپ کو جنت کے کھانے کھلائے جاتے تھے۔ امام رازی نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو جمال رب کا دیدار کرا دیا جاتا تھا اور اس دیدار سے آپ اس قدر شاد کام ہوتے تھے کہ پھر آپ کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی تھی یعنی میرا کھانا پینا یہی ہے کہ میں اپنے رب کو دیکھ لوں۔

حضور کی مثل کی تحقیق

اس باب کی احادیث میں ہے تم میں میری مثل کون ہے؟ اور قرآن مجید میں ہے: اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (کہف: ۱۱۰، فصلت: ۶) "میں تمہاری مثل بشر ہوں"

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۲۵۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

بظاہر ان میں تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے جس مثلیت کو ثابت کیا ہے وہ عدمی معنی ہے یعنی معبود نہ ہونے میں میں تم جیسا ہوں نہ تم معبود ہو نہ میں معبود ہوں اور کسی وجودی معنی میں کائنات کا کوئی شخص آپ کی مثل نہیں ہے۔

امتناع نظیر

علماء اہلسنت اور علماء دیوبند کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کو تخلیق کرنا آیا ممکن ہے یا نہیں؟ علماء دیوبند، شیخ اسماعیل دہلوی کی اتباع میں آپکی نظیر کی تخلیق کو ممکن مانتے ہیں اور علماء اہلسنت، علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ آپکی نظیر کو تخلیق کرنا ممکن نہیں ہے۔

نظیر سے مراد وہ شخص ہے جو تمام اوصاف کمالیہ میں آپ کے مساوی ہو۔ علماء اہلسنت کے نزدیک اس معنی میں آپ کی نظیر کی تخلیق کرنا ممکن نہیں ہے۔

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا:

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ [1]

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص کی تخلیق ممکن ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات متعددہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص کی بھی تخلیق کا ممکن ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور جسے محال بالذات لازم ہو اس کی تخلیق ممکن نہیں ہو سکتی بطور دلیل یوں کہا جائے گا:

(ا) کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر (مساوی) کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے (ب) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس کی تخلیق نہیں ہو سکتی لہٰذا جو شخص کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو اس کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔ یا بطور دلیل یوں کہا جائے گا:

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے برابر ہو اگر اس کی تخلیق ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے کذب کا ممکن ہونا باطل ہے اس لیے جو شخص کمالات میں حضور کے برابر ہو اسکی تخلیق کا ممکن ہونا بھی باطل ہوگا۔ علمی اصطلاح میں پہلی دلیل قیاس اقترانی ہے اور دوسری قیاس استثنائی۔

رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الٰہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (ایک اور) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب لازم آتا ہے۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین - (احزاب: ۴۰) "محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔"

---

[1] شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، تقویۃ الایمان ص ۴۱، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور۔

اور خاتم النبیین ہیں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کی تخلیق ممکن ہو تو اس نص صریح کا کذب ممکن ہو جائے گا باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب صفت نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صفات نقص وعیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔[1]

بعض لوگ اس دلیل پر یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر قادر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کمی اور عجز لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت میں کمی اور عجز تب لازم آتا کہ کوئی چیز ممکن ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل نہ ہوتی اور جو چیز ممکن نہ ہو وہ تحت قدرت نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا عدم یا اللہ تعالیٰ کا شریک یا اللہ تعالیٰ کا جہل یہ تمام امور تحت قدرت نہیں ہیں اور اس سے قدرت میں کمی لازم نہیں آتی کیونکہ یہ امور فی نفسہٖ ممکن نہیں ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم ایک ایسی چیز فرض کرتے ہیں جس کے کمالات میں برابر یا اس سے بڑھ کر کسی اور مخلوق کا پیدا کرنا محال بالذات ہے، اب ایسی مخلوق کا پیدا کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ اگر ممکن نہیں تو قدرت میں کمی اور عجز لازم آیا اور اگر ممکن ہے تو یہ مان لیا گیا کہ اس مخلوق کے کمالات میں برابر پیدا کرنا تحت قدرت نہیں ہے اگر اس سے عجز لازم نہیں آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے تحت قدرت نہ ہونے سے بھی عجز نہیں لازم آنا چاہیے۔

ایک اور شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ممکن کی مثل بھی ممکن ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہیں لہٰذا آپ کی مثل بھی ممکن ہونی چاہیے لہٰذا آپ کی نظیر ممکن ہوگی نہ کہ محال، اس کا جواب یہ ہے کہ اس قاعدہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ممکن کی مثل کا ہونا ممکن ہے ورنہ واجب کی مثل واجب ہے کا مطلب ہوگا کہ واجب کی مثل کا ہونا واجب ہے اور یہ بداہتہً باطل ہے اس لیے اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ممکن کی مثل ہوگی تو ممکن ہوگی جیسا کہ دوسرے قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر واجب کی مثل ہوگی تو واجب ہوگی۔

علامہ خیر آبادی نے اس نظریہ پر ایک اور دلیل قائم کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق اور آخر الانبیاء ہیں اور جس شخص کو نظیر فرض کیا گیا وہ اول خلق اور آخر الانبیاء ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو آپ کے برابر نہیں اور اگر وہ اول خلق اور آخر الانبیاء ہے تو جب وہ اول خلق ہے تو حضور سے پہلے ہوگا پس آپ اول نہ رہے لہٰذا آپ کے برابر نہ رہا اور آخر الانبیاء ہے تو وہ آپ کے بعد نبی ہوگا لہٰذا آپ آخر نہ رہے پھر بھی وہ آپ کے برابر نہ رہا۔ پس جب بھی اس شخص کو اوصاف کمالیہ میں آپ کے برابر فرض کیا جائے گا وہ برابر نہیں رہے گا اور جس چیز کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ ممتنع اور محال بالذات ہوتا ہے لہٰذا آپ کی نظیر ممتنع بالذات ہے۔

اس دلیل پر بعض علماء یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ مثلاً زید کا بیٹا عمرو باقی بیٹوں سے پہلے پیدا ہوا یا سب کے آخر میں پیدا ہوا اور اس کی صفت اول ولد یا آخر ولد ہے تو اس کی نظیر بھی ممتنع بالذات ہوگی کیونکہ آپ جس کو بھی اول یا آخر فرض کریں گے وہ اول یا آخر نہیں رہے گا اس طرح عمرو کی بلکہ ہر شخص کی نظیر ممتنع ہو جائے گی تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول ولد یا آخر ولد ہونا کوئی صفت کمال نہیں ہے جبکہ اول خلق ہونا اور آخر الانبیاء

[1] علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء تحقیق الفتویٰ ص ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور بار اول ۱۳۹۹ھ۔

ہونا صفت کمال ہے علاوہ ازیں اس صورت میں یہ نظریہ اور مستحکم ہو جاتا ہے کہ جب ہر شخص کی نظیر ممتنع بالذات ہے تو آپ کی نظیر کے ممتنع بالذات ہونے میں کیا استبعاد ہے!

باب ۳۱۸ بَيَانِ أَنَّ الْقُبْلَةَ فِي الصَّوْمِ لَيْسَتْ مُحَرَّمَةً عَلَى مَنْ لَمْ تُحَرِّكْ شَهْوَتَهُ

روزے میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا حرام نہیں ہے بشرطیکہ جذبات پر قابو ہو

۲۴۶۹ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ إِحْدَى نِسَائِهِ ثُمَّ تَضْحَكُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے کسی کا بوسہ لیتے تھے، یہ فرما کر حضرت عائشہ ہنستی تھیں۔

(ف): یہ واقعہ حضرت عائشہ نے اپنے بھانجے سے بیان کیا ہے، ہنسنے کا سبب اس بات پر تعجب تھا کہ مسئلہ بتلانے کے لیے انہیں یہ ذکر کرنا پڑا۔

۲۴۷۰ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ أَسَمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ نَعَمْ.

سفیان کہتے ہیں میں نے عبد الرحمان بن قاسم سے پوچھا کیا تمہارے والد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں ان کا بوسہ لیا کرتے تھے، عبد الرحمان کچھ دیر چپ رہے پھر کہا، ہاں۔!

(ف): اس سے مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ روزے میں اپنی بیوی کے ساتھ یہ عمل فی نفسہٖ جائز ہے۔

۲۴۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں میرا بوسہ لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اپنے جذبات پر قابو تھا تم میں سے کون شخص اس طرح اپنے جذبات کو کنٹرول کر سکتا ہے؟

۲۴۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے اور روزے میں (کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے، لیکن حضور

إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَلَكِنَّهُ أَمْلَكُكُمْ لِإِرْبِهِ

تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے۔

(ف) : یعنی تم اگر ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ جذبات سے بے قابو ہو کر عمل تزویج کر گذرو جو روزے میں حرام ہے۔

۲۴۷۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی کسی زوجہ کا) بوسہ لے لیا کرتے تھے اور حضور تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے۔

۲۴۷۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے تھے۔

۲۴۷۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْنَا لَهَا أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ نَعَمْ وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ أَوْ مِنْ أَمْلَكِكُمْ لِإِرْبِهِ شَكَّ أَبُو عَاصِمٍ

اسود کہتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے استفسار کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے تھے فرمایا ہاں! لیکن حضور تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے یا فرمایا: تم میں سے کون آپ کی طرح جذبات پر قابو رکھنے والا ہے!

۲۴۷۶ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

ایک اور سند سے حسب سابق روایت ہے۔

عَنِ الْاَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَسْاَلَانِهَا فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

۲۴۷۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں ان کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

۲۴۷۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِى ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند کے ساتھ حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۷۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِىْ شَهْرِ الصَّوْمِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے مہینہ میں بوسہ لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۰۔ وَحَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ النَّهْشَلِىُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِىْ رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں روزے میں بوسہ لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ عَلِىِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں بوسہ لیا کرتے تھے۔

صَائِمٌ۔

۲۴۸۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۸۴۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُقَبِّلُ الصَّائِمُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ هَذِهِ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَتْقَاكُمْ لِلَّهِ وَأَخْشَاكُمْ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسئلہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو! حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کردی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سنو! خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں!

ف: حضرت عمر بن ابی سلمہ، حضرت ام سلمہ کے بیٹے تھے۔

روزے میں بوسہ لینے میں مذاہب

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک روزے میں بوسہ لینا مطلقاً مباح ہے، امام مالک مکروہ قرار دیتے

ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جوان کے لیے مکروہ ہے اور بوڑھے کے لیے مباح ہے۔ امام مالک سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ نفلی روزے میں مباح ہے اور فرض میں مباح نہیں ہے البتہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ بوسہ لینے سے اس وقت روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک انزال منی نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت ذنب کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۲۴۸۴ میں ہے حضرت عمر بن ابی سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے اس لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب اور مغفرت ذنب کا کیا مطلب ہے کیونکہ ہمارے نزدیک آپکا کوئی فعل حقیقۃً گناہ ہے نہ صورۃً۔

قرآن کریم کی سورۂ فتح کی ابتداء میں یہ آیت ہے: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (فتح ۲) علامہ آلوسی لکھتے ہیں یہاں ذنب کا اطلاق اس چیز پر ہے جو فی نفسہٖ گناہ نہیں ہے بلکہ ان کاموں کو ذنب فرمایا گیا ہے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منظر عالی کے پیش نظر ذنب خیال فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ ہم نے ان کاموں کی بھی مغفرت فرما دی ہے۔

علامہ ابو مسعود لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات تبلیغ دین اور تشریع کے پیش نظر افضل اور اولیٰ کاموں کو ترک فرما دیتے تاکہ مسلمان جان لیں کہ ان کاموں کا ترک کرنا بھی جائز ہے یہاں ذنب کا اطلاق ایسے کاموں کے ترک پر فرمایا ہے اور اس کی بھی مغفرت کی نوید سنا دی ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کاموں سے منع کیا اور پھر ان کاموں کو کیا بھی تاکہ مسلمان جان لیں کہ ان کاموں کا کرنا حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے اور ان کا کرنا جائز ہے۔ لہٰذا یہاں ذنب کا اطلاق ان چیزوں پر ہے جو مکروہ تنزیہی تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی مغفرت کر دی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کا حکم رکھتی ہیں، اس آیت میں ان نیکیوں پر ذنب کا اطلاق فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ذنب سے برسبیل فرض گناہ مراد ہیں، یعنی اگر آپ کے بالفرض گناہ ہیں بھی تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے۔

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں یہ ایک عزت افزائی کا کلمہ ہے، جیسے انگریزوں کے زمانہ میں کہا جاتا تھا فلاں شخص پر سات خون معاف ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ اس نے سات خون کر دیے ہیں جو معاف کیے گئے ہیں، بلا تشبیہ و تمثیل آپ کی عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت ذنوب کا اعلان کیا۔

شیخ عز الدین ابن سلام لکھتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام مغفور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کا اعلان نہیں فرمایا اسی وجہ سے میدان حشر میں انبیاء علیہم السلام ابتداءً لوگوں کی شفاعت کرنے سے گریز کریں گے اور نفسی نفسی کہہ کر اپنی تشویش کا اظہار فرمائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کی مغفرت کا اعلان نہ کرتا تو ممکن تھا کہ آپ کو بھی اپنی فکر اور تشویش ہوتی اور آپ بھی شفاعت کرنے میں جھجک اور ہچکچاہٹ محسوس کرتے اسلیے

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی آپ کی مغفرت کا اعلان کر کے آپ کو تسلی دے دی تاکہ محشر میں آپ تسلی، اطمینان اور شرح صدر سے سب کی شفاعت فرماسکیں۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ مغفرت کے معنی ستر ہیں اور ہمارے حق میں مغفرت ذنوب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہماری ذوات اور ہمارے عذاب کے درمیان اپنی رحمت کو حائل کر دے اور انبیاء کے حق میں مغفرت ذنوب کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ذوات اور ان کے مفروضہ گناہوں کے درمیان اللہ اپنی عصمت اور حفاظت کو حائل کر دے اس اعتبار سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم اور محفوظ کر دیا۔

حضور عصمت کے باوصف امتثال امر اور تواضع کی وجہ سے بکثرت استغفار کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اظہار قبولیت کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

سیدی عبدالعزیز دباغ نے افادہ فرمایا کہ معصیت کا سبب اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے۔ جب بندے اور خدا کے درمیان غلبہ شہوت، غلبہ غضب یا غلبہ حرص کے حجابات حائل ہو جاتے ہیں تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح بندہ کی جسمانی کثافت، بشری ہیولانیت اور ظلمات معصیت کے حجابات بھی اس کے اور خدا کے درمیان حائل رہتے ہیں جن کی وجہ سے وہ مغفرت الٰہی سے بے بہرہ حضور و شہود سے غافل اور کسب معصیت میں اندھا ہو جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور اللہ عزوجل کی ذات کے درمیان یہ حجاب نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے وہ جمال ذات کے محرم، اسرار اور صفات سے واقف اور شہود و حضور میں مستغرق ہوتے ہیں پھر گناہ کیسا! نیز غوث عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں گندی اور متعفن کپڑے پر آکر مکھیاں بیٹھتی ہیں اگر کپڑا نہ ہو تو مکھیاں بھی نہ ہونگی اور حجاب بمنزلہ کپڑے اور گناہ بمنزلہ مکھیاں ہوتے ہیں پس جب انبیاء اور خدا کے درمیان حجاب نہ رہا تو گناہ بھی نہ رہا اور رفع حجاب حسب مراتب ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں عفو کا معنی ہمارے حق میں ستر ذنوب اور انبیاء کے حق میں عدم ذنوب ہوتا ہے اس تمہید کے بعد آیت کا مطلب بیان فرماتے ہیں: انا فتحنا لك فتحا مبينا۔ " پیارے ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا اور فتح مبین عطا کر دی ہے تاکہ تم ہمیشہ مشاہدہ ذات اور مطالعہ صفات میں مستغرق اور منہمک رہو اور تمہاری زندگی گذشتہ ہو یا آئندہ اس میں کسی قسم کی کوئی خطا راہ نہ پا سکے نہ اجتہاداً نہ عمداً۔

گناہ کا ایک سبب نفس اور اس کے تقاضوں سے اندھا دھند محبت کرنا ہے جب انسان اور اس کے اعمال کے درمیان محبت نفس آتی ہے تو معصیت جنم لیتی ہے اور نیکی کا سبب اللہ اور اس کے احکام سے بے اندازہ محبت ہے جب انسان محبت الٰہی سے سرشار ہوتا ہے تو اسے ہر گناہ سے نفرت اور ہر نیکی سے الفت ہو جاتی ہے۔ پھر نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل اور شریعت کی دشوار گزار راہوں میں آبلہ پا چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

جب دل اس کی یاد سے معمور اور آنکھیں جلووں سے مخمور ہوں تو انسان اس کی خاطر سر کٹا سکتا ہے۔ لیکن خواہش کے آگے سر جھکا نہیں سکتا۔ لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ کیلیے اپنی محبت کی راہوں کو کشادہ کر دیا تاکہ آپ کی زندگی کے کسی حصہ میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو محروم محبت کا ثمرہ ہو۔

بعض علماء نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے: "اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی یا امت کے گناہوں کی مغفرت کر دی ہے۔"

بعض معاصرین نے بھی یہ لکھا ہے:

"اور آیت کریمہ میں امت کے گناہ مراد ہیں ...." [1]

ان حضرات نے جو یہ تفسیر بیان کی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ کے گناہوں کی مغفرت کے اعلان سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ نے معاذ اللہ گناہ کیے ہوں اس پریشانی سے چھٹکارا پانے کے لیے انھوں نے یہ تفسیر کر دی کہ اس آیت میں آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے لیکن یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے، باقی رہی ان کی پریشانی تو اس سے نجات کے لیے اجلۂ علماء کے وہ جوابات کافی ہیں جن کو ہم سطور بالا میں ذکر کر چکے ہیں۔

متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے اس آیت سے یہ مراد لیا کہ اس آیت میں آپ کی مغفرت کا اعلان ہے اور امت کی مغفرت مراد نہیں ہے اور صحابہ کرام نے آپ کے سامنے یہ مطلب بیان کیا اور آپ نے اس مطلب کی توثیق کر دی، اس لیے اس آیت سے امت کی مغفرت مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ سر دست ہم یہاں چار حدیثیں پیش کر رہے ہیں۔

(۱)۔ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امرهم من الاعمال ما تطيقون قالوا انا لسنا كهيئتك يا رسول الله ان الله قد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فيغضب حتى يعرف الغضب في وجهه ثم يقول ان اتقاكم واعلمكم بالله انا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو کسی عمل کا حکم دیتے تو ایسے عمل کا حکم دیتے جس کو وہ آسانی سے کر سکیں (یعنی مشکل اور دشوار عبادتوں کا حکم نہ دیتے) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کی مثل نہیں ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے۔ (یعنی آپ کے لیے تو قلیل عبادات کافی ہیں ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا تم سب سے زیادہ متقی اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا میں ہوں۔ (لہٰذا مجھ سے زیادہ عبادت کی کوشش مت کرو۔)

(۲)۔ عن عمر بن ابی سلمة انه سال رسول

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، بار اول۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أیقبل الصائم فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سل ھذہ لأم سلمة فأخبرته أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع ذلك فقال یا رسول اللہ قد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أما واللہ إنی لأتقاکم للہ وأخشاکم له ۔[ا]

(۳)۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رجلا جاء إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستفتیه وھی تسمع من وراء الباب فقال یا رسول اللہ تدرکنی الصلوٰة وأنا جنب فأصوم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنا تدرکنی الصلوٰة وأنا جنب فأصوم فقال لست مثلنا یا رسول اللہ قد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر فقال واللہ إنی لأرجو أن أکون أخشاکم للہ وأعلمکم بما أتقی ۔[۲]

کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسئلہ ام سلمہ سے پوچھو، حضرت ام سلمہ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس طرح کرتے ہیں انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: سنو خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ مسئلہ دریافت کیا اور اس وقت میں بھی دروازے کی اوٹ سے سن رہی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں اس وقت روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض اوقات) نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں! میں روزہ رکھ لیتا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہماری مثل کب ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا! مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

آخر الذکر دونوں حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ صحابہ روزے میں بوسہ لینے اور حالت جنابت میں روزے کی نیت کو گناہ سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے کہا اگر آپ یہ کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے ہمیں ان کاموں سے بچنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ کام گناہ نہیں

ا۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔
۲۔ " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴

ہیں اگر گناہ ہوتے تو میں تم سب سے زیادہ گناہوں کا جاننے والا اور تم سب سے زیادہ ان سے بچنے والا ہوں۔ اور پہلی حدیث کا مطلب ہم نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ قوسین میں واضح کر دیا ہے۔ ان تینوں احادیث سے یہ بات صراحۃً ثابت ہے کہ حضور اور صحابہ کے نزدیک اس آیت میں مغفرت کا اسناد آپ کی طرف تھا امت کی طرف نہیں تھا اور اس سلسلے میں چوتھی حدیث یہ ہے۔

(۴): عن المغيرة قال قام النبي صلى الله عليه وسلم حتى تورمت قدماه فقيل له لم تصنع هذا وقد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اكون عبدا شكورا۔ [1]

(متفق علیہ)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اس قدر قیام کیا کہ پاؤں مبارک میں ورم آگیا۔ آپ سے کہا گیا آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں!

(بخاری و مسلم)

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ زیر بحث آیت کریمہ میں مغفرت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کی طرف نہیں ہے نیز اس تفسیر پر عقلی خدشات بھی ہیں۔

دنیا میں مغفرت کی بشارت کا حصول اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے جو تمام نبیوں اور رسولوں میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا، اور یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت ہے اور اس تقدیر پر یہ آپ کی فضیلت نہیں رہتی بلکہ آپ کے اگلوں پچھلوں یا امت کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا میں ان کی مغفرت کی نوید سنا دی گئی! جبکہ آپ کی مغفرت کا اعلان کسی اور آیت میں نہیں ہے اگرچہ عصمت کی بنا پر آپ کی مغفرت دوسری آیات سے ثابت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اگلوں پچھلوں اور امت کی مغفرت کر دی گئی ہے تو کیا اگلوں پچھلوں اور امت سے ان کی بداعمالیوں کا محاسبہ اور مواخذہ اور ان میں سے بعض کو عتاب اور عذاب نہیں ہوگا؟ قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو ان کی بداعمالیوں پر عذاب ہوگا اگرچہ بالآخر ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اگر یہ مطلب بیان کیا جائے کہ انجام کار ان کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے تو یہ کوئی ایسی فضیلت کی بات نہیں جو آپ کی بدولت اور آپ کے سبب سے اگلوں، پچھلوں اور امت کو حاصل ہو کیونکہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس کی بہرحال نجات ہو جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی بدولت اگر اگلوں، پچھلوں کی مغفرت سے مراد یہ ہے کہ ابتداءً ان کی مغفرت ہو جائیگی تو یہ ثابت نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ بالآخر ان کی مغفرت ہو جائے گی تو اس میں کوئی خصوصیت اور فضیلت نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ آپ کی امت کے بعض گناہ گار افراد کی مغفرت آپ کی شفاعت کی بدولت ہوگی۔ تو یہ مطلب حق ہے لیکن اس صورت میں اس آیت میں تین مضافات کا محذوف ماننا لازم آئے گا اور تقدیر عبارت یوں ہوگی: ليغفر لك الله

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۱۰۹ - ۱۰۸ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

بعض عصاۃ امتک بشفاعتک اور یہ دور از کار تاویل ہے اور جبکہ آیت کریمہ کا صحیح محمل موجود ہے تو اس پر از تکلف تاویل کی کیا ضرورت ہے! ـــــ اس مسئلہ کی مزید تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ ۳۱۹ صِحَّةِ صَوْمِ مَنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ

حالت جنابت میں اگر فجر ہو جائے تو روزہ صحیح ہے

۲۳۸۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ فِي قَصَصِهِ مَنْ أَدْرَكَهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فَلَا يَصُمْ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ لِأَبِيهِ فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَكِلْتَاهُمَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ قَالَ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى مَرْوَانَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَرْوَانُ عَزَمْتُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا ذَهَبْتَ إِلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَرَدَدْتَ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ قَالَ فَجِئْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَبُو بَكْرٍ حَاضِرُ ذٰلِكَ كُلِّهِ قَالَ فَذَكَرَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَهُمَا قَالَتَاهُ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هُمَا أَعْلَمُ ثُمَّ رَدَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا كَانَ يَقُولُ فِي ذٰلِكَ إِلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ ذٰلِكَ مِنَ

ابوبکر کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایات میں بیان کرتے تھے کہ جو شخص جنبی حالت میں صبح اٹھے وہ روزہ نہ رکھے، میں نے اس کا اپنے والد عبدالرحمان بن حارث سے ذکر کیا، انھوں نے اس کا انکار کیا پھر میں اور عبدالرحمان، حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ عبدالرحمان نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا، ان دونوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے تھے، ابوبکر کہتے ہیں پھر ہم مروان کے پاس گئے اور اس سے اس بات کا ذکر کیا، مروان نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم ضرور حضرت ابوہریرہ کے پاس جاؤ اور ان کے قول کی تردید کرو، ہم ابوہریرہ کے پاس گئے اور اس موقع پر راوی ابوبکر بھی تھے، عبدالرحمن نے حضرت ابوہریرہ سے ماجرا بیان کیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا: کیا ان دونوں نے یہ کہا ہے؟ عبدالرحمان نے کہا ہاں! حضرت ابوہریرہ نے کہا وہ دونوں اس بات کو زیادہ جانتی ہیں، پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے یہ قول فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے اس قول سے رجوع کر لیا، ابن جریج کہتے ہیں میں نے عبدالملک سے پوچھا کیا ان دونوں نے رمضان کے روزے کے بارے میں یہ حدیث بیان کی تھی؟ انھوں نے کہا آپ بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اٹھتے اور روزہ کی نیت کر لیتے۔

الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَجَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَمَّا كَانَ يَقُولُ فِي ذٰلِكَ الْحَدِيثِ قُلْتُ لِعَبْدِ الْمَلِكِ أَقَالَتَا فِي رَمَضَانَ قَالَ كَذٰلِكَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ۔

۲۳۸۶ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حالِ جنابت میں رمضان میں صبح کو اٹھتے پھر غسل کر کے روزے کی نیت کر لیتے۔

۲۳۸۷ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ الْحِمْيَرِيِّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ مَرْوَانَ أَرْسَلَهُ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا يَسْأَلُ عَنِ الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا أَيَصُومُ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ لَا مِنْ حُلُمٍ ثُمَّ لَا يُفْطِرُ وَلَا يَقْضِي۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ مروان نے انھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا جو شخص حالِ جنابت میں صبح کو اٹھے آیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھتے درآں حالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے پھر آپ کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور نہ (اس) روزے کی قضا کرتے تھے۔

۲۳۸۸ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا وَأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں صبح اٹھتے درآں حالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے اور آپ روزے کی نیت کر لیتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ يَصُومُ۔

۲۴۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ ابْنُ مَعْمَرِ بْنِ حَزْمٍ الْاَنْصَارِيُّ اَبُوْ طُوَالَةَ اَنَّ اَبَا يُوْنُسَ مَوْلٰى عَائِشَةَ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيْهِ وَهِيَ تَسْمَعُ مِنْ وَّرَاءِ الْبَابِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُدْرِكُنِي الصَّلٰوةُ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَصُوْمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلٰوةُ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَصُوْمُ فَقَالَ لَسْتَ مِثْلَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَعْلَمَكُمْ بِمَا اَتَّقِيْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آیا درآں حالیکہ وہ بھی دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں (اس وقت) روزہ رکھ سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی نماز کے وقت اٹھتا ہوں۔ درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں اور میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل کب ہیں! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا! بخدا مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا میں تم سب سے زیادہ عالم ہوں۔

۲۴۹۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنِ الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا اَيَصُوْمُ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُ۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا وہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے جو حالت جنابت میں صبح اٹھے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اٹھتے اور پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔

ترجمۃ الباب پر دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے حضرت فضل بن عباس سے سن کر یہ روایت کرتے تھے جو شخص حالت جنابت میں صبح اٹھے وہ روزہ نہ رکھے لیکن جب انہوں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے تھے تو انہوں نے حضرت فضل کی روایت سے رجوع کر لیا کیونکہ اس چیز کو ازواج مطہرات زیادہ جانتی تھیں، علاوہ ازیں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت قرآن مجید کے مطابق ہے کیونکہ قرآن مجید میں طلوع فجر تک کھانے پینے اور عمل ازدواج کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَالْاٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

اب اپنی بیویوں سے عمل ازدواج کرو، اور اللہ تعالیٰ

لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ (بقرہ : ١٨٧)۔

نے تمہارے لیے جو اولاد مقدر کر دی ہے اس کو تلاش کرو، اور کھاتے پیتے رہو، حتیٰ کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے یعنی فجر (ہو جائے)۔

اور جب طلوع فجر تک عمل ازدواج میں مشغول رہنا جائز ہوا تو حالت جنابت میں روزے کی نیت کرنا بھی جائز ہو گیا۔

بَابُ ٣٢ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الْجِمَاعِ فِي نَهَارِ رَمَضَانَ عَلَى الصَّائِمِ وَوُجُوبِ الْكَفَّارَةِ الْكُبْرَى فِيهِ وَبَيَانِهَا وَأَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الْمُوسِرِ وَالْمُعْسِرِ وَتَثْبُتُ فِي ذِمَّةِ الْمُعْسِرِ حَتَّى يَسْتَطِيعَ

روزے میں عمل ازدواج کی حرمت اور کفارے کا وجوب

٢٤٩١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَمَا أَهْلَكَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ قَالَ هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ مَا تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ تَصَدَّقْ بِهَذَا قَالَ أَفْقَرَ مِنَّا فَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا! آپ نے فرمایا تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے ساتھ رمضان میں عمل ازدواج کر لیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو ایک غلام آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو متواتر دو ماہ روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں پھر وہ بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرہ آیا، آپ نے اس سے فرمایا اس کو صدقہ کر دو۔ اس نے کہا مجھ سے زیادہ کوئی ضرورت مند ہے؟ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھر مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھلکھلا کر ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا جاؤ جا کر اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

۲۴۹۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزِّنْبِيلُ وَلَمْ يَذْكُرْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں کھجوروں کے ٹوکرے کا ذکر ہے اور یہ نہیں ہے کہ آپ کھلکھلا کر ہنسے اور آپ کی مبارک ڈاڑھیں دکھائی دینے لگیں۔

۲۴۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَاسْتَفْتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان میں (دن کے وقت) اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

۲۴۹۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكَفِّرَ بِعِتْقِ رَقَبَةٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

ایک اور سند سے مروی ہے ایک شخص نے رمضان میں روزہ توڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارے کا حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے، باقی حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۹۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان میں روزہ توڑ لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۲۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ احْتَرَقْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ قَالَ وَطِئْتُ امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ نَهَارًا قَالَ تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَجَاءَهُ عَرَقَانِ فِيهِمَا طَعَامٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں تو جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں کر؟ اس نے کہا میں نے رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا آپ نے فرمایا صدقہ کرو، صدقہ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ بیٹھ جائے اسی اثناء میں آپ کے پاس کھانے کے دو ٹوکرے آئے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ (ان کو) صدقہ کر دے۔

۲۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ أَتَى رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَلَيْسَ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ وَلَا قَوْلُهُ نَهَارًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا پھر وہی حدیث ہے لیکن اس میں دن کے وقت کا اور صدقہ دینے کے حکم کا ذکر نہیں ہے۔

۲۴۹۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں حاضر ہوا اور آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں جل گیا! میں جل گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ أَتَى رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ احْتَرَقْتُ احْتَرَقْتُ فَسَأَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُهُ فَقَالَ أَصَبْتُ أَهْلِي قَالَ تَصَدَّقْ فَقَالَ وَاللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا لِي شَيْءٌ وَمَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ أَقْبَلَ رَجُلٌ يَسُوْقُ حِمَارًا عَلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ آنِفًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغَيْرَنَا فَوَاللّٰهِ إِنَّا لَجِيَاعٌ مَا لَنَا شَيْءٌ قَالَ فَكُلُوْهُ۔

اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا! آپ نے فرمایا صدقہ کرو، اس نے کہا یا نبی اللہ! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے اور نہ میں اس پر قادر ہوں! آپ نے فرمایا بیٹھ جا! وہ بیٹھ گیا، ابھی وہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص دراز گوش ہانکتا ہوا لایا جس پر کھانا لدا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جلنے والا کہاں گیا؟ وہ شخص کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے علاوہ؟ بخدا ہم بھوکے ہیں، ہمارے پاس کچھ نہیں! آپ نے فرمایا تو تم ہی کھا لو!

روزے کے کفارہ میں مذاہب

رمضان کے روزے کو عمداً عمل ازدواج سے توڑنے پر کفارے کے لزوم میں مذاہب اربعہ متفق ہیں اور اگر نسیاناً عمل ازدواج کرے تو احناف اور شوافع کے نزدیک قضا اور کفارہ نہیں ہے، امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، اور امام احمد کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ لازم آتا ہے۔[1]

شافعیہ کے نزدیک اگر عمداً کچھ کھا لیا یا پانی پی لیا تو قضا ہے اور کفارہ نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اس صورت میں بھی قضا اور کفارہ لازم ہیں۔

روزے میں انجکشن لگوانے کا حکم

ہمارے زمانہ میں عام علماء کا یہ نظریہ ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ رگ میں انجکشن لگوایا جائے یا عضل میں، پہلے میرا بھی یہی نظریہ تھا، لیکن اس مسئلہ میں زیادہ غور و خوض کرنے اور علماء سے مذاکرات کے بعد میں نے اب اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا ہے، اور اب میری تحقیق یہ ہے کہ روزہ میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، خواہ وہ انجکشن گوشت میں لگوایا جائے یا رگ میں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا مدار دخول پر ہے خروج پر نہیں ہے، اس کی پوری تحقیق ضمیمہ میں ص ۱۱۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

افلاس کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ توڑے تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور بسبب افلاس اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔ حدیث شریف میں جس اعرابی کا ذکر ہے اس سے بھی کفارہ ساقط نہیں ہوا تھا چونکہ وہ شخص مضطر تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھجوریں کھانے کے لیے دے دیں لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تجھ سے کفارہ ساقط ہو گیا۔ اس کی فراغت اور وسعت تک کفارہ موقوف ہو گیا تھا۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

باب ۳۲۱ جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر في غير معصية إذا كان سفره مرحلتين فأكثر

سفر شرعی میں روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کی رخصت

۲۵۰۰ - حدثنا يحيى بن يحيى ومحمد بن رمح قالا أخبرنا الليث ح وحدثنا قتيبة حدثنا ليث عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج عام الفتح في رمضان فصام حتى بلغ الكديد ثم أفطر قال وكان صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم يتبعون الأحدث فالأحدث من أمره.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں سفر پر گئے جب مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے روزہ کھول لیا، اور صحابہ کرام آپ کے ہر نئے سے نئے حکم کی پیروی کرتے تھے۔

۲۵۰۱ - حدثنا يحيى بن يحيى وأبو بكر بن أبي شيبة وعمرو الناقد وإسحق بن إبراهيم عن سفيان عن الزهري بهذا الإسناد مثله قال يحيى قال سفيان لا أدري من قول من هو يعني يؤخذ بالآخر من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے سفیان کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ قول کس کا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری قول پر عمل کیا جاتا تھا۔

۲۵۰۲ - حدثني محمد بن رافع حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن الزهري بهذا الإسناد وقال الزهري كان الفطر آخر الأمرين وإنما يؤخذ من أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالآخر فالآخر قال الزهري فصبح النبي صلى الله عليه وسلم مكة لثلاث عشرة خلت من رمضان.

زہری کہتے ہیں کہ روزہ کھول لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل پر ہی عمل کرنا چاہیے اور زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رمضان المبارک کی صبح کو مکہ پہنچے تھے۔

۲۵۰۳- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانُوا يَتَّبِعُونَ الْأَحْدَثَ فَالْأَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ وَيَرَوْنَهُ النَّاسِخَ الْمُحْكَمَ.

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام آپ کے آخری عمل کی پیروی کرتے تھے اور آپ کے آخری عمل کو ناسخ قرار دیتے تھے۔

۲۵۰۴- وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَشَرِبَهُ نَهَارًا لِيَرَاهُ النَّاسُ ثُمَّ أَفْطَرَ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَصَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں سفر کیا اور روزہ رکھا، جب مقام عسفان پہنچے تو آپ نے ایک برتن منگایا جس میں پینے کی کوئی چیز تھی اور اس مشروب کو دن میں پیا تاکہ سب لوگ دیکھ لیں۔ پھر آپ نے روزے نہیں رکھے حتی کہ مکہ پہنچ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزے رکھے ہیں اور روزے چھوڑے بھی ہیں جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔

۲۵۰۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَا تَعِبْ عَلَى مَنْ صَامَ وَلَا عَلَى مَنْ أَفْطَرَ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں روزہ رکھنے والے کو برا کہتے تھے نہ روزہ نہ رکھنے والے کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا اور نہیں بھی رکھا۔

۲۵۰۶- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتَّى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيلَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ إِنَّ بَعْضَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ روانہ ہوئے تو آپ نے روزہ رکھا لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا، جب آپ کراع الغمیم پہنچے تو آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا، پھر اس کو بلند کیا تاکہ لوگ دیکھ لیں، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں یہ لوگ نافرمان ہیں۔

النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أُولَٰئِكَ الْعُصَاةُ أُولَٰئِكَ الْعُصَاةُ۔

۲۵۰۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ جَعْفَرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَإِنَّمَا يَنْظُرُونَ فِيمَا فَعَلْتَ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ زیادتی ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ لوگوں پر روزہ دشوار ہو رہا ہے اور وہ آپ کے فعل کے منتظر ہیں، پھر آپ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگایا۔

۲۵۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا لَهُ قَالُوا رَجُلٌ صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَرِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار سفر کر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں اور اس پر سایہ کیا گیا ہے۔ آپ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

۲۵۰۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِمِثْلِهِ۔

حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت اسی طرح ہے جس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا ____ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۲۵۱۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ وَكَانَ يَبْلُغُنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّهُ كَانَ

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رخصت دی ہے اس پر عمل کرنا تم کو لازم ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میں

يَزِيدُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَفِي هٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّهُ قَالَ عَلَيْكُمْ بِرُخْصَةِ اللّٰهِ الَّتِي رَخَّصَ لَكُمْ قَالَ فَلَمَّا سَأَلْتُهُ لَمْ يَحْفَظْهُ۔

نے ان سے دوبارہ پوچھا تو ان کو یہ جملہ یاد نہیں تھا.

۲۵۱۱ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سولہ رمضان کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں گئے۔ ہم میں سے کچھ لوگ روزے سے تھے اور کچھ کا روزہ نہیں تھا، روزہ دار نے روزہ چھوڑنے والے کی مذمت کی نہ روزہ چھوڑنے والے نے روزہ دار کی۔

۲۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَامِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ هَمَّامٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ التَّيْمِيِّ وَعُمَرَ بْنِ عَامِرٍ وَهِشَامٍ لِثَمَانَ عَشْرَةَ خَلَتْ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ فِي ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَشُعْبَةَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ أَوْ تِسْعَ عَشْرَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور تاریخ میں راویوں کا اختلاف ہے تیمی عمرو بن عامر اور ہشام کی روایت میں اٹھارہ تاریخ ہے، سعید کی روایت میں بارہ تاریخ ہے اور شعبہ کی روایت میں سترہ یا انیس تاریخ مذکور ہے۔

ف: آپ مدینہ سے دس تاریخ کو روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ میں انیس تاریخ کو داخل ہوئے کسی نے درمیانی تاریخ ذکر کر دی اور کسی نے آخر کی۔

۲۵۱۳ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَمَا يُعَابُ عَلَى

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک میں سفر کرتے تھے، روزہ دار کے روزہ پر کوئی تنقید کرتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والے کے افطار پر۔

الصَّائِمِ صَوْمُهُ وَلَا عَلَى الْمُفْطِرِ إِفْطَارُهُ.

۲۵۱۴ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ يَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَإِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ وَيَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَأَفْطَرَ فَإِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک میں جہاد کرتے تھے۔ ہم میں سے کسی کا روزہ ہوتا تھا اور کسی کا نہیں، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کو کچھ کہتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کو، ان کا یہ خیال تھا کہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہے اور روزہ رکھ لیتا ہے تو یہ بہتر ہے اور جو شخص ضعیف ہے وہ روزہ چھوڑ دیتا ہے تو یہ اچھا ہے۔

۲۵۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ قَالَ سَعِيدٌ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَصُومُ الصَّائِمُ وَيُفْطِرُ الْمُفْطِرُ فَلَا يَعِيبُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ.

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا، پس روزہ دار روزہ رکھتا تھا اور روزہ چھوڑنے والا روزہ چھوڑ دیتا تھا اور کوئی کسی کو برا نہیں کہتا تھا۔

۲۵۱۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الصَّوْمِ فِي رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا ہے، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کی مذمت کرتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کی۔

۲۵۱۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ خَرَجْتُ فَصُمْتُ فَقَالُوا لِي أَعِدْ فَقَالَ فَقُلْتُ إِنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا

حمید کہتے ہیں کہ میں سفر پر روانہ ہوا اور روزہ رکھ لیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا تم دوبارہ روزہ رکھو، میں نے کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سفر کرتے تھے، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کی

يُسَافِرُونَ فَلَا يَعِيبُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ فَلَقِيتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ فَأَخْبَرَنِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِمِثْلِهِ۔

مذمت کرتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کی۔ پھر میں ابن ابی ملیکہ سے ملا تو انھوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہی روایت بیان کی۔

۲۵۱۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ أَكْثَرُنَا ظِلًّا صَاحِبُ الْكِسَاءِ فَمِنَّا مَنْ يَتَّقِي الشَّمْسَ بِيَدِهِ قَالَ فَسَقَطَ الصُّوَّامُ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَضَرَبُوا الْأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض روزہ چھوڑنے والے، ہم ایک جگہ سخت گرمی میں پہنچے اور ہم میں سب سے زیادہ سایہ حاصل کرنے والا وہ شخص تھا جس کے پاس چادر تھی، ہم میں سے بعض اپنے ہاتھوں سے دھوپ سے بچ رہے تھے، پھر روزہ دار تو گر گئے اور روزہ چھوڑنے والے قائم رہے انھوں نے خیمے نصب کیے اور اونٹوں کو پانی پلایا تو آپ نے فرمایا آج روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

۲۵۱۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَصَامَ بَعْضٌ وَأَفْطَرَ بَعْضٌ فَتَحَزَّمَ الْمُفْطِرُونَ وَعَمِلُوا وَضَعُفَ الصُّوَّامُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ فَقَالَ فِي ذَلِكَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ بِالْأَجْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا، روزہ چھوڑنے والے خدمت پر کمربستہ ہو گئے اور روزہ دار کام نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

۲۵۲۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَزَعَةُ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ مَكْثُورٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ إِنِّي لَا أَسْأَلُكَ عَمَّا يَسْأَلُكَ هَؤُلَاءِ عَنْهُ سَأَلْتُهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ

قزعہ بیان کرتے ہیں میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا دراں حالیکہ ان کے پاس مجمع لگا ہوا تھا، جب ان کے پاس سے لوگ چھٹ گئے تو میں نے کہا میں آپ سے وہ نہیں پوچھوں گا جو یہ لوگ پوچھ رہے تھے۔ میں نے ان سے سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ کا سفر کیا ہے دراں حالیکہ ہم روزہ دار تھے، جب ہم ایک

وَنَحْنُ صِيَامٌ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوٰى لَكُمْ فَكَانَتْ رُخْصَةً فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلًا آخَرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ مُصَبِّحُو عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوٰى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا وَكَانَتْ عَزْمَةً فَأَفْطَرْنَا ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَصُومُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ۔

منزل پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: اس وقت تم اپنے دشمن کے قریب آ گئے ہو اور اب روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوت بخش ہوگا اور ہم کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت مل گئی پھر ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے روزہ نہیں رکھا۔ جب ہم دوسری منزل پر پہنچے تو آپ نے فرمایا تم صبح کو اپنے دشمن کے پاس ہو گے اور روزہ نہ رکھنے سے تمہاری قوت زیادہ ہوگی اس لیے روزہ نہ رکھو آپ کا یہ حکم لازمی تھا لہٰذا ہم نے روزہ نہیں رکھا۔ اس کے بعد ایک وقت آیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں روزے رکھتے تھے۔

۲۵۲۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اگر چاہو تو نہ رکھو

۲۵۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ قَالَ صُمْ إِنْ شِئْتَ وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میں مسلسل روزے رکھتا ہوں کیا سفر میں بھی روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔

۲۵۲۳ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۲۵۲۴ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے

وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ حَمْزَةَ قَالَ إِنِّي رَجُلٌ أَصُومُ أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ.

کہ میں ایک روزے دار شخص ہوں کیا میں سفر میں بھی روزے رکھوں؟

۲۵۲۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا وَقَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَجِدُ بِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ قَالَ هَارُونُ فِي حَدِيثِهِ هِيَ رُخْصَةٌ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنَ اللَّهِ.

حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! میں سفر میں روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں اگر میں سفر میں روزہ رکھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اللہ کی جانب سے رخصت ہے جس نے اس رخصت پر عمل کر لیا تو بہتر ہے اور جس نے روزہ رکھنا پسند کیا اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے ہارون کی روایت میں صرف رخصت کا لفظ ہے "اللہ کی جانب سے" یہ الفاظ نہیں ہیں۔

۲۵۲۶ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ حَتَّى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا مِنَّا أَحَدٌ صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سخت گرمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے حتیٰ کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے بعض لوگ اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی روزہ دار نہیں تھا۔

۲۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَيَّانَ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ رَسُولِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بعض اوقات سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ دار دیکھا جب گرمی کی شدت سے لوگ اپنے سروں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے، اور سوا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ شَدِيدِ الْحَرِّ حَتَّى إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا مِنَّا أَحَدٌ صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ رَوَاحَةَ۔

علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ کے ہم میں سے کوئی شخص بھی روزہ دار نہیں تھا۔

سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب

سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے اگر رکھ لیا تو مقبول نہیں ہوگا اور اس کی قضاء واجب ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں اور ایک موقع پر سفر میں روزہ رکھنے والوں سے فرمایا یہ نافرمان ہیں اور جمہور علماء اور ائمہ اہل فتویٰ نے کہا کہ سفر میں روزہ منعقد ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا روزہ نہ رکھنا؟ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور اس کو روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف نہ ہو تو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ احادیث میں ہے سخت گرمی کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے روزہ رکھا، اور امام اوزاعی، اسحاق اور امام احمد نے کہا کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے، بعض شوافع کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ نہ رکھنے کو حسن اور بہتر قرار دیا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف ہو، بعض علماء کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ نہ رکھنا دونوں برابر ہیں بہر حال اکثرین کا نظریہ صحیح ہے۔

مسلسل نفلی روزوں کا حکم

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دیدی۔ اس حدیث سے بعض علماء روزہ رکھنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ وہ سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں لہٰذا جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے ان کے علاوہ باقی ایام میں مسلسل روزے رکھنا جائز ہوا، اس پر یہ معارضہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حضور نے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ مسلسل روزے رکھنے سے انہیں ضعف لاحق ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بَابُ ۳۲۲ اسْتِحْبَابِ الْفِطْرِ لِلْحَاجِّ بِعَرَفَاتٍ يَوْمَ عَرَفَةَ

حاجی کے لیے عرفہ کے دن میدان عرفات میں روزہ نہ رکھنے کا استحباب

۲۵۳۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس کچھ لوگوں نے بحث کی کہ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہے

الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَّهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ۔

یا نہیں؟ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا اس وقت آپ میدان عرفات میں اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے، آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

۲۵۲۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَبِيْ عُمَرَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي النَّضْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَالَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اُمِّ الْفَضْلِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس میں اونٹ پر کھڑے ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۲۵۳۰۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اُمِّ الْفَضْلِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۲۵۳۱۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهٗ اَنَّ عُمَيْرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ شَكَّ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَنَحْنُ بِهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِقَعْبٍ فِيْهِ لَبَنٌ وَّهُوَ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے اس بات پر شک کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ حضرت ام الفضل کہتی ہیں کہ ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ام الفضل کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا درآں حالیکہ آپ میدان عرفات میں تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

۲۵۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ مَيْمُوْنَةُ بِحِلَابِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کو عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق شک ہوا۔ حضرت میمونہ نے دودھ کا ایک لوٹا آپ کی خدمت میں بھیجا، درآں حالیکہ آپ میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے اس میں سے دودھ پیا اور اس واقعہ کو سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

النَّبِيِّ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ۔

یوم عرفہ کے روزے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک یوم عرفہ کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا۔ اور اس لیے بھی کہ روزہ رکھنے سے ضعف لاحق ہوگا جس کی وجہ سے ارکان حج کی ادائیگی میں فرق آئیگا۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں بعض روایات میں یوم عرفہ کے روزے کی جو فضیلت بتائی گئی ہے کہ عرفہ کے روزے سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ فضیلت غیر حاجیوں پر محمول ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کے یہ فوائد ذکر کیے ہیں: • سواری کی حالت میں میدان عرفات میں وقوف۔ • کھڑے ہو کر اور سواری کی حالت میں مشروب پینے کا جواز۔ • نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دینے کا ثبوت۔ • دین دار زوجہ کے ہدیہ کو قبول کرنے کا ثبوت۔ • عورت کے اپنے مال میں تصرف کرنے کا جواز۔

بَابُ ۳۲۳ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

عاشورہ کے دن روزہ رکھنا

۲۵۳۳ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا هَاجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ شَهْرُ رَمَضَانَ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے، جب آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور (لوگوں کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم دیا، اور جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا ثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ وَقَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ وَتَرَكَ عَاشُورَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِوَايَةِ جَرِيرٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ آپ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور آخر میں یہ ہے کہ آپ نے عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا اور فرمایا جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۵۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا اب جبکہ اسلام آگیا تو جو چاہے

اللّٰہ تعالی عنہا ان یوم عاشوراء کان یصام فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام من شاء صامہ ومن شاء ترکہ۔

عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۶۔ حدثنا حرملۃ بن یحیی اخبرنا ابن وھب اخبرنی یونس عن ابن شھاب اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یامر بصیامہ قبل ان یفرض رمضان فلما فرض رمضان کان من شاء صام یوم عاشوراء ومن شاء افطر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے نبی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے روزے کا حکم دیتے تھے اور جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جو چاہتا عاشورہ کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

۲۵۳۷۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید ومحمد بن رمح جمیعا عن اللیث بن سعد قال ابن رمح اخبرنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب ان عراکا اخبرہ ان عروۃ اخبرہ ان عائشۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہا اخبرتہ ان قریشا کانت تصوم عاشوراء فی الجاھلیۃ ثم امر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بصیامہ حتی فرض رمضان فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من شاء فلیصمہ ومن شاء فلیفطرہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس روزے کا حکم دیا حتیٰ کہ رمضان (کے روزے) فرض ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۸۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا عبد اللّٰہ بن نمیر ح وحدثنا ابن نمیر واللفظ لہ حدثنا ابی حدثنا عبید اللّٰہ عن نافع اخبرنی عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہما ان اھل الجاھلیۃ کانوا یصومون یوم عاشوراء وان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صامہ والمسلمون قبل ان یفترض رمضان فلما افترض رمضان قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان عاشوراء یوم من ایام اللّٰہ فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور فرضیت رمضان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے بھی عاشورہ کا روزہ رکھا پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

۲۵۳۹۔ وحدثناہ محمد بن مثنی وزھیر بن حرب قالا حدثنا یحیی وھو القطان ح وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا ابو

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

۲۵۴۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يَصُوْمُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَرِهَ فَلْيَدَعْهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاشورہ کا تذکرہ کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھا کرتے تھے، جس کو اس دن روزہ رکھنا پسند ہو وہ رکھے اور جس کو ناپسند ہو وہ نہ رکھے۔

۲۵۴۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهُمْ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ كَانَ يَصُوْمُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَصُوْمُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صِيَامَهُ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے بارے میں فرمایا اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھا کرتے تھے جس شخص کو اس دن کا روزہ رکھنا پسند ہو وہ روزہ رکھے اور جس کو اس دن روزہ چھوڑنا پسند ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہفتہ کے جس دن کا روزہ رکھتے تھے اگر اس دن عاشورہ ہوتا تو اس دن کا روزہ رکھتے ورنہ نہ رکھتے۔

۲۵۴۲ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَالِكٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ سَوَاءً.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۲۵۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوم عاشورہ

زَيْدٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ فَقَالَ ذَاكَ يَوْمٌ كَانَ يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھتے تھے، جو شخص اس دن روزہ رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے اور نہیں رکھنا چاہتا تو نہ رکھے۔

۲۵۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ دَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلَى عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يَتَغَدَّى فَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ادْنُ إِلَى الْغَدَاءِ فَقَالَ أَوَلَيْسَ الْيَوْمُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ قَالَ وَهَلْ تَدْرِي مَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ إِنَّمَا هُوَ يَوْمٌ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ تَرَكَهُ وَأَبُو كُرَيْبٍ تَرَكَهُ.

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت عبداللہ کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ صبح کا ناشتا کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا: اے ابو محمد! آؤ ناشتا کر لو۔ انھوں نے کہا کیا آج عاشورہ کا دن نہیں ہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا کیا تم یوم عاشورہ کی حقیقت جانتے ہو؟ اشعث نے کہا وہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا فرضیت ماہ رمضان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور جب ماہ رمضان فرض ہوا تو آپ نے عاشورہ کا روزہ ترک کر دیا۔

۲۵۴۵ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تَرَكَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۲۵۴۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَكَنٍ أَنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ دَخَلَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ادْنُ فَكُلْ قَالَ إِنِّي صَائِمٌ قَالَ كُنَّا نَصُومُهُ ثُمَّ تُرِكَ.

قیس بن سکن بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس عاشورہ کے دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ انھوں نے فرمایا اے ابو محمد! قریب آؤ اور کھانا کھاؤ۔ انھوں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا پہلے ہم اس دن روزہ رکھتے تھے پھر چھوڑ دیا گیا۔

۲۵۴۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ دَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ يَأْكُلُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ فَقَالَ قَدْ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَإِنْ كُنْتَ مُفْطِرًا فَاطْعَمْ.

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس عاشورہ کے دن گئے۔ در آں حالیکہ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ انھوں نے کہا اے ابو عبد الرحمان! آج تو عاشورہ کا دن ہے! حضرت ابن مسعود نے فرمایا فرضیت رمضان سے پہلے اس دن روزہ رکھا جاتا تھا اور جب رمضان فرض ہو گیا تو چھوڑ دیا گیا۔ اگر تمہارا روزہ نہیں ہے تو کھا لو۔

۲۵۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشورہ کے روزہ کا حکم دیتے تھے اور ہمیں اس پر برانگیختہ کرتے اور اس کا اہتمام کرتے تھے، پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے ہمیں اس کا حکم دیا نہ اس سے روکا نہ اس کا اہتمام کیا۔

۲۵۴۹ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ خَطِيبًا بِالْمَدِينَةِ يَعْنِي فِي قَدْمَةٍ قَدِمَهَا خَطَبَهُمْ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِهٰذَا الْيَوْمِ هٰذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُومَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُفْطِرَ فَلْيُفْطِرْ.

حمید بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ آئے تو انھوں نے یوم عاشورہ کو خطبہ دیا اور فرمایا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے متعلق فرمایا: یہ عاشورہ کا دن ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا اور میں روزے سے ہوں، تم میں سے جو شخص اس دن روزہ رکھنا پسند کرے وہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا پسند کرے وہ نہ رکھے۔

۲۵۵۰ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

۲۵۵۱- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ إِنِّي صَائِمٌ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ فَلْيَصُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ بَاقِي حَدِيثِ مَالِكٍ وَيُونُسَ.

زہری نے اسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے بارے میں فرمایا: میں روزے سے ہوں جو روزہ رکھنا چاہے وہ رکھے اور حدیث کا باقی حصہ نہیں ہے۔

۲۵۵۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَسُئِلُوا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللّٰهُ فِيهِ مُوسٰى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ فَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوسٰى مِنْكُمْ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا ـــــ کہ یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، جب لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور بنو اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا، اس لیے اس دن کی تعظیم کی وجہ سے ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت ہمارا موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تعلق ہے، پھر آپ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا

۲۵۵۳- وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۵۵۴- وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے

قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ۔

اس دن روزہ رکھنے کا کیا سبب ہے؟ انھوں نے کہا یہ ایک عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھا، اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وجہ سے شکر ادا کرنے کا تم سے زیادہ ہمارا حق ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۲۵۵۵۔ **وَحَدَّثَنَا** اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ عَنِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ لَمْ يُسَمِّهٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۵۵۶۔ **وَحَدَّثَنَا** اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اَبِيْ عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ يَوْمًا تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ تَتَّخِذُهٗ عِيْدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْهُ اَنْتُمْ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود عاشورہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اسے عید قرار دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

۲۵۵۷۔ **وَحَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ قَيْسٌ فَذَكَرَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَزَادَ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ فَحَدَّثَنِيْ صَدَقَةُ بْنُ اَبِيْ عِمْرَانَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ خَيْبَرَ يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَتَّخِذُوْنَهٗ عِيْدًا وَيُلْبِسُوْنَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے یہودی عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس دن کو عید قرار دیتے تھے اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے اور ان کا بناؤ سنگار کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

نِسَآءَهُمْ حُلِيَّهُمْ وَشَارَتَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُومُوهُ أَنْتُمْ.

۲۵۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَآءَ فَقَالَ مَا عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمًا يَطْلُبُ فَضْلَهُ عَلَى الْأَيَّامِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ وَلَا شَهْرًا إِلَّا هَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي رَمَضَانَ.

۲۵۵۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

۲۵۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِي زَمْزَمَ فَقُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَآءَ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ وَأَصْبِحْ يَوْمَ التَّاسِعِ صَائِمًا قُلْتُ هَكَذَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ قَالَ نَعَمْ.

۲۵۶۱- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرٍو وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ عِنْدَ زَمْزَمَ عَنْ صَوْمِ عَاشُورَآءَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوم عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کے علاوہ کسی اور دن کی فضیلت کی بنا پر روزہ رکھا ہو نہ آپ نے ماہ رمضان کے سوا کسی اور (پورے) مہینے کے روزے رکھے۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا درآں حالیکہ وہ زمزم کے کنارے اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے عاشورہ کے روزے کے بارے میں بتلائیے۔ انھوں نے فرمایا محرم کا چاند دیکھنے کے بعد تم گنتے رہو اور نویں تاریخ کی صبح روزے کے ساتھ کرو۔ میں نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے۔ انھوں نے کہا: ہاں!

ایک اور سند سے بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباس زمزم کے پاس اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا آگے حسب سابق روایت ہے۔

بِمِثْلِ حَدِيثِ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ ۔

۲۵۶۲۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ بْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا اس دن کی تو یہود اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم ان شاء اللہ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے، راوی کہتے ہیں کہ ابھی سال آنے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

۲۵۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ ابوبکر کی روایت ہیں ہے آپ نے عاشورہ کا روزہ فرمایا تھا۔

۲۵۶۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي النَّاسِ مَنْ كَانَ لَمْ يَصُمْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ صِيَامَهُ إِلَى اللَّيْلِ ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو عاشورہ کے دن بھیجا اور اسے حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ روزہ رکھ لے اور جو کھا چکا ہو وہ اپنے روزے کو رات تک پورا کرے۔

۲۵۶۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ بْنِ لَاحِقٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح، انصار کے ان گاؤں میں جو مدینہ کے قرب و جوار میں تھے یہ کہلا بھیجا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے صبح کچھ کھا لیا ہو وہ بقیہ دن نہ کھائے، اس کے بعد ہم اس دن روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، ہم مسجد چلے جاتے اور بچوں کے لیے روئی کی گڑیاں بناتے، جب ان میں سے کوئی (کھانے کے لیے) روتا تو اسے ہم افطار تک وہ گڑیاں دے دیتے۔

۲۵۶۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْعَطَّارُ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ سَأَلْتُ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ صَوْمِ عَاشُورَاءَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلَهُ فِي قُرَى الْأَنْصَارِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ بِشْرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَنَصْنَعُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَنَذْهَبُ بِهِ مَعَنَا فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ أَعْطَيْنَاهُمُ اللُّعْبَةَ تُلْهِيهِمْ حَتَّى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ۔

خالد بن ذکوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصدوں کو انصار کے دیہات میں بھیجا۔ اس کے بعد حسب سابق ہے البتہ اس میں زیادتی ہے کہ ہم ان بچوں کے کھیلنے کے لیے روئی کی گڑیاں بنا دیتے پھر جب وہ ہم سے کھانا مانگتے تو ہم انہیں وہ گڑیاں دے دیتے جن کی وجہ سے وہ روزہ بھول جاتے حتیٰ کہ ان کا روزہ پورا ہو جاتا۔

عاشورہ کے روزے کا حکم

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اب عاشورہ کا روزہ سنت ہے، اختلاف اس میں ہے کہ رمضان سے پہلے جب عاشورہ کا روزہ شروع ہوا اس وقت یہ واجب تھا یا مستحب، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت یہ واجب تھا اور امام شافعی کے نزدیک اس وقت یہ مستحب تھا لیکن اس کا استحباب مؤکد تھا۔ بعد میں صرف مستحب رہ گیا۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے آپ نے روزے کا امر کیا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے نیز حدیث میں ہے جب ماہ رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے فرمایا جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے اس سے معلوم ہوا کہ پہلے عاشورہ کے روزے کو ترک کرنے کا اختیار نہیں تھا اور یہ وجوب کی علامت ہے اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حدیث

میں ہے "اللہ تعالیٰ نے تم پر عاشورہ کا روزہ نہیں لکھا" لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فرضیت کی نفی ہے وجوب کی نفی نہیں ہے۔ اس لیے امام اعظم کا فرمانا ہی صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ نویں محرم کو ہے۔ لیکن جمہور نے ان کی موافقت نہیں کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ عاشورہ ایک روز پہلے اور ایک روز بعد روزہ رکھنا چاہیے۔ تاکہ یہود کی مخالفت ہو۔ محیط میں ہے کہ تنہا عاشورہ کا روزہ رکھنا یہود کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ بدائع میں ہے کہ بعض فقہاء نے تنہا عاشورہ کا روزہ مکروہ قرار دیا ہے اور اکثر فقہاء نے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ دن فضیلت والے دنوں میں سے ہے۔ [۱]

یوم عاشورہ کی فضیلت

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس دن کو یوم عاشورہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء علیہم السلام کو کرامات سے نوازا۔ (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دن کامیاب کیا، ان کے لیے دریا چیرا، اور فرعون اور اس کے لشکر کو اس میں غرق کر دیا۔ (۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس دن جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ (۳) حضرت یونس علیہ السلام نے اس دن مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی (۴) حضرت آدم علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی (۵) حضرت یوسف علیہ السلام کو اس دن کنویں سے نکالا گیا۔ (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن پیدا ہوئے۔ اور اسی دن ان کو آسمان پر اٹھایا گیا (۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی۔ (۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے (۹) حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس دن بینائی لوٹ آئی۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کا اعلان اس دن کیا گیا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ اس دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اس دن بیماری سے شفا پائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس دن ملک دیا گیا۔

باب تحریم صوم یومی العیدین [۳۲۴]

عید کے ایام میں روزہ رکھنے کی حرمت

۲۵۶۷ ۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَجَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ هٰذَيْنِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْآخَرُ

ابو عبید مولیٰ ابن ازہر بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا آپ آئے، نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا ان دو دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے ایک وہ دن جس میں تم روزوں کے بعد افطار کرتے ہو۔ ایک وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت

[۱] ۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

يَوْمٌ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ.

کھاتے ہو۔

۲۵۶۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم اضحیٰ اور یوم فطر دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔

۲۵۶۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا فَأَعْجَبَنِي فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ أَسْمَعْ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَا يَصْلُحُ الصِّيَامُ فِي يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ.

قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کر سکتا ہوں جو آپ نے نہ فرمائی ہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: دو دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں یوم اضحیٰ میں اور رمضان کی عید الفطر میں۔

۲۵۷۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

۲۵۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَصُومَ يَوْمًا فَوَافَقَ يَوْمَ أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَمَرَ اللَّهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ.

حضرت زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اور کہا میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی اور وہ دن عید الاضحیٰ یا عید فطر کو پڑ رہا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۵۷۲- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْأَضْحٰى۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔

عید کے دن روزہ رکھنے میں مذاہب اور مسائل

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا حرام ہے، خواہ نفلی روزہ ہو، کفارہ کا ہو یا نذر کا۔ اگر کسی شخص نے بالخصوص عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روزے کی نیت کی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نذر منعقد ہو جائے گی اور اس کی قضاء لازم ہوگی جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک نذر ہی منعقد نہیں ہوگی۔ اگر کسی شخص نے پیر کے دن کے روزے کی نذر مانی اور اس دن عید ہو گئی تو اس دن روزہ رکھنا بالاجماع جائز نہیں۔ امام اعظم کے نزدیک اس روزے کی قضا لازم ہے، امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

بَابُ ۳۲۵ تَحْرِيمِ صَوْمِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَبَيَانِ أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی حرمت

۲۵۷۳- وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ نُبَيْشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ۔

حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق کھانے، پینے کے ایام ہیں۔

۲۵۷۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ خَالِدٌ فَلَقِيتُ أَبَا الْمَلِيحِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ وَزَادَ وَذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے اور اس میں "ذکر اللہ" کے الفاظ زیادہ ہیں۔

۲۵۷۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت کعب بن مالک اپنے والد سے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَأَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ فَنَادَى أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَأَيَّامُ مِنًى أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ.

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک اور اوس بن حدثان کو ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوگا اور ایام منیٰ کھانے پینے کے ایام ہیں۔

۲۵۷۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَنَادَيَا.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: تم دونوں جاکر اعلان کرنا۔

ایام تشریق کے روزوں میں مذاہب

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے روزے مطلقاً جائز نہیں ہیں اور ائمہ ثلاثہ کا ایک قول یہ ہے کہ تمتع کرنے والے کو جب ہدی نہ ملے تو وہ ان ایام میں روزے رکھ سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال آثار سے ہے۔ مثلاً صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایام تشریق میں کسی کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوا اس تمتع کرنے والے کے جس کو ہدی نہیں مل سکی۔ امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم صراحت کے ساتھ بغیر کسی استثناء کے ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا یہ نہی مقدم ہے۔

بَابُ ۳۲۶ كَرَاهَةِ إِفْرَادِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ لَا يُوَافِقُ عَادَتَهُ

بالخصوص جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت

۲۵۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ أَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ نَعَمْ وَرَبِّ هَذَا الْبَيْتِ.

محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا درآں حالیکہ وہ طواف کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بالخصوص) جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! قسم ہے اس گھر کے رب کی۔

۲۵۷۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی حضرت جابر سے ایسی

عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّهُ سَاَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

روایت ہے۔

۲۵۷۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَّ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ اللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُمْ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ يَصُوْمَ بَعْدَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے سوا اس کے کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن کا روزہ اس کے ساتھ رکھے۔

۲۵۸۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَّصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور راتوں میں سے صرف جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرو نہ اور دنوں میں سے صرف جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ مخصوص کرو، سوا اس کے کہ کوئی شخص (کسی تاریخ کو) ہمیشہ روزہ رکھتا ہو اور (اس تاریخ میں) جمعہ کا دن آجائے۔

جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت

جمعہ کے دن روزہ سے منع کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، ایک یہ ہے کہ جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن کی ضرورت سے زیادہ تعظیم کی اور باقی اعمال سے غفلت برتی کہیں مسلمان بھی جمعہ کی تعظیم میں افراط اور غلو کر کے باقی اعمال سے غافل ہو جائیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے جو سعی کی جاتی ہے روزہ کی وجہ سے ان اعمال میں ضعف لاحق ہوگا اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کا دن عید کا دن ہے تو تم اپنی عید کے دن روزہ مت رکھو، الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (حاکم)

جمعہ کے روزے میں مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: بالخصوص جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے الا یہ کہ وہ شخص مہینہ کا پہلا، درمیانی اور آخری روزہ رکھا کرتا ہو

اور اتفاق سے وہ دن جمعہ کا ہو تو بلا کراہت روزہ رکھنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے[1]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ وہ شخص رکھ سکتا ہے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو[2]۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے مؤطا میں تصریح کی ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ بلا کراہت جائز ہے البتہ بعض مالکی علماء نے جمعہ کے دن کی تخصیص کو مکروہ قرار دیا ہے[3]۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن کی تخصیص مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے: "امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے تین دن اور جمعہ کو روزہ رکھتے تھے اور بہت کم روزہ چھوڑتے تھے"۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے[4]۔

بَابُ ۳۲ بَيَانِ نَسْخِ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ!

"وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ" کے منسوخ ہونے کا بیان

۲۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ كَانَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) "جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں وہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں"، تو جو شخص چاہتا روزہ چھوڑ کر روزے کا فدیہ دے دیتا حتیٰ کہ اس کے بعد ایک آیت نازل ہوئی جس نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

۲۵۸۲ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا فِيْ رَمَضَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ صَامَ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم میں سے جو شخص چاہتا رمضان کا روزہ رکھتا اور جو شخص چاہتا چھوڑ دیتا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ) "تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ ضرور روزہ رکھے"۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[4] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

فَافْتَدٰى بِطَعَامِ مِسْكِيْنٍ حَتّٰى اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔

دائمی مرض اور سخت بڑھاپے کی بنا پر روزہ کا فدیہ

جمہور علماء کے نزدیک آیت مبارکہ الذین یطیقونہ میں "لا" مسلب کا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ بطور فدیہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور یہ حکم باقی ہے لہٰذا بہت بوڑھے اور کمزور لوگ اور جن لوگوں کو دائمی بیماری ہو جیسے ذیابیطس کے مریض وہ روزے کا فدیہ دے دیں جو نصف صاع یعنی سوا دو سیر گندم کے برابر ہے جو لوگ کسی عارضی عذر کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکیں جیسے درد گردہ اور معدہ کا السر وغیرہ وہ مرض زائل ہونے کے بعد روزے کی قضا کر لیں۔

بَابُ ۳۲۸ جَوَازِ تَاْخِيْرِ قَضَآءِ رَمَضَانَ مَالَمْ يَجِئْ رَمَضَانُ اٰخَرُ لِمَنْ اَفْطَرَ بِعُذْرٍ كَمَرَضٍ وَّسَفَرٍ وَّحَيْضٍ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ

سفر یا مرض وغیرہ کی بناء پر روزہ قضا کرنے کی تفصیل

۲۵۸۳ - وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِيَهُ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ الشُّغُلُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں رمضان المبارک کے روزے مجھ سے قضا ہو جاتے تھے، میں ان کو صرف شعبان میں قضا کرتی تھی کیونکہ میں تمام سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتی تھی۔

۲۵۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ وَذٰلِكَ لِمَكَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مشغول رہتی تھی۔

۲۵۸۵ - وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِيْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں راوی کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عائشہ کی یہ تاخیر رسول اللہ صلی

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّ ذَلِكَ لِمَكَانِهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْيَى يَقُولُهُ.

اللہ علیہ وسلم کے پاس خاطر کی وجہ سے ہوتی تھی۔

۲۵۸۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ الشُّغْلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے، اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ کی وجہ سے قضاء میں تاخیر ہوتی تھی۔

۲۵۸۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنْ كَانَتْ إِحْدَانَا لَتُفْطِرُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَقْدِرُ أَنْ تَقْضِيَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ چھوڑتی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شعبان آنے تک قضا نہیں کر سکتی تھی۔

قضا علی الفور واجب نہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا علی الفور واجب نہیں ہوتی تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تاخیر سے قضا کرنا ایک عذر پر مبنی تھا اور وہ یہ کہ کسی بھی وقت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہو سکتا تھا، شعبان میں چونکہ آپ بکثرت روزے رکھتے تھے اس لیے حضرت عائشہ بھی شعبان میں روزے قضا کرتی تھیں، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر نفل روزے نہ رکھے۔

بَابُ ۳۲۹ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم

۲۵۸۸ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر کچھ روزے ہوں اور اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

صلى الله عليه وسلم قال من مات وعليه صيام صام عنه وليه.

۲۵۸۹ - وحدثنا اسحٰق بن ابراهيم اخبرنا عيسى بن يونس حدثنا الاعمش عن مسلم البطين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان امرأة اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت ان امي ماتت وعليها صوم شهر فقال ارأيت لو كان عليها دين اكنت تقضينه قالت نعم قال فدين الله احق بالقضاء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر اس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے یہ قرض ادا کرتیں؟ اس عورت نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

۲۵۹۰ - وحدثني احمد بن عمر الوكيعي حدثنا حسين بن علي عن زائدة عن سليمان عن مسلم البطين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان امي ماتت وعليها صوم شهر افاقضيه عنها فقال لو كان على امك دين اكنت قاضيه عنها قال نعم قال فدين الله احق ان يقضى قال سليمان فقال الحكم وسلمة بن كهيل جميعا ونحن جلوس حين حدث مسلم بهذا الحديث فقالا سمعنا مجاهدا يذكر هذا عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں یہ روزے اس کی طرف سے ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ماں کی طرف سے ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

۲۵۹۱ - وحدثنا ابو سعيد الاشج حدثنا ابو خالد الاحمر حدثنا الاعمش عن سلمة بن كهيل والحكم بن عتيبة ومسلم البطين عن سعيد بن جبير ومجاهد وعطاء عن

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث منقول ہے۔

اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

۲۵۹۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ عَدِيٍّ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِيْهِ أَكَانَ يُؤَدِّي ذٰلِكِ عَنْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى قَالَ فَصُوْمِي عَنْ أُمِّكِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر نذر کا روزہ تھا کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے قرض ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھو۔

۲۵۹۳ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَبُو الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا.

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہو گئی۔ آپ نے فرمایا تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں واپس لوٹا دی۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ فرمایا ہاں اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے کہا میری ماں نے حج نہیں کیا تھا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔

۲۵۹۴ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ.

ایک اور سند سے بھی حضرت عبد اللہ بن بریدہ کی اپنے والد سے حسب سابق روایت ہے۔ لیکن اس میں دو ماہ کے روزے مذکور ہیں۔

۲۵۹۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ.

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن بریدہ کی اپنے والد سے حسب سابق روایت ہے اس میں ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس میں ایک ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

۲۵۹۶ - وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ.

اسی سند سے سفیان کی روایت میں دو ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

۲۵۹۷ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ الْمَكِّيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ.

ایک اور سند سے سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے حسب سابق روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کے بعد مثل سابق ہے اور ایک ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے روزوں کی نذر مانی اور نذر پوری کیے بغیر فوت ہو گیا تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے، اور اگر کسی شخص پر رمضان کے روزے تھے اور وہ فوت ہو گیا تو ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ دے۔[1]

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں خواہ وہ روزے نذر کے ہوں یا رمضان کے، ولی اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے اپنے مال سے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے ورنہ اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا مستحب[2] اور نفل ہے۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک دن دو مد (۶۲ء۱ کلوگرام) طعام کھلا دیا جائے[3] اور جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر روزوں یا نمازوں کی نذر ہو تو اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے البتہ اس کے روزوں کا فدیہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] " " " " "
[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۰۳، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

ادا کیا جائے گا اور جس پر نمازیں ہوں تو اس کی طرف سے نمازیں پڑھی جائیں گی نہ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔[1]

امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے ورنہ مستحب ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے[2] کہ: کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہو سکتا لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہو سکتا جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق ہے، کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن کو کوئی مشقت نہیں ہوتی، البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائیگا کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے تو فدیہ اس کا قائم مقام ہو جائیگا جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کھانا کھلانا لازم ہے خواہ وصیت کرے یا نہیں، کھانے کے فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک ہر مسکین کے لیے نصف صاع (۲٫۱۲۵ کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک، ایک مد (۱٫۶۲ کلوگرام) ہے۔[3]

علامہ نووی کی بحث

علامہ نووی لکھتے ہیں: جمہور کا مسلک یہ ہے کہ میت کی طرف سے مطلقاً روزہ نہ رکھا جائے خواہ روزہ نذر کا ہو یا غیر نذر کا، علامہ ابن منذر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی یہی نظریہ ہے، حسن اور زہری سے بھی یہی روایت ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے کہ جمہور کا یہی قول ہے اور اس باب کی حدیث کی وجہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ میت کی طرف سے ولی کھانا کھلائے اور یہ تاویل باطل ہے، کیونکہ جب اس حدیث کا کوئی معارض نہیں ہے تو پھر اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کرنے سے کون سا مانع ہے؟ ہمارے اصحاب (شافعیہ) نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہ پڑھی جائے اور اس کی زندگی میں اس کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں اور اس کی موت کے بعد اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے۔[4]

علامہ نووی کی بحث کے جوابات

یہ صحیح ہے کہ اس باب کی احادیث میں میت کی طرف سے ولی کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] ۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ الام ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔

[2] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۲۳۵، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ

[3] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۳ ص ۸۹، دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔

[4] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

کہ ان احادیث کے معارض احادیث نہیں ہیں، اس سلسلے میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں جو ان احادیث کے معارض ہیں:

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر يقول لا يصوم احد عن احد ولا يصلي احد عن احد. [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے روزہ نہ رکھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔

ابن الترکمانی لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عن ابن عباس قال لا يصلي احد عن احد ولا يصوم احد عن احد ولكن يطعم عنه مكان كل يوم مدا من حنطة [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے ہر روز ایک مد کھانا کھلایا جائے گا

اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے ابن الترکمانی لکھتے ہیں:

هذا سند صحيح على شرط الشيخين خلا ابن عبد الاعلى فانه على شرط مسلم [3]

یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے سوا ابن عبد الاعلیٰ کے کیونکہ وہ صرف امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح راوی ہیں۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال لا يصلين احد عن احد ولا يصومن احد عن احد ولكن ان كنت فاعلا تصدقت عنه او اهديت. [4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور اگر تم نے اس کا کفارہ ادا کرنا ہی ہے تو ان نمازوں یا روزوں کا فدیہ میت کے (ایصال ثواب کے) لیے صدقہ یا ہدیہ کر دو۔

ان احادیث صحیحہ میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اور جن احادیث میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ان احادیث سے منسوخ ہیں کیونکہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا [5] دوسری وجہ یہ ہے کہ باب مذکور کی احادیث اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ احادیث تحریم

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ
[2] امام عبدالرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[3] علامہ علاؤ الدین ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی ج ۴ ص ۲۵۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[4] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۶۱۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ
[5] حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۴۶۳ مطبوعہ مجلس علمی سورت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

پڑا اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دیجاتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ باب مذکور کی بعض احادیث اسانید کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ کی جو روایت ذکر کی ہے اس کی سند میں عبید اللہ بن ابی جعفر ہے۔ امام احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے[1] اور حضرت ابن عباس کی روایت کے ضعف کا بیان عنقریب کتاب الام کے حوالے سے آئے گا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لیے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ روزہ بھی نہ رکھا جائے کیونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے لہٰذا جو جواب نماز کی طرف سے دیا جائے گا۔ وہی روزہ کا بھی جواب ہو جائیگا۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ سنن نسائی اور جوہر نقی کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کرتی تھیں[2] اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت اس راوی کے نزدیک منسوخ ہے یا پھر وہ روایت اس راوی سے ثابت نہیں۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ ان روایات میں یہ تاویل ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا ولی ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابن عمر قال ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وعليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين.[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو گیا ہو اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں اس کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

میت کی طرف سے قضاء نہ کرنے میں امام شافعی کی تحقیق

امام شافعی کا قول قدیم وہی ہے جس کو علامہ نووی نے نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن جدید قول میں امام شافعی نے اس سے رجوع کر لیا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔

امام شافعی فرماتے ہیں: جس شخص نے نمازوں یا روزوں کی نذر مانی پھر فوت ہو گیا تو اس کی طرف سے روزوں کا کفارہ دیا جائے گا۔ اور روزے رکھے جائیں گے نہ نماز پڑھی جائے گی نہ نماز کا کفارہ ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حج، نماز اور روزے میں کیا فرق ہے؟ (کیونکہ میت کی طرف سے حج کیا جاتا ہے اور روزے کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے اور نماز کا کفارہ ہے نہ نماز میت کی طرف سے ادا کی جاتی ہے) تو میں جواب دوں گا

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۲۶ھ
[2] ۔ حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
[3] ۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام میں فرق کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج بدل مشروع کیا اور حج کے سوا کسی اور عبادت کا بدل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع نہیں کیا۔ اور روزے کا فدیہ اور کفارہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (اور جو شخص روزے کی قضا کرنے سے پہلے فوت ہو گیا وہ اس حکم میں داخل ہے) اور حائضہ عورت اپنے ایام میں نماز نہیں پڑھتی اور اس کی نماز کا اللہ اور اس کے رسول نے کوئی بدل مقرر نہیں کیا نہ کوئی کفارہ اور فدیہ مشروع کیا، نماز اور روزے کے بدل نہ ہونے اور حج کے بدل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج میں مال خرچ ہوتا ہے اس لیے میت کے مال سے حج کیا جائے گا اور نماز اور روزہ محض عبادت بدنیہ ہیں اس لیے ان کا بدل نہیں مشروع کیا گیا اگر یہ کہا جائے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت ابن عباس سے حدیث مروی ہے تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت غیر محفوظ ہے[۱۵]۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا قرض بھی ہو اور بندوں کا بھی تو اللہ تعالیٰ کا قرض بندوں پر مقدم کیا جائے گا کیونکہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی طرف سے میت کا قرض ادا کر دے تو وہ قرض ادا ہو جائے گا اور ایسا کرنا مستحب ہے اور اگر میت وصیت کر جائے تو پھر اس کے تہائی مال سے کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔

بَابُ ۳۳۰ نَدْبُ لِلصَّائِمِ اِذَا دُعِيَ اِلٰى طَعَامٍ وَلَمْ يُرِدِ الْاِفْطَارَ اَوْ شُوْتِمَ اَوْ قُوْتِلَ اَنْ يَقُوْلَ اِنِّيْ صَائِمٌ وَاَنَّهُ يُنَزِّهُ صَوْمَهُ عَنِ الرَّفَثِ وَالْجَهْلِ وَنَحْوِهِ

روزہ دار کو جب کھانے کیلئے بلایا جائے یا اُسے کوئی گالی دے تو اس کا "میں روزہ دار ہوں" کہنا مستحب ہے۔

۲۵۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رِوَايَةً وَقَالَ عَمْرٌو يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی روزہ دار کو کھانے کے لیے بلایا جائے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔

[۱۵] - امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

۲۵۹۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ رِوَايَةً إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب تم میں سے کوئی شخص روزے کی حالت میں صبح کر اٹھے تو وہ بیہودہ گوئی اور جہالت کے کاموں سے باز رہے، اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا بیہودہ گوئی کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

ف: اگر نفلی روزہ ہو اور دعوت کرنے والے پر روزہ دار کا نہ کھانا دشوار اور شاق گزرے تو اس کے لیے روزہ کھول کر دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور اگر فرض یا واجب روزہ ہو تو روزہ کھولنا حرام ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت نفلی عبادات کا اظہار کرنا جائز ہے ورنہ ان میں اخفاء مستحب ہے اور فرض عبادات کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ اس پر ترک فرائض کی تہمت نہ لگے۔ نیز بیہودہ گوئی اور جہالت کے کاموں سے ہر حال بچنا واجب ہے خواہ روزہ ہو یا نہ ہو لیکن روزے میں ان برے کاموں سے بچنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ روزہ رکھنے اور دن بھر بھوکا پیاسا رہنے سے یہی مقصد تھا کہ وہ برے کاموں سے بچ سکے ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ جو جھوٹ بولنا اور برے کام نہیں چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (صحیح بخاری ج ا ص ۲۵۵ مطبوعہ نور محمد کراچی) اس لیے روزے کی حالت میں برے کاموں سے بچنے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

بَابُ ۳۳ فَضْلِ الصِّيَامِ

روزے کی فضیلت

۲۶۰۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ هُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلْفَةُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے روزے کے سوا ہر عمل اپنے لیے کیا اور روزہ بالخصوص میرے لیے رکھا اور اس کی خصوصی جزا میں دوں گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

۲۶۰۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔

وَهُوَ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ.

۲۶۰۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ.

۲۶۰۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابن آدم نے روزے کے سوا ہر عمل اپنے لیے کیا ہے، اور روزہ بالخصوص میرے لیے رکھا ہے، اس کی جزا میں دوں گا، اور روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ اس روز بیہودہ گوئی کرے نہ فحش گوئی کرے اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی جن سے وہ خوش ہوگا، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو افطار سے خوش ہوتا ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو روزے سے خوش ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے ہر عمل میں روزے کے علاوہ نیکی کو دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لاریب روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود دوں گا، روزہ دار میری وجہ سے اپنے کھانے اور اپنی شہوت سے دست بردار ہوتا ہے، روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی روزہ کھولنے کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت، اور اس کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔

عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ

۲۶۰۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْ سِنَانٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّوْمَ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ اِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرِحَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، جب وہ روزہ کھولتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو خوش ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

۲۶۰۵ - وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحَاقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيْطٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِيْ ابْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ وَهُوَ اَبُوْ سِنَانٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَقَالَ اِذَا لَقِيَ اللّٰهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ جب بندہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اجر دے گا تو وہ خوش ہوگا۔

۲۶۰۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْقَطْوَانِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مَعَهُمْ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ مِنْهُ فَاِذَا دَخَلَ اٰخِرُهُمْ اُغْلِقَ فَلَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے ان کے سوا اس دروازے سے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار داخل ہوں گے اور جب آخری روزہ دار داخل ہو جائے گا تو پھر وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس دروازے سے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا۔

فرمانِ باری "روزہ میرے لیے ہے" کی دس وجوہات

اللہ تعالیٰ نے روزے کی اضافت اپنی طرف کی ہے کہ "روزہ میرا ہے" یا "روزہ بالخصوص میرے لیے ہے" حالانکہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوتی ہیں، اس خصوصیت کی علماء کرام نے متعدد وجوہات

بیان کی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ روزے میں ریاکاری نہیں ہو سکتی، اس لیے یہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، بخلاف باقی عبادات کے کیونکہ زکوٰۃ، نماز، یا افعال حج ادا کرتے ہوئے لوگ ان عبادات کو دیکھ لیتے ہیں اور روزے میں کوئی ایسا عمل نہیں جسے ادا کرتے ہوئے دیکھ کر لوگوں کو روزے کا علم ہو جائے سوا روزہ دار اور اس کے رب کے کسی کو اس کے روزے کا علم نہیں ہوتا اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ باقی عبادات ظاہرہ کو فرشتے لکھ لیتے ہیں اور روزے کو نہیں لکھتے اس لیے روزہ میرے لیے ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے بندہ کو دنیا میں کوئی ظاہری صلہ نہیں ملتا اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ استغناء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور روزہ میں جب بندۂ مومن دن کے کچھ حصہ میں اپنی طبعی ضروریات سے مستغنی رہتا ہے تو وہ ایک گونہ صفت خداوندی کا مظہر ہو جاتا ہے اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ باطل خداؤں کی عبادت قیام، رکوع، سجود، طواف، "نذر و نیاز" اور ان کی خاطر قربانیوں سے کی گئی لیکن کسی باطل خدا کے لیے کبھی روزہ نہیں رکھا گیا، اس لیے اسلام کی تمام عبادات میں فقط روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رکھا جاتا ہے اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ روزے کی جزا اللہ تعالیٰ خود ہو گا یعنی روزہ دار کو اپنا دیدار کرائے گا اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ روزہ باقی عبادات میں زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے کیونکہ سنن نسائی میں ہے: علیک بالصوم فانہ لا مثل لہ۔ روزہ کو لازم کر لو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ روزہ سے انسان کی بہیمیت کمزور ہوتی ہے اور روحانیت قوی ہوتی ہے اسی وجہ سے روزہ دار کی روح متشکل ہو جاتی ہے اس لیے فرمایا: الصوم لی روزہ میرا ہے۔ نویں وجہ یہ ہے کہ روزہ کا شرف اور اس کا مرتبہ ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزے کی اپنی طرف اضافت کر دی جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں شرف کی بناء پر اضافت ہے۔ دسویں وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن باقی عبادات لوگوں کے حقوق میں حقداروں کو دے دی جائیں گی لیکن روزہ کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ سے حساب لے گا اور اس پر جو لوگوں کے حقوق ہوں گے ان کے عوض حقداروں کو اس کی عبادات دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کی عبادات میں صرف روزہ رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے لوگوں کے حقوق ادا کر دے گا اور روزے کے بدلہ میں اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا اور مسند احمد اور ابو داؤد طیالسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "کل العمل کفارۃ الا الصوم الصوم لی و انا اجزی بہ" ایک اور سند کے ساتھ ہے کل ما یعمل ابن آدم کفارۃ لہ الا الصوم ... بنی آدم کا ہر عمل (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہو جاتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا اسی لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بو کے فضائل اور مسائل

اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

بعض علماء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں جزا دے گا حتیٰ کہ اس کے منہ کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہونے والے کے لیے فرمایا: الریح ریح المسک۔ اس کی خوشبو مشک کی ہوگی، دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کے نزدیک مشک کی خوشبو پسندیدہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بُو اسی طرح پسندیدہ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے عبادات کے مواقع پر مشک کی خوشبو استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ جس قدر خوش ہوتا ہے روزہ دار کے منہ کی بو سے اس کی بہ نسبت زیادہ خوش ہوگا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کو خوشبو سے راحت ملتی ہے لیکن ان کو مشک سے زیادہ راحت روزہ دار کے منہ سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ چونکہ روزہ دار کے منہ کی بُو سے اس قدر اجر و ثواب ہوتا ہے اور اس کی اتنی فضیلت ہے اس لیے روزہ دار کو مسواک کر کے اس بُو کو زائل نہیں کرنا چاہیے اور یہی شوافع کا مسلک ہے۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بارہا رمضان آیا اگر روزہ دار کی بُو کو باقی رکھنے کے لیے روزہ میں مسواک کو ترک کرنا افضل ہوتا تو آپ رمضان میں مسواک نہ کرتے یا صحابہ کرام نہ کرتے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ رمضان میں مسواک کو ترک فرما دیتے تھے، جبکہ احادیث سے بغیر کسی استثناء کے مسواک کرنے کی تاکید بکثرت منقول ہے اس لیے محض قیاس سے مسواک کی سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا اور شہید کو غسل نہ دینے کے بارے میں احادیث موجود ہیں اس لیے علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے خون سمیت اٹھے گا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی اور جب اس کے خون کو خوشبو کی بناء پر باقی رکھنے کے لیے غسل نہیں دیا جاتا تو روزہ دار کے منہ کی بو کو زائل کرنے کے لیے مسواک نہیں کرنی چاہیے۔

فرمانِ رسالت "روزہ ڈھال ہے" کی تشریح

حدیث نمبر ۲۶۰۲ میں ہے "روزہ ڈھال ہے" اس کی بھی متعدد تشریحات ہیں ایک یہ ہے کہ جب روزہ دار کو کوئی گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو وہ روزے کو ڈھال بنائے اور اس سے کہے میں روزہ دار ہوں۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ روزہ دار کے سامنے جب کسی گناہ کا محرک آتا ہے تو روزہ اس کے لیے ڈھال بن جاتا ہے اور وہ روزہ کے سبب اس گناہ کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔ تیسری تشریح یہ ہے کہ جہنم کی آگ کے لیے روزہ ڈھال بن جاتا ہے اور روزہ، روزہ دار کی مغفرت کرا دیتا ہے۔ چوتھی تشریح یہ ہے کہ روزہ کے سبب سے انسان اپنے نفس کے شر سے بچتا ہے اور اپنی زبان اور بدن کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے اس لیے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔

بَابُ ۳۳۲ فَضْلِ الصِّيَامِ فِي سَبِيلِ اللهِ لِمَنْ يُّطِيْقُهُ بِلَا ضَرَرٍ وَّلَا تَفْوِيْتِ

جو شخص اللہ کی راہ میں بغیر کسی تکلیف کے روزہ رکھ سکتا ہو اس کے روزے کی فضیلت

۲۶۰۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی

أَبِي صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا بَاعَدَ اللهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔

ایک دن اللہ تعالےٰ کی راہ میں روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دُور رکھے گا۔

۲۶۰۸ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۶۰۹ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَسُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ بَاعَدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دے گا۔

ف: چہرے سے مراد ذات ہے۔ سنن نسائی میں عقبہ بن عامر سے طبرانی میں عمرو بن عنبسہ سے اور مسند ابو یعلیٰ میں عمرو بن عنبسہ سے اتفاقاً روایت ہے کہ اس کے چہرے کو سو سال کی مسافت تک دور کر دیا جائے گا۔ جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک خندق پیدا کر دے گا جس کا فاصلہ زمین اور آسمان جتنا ہو گا اور صحیح روایت ستر سال کی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فاصلوں کے یہ مراتب روزہ داروں کے روزوں کے مراتب کے اعتبار سے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدد کو صرف تکثیر ظاہر کرنے کے لیے ذکر کیا ہو۔

بَابُ ۲۳۳ جَوَازِ صَوْمِ النَّافِلَةِ بِنِيَّةٍ مِنَ النَّهَارِ قَبْلَ الزَّوَالِ وَجَوَازِ فِطْرِ الصَّائِمِ نَفْلًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَالْأَوْلَى إِتْمَامُهُ

زوال سے قبل نفلی روزے کی صحت اور بلا عذر اس کے توڑ دینے کا جواز

۲۶۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ قَالَتْ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ وَقَدْ خَبَأْتُ لَكَ شَيْئًا قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ هَاتِيهِ فَجِئْتُ بِهِ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ قَدْ كُنْتُ أَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَ طَلْحَةُ فَحَدَّثْتُ مُجَاهِدًا بِهَذَا الْإِسْنَادِ فَقَالَ ذَاكَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يُخْرِجُ الصَّدَقَةَ مِنْ مَالِهِ فَإِنْ شَاءَ أَمْضَاهَا وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا.

٢٦١١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا فَقَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ.

روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پھر میں روزے سے ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، پھر ہمارے پاس کچھ ہدیہ آیا اور کچھ مہمان بھی آ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس کچھ ہدیہ آیا اور مہمان بھی آ گئے اور میں نے اس میں سے کچھ آپ کے لیے چھپا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ حیس ہے! آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ! میں اس کو لے کر آئی آپ نے اسے کھا لیا پھر آپ نے فرمایا میں نے صبح روزے کے ساتھ کی تھی (طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مجاہد سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے مال سے صدقہ نکالے اب اس کی مرضی ہے، دے یا رکھ دے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے! آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس (کھانے) کی کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں روزے سے ہوں، پھر آپ دوسرے دن تشریف لائے، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس حیس کا ہدیہ آیا ہے! آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ، میں نے صبح روزے کے ساتھ کی تھی، پھر آپ نے وہ کھا لیا۔

ف: کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیے ہوئے کھانے کو حیس کہتے ہیں۔

نفلی روزے کی قضاء میں مذاہب

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ زوال سے پہلے پہلے دن میں نفلی روزے کی نیت کر لی تو صحیح ہے۔ امام مالک نے

اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نفلی روزے کو توڑنا جائز ہے اور اس کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ نفل کے کرنے اور نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک نفلی روزے کو توڑنا جائز نہیں ہے اور اگر توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہے، امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے تاہم ان کے نزدیک بھی قضاء کرنا مستحب ہے۔ لہ

امام ابوحنیفہ کے دلائل اور امام شافعی کے جوابات

امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ نفل کے شروع کرنے میں انسان کو اختیار ہے شروع کرے یا نہ کرے لیکن شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعمال باطل کرنے سے منع فرمایا ہے اور نفلی عبادات کی رعایت نہ کرنے کی مذمت کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تبطلوا اعمالکم۔ (محمد: ۳۳)

اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا۔ (حدید: ۲۷)

انھوں نے رہبانیت کو از خود محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے شروع کیا، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی، پھر انھوں نے اس کی وہ رعایت نہ کی جو رعایت کرنے کا حق تھا۔

نفل شروع کرنے کے بعد اگر اس کی قضاء نہیں کی تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور نوافل کی رعایت نہیں ہو گی۔ اس لیے نوافل کی قضاء نہ کرنا حرام اور قضاء کرنا فرض ہے۔

صحیح مسلم میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزے کی قضاء نہیں کی تھی اور اگر بالفرض آپ نے قضاء نہ کی ہوتی تو یہ آپ کی خصوصیت تھی اس لیے یہ حدیث شریف قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے البتہ بعض اور احادیث سے نفلی روزہ کو توڑنے کے بعد قضاء نہ کرنے کی اجازت ثابت ہے لیکن وہ تمام احادیث مضطرب اور سنداً ضعیف ہیں جبکہ اگر وہ احادیث صحیح بھی ہوتیں تو بھی قرآن مجید کا حکم مقدم تھا۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنت انا وحفصۃ صائمتین فعرض لنا طعام اشتھیناہ فاکلنا منہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبدرتنی الیہ حفصۃ وکانت ابنۃ ابیھا فقالت یا رسول اللہ انا کنا صائمتین فعرض لنا طعام اشتھیناہ فاکلنا منہ قال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نفلی) روزے سے تھیں۔ ہمارے پاس ایک کھانا آیا جسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا، ہم نے اس سے کچھ کھا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، یہ واقعہ بیان کرنے میں حضرت حفصہ نے مجھ سے سبقت کی اور آخر وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں، کہنے لگیں یا رسول اللہ! ہم دونوں

لہ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اقضیا یوما اٰخر مکانہ ۔[1]

روزے سے تھیں ہمارے پاس کھانا آیا اسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا اور ہم نے اس میں سے کچھ کھا لیا! آپ نے فرمایا تم دونوں اس روزے کے بدلہ ایک روزہ رکھو!

یہ حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے[2]

بَابُ ۳۳ اَنَّ اَكْلَ النَّاسِي وَشُرْبَهٗ وَ جِمَاعَهٗ لَا يُفْطِرُ

بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزے کا نہ ٹوٹنا

۲۶۱۲ - وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ الْقُرْدُوسِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزے میں بھول سے کچھ کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

روزے میں بھول کر کھانے، پینے والے کے بارے میں مذاہب

اس حدیث میں اکثرین کے مذہب پر دلیل ہے کہ جو شخص روزے میں بھول کر کھا، پی لے یا بھولے سے عمل زوجیت کر لے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا یہی مسلک ہے امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر قضا ہے، کفارہ نہیں ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ کھانے، پینے میں کچھ نہیں اور عمل زوجیت میں کفارہ ہے۔ یہ حضرات اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس پر گناہ اور مواخذہ نہیں ہے۔

بَابُ ۳۳۵ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ وَاسْتِحْبَابِ اَنْ لَّا يُخْلِيَ شَهْرًا مِّنْ صَوْمٍ

رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا بیان اور استحباب

۲۶۱۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا

عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا مَعْلُومًا سِوَى رَمَضَانَ قَالَتْ وَاللَّهِ إِنْ صَامَ شَهْرًا مَعْلُومًا سِوَى رَمَضَانَ حَتَّى مَضَى لِوَجْهِهِ وَلَا أَفْطَرَهُ حَتَّى يُصِيبَ مِنْهُ.

۲۶۱۴ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ إِلَّا رَمَضَانَ وَلَا أَفْطَرَهُ كُلَّهُ حَتَّى يَصُومَ مِنْهُ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۶۱۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ حَمَّادٌ وَأَظُنُّ أَيُّوبَ قَدْ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ قَدْ أَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا رَأَيْتُهُ صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَمَضَانَ.

۲۶۱۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْإِسْنَادِ هِشَامًا وَلَا مُحَمَّدًا.

۲۶۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں پورے روزے رکھے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے سوا کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے اور نہ کوئی ماہ ایسا گزرا جس میں آپ نے بالکل روزے نہ رکھے ہوں حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ماہ کے مکمل روزے رکھے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا میرے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے سوا کسی ماہ کے مکمل روزے نہیں رکھے اور نہ کسی ماہ میں مکمل روزے چھوڑے۔ آپ ہر ماہ میں کچھ نہ کچھ روزے رکھتے رہے حتیٰ کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ جب روزے رکھتے تو ہم یہ کہتے کہ آپ روزے ہی روزے رکھ رہے ہیں اور جب آپ روزے چھوڑتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے نہیں رکھ رہے۔ حضرت عائشہ نے مزید فرمایا: جب سے آپ مدینہ آئے ہیں میرے علم میں آپ نے رمضان کے سوا کسی ماہ کے مکمل روزے نہیں رکھے۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی

عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِي شَعْبَانَ

ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھنا شروع کرتے تو ہم یہ کہتے کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور جب آپ افطار شروع کرتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہِ رمضان کے سوا کسی ماہ مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہ کسی ماہ میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا۔

۲۶۱۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَبِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ وَلَمْ أَرَهُ صَائِمًا مِنْ شَهْرٍ قَطُّ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ افطار کرتے تو ہم کہتے کہ آپ افطار ہی کریں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھے ہوں۔ آپ چند روزوں کے سوا شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔

۲۶۱۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرٍ مِنَ السَّنَةِ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ وَكَانَ يَقُولُ خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَمَلَّ حَتَّى تَمَلُّوا وَكَانَ يَقُولُ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ وَإِنْ قَلَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال کے کسی ماہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے اور آپ فرماتے تھے اپنی طاقت کے مطابق عبادت کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہیں اجر و ثواب عطا کرنے سے) اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم (عبادت کرنے سے) نہ اکتا جاؤ۔ اور آپ مزید فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر دوام کیا جائے خواہ وہ مقدار میں کم ہو۔

۲۶۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَكَانَ يَصُومُ إِذَا صَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُومُ.

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے، اور جب آپ روزے رکھتے تو کوئی کہنے والا کہتا بخدا! اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزے چھوڑتے تو کوئی کہنے والا کہتا بخدا اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

٢٦٢١ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ غُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٢٦٢٢ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ صَوْمِ رَجَبٍ وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ فِي رَجَبٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ.

عثمان بن حکیم انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا اور اس وقت رجب ہی کا مہینہ تھا انھوں نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تبلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم یہ کہتے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزے چھوڑتے تو یہ کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

٢٦٢٣ - وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٢٦٢٤ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ حَتَّى يُقَالَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے حتیٰ کہ کہا جاتا کہ اب آپ روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ افطار کرتے تو کہا جاتا کہ اب آپ افطار ہی کریں گے۔

وَيُفْطِرُ حَتَّى يُقَالَ قَدْ أَفْطَرَ قَدْ أَفْطَرَ.

ف: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ میں روزے رکھنے مستحب ہیں اور عیدین اور ایام تشریق کے سوا سال کے ہر دن میں روزے رکھنے جائز ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو بکثرت روزے رکھتے اور جب روزے چھوڑتے تو بکثرت روزے چھوڑتے آپ کے اعمال مسلسل اور دائمی ہوتے تھے نوافل میں دوام کے مسئلہ پر ہم نے جلد ثانی میں بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور شاید قارئین کو اس موضوع پر اس قدر مواد کسی اور جگہ نہ مل سکے۔ شعبان میں آپ بکثرت روزے اس لیے رکھتے تھے کہ اس ماہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں، بعض روایات میں محرم میں نفلی روزوں کی زیادہ فضیلت آئی ہے اس کے باوجود آپ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے ممکن ہے یہ چیز کسی عذر یا کسی حکمت پر مبنی ہو۔

بَابُ ٣٣٦ النَّهْيِ عَنْ صَوْمِ الدَّهْرِ لِمَنْ تَضَرَّرَ بِهِ أَوْ فَوَّتَ بِهِ حَقًّا أَوْ لَمْ يُفْطِرِ الْعِيدَيْنِ وَالتَّشْرِيقَ وَبَيَانِ تَفْضِيلِ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ

صوم دہر کی ممانعت اور صوم داؤدی کی فضیلت

۲۶۲۵- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ وَهْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقُولُ لَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ وَلَأَصُومَنَّ النَّهَارَ مَا عِشْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آنْتَ الَّذِي تَقُولُ ذَلِكَ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں ساری رات نماز پڑھوں گا، اور تاحیات ہر روز روزہ رکھوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا واقعی تم نے یہ بات کہی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں میں نے یہ کہا ہے یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ نہیں کر سکو گے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، اور عبادت بھی کرو اور رات کو نماز بھی پڑھو اور سو بھی، مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور یہ ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔ حضرت عبد اللہ نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں یا رسول اللہ!

أَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا وَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ قَالَ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو لَأَنْ أَكُونَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْأَيَّامَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَمَالِي

آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو، اور یہ صیام داؤد علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بہترین روزے ہیں۔ حضرت عبد اللہ نے کہا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ نے کہا کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "کہ مہینہ میں تین روزے رکھو" قبول کر لیتا تو یہ چیز مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سے بھی پیاری ہوتی۔

٢٦٣٦- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الرُّومِيِّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ حَتَّى نَأْتِيَ أَبَا سَلَمَةَ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِ رَسُولًا فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَإِذَا عِنْدَ بَابِ دَارِهِ مَسْجِدٌ قَالَ فَكُنَّا فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ إِنْ تَشَاءُوا أَنْ تَدْخُلُوا وَإِنْ تَشَاءُوا أَنْ تَقْعُدُوا هٰهُنَا فَقُلْنَا لَا بَلْ نَقْعُدُ هٰهُنَا فَحَدِّثْنَا قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَصُومُ الدَّهْرَ وَأَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ قَالَ فَإِمَّا ذُكِرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ لِي أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فَقُلْتُ بَلَى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَلَمْ أُرِدْ بِذٰلِكَ إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ فَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ

یحیٰی بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبد اللہ بن یزید حضرت ابو سلمہ کے پاس گئے اور ان کی خدمت میں ایک قاصد روانہ کیا۔ ان کے دروازے کے پاس ایک مسجد تھی جب وہ باہر آئے تو ہم اس مسجد میں تھے انہوں نے کہا اگر چاہو تو گھر چلو اور اگر چاہو تو یہیں بیٹھے رہو۔ ہم نے کہا ہم یہیں بیٹھیں گے۔ آپ ہمیں حدیثیں بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ہمیشہ روزے رکھتا تھا اور ہر رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرا ذکر کیا گیا تو آپ نے مجھے بلایا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر رات قرآن مجید پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! یا نبی اللہ! لیکن میں نے اس عبادت سے صرف خیر کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم مہینہ میں صرف تین روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں! آپ نے فرمایا تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ فَقَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَاقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عِشْرِينَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي عَشْرٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا قَالَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قَالَ وَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَدْرِي لَعَلَّكَ يَطُولُ بِكَ عُمْرٌ قَالَ فَصِرْتُ إِلَى الَّذِي قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تم اللہ کے نبی حضرت داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! حضرت داؤد (علیہ السلام) کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور آپ نے فرمایا ہر ماہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کرو، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا پھر بیس دن میں ایک قرآن مجید ختم کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر دس دن میں ایک قرآن مجید ختم کر لو، میں نے عرض کیا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا پھر سات دن میں قرآن مجید ختم کر لو اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو کیونکہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ حضرت ابن عمرو نے کہا میں نے اپنے اوپر سختی کی پھر مجھ پر سختی کی گئی۔ حضرت ابن عمرو نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم نہیں جانتے شاید تمہاری عمر لمبی ہو۔ حضرت ابن عمرو نے کہا پھر میں اس عمر تک پہنچ گیا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نشاندہی کی تھی اور جب میں بوڑھا ہو گیا تو میں نے سوچا کہ کاش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت قبول کر لی ہوتی۔

٢٦٢٧- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِيهِ بَعْدَ قَوْلِهِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قُلْتُ وَمَا صَوْمُ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ وَلَمْ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس روایت میں ہر ماہ تین روزے کے بعد ہے، ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور اس طرح صوم دہر کا ثواب مل جاتا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمرو نے کہا اللہ کے نبی حضرت داؤد کے روزے کیسے تھے آپ نے فرمایا نصف الدہر اور اس حدیث میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں کچھ نہیں ہے اور اس

يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ شَيْئًا وَلَمْ يَقُلْ وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلَكِنْ قَالَ وَإِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا.

حدیث میں یہ نہیں ہے کہ تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ تمہارے بیٹے کا بھی تم پر حق ہے

۲۶۲۸ - حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى بَنِي زُهْرَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ وَأَحْسِبُنِي قَدْ سَمِعْتُهُ أَنَا مِنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي عِشْرِينَ لَيْلَةً قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا قرآن مجید ایک ماہ میں ایک مرتبہ پڑھو۔ میں نے عرض کیا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس کو بیس راتوں میں پڑھو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر سات روز میں پڑھو اور اس سے کم وقت میں مت پڑھو۔

۲۶۲۹ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قِرَاءَةً قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنِ ابْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو راتوں کو قیام کرتا تھا پھر اس نے راتوں کا قیام چھوڑ دیا۔

۲۶۳۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَزْعُمُ أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَصُومُ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيتُهُ فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں (نفلی) روزے مسلسل رکھتا ہوں اور ساری رات نماز پڑھتا ہوں۔ آپ نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا میں نے خود آپ سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم مسلسل (نفلی) روزے رکھتے ہو اور ساری رات قیام کرتے ہو تم ایسا نہ کیا کرو۔

وَتُصَلِّي اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ وَصُمْ مِنْ كُلِّ عَشَرَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا وَلَكَ أَجْرُ تِسْعَةٍ قَالَ إِنِّي أَجِدُنِي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ دَاوُدُ يَصُومُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى قَالَ مَنْ لِي بِهَذِهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ.

کیونکہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو اور نیند بھی کرو، ہر دس دن کے بعد ایک روزہ رکھ لو اور اس سے نو روزوں کا اجر مل جائے گا حضرت ابن عمرو نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ یا نبی اللہ! آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور دشمن کے مقابلہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ حضرت ابن عمرو نے کہا یا نبی اللہ! یہ میرے لیے کیسے ہو سکتا ہے؟ راوی عطاء کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ صیام دہر کا ذکر کیسے آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے، جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے۔

۲۶۳۱- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ إِنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ قَالَ مُسْلِمٌ أَبُو الْعَبَّاسِ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ثِقَةٌ عَدْلٌ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۶۳۲- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ سَمِعَ أَبَا الْعَبَّاسِ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ وَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَهِكَتْ لَا صَامَ مَنْ صَامَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ! تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور (ہر) رات کو قیام کرتے ہو اور جب تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور کمزور ہو جائیں گے اور جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے، ہر ماہ تین روزے رکھنا پورے ایک ماہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔

اَرْبَعَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ صَوْمُ الشَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ فَاِنِّي اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى

٢٦٣٣ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ نَفِهَتِ النَّفْسُ۔

٢٦٣٤ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ قَالَ اِنِّيْ اَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنَاكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ لِعَيْنِكَ حَقٌّ وَّلِنَفْسِكَ حَقٌّ وَّلِاَهْلِكَ حَقٌّ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ۔

٢٦٣٥ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَّيَعْنِي ابْنَ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَاَحَبَّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا۔

٢٦٣٦ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم حضرت داؤد کے روزے رکھو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور دشمن کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ لیکن اس میں یہ ہے کہ روح کمزور ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم ساری رات قیام کرتے ہو اور دن میں (نفلی) روزے رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ میں ایسا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور جسم کمزور ہو جائے گا۔ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، رات کو قیام کرو اور نیند کرو اور روزہ رکھو اور افطار کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد کے روزے ہیں وہ نصف رات نیند کرتے تھے اور ایک تہائی رات قیام کرتے تھے اور رات کے چھٹے حصے میں پھر نیند کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد (علیہ السلام) کے روزے ہیں اور وہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَصُومُ نِصْفَ الدَّهْرِ وَأَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ وَكَانَ يَرْقُدُ شَطْرَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ ثُمَّ يَرْقُدُ اٰخِرَهُ فَيَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ. قُلْتُ لِعَمْرِو ابْنِ دِينَارٍ أَعَمْرُو ابْنُ أَوْسٍ كَانَ يَقُولُ يَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ؟ قَالَ نَعَمْ۔

نصف دہر روزے رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات سوتے تھے پھر قیام کرتے اس کے بعد سو جاتے پھر آدھی رات کے بعد تہائی رات قیام کرتے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا حضرت عمرو بن اوس یہ بیان کرتے ہیں کہ پھر جاگتے تھے اور آدھی رات کے بعد تہائی رات تک نماز پڑھتے تھے، انہوں نے کہا ہاں!

۲۶۳۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ لِي أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَحَدَ عَشَرَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ شَطْرَ الدَّهْرِ صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ۔

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو الملیح نے کہا میں تمہارے والد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرے روزوں کا تذکرہ ہوا، آپ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ کے لیے چمڑے کا گدا بچھایا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ گدا میرے اور آپ کے درمیان تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم ہر ماہ تین روزے رکھ لو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پانچ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سات، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا نو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا گیارہ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں سے بڑھ کر کسی کے روزے نہیں ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲۶۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ فَيَّاضٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عِيَاضٍ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ایک دن روزہ رکھو تمہیں باقی ایام کا بھی اجر مل جائے گا، انہوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے

عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ صُمْ يَوْمًا وَّلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ وَلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَرْبَعَةَ اَيَّامٍ وَّلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصِّيَامِ عِنْدَ اللّٰهِ صَوْمَ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا۔

فرمایا تم دو دن روزہ رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تین دن روزے رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا چار دن کے روزے رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ روزے رکھو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے ہیں۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲۶۳۹- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَّلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَّاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَظًّا صُمْ وَاَفْطِرْ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا فَكَانَ يَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ اَخَذْتُ بِالرُّخْصَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور ساری رات قیام کرتے ہو، تم ایسا نہ کیا کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، اور یہ صوم دہر ہو جائیں گے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس سے زیادہ کی قوت ہے، آپ نے فرمایا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو، حضرت ابن عمرو کہتے تھے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لی ہوتی!

صوم دہر میں مذاہب اکثر علماء احناف نے صوم دہر کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے اور بعض احناف نے بلا کراہت جائز رکھا ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک صوم دہر مکروہ تحریمی ہے اور شوافع کے نزدیک اگر اس سے روزہ رکھنے والے کو ضرر نہ ہو تو مستحب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اگر صوم دہر سے کسی کا حق ضائع نہ ہو، کوئی عبادت فوت نہ ہو اور روزہ رکھنے والے کو ضرر نہ ہو تو بلا کراہت

جائز ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: لا صام من صام الابد "جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا"۔ صحیح مسلم میں ہے: "آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ جس شخص نے صوم دھر رکھا اس شخص کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا نہ روزہ ہے نہ افطار ہے۔ ان دونوں حدیثوں کا معنی یہ ہے کہ صوم دھر رکھنے والے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کی مخالفت کی جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے اس لیے اس شخص کے روزے کا اجر نہیں ہے اور نہ ہی اس کا افطار نفع بخش ہے۔ اور جو تین شخص کثرت عبادت کی طلب میں آپ کے پاس آئے تھے جن میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، آپ نے ان سے فرمایا "میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز کے لیے قیام بھی کرتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں اور ازدواج کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں اور جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے راستہ پر نہیں ہے"۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص صوم دھر رکھتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کرتا ہے اور وہ اس وعید کا مستحق ہے جو سنت سے اعراض کرنے والے کو دی گئی ہے۔

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم دھر رکھنے والے ایک شخص سے فرمایا "تمہیں کس نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے آپ کو عذاب دو" اور مسند احمد، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صوم دھر رکھا اس پر جہنم کو اس طرح تنگ کر دیا جائے گا یہ فرما کر آپ نے مٹھی بند کر لی اور نوے کو عقد بنایا۔ یہ حدیث مسند بزار اور طبرانی میں بھی ہے اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا اس کے راوی صحاح کے راوی ہیں اور اس حدیث کی جو تاویل کی گئی ہے وہ انتہائی رکیک ہے۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک صوم دہر مستحب ہے۔ ہمیں اس بات پر سخت حیرت اور تعجب ہے کہ جو چیز اسوۂ رسول کے مخالف ہو وہ کیسے مستحب ہو سکتی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل امر لیس علیہ امرنا فھو رد۔ "جو چیز ہمارے طریقہ کے مخالف ہو وہ مردود ہے" نیز صوم دہر رکھنے میں اپنے نفس کو اس شدید مشقت میں ڈالنا ہے جس کی اس شریعت مطہرہ نے مخالفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور مشکل کا ارادہ نہیں کرتا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یسروا ولا تعسروا "آسانی کرو اور مشکل اور دشواری نہ کرو" نیز فرمایا تم سے جو شخص بھی دین پر غالب آنا چاہے دین اس پر غالب آجائے گا"، نیز فرمایا "مجھے ایسی شریعت کا حکم دیا گیا ہے جو آسان اور سہل ہے"۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر صوم دہر سے کوئی ضرر نہ ہو تو پھر بھی یہ طریقہ نبوی کی مخالفت کی وجہ سے شدید مکروہ اور ممنوع ہے اور اگر اس سے کوئی ضرر ہو، کوئی عبادت قضا ہو یا کسی کا حق ضائع ہو تو یہ قطعاً مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابواسحاق شیرازی لکھتے ہیں: عیدین اور ایام تشریق کو چھوڑ کر صوم دھر رکھنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ کسی ضرر کا خوف نہ ہو کیونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی باندی ام کلثوم روایت کرتی ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ صوم دہر رکھتی ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم دہر سے منع کیا ہے! انھوں نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صوم دہر سے منع فرماتے تھے لیکن جس شخص نے عید الاضحیٰ اور عید فطر کو روزہ نہیں رکھا۔ اس نے صوم دہر نہیں رکھا (بیہقی) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صوم دہر کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا جو لوگ صوم دہر رکھتے ہیں وہ سابقین میں سے ہیں۔ علامہ شیرازی فرماتے ہیں البتہ جب صوم دہر رکھنے سے ضرر کا خوف ہو یا کسی کا حق ضائع ہو تو صوم دہر رکھنا مکروہ ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بنا دیا، حضرت سلمان، ابو درداء سے ملاقات کے لیے آئے تو ام درداء کو ابتر حالت میں دیکھا۔ پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انھوں نے کہا تمہارے بھائی کو دنیا کی کسی چیز سے دل چسپی نہیں ہے۔ حضرت سلمان نے کہا اے ابو درداء تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری زوجہ کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ اور رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو اور اپنی بیوی کے پاس بھی جاؤ اور ہر حق دار کا حق ادا کرو، حضرت ابو درداء نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے بھی حضرت سلمان کی طرح فرمایا۔ [1]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک صوم دہر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو طلحہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے دیگر اصحاب صوم دہر کو مطلقاً مکروہ قرار دیتے ہیں، اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: لا صام من صام الابد۔ لا صام من صام الابد۔ "جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے، جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے" (بخاری و مسلم) اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیف بمن یصوم الدھر کلہ قال لا صام ولا افطر۔ "یا رسول اللہ! جو شخص صوم دہر رکھے اس کا کیا حکم ہے فرمایا اس کا روزہ ہوا نہ افطار"

اور جمہور علماء اور ہمارے اصحاب کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میں ہمیشہ روزے رکھتا رہتا ہوں کیا میں سفر میں بھی روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو افطار کرو (مسلم) اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اگر صوم دہر رکھنا ممنوع ہوتا تو آپ اسے منع فرما دیتے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں صوم دہر سے منع کیا ہے وہ اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص عیدین اور ایام تشریق کو بھی روزہ رکھے یا جن روزوں سے ضرر ہو یا کسی کا حق ضائع ہو یا کسی عبادت کے رہ جانے کا خوف ہو۔ [2] علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شوافع کے نزدیک صوم دہر شرائط مذکورہ کے ساتھ مستحب ہے۔ [3]

---

[1] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع الشرح ج ۶ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۳۹۰-۳۸۹

[3] " " شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

قارئین کرام کو علم ہوگا کہ علامہ نووی نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ صوم دہر کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور اصحاب ابو حنیفہ کی پیش کردہ احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے نیز جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا شیدائی ہو اور مزاج رسالت پر نظر رکھتا ہو اور اصول شریعت کو پہچانتا ہو اس کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوگا کہ صوم دہر ایسی مشکل کٹھن اور دشوار عبادت اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اس لیے حق وہی ہے جس کو اصحاب ابو حنیفہ نے کہا ہے۔

بَابُ ۳۳ اِسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَآءَ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

ہر مہینے میں تین روزے اور یوم عرفہ، عاشورہ، پیر اور جمعرات کے روزوں کا استحباب

۲۶۴۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مُعَاذَةُ الْعَدَوِيَّةُ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں (معاذہ کہتی ہیں) میں نے پوچھا کون سے دنوں میں؟ فرمایا دنوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے! مہینہ کے جن دنوں میں چاہتے روزے رکھ لیتے۔

۲۶۴۱ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ وَّهُوَ ابْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اَوْ قَالَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَسْمَعُ يَا فُلَانُ اَصُمْتَ مِنْ سُرَّةِ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور شخص سے فرمایا اور وہ سن رہے تھے اے فلاں! کیا تم نے اس ماہ کے درمیان میں روزے رکھے ہیں؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: جب تم افطار کر چکو تو دو روزے اور رکھنا۔

۲۶۴۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيٰى

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَجُلٌ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ غَضَبَهٗ قَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ فَجَعَلَ عُمَرُ يُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ الدَّهْرَ كُلَّهٗ قَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيْقُ ذٰلِكَ اَحَدٌ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذَاكَ صَوْمُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُّ اَنِّيْ طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَصِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ۔

۲۶۴۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيَّ عَنْ

حاضر ہوا اور پوچھا آپ کیسے روزے رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سے ناراض ہو گئے۔ جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضگی کو دیکھا تو کہا ہم اللہ تعالیٰ کو رب ماننے سے راضی ہیں، اسلام کو دین ماننے سے راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے سے راضی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ حضرت عمر اس کلام کو بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر حضرت عمر نے پوچھا: یا رسول اللہ! جو شخص پوری عمر روزے رکھے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا روزہ ہے نہ افطار۔ حضرت عمر نے پوچھا جو شخص دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ حضرت عمر نے پوچھا: جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے؟ آپ نے فرمایا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، حضرت عمر نے کہا جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے؟ آپ نے فرمایا میری خواہش ہے کہ مجھے اس کی قوت حاصل ہوتی! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا یہ تمام عمر (صوم دہر) کے روزے ہیں اور یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دے گا اور مجھے امید ہے کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے گناہ معاف کر دے گا۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً

أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِهِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِبَيْعَتِنَا بَيْعَةً قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْ مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ وَمَنْ يُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمَيْنِ قَالَ لَيْتَ أَنَّ اللّٰهَ قَوَّانَا لِذٰلِكَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ ذَاكَ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ قَالَ فَقَالَ صَوْمُ ثَلَاثَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانَ إِلٰى رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّهْرِ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ قَالَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَقَالَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ قَالَ مُسْلِمٌ وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ فِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَسَكَتْنَا عَنْ ذِكْرِ الْخَمِيسِ لِمَا نُرَاهُ وَهْمًا۔

کہا: ہم اللہ تعالیٰ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر، اور اپنی بیعت پر (راضی ہیں) پھر آپ سے صیام دہر کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس شخص کا روزہ ہے نہ افطار، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے دو دن روزہ اور ایک دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس کی کس کو طاقت ہے؟ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے ایک دن روزہ اور دو دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت دے۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا میں اس دن پیدا ہوا، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا، یا اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر ماہ کے تین روزے اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنے سے صوم دہر کا ثواب مل جاتا ہے حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ سے یوم عرفہ کے روزے کا سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس روزے سے گذرے ہوئے سال اور آنے والے سال کا کفارہ ہو جاتا ہے، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے یوم عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اس سے گذرے ہوئے سال کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ آپ سے پیر اور جمعرات کے روزے کا سوال کیا گیا.... ہم نے جمعرات کے ذکر کو چھوڑ دیا کیونکہ ہمارے خیال میں اس میں وہم ہے۔

۲۶۴۴ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۴۵ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ الِاثْنَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَمِيسَ۔

ایک دیگر سند سے ایسی ہی روایت ہے۔ البتہ اس میں پیر کا ذکر کیا ہے جمعرات کا نہیں۔

۲۶۴۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ فَقَالَ فِيهِ وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

ایام بیض حدیث نمبر ۲۶۴۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے اور دنوں کی تعیین کا اہتمام نہیں کرتے تھے، علماء کرام نے تعیین نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امت کو سہولت رہے اور تعیین کو لازم نہ سمجھ لیا جائے، ایام بیض کے روزے چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ یا بارہ تیرہ اور چودہ تاریخوں میں رکھے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً مہینہ کے درمیان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کا طریقہ حدیث نمبر ۲۶۴۲ میں ہے ایک سائل نے پوچھا آپ کیسے روزے رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ ناراض ہو گئے۔ شارحین نے ناراضگی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ کے اعمال بسا اوقات آپ کی خصوصیت بھی ہوتے ہیں، اسے یوں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کیسے روزے رکھوں؟ اسی حدیث میں ہے کہ جب آپ سے دو دن افطار اور ایک دن روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: کاش مجھے اس کی طاقت ہوتی! علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کاش میری امت کو طاقت ہوتی کیونکہ آپ کو تو اس سے بہت زیادہ کی طاقت تھی حتیٰ کہ آپ وصال کے روزے بھی رکھتے تھے اس کی تائید یہ ہے کہ حدیث نمبر ۲۶۴۳ میں آپ نے فرمایا کاش اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت دے، یا یہ مطلب ہے کہ میں امت کے معاملات، تبلیغی مہمات اور دیگر عوارض کی وجہ سے یہ روزے نہیں

رکھ سکتا اگرچہ فی نفسہٖ اس سے زیادہ روزوں کی بھی آپ میں طاقت تھی۔

پیر اور جمعرات کے روزے

شیخ عثمانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے روزوں کے بارے میں متعدد احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے اور اس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔ میں نے آپ سے ان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزے سے ہوں، یہ حدیث نسائی اور ابوداؤد میں ہے اور اس کو ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

یوم میلاد النبی کی خوشی

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ پیر کے دن کا روزہ قصداً رکھتے تھے، صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۶۴۲ میں ہے آپ نے پیر کے دن روزوں کا سبب یہ بیان کیا کہ ذالک یوم ولدت فیہ۔ اس دن میں پیدا ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم میلاد کی خوشی کی اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم میلاد کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر روزے سے بھی ادا ہوتا ہے اور صدقہ و خیرات سے بھی۔ اہل اسلام کا معمول ہے کہ وہ بارہ ربیع الاوّل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں، عروہ کہتے ہیں کہ ابولہب کی ایک لونڈی تھی ثویبہ، جس کو اس نے آزاد کر دیا تھا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا، جب ابولہب مر گیا تو اس کو عذاب میں گرفتار دیکھا گیا اس سے کہا گیا تم نے مرنے کے بعد کیا دیکھا اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی سوا اس کے کہ مجھے اس (انگلی) سے پلایا جاتا ہے [2]، علامہ عسقلانی لکھتے ہیں اس کے عذاب کی تخفیف حضور کی وجہ سے ہوئی، علامہ ابن جذری لکھتے ہیں کہ کافر نے آپ کی پیدائش کی خوشی میں صدقہ کیا تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو مسلمان اس خوشی میں صدقات کرنے کی بناء پر زیادہ کرم کے امیدوار ہیں۔

محافل میلاد کی شرعی حیثیت

اہل سنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانا اور سال کے تمام ایام میں عموماً اور ماہ ربیع الاوّل میں خصوصاً آپ کی ولادت کا ذکر کرنا، آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل کو مجالس اور محافل میں بیان کرنا جائز اور مستحب ہے اور صدقات و خیرات کے ہدایا کا آپ کی جناب عالی میں ایصال ثواب کرنا اہل اسلام اور بزرگانِ دین کا معمول ہے۔

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[2] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ہر اچھے کام میں بعض دنیادار برائی اور فسق و فجور کے پہلو نکال لیتے ہیں، مثلاً عید الفطر اور عید الاضحی مسلمانوں کی اجتماعی عبادات اور خوشی کے ایام ہیں لیکن ان ایام کو میلہ کی شکل دے دی گئی ہے اور پارکوں اور تفریح گاہوں میں عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے۔ عورتیں سرخی، پاؤڈر اور دیگر کاسمیٹکس کے لوازمات سے بن سنور کر، ساحل سمندر، پارکوں اور عام تفریح گاہوں میں گھومتی پھرتی ہیں اور اوباش لوگ فحش حرکات کرتے ہیں۔ ان تمام جگہوں پر بلند آواز سے لاؤڈ اسپیکر پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے جگہ جگہ میلہ لگتا ہے جس میں ناچ گانا اور تمام خرافات ہوتی ہیں۔ ان ناجائز امور اور غیر شرعی حرکات کی بناء پر کوئی مسلمان شخص یہ نہیں کہتا کہ چونکہ عیدین کے ایام میں یہ غیر شرعی امور ہوتے ہیں اس لیے عید الفطر اور عید الاضحی کی نماز بند کر دی جائے یا عید کے دن خوشی نہ منائی جائے، لوگ نہا دھو کر نئے کپڑے بدل کر عید گاہوں میں نہ جائیں کہ اس سے ان خرافات کا دروازہ کھلتا ہے۔ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اگر کسی سنت پر عمل کرنے سے بے شمار حرام کاموں کا دروازہ کھلتا ہو تو اس سنت کو ترک کر دینا چاہیے۔ علیٰ ہذا القیاس ۱۴ اگست اور تیئیس مارچ قومی تہوار ہیں لیکن ان تہواروں میں بھی یہی خرافات ہوتی ہیں لیکن ان خرافات کی بناء پر کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان قومی تہواروں کو منانا بند کر دیا جائے۔ اسی طرح نکاح میں بالعموم گانے باجے، عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماعات اور دیگر خرافات ہوتی ہیں لیکن اس کی بناء پر نکاح کو مذموم یا ممنوع نہیں کہا جاتا، اس لیے اگر بعض جگہ محافل میلاد میں کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس سے محفل میلاد کو بند نہیں کیا جائے گا۔

عید میلاد النبی کو منانے کی شرعی حیثیت وہی ہے جس کا ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے۔ پہلے مسلمان صرف محافل کا انعقاد اور صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ بعد میں اہل محبت نے اس خوشی میں جلوس نکالنا شروع کیا جس میں نعت خوانی ہوتی تھی، قصیدہ بُردہ پڑھا جاتا تھا اور علماء کرام تقریریں کرتے تھے اور نمازوں کے اوقات میں نماز پڑھی جاتی تھی اور کوئی غیر شرعی حرکت نہیں ہوتی تھی، اس جلوس کو فرض، واجب اور سنت کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم اور آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے جلوس نکالا جاتا تھا کیونکہ آج کل کسی شخص کی عظمت و شوکت کے اظہار کا ایک ذریعہ جلوس بھی ہے، اس امر کے پیش نظر جلوس نکالنا بلاشبہ ایک امر مستحسن ہے لیکن جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، بعض غیر محتاط لوگ ہر نیک اور اچھے کام میں اپنی ہوا و ہوس کے تقاضے سے برائی کے راستے نکال لیتے ہیں اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں عید میلاد کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کر دیا گیا ہے۔ جلوس تنگ راستوں سے گزرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکنیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکاء جلوس پر پھل وغیرہ پھینکتی ہیں (شاید ایصال ثواب کی نیت سے، العیاذ باللہ) اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں۔ جلوس میں مختلف گاڑیوں پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اور نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھنوں پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے۔ مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا، اس قسم کے جلوس، میلاد النبی کے تقدس پر بدنما داغ ہیں ان کی اگر اصلاح نہ ہو سکے تو ان کو فوراً بند کر دینا چاہیے کیونکہ ایک امر مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، البتہ ان غیر شرعی جلوسوں کو دیکھ کر مطلقاً عید میلاد النبی کے جلوسوں کو حرام اور ناجائز کہنا صحیح نہیں

ہے اور جن شہروں اور جن جگہوں میں عید میلاد النبی کے جلوس اپنی شرعی حدود و قیود کے ساتھ نکلتے ہیں ان جلوسوں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

اسی طرح جن محافل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور نعت خوانی مزامیر کے ساتھ کی جاتی ہے وہ بھی ناجائز ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

واقبح منه النذر بقراءة المولد فی المنائر مع اشتماله علی الغناء واللعب وایهاب ثواب ذلك الی حضرة المصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم۔ [1]

اور سب سے قبیح چیز یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کو مناروں میں پڑھنے کی نذر مانی جائے اور اس میں گانا بجانا ہو اور اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچایا جائے۔

بعض اہل ہوا مجالس میلاد میں آلات موسیقی سے جو شغل کرتے ہیں اس کی مذمت میں علامہ ابن الحاج نے مدخل میں بہت تفصیل سے لکھا ہے اور یہ کوئی اختلافی چیز نہیں ہے۔ ان تمام حضرات نے نیک نیتی سے ان خرافات کی مذمت کی ہے ورنہ شرعی طریقہ سے محافل میلاد کے انعقاد کو خود ان بزرگوں نے بیان کیا ہے جس کو ہم انشاء اللہ العزیز ابھی نقل کریں گے۔ علامہ ابن الحاج کا ذکر ہم نے خصوصیت سے اس لیے کیا ہے کہ بعض مانعین ان کے نام کو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں، بہرحال ہم نے شروع میں عید میلاد النبی منانے سے متعلق اہلسنت کا جو منظر پیش کیا ہے اس کے جواز اور استحسان میں اکابر اہل اسلام کی کبھی بھی دو رائیں نہیں رہیں، اور اگر کسی جگہ محافل میلاد میں کوئی غیر شرعی کام ہوتا ہے تو اس کی بناء پر میلاد کی تمام محافل کو بدعت سیئہ، ناجائز اور حرام قرار دینا اور مسلمانوں سے ان کو بند کرنے کی اپیلیں کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص، عید الفطر، عید الاضحی، چودہ اگست اور تئیس مارچ کے میلوں ٹھیلوں اور نکاح میں گانے بجانے کی خرافات کو دیکھ کر یہ کہے کہ عیدین کی نمازیں اور قومی تہوار یا نکاح کی تقریب ناجائز اور حرام ہیں۔ العیاذ باللہ۔

میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جواز اور استحسان پر دلائل

میلاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہوتا ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل کا بیان ہوتا ہے اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا کوئی انکار کر سکے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے فضائل اور خصائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کے محامد و محاسن کا بھی بکثرت ذکر ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تلاوت کی دولت عطا کی ہے اس سے یہ آیات مخفی نہیں ہوں گی۔ قرآن مجید میں یہ بھی ہے:
قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلك فلیفرحوا (یونس: ۵۸) "آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ" اور یہ بھی ہے: واما بنعمة ربك فحدث (ضحیٰ: ۱۱) "اپنے رب کی نعمت کا بیان کیجیے"۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ہیں اور رحمت بھی، اسی طرح آپ کی ولادت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت ہے آپ کے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

خصائل اور محامد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نعمت ہیں اس لیے آپ کی ولادت اور آپ کے محامد و محاسن کا بیان کرنا اور ان پر خوشی منانا عین حکم قرآن کے مطابق ہے۔ اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ میلاد شریف ماہ ربیع الاوّل میں کیوں منایا جاتا ہے اور خصوصاً بارہ تاریخ کیوں معین ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی تعیین نہیں ہے، جیسے یکم شوال عید الفطر کے لیے اور نو ذی الحج حج کے لیے معین ہے یا رمضان کا مہینہ روزوں کے لیے معین ہے، یا جیسے غروب آفتاب اور طلوع فجر مغرب اور فجر کی نمازوں کے لیے معین ہیں۔ میلاد شریف سال کے بارہ مہینوں میں کیا جا سکتا ہے اور اس پر عمل بھی ہوتا ہے لیکن ربیع الاوّل کے مہینہ اور بارہ تاریخ کی اس لیے خصوصیت ہے کہ اس ماہ اور اس تاریخ میں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی ہے، اس کی شرعی نظیر یہ ہے کہ ابھی قریب ہی یہ روایت گذری ہے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اس دن روزہ رکھا اس لیے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حضرت موسیٰ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کے تمہاری بہ نسبت ہم زیادہ مستحق ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا خود بھی روزہ رکھا اور ہمیں بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔[2] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نعمت عطا کی ہو اس دن اس نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور اس نعمت کی تعظیم کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیر کے دن ولادت ہوئی، اسی دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور اسی دن آپ مبعوث ہوئے تو آپ اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے تھے جیسا کہ باب مذکور کی اس حدیث میں ذکر ہے بنا بریں چونکہ بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی ولادت ہوئی اس لیے مسلمان خصوصیت کے ساتھ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس دن انواع و اقسام کے صدقات و خیرات کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں یہ دونوں حدیثیں تاریخ اور دن کی خصوصیت پر عظیم اصل ہیں۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

قال القرطبی معناہ ان من شرعہ تعظیم الایام التی اظہر اللہ سبحانہ فیہا الرسل فاستحسن فیہا الصوم۔[3]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا جو روزہ رکھا اس میں حضرت موسیٰ کی موافقت کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ آپ کی شریعت میں ان ایام کی تعظیم ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے

---

[1] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع اول ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۸ 〃 〃 〃 ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۴۵ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

رسولوں کو غلبہ عطا فرمایا اس وجہ سے آپ نے دس محرم کے روزے کو مستحسن قرار دیا۔

علامہ قرطبی نے جن ایام کی تعظیم کا ذکر فرمایا ہے ان میں مثلاً جمعہ کا دن ہے کیونکہ اس دن حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی دن آپ دنیا میں تشریف لائے، ایام تشریق کی عبادات حضرت ابراہیم کی یادگار ہیں۔ دس ذی الحج کا دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے اور ان تمام دنوں میں سب سے افضل وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق سرائے عالم ہوئے کہ تمام دنوں کی عظمتیں اس دن سے ہیں، اس لیے اس دن کی تعظیم کرنا، اس دن صدقہ وخیرات اور انواع واقسام کی نفلی عبادات کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنا، آپ کے فضائل وخصائل بیان کرنا، آپ کی جناب میں عبادات کے ہدایا کا ایصالِ ثواب کرنا اور اجتماعی طور پر خوشی منانا، ایمان کی علامات اور محبت رسول کے ثمرات ہیں اور اس ماہ اور اس دن کی عرفی تعیین حدیث عاشورہ کی روشنی میں جائز اور مستحسن ہے۔

رہا ان ایام میں خوشی منانا اور صدقہ وخیرات کرنا تو اس کی اصل صحیح بخاری کی وہ حدیث شریف ہے جس میں ابولہب کے ثویبہ کو آزاد کرنے کا واقعہ ہے، علامہ حسین بن محمد اس واقعہ کو سیرت کی متعدد کتب کے حوالوں سے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابونعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابولہب فوت ہو گیا تو اس کے ایک سال بعد اس کے بھائی عباس نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے کہا "اے ابولہب تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے کہا میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی۔ ماسوا اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس چھنگلی سے پلایا جاتا ہے[1]

علامہ سہیلی امام بخاری کے حوالہ سے عروہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ دوسرے محدثین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ابولہب کے بھائی عباس نے ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد اس کو خواب میں برے حال میں دیکھا اور ابولہب نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے تھے اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی اور کہا تھا: "کیا تمہیں نہیں پتا کہ آمنہ کے ہاں تمہارے بھائی عبداللہ کا لڑکا پیدا ہوا ہے!" ابولہب نے اس سے کہا جا تو آزاد ہے۔" اس قول نے اس کو جہنم میں فائدہ پہنچایا۔ جیسا کہ اس کے بھائی ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت نے فائدہ پہنچایا اور اس کو جہنم میں سب سے کم عذاب دیا جائے گا[2]۔

علامہ عینی نے سہیلی کے حوالہ سے اس روایت کو ذکر کیا ہے اور طویل بحث کے بعد لکھا ہے کہ کفار

---

[1] علامہ حسین بن محمد دیار بکری۔ تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ موسستہ شعبان، بیروت، ۱۲۸۳ھ

[2] علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی متوفی ۵۸۱ھ الروض الانف ج ۲ ص ۹ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی لیکن یہ ابولہب کی خصوصیت ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ اور جن کفار کے بارے میں نص وارد ہوئی خاص ہے [1]۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی سہیلی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اور علامہ قرطبی کا قول بھی ذکر کیا ہے اور ابن منیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ قاعدہ یہی ہے کہ کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ مالک ہے جس کو چاہے اپنے فضل سے اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر کے اس کے عذاب سے تخفیف کر دے [2]۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں تخفیف کی نفی سے عذاب آخرت کی تخفیف کی نفی مراد ہو اور حدیث میں تخفیف کے ثبوت سے عذاب برزخ میں تخفیف

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

یہ روایت ہے کہ ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا، اس سے پوچھا گیا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور میں اپنی اس انگلی کو چوستا ہوں (چھنگلی کی طرف اشارہ کیا) اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ثویبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مجھے بشارت دی، اور اس نے آپ کو دودھ پلایا تو میں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ علامہ ابن جزری کہتے ہیں کہ وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی کی اور اسے اس کے صلہ میں جہنم میں جزا دی گئی تو وہ شخص جو مسلمان ہو، موحد ہو، اور آپ کا امتی ہو وہ اگر آپ کی ولادت کی خوشی منائے اور اپنی وسعت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں صدقہ و خیرات کرے تو اس کی جزا کا کیا عالم ہو گا! اللہ تعالیٰ سے توقع ہے کہ اس کی جزا یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمائے گا! [3]

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں:

والمرضعة ثویبة عتیقة ابی لهب اعتقها حین بشرته بولادته صلی اللہ علیه وسلم وقد رؤی ابو لهب بعد موته فی النوم فقیل له ما حالك؟ فقال فی النار الا انه خفف عنی کل اثنین، وامص من بین اصبعی هاتین ماء واشار براس اصبعه. وان ذلك باعتاق ثویبة عند ما بشرتنی بولادة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثویبہ نے دودھ پلایا، جو ابولہب کی آزاد کردہ تھی، ابولہب نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی، موت کے بعد ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جہنم میں ہوں، لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور اس نے اپنی انگلی کے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا: میں

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[3] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم بارضاعھا له. قال ابن الجوزی: فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی بفرحہ لیلۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ فما حال المسلم الموحد من امتہ یسر بمولدہ؟[1]

اس کو چوستا ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی تھی اور آپ کو دودھ پلایا تھا، ابن جوزی نے کہا ہے کہ وہ ابولہب کافر جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے پر جزا دی گئی تو آپ کی امت کے اس مسلمان اور موحد کا کیا صلہ ہوگا جو آپ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے؟

اگر یہ شبہ ہو کہ ابولہب کے بھائی حضرت عباس جنہوں نے یہ خواب دیکھا وہ اسوقت کافر تھے اور ایک کافر کے خواب سے کوئی مسئلہ کیسے ثابت ہوگا اور شرعاً کیسے معتبر ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے قید خانے میں دو کافروں نے خواب بیان کیا اور آپ نے اس کا شرعاً اعتبار کیا، علاوہ ازیں امت مسلمہ کے اجلہ علماء کرام نے اس خواب کی روشنی میں مسئلہ میلاد بیان کیا ہے۔ شیخ انور شاہ کشمیری نے بھی اس خواب کو تسلیم کر کے اور اس کا شرعاً اعتبار کر کے لکھا ہے کہ:

فیہ دلیل ان طاعات الکفار تنفعھم شیئا ولو لم تدرء العذاب۔[2]

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کفار کی طاعت سے انھیں کچھ فائدہ پہنچتا ہے اگرچہ بالکلیہ عذاب نہیں اٹھتا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی ثویبہ کو آزاد کرنے اور ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب محفل میلاد منعقد کرنے والوں اور اس پر خوشی منانے والوں کے لیے دلیل ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مال خرچ کریں کیونکہ ابولہب جو کافر تھا جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی کی اور اس کو اس کی جزا ملی تو جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خوشی میں مال خرچ کریں گے ان کی جزا کا کیا عالم ہوگا! لیکن عوام نے اس موقع پر جو بدعات پیدا کرلی ہیں اور آلات محرمہ کے ساتھ گانا بجانا ہوتا ہے اس سے محفل خالی ہونی چاہیے تاکہ اسلام کی پیروی سے محرومی نہ ہو۔[3]

---

[1] شیخ عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ، مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳ مطبوعہ المطبعۃ العربیہ لاہور، طبع اول ۱۳۹۹ھ۔

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۲۷۸، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، طبع اول ۱۳۵۷ھ۔

[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علاوہ علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ حلبی، علامہ حسین بن محمد دیار بکری، علامہ زرقانی، علامہ محمد بن یوسف الشامی اور علامہ ابن عابدین شامی نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں ابولہب کی تخفیف عذاب کی روایت سے ایام مولد میں خوشی منانے اور صدقہ وخیرات کرنے پر استدلال کیا ہے اور ابن جزری کی مسطورہ عبارت کو نقل کیا ہے۔ یہاں تک ہم نے اختصار کے ساتھ میلاد شریف کے جواز اور استحسان پر دلائل پیش کیے ہیں۔ اب ہم اس مسئلہ پر بعض علماء راسخین کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

علامہ سیوطی کے دلائل

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی سے میلاد شریف منانے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے لکھا: میلاد کا عمل اپنی اصل کے اعتبار سے بدعت ہے اور قرون ثلاثہ میں کسی سے یہ عمل منقول نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ محاسن پر مشتمل ہے اور اس میں قبیح کام بھی کیے جاتے ہیں پس جس شخص نے اس کے محاسن کو اختیار کیا اور بُرے کاموں سے بچا تو یہ بدعت حسنہ ہے۔ اور مجھ پر ایسی حجت ظاہر ہوئی جس سے اس کی اصل ثابت ہوتی ہے کیونکہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی تو اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس معین دن میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا کی ہو یا کوئی بلا ٹال ہو وہ خاص دن جب بھی آئے اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر متعدد عبادات مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن سے ادا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر کونسی نعمت ہے اس لیے جب بھی آپ کی ولادت کا دن آئے تو اس میں انواع واقسام کی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ اس دن تلاوت قرآن، صدقہ وخیرات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کلام کا بیان کرنا چاہیے اور نعت خوانی اور سماع میں جو چیزیں مباح ہیں وہ اس خوشی کے دن کرنی چاہئیں تاکہ مسرت اور سرور ظاہر ہو اور جو چیزیں حرام، مکروہ یا خلاف اولیٰ ہیں ان سے باز رہنا چاہیے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مجھ پر ایک اور دلیل ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ سنن بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

- علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، حسن المقصد فی عمل المولد (الحاوی للفتاوی) ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴، انسان العیون ج ۱ ص ۸۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔
- علامہ حسین بن محمد دیار بکری شافعی تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ مؤسسہ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ۔
- علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ
- علامہ محمد بن یوسف شامی شافعی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۴۲ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ قاہرہ ۱۳۹۲ھ
- علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد ابن حجر (جواہر البحار) ج ۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ۔
- ابن جزری مشہور قاری ہیں بعض علماء نے ابن جزری کی جگہ ابن جوزی لکھا ہے وہ غلط ہے۔

سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا حالانکہ احادیث میں یہ بھی ہے کہ آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ دہرایا نہیں جاتا۔ پس پتا چلا کہ آپ نے اپنی پیدائش، اپنی بعثت اور رحمۃ للعلمین پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے یہ عمل کیا تھا لہٰذا ہمارے لیے بھی یہ مستحب ہے کہ ہم آپ کی ولادت کے ایام میں محافل منعقد کریں، کھانا کھلائیں، دیگر عبادات کریں اور خوشی و مسرت کا اظہار کریں۔ [1]

علامہ ابن الحاج کے دلائل

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ علامہ ابن الصلاح نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ آلات موسیقی جب جمع ہوں تو حرام ہیں اور امام مالک نے فرمایا کہ بانسری اور مزامیر حرام ہیں اور نکاح میں دف بجانا جائز ہے .... اور ان آلات موسیقی کی اس مبارک ماہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ جس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین کی ولادت کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا اس ماہ میں تو یہ واجب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ عبادات کی جاتیں امور خیر میں زیادتی کی جاتی اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں ہمیں ایک نعمت عظیمہ عطا کی ہے ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے میں باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ عبادت نہیں کی لیکن اس کا سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر بہت زیادہ رحمت اور شفقت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اس خوف سے کسی عمل کو ترک فرما دیتے تھے کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائے جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ آپ مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں۔ اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا جب کسی شخص نے آپ سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا ہوں! اور اس دن کی تعظیم اس مہینہ کی تعظیم کو شامل ہے جس میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہم اس ماہ کا ایسا احترام کریں جو اس کے شایان شان ہے اور اس مہینہ کو اس طرح فضیلت دیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو باقی مہینوں پر فضیلت دی ہے اور اس فضیلت کے اظہار میں سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم اور ان کے ماسوا سب لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے، اور یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ جس وقت اور جس جگہ میں فضیلت ہو اس میں عبادات کی جاتی ہیں کیونکہ کسی وقت اور جگہ کی بذاتہ فضیلت نہیں ہوتی بلکہ اس کی فضیلت کسی اور سبب سے ہوتی ہے۔ پس غور کرنا چاہیے کہ اس مہینہ میں اور پیر کے دن میں کس وجہ سے فضیلت ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پیر کے دن روزے کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس دن آپ پیدا ہوئے! اس سبب سے مناسب یہ ہے کہ جب یہ مہینہ شروع ہو تو اس کی نہایت تعظیم اور تکریم کی جائے اور اس کے شایان شان اس کا احترام کیا جائے کیونکہ

[1] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ حسن المقصد (الحاوی للفتاوی) ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی اسی میں ہے کہ فضیلت والے ایام میں نیکی کے افعال اور کار ہائے خیر بکثرت کیے جائیں کیا تمہیں نہیں معلوم کہ امام بخاری نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت کار خیر کرتے تھے اور سب سے زیادہ کار خیر رمضان شریف میں کرتے تھے لہٰذا ہم آپ کی پیروی میں فضیلت والے دنوں کی تعظیم کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ایام فضیلت میں زیادہ عبادت اور زیادہ کار خیر کیے ہیں وہ معلوم اور معروف ہیں (جیسے رمضان شریف) اور اس مبارک مہینہ میں آپ کا خصوصیت کے ساتھ زیادہ عبادت اور کار ہائے خیر کرنا ثابت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس ماہ میں زیادہ عبادت اس لیے نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ امت سے تخفیف کا ارادہ کرتے تھے اور اس پر رحمت اور شفقت کرتے تھے۔ بالخصوص ان امور میں جن کا تعلق آپ کے ساتھ تھا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا اور فرمایا اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے شکاری جانور کو قتل کرنے اور مدینہ کے درخت کو کاٹنے کی سزا نہیں مقرر فرمائی جیسا کہ مکہ میں ان چیزوں پر سزا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہو آپ اس کے احکام میں امت پر شفقت کی خاطر تخفیف کر دیتے تھے [1]

علامہ ابن الحاج کے شبہات اور ان کے جوابات

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے یہ جو کچھ لکھا تھا وہ حق اور صواب ہونے کے لحاظ سے شک اور شبہ سے بالاتر تھا۔ اس کے بعد انھوں نے محفل میلاد میں بعض لوگ جو خرابیاں کرتے ہیں ان کا ذکر کر کے رد کیا ہے خصوصاً آلات موسیقی کا رد کرتے کرتے وہ راہِ اعتدال سے ہٹ گئے، لکھتے ہیں:

اگر محفل میلاد سماع سے خالی ہو اور اس میں صرف کھانا کھلانے پر اقتصار کیا جائے اور صرف میلاد کی نیت ہو اور اس میں مسلمان بھائیوں کو بلایا جائے اور ان تمام مفاسد سے خالی ہو جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تب بھی یہ عمل نفس میلاد کی نیت سے بدعت ہے کیونکہ اس فعل میں دین پر زیادتی ہے اور سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں رہا اور سلف کی اتباع صرف اولیٰ ہی نہیں واجب ہے، کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی سب سے زیادہ اتباع اور تعظیم کرنے والے تھے اور ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ انھوں نے میلاد کیا ہو [2]

میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین میں کسی سے یہ بھی منقول نہیں ہے کہ انھوں نے ماہ ربیع الاول کی تعظیم کی ہو اور اس ماہ میں زیادہ عبادات اور کار ہائے خیر کرنے کو واجب قرار دیا ہو اس لیے اس ماہ میں عبادات کی زیادتی اور کار ہائے خیر کی کثرت بھی بدعت قرار پائی حالانکہ علامہ ابن الحاج ص ۲۶۱ پر اس کو واجب قرار دے چکے ہیں اور

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ، المدخل ج ۱ ص ۲۶۳ - ۲۶۱، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

[2] // // // المدخل ج ۱ ص ۲۶۸

ہم نے اس سے پہلے اس عبارت کا ترجمہ نقل کر دیا ہے، علامہ ابن الحاج کی یہ عبارت چونکہ اصول اسلام کے خلاف ہے اس لیے باطل اور مردود ہے اور صحیح بات وہ ہے جس کو انھوں نے اس بحث کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ سلف صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اس کی تعظیم کو ہم سے زیادہ جاننے والے تھے اس کے باوجود انھوں نے محافل میلاد منعقد نہیں کیں اور ہم ان کے تابع ہیں اس لیے ہم کو بھی انکی اتباع کرنی چاہیے بلکہ لکھتے ہیں کہ ان کی اتباع زیادہ واجب ہے، اس اصول پر کہا جا سکتا ہے کہ سلف صالحین میں تابعین سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کو جاننے والے تھے اس لیے جس کام کو صحابہ نے نہیں کیا وہ تابعین کو نہیں کرنا چاہیے تھا اور ان کا کیا ہوا وہ کام صرف اس وجہ سے ناجائز اور بدعت ہو جانا چاہیے کہ ان سے پہلے بزرگوں نے اس کام کو نہیں کیا، مثلاً مسجد میں محراب بنانے کی ابتداء حضرت عمر بن عبد العزیز نے کی اور قرآن مجید میں حجاج بن یوسف نے اعراب لگائے اس اصول سے یہ دونوں کام ناجائز اور بدعت ہوگئے کیونکہ اگر یہ کام صحیح ہوتے تو ان سے زیادہ دین کا درک رکھنے والے صحابہ کرام اس کام کو کیوں ترک کرتے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی بہ نسبت دین اور شریعت کو جاننے والے خود جناب رسالت ہیں کہ آپ کا منصب اور مقام ہی دین اور شریعت کو وضع کرنا ہے اس لیے جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو وہ بدعت قرار پائے گا مثلاً حضرت عثمان نے جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ کیا، حضرت عمر نے تراویح کی نماز شروع کرائی، اگر ان کاموں میں کوئی خیر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو کیوں ترک کرتے؟ علامہ ابن الحاج کے سامنے قرآن مجید کا جو نسخہ تھا اس میں سورتوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ یہ بہت بعد کے لوگوں نے رواج دیا تھا اور ان سے پہلے کے سلف صالحین نے قرآن مجید کے نسخوں میں سورتوں کے نام نہیں لکھے تھے اور تادم تحریر دنیائے اسلام میں قرآن مجید کے نسخے اسی طرح چھپ رہے ہیں، اگر اس کام میں خیر ہوتی تو اتباع تابعین، تابعین، اور صحابہ میں سے کوئی تو یہ کام کرتا پھر اس اصول پر قرآن مجید کے ان نسخوں کو کیا کہا جائے گا؟ ہم نے اختصار کی غرض سے صرف چند مثالیں پیش کی ہیں۔

ثانیاً گزارش یہ ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد نہیں منعقد کیں، بجا ہے لیکن صحابہ اور تابعین نے اس فعل سے منع بھی تو نہیں کیا، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع۔ کسی کام کا کرنا اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس کا نہ کرنا اس کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا، صنعت و حرفت اور طرق تبلیغ میں سے چند کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں اور سینکڑوں کام اور طرق تبلیغ میں مثلاً تصنیف و تالیف وغیرہ جناب رسالت، صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے نہیں کیے تو کیا یہ سب ناجائز ہیں؟

ثالثاً صحابہ اور تابعین کے محافل میلاد منعقد نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ دن رات دین کے زیادہ اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے مثلاً اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا، کافروں کو مسلمان کرنا، مرتدین اور دین کے باغیوں کو تہ تیغ کرنا، حدود الٰہیہ کو قائم کرنا اور اسلام کا سورج جو کبھی غروب نہیں ہوتا تھا ان تمام شہروں میں نظم و نسق قائم کرنا۔

رابعاً ہر وہ کام جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کیا جائے اور وہ کام آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتا ہو، اس کو کرنا جائز ہے بشرطیکہ شرک نہ ہو خواہ اس کام کی مثیل اور نظیر عہد صحابہ اور تابعین میں نہ ہو۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهنا امران لا بد منهما احدهما وجوب تعظيم النبي صلى الله عليه وسلم ورفع رتبته عن سائر الخلق والثاني افراد الربوبية واعتقاد ان الرب تبارك وتعالى منفرد بذاته وصفاته وافعاله عن جميع خلقه فمن اعتقد في مخلوق مشاركة البارى سبحانه وتعالى في شئ من ذلك فقد اشرك ومن قصر بالرسول صلى الله عليه وسلم عن شئ من مرتبته فقد عصى او كفر ومن بالغ في تعظيمه صلى الله عليه وسلم بانواع التعظيم ولم يبلغ به ما يختص بالبارى سبحانه وتعالى فقد اصاب الحق وحافظ على جانب الربوبية والرسالة جميعا وذلك هو القول الذي لا افراط فيه ولا تفريط۔ [1]

یہاں دو باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا واجب ہونا اور آپ کے مرتبہ کو تمام مخلوق سے بلند ماننا، دوسرا اللہ تعالیٰ کی انفرادیت اور اس بات کا اعتقاد کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں تمام مخلوقات سے منفرد ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی مخلوق کی شرکت کا اعتقاد رکھے وہ مشرک ہے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ میں کسی قسم کی کمی کرے وہ گناہ گار یا کافر ہے، اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں تمام اقسام تعظیم کے ساتھ مبالغہ کرے اور وہ چیز ان چیزوں کو شامل نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں تو اس کی یہ تعظیم حق وصواب ہے اور اس نے توحید ورسالت دونوں جانبوں کی رعایت کر لی اور یہی وہ قول ہے جس میں کوئی افراط وتفریط نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

وما يفعله بعض الناس من النزول بالقرب من المدينة والمشي على اقدامه الى ان يدخلها حسن وكل ما كان ادخل في الادب والاجلال كان حسنا۔ [2]

بعض لوگ مدینہ طیبہ آنے سے پہلے سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ کام جو بارگاہ رسالت میں زیادہ ادب اور تعظیم کا مظہر ہو وہ مستحسن ہے۔

یہ عبارت عالمگیری میں بھی ہے۔ [3]

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ ہر وہ کام جو تعظیم رسول کا مظہر ہو اور منافی نصاً نص باری نہ ہو اس کا کرنا مستحسن ہے خواہ اس کی سلف صالحین میں کوئی نظیر نہ ہو لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر محفل میلاد کو منعقد کرنا اور کھڑے ہو کر ادب سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا بلاشبہ امر مستحسن ہے۔

---

[1] علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الجوہر المنظم، ص ۱۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۹۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاویٰ ہندیہ، ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

علامہ ابن الحاج نے بارگاہ رسالت کے آداب سے خود بھی ایمان افروز مثالیں ذکر کی ہیں جن پر سلف صالحین کا عمل نہیں رہا اس کے باوجود وہ افعال اہل ایمان کے دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: ایک بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے گئے اور مدینہ طیبہ کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر شہر کے باہر سے زیارت کر لی، ان سے کہا گیا، آپ شہر میں نہیں جاتے؟ انھوں نے کہا مجھ ایسا شخص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں داخل ہو سکتا ہے؟ اسی طرح خلیفہ کا قاصد حضرت امام مالک کے پاس خچر لے کر آیا کہ اس پر سوار ہو کر خلیفہ سے ملنے جائیں تو انھوں نے خچر پر سوار ہونے سے معذرت کر لی، اور کہا جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں سے چلے ہوں وہاں میں سوار ہو کر چلوں یہ نہیں ہو سکتا! [۱]

اہل محبت سے اس قسم کی بہت سی مثالیں یادگار ہیں بہر حال جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر عید میلاد کی محافل تمام کرتے ہیں اور اس میں سلام اور قیام کرتے ہیں اور آپ کی جناب میں صدقات وخیرات اور دیگر عبادات کے ہدایا کا ایصال ثواب کرتے ہیں ان کے یہ اعمال یقیناً مستحسن اور خیر و برکت کے موجب ہیں خواہ اس سے پہلے سلف صالحین میں ایسی مثالیں مروج نہ رہی ہوں۔

ماہ ربیع الاوّل اور پیر کے دن میں آپ کی ولادت کی وجہ

علامہ ابن الحاج نے ماہ ربیع الاوّل کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز نکتہ بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاوّل میں پیر کے دن ہوئی، ماہ رمضان میں نہیں ہوئی جس میں قرآن مجید نازل ہوا نہ لیلۃ القدر میں ہوئی نہ حرمت والے مہینوں میں نہ شعبان کی پندرہویں شب میں نہ جمعہ کے دن نہ اس کی شب میں، ابن الحاج لکھتے ہیں اس کا جواب چار طریقوں سے ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ درخت اور پھل وغیرہ پیر کے دن پیدا کیے گئے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ انسان کی مادی حیات کے اسباب جس طرح پیر کے دن بنائے گئے اسی طرح اس کی روحانی حیات کا سبب کامل بھی پیر کے دن پیدا کیا گیا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ربیع کے معنی ہیں بہار اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسانیت کا گلشن صدیوں سے آباد تھا لیکن اس میں بہار اس وقت آئی جب آپ کی ولادت ہوئی۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فصل ربیع تمام فصول میں افضل ہوتی ہے اسی طرح آپ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے افضل ہے اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ رمضان، لیلۃ القدر، شعبان کی پندرہویں شب یا جمعہ کی شب کو پیدا ہوتے تو ان اوقات سے آپ کو فضیلت ملتی اور جب آپ ربیع الاوّل میں پیر کے دن پیدا ہوئے تو اس دن کو آپ کی وجہ سے فضیلت ملی اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کسی سے فضیلت نہیں پاتے بلکہ کائنات میں جو بھی فضیلت پاتا ہے وہ آپ سے فضیلت پاتا ہے۔ [۲]

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد ابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ، المدخل ج ا ص ۲۱۶، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

[۲] المدخل ج ا ص ۲۹۸ - ۲۸۱ " "

علامہ ابن الحاج کی عبارات پر علامہ یوسف صالحی کا تبصرہ

علامہ یوسف صالحی شامی، علامہ ابن الحاج کی دونوں عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علامہ ابن الحاج نے نفس میلاد کی مذمت نہیں کی بلکہ بعض مجالس میلاد جن محرمات اور منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں ان کا رد کیا ہے کیونکہ ان کی ابتدائی عبارت میں تصریح ہے کہ اس ماہ مبارک میں خیرات، صدقات اور نیکی کے کاموں کو بکثرت کرنا چاہیے اور میلاد شریف سے اس کے سوا اور کیا مراد ہے؟ کیونکہ محافل میلاد میں قرآن مجید کی تلاوت اور کھانا کھلانے کے سوا اور کیا ہوتا ہے اور یہ خیر اور عبادت ہے اور اس عمل کو ہم مستحسن قرار دیتے ہیں، البتہ انھوں نے آخر میں جو میلاد شریف کو بدعت کہا ہے تو یہ ان کے پہلے کلام کے خلاف ہے یا تو اس کا محمل یہ ہے کہ بدعت سے ان کی مراد بدعت حسنہ ہے اور یا یہ مراد ہے کہ عمل مولد کی نیت بدعت ہے کیونکہ اسلاف میں سے کسی نے عمل مولد کی نیت نہیں کی، لیکن یہ بات ان کی پہلی عبارت کے ساتھ مطابق نہیں ہے کیونکہ پہلی عبارت میں انھوں نے اس ماہ میں نیکی کے کاموں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پر برانگیختہ کیا ہے اور جو شخص عمل مولد کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مکارم کا بیان اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے بھائیوں کو خوشی میں کھانا کھلاتا ہے اور یہ بعینہ وہ نیکی ہے جس کو کرنے کی انھوں نے شروع میں تلقین کی تھی تو اب اس نیکی کی مذمت کیوں کی جا رہی ہے؟

علامہ فاکہانی شافعی نے بھی میلاد شریف کا انکار کیا ہے اور اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد میں اس رسالہ کا بتمامہ ذکر کر کے رد کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت مطلقاً مذموم نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ مذموم ہے یا بدعت مکروہہ اور یہ بدعت حسنہ ہے، علامہ یوسف صالحی شامی نے بھی علامہ سیوطی کے جوابات کو سبل الہدیٰ والرشاد میں نقل کیا ہے[1]

علامہ حلبی کے دلائل

علامہ حلبی لکھتے ہیں: مسلمانوں میں یہ عادت جاری ہو گئی ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر سنتے ہیں تو آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر چند کہ یہ قیام بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت قائم کر کے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور علامہ عز الدین ابن عبد السلام نے فرمایا بدعت کی پانچ قسمیں ہیں (شرح صحیح مسلم ج ۲ میں اس کی تفصیل دیکھئے) اور بدعت کی یہ اقسام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں "نئے کاموں سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے" اور "جس نے ہمارے اس امر (شریعت یا دین) میں ایسا کام ایجاد کیا جو اس (شریعت) سے نہ ہو وہ مردود ہے"، ان احادیث میں بدعت سے عام معنی نہیں بلکہ خاص معنی مراد ہے (یعنی بدعت سیئہ) کیونکہ ہمارے امام شافعی نے فرمایا جو چیز کتاب، سنت، اجماع یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے اور جو نیک کام ایجاد کیا جائے اور وہ ان کے خلاف نہ ہو وہ بدعت محمودہ ہے۔ امام شافعی کے زمانہ کے تمام مشائخ نے اس مسئلہ میں ان کی پیروی کی اور

---

[1] علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ قاہرہ ۱۳۹۲ھ

حکایت ہے کہ امام سبکی کے پاس ان کے معاصر علماء کی ایک جماعت اکٹھی ہوگئی۔ اس وقت ان میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں علامہ صرصری کے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) اگر بہت عمدہ کاتب چاندی کے کاغذ پر سونے کے پانی سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نعت لکھے اور اس نعت کو سن کر علماء صف بستہ یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجائیں تو آپ کے مقام کے اعتبار سے یہ تعظیم بھی کم ہے یہ اشعار سنتے ہی علامہ سبکی اور تمام علماء کھڑے ہوگئے اور اس مجلس میں آپ کی محبت کا بہت زیادہ اثر ظاہر ہوا، علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ علامہ سبکی کا یہ عمل اقتداء کے لیے کافی ہے نیز علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کے استحباب پر امت کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کا عمل اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسنہ ہے اسی وجہ سے علامہ نووی کے استاذ شیخ ابوشامہ نے فرمایا ہمارے زمانہ میں ہر سال ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف ہوتا ہے جس میں خوشی اور زینت وسجاوٹ کا اظہار کیا جاتا ہے اور نیکی اور اچھائی کے کام کئے جاتے ہیں لوگ عبادت کرتے ہیں اور لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ تمام کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے مسلمانوں پر جو احسان فرمایا ہے اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس کے شکر پر دلالت کرتے ہیں، علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ میں اسلاف میں سے کسی نے میلاد شریف نہیں کیا یہ بعد میں شروع ہوا، پھر ہمیشہ سے اہل اسلام تمام ملکوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور میلاد شریف کی برکات سے ان پر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا جو لوگ میلاد شریف کرتے ہیں ان پر اس سال امان ہوتی ہے اور انھیں مطلوب حاصل ہونے کی جلد بشارت مل جاتی ہے[1]

علامہ ابن عابدین شامی کا نظریہ

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کو سننے کے لیے جمع ہونا، اعظم عبادات سے ہے کیونکہ میلاد شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ذکر ہوتا ہے اور آپ کے ذکر سے محبت آپ کے قرب کا ذریعہ ہے اور جلیل القدر علماء نے تصریح کی ہے کہ جس سال میلاد شریف کیا جائے اس سال امان رہتی ہے اور مقصود میں کامیابی کی جلد بشارت ملتی ہے جیسا کہ ابن الجزری نے تصریح کی ہے اور اس کو علامہ حلبی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے اسی طرح علامہ ابن حجر ہیثمی مکی نے رسالہ مولد میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں ذکر کیا ہے، اور ہر وہ شخص جو آپ کی محبت میں صادق ہے اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ میلاد النبی کے مہینہ میں خوشی منائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے لیے محفل منعقد کرے جس میں احادیث صحیحہ سے آپ کے میلاد کے واقعات بیان کیے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے صالحین کے زمرہ میں داخل ہوگا اور جس شخص کے جسم میں آپ کی محبت سرایت کر جائے گی وہ جسم ان شاء اللہ بوسیدہ نہیں

---

[1] علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۸۳-۸۴، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔

ہوگا اور آپ کی شفاعت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو آپ سے محبت رکھتا ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرء مع من احب جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہو گا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد مبارک کی راتوں کو عید بنا لیا اور ان راتوں میں اگر صرف آپ پر بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے تو یہ بھی کافی ہے۔ [1]

ملا علی قاری کا نظریہ

ملا علی قاری فرماتے ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ میلاد النبی کی محفل کرنا جائز ہے، اور آپ کی سیرت اور آپ کی نعت سننے کے لیے اس محفل میں شریک ہونا جائز ہے اور لوگوں کی دعوت کرنا اور خوشی منانا جائز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی خاص اور معین رات میں محفل میلاد منعقد کرنا سنت ہے، اور جو شخص کسی معین شب میں محفل میلاد کی سنیت کا معتقد ہو وہ بدعتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ کے ساتھ تعلق ہر وقت مطلوب ہے، ہاں جس ماہ میں آپ کی ولادت ہوئی، اس مہینہ کی قوی ترجیح ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ محفل میلاد کا اجتماع تبلیغ دین کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور علماء کو چاہیے کہ وہ ان محافل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، آداب، آپ کی سیرت آپ کے معاملات اور آپ کی عبادات کا بیان کریں اور لوگوں کو آپ کی سیرت پر عمل کرنے کی نصیحت کریں۔ اور جو لوگ ان اجتماعات سے تبلیغ دین کا فائدہ نہیں اٹھاتے وہ محفل میلاد کی خیرات اور برکات سے محروم ہیں۔ [2]

محفل میلاد کے جواز اور استحباب پر ملا علی قاری کے دلائل

ملا علی قاری فرماتے ہیں: محفل میلاد کے جواز پر پہلی دلیل یہ ہے کہ ابولہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کی اور ثوبیہ کو آزاد کر دیا تو اس کی جزاء میں ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یوم ولادت کی خود تعظیم فرماتے تھے اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور اس دن کی تعظیم کے لیے ہر پیر کا روزہ رکھتے تھے جیسا کہ مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انعقاد محفل نبوی میں اگرچہ تعظیم کی صورت مختلف ہے لیکن تعظیم کا معنی موجود ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کرنا، قرآن مجید کا مطلوب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ "آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ"۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑی رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ جس زمانہ میں کوئی عظیم دینی کام ہوا ہو جب وہ زمانہ لوٹ کر آئے تو اس کی تعظیم کرنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قاعدہ کو مقرر فرمایا جب آپ نے یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو اس کا سبب معلوم کیا اور جب کہا گیا کہ یہ اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد لابن حجر بحوالہ جواہر البحار ج ۳ ص ۳۴۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المولد الروی فی المولد النبوی ص ۷-۸، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ۔

روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کو قوم فرعون سے نجات دی تھی تو آپ نے فرمایا تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام پر نعمت کا شکر ادا کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔" آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد کی ہیئت اجتماعیہ ہرچند کہ بدعت ہے لیکن اس کی اصل عہد رسالت میں موجود تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ولادت کا بیان فرمایا: انا دعوة ابی ابراھیم وبشارة عیسٰی ابن الذبیحین۔ "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں، میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (ایک حضرت اسماعیل اور ایک آپ کے والد حضرت عبداللہ۔ سعیدی غفرلہ) چھٹی دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا محرک، باعث اور سبب ہے اور جو چیز مطلوب شرعی کا سبب ہو وہ بھی شرعاً مطلوب ہوتی ہے۔ ساتویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں آپ کے معجزات اور کمالات اور آپ کی سیرت کا بیان ہوتا ہے اور ہمیں آپ کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم ہے، آٹھویں دلیل یہ ہے کہ جو شعراء صحابہ آپ کی مدح کرتے تھے اور نعتیہ اشعار پڑھتے تھے آپ ان سے خوش ہوتے اور ان کو انعامات سے نوازتے تو جب محفل میلاد میں آپ کے شمائل اور فضائل کا بیان ہوگا اور نعت خوانی ہوگی تو آپ اس سے خوش ہوں گے اور آپ کی خوشی شرعاً مطلوب ہے۔ نویں دلیل یہ ہے کہ آپ کے معجزات اور سیرت کا بیان آپ کے ساتھ ایمان کے کمال اور آپ کی محبت میں زیادتی کا موجب ہو وہ شرعاً مطلوب ہے۔ دسویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں اظہار سرور، مسلمانوں کو کھانا کھلانا اور آپ کی تعریف کرنا ہے یہ سب چیزیں آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتی ہیں اور آپ کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے۔ گیارہویں دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کی فضیلت یہ بیان کی ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو جس دن آپ پیدا ہوئے اس کی فضیلت کا کیا عالم ہوگا! جس جگہ کوئی نبی پیدا ہوا اس جگہ کی بھی شرعاً تعظیم ہے کیونکہ بیت لحم کے پاس جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا دو رکعت نماز پڑھیں اور بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے۔ بارہویں دلیل یہ ہے کہ تمام علماء اور تمام شہروں کے مسلمانوں نے محفل میلاد کو مستحسن قرار دیا اور حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور جس کام کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔ تیرہویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں ذکر کے لیے جمع ہونا، نعت خوانی، صدقہ وخیرات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور یہ تمام چیزیں سنت اور شرعاً مطلوب اور محمود ہیں۔ چودہویں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

كلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك ۔ "ہم تمام انبیاء کے واقعات آپ کو بیان کرتے ہیں جس سے ہم آپ کے دل کو استقامت پر رکھتے ہیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے واقعات سے ہم اپنے دل کی تسکین کے محتاج ہیں۔ پندرہویں دلیل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو عہد رسالت میں نہ ہو مطلقاً مذموم اور حرام نہیں ہے بلکہ اس کو دلائل شرعیہ سے دیکھا جائے گا اگر اس میں کوئی مصلحت واجبہ ہو گی تو وہ واجب ہو گی۔ اسی طرح مستحب، مباح، مکروہ اور حرام یہ سب بدعت کی اقسام ہیں۔ سولہویں دلیل یہ ہے کہ جو چیز صدر اوّل میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ نہ ہو لیکن افراد کے ساتھ ہو تو وہ بھی مطلوب شرعی ہے کیونکہ جس کے افراد شرعاً مطلوب ہیں اس کی ہیئت اجتماعیہ بھی شرعاً مطلوب ہو گی۔ سترھویں دلیل یہ ہے کہ اگر ہر بدعت حرام ہو تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا قرآن جمع کرنا، حضرت عمر کا تراویح کی جماعت کا اہتمام کرنا اور تمام علوم نافعہ کی تصنیف حرام ہو جائے گی اور ہم پر واجب ہو گا کہ ہم تیر کمان کے ساتھ کفار سے جنگ کریں اور بندوقوں اور توپوں سے جنگ حرام ہو اور میناروں پر اذان دینا، سرائے اور مدارس بنانا، ہسپتال اور یتیم خانے بنانا سب حرام ہو جائیں اس وجہ سے وہ بنا کام حرام ہو گا جس میں برائی ہو کیونکہ ایسے بہت سے کام ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف میں سے کسی نے نہیں کیا مثلاً تراویح میں ختم قرآن، ختم قرآن کی دعا، ستائیسویں شب کو امام الحرمین کا خطبہ دینا وغیرہا۔ اٹھارہویں دلیل یہ ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ جو چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ہے اور جو نیک کام ان کے مخالف نہ ہو وہ محمود ہے۔ انیسویں دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام میں اچھا کام ایجاد کیا اور بعد والوں نے اس پر عمل کیا تو اس کو ان کا اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کمی نہیں ہو گی۔ بیسویں دلیل یہ ہے کہ جس طرح حج کے افعال صفا مروہ کی دوڑ، صالحین کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہیں۔ اسی طرح محفل میلاد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہے [1]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں [2]

حاجی صاحب مذکور نے لکھا ہے:

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کیا جاوے۔ مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں [3]۔

حاجی صاحب ہی کا فرمان ہے:

---

[1] ۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المورد الروی فی المولد النبوی ملخصاً ص ۱۰۔۹، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ۔

[2] ۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵، مطبوعہ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور۔

[3] ۔ 〃 〃 ، شمائم امدادیہ ص ۵، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ۔

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے، البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں، اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ [1]

حاجی صاحب کا یہ بہت ایمان افروز ارشاد ہے۔

اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے، جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ [2]

شیخ تھانوی نے آخری جملہ اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا پر حاشیہ لکھا ہے۔

اقول: البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرنا زیادتی ہے۔ [3]

اور میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی بڑی زیادتی یہ ہے کہ محفل میلاد کو بدعت سیئہ قرار دیا جائے اور میلاد شریف کرنے والوں سے نفرت کی جائے اور انہیں اہل بدعت کے نام سے پکارا جائے!

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نظریہ

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہے حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور مولود شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑے ہونا اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور ان کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں کہ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اور بکثرت علماء دین نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف ہوئیں تو ہمیں اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں۔ [4]

نیز لکھتے ہیں:

یہ قیام مشہور اماموں میں برابر متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے برقرار رکھا۔ اور کسی نے رد و انکار نہیں کیا، لہٰذا مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام نیک سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے۔ [5]

. . .

---

[1] حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، شمائم امدادیہ ص ۵۰، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ

[2] شمائم امدادیہ ص ۶۸،

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق ص ۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

[4] اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، اقامۃ القیامہ ص ۱۸-۱۰، مطبوعہ نوری کتب خانہ ۱۳۹۵ھ

[5] اقامۃ القیامہ ص ۱۹

شیخ رشید احمد گنگوہی کا نظریہ

شیخ رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا:
انعقاد مجلس بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں
شیخ نے جواب دیا:

جواب: انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے (مستحسن کام کے لیے بلانا) منع ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر پڑھو گے حوالہ کتب معلوم ہو جائیں گے نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا فقط والسلام
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی [1]

شیخ گنگوہی کا جواب اور دلیل دونوں صحیح نہیں ہیں۔ جواب کی غلطی قارئین پر واضح ہو گئی ہوگی، دلیل اس لیے غلط ہے کہ امر مستحسن اور مستحب کے لیے عمل کی دعوت قرآن اور حدیث میں وافر تعداد میں موجود ہے۔ دیکھئے مساجد اور دینی مدارس کی تعمیر اور دینی جلسوں میں شرکت امر مستحب ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کام میں ہر فرقہ کے علماء بلا اختلاف دعوت دیتے ہیں اور اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

نواب بھوپالی کا نظریہ

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی عاشورہ محرم کے روزے رکھنے والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قلت وقد احتج بهذا الحديث قوم جاهلون على جواز الاحتفال بمولد النبي صلى الله عليه وسلم قياسا على يوم عاشوراء۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ جاہل لوگوں نے اس حدیث کے تحت عاشورہ کے روزے پر قیاس کر کے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی، علامہ ابن عابدین شامی اور دیگر علماء اہل سنت نے اس حدیث سے محفل میلاد پر استدلال کیا ہے۔

محفل میلاد کی ابتداء

بعض علماء نے لکھا ہے کہ میلاد شریف کی محفل کی ایجاد ساتویں صدی ہجری میں اربل کے بادشاہ ابو سعید مظفر نے کی ہے اور اس بات کو حافظ ابن کثیر کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ابو سعید مظفر کا مکمل تذکرہ لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے محفل میلاد مناتے تھے یہ نہیں لکھا ہے کہ وہ محفل میلاد کے موجد تھے اور انہوں نے اس کی ابتداء کی ہے۔ ہم حافظ ابن کثیر کی مکمل عبارت پیش کر رہے ہیں۔
حافظ ابن کثیر ۶۳۰ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:

الملك المظفر ابو سعيد كوكبرى احد الاجواد والسادات الكبراء والملوك الامجاد له آثار حسنة ــــ وكان يعمل المولد الشريف

بزرگ اور نیک بادشاہوں اور عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک شخص ابو سعید مظفر بادشاہ تھے، وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کرتے تھے۔ اور بہت عظیم محفل منعقد

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔
[2] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۱ ص ۳۸۰-۳۷۹، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۲ھ

فی ربیع الاول ویحتفل به احتفالا هائلا، وکان مع ذلک شهما شجاعا فاتکا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واکرم مثواه وقد صنف الشیخ ابو الخطاب ابن دحیة له مجلدا فی المولد النبوی سماه التنویر فی مولد البشیر النذیر فاجازه بالف دینار وقد طالت مدته فی الملک فی زمان الدولة الصلاحیة وقد کان محاصر عکا والی هذه السنة محمود السیرة والسریرة قال السبط حکی بعض من حضر سماط المظفر فی بعض الموالد کان یمد فی ذلک السماط خمسة الاف راس مشوی وعشرة الاف دجاجة ومائة الف زبدیة وثلاثین الف صحن حلوی، قال وکان یحضر عنده فی المولد اعیان العلماء والصوفیة — وکانت له دار ضیافة للوافدین من ای جهة ومن ای صفة وکانت صدقاته فی جمیع القرب والطاعات علی الحرمین وغیرهما — وکان یصرف علی المولد فی کل سنة ثلاثمائة الف دینار وعلی دار الضیافة فی کل سنة مائة الف دینار وعلی الحرمین والمیاه بدرب الحجاز ثلاثین الف دینار سوی صدقات السر رحمه الله تعالی وکانت وفاته بقلعة اربل واوصی ان یحمل الی مکة فلم یتفق فدفن بمشهد علی[1]

کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت زیرک، بہادر، مدبر، پرہیزگار، عادل اور عالم دین تھے۔ شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے میلاد شریف کے موضوع پر التنویر فی مولد البشیر النذیر نامی ایک کتاب لکھی جس پر انھوں نے شیخ مذکور کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔ ان کی حکومت کافی عرصہ تک قائم رہی۔ عکا کا محاصرہ کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے ان کی سیرت اور حکومت بہت عمدہ تھی جو لوگ مظفر بادشاہ کی محفل میلاد میں شریک رہے ان کا کہنا ہے کہ اس محفل میں پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں ہوتی تھیں۔ دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ پنیر کی ٹکیاں، تیس ہزار مٹھائی کی ڈلیاں، اور ان کی محفل میلاد میں بہت بڑے بڑے علماء اور صوفیاء شریک ہوتے تھے۔ ہر علاقہ اور ہر قسم کے مہمانوں کے لیے بادشاہ مذکور کا دسترخوان کھلا رہتا تھا۔ وہ ہر قسم کی عبادات میں صدقہ اور خیرات کرتے تھے۔ حرمین شریفین کی عبادات پر بہت خرچ کرتے تھے۔ اور میلاد شریف کی محفل پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کرتے تھے اور مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتے تھے حرمین شریفین اور حجاز مقدس میں پانی کے انتظام پر تیس ہزار دینار خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بادشاہ مظفر پر رحمت کرے جو صدقات وہ خفیہ طور پر کرتے تھے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے (۶۳۰ھ میں) اربل کے قلعہ پر وہ فوت ہو گئے انھوں نے مکہ مکرمہ میں مدفون ہونے کی وصیت کی تھی لیکن پوری نہ ہو سکی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوار میں انھیں دفن کر دیا گیا۔

صحیح یہ ہے کہ عالم اسلام میں ہمیشہ سے اہل اسلام ربیع الاوّل کی مبارک راتوں میں محافل میلاد منعقد کرتے رہے ہیں۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

ومازال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده علیه السلام ویعملون الولائم ویتصدقون

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے مہینہ میں اہل اسلام ہمیشہ محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔ دعوت کا اہتمام

---

[1] ابو الفداء حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۱۳، ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع اول ۱۴۱۹ھ

فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراءة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم ومما جرب من خواصه انه امان فی ذلک العام وبشری عاجلة بنیل البغیة والمرام فرحم الله امرأ اتخذ لیالی شهر مولده المبارک اعیادا لیکون اشد علة علی من فی قلبه مرض واعیاء داء[1]

کرتے ہیں اور میلاد کی راتوں میں صدقہ اور خیرات کرتے ہیں خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں، میلاد شریف پڑھتے ہیں اور میلاد شریف کی برکات سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل عام ہوتا ہے اور محفل میلاد کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال امان رہتی ہے اور مطلوب کی بشارت جلد مل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد شریف کے مہینہ کی راتوں کو عید بنا دیا تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بغض رسالت کی بیماری ہے وہ اور بڑھ جائے۔

علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس عبارت کو علامہ حسین بن محمد دیار بکری،[2] علامہ ابن عابدین شامی،[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی[4] اور دیگر علماء و مشائخ نے اپنی اپنی تصانیف جلیلہ میں بیان کیا ہے۔

آخری گذارش ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ آسان عبارت میں اس مسئلہ کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور محفل میلاد کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے، میلاد شریف کرنے والوں کے لیے یہ کلمات طمانیت کا موجب ہوں اور جو لوگ محفل میلاد میں بے اعتدالی کرتے ہیں اور اس کار خیر میں لہو ولعب کا آمیزہ ملاتے ہیں وہ لوگ جو سرے سے اس کار خیر کے انعقاد کی مخالفت کرتے ہیں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور مصنف کے لیے توشۂ آخرت اور اس کی نجات کا وسیلہ بنا دے واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

بَابُ ۳۳۸ صَوْمِ شَهْرِ شَعْبَانَ

شعبان کے روزوں کا بیان

۲۶۴۷ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ وَلَمْ أَفْهَمْ مُطَرِّفًا عَنْ هَدَّابٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور سے فرمایا: تم نے شعبان کے وسط میں روزہ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا عید کے بعد تم دو

---

[1] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] علامہ حسین بن محمد دیار بکری، تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔
[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد لابن حجر (جواہر البحار) ج ۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی ۱۳۷۹ھ
[4] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، ماثبت بالسنہ ص ۶۰ مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ، لاہور۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْ لِآخَرَ أَصُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ إِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔

روزے رکھنا!

۲۶۴۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هَذَا الشَّهْرِ شَيْئًا فَقَالَ لَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مَكَانَهُ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کیا تم نے اس ماہ کے وسط میں روزے رکھے؟۔ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا عید الفطر کے بعد تم اس کی جگہ دو روزے رکھنا!

۲۶۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَخِي مُطَرِّفِ بْنِ الشِّخِّيرِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هَذَا الشَّهْرِ يَعْنِي شَعْبَانَ شَيْئًا قَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ شُعْبَةُ الَّذِي شَكَّ فِيهِ قَالَ وَأَظُنُّهُ قَالَ يَوْمَيْنِ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تم نے اس ماہ کے وسط میں (یعنی شعبان میں) روزہ رکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الفطر کے بعد ایک یا دو روزے رکھنا! شعبہ جس کو اس روایت میں شک ہے وہ کہتے ہیں میرا گمان ہے راوی نے کہا دو دن۔

۲۶۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ وَيَحْيَى اللُّؤْلُؤِيُّ قَالَا أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ هَانِئٍ ابْنُ أَخِي مُطَرِّفٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ف: اس حدیث سے شعبان کے روزوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ایک روزہ کی جگہ عید کے بعد دو روزے رکھنے کا حکم دیا، سرر، سرہ کی جمع ہے جس کے معنی وسط ہیں۔ بعض شارحین نے اس کا معنی آخر بھی کیا ہے۔ اس پر سوال ہوگا کہ شعبان کے آخر میں روزے کی فضیلت کیسے ہوگی جبکہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے آپ نے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لیے ہے جس کی عادت ہر ماہ کے آخر میں روزہ رکھنا ہو کیونکہ اس کے لیے رمضان سے ایک یا دو روز پہلے روزہ رکھنا منع نہیں ہے۔

بَابُ ۳۳۹ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

محرم کے روزوں کی فضیلت

۲۶۵۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

۲۶۵۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَرْفَعُهُ قَالَ سُئِلَ أَيُّ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ وَأَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ الصَّلٰوةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللّٰهِ الْمُحَرَّمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا فرض نماز کے بعد کون سی نماز سب سے افضل ہے؟ اور ماہ رمضان کے بعد کس ماہ کے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے اور ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔

۲۶۵۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي ذِكْرِ الصِّيَامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

ف: اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں حالانکہ اس سے پہلے ابواب میں گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے بعد سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھتے تھے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ممکن ہے آپ کو محرم کی فضیلت کا علم آخر عمر میں ہوا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ علم کے باوجود آپ نے کسی عارضہ کی بنا پر محرم کی بجائے شعبان میں روزے رکھے ہوں۔

بَابُ ۳۳۰ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ اِتْبَاعًا لِّرَمَضَانَ

رمضان شریف کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

۲۶۵۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الْحَارِثِ الْخَزْرَجِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے۔

۲۶۵۵ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَخُوْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۲۶۵۶ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَيُّوْبَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ...... اس کے بعد مثل سابق ہے۔

شوال کے چھ روزوں میں مذاہب اربعہ

علامہ نووی لکھتے ہیں ان احادیث میں امام شافعی، امام احمد اور داؤد وغیرہ کے مذہب پر صریح دلالت ہے، جو اس بات کے قائل ہیں کہ رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے مستحب ہیں، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ روزے مکروہ ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں لکھا ہے کہ میں نے اہل علم میں سے کسی کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ روزے رکھنا اس لیے مکروہ ہیں کہ کوئی شخص ان کے وجوب کا گمان نہ کرے۔

امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل یہ احادیث صریحہ ہیں، اور جب ایک چیز سنت سے ثابت ہو جائے تو بعض، اکثر، یا تمام لوگوں کے قول کی بناء پر ترک نہیں کی جا سکتی، رہا ان کا یہ قول کہ شوال کے چھ روزے رکھنے سے

خطرہ ہے کہ ان کے وجوب کا گمان نہ کر لیا جائے تو یہ قول عرفہ اور عاشورہ کے روزے میں بھی جاری ہو سکتا ہے جب کہ وہ بالاتفاق مستحب ہیں۔ ہمارے اصحاب کا قول یہ ہے کہ عید الفطر کے بعد یہ چھ روزے پے در پے اور متواتر رکھنے چاہئیں اور اگر یہ روزے متفرق کر کے رکھے یا شوال کے اواخر میں رکھے جائیں تب بھی متابعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی کیونکہ بہر حال یہ روزے شوال میں رکھے گئے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ چھ روزے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر اس لیے ہوں گے کہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے۔ تیس روزے رمضان کے اور چھ یہ روزے مل کر چھتیس ۳۶ روزے ہوئے اور دس سے ضرب دینے کے بعد حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہوا۔ اور چونکہ سال میں تقریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اس لیے جو شخص رمضان کے بعد شوال کے یہ چھ روزے بھی رکھتا ہے اس کو تین سو ساٹھ روزے رکھنے کا اجر مل جائے گا۔ [1]

احناف کے مذہب کی وضاحت

امام ابو حنیفہ نے عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے خواہ متصل رکھے جائیں یا متفرق" تاکہ فرض پر زیادتی کے ساتھ تشبیہ نہ ہو، اور امام ابو یوسف نے متصل طور پر شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے اور متفرق طور پر ان چھ روزوں کو مستحب اور مسنون قرار دیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہاء احناف اصالۃً حدیث کی پیروی کرتے ہیں اور اگر امام ابو حنیفہ کا کوئی قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو امام کے قول کی بجائے حدیث رسول کی پیروی کرتے ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ حدیث ان تک نہیں پہنچ سکی یا یہ حدیث ان کے نزدیک شرائط قبول کی حامل نہیں تھی، امام مالک نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن مالکی علماء نے بھی امام مالک کے قول پر نہیں بلکہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کیا ہے۔ قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: شوال کے چھ روزوں کے متعلق یہ حدیث ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے لیکن امام مالک نے ان کو مکروہ فرمایا یا اس خدشہ کی بناء پر کہ لوگ غیر رمضان کو رمضان میں شامل نہ کر لیں یا ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی اور یا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی اور زیادہ ظاہر یہی بات ہے۔[2] امام اعظم کی طرف سے بھی یہی قول پیش کیا جا سکتا ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہیں خواہ متفرقاً رکھے جائیں یا متصلاً اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ اگر یہ روزے متصل رکھے جائیں تو مکروہ ہیں اور اگر متفرقاً رکھے جائیں تو مکروہ نہیں ہیں لیکن عام متاخرین کے نزدیک شوال کے چھ روزوں میں مطلقاً کوئی کراہت نہیں ہے۔[3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی نے اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا ہے: علامہ قاسم نے اپنے فتاویٰ میں تمام متاخرین کی عبارات جمع کی ہیں اور ان لوگوں کے قول کا رد کیا ہے جنھوں نے کراہت کے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ یہ روزے متصلاً رکھے جائیں اور ایک قول تفریق کا بھی ہے۔[1]

عالمگیری میں البحر الرائق کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ شوال کے چھ روزے متصلاً رکھنا مکروہ نہیں ہے۔[2]

علامہ طحطاوی نے تنویر اور حاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ شوال کے چھ روزوں کو متفرقاً رکھنا مستحب ہے اور متصلاً رکھنا مکروہ نہیں ہے۔[3]

علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ شوال کے چھ روزے رکھنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ مسلسل روزے رکھنا افضل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ثم اتبعہ "پھر عید کے بعد چھ روزے رکھے" یا متفرق طور پر روزے رکھنا افضل ہے تاکہ فرض پر زیادتی کرنے میں اہل کتاب کی مخالفت ہو۔[4]

شوال کے چھ روزے متفرقاً رکھنا مستحب ہے اور اگر یہ روزے مسلسل رکھے جائیں پھر بھی مذہب مختار کے مطابق مکروہ نہیں ہے (حاوی) امام ابو یوسف نے مسلسل روزے رکھنے کو مکروہ فرمایا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب عید کے دن کا روزہ رکھے اور اس کے بعد پے در پے پانچ روزے رکھے اور اگر عید کے دن افطار کیا اور پھر مسلسل چھ روزے رکھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔[5]

عبارت کا آخری ٹکڑا علامہ کاسانی کا ہے ان کا پورا متن حسب ذیل ہے:

ملک العلماء علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ومنہا اتباع رمضان بست من شوال کذا قال ابو یوسف کانوا یکرہون ان یتبعوا رمضان صوما خوف ان یلحق ذلک بالفریضۃ وکذا روی عن مالک انہ قال اکرہ ان یتبع رمضان بست من شوال وما رایت احدا من اہل الفقہ والعلم یصومہا ولم

شوال کے چھ روزے بھی مکروہ روزوں کی قسم میں داخل ہیں۔ امام ابو یوسف کا یہی قول ہے کیونکہ سلف رمضان کے بعد روزے رکھنے کو فرض میں اضافے کے اندیشے سے مکروہ سمجھتے تھے، امام مالک سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ انھوں نے کہا میں رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور میں نے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔
[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ۔ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔
[3] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۸۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ
[4] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۳۸۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر، طبع اول ۱۳۵۶ھ
[5] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۷۱، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

يبلغنا عن احد من السلف وان اهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق اهل الجفاء برمضان ما ليس منه والاتباع والمكروه هو ان يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة ايام فاما اذا افطر يوم العيد ثم صام بعده ستة ايام فليس بمكروه بل هو مستحب وسنة [۱]

کسی عالم اور فقیہ کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ سلف سے اس کے متعلق کوئی روایت پہنچی ہے اور اہل علم ان روزوں کو مکروہ سمجھتے تھے اور بے دین لوگوں کی اس بدعت سے ڈرتے تھے کہ وہ کہیں فرض میں زیادتی نہ کر دیں اور غیر رمضان کو رمضان میں شامل کر دیں۔ رمضان کے بعد اس طرح چھ روزے رکھنا مکروہ ہے کہ عید الفطر کے دن ایک روزہ رکھے اور اس کے بعد پانچ روزے رکھے۔ لیکن اگر عید کے دن افطار کیا اور اس کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب اور سنت ہے۔

بَابُ ۳۴۱ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ مَحَلِّهَا

شب قدر کی فضیلت اور اس کے وقوع کا بیان

۲۶۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کو (رمضان کے) آخری ہفتہ میں لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے موافق ہے۔ پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

۲۶۵۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو۔

۲۶۵۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان کی ستائیسویں شب میں لیلۃ القدر کو

---

[۱] علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَى رَجُلٌ أَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَاطْلُبُوهَا فِي الْوِتْرِ مِنْهَا۔

خواب میں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے۔ پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

٢٦٦٠ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلَيْلَةِ الْقَدْرِ إِنَّ نَاسًا مِنْكُمْ قَدْ أُرُوا أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْأُوَلِ وَأُرِيَ نَاسٌ مِنْكُمْ أَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْغَوَابِرِ فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا: تم میں سے کچھ لوگوں نے شب قدر کو ابتدائی سات دنوں میں دیکھا اور کچھ لوگوں نے آخری سات دنوں میں دیکھا، تم اس کو (رمضان کے) آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

٢٦٦١ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ وَهُوَ ابْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَإِنْ ضَعُفَ أَحَدُكُمْ أَوْ عَجَزَ فَلَا يُغْلَبَنَّ عَلَى السَّبْعِ الْبَوَاقِي۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو، اگر تم میں سے کسی شخص کو ضعف یا عجز لاحق ہو تو وہ آخری سات دنوں کے اندر تلاش کرنے میں سستی نہ کرے۔

٢٦٦٢ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُلْتَمِسَهَا فَلْيَلْتَمِسْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شب قدر کو ڈھونڈنا چاہتا ہے وہ اس کو (رمضان کے) آخری عشرے میں تلاش کرے۔

٢٦٦٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ جَبَلَةَ وَمُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَيَّنُوا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو (رمضان کے) آخری عشرے یا آخری ہفتے میں تلاش کرو۔

لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ أَوْ قَالَ فِي التِّسْعِ الْأَوَاخِرِ.

٢٦٦٤ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَيْقَظَنِي بَعْضُ أَهْلِي فَنُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ وَقَالَ حَرْمَلَةُ فَنَسِيتُهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی، پھر مجھے گھر کے کسی فرد نے جگا دیا اور میں شب قدر کو بھول گیا۔ اب اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

٢٦٦٥ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ مِنْ حِينِ يَمْضِي عِشْرُونَ لَيْلَةً وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ يَرْجِعُ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ ثُمَّ أَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيهَا فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أُجَاوِرُ هٰذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هٰذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَبِتْ فِي مُعْتَكَفِهِ وَقَدْ رَأَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فَأُنْسِيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مُطِرْنَا لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، پھر جب بیس راتیں گزر جاتیں اور اکیسویں شب کی آمد ہوتی تو آپ گھر جاتے اور آپ کے ساتھ جو صحابہ معتکف ہوتے وہ بھی گھر جاتے، پھر ایک ماہ آپ نے اس شب میں اعتکاف کیا جس شب میں آپ پہلے گھر چلے جاتے تھے (یعنی اکیسویں شب میں اعتکاف کیا) آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ احکام آپ نے لوگوں کو بیان کیے پھر آپ نے فرمایا پہلے میں اس (درمیانی) عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر مجھ پر ظاہر ہوا کہ میں اس آخری عشرے میں اعتکاف کروں جو شخص میرے ساتھ اعتکاف بیٹھا ہے وہ اپنی جائے اعتکاف میں رات بسر کرے، مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی، پھر بھلا دی گئی، تم اس کو (رمضان کے) آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری نے کہا اکیسویں شب میں بارش ہوئی اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کی جگہ پانی ٹپکا، جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کی طرف

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَقَدِ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُبْتَلٌّ طِينًا وَمَاءً۔

٢٦٦٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ قَالَ وَجَبِينُهُ مُمْتَلِئًا طِينًا وَمَاءً۔

٢٦٦٧ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلَى سُدَّتِهَا حَصِيرٌ قَالَ فَأَخَذَ الْحَصِيرَ بِيَدِهِ فَنَحَّاهَا فِي نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ فَكَلَّمَ النَّاسَ فَدَنَوْا مِنْهُ فَقَالَ إِنِّي اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيتُ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهُ قَالَ وَإِنِّي أُرِيتُهَا لَيْلَةَ وِتْرٍ وَإِنِّي أَسْجُدُ صَبِيحَتَهَا فِي طِينٍ وَمَاءٍ فَأَصْبَحَ مِنْ لَيْلَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَقَدْ قَامَ إِلَى الصُّبْحِ

دیکھا ــــــ آپ کے چہرہ مبارک پر پانی اور مٹی لگی ہوئی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے اعتکاف کیا وہ اپنی جائے اعتکاف میں رہے راوی کہتے ہیں دراں حالیکہ آپ کی پیشانی مبارک پانی اور مٹی سے آلودہ تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا پھر ایک ترکی خیمہ میں رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کر دی، پھر خیمہ سے سر باہر نکالا، اور لوگوں سے مخاطب ہوئے، لوگ آپ کے قریب ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: میں اس رات کی تلاش میں پہلے عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھا، پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا میری طرف وحی کی گئی کہ یہ آخری عشرے میں ہے تم میں سے جس شخص کو پسند ہو وہ اعتکاف کرے، لوگوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، آپ نے فرمایا میں نے شب قدر کو طاق رات میں دیکھا اور میں شب قدر کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا تھا۔ اکیسویں شب کو آپ نے رات بھر قیام کیا۔ صبح کے وقت بارش ہوئی اور مسجد سے پانی ٹپکا اور میں نے پانی اور مٹی دیکھی، جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر نکلے تو آپ کی پیشانی اور ناک کی چوٹی کا کنارہ

فَمُطِرَتِ السَّمَاءُ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَأَبْصَرْتُ الطِّينَ وَالْمَاءَ فَخَرَجَ حِينَ فَرَغَ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَجَبِينُهُ وَرَوْثَةُ أَنْفِهِ فِيهِمَا الطِّينُ وَالْمَاءُ وَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

پانی اور مٹی سے آلودہ تھے اور یہ آخری عشرہ کی اکیسویں صبح تھی۔

٢٦٦٨ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَأَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَكَانَ لِي صَدِيقًا فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ فَقُلْتُ لَهُ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ نَعَمْ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْوُسْطَى مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيتُهَا أَوْ نُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ كُلِّ وِتْرٍ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ قَالَ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَالَ وَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمُطِرْنَا حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ قَالَ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ.

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں شب قدر کا ذکر کیا، پھر میں اپنے دوست حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور ان سے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ تک نہیں چلتے؟ وہ میرے ساتھ گئے درآں حالیکہ انھوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ بیسویں صبح کو ہم اعتکاف سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی اور میں اس کو بھول گیا یا مجھے بھلا دی گئی۔ تم اس کو آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو اور میں نے خواب، میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے۔ حضرت ابوسعید نے کہا ہم لوٹ گئے اس وقت ہم نے آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت ابوسعید نے کہا، پھر بادل آئے اور ہم پر بارش ہوئی، مسجد کی چھت جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اس سے پانی ٹپکنے لگا پھر نماز قائم کی گئی اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے ہیں، حتیٰ کہ میں نے آپ کی مبارک پیشانی پر مٹی کے نشان دیکھے۔

٢٦٦٩ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرُ الطِّينِ۔

تو آپ کی پیشانی مبارک اور ناک کی نوک پر مٹی کے نشان تھے۔

۲۶۷۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ يَلْتَمِسُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَبْلَ أَنْ تُبَانَ لَهُ فَلَمَّا انْقَضَيْنَ أَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَقُوِّضَ ثُمَّ أُبِينَتْ أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَأَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَأُعِيدَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهَا كَانَتْ أُبِينَتْ لِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَإِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِهَا فَجَاءَ رَجُلَانِ يَحْتَقَّانِ مَعَهُمَا الشَّيْطٰنُ فَنُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ الْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا سَعِيدٍ إِنَّكُمْ أَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا قَالَ أَجَلْ نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْكُمْ قَالَ قُلْتُ مَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ قَالَ إِذَا مَضَتْ وَاحِدَةٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ وَهِيَ التَّاسِعَةُ فَإِذَا مَضَى ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا السَّابِعَةُ فَإِذَا مَضَى خَمْسٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا الْخَامِسَةُ وَقَالَ ابْنُ خَلَّادٍ مَكَانَ يَحْتَقَّانِ يَخْتَصِمَانِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، جس میں آپ لیلۃ القدر کا علم دیے جانے سے پہلے اس کو تلاش کرتے تھے، جب درمیانی عشرہ مکمل ہو گیا تو آپ نے خیمہ کو کھولنے کا حکم دیا، پھر آپ کو علم دیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا، پھر آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا، پھر دو شخص لڑتے ہوئے آئے جن کے ساتھ شیطان تھا پھر میں اس کو بھول گیا اب یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی اکیسویں ساتویں اور پانچویں رات میں ڈھونڈو۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا: اے ابو سعید! ہم لوگوں کی بہ نسبت اس گنتی کو تم زیادہ جانتے ہو۔ انھوں نے کہا ہاں اس گنتی کے تمہاری بہ نسبت ہم زیادہ حقدار ہیں، راوی کہتے ہیں میں نے کہا نویں ساتویں اور پانچویں سے کیا مراد ہے، انھوں نے کہا جب اکیسویں گذر جائے اور اس کے بعد بائیسویں آئے تو وہ نویں سے مراد ہے اور جب تیئسویں گذر جائے اس کے بعد جو شب آئے گی وہ ساتویں سے مراد ہے اور جب پچیسویں گذر جائے اور اس کے بعد جو رات ہو وہ پانچویں سے مراد ہے۔

۲۶۷۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَهْلِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ وَقَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَأَرَانِي صُبْحَهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ قَالَ فَمُطِرْنَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فَصَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْصَرَفَ وَإِنَّ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُنَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ.

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے شب قدر دکھائی گئی، پھر بھلا دی گئی، پھر میں نے خواب دیکھا کہ میں شب قدر کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ حضرت ابن انیس کہتے ہیں کہ تئیسویں شب بارش ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور مٹی کے نشان تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس تئیسویں شب کو شب قدر کہتے تھے۔

۲۶۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ الْتَمِسُوا وَقَالَ وَكِيعٌ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

۲۶۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَعَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ سَمِعَا زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يَقُولُ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَرَادَ أَنْ

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمام سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا، حضرت کعب نے کہا: اللہ تعالی ابن مسعود پر رحم فرمائے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ کہیں لوگ ایک رات پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور وہ رمضان کی ستائیسویں شب

لا يتكل الناس اما انه قد علم انها في رمضان وانها في العشر الاواخر وانها ليلة سبع وعشرين ثم حلف لا يستثني انها ليلة سبع وعشرين فقلت باي شيء تقول ذلك يا ابا المنذر قال بالعلامة او بالآية التي اخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم انها تطلع يومئذ لا شعاع لها۔

۲۶۷۴ - وحدثنا محمد بن مثنى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة قال سمعت عبدة بن ابي لبابة يحدث عن زر بن حبيش عن ابي بن كعب رضي الله تعالى عنه قال قال ابي في ليلة القدر والله اني لاعلمها قال شعبة واكبر علمي هي الليلة التي امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بقيامها هي ليلة سبع وعشرين وانما شك شعبة في هذا الحرف هي الليلة التي امرنا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وحدثني بها صاحب لي عنه۔

۲۶۷۵ - وحدثنا محمد بن عباد وابن ابي عمر قالا نا مروان وهو الفزاري عن يزيد وهو ابن كيسان عن ابي حازم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال تذاكرنا ليلة القدر عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ايكم يذكر حين طلع القمر وهو مثل شق جفنة۔

ہے۔ پھر انھوں نے بغیر ان شاء اللہ کہے قسم کھا کر کہا کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب میں ہے۔ میں نے کہا اے ابو المنذر تم یہ بات اتنے یقین سے کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا اس دلیل یا اس نشانی کی بناء پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تبلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات کے بعد جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا میں لیلۃ القدر کو جانتا ہوں! اور شعبہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت ابی نے فرمایا مجھے زیادہ یقین اس بات پر ہے کہ یہ وہی رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا تھا اور یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، شعبہ کو حضرت ابی کے ان الفاظ میں شک ہے "یہ وہی رات ہے جس میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کا حکم دیا تھا" اور کہا میرے ایک ساتھی نے شیخ سے یہ الفاظ اسی طرح نقل کیے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شب قدر کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کس کو یاد ہے، شب قدر اس شب میں ہے جس میں چاند طشت کے ایک ٹکڑے کی طرح طلوع ہوتا ہے۔

لیلۃ القدر کا لغوی اور عرفی معنی

لیلۃ القدر میں لفظ قدر کے علامہ راغب اصفہانی نے متعدد معانی بیان کیے ہیں، قدر کا ایک معنی قدرت ہے۔ کسی فعل کے کرنے یا کسی کام سے اپنے آپ کو روکنے کی طاقت کو قدرت کہتے ہیں۔ جب قدرت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس سے مراد خلق ہے اور

جب بندے کی صفت ہو تو اس سے مراد کسب ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ ایک رات کی عبادت کا ایک ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔ علامہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ قدرت کا دوسرا معنی تقدیر ہے اور تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اپنی حکمت کے تقاضے سے مخصوص مقدار، مخصوص صفت اور مخصوص مدت کے لیے پیدا فرماتا ہے۔ اس اعتبار سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک سال کے لیے بارش، رزق، جلانے اور مارنے کے احکام کا قلمدان اس رات میں فرشتوں کو سونپ دیتا ہے۔ علامہ اصفہانی نے قدر کا تیسرا معنی قدر و منزلت بیان کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الانعام: ۹۱) "انھوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی ایسی قدر نہیں کی"۔ اس اعتبار سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کرنے کی ابتدا فرمائی، لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف پورا قرآن مجید نازل فرمایا اور اس رات کی عبادت کا اجر ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ کر دیا۔ اس رات کے عبادت گزاروں کی زیارت کے لیے حضرت جبرئیل سمیت لاتعداد فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور طلوع فجر تک فرشتے اس رات کے عابدوں کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ علامہ اصفہانی نے قدر کا ایک معنی تنگی بیان کیا ہے، قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ (طلاق: ۷) "اور جس پر رزق تنگ کیا گیا ہے"۔ اس لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اتنے زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن منذر، ابن ابی حاتم، اور بیہقی نے اپنی سنن میں اپنی اپنی اسانید کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ کو اس بات سے بہت تعجب ہوا اور انھوں نے اپنے اعمال کو بہت کم خیال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی اور تسکین کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بھی ذکر کی ہے۔ علی بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر فرمایا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اسّی سال عبادت کی اور ان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں گذرا۔ آپ نے ان چار اشخاص میں حضرت ایوب، حضرت حزقیل، حضرت یوشع اور حضرت زکریا کا ذکر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو یہ سن کر تعجب ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا۔ یا محمد! آپ کی امت کو ان لوگوں کی اسّی سال کی عبادت سے تعجب ہوا! اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس سے بہتر چیز نازل کر دی ہے اور سورۂ قدر پڑھی اور کہا یہ اس چیز سے افضل ہے جس پر آپ کو اور آپ کی امت کو تعجب ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خوش ہوئے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ پہلے زمانے میں اس وقت تک کسی شخص کو عابد نہیں کہا جاتا تھا جب تک وہ ہزار ماہ عبادت نہ کرے اس لیے اس امت کو یہ رات دی گئی تاکہ اس ایک رات میں عبادت کر کے ان کا شمار عابدوں میں ہو جائے بلکہ پہلے زمانے سے بہتر عابدوں میں ہو جائے۔ ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی حکومت تراسی سال چار ماہ رہی ہے جو تقریباً ہزار کے برابر ہے اور اس مدت میں اسلام کے لیے فتوحات اور تبلیغ دین کی اہم خدمات ہوئیں لیکن اس رات میں عبادت بنو امیہ کی ہزار ماہ کی عبادتوں سے

افضل ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علامہ قرطبی کعب احبار کے حوالے سے لکھتے ہیں: بنی اسرائیل کے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی کی کہ اس بادشاہ سے کہیں کہ کوئی تمنا کرے اس نے یہ تمنا کی کہ میں اپنے مال، اولاد اور جان کے ساتھ جہاد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہزار لڑکے دیے۔ اس نے اپنے مال اور اولاد کے ساتھ ایک لشکر تیار کیا۔ وہ اپنے مال اور اولاد کو لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چل پڑا، وہ ہر ماہ جہاد کرتا اور اس کا ایک لڑکا شہید ہو جاتا۔ جب ایک لڑکا شہید ہو جاتا تو وہ دوسرے لڑکے کو میدان میں لے آتا۔ اس طرح ہر ماہ اس کا ایک لڑکا شہید ہوتا رہا اور وہ اس کے باوجود دن بھر روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ حتیٰ کہ ہزار ماہ میں اس کے ہزار لڑکے شہید ہو گئے پھر وہ خود آگے بڑھا اور کفار سے قتال کیا اور بالآخر شہید ہو گیا۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا اس شخص کی طرح تو کوئی بھی عبادت نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: "لیلۃ القدر خیر من الف شھر" یعنی لیلۃ القدر کی عبادت اس بادشاہ جیسی ہزار ماہ کی صیام وقیام اور جہاد کی عبادتوں سے افضل ہے[2]

علامہ قرطبی مؤطا امام مالک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گذشتہ امتوں کی عمریں دکھائی گئیں۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے مقابلے میں آپ کی امت کی عمریں کم ہیں۔ اس لیے آپ کی امت سابقہ امتوں کی طرح عبادت نہیں کر سکے گی۔ آپ کے اس قلق کو زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی اور اس ایک رات کی عبادت ہزار ماہ کی عبادتوں سے بہتر قرار دے دی[3]

علامہ قرطبی مجاہد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں زندگی، موت اور رزق وغیرہ کے احکام مدبرات امور کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ چار فرشتے ہیں۔ اسرافیل، میکائیل، عزرائیل اور جبرائیل علیہم السلام، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اس سال جس قدر بارشیں ہوتی ہیں جس قدر رزق ملتا ہے اور جن لوگوں نے جینا یا مرنا ہے اس کو لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھ دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ لیلۃ القدر میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ کون کون شخص بیت اللہ کا حج کرے گا، ان کے نام اور ان کے آباء کے نام لکھ دیے جاتے ہیں۔ نہ ان میں کوئی کمی کی جاتی ہے نہ کوئی اضافہ[4]۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ در مختار میں بعض شوافع سے نقل کر کے لکھا ہے کہ تمام راتوں میں سب سے افضل رات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی رات ہے پھر لیلۃ القدر ہے پھر معراج کی رات ہے پھر یوم عرفہ کی رات ہے پھر جمعہ کی رات ہے پھر نصف شعبان کی رات ہے۔ پھر عید کی رات ہے[5]۔

علامہ آلوسی غنیۃ الطالبین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۹۳ - ۱۹۲، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ۔

[3] ،، ،، الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۳ - ۱۳۲۔

[4] ،، ،، الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۰۔

[5] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

اس رات میں حضرت جبرائیل کو حکم دیتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر جائیں ان کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں، جب وہ زمین پر اترتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اور باقی فرشتے چار جگہوں پر اپنے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں، کعبہ پر، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر، بیت المقدس کی مسجد پر اور طور سینا کی مسجد پر۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ زمین پر پھیل جاؤ، پھر فرشتے تمام زمین پر پھیل جاتے ہیں اور جس مکان یا خیمے یا پتھر پر یا کسی کشتی میں غرض جہاں بھی کوئی مسلمان مرد یا عورت ہو وہاں فرشتے پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں جس گھر میں کتا یا خنزیر، یا شراب ہو یا تصویروں کے مجسمے ہوں یا کوئی شخص زنا کاری سے جنبی ہو وہاں نہیں جاتے۔ وہاں پہنچ کر فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جب فجر ہوتی ہے تو آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور جب پہلے آسمان کے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تھے۔ کیونکہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی لیلۃ القدر تھی۔ آسمان دنیا کے فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجات کے سلسلے میں کیا کیا؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نیک لوگوں کو بخش دیا اور بدکاروں کی شفاعت قبول کر لی، پھر آسمان دنیا کے فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ کی مغفرت فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اس کے بعد وہ فرشتے دوسرے آسمان پر جاتے ہیں اور وہاں اسی طرح گفتگو ہوتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ، جنت نعیم، جنت عدن، اور جنت الفردوس سے ہوتے ہوئے وہ فرشتے عرش الٰہی پر پہنچیں گے وہاں عرش الٰہی آپ کی امت کی مغفرت پر شکریہ ادا کرے گا اور کہے گا: اے اللہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ گذشتہ رات تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صالحین کو بخش دیا اور گنہگاروں کے حق میں نیکوکاروں کی شفاعت قبول کر لی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عرش! تم نے سچ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے میرے پاس بڑی عزت اور کرامت ہے اور ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا کبھی خیال آیا۔[۵]

فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں

فرشتوں کے زمین پر نزول کے بارے میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ زمین پر انسانوں کی عبادات کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں فرماتا ہے: ”تنزل الملئکۃ والروح فیہا باذن ربہم“ فرشتے اور جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کی اجازت سے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ بشمول جبرائیل تمام فرشتے اللہ تعالیٰ سے زمین پر آنے کی پہلے اجازت طلب کرتے ہیں پھر اس کے بعد زمین پر اترتے ہیں اور یہ چیز انتہائی محبت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ پہلے وہ ہماری طرف راغب اور مائل تھے اور ہم سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے لیکن اجازت کے منتظر تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے اجازت مل گئی تو قطار در قطار صف باندھے زمین پر اتر آتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے اس قدر گناہ ہوں کے باوجود فرشتے ہم سے ملاقات کی تمنا کیوں کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کو ہمارے گناہوں کا پتا نہیں چلتا کیونکہ جب وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے

۵۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔
۶۔ علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت طبع ثانی ۱۳۹۸ھ۔

ہیں تو مسلمانوں کی عبادات کو تفصیل کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جب گناہوں پر پہنچتے ہیں تو لوحِ محفوظ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس وقت فرشتوں کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات نکلتے ہیں "سبحان ہے وہ ذات جس نے نیکیوں کو ظاہر کیا اور گناہوں کو چھپا لیا۔"[1]

اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے خود عبادات سے مالا مال ہیں، تسبیح، تقدیس اور تہلیل کے تو نگر ہیں، قیام، رکوع اور سجود کون سی عبادت ہے جو ان کی جھولی میں نہیں ہے پھر انسانوں کی وہ کون سی عبادت ہے جسے دیکھنے کے شوق میں وہ انسانوں سے ملاقات کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص خود بھوکا رہ کر اپنا کھانا کسی اور ضرورت مند کو کھلا دے یہ وہ نادر عبادت ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی، گناہوں پر توبہ اور ندامت کے آنسو بہانا اور گڑگڑانا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا، اپنی طبعی نیند چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے رات کے پچھلے پہر اٹھنا اور خوفِ خدا سے ہچکیاں لے لیکر رونا یہ وہ عبادت ہے جس کا فرشتوں کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے گناہ گاروں کی سسکیوں اور ہچکیوں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح اور تہلیل کی آوازوں سے زیادہ پسند ہے، اس لیے فرشتے یادِ خدا میں آنسو بہانے والی آنکھوں کے دیکھنے اور خوفِ خدا سے نکلنے والی آہوں کے سننے کے لیے زمین پر اترتے ہیں!

امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں فرشتے مسلمانوں کی زیارت کریں گے اور اگر سلام عرض کریں گے: والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم "فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور آکر سلام کریں گے" اور لیلۃ القدر میں یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو آخرت تو الگ رہی دنیا میں بھی فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور اگر دنیا میں بھی تم کو سلام کریں گے۔ امام رازی نے دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ علماء اور صالحین کے سامنے زیادہ اچھا اور زیادہ خضوع و خشوع سے عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ اے انسانو! تم عبادت گزاروں کی مجلس میں زیادہ عبادت کرتے ہو آؤ اب ملائکہ کی مجلس میں عبادت خضوع اور خشوع سے عبادت کرو۔[2]

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اعتراض کی صورت میں کہا تھا کہ اسے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے جو زمین میں فسق و فجور اور خونریزی کرے گا، اس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی امیدوں سے بڑھ کر اجر و ثواب کا وعدہ کیا، اس رات کے عبادت گزاروں کو زبانِ رسالت سے مغفرت کی نوید سنائی، فرشتوں کی آمد اور ان کی زیارت اور سلام کرنے کی بشارت دی تاکہ اس کے بندے یہ رات جاگ کر گزاریں، تھکاوٹ اور نیند کے باوجود اپنے آپ کو بستروں اور آرام سے دور رکھیں تاکہ جب فرشتے آسمان سے اتریں تو ان سے کہا جا سکے یہی وہ ابن آدم ہے جس کی خونریزیوں کی تم نے خبر دی تھی یہی وہ شر بشر ہے جس کے فسق و فجور کا تم نے ذکر کیا تھا، اس کی طبیعت اور خلقت میں ہم نے رات کی نیند رکھی ہے لیکن یہ اپنے طبعی اور خلقی تقاضوں کو

---

[1] علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت طبع ثانی ۱۳۹۸ھ۔
[2] ایضاً ایضاً ایضاً تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۶۔

چھوڑ کر ہماری رضا جوئی کے لیے یہ رات سجدوں اور قیام میں گزار رہا ہے تم نے فسق و فجور اور خونریزیاں دیکھی تھیں، ہماری خاطر راتوں کو جاگ کر سجدہ کرنے والی جبینیں نہیں دیکھی تھیں، ہماری یاد کے سبب آنکھوں میں مچلنے والے آنسو نہیں دیکھے تھے!

دیکھو! اللہ تعالیٰ بڑے مان سے تمہاری عبادت دکھانے کے لیے آسمان سے فرشتے اُتارتا ہے کہیں تم یہ رات گناہوں میں گزار کر اس کا مان توڑ نہ دینا!!

کم عبادت پر زیادہ اجر کیوں ہے؟

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس عبادت میں زیادہ مشقت ہو اس میں زیادہ اجر ہوتا ہے اور ہزار ماہ کی راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے میں شب قدر کی بہ نسبت بہت زیادہ مشقت ہے پھر اس رات کا اجر ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نسبت کے بدلنے سے ثواب اور عذاب کے احکام بدل جاتے ہیں، اگر کوئی شخص ایک نماز اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو دس گنا اجر ہے، جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو ستائیس گنا اجر ہے، جامع مسجد میں پانچ سو گنا، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار گنا اور کعبہ میں نماز کا اجر ایک لاکھ گنا ہے، اسی طرح جس شخص پر زنا کی حد لگ رہی ہو اس سے کوئی کہدے کہ یہ زانی ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر کسی کافر کو بلا ثبوت زانی کہدیا تو تعزیر لگے گی اور کسی پاک دامن مسلمان کو زانی کہہ دیا تو حد قذف (اسی کوڑے) لگے گی، اور اگر یہی کلمہ العیاذ باللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی نبی کو کہہ دیا تو یہ کلمہ کفر ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ نسبت بدلنے سے ثواب اور عذاب کے احکام بدل جاتے ہیں۔

ماہِ رمضان اور لیلۃ القدر

اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کی فضیلت یہ بیان کی ہے: شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (البقرہ: ۱۸۵) "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا" اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس ماہ میں مسلمان کھانے پینے اور عمل تزویج کے طبعی تقاضوں کے برخلاف بھوک پیاس اور نفس کشی کو بقدر امکان برداشت کریں گے اللہ تعالیٰ کی صفت تجرّد اور تنزہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور چونکہ روزے رکھنے سے مادیت اور حیوانیت کم ہوتی ہے اور تجرّد اور روحانیت بڑھتی ہے۔ کیونکہ ماہ صیام میں اللہ تعالیٰ کے روزہ دار بندے اپنی بشریت میں صفات الوہیت کے حامل ہوتے ہیں اس لیے مناسب تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت کلام کو سینہ بشریت پر اتارنے کی ابتداء کے لیے اس ماہ کا انتخاب کرتا، لہٰذا ماہ رمضان میں کلام الٰہی کو نازل کرنے کی ابتداء کی گئی اور ماہ رمضان کی تیس راتوں میں سے لیلۃ القدر کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ علم الٰہی میں یہ بات تھی کہ اس رات اللہ کے بندے اس کی رضا جوئی کے لیے رات بھر جاگ کر عبادت کریں گے اور جس طرح اپنے طبعی تقاضوں کے برخلاف انہوں نے کھانے پینے کو چھوڑ کر دن روزے سے گزارا تھا اسی طرح اپنے فطری تقاضوں کے برخلاف نیند اور آرام کو چھوڑ کر رات سجدے اور قیام میں گزاریں گے اور یوں یہ بندے کلیۃً اپنی ذات کے تقاضوں کو چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے احکام کے تقاضوں کو پورا کریں گے اس لیے عین مناسب تھا کہ احکام الٰہیہ کے نازل کرنے کی ابتداء اس رات سے کی جاتی اسی لیے ارشاد ہوا: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر "بے شک ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔"

قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور الٓمّٓ میں تین حرف ہیں اور اس سے تیس نیکیاں ملتی ہیں تو پورے قرآن مجید کی تلاوت کا کتنا اجر ہوگا! یہ تو پڑھنے کا حال ہے پھر قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے

کا کس قدر ثواب ہوگا! قرآن مجید کی تلاوت کا ایک اور صلہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید اپنے تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گا اور اس کو جنت میں لے جانے گا، گویا قرآن مجید کی وجہ سے اجر بھی بہت ملتا ہے اور شفاعت بھی نصیب ہوتی ہے اسلیے بھی مناسب تھا کہ قرآن مجید اس رات میں نازل کیا جاتا جس رات میں عبادت کا اجر بھی بہت زیادہ ہو اور جو رات شفاعت کی بھی موجب ہو لیلۃ القدر میں عبادت کا اجر ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ ہے اور اپنے ساتھ شفاعت کرنے والے لاتعداد فرشتے لے کر آتی ہے! اس لیے لیلۃ القدر قرآن مجید کے بھی مناسب ہے اور رمضان شریف کے بھی کیونکہ رمضان شریف میں بھی ستر درجہ اجر و ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔

لیلۃ القدر میں مذاہب

لیلۃ القدر کس رات میں واقع ہوتی ہے اس میں صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور علماء امت کا کافی اختلاف ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لیلۃ القدر کے متعلق چالیس سے زیادہ اقوال مع دلائل ذکر کیے ہیں۔

ہم یہاں پر دلائل کو حذف کر کے مختصراً علامہ عسقلانی کی عبارت پیش کر رہے ہیں:

علامہ عسقلانی لکھتے ہیں کہ پہلا قول روافض اور شیعہ کا ہے کہ لیلۃ القدر مطلقاً اٹھالی گئی ہے اور اب بالکل واقع نہیں ہوتی یہ قول بداہۃً باطل ہے، دوسرا قول فاکہانی کا ہے کہ عہد رسالت میں صرف ایک سال لیلۃ القدر واقع ہوئی تیسرا قول بعض مالکیہ اور بعض شافعیہ کا ہے کہ لیلۃ القدر اس امت کے ساتھ خاص ہے اور پچھلی امتوں میں بالکل واقع نہیں ہوتی چوتھا قول احناف میں سے قاضی خاں اور ابوبکر رازی کا ہے کہ لیلۃ القدر پورے سال میں سے کسی ایک رات میں ہے حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور عکرمہ سے بھی یہی منقول ہے، پانچواں قول حضرت ابن عمر کا ہے کہ یہ پورے رمضان کی کسی ایک رات میں ہو سکتی ہے، امام ابوحنیفہ، ابن منذر اور بعض شافعیہ سے بھی یہی منقول ہے امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ یہ غیر معین رات ہے جو پورے رمضان میں منتقل ہوتی رہتی ہے چھٹا قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے یہ رمضان کی ایک معین رات ہے اور ہر بار اسی رات میں ہوتی ہے ساتواں قول حضرت عقیلی کا ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات ہے، آٹھواں قول سراج الدین ابن الملقن کا ہے کہ یہ نصف رمضان کی شب ہے نواں قول عکرمہ کا ہے کہ یہ نصف شعبان کی شب ہے دسواں قول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا ہے یہ رمضان کی سترھویں شب ہے گیارھواں قول عثمان بن ابی العاص اور حسن بصری کا ہے کہ یہ رمضان کے درمیانی عشرہ کی غیر معین شب ہے۔ بارھواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی اٹھارہویں شب ہے تیرھواں قول حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے کہ یہ رمضان کی انیسویں شب ہے۔ چودھواں قول امام شافعی کا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی پہلی رات ہے، پندرھواں قول ابن حزم کا ہے کہ اگر تیس کا مہینہ ہو تو یہ بیسویں رات ہے اور تیس سے کم کا مہینہ ہو تو اکیسویں رات ہے سولھواں قول یہ ہے کہ یہ بائیسویں رات ہے سترھواں قول یہ ہے کہ یہ تیئیسویں رات ہے۔ یہ حضرت ابوایوب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج کا قول ہے؛ اٹھارواں قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، شعبی، حسن اور قتادہ کا ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے۔ انیسواں قول ابوبکرہ کا ہے کہ یہ رمضان کی پچیسویں شب ہے، بیسواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی چھبیسویں رات ہے۔ اکیسواں قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی نظریہ

ہے۔ بائیسواں[۲۲] قول یہ ہے کہ یہ اٹھائیسویں شب ہے اور تیئیسواں[۲۳] قول ابن عربی کا ہے کہ یہ انتیسویں شب ہے، چوبیسواں[۲۴] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی تیسویں شب ہے، پچیسواں[۲۵] قول ابو ثور، مزنی، ابن خزیمہ اور علماء کی ایک جماعت کا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ سب سے راجح قول ہے۔ چھبیسواں[۲۶] قول بھی یہی ہے اور اس میں آخری شب کی زیادتی ہے۔ ستائیسواں[۲۷] قول امام مالک، امام احمد، امام ثوری اور ابو قلابہ کا ہے کہ یہ رات تمام آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اٹھائیسواں[۲۸] قول امام شافعی کا ہے کہ اس عشرے کی اکیسویں شب کی زیادہ توقع ہے۔ انتیسواں[۲۹] قول یہ ہے کہ اس عشرے کی تیئیسویں شب زیادہ متوقع ہے، تیسواں[۳۰] قول یہ ہے کہ اس عشرے کی ستائیسویں شب زیادہ متوقع ہے۔ اکتیسواں[۳۱] قول یہ ہے کہ یہ آخری سات دنوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ بتیسواں[۳۲] اور تینتیسواں[۳۳] قول یہ ہے کہ یہ نصف اخیر میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ چونتیسواں[۳۴] قول یہ ہے کہ یہ سولھویں یا سترھویں شب ہے۔ پینتیسواں[۳۵] قول یہ ہے کہ یہ سولھویں، انیسویں یا اکیسویں شب ہے، چھتیسواں[۳۶] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی یا آخری شب ہے۔ سینتیسواں[۳۷] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی یا نویں یا سترھویں یا اکیسویں یا آخری شب ہے۔ اڑتیسواں[۳۸] قول یہ ہے کہ یہ انیسویں یا گیارھویں یا تیرھویں شب ہے۔ انتالیسواں[۳۹] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی تیئیسویں یا ستائیسویں شب ہے۔ چالیسواں[۴۰] قول یہ ہے کہ یہ اکیسویں یا تیئیسویں شب ہے۔ اکتالیسواں[۴۱] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کے آخری سات دنوں میں ہے۔ بیالیسواں[۴۲] قول یہ ہے کہ یہ بائیسویں یا تیئیسویں شب ہے۔ تینتالیسواں[۴۳] قول یہ ہے کہ یہ درمیانی اور آخری عشرے کی جفت رات ہے۔ چوالیسواں[۴۴] قول یہ ہے کہ یہ آخری عشرے کی تیسری یا پانچویں رات ہے۔ پینتالیسواں[۴۵] قول یہ ہے کہ یہ پہلے نصف کی ساتویں یا آٹھویں شب ہے، چھیالیسواں[۴۶] قول یہ ہے کہ یہ پہلی آخری یا طاق رات ہے اور یہ آخری قول ہے۔[۱]

ستائیسویں شب پر قرائن

اس سے پہلے حافظ ابن حجر کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انشاء اللہ کہے بغیر قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں اور سات آسمان بنائے، سات اعضاء پر سجدہ مشروع کیا، طواف کے سات پھیرے مقرر کیے اور ہفتے کے سات دن بنائے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات ہونی چاہیے۔ حافظ ابن حجر اور امام رازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حروف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے جن کا حاصل ضرب ستائیس ہے اس لیے یہ رات ستائیسویں ہونی چاہیے۔ امام رازی نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی اس سورۂ مبارکہ میں هی حتی مطلع الفجر میں هی ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے، اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی

---

[۱] حافظ احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۶-۲۶۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمتوں سے مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس عبادت سے راضی ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ تمام عبادات میں کوشش کرے، کس گناہ سے ناراض ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ ہر گناہ سے باز رہے۔ ولی کی کوئی علامت مقرر نہیں کی اور اسے لوگوں کے درمیان مخفی رکھا تاکہ لوگ ولی کے شائبہ میں ہر انسان کی تعظیم کریں۔ قبولیت توبہ کو مخفی رکھا تاکہ بندے مسلسل توبہ کرتے رہیں۔ موت اور قیامت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ بندے ہر ساعت میں گناہوں سے باز رہیں اور نیکی کی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ جاگ کر عبادت کریں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو معین کر کے بتا دیتا تو نیک لوگ تو اس رات میں جاگ کر عبادت کر کے ہزار ماہ کی عبادتوں کا اجر حاصل کر لیتے اور عادی گنہگار اگر شامت نفس اور اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس رات بھی کوئی گناہ کر لیتا تو وہ ہزار ماہ کے گناہوں کی سزا کا مستحق ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تاکہ اگر کوئی عادی گنہگار اس رات بھی کوئی گناہ کر بیٹھے تو لیلۃ القدر سے لاعلمی کی بناء پر اس کے ذمہ لیلۃ القدر کی احترام شکنی اور ہزار ماہ کے گناہ نہ لازم آئیں، کیونکہ علم کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی سے گناہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے وہاں ایک شخص کو سوئے ہوئے دیکھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے وضو کے لیے اٹھا دو انہوں نے اٹھا دیا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ تو نیکی کرنے میں خود پہل کرتے ہیں آپ نے اس کو خود کیوں نہیں جگا دیا؟ آپ نے فرمایا اگر میرے اٹھانے پر یہ انکار کر دیتا تو یہ کفر ہوتا اور تمہارے اٹھانے پر انکار کرنا کفر نہیں ہے تو میں نے تم کو اٹھانے کا اس لیے حکم دیا کہ اگر یہ انکار کر دے تو اس کا قصور کم ہو، غور کرو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گنہگاروں پر رحمت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آسان ہے کہ نیکوکار لیلۃ القدر کی جستجو میں رمضان کی متعدد راتیں جاگ کر کھنگال ڈالیں پر بھی گوارا ہے کہ اس تلاش میں ان سے لیلۃ القدر چوک جائے لیکن یہ گوارا نہیں ہے کہ لیلۃ القدر بتا دینے سے کوئی گنہگار بندہ اپنے گناہ کی ہزار گنا زیادہ سزا پائے، اللہ! اللہ! وہ اپنے بندوں کا کتنا خیال رکھتا ہے، پھر گنہگار بندہ کیوں نہ گھبرائے!

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب لیلۃ القدر کا علم نہیں ہوگا اور بندے رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر کے گمان میں جاگ کر گذاریں گے اور رمضان کی ہر رات میں عبادت کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اسی ابن آدم کے متعلق تم نے کہا تھا کہ یہ زمین کو خونریزی اور گناہوں سے بھر دے گا ابھی تو اس کو لیلۃ القدر کا قطعی علم نہیں ہے پھر بھی عبادت میں اس قدر کوشش کر رہا ہے اگر اسے لیلۃ القدر کا علم قطعی ہوتا کہ کون سی رات ہے پھر اس کی عبادتوں کا کیا عالم ہوتا!

علم رسالت اور شب قدر

حدیث نمبر ۲۶۶۴ میں ہے میں شب قدر کو بھول گیا، اور حدیث نمبر ۲۶۶۵ میں ہے مجھے شب قدر بھلا دی گئی اسی طرح حدیث نمبر ۲۶۷۰ میں ہے میں شب قدر کو بھول گیا اور حدیث نمبر ۲۶۷۱ میں ہے مجھے شب قدر دکھائی گئی پھر بھلا دی گئی۔ شیخ عثمانی آپ کے نسیان کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الحافظ ان النسیان جائز علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا نقص علیہ فی ذلک لاسیما فیما لم یؤذن لہ فی تبلیغہ وقد یکون فی ذلک مصلحۃ تتعلق بالتشریع کما فی السہو فی الصلوٰۃ او بالاجتہاد فی العبادۃ کما فی ہذہ القصۃ لان لیلۃ القدر لو عینت فی لیلۃ بعینہا حصل الاقتصار علیہا ففاتت العبادۃ فی غیرہا وکان ہذا ہو المراد بقولہ عسی ان یکون خیرا لکم کما ورد فی حدیث عبادۃ عند البخاری۔ [۱]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان جائز ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں ہے خصوصاً ان چیزوں میں جن کی تبلیغ کی آپ کو اجازت نہیں دی گئی اور کبھی اس نسیان میں مصلحت ہوتی ہے جس کا تعلق شرعی احکام کے ساتھ ہے مثلاً نماز میں سہو کا بیان یا عبادت میں کوشش اور جدوجہد جیسا کہ اس واقعہ میں ہے کیونکہ اگر کسی خاص شب میں لیلۃ القدر کی تعیین بتلا دی جاتی تو لوگ صرف اس رات میں عبادت کرتے، اور دوسری راتوں میں عبادت نہ کرتے، اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت کی اس روایت میں آپ نے فرمایا تھا کہ شاید یہ (شب قدر کی عدم تعیین) تمہارے لیے بہتر ہو، اس سے آپ کی یہی مراد ہو۔

امام بخاری نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر بتلانے کے لیے تشریف لائے۔ ناگاہ دو مسلمان آپس میں لڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا اور فلاں فلاں لڑ پڑے اور شب قدر (کی تعیین) کو اٹھا لیا گیا اور شاید کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہو لہٰذا اس رات کو انتیس، ستائیس اور پچیس تاریخ میں تلاش کرو۔ [۲]

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قد اریت ہذہ اللیلۃ ثم انسیتہا۔ [۳]

مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمراد انہ انسی علم تعیینہا فی تلک السنۃ وسبب النسیان فی ہذہ القصۃ حدیث عبادۃ بن الصامت۔ [۴]

مراد یہ ہے کہ صرف اس سال شب قدر کی تعیین کا علم آپ سے بھلا دیا گیا تھا، اور نسیان کا سبب حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر کردہ واقعہ ہے۔

علامہ ابن حجر کی یہ عبارت علامہ عینی [۵] نے بھی ذکر کی ہے اور شیخ انور شاہ [۶] نے بھی ذکر کی ہے۔ البتہ شیخ عثمانی نے حافظ ابن

۱۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔
۲۔ امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع اول ۱۳۸۱ھ۔
۳۔ 〃 〃 〃 صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۱،
۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔
۵۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔
۶۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ۔

حجر کی عبارت کا یہ ٹکڑا چھوڑ کر باقی وہ عبارت نقل کی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

واذا تقرر ان الذی ارتفع علم تعیینها تلک السنة فهل اعلم النبی صلی اللہ علیه وسلم بعد ذلک بتعیینها؟ فیه احتمال وقد تقدم قول ابن عیینة فی اول الکلام علی لیلة القدر انه اعلم۔[1]

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس سال لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھا لیا گیا تھا تو سوال یہ ہے کہ پھر آپ کو اس کا علم دیا گیا تھا؟ اس میں احتمال ہے اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کو یہ علم پھر سے دیا گیا تھا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لیلۃ القدر کے نہ بتلانے کی وجہ میں اور کرامت کو چھپانے کے سلسلے میں مفصل گفتگو کی ہے وہ ساری عبارت شیخ عثمانی نے نقل کی ہے لیکن عبارت کا مذکورہ بالا جملہ نقل نہیں کیا۔[2]

صحیح بخاری میں ہے:

قال ابن عیینة ما کان فی القرآن وما ادراک فقد اعلمه وما قال وما یدریک فانه لم یعلم۔[3]

ابن عیینہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں جس چیز کے بارے میں وما ادراک آیا ہے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حاصل تھا اور جس چیز کے بارے میں وما یدریک آیا ہے اس کا آپ کو علم نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومقصود ابن عیینة انه صلی اللہ علیه وسلم کان یعرف تعیین لیلة القدر۔[4]

اور ابن عیینہ کا مقصود یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تعیین کا علم جانتے تھے۔

شیخ شوکانی نے بھی ابن عیینہ کے اس قول سے اتفاق کیا ہے۔[5]

اختلافِ مطالع اور شبِ قدر

طلوع اور غروب کے اوقات، علاقوں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں ہمارے وقت کے لحاظ سے عرب ممالک میں دو سے لے کر چار گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے، برطانیہ میں یہاں سے چار اور کینیڈا میں نو گھنٹے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے اور امریکہ میں یہ فرق بارہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے، اس لیے تمام دنیا کے لیے ایک رات شب قدر نہیں ہو سکتی، کیونکہ جو رات کسی ایک

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۹۱، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[5] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۷۲، مطبوعہ مصر۔

علاقے کے لیے طاق ہے وہ دوسرے علاقے کے لیے جفت ہو گی، نیز قطب شمالی و قطب جنوبی میں شب قدر کا تعین کس طرح ہو گا۔

اس کی وضاحت میں ایک بات تو یہ کہی جا سکتی ہے کہ جس طرح نمازوں میں ہر ہر علاقہ کے اپنے اپنے مطلع کا اعتبار ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے علاقے کے حساب سے نماز پڑھتا ہے، اسی طرح شب قدر بھی ہر علاقے والے اپنے حساب سے تلاش کریں گے، اور ہر شخص اپنے مطلع کے حساب سے آخری عشرہ کی طاق رات کا تعین کرے گا اور جس طرح مسافت بعیدہ کی بناء پر دو دنوں میں عید ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر دو راتوں میں شب قدر بھی متحقق ہو جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شب قدر صرف ایک مخصوص رات میں ہو اور جن علاقوں میں اس وقت دن ہو، اللہ تعالیٰ اس سے متصل رات میں عبادت کرنے والوں کو حکمی طور پر یہ ثواب عطا فرما دے۔

قطبین میں روزے اور شب قدر

سید ابو الاعلیٰ مودودی قطبین میں روزے کے مسئلہ پر لکھتے ہیں:

"اسلام نے اپنی عبادات کے لیے اوقات کا وہ معیار مقرر کیا ہے جس سے دنیا میں ہر وقت ہر مرتبۂ تمدن کے لوگ ہر جگہ اوقات کی تعیین کر سکیں، وہ گھڑیوں کے لحاظ سے وقت مقرر کرنے کے بجائے ان آثار کے لحاظ سے وقت مقرر کرتا ہے جو آفاق میں نمایاں نظر آتے ہیں، مگر نادان لوگ اس طریق توقیت پر عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قطبین کے قریب، جہاں رات اور دن کئی کئی مہینوں کے ہوتے ہیں، اوقات کی یہ تعیین کیسے چل سکے گی، حالانکہ یہ اعتراض دراصل علم جغرافیہ کی سرسری واقفیت کا نتیجہ ہے، حقیقت میں نہ وہاں چھ مہینوں کی رات اس معنی میں ہوتی ہے اور نہ چھ مہینوں کا دن، جس معنی میں ہم خط استوا کے آس پاس رہنے والے لوگ دن اور رات کے لفظ بولتے ہیں، خواہ رات کا دور ہو یا دن کا، بہر حال صبح و شام کے آثار وہاں پوری باقاعدگی کے ساتھ افق پر نمایاں ہوتے ہیں اور انہی کے لحاظ سے وہاں کے لوگ ہماری طرح اپنے سونے جاگنے اور کام کرنے اور تفریح کرنے کے اوقات مقرر کرتے ہیں، جب گھڑیوں کا رواج عام نہ تھا تب بھی فن لینڈ، ناروے اور گرین لینڈ وغیرہ ملکوں کے لوگ اپنے اوقات معلوم کرتے ہی تھے اور اس کا ذریعہ یہی افق کے آثار تھے، لہٰذا جس طرح دوسرے تمام معاملات میں یہ آثار ان کے لیے تعیین اوقات کا کام دیتے ہیں، اسی طرح نماز اور سحر و افطار کے معاملے میں بھی دے سکتے ہیں۔"[۱]

اگر فی الواقع قطبین کے افق پر چوبیس گھنٹے کے بعد سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اور وقت کی باقی علامات بھی افق پر ظاہر ہوتی ہیں جن سے ظہر اور عصر اور مغرب وغیرہا کا تعین کیا جا سکتا ہے تب تو وہاں چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں بھی فرض ہیں، رمضان کے روزے بھی فرض ہیں اور لیلۃ القدر بھی متحقق ہو گی اور اگر وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے اور سورج اور چاند کا طلوع اور غروب چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں پر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں نہ رمضان کے روزے اور نہ وہاں شب قدر کا وجود ہو گا کیونکہ یہ تمام چیزیں چوبیس گھنٹہ کے بعد سورج کے طلوع اور غروب پر موقوف ہیں البتہ نماز اور روزے میں عبادت کی مشابہت اختیار کرنی چاہیے اور قطبین

---

[۱] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۴۶-۱۴۵ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، چودھواں ایڈیشن، ۱۹۷۷ء

کے قریب جس ملک میں چوبیس گھنٹے کے بعد سورج کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اس کے اوقات کے مطابق نماز کے اوقات مقرر کیے جائیں اور اسی ملک کے حساب سے روزے رکھے جائیں اور شب قدر کی جائے یعنی جب اس قریب کے ملک میں رمضان ہو اس وقت وہاں رمضان کا اعتبار کر لیا جائے اور اسی ملک کے اوقات کے لحاظ سے سحر و افطار کا تعین کیا جائے لیکن یہ تشبہ فی العبادت ہے اور عبودیت اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بعینہٖ نماز کے اوقات اور رمضان کا مہینہ نہیں پایا لیکن اس کے مشابہ اوقات میں ہم ان عبادات کو کر رہے ہیں، آخر وہاں دنیا کے دوسرے تمام کاموں کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں، کاروبار، سیر و تفریح، کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں، صبح سے لے کر شام تک کام کرنے والے لوگ وہاں چھ ماہ کے دن میں مسلسل کام کرتے ہیں نہ چھ ماہ سوتے ہیں۔ صبح کا ناشتا کرنے کے بعد دوپہر کا کھانا تین ماہ بعد یا شام کا کھانا چھ ماہ بعد تو نہیں کھاتے جس طرح زندگی کے باقی معمولات کو وہاں کے غیر معمولی حالات اور اوقات میں متعین کیا جاتا ہے خواہ باقی دنیا کے اعتبار سے وہ غیر معمولی لگتا ہو کہ سورج نکلا ہوا ہے اور وہ شام کا کھانا کھا رہے ہیں، اسی طرح عبادات کے نظام کو بھی قریب ترین ملک کے اوقات کے لحاظ سے ترتیب دینا چاہیے۔ جہاں معمول کے مطابق طلوع اور غروب ہوتا ہو ہر چند کہ یہ معمول کے مطابق عبادات نہیں ہیں لیکن وہاں کے حالات کے اعتبار سے یہی ترتیب معمول ہو گی اس لیے وہاں چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں اور سال کے بعد روزے فرض عین تو نہیں لیکن فرض کے مشابہ ضرور ہیں اور وہاں کے بسنے والے مسلمانوں کو یہ عبادات کسی حال میں ترک نہیں کرنی چاہییں اور جب وہ اپنے قریب ترین ملک کے لحاظ سے شب قدر مقرر کر کے اس میں عبادت کریں گے تو ان شاء اللہ اس کا ثواب بھی ضرور ملے گا۔

لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ[1] "جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا"۔ اس حدیث کی روشنی میں لیلۃ القدر کی اصل عبادت، قیام نماز ہے اس لیے اس رات، زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے اور توبہ و استغفار میں کوشش کرنی چاہیے بندہ خضوع و خشوع اور سوز و گداز سے نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں، تقصیروں اور گناہوں کو یاد کر کے روئے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور بار بار استغفار کرے۔

بعض صالحین نے اس رات کی عبادت کے مخصوص طریقے بتائے ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض صالحین لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر کے قیام کی نیت سے دس دوگانے پڑھتے تھے۔ بعض اکابر سے یہ بھی منقول ہے جس شخص نے ہر رات لیلۃ القدر کی نیت سے دس آیات تلاوت کیں وہ لیلۃ القدر کی برکات سے محروم نہیں ہو گا۔ امام ابو اللیث نے بیان کیا کہ لیلۃ القدر کی کم از کم نماز دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعات ہیں اور متوسط سو رکعات ہیں، اور ہر رکعت میں متوسط قرأت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی سورت پڑھے اس کے بعد تین بار قل ھو اللہ احد کی سورت پڑھے پھر دو رکعات کے بعد سلام پھیرے

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع اول ۱۳۸۱ھ۔

اور درود شریف پڑھ کر دوسرے دوگانے کے لیے اٹھے اس طرح جتنے نفل چاہے پڑھے، علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ نوافل کی جماعت بلاکراہیت جائز ہے۔ بشرطیکہ فرائض کی طرح اذان اور اقامت نہ کریں۔ شرح نقایہ وغیرہ میں محیط کے حوالے سے یہ عبارت ہے: لیلۃ القدر، صلوٰۃ الرغائب اور شعبان کی پندرھویں شب میں نوافل میں امام کی اقتداء کرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مومنوں کے نزدیک حسن ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے اس لیے اس پر اعتراض کرنے والے ان لوگوں کے قول کی طرف بالکل توجہ نہ کریں جن کو عبادت کا ذوق ہے نہ دعا اور کا شوق ہے [1]

میں نے شرح نقایہ کا مطالعہ کیا۔ علامہ اسماعیل حقی نے جو شرح نقایہ کے حوالے سے عبارت نقل کی ہے وہ اس میں نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف عام فقہ کی کتابوں کی طرح یہ لکھا ہے کہ اگر نفل کی جماعت میں چار آدمی شریک ہوں تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے اور چار آدمیوں کا شامل ہونا تداعی کے قائم مقام ہے [2]۔ ہو سکتا ہے محیط میں ایسا ہی ہو تاہم تحریر محیط برہانی چھپی ہے نہ دستیاب ہے، اب سنا ہے کہ بعض ادارے مخطوطات سے نقل کر کے اس کو شائع کر رہے ہیں۔

ثواب میں اضافہ شب قدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اس ایک رات میں عبادت کرنے کے بعد انسان ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے آزاد ہو جاتا ہے؟ اسی طرح ایک نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے اور کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو کیا کعبہ میں ایک نماز پڑھنے سے ایک کم ایک لاکھ نمازیں انسان سے ساقط ہو جاتی ہیں؟ —— اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر کی عبادت نفلی ہے اور ہزار ماہ میں جو فرائض اور واجبات ہیں یہ نفلی عبادت ان کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، رہا یہ کہ ایک فرض کا ثواب اس فرض کی دس مثلوں کے برابر ہوتا ہے یا کعبہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے مساوی ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس فرض کے ادا کرنے کا مکلف ہے جو دس مثلوں کے یا ایک لاکھ مثلوں کے مساوی ہے ان مثلوں میں سے کوئی ایک مثل اس فرض کے مساوی نہیں جو دس یا ایک لاکھ مثلوں کے برابر ہے۔ لہٰذا ان مثلوں سے فرض کی تکلیف ساقط نہیں ہو سکتی —— اس لیے ایک نماز پڑھ کر انسان دس نمازوں سے بری ہو سکتا ہے نہ شب قدر کی عبادت سے ہزار ماہ کی عبادتوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

گناہ میں اضافہ ایک بحث یہ بھی غور طلب ہے کہ جس طرح شب قدر میں عبادت کرنے سے ثواب بڑھ جاتا ہے کیا اس طرح شب قدر میں گناہ کرنے سے سزا بھی زیادہ ہوتی ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قطعی طور پر شب قدر کا علم ہو جائے اور پھر وہ اس رات میں قصداً گناہ کرے تو یقیناً اس کا یہ گناہ اور راتوں کے گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور وہ زیادہ سزا کا مستحق ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ: من جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا (انعام: ۱۶۰) "جو شخص جتنی برائی کرے گا اسے اتنی برائی ہی کی سزا ملے گی"۔ پھر اس رات میں قصداً گناہ کرنے والا کیوں زیادہ سزا کا مستحق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر میں گناہ کرنے والے کی دو برائیاں

---

[1] شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۱۰ ص ۴۸۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۵ھ۔
[2] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح النقایہ ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

ہیں ایک گناہ کی اور ایک شب قدر کے تقدس کو پامال کرنے کی جس طرح گھر میں گناہ کی بہ نسبت حرم کعبہ میں وہ گناہ کرنا زیادہ بڑا ہے اس لیے جو شخص شب قدر میں گناہ کرے گا اس کو اسی گناہ کی سزا ملے گی لیکن ظاہر ہے کہ اس رات کا جرم اور راتوں کے جرم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

فرشتوں کا سلام

مفسرین لکھتے ہیں کہ شب قدر میں عبادت کرنے والے انسان کو جس وقت روح الامین آکر سلام کرتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس پر خوف خدا کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے، یادِ خدا سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور خشیت الٰہی سے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے، امام رازی فرماتے ہیں فرشتوں کا سلام کرنا سلامتی کا ضامن ہے۔ سات فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تھا تو ان پر نمرود کی جلائی ہوئی آگ سلامتی کا باغ بن گئی تھی۔ شب قدر کے عابدوں پر جب اس رات لاتعداد فرشتے آکر سلام کرتے ہیں تو کیوں نہ یہ امید کی جائے کہ جہنم کی آگ ان پر سلامتی کا باغ بن جائے گی۔

کتاب الاعتکاف

۲۶۷۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۶۷۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ نَافِعٌ وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللَّهِ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ .

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیا کرتے تھے۔

۲۶۷۸ - وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۶۷۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔

۲۶۸۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی تھیں۔

۲۶۸۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ وَإِنَّهُ أَمَرَ بِخِبَائِهِ فَضُرِبَ أَرَادَ الِاعْتِكَافَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَأَمَرَتْ زَيْنَبُ بِخِبَائِهَا فَضُرِبَ وَأَمَرَ غَيْرُهَا مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِبَائِهِ فَضُرِبَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ نَظَرَ فَإِذَا الْأَخْبِيَةُ فَقَالَ آلْبِرَّ تُرِدْنَ فَأَمَرَ بِخِبَائِهِ فَقُوِّضَ وَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ شَوَّالٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھتے پھر جائے اعتکاف میں بیٹھتے، ایک مرتبہ آپ نے اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیا، اور خیمہ لگا دیا گیا اور آپ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا۔ پھر حضرت زینب نے حکم دیا تو ان کا خیمہ بھی لگا دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج نے بھی خیمے لگانے کا حکم دیا اور ان کے خیمے بھی لگا دیے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ چکے تو سب خیموں کو دیکھا اور فرمایا: کیا انھوں نے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ آپ نے اپنے خیمے کو کھولنے کا حکم دیا وہ کھول دیا گیا اور رمضان میں اعتکاف ترک کر دیا پھر شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

۲۶۸۲ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ ابْنُ

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت حسب سابق ہے اور ابن عیینہ، عمرو بن حارث اور ابن اسحاق کی روایت میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے کہ ان کے لیے خیمے لگائے گئے تاکہ وہ اعتکاف کریں۔

شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَعَمْرٍو وَابْنِ الْحٰرِثِ وَابْنِ إِسْحَاقَ ذِكْرُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ أَنَّهُنَّ ضَرَبْنَ الْأَخْبِيَةَ لِلْاِعْتِكَافِ.

اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ اعتکاف کا لغوی معنی ہے تعظیم کی نیت سے کسی چیز کے پاس ٹھہرنا اور شریعت میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: سواء العاکف فیه والباد (حج : ۲۵) "برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا" نیز فرمایا: فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لهم (اعراف : ۱۳۸) "بنی اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد تعظیم سے بیٹھے ہوئے تھے" ان دونوں آیتوں میں اعتکاف لغوی معنی میں مستعمل ہے اور قرآن مجید میں ہے: ولا تباشروهن وانتم عاکفون فی المساجد (بقرہ : ۱۸۷) "اور اپنی بیویوں کا جنسی تقرب اور "تلذذ" حاصل نہ کرو درآں حالیکہ تم اعتکاف میں ہو" اس آیت میں اعتکاف شرعی معنی میں مستعمل ہے۔[1]

اعتکاف کی تعریف اور اقسام

اعتکاف میں بندہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا مجاور بن کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے، دنیا کی مصروفیات اور آسائشوں سے کنارہ کش ہوتا ہے اور دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر عبادت کی مشقتوں کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کو طلب کرنے کے لیے اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔ عطا خراسانی کہتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو کسی سخی داتا سے بھیک لینے کے لیے اس کے دروازے پر دھرنا دے کر بیٹھ جائے کہ جب تک مجھے داتا بھیک نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ اسی طرح جو شخص مسجد میں اعتکاف کرتا ہے گویا کہ وہ شخص اللہ کے گھر کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ گیا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک تو مجھے بخش نہیں دے گا میں تیرے دروازے سے نہیں اٹھوں گا۔

جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اعتکاف میں بندہ ان نسبتوں کی تعظیم کرتا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہو سکتی تو نہ سہی، جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے بندہ ان جگہوں پر آسن جما کر بیٹھ

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۴۳ - ۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ ۱۳۶۲ھ۔

جاتا ہے اور دن رات اس کے نام کی مالا جپتا رہتا ہے، اعتکاف کے ذریعہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت، ذوق و شوق اور اس کی عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت مؤکدہ اور نفل۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں: اعتکاف کا وجوب نذر مطلق سے ہوتا ہے یا نذر مقید سے، نذرِ مطلق کی مثال یہ ہے کہ بندہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک دن یا ایک ماہ اعتکاف کروں گا اور نذر مقید کی مثال یہ ہے کہ بندہ کہے کہ میرا فلاں کام ہو گیا یا فلاں بیمار ٹھیک ہو گیا تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے[۱] اعتکاف کی ان دونوں قسموں میں روزہ شرط ہے۔ اعتکاف نفل اگر ایک دن کا ہو تو اس میں بھی روزہ شرط ہے اور چند گھنٹوں یا چند منٹ کا اعتکاف ہو تو اس میں روزہ شرط نہیں ہے۔ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے اعتکاف نفل کے لیے بھی روزے کی شرط نقل کی ہے۔ اس بناء پر اعتکاف نفل ایک دن سے کم نہیں ہو گا اور مبسوط میں امام محمد نے لکھا ہے کہ اعتکاف نفل ایک گھنٹہ کا بھی ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے پھر روزہ شرط نہیں ہے[۲]

اعتکاف میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نفلی اعتکاف مستحب ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، امام شافعی ان کے اصحاب اور ان کے موافقین کا مذہب یہ ہے کہ روزہ اعتکاف کی شرط نہیں ہے، بلکہ غیر روزہ دار کا اعتکاف بھی صحیح ہے اور ایک ساعت اور ایک لحظہ کا اعتکاف بھی صحیح ہے، اعتکاف میں کوئی مخصوص عبادت نہیں ہے اور عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کے سوا اعتکاف کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔ اگر اعتکاف کے دوران کوئی دنیاوی کلام یا کلام کیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور غیر روزہ دار کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔ جمہور کی دلیل وہ احادیث ہیں جو اس باب میں ذکر کی گئی ہیں۔ امام شافعی کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ دوسری دلیل بھی بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے جاہلیت میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی، آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو اور رات میں روزہ مشروع نہیں ہے۔ اس سے لازم آیا کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور احمد کا مسلک یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت، اعتکاف صرف مسجد میں مشروع ہے اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مرد صرف مسجد میں اعتکاف کر سکتا ہے اور عورت کے لیے اجازت ہے کہ گھر میں جس جگہ کو نماز کے لیے خاص کیا گیا ہو وہاں اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے، پھر جمہور کے نزدیک اعتکاف کے لیے مسجد عام شرط ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے اور امام احمد کے نزدیک اعتکاف اس مسجد کے ساتھ خاص ہے جس میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہو، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس مسجد میں اعتکاف کیا جائے گا جس میں تمام نمازیں پڑھی جاتی ہوں[۳]

۱۔ علامہ علاؤ الدین بن ابی بکر مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۸، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

۲۔ علامہ ابوالحسن بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۰۸ - ۳۰۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، باراول ۱۳۷۵ھ۔

اعتکاف میں احناف کا نظریہ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: لا اعتکاف الا بصوم روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔ علامہ نووی نے صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا۔ اس حدیث میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ نے پہلے عشرے میں روزے نہیں رکھے تھے اور شوال کے پہلے عشرے میں روزے رکھنا غیر مشروع نہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم میں رات کے بجائے دن کا لفظ ہے اور نسائی میں دن یا رات کسی کا ذکر نہیں ہے۔ دراصل حضرت عمر نے دن اور رات دونوں کا ذکر کیا تھا کسی راوی نے دن کا ذکر کیا اور کسی نے رات کا۔ علامہ عینی نے اسی طرح ذکر کیا ہے [1]۔

اعتکاف سنت کی شرائط

مذاہب اربعہ کے فقہاء نے اعتکاف فرض اور اعتکاف نفل کی شرائط اور احکام بیان کیے ہیں اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جو سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی شرائط اور احکام سے بحث نہیں کی، اس لیے یہ نکتہ غور طلب ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار ہوگا یا اعتکاف نفل کی۔ اس سلسلہ میں عام قاعدہ یہ ہے کہ سنن میں نوافل کی شرائط اور رعایات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثلاً نفل نماز میں جو شرائط اور رعایات ہیں وہ سب سنن میں معتبر ہیں مثلاً نفل نماز میں قیام فرض نہیں ہے اسی طرح سنن میں بھی قیام فرض نہیں ہے (صبح کی دو رکعت سنت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ زیادہ تاکید کی بناء پر واجب کے قریب ہے اس کو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے) نوافل سواری پر پڑھ سکتے ہیں اور سواری کے وقت استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ سنن مؤکدہ بھی اسی طرح سواری پر پڑھی جا سکتی ہیں اور استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ فرض نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت خلاف ترتیب مکروہ ہے جبکہ نفل نماز میں مکروہ نہیں ہے اور سنن بھی نوافل کی طرح ہیں اسی طرح ایک سورت کا تکرار فرض کی دو رکعات میں مکروہ تنزیہی ہے نوافل اور سنن میں مکروہ تنزیہی نہیں ہے۔ لیکن اعتکاف کے باب میں اس طرح نہیں ہے۔ اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار ہوگا اور اعتکاف نفل کی رعایات اس میں ملحوظ نہیں ہوں گی مثلاً نفلی اعتکاف میں نماز جنازہ پڑھنے جا سکتے ہیں، مریض کی عیادت کر سکتے ہیں، بلا ضرورت شرعی غسل کر سکتے ہیں اور فرض اعتکاف میں یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ اسی طرح اعتکاف سنت میں بھی یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ یہاں اعتکاف سنت میں اعتکاف نفل کے احکام اس لیے جاری نہیں ہوں گے کہ یہ دونوں اعتکاف اپنی حقیقت کے اعتبار سے متناقض ہیں، اعتکاف نفل ایک گھنٹہ اور ایک منٹ کا بھی ہوتا ہے، اور جب وہ مذکورہ نوعیت کے کسی کام کے سبب مسجد سے جائے گا اس کا اعتکاف پورا ہو جائے گا اس لیے اس میں یہ وسعت ہے کہ وہ نماز جنازہ کے لیے جا سکتا ہے، مریض کی عیادت

---

[1] علامہ بدر الدین عینی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۱ - ۱۴۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کرسکتا ہے۔ بلاضرورت شرعیہ غسل کرسکتا ہے اس کے بعد اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا اور جب وہ دوبارہ آئے گا تو اس کا اعتکاف دوبارہ شروع ہو جائے گا اور پچھلا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا برخلاف اعتکاف سنت کے یہ اعتکاف دس دنوں کا ہے اس میں تقطیع، تقسیم، اور تفریق نہیں ہے اور یہ ساعات اور لحظات پر منقسم نہیں ہے اس لیے اعتکاف سنت میں یہ اعتبار نہیں ہے کہ اگر دوران اعتکاف مریض کی عیادت اور بلاضرورت شرعیہ غسل کے لیے چلا گیا تو جتنی دیر بیٹھا رہا تھا اتنی دیر کا اعتکاف ہو جائے گا اور جب واپس آئے گا تو دوبارہ پھر سے اعتکاف شروع ہو جائے گا اس لیے اعتکاف کے باب میں عام قاعدہ کے برخلاف اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار ہے اور اعتکاف نفل کی رعایات اس میں ملحوظ نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر کافی غور و فکر کیا اور مذاہب اربعہ کی امہات کتب کا مطالعہ کیا لیکن اس سلسلہ میں مجھے کوئی واضح تصریح نہیں مل سکی سوا اس کے کہ علامہ نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اعتکاف مستحب میں نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت کے بارے میں متعدد اقوال ہیں اور صحیح قول یہی ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اعتکاف مستحب یہی رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف ہے اور اس میں نماز جنازہ کی اجازت نہ دینا اسی اصول پر مبنی ہے کہ اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار کیا گیا ہے، علامہ نووی کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:

قال الشافعی فی مختصر المزنی و لا یعود المعتکف المریض و لا یشهد الجنائز اذا کان اعتکافه واجبًا قال اصحابنا ان کان الاعتکاف تطوعاً و امکن الصلوٰة علی الجنازة فی المسجد لم یخرج لانه مستغن عن الخروج ان لم یمکن خرج لما ذکره المصنف وهذا لاخلاف فیه و ان کان اعتکافًا مندوبا فوجهان الصحیح المشهور الذی نص علیه الشافعی و قطع به المصنف و الجمهور انه لا یجوز الخروج لصلاة الجنازة سواء تعینت علیه ام لا لانها ان لم تتعین فلیه فغیره یقوم مقامه ولا یترك الاعتکاف المعین لغیر معین و ان تعینت علیه

مختصر المزنی میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا: معتکف مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ پڑھنے جائے، جب اس کا اعتکاف واجب ہو، ہمارے اصحاب نے کہا اگر اس کا اعتکاف نفل ہو اور اس کے لیے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ممکن ہو تو وہ مسجد سے نہ نکلے کیونکہ وہ نکلنے سے مستغنی ہے اور اگر وہ مسجد میں جنازہ نہ پڑھ سکے تو مسجد سے چلا جائے، جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اگر اعتکاف مستحب ہو تو اس میں دو قول ہیں، صحیح اور مشہور قول جس کی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور مصنف اور جمہور نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعتکاف مستحب والے میں بھی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے خواہ نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین ہو یا نہ ہو، کیونکہ اگر نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین نہیں ہے تو

ے۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، مختصر المزنی ج ا ص ۶۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

امکن فعلها فی المسجد باحضار المیت فلا یجوز الخروج۔ ــہ

اس کی جگہ اس کا غیر پڑھ سکتا ہے، لہٰذا وہ غیر متعین چیز کے لیے متعین اعتکاف کو ترک نہ کرے اور اگر نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین ہو تو بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے ممکن ہے اس لیے مسجد سے نہ نکلے۔

فرض اعتکاف کے احکام

علامہ سرخسی حنفی اعتکاف کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: معتکف نماز جمعہ پڑھنے کے لیے یا بول و براز کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ بول و براز کے لیے مسجد سے نکلنے کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حاجت انسانی کو رفع کرنے کے لیے جائے اعتکاف سے باہر جاتے تھے اور اس لیے بھی کہ مدت اعتکاف میں اس حاجت کا پیش آنا معلوم الوقوع ہے۔ اور مسجد میں اس حاجت کو رفع نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اس حاجت کو رفع کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا عادۃً مستثنیٰ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ معتکف کے لیے ابتداءً یہ ممکن تھا کہ وہ جامع مسجد میں اعتکاف کرتا اور جمعہ کے لیے نکلنے کی ضرورت نہ پیش آتی اور غیر جامع مسجد میں اعتکاف کرنا اور پھر جمعہ کے لیے جامع مسجد جانا بلا ضرورت خروج ہے اس لیے اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مدت اعتکاف میں جمعہ کے لیے جانا معلوم الوقوع ہے اس لیے یہ عادۃً مستثنیٰ ہے جیسا کہ قضائے حاجت کے لیے جانا معلوم الوقوع ہے البتہ عیادت مریض کے لیے جانا معلوم الوقوع نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ اعتکاف کی نذر ماننے والا عبادت کی نذر مانتا ہے معصیت کی نذر نہیں مانتا اور جمعہ پڑھنے کے لیے جانا عبادت ہے اور جمعہ پڑھنے کے لیے نہ جانا معصیت ہے۔ علامہ حاکم شہید نے فرمایا معتکف مریض کی عیادت کرے نہ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے جائے، البتہ حضرت حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت بھی کرتے تھے اور جنازہ کے لیے بھی جاتے۔ اس لیے معتکف عیادت کر سکتا ہے اور نماز جنازہ کے لیے جا سکتا ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں جب قضائے حاجت کے لیے جاتے اور مریض کے پاس سے گزرتے تو اس کا حال پوچھتے اور اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے۔ نیز ان چیزوں کا مدت اعتکاف میں واقع ہونا معلوم نہیں ہے اس لیے یہ عادۃً مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اسی طرح حجاج سے ملاقات کے لیے جانا یا انہیں الوداع کہنے کے لیے جانا بھی جائز نہیں ہے اور کھانے پینے کا عمل چونکہ مسجد کی جائے اعتکاف میں ہو سکتا ہے اس لیے کھانے پینے کے لیے بھی مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ علامہ حاکم شہید نے فرمایا: جب معتکف مسجد سے ایک دن یا نصف دن سے زیادہ کے لیے چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا کیونکہ اعتکاف کا رکن فوت ہو گیا اور اگر ایک گھنٹے کے لیے مسجد سے گیا تو امام ابوحنیفہ کے قول پر اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر اس کا اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہو گا جب تک کہ نصف یوم سے زیادہ کے لیے

ــہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

مسجد سے نہ نکلے، علامہ سرخسی فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا قول قیاس کے زیادہ قریب ہے اور صاحبین کا قول سہولت کے زیادہ قریب ہے۔ صاحبین نے فرمایا کہ قلیل مقدار ضرورت کی بناء پر معاف ہے کیونکہ جب انسان قضاء حاجت کے لیے جاتا ہے تو اس کو تیز چلنے کا حکم نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے لیے آہستہ چلنا بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلیل مقدار میں مسجد سے نکلنا معاف ہے اور کثیر مقدار میں معاف نہیں ہے اور ہم نے قلیل اور کثیر میں حد فاصل نصف یوم کو قرار دیا ہے کیونکہ قلیل کثیر کے تابع ہوتا ہے اور جب معتکف نے دن کا اکثر حصہ مسجد میں گزارا ہے تو گویا وہ تمام دن مسجد میں رہا ہے جیسا کہ رمضان میں روزے کی نیت کا حکم ہے کیونکہ جب دن کے اکثر حصہ میں روزے کی نیت پائی جاتی ہے تو پورے دن میں نیت کا اعتبار کر لیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا رکن مسجد میں قیام ہے اور مسجد سے نکلنا قیام کی ضد ہے اور جو شخص مسجد سے نکلے گا وہ اعتکاف کا رکن باطل کر دے گا اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے یا جس طرح حدث (بے وضو ہونا) سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔[1]

اعتکاف نفل کے احکام

علامہ کاسانی نفلی اعتکاف کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی مسجد سے مثلاً مریض کی عیادت کے لیے یا جنازے میں شریک ہونے کے لیے نکلے تو کیا اس کا اعتکاف نفل ٹوٹ جاتا ہے؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ اصل کی روایت یہ ہے کہ نہیں ٹوٹتا اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اعتکاف نفل کی دو تعریفیں ہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ اعتکاف نفل میں وقت کی تحدید اور تعیین نہیں ہے اور دوسری تعریف یہ ہے کہ اعتکاف نفل کی مقدار ایک دن ہے اسی وجہ سے وہ روزے کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ اصل کی روایت پہلی تعریف پر مبنی ہے کیونکہ جب اعتکاف نفل میں وقت کی کوئی مقدار اور حد نہیں ہے تو بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے یہ اعتکاف ٹوٹے گا نہیں بلکہ ختم ہو جائے گا اور حسن بن زیاد کی روایت دوسری تعریف پر مبنی ہے کیونکہ جب وہ ایک دن کے ساتھ مقید ہے تو دن پورا کیے بغیر بلا عذر شرعی نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔[2]

گرمی کی وجہ سے اعتکاف میں غسل کا حکم

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے اعتکاف سنت کی شرط بھی معلوم ہو گئی کیونکہ اعتکاف نفل ایک دن کا ہو تو اس میں بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنا اس اعتکاف کے بطلان اور فساد کا موجب ہے اس لیے اعتکاف سنت میں بھی یہی قاعدہ جاری ہو گا کیونکہ وہ پورے دس دن کا اعتکاف ہوتا ہے اسی لیے اس میں بھی بلا عذر شرعی نکلنا اس کے ٹوٹنے کا سبب ہے۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں دس دن بغیر غسل کے گزارنا سخت تنگی کا موجب ہے، بدن پسینہ سے تر بہ تر ہو جاتا ہے اور گرمی اور بدبو سے سخت برا حال ہو جاتا ہے اس صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے غسل کر لیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۳ ص ۱۱۹-۱۲۰، ملخصاً مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱۵ ملخصاً مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ۔

گرمیوں کے لمبے دنوں میں پیاس سے بڑا حال ہو جاتا ہے تو کیا تشنگی دور کرنے کے لیے روزے میں پانی پینے کی اجازت ہے؟ جس طرح روزے کی حقیقت یہ ہے کہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل زوجیت سے رکا جائے اسی طرح اعتکاف سنت کی حقیقت یہ ہے کہ دس دن تک مسجد میں قیام کیا جائے اور بغیر حاجت انسانی اور ضرورت شرعیہ کے مسجد سے نہ نکلے اور جس طرح روزے میں ایک گھونٹ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اعتکاف میں ایک بار بھی بغیر حاجت انسانی اور بغیر ضرورت شرعیہ (مثلاً جمعہ پڑھنا یا احتلام کے بعد غسل کرنا) کے نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جائے گا، نیز اعتکاف کو اس پر اللہ تعالیٰ نے تو فرض نہیں کیا یا تو انسان نذر مان کر اعتکاف کو خود فرض کر لیتا ہے یا اعتکاف سنت کرتا ہے یا ایک دن کا نفل اعتکاف کرتا ہے اور جو انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت مشکل اور دشوار عبادت ہے تو اس کو دس دن کی اس مشقت اٹھانے کے لیے کون مجبور کر رہا ہے؟ کسی مسنون عبادت کی شرعی حدود میں ترمیم کا مطالبہ کرنے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ وہ اس عبادت کو اپنے ذمہ نہ ڈالے۔

صحت اعتکاف کی شرائط

شرائط اعتکاف کی بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم اعتکاف کی ضروری شرائط کا بیان کر رہے ہیں، علامہ کاسانی لکھتے ہیں کہ اعتکاف کی درستگی کے لیے اسلام، عقل اور حیض، نفاس اور جنابت سے پاک ہونا ضروری ہے، اس میں بالغ ہونے کی یا مذکر یا مونث یا آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے، اعتکاف کے لیے روزہ بھی شرط ہے اور عمل زوجیت اور بیوی کو چھونے اور بوسہ دینے سے رکنا بھی شرط ہے، اعتکاف کی نیت اور ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں جماعت ہوتی ہو یہ بھی شرط ہے[1] یہ شرائط عالمگیری[2] اور ہدایہ[3] میں بھی ہیں۔

اعتکاف کی ابتداء کا وقت

حدیث نمبر ۲۶۸۱ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد جائے اعتکاف میں جا بیٹھتے اس حدیث کی بناء پر امام اوزاعی، امام ثوری اور امام لیث نے یہ کہا کہ اعتکاف کے لیے صبح کی نماز کے بعد بیٹھنا چاہیے اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ جب دس دن کے لیے اعتکاف کرنا ہو تو غروب شمس سے پہلے بیٹھے، ائمہ اربعہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد تخلیہ کے لیے جائے اعتکاف میں بیٹھ گئے تھے، اس وقت سے اعتکاف کی ابتداء نہیں کی تھی، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے جائے اعتکاف پر خیمہ لگوایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لیے کسی جگہ کو مخصوص کرنا اور وہاں پردے ڈالنا جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ کے خیمے کے ساتھ حضرت زینب نے خیمہ لگوایا پھر باقی ازواج نے بھی خیمے لگوائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عمل ناگوار ہوا اور آپ نے سب خیمے کھلوا دیے، آپ کی ناگواری کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے خیال میں ازواج نے ایک دوسری کی ضد میں خیمے لگوائے ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسجد میں عام مسلمان، دیہاتی اور منافقین سب قسم کے لوگ آتے تھے

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور ازواج کو اپنی طبعی حاجات کی وجہ سے بار بار مسجد میں آنا جانا پڑتا اور ہر قسم کے لوگوں کے سامنے ازواج کا آنا جانا ہوتا اس لیے آپ نے ازواج مطہرات کا مسجد میں خیمے لگوانا پسند نہیں کیا۔

بَابُ ۳۴۲ الْاِجْتِهَادِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ماہ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت کی جد وجہد

۲۶۸۳- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَى اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ماہ رمضان کے آخری عشرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شب بیدار رہتے تھے، اپنے اہل کو بھی بیدار کرتے تھے، عبادت کے لیے کمر ہمت کس لیتے تھے اور جنسی عمل سے دور رہتے تھے۔

۲۶۸۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْاَسْوَدَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں باقی دنوں کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ جد وجہد کرتے تھے۔

ف: اس باب کی احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ عبادت کے لیے تمام رات جاگنا بلا کراہت جائز ہے بلکہ آپ کی سنت ہے خصوصاً رمضان کے آخری عشرے میں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ شوافع سے تمام رات جاگنے کی جو کراہت منقول ہے اس سے مراد اس پر دوام ہے یعنی اگر کوئی شخص دائماً ہر رات جاگ کر گزارتا ہے اور پوری رات عبادت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور "احب الاعمال الی اللہ ادومہ" اللہ کے نزدیک پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن پر دوام کیا جائے، مراد وہ اعمال ہیں جن میں دوام مطلوب ہو جبکہ پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔

بَابُ صَوْمِ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ

عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کا حکم

۲۶۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۲۶۸۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصُمِ الْعَشْرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ (ذی الحجہ) کے روزے کبھی نہیں رکھے۔

عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کے حکم کی وضاحت

عشرہ ذی الحجہ سے مراد نو ذی الحج تک روزے ہیں کیونکہ دس ذی الحجہ کو عید ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ نو روزے مکروہ ہیں حالانکہ یہ نو روزے مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہیں خصوصاً نو ذی الحج یعنی یوم عرفہ کے روزہ کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ماہ تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان کے روزے تمام عمر روزے رکھنے کے برابر ہیں۔ اور یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دے گا اور عاشورہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔[1]

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ یوم عرفہ کے روزے کی بہت فضیلت ہے، اس لیے اس باب کی حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عارضہ مثلاً سفر یا مرض کی بنا پر ان دنوں میں روزے نہیں رکھے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ان دنوں میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دنوں میں آپ نے فی نفسہ روزے نہیں رکھے اس کی تائید حسب ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصوم تسع ذی الحجة

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو ذی الحجہ (یوم عرفہ) کا روزہ رکھتے تھے اور یوم عاشورہ کا اور ہر ماہ کے تین دن

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

ویوم عاشوراء وثلاثة ایام من کل شهر اول اثنین من الشهر والخمیس[1] کا اور ہر ماہ کے پہلے پیر اور جمعرات کا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، طبع ثانی ۱۴۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحج

حج کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: لغت میں حج کسی شے کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں شرائط معلومہ کے ساتھ قصد معین کو حج کہتے ہیں[1] علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ لغت میں حج قصد اور زیارت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں عبادت کے لیے بیت اللہ کے قصد کو حج کہتے ہیں[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حج کا مفہوم لغوی ہے کسی معظم چیز کا قصد کرنا، اور فقہی تعریف ہے۔ ارکان دین میں سے کسی رکن کو ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کا قصد کرنا، یا اس مقصد کے لیے بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا۔ حج کا سبب بیت اللہ ہے۔ حج کے نفس وجوب کی شرائط میں اسلام، حریت، عقل، بلوغ اور حج کی استطاعت ہے اور حج کے وجوب ادا کی شرائط میں احرام، مکان اور اوقات مخصوصہ ہیں۔ حج کے ارکان میں وقوف عرفات اور طواف زیارت ہیں اور حج کے واجبات میں میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدان عرفات میں رہنا، وقوف مزدلفہ، صفا مروہ میں دوڑنا، شیطان کو منیٰ میں کنکریاں مارنا، سر منڈانا یا بال کٹانا اور غیر مکی کے لیے طواف صدر کرنا ہیں۔ حج کی سنن یہ ہیں: طواف قدوم اور اس میں رمل کرنا، یا طواف زیارت میں رمل کرنا، سبز نشانوں کے درمیان تیز دوڑنا، ایام منیٰ میں منیٰ میں رات گزارنا، طلوع شمس کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف جانا، طلوع شمس سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانا وغیرہا۔ حج میں جو کام منع ہیں وہ یہ ہیں: عمل زوجیت، بال کاٹنا، ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، سر اور چہرہ ڈھانپنا، سلا ہوا کپڑا پہننا، کسی دوسرے محرم کا سر مونڈنا، حل اور حرم میں شکار کے درپے ہونا۔[3]

کعبہ، پہلا عبادت کا گھر

کعبہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز ہے، اہل ایمان کے لیے دنیا میں کعبہ عرش الٰہی کا پرتو ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مصدر اور معدن ہے۔ ابتداء آفرینش عالم سے کعبہ اللہ تعالیٰ کا معبد اور خدا پرستی کا مرکز ہے، تمام نبیوں اور رسولوں نے کعبہ کی زیارت

---

[1] علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۴۰ مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان قم ایران، طبع رابع ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۰۷ مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ طبع ثانی، ۱۳۶۲ھ۔

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۰، ۳۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کی اور بیت المقدس سے اپنی عبادتوں کی سمت کعبہ کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین (آل عمران: ۹۶) "بے شک لوگوں کے لیے سب سے پہلے اللہ کی عبادت کا گھر مکہ میں بنایا گیا جو تمام جہانوں کے لیے برکت اور ہدایت ہے۔" نیز فرمایا: واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا (بقرہ: ۱۲۵) "اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنا دیا۔"

حضرت ابراہیم سے پہلے دنیا نے اپنی گمراہیوں کی وجہ سے اس پہلے معبد الٰہی کو بھلا کر نسیاً منسیاً کر دیا تھا، حتیٰ کہ اس کے نشانات بھی مٹ چکے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بت پرستی کے اس ظلمت کدہ میں توحید کا چراغ از سر نو روشن کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس بیت عتیق میں بھی ایک بار پھر توحید کا پرچم نصب کیا جائے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے مل کر اس بیت عتیق کی پرانی بنیادوں کو ڈھونڈا۔ پھر نئے سرے سے اس کی چار دیواریں کھڑی کیں اور اس کی افتادہ بنیادوں کو از سر نو بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل (بقرہ: ۱۲۷) "اور جب حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔"

یادگار ابراہیم حج کے تمام ارکان اور مناسک سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ کعبہ کی نشاۃ ثانیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی۔ کعبہ کے گرد طواف کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ندا کی اور آج تک وہی مسلمان حج کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں جن کی روحوں نے عالم ارواح میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا پر لبیک کہا تھا، صفا مروہ میں دوڑنا حضرت ہاجرہ کے اضطراب کی یاد تازہ کرتا ہے جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی اس پتھر کو یہ شرف ملا کہ قیامت تک مسلمان اس پتھر پر نماز پڑھتے رہیں گے اور وہ تعمیر ابراہیم کی نشانی کے طور پر قیامت تک تمام مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تسلیم و رضا کا اظہار کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جس طرح چھری کے نیچے گردن رکھ دی تھی اس کی سنت قائم رکھنے کے لیے آج تک دس ذی الحجہ کو قربانیاں کی جاتی ہیں، شیطان کے بہکانے پر ناراض ہو کر حضرت ابراہیم نے اس کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم کی ادا اس قدر پسند آئی کہ ہر حاجی پر رمی جمرات کو واجب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ایسی آیات نازل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مناسک حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا
واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی
وعھدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھرا
بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود
(بقرہ: ۱۲۵)

اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کا مرجع اور جائے امن بنا دیا، اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو! اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ "میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر دو!"

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِىْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝

(حج : ۲۶–۲۷)

اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس بیت کو ٹھکانا بنایا کہ کسی کو میرا شریک نہ بنانا، اور میرے بیت کو طواف کرنے والوں کے لیے، قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو وہ تمہارے پاس پاپیادہ اور دُور دراز سے تھکی ماندی سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

آل عمران : (۹۵–۹۷)

آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، تم سب ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو صرف اللہ کے پیروکار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے بیشک لوگوں کے لیے جو پہلا (عبادت کا) گھر بنایا گیا وہ مکہ میں ہے وہ بابرکت ہے اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ امن پا لے گا، اور لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے اس گھر کا قصد کریں (حج کریں) بشرطیکہ انھیں اس کی طاقت حاصل ہو اور جو استطاعت کے باوجود اس سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

حج کا فلسفہ

حج کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے مورد اور معدن کی زیارت کرنا، اللہ تعالیٰ کے گھر میں حاضر ہونا حضرت ابراہیم کی مثل اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنا اور اس بے مثال قربانی کی روح کو زندہ کرنا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے دو عظیم رسولوں نے رکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تسلیم ورضا فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کے ساتھ گردن جھکا دی تھی۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام تمدن کے اس ابتدائی دور میں سادہ اور بن سلے کپڑے پہنتے تھے۔ اسی طرح مسلمان حج کے دوران بغیر سلے کپڑے پہنتے ہیں حضرت اسماعیل کی طرح اپنے آپ کو خدا کی بارگاہ میں قربان کرنے جاتے ہیں۔ اتنے دنوں تک سر کے بال منڈواتے ہیں، نہ ترشواتے ہیں، دنیا کے عیش وعشرت اور پُر تکلف زندگی سے پرہیز کرتے ہیں خوشبو لگاتے ہیں نہ رنگین کپڑے پہنتے ہیں نہ سر ڈھانپتے ہیں، جنسی تلذذ اور شکار سے دُور رہتے ہیں اور جس والہانہ انداز سے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام تین دن کے سفر سے تھکے ہارے گرد وغبار میں اَٹے ہوئے خدا کی بارگاہ میں دوڑتے ہوئے آئے تھے اور تقریباً چار ہزار برس پہلے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ پر لبیک کہا تھا اسی طرح اللّٰھم لبیک، اللّٰھم لبیک کا ترانہ الاپتے ہوئے دنیا کے مختلف اطراف سے سفر کر کے کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

روحانی لذتیں

تمام دنیا کے مسلمان ان تمام مقامات اور حدود میں اللھم لبیک کی صدا بلند کرتے پھرتے ہیں جہاں جہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے نقشِ قدم ثبت ہوئے تھے، صفا اور مروہ میں جہاں حضرت ہاجرہ دوڑتی ہوئی گئی تھیں ——— وہاں دوڑ کر جاتے ہیں۔ عرفات کے سب سے بڑے میدان میں جمع ہو کر اپنی تمام پچھلی زندگی کی تقصیروں اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے ہیں، گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کر کے اپنے گناہوں پر اس قدر زیادہ بخشش اور مغفرت طلب کرتے ہیں کہ شیطان مارے غم کے اپنے بالوں میں مٹی ڈال لیتا ہے۔ آئندہ زندگی کے لیے عبادت و اطاعت کا از سر نو عہد و پیمان کرتے ہیں اور یہی حج کا حقیقی فلسفہ ہے، یہ تاریخی میدان اس تاریخی عہد کی یادگار ہے جو ان بزرگ پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ نے لیا تھا، دنیا کے بہت سے مسلمان ساری عمر حج کی آس پر جیتے رہتے ہیں اور انہیں پاتے۔ کتنے پوری عمر میں صرف ایک بار آپاتے ہیں، لاکھوں بندگانِ خدا ایک ہی لباس ایک ہی شکل و صورت ایک ہی حالت اور ایک ہی جذبہ سے سرشار جھلستے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں ایک بے آب و گیاہ اور خشک میدان میں اکٹھے ہو کر اپنی تقصیروں، کوتاہیوں، بدکاریوں اور بربادیوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں، ہچکیوں اور جگر گداز چیخوں سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور عفو و مغفرت کو طلب کرتے ہیں، اور سب کے دلوں میں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہی وہ تاریخی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اسی حالت اور اسی صورت میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا ہے۔ یہ روحانی منظر ایسا اثر ایسا کیف اور ایسا سوز و گداز پیدا کرتا ہے جس کی لذت ساری عمر یاد رہتی ہے، مسلمان حضرت ابراہیم کی پیروی میں ایک جانور ذبح کر کے قربانی کرتے ہیں اور اس وقت اسی اطاعت اسی فدویت اسی سرفروشی اور اسی قربانی کا اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں جو کبھی منیٰ میں اسی موقع پر اور اسی حالت اور اسی شکل میں دنیا کے اس عظیم داعی توحید نے اپنی زبان اور عمل سے ظاہر کیا تھا، حج کرنے والے مسلمانوں کے دلوں میں اسی وقت وہی جذبات موجزن ہوتے ہیں جو چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں تھے اور جو الفاظ انہوں نے کہے تھے وہی ان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔
(انعام : ۷۹)

ہر طرف سے منہ موڑ کر میں اس ذات کی طرف منہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العلمین ۝ لا شریک لہ وبذٰلک امرت وانا اول المسلمین۔
(انعام : ۱۶۲-۱۶۳)

بے شک میری نماز اور میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام کا اقرار کرتا ہوں۔

دیکھا جائے تو ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حج کا پورا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔

جغرافیائی اکائی کے بجائے اسلامی وحدت

آج ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان قومیت اور وطنیت کی تنگنائیوں سے نکل کر وحدت اسلامی میں داخل ہوں، ملت ابراہیم کی ابتدائی دعوت اور ملت محمدی کے ابدی پیغام نے ہزاروں برس پہلے دنیا کے سامنے اسلامی وحدت کا یہ خاکہ رکھا کہ زبان، رنگ و نسل اور لسانی اور جغرافیائی سینکڑوں اختلافات کے باوجود دنیا کے کونے کونے سے چل کر تمام مسلمان ایک مرکز پر ایک حال اور ایک قال میں جمع ہوتے ہیں، بظاہر یہ بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک زبان بولیں مگر خانہ کعبہ کی مرکزیت نے آل ابراہیم کے لیے مدت دراز سے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔

اسلامی علوم و فنون کی نشر و اشاعت

یہ اسی مرکزیت کا اثر ہے کہ بڑے بڑے صحابہ اور عالم دین، محدث، مفسر اور فقیہ جو اسلامی فتوحات اور نوآبادیوں کے نتیجہ میں تمام دنیا کے اندر پھیل گئے تھے وہ سال بسال پھر یہاں آکر سمٹ جاتے تھے اور دنیا کے تمام گوشوں سے علماء آکر حرم ابراہیم میں جمع ہو جاتے تھے اور وہ علمی اور فقہی نکات جو دنیا میں متفرق اور منتشر تھے، ان کو اس وقت کے علماء ابراہیمی درسگاہ کے صحن میں ایک دفتر میں جمع کر دیتے تھے۔ یہیں آکر بخارا کے باشندے، اسپین اور مراکش کے رہنے والوں سے، شامی، عراقی سے اور مصری حجازی سے، بصری کوفی سے اور نیشاپوری ہند اور سندھ کے رہنے والوں سے اپنی معلومات کا تبادلہ کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے فیض پاتے تھے اور اس طرح دم کے دم میں ہند اور سندھ کا علم اسپین میں اور اسپین کا فیض سندھ میں پہنچ جاتا تھا، مصر کی روایت و درایت ترکستان میں اور ترکستان کے علوم مصر پہنچ جاتے تھے۔ حضرت ابن مسعود کے شاگرد حضرت عائشہ اور ابن عمر کے شاگردوں سے فیض یاب ہوتے اور حضرت ابن عباس کے تلامذہ حضرت ابوہریرہ کے تلامذہ کی روایات کو حاصل کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی، مغازی، سیر، احکام اور وصایا کی تمام دنیا میں نشر و اشاعت کا اصل ذریعہ یہی باہمی تعارف تھا، اور آج ہمارے پاس کتب احادیث اور تفاسیر اور کتب فقہیہ کا جو بہت بڑا ذخیرہ ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب حج کی مرکزیت اور اجتماعیت ہے۔

باہمی تعاون اور اتحاد کی روح

یہ حج ہی کی مرکزیت کا نتیجہ ہے کہ عام مسلمان جو اپنے اپنے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں وہ دور دراز مسافتوں کو طے کر کے اور ہر قسم کی صعوبتوں کو برداشت کر کے، دریا، پہاڑ، جنگل، آبادی اور صحرا کو عبور کر کے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، ایک دوسرے کے درد و غم سے واقف اور حالات سے آشنا ہوتے ہیں جس سے ان میں باہمی تعاون اور اتحاد کی روح پیدا ہوتی ہے۔ یہیں آکر چینی مراکشی سے، تونسی ہندی سے، تاتاری حبشی سے، عجمی عربی سے اور افغانی افریقی سے جا ملتا ہے اور سب مل کر باہم ایک قوم، ایک نسل اور ایک خاندان کے افراد نظر آتے ہیں۔

گناہوں سے برات اور پاکیزگی

جامع ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے۔ اور جو مومن حج کرتا ہے اور گناہ سے ملوث نہیں ہوتا

اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں[1] یہ حدیث نسائی میں بھی ہے[2]۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن کے متعلق فرمایا اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قریب ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنے ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندے دور دراز سے گرد و غبار میں اٹے ہوئے جنت کی امید میں آئے ہیں (اے میرے بندو!) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں، بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوئے پھر بھی میں بخش دوں گا![3]

مؤطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے بدر کے دن پر بشارت دی کہ عرفہ کے دن کے علاوہ کسی اور دن شیطان اس قدر زیادہ ذلیل، رسوا اور غضب ناک نہیں ہوتا کیونکہ اس دن وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی رحمت برس رہی ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں[4]

توبہ اور استغفار میں فریضۂ حج کی خصوصیات

ان تمام بشارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ در حقیقت حج توبہ اور انابت ہے، طواف اور سعی کے دوران، صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر، میدان عرفات میں، مزدلفہ میں اور منیٰ میں ہر جگہ جو دعائیں کی جاتی ہیں ان کا بڑا حصہ توبہ اور استغفار پر مشتمل ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[5] "جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس کی مانند ہے جس نے گناہ نہیں کیا۔" آدمی جس جگہ اور جس وقت بھی توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن حج کے مشاعر مقامات اور ارکان اپنے گوناگوں تاثرات اور دوسرے فوائد و برکات کے لحاظ سے ساری دنیا کے مقامات اور اوقات سے ممتاز ہیں، توبہ کی طرف دل مائل ہونے اور گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانے اور قبولیت کی توقعات جو یہاں ہیں وہ کہیں نہیں ہیں۔ وہ مقامات جہاں انبیاء علیہم السلام پر برکتوں کا نزول اور انوار الٰہیہ کی بارش ہوئی جس ماحول اور فضا میں تمام گنہگار ایک جگہ جمع ہو کر آہ و بکا اور فریاد و زاری کرتے ہیں، جہاں قدم قدم پر نبوی مناظر اور ربانی مشاہد ہیں جہاں اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان ناز و نیاز کے بیسیوں معاملات گزر چکے ہیں جس جگہ حضرت آدم اور حضرت حوا نے توبہ کی ہو، جہاں حضرت ابراہیم نے اپنے اہل و عیال اور سرکار رسالت مآب کی بعثت کی دعا مانگی ہو، جہاں حضرت ہود اور حضرت صالح نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد پناہ ڈھونڈی جہاں بے شمار نبیوں اور رسولوں نے دعائیں کیں جس سرزمین کے چپے چپے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خطاؤں اور گناہوں کے لیے دعائیں کی ہیں۔ ان مقامات اور مشاہد سے بڑھ کر توبہ اور استغفار کے لیے اور کون سا مقام موزوں اور مناسب ہو سکتا ہے! جن مشاہد اور آثار

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۳۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام عبد الرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۹۔۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

[4] شیخ ولی الدین متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۲۲۹ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[5] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

میں پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے۔ رقت قلب اور گریہ وزاری کے لیے وہی جگہ مناسب ہے جہاں دن رات اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر ابرِ کرم برستا رہتا ہے۔ وہاں دعائیں کرنے کا کچھ اور مقام ہے اور قبولیت کی بہت زیادہ امید ہے۔

اعمال کی نشأۃ ثانیہ

حج درحقیقت انسان کی گذشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حدِ فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیّر کی جانب زندگی کا رخ پھیرنے کا موقع بہم پہنچاتا ہے۔ یہاں آکر انسان گناہوں سے آلودہ پچھلی زندگی کو ختم کر کے نیکی اور راست بازی کے ساتھ نئی زندگی شروع کرنے کا عہد کرتا ہے۔ ان بابرکات مقامات پر حاضر ہو کر اور خدا کے گھر میں اپنی سابقہ زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ اور اقرار ایسا اثر پیدا کر دیتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف اور خیر سے اور زیادہ خیر کی طرف انسان کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور گذشتہ زندگی کا باب بند ہو کر نئی زندگی کا دوسرا باب کھل جاتا ہے بلکہ وہ حج کرنے کے بعد اپنے نئے اعمال کے لیے از سرِ نو پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہیں کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس طرح لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔" [1]

ذمہ داریوں کا احساس

حج کرنے کی چاہ میں انسان اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہے کیونکہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اہل و عیال کے خرچ سے اس قدر رقم بچ جائے جس سے حج کے مصارف پورے ہو سکیں، اس لیے انسان حج کے لیے اس وقت نکلتا ہے جب اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا سامان مہیا کر لیتا ہے اس لیے اس کو اپنے اہل و عیال کی ذمہ داریاں خود بخود پوری کرنی پڑتی ہیں اور جس شخص کے سر پر قرض کا بوجھ ہو وہ اپنا قرض اتارنے کی فکر کرتا ہے کیونکہ حج وہی شخص کر سکتا ہے جو قرض سے سبکدوش ہو۔ اس طرح فریضۂ حج کی وجہ سے انسان کے دنیوی معاملات پر بہت گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

دشمنوں سے دوستی

عام طرزِ معاشرت اور دنیوی کاموں میں انسان اپنے سینکڑوں دشمن پیدا کر لیتا ہے لیکن جب انسان خدا کی بارگاہ میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے بری الذمہ ہو کر حج کے لیے جانا چاہتا ہے، اس لیے رخصت کے وقت ہر قسم کے بغض و عناد سے اپنے دل کو صاف کر لیتا ہے، لوگوں سے اپنے قصور معاف کراتا ہے، دشمنوں کو مناتا ہے، جن کے حقوق تلف کر چکا ہو یا جن کا حق مار رکھا ہو ان کے حقوق ادا کرتا ہے اس لحاظ سے فریضۂ حج معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

مساوات

اسلامی عبادات کے فوائد میں مساوات ایک اہم سنگِ بنیاد ہے ہر چند کہ نماز سے بھی مساوات حاصل ہوتی ہے لیکن پوری وسعت اور ہمہ گیری کے ساتھ مساوات کا اظہار صرف حج میں ہوتا ہے جب امیر اور غریب، عالم اور جاہل، حکام اور عوام، بادشاہ اور رعایا، ایک لباس، ایک صورت، ایک حالت اور

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

ایک میدان میں کھلے آسمان کے نیچے رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں کسی کے لیے کسی جگہ کی قید ہوتی ہے نہ سایہ کی رعایت ہوتی ہے نہ تقدم تاخر کی فضیلت ہوتی ہے۔

کسب حلال کسب حلال بہت سی نیکیوں کا سرچشمہ ہے، چونکہ حج کے مصارف میں شرعاً صرف مال حلال صرف کیا جا سکتا ہے اور مال حرام خرچ کرنا اس میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے لامحالہ انسان کو حلال اور حرام کا فرق کرنا پڑتا ہے اور فریضہ حج کے لیے مال حلال کی تگ و دو کرنی پڑتی ہے جس سے انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت سدھر جاتی ہے۔ الغرض فریضہ حج انسان کی صرف اخروی سعادات اور بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ وہ اس کی اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، قومی اور ملی زندگی کے ہر زاویہ اور ہر گوشہ پر حاوی ہے اور مسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند شارہ ہے۔

بَابُ ۲۴۳ مَا يُبَاحُ لِلْمُحْرِمِ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ لُبْسُهُ وَمَا لَا يُبَاحُ!

محرم کے لباس کے احکام

۲۶۸۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا الْوَرْسُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قمیص نہ پہنو، پگڑیاں نہ باندھو شلوار نہ پہنو، ٹوپیاں نہ اوڑھو اور نہ موزے پہنو الا یہ کہ کسی شخص کو جوتی میسر نہ ہو تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور ایسا لباس بالکل نہ پہنو جس میں ورس (ایک قسم کی خوشبو دار گھاس) یا زعفران کا رنگ یا خوشبو ہو!

۲۶۸۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ قَالَ لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے؟ آپ نے فرمایا محرم قمیص نہ پہنے، عمامہ نہ باندھے، نہ ٹوپی اوڑھے، نہ شلوار پہنے نہ ورس اور نہ زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ موزے پہنے الا یہ کہ وہ جوتے نہ پائے تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے!

زَعْفَرَانٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

۲۶۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا جس کے پاس جوتیاں نہ ہوں وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔

۲۶۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ يَقُولُ السَّرَاوِيلُ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ وَالْخِفَافُ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ يَعْنِي الْمُحْرِمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو چادر نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتیاں نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں یعنی جو شخص محرم ہو۔

۲۶۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں خطبہ دے رہے تھے۔

۲۶۹۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے لیکن شعبہ کے علاوہ اور کسی نے میدان عرفات میں خطبہ کا ذکر نہیں کیا۔

عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ غَيْرُ شُعْبَةَ وَحْدَهُ.

٢٦٩٣ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو چادر نہ مل سکے وہ شلوار پہن لے۔

٢٦٩٤ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهَا خَلُوقٌ أَوْ قَالَ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي قَالَ وَأُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَكَانَ يَعْلَى يَقُولُ وَدِدْتُ أَنِّي أَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ فَقَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ فَرَفَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ قَالَ وَأَحْسِبُهُ كَغَطِيطِ الْبَكْرِ قَالَ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ اغْسِلْ عَنْكَ أَثَرَ الصُّفْرَةِ أَوْ قَالَ أَثَرَ الْخَلُوقِ وَاخْلَعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ

صفوان بن یعلی بن منیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص جعرانہ میں آیا در آں حالیکہ وہ شخص ایک جبہ (لمبا کوٹ) پہنے ہوئے تھا، جس پر کچھ خوشبو لگی ہوئی تھی یا کچھ زردی کا اثر تھا اس نے پوچھا آپ مجھے بتائیے کہ میں عمرہ میں کیا کروں راوی کہتے ہیں کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ کو کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری یہ تمنا تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھو؟ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے کا ایک کنارہ ہٹا دیا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا آپ خراٹے لے رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ آواز اونٹ کے خراٹوں کی طرح تھی۔ جب وہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا اور فرمایا زردی یا خوشبو کا اثر دھو ڈالو، جبہ اتار دو، اور عمرہ میں اسی طرح

وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا أَنْتَ صَانِعٌ فِي حَجِّكَ

٢٦٩٥ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَأَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مُقَطَّعَاتٌ يَعْنِي جُبَّةً وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ إِنِّي أَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَعَلَيَّ هَذَا وَأَنَا مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ قَالَ أَنْزِعُ عَنِّي هَذِهِ الثِّيَابَ وَأَغْسِلُ عَنِّي هَذَا الْخَلُوقَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ مَا صَنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ

٢٦٩٦ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى ابْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْتَنِي أَرَى نَبِيَّ اللَّهِ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ عَلَيْهِ مَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ عُمَرُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا

کرو جیسا کہ حج میں کرتے ہو۔

صفوان بن یعلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعرانہ میں ایک شخص آیا اور میں بھی اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا وہ شخص ایک جبّہ پہنے ہوئے تھا جس پر خوشبو لگی ہوئی تھی۔ اس نے کہا میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور مجھ پر یہ جبّہ ہے اور اس پر خوشبو لگی ہوئی ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ حج میں کرتے ہو وہ کرو، اس نے کہا میں یہ کپڑے اتار دوں اور یہ خوشبو دھو ڈالوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ اپنے حج میں کرتے ہو وہی اپنے عمرہ میں کرو۔

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے کہ کاش میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھوں! پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ اس وقت آپ کے پاس ایک شخص آیا اس نے ایک جبّہ پہنا ہوا تھا جس پر خوشبو لگی ہوئی تھی، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا اس شخص کے متعلق کیا ارشاد ہے جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ایک جبّہ پہن لیا جس پر خوشبو لگا لی ہوئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت اس شخص کی طرف دیکھا، پھر آپ خاموش ہو گئے، پھر آپ پر وحی نازل ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا آؤ، یعلیٰ آئے اور انھوں نے کپڑے میں ڈال کر

رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيبٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِيَدِهِ إِلٰى يَعْلَى ابْنِ أُمَيَّةَ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلٰى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي سَأَلَنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيءَ بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

دیکھا، ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ تھا کچھ دیر آپ خراٹے لیتے رہے۔ پھر آپ سے وہ کیفیت منقطع ہو گئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا؟ اس شخص کو لایا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشبو کو تین مرتبہ دھو لو اور جبہ کو اتار دو پھر اپنے عمرہ میں وہی کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو۔

۲۶۹۷- وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ ابْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ قَدْ أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَهُوَ مُصَفِّرٌ لِحْيَتَهُ وَرَأْسَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ وَأَنَا كَمَا تَرٰى فَقَالَ انْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ الصُّفْرَةَ وَمَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ.

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص جعرانہ میں آیا، اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور اس کی ڈاڑھی اور سر کے بال زرد رنگ کے خضاب سے رنگے ہوئے تھے اور اس نے ایک جبہ پہنا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور میں جس حالت میں ہوں اس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جبہ اتار دو اور یہ خضاب دھو ڈالو۔ اور جو کچھ حج میں کرتے ہو وہ سب عمرہ میں کرو۔

۲۶۹۸- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا رَبَاحُ بْنُ أَبِي مَعْرُوفٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں

قَالَ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ بِهَا أَثَرٌ مِنْ خَلُوقٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَفْعَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ يَسْتُرُهُ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ يُظِلُّهُ فَقُلْتُ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنِّي أُحِبُّ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ أَنْ أُدْخِلَ رَأْسِي مَعَهُ فِي الثَّوْبِ فَلَمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ خَمَّرَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالثَّوْبِ فَجِئْتُهُ فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي مَعَهُ فِي الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ آنِفًا عَنِ الْعُمْرَةِ فَقَامَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ انْزِعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوقِ الَّذِي بِكَ وَافْعَلْ فِي عُمْرَتِكَ مَا كُنْتَ فَاعِلًا فِي حَجِّكَ۔

نے عمرہ کا احرام باندھا ہے میں اس میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو کپڑا اوڑھا دیتے تھے، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میری خواہش ہے کہ جب آپ پر وحی نازل ہو تو میں اپنا سر آپ کے ساتھ کپڑے میں کر لوں۔ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر کپڑے سے پردہ کر لیا میں نے بھی اپنا سر اس کپڑے میں داخل کر لیا اور آپ کو دیکھا، جب آپ سے یہ کیفیت زائل ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ابھی جو شخص عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا وہ کہاں ہے؟ وہ شخص کھڑا ہوا اور آپ نے فرمایا: اس جبہ کو اتار دو اور جو خوشبو لگائی ہوئی ہے اس کو دھو ڈالو اور عمرہ میں وہی افعال کرو جو تم حج میں کرتے ہو۔

عمرہ کے حکم میں مذاہب

علامہ بدر الدین عینی حنفی عمرہ کے حکم میں مذاہب ائمہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے۔[1]

امام شافعی فرماتے ہیں اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے: "واتموا الحج والعمرۃ للہ" حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پورا کرو۔ اور ظاہر قرآن کے مشابہ یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عمرہ حج کی مثل ہے۔[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے عمرہ کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے، حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین کا بھی یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام مالک

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، مختصر المزنی ص ۶۳، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ۔

اور احناف کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں سوال کیا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اور اگر تم عمرہ کرو تو یہ افضل ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس لیے بھی کہ یہ غیر مؤقت عبادات ہے[1]

امام شافعی نے جو اتموا الحج والعمرۃ للہ سے استدلال کیا ہے اس کا احناف یہ جواب دیتے ہیں کہ اتمام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا لازم ہے اور اس کے احناف بھی قائل ہیں کیونکہ نفل کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا لازم ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے: ان العمرۃ لقرینۃ الحج فی کتاب اللہ تعالیٰ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں عمرہ کا ذکر حج کے ساتھ ہے۔ قرین کا مطلب ذکر میں قران ہے نہ کہ حکم میں قران ہے[2]

حج کے فوراً یا تاخیر سے وجوب میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں اس بات میں مجتہدین کا اختلاف ہے کہ استطاعت حاصل ہونے کے بعد حج فوراً واجب ہو جاتا ہے یا تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو جس سے حج کے رہ جانے کا خدشہ ہو۔ اور امام ابو حنیفہ، امام مالک اور دوسرے ائمہ کہتے ہیں کہ استطاعت کے بعد حج فوراً واجب ہو جاتا ہے[3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جس شخص پر حج واجب ہو جائے اور اس کے لیے حج کرنا ممکن ہو تو اس پر فوراً حج کرنا واجب ہے۔" امام ابو حنیفہ، امام مالک (اور امام احمد بن حنبل) کا یہی قول ہے، البتہ امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اس پر توسع کے ساتھ حج واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کے لیے بھیجا اور خود مدینہ میں رہے حالانکہ اس وقت آپ جہاد کر رہے تھے نہ کسی اور کام میں مشغول تھے اور بہت سے صحابہ بھی مدینہ میں رہے حالانکہ وہ حج پر قادر تھے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے دوسرے سال تاخیر سے حج کیا تو یہ قضا نہیں تھا، اس سے معلوم ہوا کہ حج تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران: ۹۷) "جو لوگ حج بیت اللہ کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے حج کرنا واجب ہے" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واتموا الحج والعمرۃ للہ (بقرہ: ۱۹۶) "حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پورا کرو" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اراد الحج فلیتعجل۔ (مسند احمد، سنن ابو داؤد،

---

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۰۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

سنن ابن ماجہ) "جو شخص حج کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے" اور ایک روایت میں ہے من اراد الحج فلیعجل فانہ قد یمرض المریض وتضل الضالۃ وتعرض الحاجۃ۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجہ) "جو شخص حج کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے، کیونکہ کبھی انسان بیمار پڑ جاتا ہے، کبھی سواری گم ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی کام درپیش ہو جاتا ہے" اور امام احمد فرماتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا۔ (مسند احمد، ترمذی)

"جو شخص سفر خرچ اور بیت اللہ تک پہنچانے والی سواری کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر" اور حضرت عبدالرحمان بن سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات ولم یحج حجۃ الاسلام لم یمنعہ عرض حابس او سلطان جائر او حاجۃ ظاھرۃ فلیمت علی ای حال شاء یھودیا او نصرانیا (سنن سعید بن منصور)

"جو شخص حج کیے بغیر مر گیا حالانکہ اسے حج سے روکنے والی کوئی بیماری تھی نہ کوئی ظالم بادشاہ روکنے والا تھا نہ کوئی کام تھا تو وہ جس حال میں چاہے مرے خواہ یہودی ہو کر خواہ عیسائی ہو کر" یہ حدیث حضرت عمر، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، نیز اگر اس کا وجوب تاخیر سے اور علی التوسیع ہو تو پھر یہ سرے سے واجب ہی نہیں رہے گا کیونکہ تاخیر کی کوئی حد نہیں ہے اور اگر وہ حج کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ گنہگار بھی نہیں ہو گا کیونکہ اس نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا کیونکہ موخر کرنا اس کے لیے جائز تھا، پھر موت کی کوئی علامت اور اس کا وقت مقرر نہیں ہے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ فلاں وقت سے پہلے حج کرنا لازم ہو گا۔

امام شافعی کے دلائل کے جوابات ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری کو مکہ فتح کیا اور نو ہجری میں حج کو موخر کیا جس کی وجہ عدم استطاعت یا کوئی اور عذر تھا، یا آپ کو بیت اللہ کے گرد مشرکوں کو برہنہ دیکھنا ناپسند تھا اس لیے آپ نے ایک سال حج موخر کر دیا تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا نہ کوئی برہنہ طواف کرے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حج موخر کر دیا ہو تاکہ اگلے سال آپ کا حج حجۃ الوداع ہو جائے اور یہ دن جمعہ کا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل کر دے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام مذاہب والوں کی عیدیں اس دن جمع ہو گئی تھیں اور اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا تھا نہ اس کے بعد ہوا۔ رہا یہ سوال کہ اگر حج فوراً واجب ہو تو تاخیر سے حج کرنے والے کا فعل قضا کہلانا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ کو تاخیر سے ادا کیا جائے تو وہ قضا نہیں کہلاتی ہے[1]۔

مذاہب اربعہ میں احرام کی کیفیت

حدیث نمبر ۲۶۸۷ میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ فلاں فلاں چیز پہنو، کیونکہ پہننے والے کپڑے تو لاتعداد ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ تم قمیص، عمامہ، شلوار، ٹوپی اور موزے نہ پہنو اور نہ وہ کپڑے پہنو جن کو زعفران یا ورس سے رنگا گیا ہو کیونکہ جو کپڑے ممنوع ہیں وہ محدود ہیں، اس لیے آپ

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳ ص ۱۰۱-۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

نے محدود کپڑوں کا ذکر کر دیا، علماء نے آپ کے اس کلام کو بلاغت کی اعلیٰ قسم میں سے شمار کیا ہے۔ اس حدیث سے علماء نے یہ استنباط کیا ہے کہ محرم کے لیے سلے ہوئے کپڑوں کو پہننا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم کے لیے کسی چیز سے سر ڈھانپنا بھی جائز نہیں ہے اگر محرم نے سر درد یا کسی اور بیماری کی وجہ سے سر پر پٹی باندھی تو اس کو فدیہ دینا ہوگا اور موزوں کی نفی سے یہ معلوم ہوا کہ ٹخنے کو چھپانے والی کوئی چیز بھی مثلاً جراب وغیرہ احرام میں جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم کے لیے دستانے پہننا بھی جائز نہیں ہے۔ کپڑوں پر خوشبو لگانا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ خوشبو والے پھل مثلاً سیب وغیرہ رکھنا منع نہیں ہیں۔ سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت اور دو چادروں کے پہننے کا حکم یا تو تواضع کی وجہ سے ہے یا اس لیے کہ یہ لباس کفن کے مشابہ ہے۔

حضرت ابن عمر کی اس حدیث کے بعد حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں یہ ہے کہ جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی روایت میں یہ ہے کہ جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے اور ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا ذکر نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عباس اور جابر کی روایت پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ موزوں کو کاٹنا واجب نہیں ہے اور جمہور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی روایت حضرت ابن عمر کی روایت پر محمول ہے کیونکہ ان کی روایت مطلق ہے اور حضرت ابن عمر کی روایت مقید ہے اور مطلق، مقید پر محمول ہوتا ہے اور امام احمد کا یہ فرمانا کہ موزے کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے صحیح نہیں کیونکہ حکم شرعی پر عمل کرنے سے مال ضائع نہیں ہوتا جو شخص بغیر کاٹے موزے پہن لے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر فدیہ ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس پر فدیہ نہیں ہے۔

کپڑوں پر خوشبو لگانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ خوشبو اشتہاء پیدا کرتی ہے اور زیب و زینت حج کی تواضع کے خلاف ہے کیونکہ حج کرنے والا گرد و غبار میں اٹا ہوا ہے، خوشبو لگانے کے علاوہ بالوں کو کاٹنا، ناخن کاٹنا سر اور داڑھی کے بالوں کو تیل لگانا، اور جنسی تلذذ حاصل کرنا احرام میں ممنوع ہے، جس شخص کو چادر نہ ملے وہ شلوار پہن سکتا ہے۔ لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا ہے، جمہور کی دلیل حضرت ابن عباس کی حدیث ہے۔ عورت کے احرام میں بھی احکام ہیں ماسوا اس کے کہ وہ سلے ہوئے کپڑے بھی پہن سکتی ہے اور اپنے تمام بدن کو چھپائے گی البتہ چہرہ ڈھانپنا جائز نہیں ہے۔

امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ اگر محرم کے پاس جوتیاں ہوں اور اگر وہ کسی عذر کی بناء پر موزوں کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ کر پہننا چاہے تو پہن سکتا ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا پہن سکتا ہے لیکن اس پر فدیہ لازم ہے کیونکہ اس کا موزے پہننا دوامی استعمال کرنے کے حکم میں ہے۔[1]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر محرم کو چادر نہ ملے تو شلوار پہن سکتا ہے لیکن جب چادر مل جائے تو شلوار کو اتارنا لازم ہے ورنہ فدیہ لازم ہوگا۔ نیز امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورت خوشبو لگا کر کپڑے نہ پہنے، رنگدار کپڑے پہن سکتی ہے اور بغیر

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

کاٹے ہوئے موزے پہن سکتی ہے، قمیص، شلوار، دوپٹہ وغیرہ پہن سکتی ہے البتہ چہرہ نہیں ڈھانپے گی۔[1] اگر محرم کو چادر نہیں ملی تو امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک شلوار کو پھاڑ کر چادر کی طرح کرنا لازم ہے ورنہ اس پر دم لازم آئے گا۔[2] امام محمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں اسفل کعبین کو کھلا رکھنے کا حکم ہے اس سے مراد وسط قدم کا مفصل ہے جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے ٹخنے مراد نہیں ہیں لیکن حدیث میں کعبین کا لفظ ہے جو تثنیہ کا صیغہ ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس سے ٹخنے مراد ہیں وسط قدم کھلا رہے تو کوئی حرج نہیں ٹخنے کھلے رہنے چاہئیں۔ جس طرح آیت وضو میں کعبین سے مراد ٹخنے ہیں وسط قدم نہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بھولے سے یا ناواقفیت کی بناء پر خوشبو لگا ہوا کپڑا پہن لیا امام شافعی اور داؤد ظاہری کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس پر فدیہ ہے۔[3] علامہ نووی نے امام احمد کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ اس صورت میں کفارہ نہیں ہے۔[4]

حدیث نمبر ۲۶۹۳ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل نے عمرہ کے احرام کا مسئلہ پوچھا تو آپ خاموش رہے پھر آپ پر وحی نازل ہوئی، نزول وحی کے بعد آپ نے سائل کو مسئلہ بتایا کہ یہ جبہ اتار دو اور تمہارے جسم پر جو خوشبو کا اثر ہے، اس کو دھو ڈالو، آپ نے اس شخص پر کفارہ لازم نہیں کیا اگر کفارہ لازم ہوتا تو آپ بتا دیتے اس کا جواب یہ ہے کہ کفارے کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب آپ نے یہ مسئلہ بتا دیا اور پھر کسی نے اس کے خلاف کیا جبکہ آپ نے ابتداءً مسئلہ اس شخص کو بتایا ہے تو اس سے پہلے اس شخص کے کیے ہوئے عمل پر نسیان یا ناواقفیت کی بناء پر تقصیر کا اطلاق کیسے ہوگا حتی کہ اس تقصیر پر کفارے کا سوال پیدا ہو!

وحی خفی یا وحی غیر متلو کی تحقیق (حجیت حدیث)

حدیث نمبر ۲۶۹۴ میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے احرام کا مسئلہ پوچھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہوئی آپ کو کپڑا اڑھا دیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم نزول وحی کی کیفیت دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھ لو، حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے کپڑے میں اپنا سر داخل کیا اور نزول وحی کی کیفیت کا مشاہدہ کیا، اس کیفیت کے زائل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو بلایا اور فرمایا "اپنے جسم سے زردی یا خوشبو کا اثر دھو ڈالو جبہ اتار دو اور عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو" "اغسل عنك اثر الصفرة او قال اثر الخلوق واخلع عنك جبتك واصنع في عمرتك ما انت صانع في حجك" وحی کے ان الفاظ کی قرآن مجید میں تلاوت نہیں ہوتی اس لیے ان الفاظ کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۲ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۶۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ۔

[4] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کے احکام سے متعلق یا کسی سوال کے جواب میں وحی نازل کی جائے اور اس وحی میں آپ پر صرف معانی اور مسائل کا نزول ہو اور آپ پر الفاظ نازل نہ کیے جائیں۔ اور آپ ان معانی اور مسائل کو الفاظ نبوت سے تعبیر فرمائیں اس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں اور اگر حضرت جبریل کے واسطے سے آپ پر الفاظ اور معانی دونوں کا نزول ہو تو اس کو وحی جلی یا وحی متلو کہتے ہیں وحی خفی حدیث ہے اور وحی جلی قرآن ہے۔

وحی خفی کی ضرورت

اسلام کے ہر رکن کے تفصیلی احکام قرآن مجید میں نازل نہیں کیے گئے حج ہی کو لے لیجئے قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حج کے فرائض اور ارکان کیا ہیں، حج میں کتنے واجبات ہیں حج کس ماہ کی کس تاریخ کو ادا ہو گا۔ احرام کی کیا شرائط اور کیا موانع ہیں۔ میقات کی حدود کیا ہیں، حجازی اور غیر حجازی کے لیے احرام کے میقات ایک ہیں یا الگ الگ، جو شخص احادیث کو نہیں مانتا کیا وہ صرف قرآن پڑھ کر حج کر سکتا ہے؟ اور صدیوں سے جو لاکھوں انسان ہر سال احادیث رسول کی تعلیم کے مطابق حج کرتے چلے آئے ہیں کیا یہ سب غلط ہیں؟ ——— اسی طرح نماز کو لے لیجئے قرآن مجید میں واضح طور پر کہیں یہ بیان نہیں ہوا کہ دن اور رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں، ان نمازوں کے اوقات کیا ہیں، نماز کے وقت کے لیے ندا اور اعلان کا ذکر ہے لیکن یہ ذکر نہیں ہے کہ اذان میں کیا کلمات کہنے چاہییں، اقامت کا ذکر نہیں ہے نمازوں کی رکعات کی تعیین اور تحدید نہیں ہے نماز کے شروع سے لے کر اس کے اختتام تک کیا پڑھا جائے اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور احادیث کو چھوڑ کر محض قرآن مجید سے کوئی شخص کیسے نماز پڑھے گا؟ یہ دو مثالیں ہم نے ذکر کی ہیں باقی عبادات کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اسلام کے ارکان اور فرائض کا ذکر کر دیا گیا اور ان فرائض کی تفصیلات اور جزئیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خفی کے ذریعہ بتا دی گئیں جس کی مثال باب مذکور کی حدیث نمبر ۲۶۹۲ میں موجود ہے۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ تمام عبادات وحی الٰہی کے مطابق ہیں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جو روایت قرآن مجید کے مخالف ہو وہ حدیث رسول ہے نہ قابل قبول ہے بلکہ اس کا مسترد کرنا واجب ہے لیکن جن احادیث میں قرآن مجید کے احکام کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور وہ تفاصیل قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں، بلکہ قرآن مجید کے علاوہ اور اس پر زائد ہیں ان کو ماننے سے اس لیے انکار کر دینا کہ چونکہ یہ تفصیل قرآن میں نہیں ہے اس لیے ناقابل تسلیم ہے خواہ یہ قول رسول ہی ہو، یہ انداز فکر گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

وحی خفی پر اعتراضات کے جوابات

منکرین حدیث نے وحی خفی کے انکار میں بہت زور لگایا ہے، ہم سطور ذیل میں ان کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کر رہے ہیں۔ برق صاحب ایک مولانا کے ساتھ مذاکرہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

اللہ نے ہمیں ایک قوانین کی کتاب یعنی قرآن دے کر اپنے رسول کو ہمارا امیر اور اولی الامر بنا دیا۔ تاکہ وہ ان قوانین کو نافذ کر سکے، اور ہمیں حکم دے دیا کہ رسول کی اطاعت کرو رسول خدا جب تک بقید حیات رہے، صرف انہی قوانین کی تعمیل کراتے رہے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسول خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے۔ م (مولانا) آپ کا مطلب غالباً یہ ہے کہ اگر رسول قرآنی احکام کے علاوہ کسی اور بات کا حکم دے تو آپ اس کی تعمیل نہیں کریں گے۔ برق یہ آپ نے فرض ہی کیوں کر لیا کہ رسول صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کا حکم دینے کی بھی جرأت کر سکتے

تھے، انھیں بار بار کہا جا رہا تھا: بلغ ما انزل الیک "اے رسول! تم وہ احکام امت تک پہنچا دو جو تم نہیں دے رہے ہیں"۔
نوٹ: برق صاحب نے آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے: "جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے"۔
کیا رسول اکرم صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس صریح حکم سے سرتابی کی جرأت کر سکتے تھے؟ لفظ رسول کے معنی ہی نامہ بر، ایلچی اور چٹھی رساں ہیں۔ تو ایک قاصد خود کیسے آقا بن سکتا ہے؟ [1]

وحی خفی پر دلائل دیتے ہوئے ہم نے واضح کر دیا ہے کہ قرآن مجید نے جو احکام ہم پر فرض کیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کے بغیر ان پر عمل نہیں ہو سکتا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات اور آپ کے فرمودات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہر چند کہ برق صاحب نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایلچی (العیاذ باللہ) قرار دے کر آپ کی اطاعت کی سرے سے نفی کر دی ہے لیکن اس غلط بات کی غلطی خود ان کو بھی محسوس ہو گئی، لکھتے ہیں:

اعتراض: ہمارے بعض بزرگ کہتے ہیں کہ احادیث کو چھوڑ دو گے، تو نماز پڑھنے کا طریقہ کہاں سے سیکھو گے؟
جواب: رسول کریم صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا، انھیں کروڑوں نے اور یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا، کیا ان اَن گنت، کروڑ ہا انسانوں کی شہادت کافی نہیں؟ کیا دیہاتی مسلمان صحیح بخاری سے نماز کا طریقہ سیکھا کرتے ہیں؟ جس طریقے سے ہمارے آباؤ اجداد نماز ادا کرتے رہے۔ ہم نے وہ سلسلہ جاری رکھا، اور اب نئی نسل ہماری نقل اتار رہی ہے۔ یہاں صحیح بخاری کی ضرورت ہی کہاں پیش آتی ہے۔ کشمیر کی ساری وادی میں غالباً صحیح بخاری کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہو گا، لیکن وہ لوگ پھر بھی نہایت صحت سے نماز پڑھتے ہیں۔ [2]

اس پیراگراف میں برق صاحب نے بعض حقائق تسلیم کر لیے ہیں، ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات، تعبیرات اور آپ کے احکام کے بغیر قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں ہو سکتا اور قرآن مجید پر عمل کرنے کے لیے آپ کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ اس سوال کے جواب میں کہ نماز پڑھنا کہاں سے سیکھو گے؟ ——— انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ قرآن مجید کو کھول کر دیکھ لیں گے! بلکہ یہ لکھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا۔۔۔" اور جس طرح آپ نے نماز پڑھی وہی نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور یہی بات حدیث شریف میں ہے: صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ "جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح نماز پڑھو"۔ اور اس میں برق صاحب جیسے کٹر منکر حدیث نے بھی یہ مان لیا کہ اطاعت اور اتباع رسول کے بغیر قرآن مجید کے کسی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا! دوسری بات جو اس پیراگراف میں برق صاحب نے مان لی ہے وہ روایات اور احادیث کی حجیت ہے کیونکہ بعد کے لوگوں کے عمل کے لیے برق صاحب نے پہلے لوگوں کی روایت کو حجت مانا ہے کیونکہ انھوں نے لکھا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا انھیں کروڑوں نے اور یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا" ——— اور جن لاکھوں انسانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ دو اسلام ص ۱۲۳، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، کراچی۔
[2] 〃 〃 〃 دو اسلام ص ۱۲۴ 〃 〃 〃

پڑھتے دیکھا یہ حضرات صحابہ کرام تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طریقہ سے نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نماز کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرلی تھی وہ تمام جزئیات اور تفصیلات انھوں نے کروڑوں تابعین تک پہنچا دیں اور ظاہر ہے کہ تابعین کو نماز کا طریقہ صحابہ کرام سے معلوم ہوا۔ انھیں نماز پڑھتے دیکھ کر بھی اور ان سے مسائل سیکھ کر بھی اور ان سے پوچھ کر بھی اور یہ تعلیم اسی وقت صحیح ہوگی جب تابعین کے نزدیک صحابہ کی روایات حجت ہوں پھر اس منطق کو کون مانے گا کہ اگر نماز کا طریقہ یونہی دیکھا دیکھی نقل اور روایات سے زبانی کلامی چلتا رہے تو درست ہے اور اگر صحابہ اپنی روایات کو لکھ لیں اور تابعین ان سے نقل کرلیں اور تبع تابعین، صحابہ کی ان روایات کو اسانید کے ساتھ مدون کر لیں اور کتابی شکل دے دیں تو یہ کتابیں بیک جنبش قلم غیر معتبر ہوجائیں؟ اور مسئلہ صرف ایک نماز کا تو نہیں ہے عبادات اور معاملات کی ایک وسیع فہرست ہے، جن کے شرائط، ارکان، واجبات آداب، مکروہات اور محرمات کے احکام کا ایک طویل سلسلہ ہے یہ تمام چیزیں صرف دیکھا دیکھی سے کیسے حاصل ہوسکتی ہیں؟ پھر اس سے بھی عجیب منطق یہ ہے کہ وادی کشمیر میں رہنے والے ان پڑھ دیہاتیوں کے عمل کو معتبر مانا جائے اور صحیح بخاری کو نامعتبر!

وحی خفی پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وحی نازل کرنے کی تین صورتیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ براہ راست بغیر کسی فرشتہ کی وساطت سے وحی نازل فرمائے دوسری یہ کہ حجاب کی اوٹ سے براہ راست ہمکلام ہو تیسری یہ کہ رسول کی وساطت سے وحی نازل فرمائے۔

وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء۔
(الشوریٰ: ۵۱)

کسی بشر کے لیے بغیر وحی کے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ممکن نہیں ہے یا حجاب کی اوٹ سے یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے اور وہ (فرشتہ) اللہ تعالیٰ کے اذن سے وحی کرے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس آیت میں وحی کی جو پہلی قسم بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اللہ تعالیٰ براہ راست وحی نازل فرمائے اس وحی میں نہ فرشتے کا دخل ہے نہ الفاظ کا۔ اور یہ وہ وحی ہے جو قرآن مجید کے علاوہ ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے واسطے سے نازل کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فانه نزله على قلبك باذن الله
(البقرہ: ۹۷)

جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے قرآن مجید آپ کے قلب پر نازل کیا۔

وانه لتنزيل رب العالمين ۝ نزل به الروح الامين ۝ على قلبك لتكون من المنذرين ۝ بلسان عربي مبين ۝
(الشعراء: ۱۹۵-۱۹۲)

بے شک یہ (قرآن مجید) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ جبرائیل نے اس کو آپ کے قلب پر نازل کیا تاکہ آپ (عذاب خدا سے) ڈرانے والوں میں سے ہوں (اور یہ قرآن) صاف عربی زبان میں ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہوگیا کہ قرآن مجید وحی کی وہ قسم ہے جس کو حضرت جبرائیل نے الفاظ کے ساتھ آپ کے قلب پر نازل کیا ہے اور وحی کی پہلی دو قسمیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی وساطت کے بغیر نبی پر کلام کے ذریعہ وحی نازل

کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہ وحی قرآن نہیں ہے اسی کو وحی غیر متلو اور وحی خفی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بعض منکرین حدیث اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں نبی پر وحی نازل کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ عام انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کے طریقوں کا بیان ہے۔ یہ جواب قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ اس سے متصل اگلی آیت سے واضح ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم۔

(الشوریٰ : ۵۲)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے احکام سے متعلق وحی نازل فرماتا ہے آپ محض اپنی عقل سے نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور وحی کیا ہے۔ لیکن ہم نے (اس وحی کو) نور بنا دیا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور لاریب آپ صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے جن طریقوں کا بیان کیا ہے ان کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور تیسرے طریقہ کی وحی قرآن مجید ہے پہلے جن دو طریقوں سے وحی کی جاتی ہے وہ غیر قرآن ہے اور انھی کو ہم وحی غیر متلو اور وحی خفی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ○ ان علینا جمعہ وقرانہ ○ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ○ ثم ان علینا بیانہ۔

(قیامت : ۱۶-۱۹)

آپ قرآن مجید جلد یاد کرنے کیلئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں قرآن مجید کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کا قرآن مجید پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں تو آپ ہمارے پڑھے ہوئے کی اتباع کریں پھر بے شک ہمارے ذمہ اس (معانی اور مسائل) کا بیان کرنا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا کہ قرآن مجید کے مسائل اور اس کے احکام کو وضاحت سے بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب تک قرآن مجید کا نزول ہوتا رہا اس کے معانی کی تشریح اور تفسیر اور اس کے احکام کی وضاحت اللہ تعالیٰ مسلسل آپ سے بیان کرتا رہا اور یہی چیز وحی خفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خفی سے قرآن مجید کی تعلیم دی: الرحمٰن ○ علم القرآن (رحمٰن) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی سے حاصل کی ہوئی اس تعلیم کو امت تک پہنچا دیا: ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (جمعہ : ۲)

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ۔

(نساء : ۱۰۵)

بے شک ہم نے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی تاکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو بتلائے آپ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: لتحکم بین الناس بما انزل علیک اللہ "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ پر جو قرآن نازل کرے آپ اس کے مطابق فیصلے کریں" کیونکہ انزال کے لفظ سے قرآن مجید کا نازل کرنا متبادر ہوتا ہے۔

بلکہ بما اراك الله ۔ فرمایا یعنی جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ بتلائے آپ اس کے مطابق فیصلے کریں۔ معلوم ہوا کہ وحی قرآن کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرماتا ہے اور اس وحی کے مطابق آپ قرآن مجید کی تشریح اور قرآن مجید کے احکام کی تبیین اور تفصیل کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور یہی وحی خفی ہے۔

اس آیت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاکم کے منصب پر فائز فرمایا ہے

۲۔ احکام قرآنیہ کی تفصیل اور عبادات کی تشریح میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آپ کی ذاتی رائے اور اجتہاد یا قیاس نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اراءت اور تعلیم ہے اور یہ اراءت اور تعلیم، الفاظ قرآن کے ماسوا ہے، جس کے مطابق فیصلہ کرنے اور حکم دینے کا منصب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے۔

۳۔ اس آیت سے الفاظ قرآن کے سوا ایک ایسی چیز کا وجود ثابت ہوا جو اللہ تعالیٰ کی اراءت اور تعلیم سے حاصل ہوتی ہے اسی کو ہم اصطلاحاً وحی خفی اور وحی غیر متلو یا حدیث اور سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔

۴۔ اس آیت سے وحی خفی کا حجت ہونا ثابت ہوا۔ وللہ الحمد علی ذلك۔

وحی خفی کے ثبوت میں سورۂ بقرہ کی مذکور ذیل آیات انتہائی واضح اور صریح ہیں:

سیقول السفهاء من الناس ما ولهم عن قبلتهم التی کانوا علیها۔
(بقرہ: ۱۴۲)

اب بے وقوف لوگ (منافقین اور مشرکین) کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے) تھے۔

وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه۔
(بقرہ: ۱۴۳)

(اے رسول) اس سے پہلے آپ جس قبلہ پر تھے اسے ہم نے اسی لیے مقرر کیا تھا کہ وہ ہمیں (لوگوں پر ظاہر کریں) کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

پہلی آیت میں صراحتہً مذکور ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا قبلہ تھا جس سے انہیں دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتہً بیان کر دیا کہ وہ پہلا قبلہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا مقرر کردہ تھا لیکن سارے قرآن مجید میں پہلے قبلہ (بیت المقدس) کو مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں ہے نہ یہ مذکور ہے کہ اس قبلہ کا نام کیا ہے؟ حالانکہ تحویل قبلہ سے پہلے اس کا قبلہ ہونا اسلامی حکم تھا اور اس کے قبلہ اولیٰ ہونے کا اعتقاد قیامت تک اسلامی عقیدہ رہے گا جس کا ثبوت صرف سنت اور حدیث سے ملتا ہے اور قبلہ اولیٰ کی طرف منہ کرنے کا حکم، اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور اس کا ثبوت صرف وحی خفی سے ہے، قرآن مجید میں نہ قبلہ اولیٰ کے ثبوت کا ذکر ہے نہ اس کی طرف منہ کرنے کے حکم کا ذکر ہے۔

سورۂ تحریم کی حسب ذیل آیت بھی وحی خفی کے ثبوت میں انتہائی صریح اور واضح ہے۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا فلما نبات به واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نباها به قالت من

اور جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بعض ازواج سے ایک راز کی بات کہی اور جب اس زوجہ نے وہ راز (کسی کو) بتا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو افشائے راز

انباک هذا قال نبانی العلیم الخبیر۔ (تحریم: ۳)

کی خبر دیدی، نبی نے اس میں سے کچھ بات (اس زوجہ کو) بتلائی اور کچھ ٹال دی، اور جب نبی نے وہ بات بتلائی تو اس زوجہ نے کہا آپ کو اس بات کی کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا مجھے علیم وخبیر نے اس بات کی خبر دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زوجہ مطہرہ (حضرت حفصہ) سے ایک راز کی بات فرمائی، جس کو انھوں نے افشا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس افشاء راز کو آپ پر ظاہر کر دیا (اظہرہ اللہ علیہ) اللہ تعالیٰ کے اظہار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ سے فرمایا تم نے فلاں زوجہ (حضرت عائشہ) کو ہماری بات بتلا کر ہمارا راز کھول دیا حالانکہ تمہیں اس سے منع کیا تھا وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں آپ کو کس نے خبر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبأنی العلیم الخبیر مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

اب آپ سارے قرآن کو پڑھ ڈالیے پورے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا چیز ظاہر فرمائی تھی اور کس چیز کی خبر دی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ پر وحی کی ہے۔ اور قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ کو کچھ بتلایا ہے اور یہی وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے۔!

یہ ایک کھلی ہوئی اور واضح بات ہے کہ قرآن مجید جس ترتیب کے ساتھ اب موجود ہے، اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا تھا۔ اس کے نزول کی ترتیب حالات ضروریات اور لوگوں کے سوالات کے اعتبار سے ہوتی تھی اور بیک وقت کئی کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں، اور جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبین وحی کو بتلا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھی جائے گی اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اور تدوین آپ اپنے اجتہاد سے نہیں کرتے تھے اور جس ترتیب سے قرآن مجید نازل ہوتا اس ترتیب کو بدل کر کوئی اور ترتیب قائم کرنا آپ کے اختیار میں نہیں تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقرآن غیر هذا او بدله قل ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی۔ (یونس: ۱۵)

جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں ہے وہ کہتے ہیں اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو تبدیل کر دو، آپ کہیے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں از خود اس قرآن کو بدل دوں۔ میں اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہو گیا کہ آپ کو قرآن مجید میں رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کی ترتیب کو آپ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے نہیں بدلا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی سے بدلا ہے اب سوال یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اور تدوین کا حکم کہاں ہے؟ قرآن مجید میں تو یہ حکم اور وحی ہے نہیں! معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور اسی وحی کو ہم وحی خفی اور وحی غیر متلو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله۔ (الحشر: ۵)

کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے اور جو درخت کھڑے رہنے دیئے یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کی مسلسل بد عہدیوں سے تنگ آکر مدینہ سے متصل ان کی بستیوں پر حملہ کر دیا۔ محاصرہ کے دوران اسلامی فوج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گرد و پیش کے بہت سے درخت کاٹ ڈالے تاکہ حملہ کرنے کے لیے راستہ صاف ہو جائے اس پر مخالفین نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں نے ہرے بھرے پھلدار درختوں کو کاٹ کر زمین میں فساد کیا ہے۔ مخالفین کے اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلامی فوج کا درختوں کو کاٹنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے تھا۔

اب تبلایئے کہ قرآن مجید میں وہ آیت کہاں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی بستیوں کے راستے کے درختوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا تھا، اور جب پورے قرآن مجید میں یہ وحی نہیں ہے تو مان لیجئے کہ قرآن مجید کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے۔ اور یہی وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے۔

اللہ تعالیٰ جنگ بدر کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

واذ يعدكم الله احدى الطائفتين انها لكم وتودون ان غير ذات الشوكة تكون لكم ويريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين۔ (انفال: ۷)

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں (شام سے آنے والا کفار کا تجارتی قافلہ اور مدینہ پر حملہ آور ہونے والا کفار کا لشکر) میں سے ایک جماعت تمہارے ہاتھ آجائے گی، اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت (شام سے آنے والا قافلہ) تمہارے ہاتھ آجائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ کلمات حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتلا دیا تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے اور مشرکین مکہ کے لشکر میں سے ایک جماعت مسلمانوں کے ہاتھ آجائے گی اور اسی وحی کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے اور پورے قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا ذکر ہو، معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی تھی اور یہی وحی غیر متلو اور وحی خفی ہے۔

الحمد للہ رب العلمین کہ ہم نے متعدد آیات سے اس حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی کی ہے اور اسی کو وحی غیر متلو اور وحی خفی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کا فرق

اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ایک ملاانا کے ساتھ مذاکرہ میں برقی صاحب لکھتے ہیں:

م (مولانا) اطیعوا اللہ والرسول (اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرو) اللہ نے قرآن دیا ہے اور رسول نے حدیث اس لیے دونوں پر ایمان لانا فرض ہے۔

ب (برق) آپ نے پوری آیت نہیں پڑھی اولی الامر منکم چھوڑ گئے ہیں۔ ساری آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہوا۔ اللہ، رسول اور حاکم وقت (جو تم میں سے ہو) کو مانو "اگر رسول م (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا یہی مطلب ہے کہ آپ کے تمام اقوال پر ایمان لاؤ۔ تو پھر حاکم وقت کے اقوال پر بھی ایمان لانا پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اطاعت کا بھی ویسے ہی حکم دیا ہے۔ کئی بادشاہ مصنف بھی تھے، مثلاً بابر نے تزک بابری لکھی جہانگیر نے تزک جہانگیری لکھی اور اورنگ زیب کی بھی ایک آدھ کتاب موجود ہے یہ اپنے زمانے میں اولی الامر تھے تو کیا ہم تزک بابری و جہانگیری پر بھی ایمان لاتے پھریں؟[۱]

پہلے ہم اس نکتہ کو لیتے ہیں کہ اولی الامر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو ماننے یا ان پر ایمان لانے کی حیثیت ایک ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو ماننے کی حیثیت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما۔ (نساء: ۶۵)

آپ کے رب کی قسم! جب تک یہ لوگ اپنے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ بنالیں! اور پھر آپ کے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں اور اس کو اس طرح نہ تسلیم کر لیں جو تسلیم کرنے کا حق ہے اس وقت تک یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف دل میں تنگی محسوس کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ کیا کسی اور حاکم یا اولی الامر کی بھی یہ حیثیت اور مقام ہے کہ کوئی شخص اس کا فیصلہ بے دلی سے مانے اور اس کے خلاف اس کے دل میں تنگی ہو تو وہ مسلمان نہ رہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا۔ (احزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو کسی مسلمان مرد اور عورت کو ان کے حکم میں (ماننے یا نہ ماننے کا) اختیار نہیں ہے، اور جو شخص اللہ اور رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو اپنے حکم کے مساوی قرار دیا ہے اور بتلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد کسی شخص کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار نہیں رہتا۔ اور جو آپ کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔ کیا بابر اور جہانگیر کے احکام کی بھی یہی حیثیت تھی؟

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[۱] ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ دو اسلام ص ۱۲۲، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (نساء: ۸۰)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب مطلق قرار دیا ہے کہ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ کیا اولی الامر، حکام اور بابر اور جہانگیر وغیرہ کو بھی نائب مطلق ہونے کا شرف اور مرتبہ حاصل ہے؟

اولی الامر کی اطاعت، اطاعتِ رسول کے تابع ہے

اس نکتہ کی وضاحت کرنے کے بعد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت ایک درجہ اور ایک حیثیت کی نہیں ہے اب ہم اصل سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ دراصل برقی صاحب نے قرآن مجید کی پوری آیت نہیں لکھی ورنہ کوئی اشکال ہوتا اور نہ کوئی الجھن ہوتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔ (النساء: ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں، اور اگر تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے تو یہ اچھی بات ہے اور اس کا انجام بہتر ہے۔

اگر اطاعت امیر بھی مستقل ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا "اگر تمہارا کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ، رسول، اور اولی الامر کی طرف لوٹا دو"..... لیکن یوں نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ "اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو" تو آیت کریمہ کے اس آخری ٹکڑے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔

یہاں استقلال کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ہم پر براہِ راست واجب ہے جس طرح حکم خداوندی آنے کے بعد ہم پر اس کا بجالانا واجب ہو جاتا ہے اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیں تو رسول اللہ سے اس حکم کی دلیل یا قرآن مجید سے اس کے ثبوت کا مطالبہ کیے بغیر اس حکم کی اطاعت ہم پر واجب ہو جاتی ہے اور اولی الامر کی یہ شان نہیں ہے کہ امیر جو حکم بھی دے وہ براہ راست ہم پر واجب التعمیل ہو، بلکہ جب ہمیں امیر کوئی حکم دیگا تو ہم اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹائیں گے اور کتاب وسنت کے معیار پر اس حکم کو پرکھیں گے، اگر امیر کا حکم اس کسوٹی پر صحیح اترا تو اس کا ماننا ہم پر اس لیے واجب ہوگا اور وہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے اور اس موافقت کی وجہ سے اس کی اطاعت محض ظاہری اور صورۃً ہوگی اور درحقیقت یہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہوگی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واولی الامر منکم کے بعد فرما دیا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔

اطاعت اولی الامر کے غیر مقصود ہونے کی دوسری دلیل

اس سے پہلے پیراگراف میں ہم قرآن مجید سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت مقصود اور مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت غیر مقصود اور غیر مستقل اور اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع

ہے۔ اب ہم اسی بات کو عربی گرامر کے قاعدہ سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اطاعتوں کو فرض فرمایا ہے۔ جن میں دو مستقل ہیں اور ایک غیر مستقل۔ اللہ اور رسول کی اطاعت تو مستقلاً فرض کی گئی ہے اور اولی الامر کی اطاعت ان دو اطاعتوں کے ماتحت درج کر دی گئی ہے۔ کیونکہ پہلی دو اطاعتوں کے لیے لفظ اطیعوا مستقل طور پر دوبار لایا گیا ہے اور تیسری اطاعت کے لیے جداگانہ امر کا صیغہ یعنی لفظ اطیعوا مستقل طور پر نہیں لایا گیا بلکہ عطف کے ساتھ بطریق متابعت اولی الامر کی اطاعت کو لازم کیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا جس اطاعت پر عطف ہے اولی الامر کی اطاعت اس اطاعت کے تابع ہوگی اس لیے کہ عربی زبان کے اسلوب اور قاعدہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع ہے۔

اولی الامر کی اطاعت کا دائرہ

سطور بالا سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر اولی الامر اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق حکم دیں تو ان کی اطاعت کی جائے گی۔ اور اگر ان کا حکم اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق نہ ہو تو ان کی اطاعت فرض نہیں بلکہ اس کی مخالفت واجب ہوگی، مثلاً برق صاحب کے ذکر کردہ اولی الامر میں سے جہانگیر کے دربار میں جہانگیر کی تعظیم کے لیے سجدۂ تعظیم کا حکم تھا تو کیا اس حکم کی اطاعت واجب تھی؟ نہیں بلکہ اس کی مخالفت واجب تھی، یہی وجہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے گوالیار کے جیل خانہ میں قید ہونا گوارا کر لیا لیکن جہانگیر کو سجدۂ تعظیمی کرنا گوارا نہیں کیا۔

بقولِ اقبال!

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
ہے جس کے نفس گرم سے گرمیٔ احرار

اولی الامر کا مصداق

اولی الامر سے مراد بابر، اکبر، اور جہانگیر ایسے بدعات کے شیدائی اور فاسق و فاجر بادشاہ نہیں ہیں نہ ان کی اطاعت واجب ہے۔ بلکہ اولی الامر سے مراد ایسے حکام ہیں جو احکام شرعیہ نافذ کرتے ہوں یا وہ علماء جو اہل فتویٰ ہوں جیسے خلفاء راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیز یا ائمہ مجتہدین، اور ہر دور میں ایسے معدا ترس علماء دین ہوتے ہیں جو عوام کے پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت کے مطابق حکم دیتے ہیں اور لوگ اپنے مسائل اور معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بے شک ان علماء کی اطاعت واجب ہے اور یہ اولی الامر کا مصداق ہیں۔ اس گئے گزرے دور میں بھی آئے دن ہمیں ایسے مسائل سے سابقہ پڑتا رہتا ہے کہ مثلاً عورت عدالت میں طلاق کا دعویٰ دائر کرتی ہے خاوند پیش نہیں ہوتا اور عدالت یکطرفہ ڈگری دے کر طلاق دے دیتی ہے اور عدالت سے طلاق حاصل کرنے کے بعد بھی وہ شادی نہیں کرتی بلکہ علماء سے پوچھتی ہے کہ شرعاً طلاق ہو گئی؟ آیا وہ دوسرا نکاح کرنے کی مجاز ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے علماء اسے نکاح کی اجازت نہیں دیتے تو وہ ساری عمر بیٹھ کر گذار دیتی ہے اور نکاح نہیں کرتی۔ اس کی تفصیل کتاب الطلاق میں آرہی ہے۔

اسی طرح ایک شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا ہے۔ ملک کا مروجہ عائلی قانون اسے ایک طلاق قرار دے کر دوبارہ رجوع کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن وہ شخص علماء کے پاس جاتا ہے، علماء دین بتاتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور شرعاً اب اسے رجوع کی اجازت نہیں ہے اور

وہ شخص اپنی خواہش اور ضرورت کے باوجود اپنی بیوی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور یونین کونسل عائلی قوانین اور حکومت کی دی ہوئی رعایت اور ہدایت پر عمل نہیں کرتا۔ اب بتلائیے اولی الامر اور صاحبان امر حکام وقت ہیں یا علماء دین؟ لوگوں کے دلوں میں اب بھی خوف خدا جاگزیں ہے اور بے راہ روی کے اس دور میں بھی لوگوں کا یہ ایمان ہے کہ ان کے معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کا حکم نافذ ہو سکتا ہے۔ دنیاوی عدالتوں اور ارباب اقتدار کا حکم خواہ ان کے حق میں جاتا ہو لیکن اگر وہ حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو تو مسلمان اپنا نقصان گوارہ کر لیتے ہیں لیکن اللہ اور رسول کی شریعت کے خلاف عمل کرنا گوارا نہیں کرتے اور یہ صرف آج کے مشاہدات اور واقعات نہیں ہیں مسلمانوں کی ہر دور میں یہی روایت رہی ہے اور یہی ان کی تاریخ کی لائق فخر وراثت ہے۔

اولی الامر سے اختلاف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولی الامر ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے جن کی ذوات قدسیہ تاریخ اسلام کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ یہ دونوں حضرات تمتع یعنی ایام حج میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے ان کا تمتع سے منع کرنا نیک نیتی پر مبنی تھا اور یقیناً ان کے پیش نظر اس میں کوئی دینی مصلحت رہی ہو گی لیکن ان دونوں حضرات کے وسعت علم اور دینی خدمات کے احترام اور اعتراف کے باوجود اس دور سے لے کر آج تک کے مسلمانوں نے ان کے اس نظریہ کو قبول نہیں کیا اور ان کے منع کرنے کے باوجود لوگ حج میں تمتع کرتے رہے ہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ کے قول کو مسترد کر دیا اور اس مسئلہ میں ایسے ایمان افروز کلمات کہے جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے سرمایہ فخر اور ایمان کی جرأت اور حرارت کا شعار اور علامت ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے:

ان سالم بن عبد الله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسئل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هى حلال فقال الشامى ان اباك قد نهى عنها فقال عبد الله بن عمر ارايت ان كان ابى نهى عنها وصنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابى يتبع ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الرجل امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم بیان کرتے ہیں کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے آکر حضرت عبد اللہ ابن عمر سے پوچھا کیا تمتع یعنی حج کے ساتھ عمرہ کرنا جائز ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا جائز ہے۔ اس شخص نے کہا تمہارا باپ تو اس سے منع کرتا تھا حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا یہ بتاؤ کہ ایک کام سے میرے باپ نے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو کیا ہو تو میرے باپ کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایام حج میں عمرہ سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ واشگاف الفاظ میں اس وقت کے اولی الامر حضرت عثمان کی اس مسئلہ میں مخالفت کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

عن مروان بن الحکم قال شهدت عثمان وعلیا وعثمان ینهی عن المتعة وان یجمع بینهما فلما رای علی اهل بهما لبیك بعمرة وحجة قال ما کنت لادع سنة النبی لقول احد۔ [1]

مروان بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کو دیکھا ہے، حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے روکتے تھے۔ جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیك بعمرة وحجة اور فرمایا کسی شخص کے قول کی بناپر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔!

ان دو مثالوں سے واضح ہوگیا کہ کسی اولی الامر (حاکم یا عالم دین) کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف اس کا حکم قابل قبول اور لائق اطاعت ہو۔ جب حضرت عمر اور حضرت عثمان کی یہ حیثیت نہیں ہے تو بعد کے آنے والے علماء، حکام یا بادشاہوں کی کیا وقعت ہے۔ ان مثالوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام صرف زمانۂ رسالت میں نہیں ہر دور میں واجب العمل ہیں، اور اب یہ حقیقت ہر طرح سے بے غبار ہو کر صاف ہوگئی کہ قرآن مجید نے جو اولی الامر (صاحبان امر) کی اطاعت کو لازم کیا ہے وہ صرف ان معاملات میں ہے جہاں وہ اللہ اور رسول کی ہدایات کے مطابق حکم دیں اور اگر کسی ایک معاملہ میں بھی ان کا حکم قرآن اور سنت کے خلاف ہو تو اس کی اطاعت نہیں مخالفت واجب ہے۔!

قرآنی احکام کے علاوہ احکامِ دینیہ کا مصدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص عبادات کی وہ تمام تفاصیل اور ان کے ادا کرنے کی تعداد، اوقات ان کے موانع اور ان کے وہ تمام احکام بیان فرمائے ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی، عمرانی اور اقتصادی معاملات کے اصول اور فروع اور ان کے تمام قواعد اور جزئیات بیان فرمائی ہیں جن کی طرف قرآن مجید میں صرف چند اشارات ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، اعتکاف، خرید و فروخت اور نکاح و طلاق کے معاملات ان میں سے کسی چیز کے مکمل ضابطے اور قاعدے کا قرآن مجید میں بیان نہیں ہے۔ ان کی تمام تفصیلات صرف زبان رسالت سے مستفاد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث کے بغیر صرف متن قرآن سے عبادات اور معاملات میں سے کسی چیز پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے برق صاحب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

کہ رسولِ خدا جب تک بقیدِ حیات رہے صرف الٰہی قوانین کی تعمیل کراتے تھے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسولِ خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے[1]

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ قرآن مجید میں اذان اور اقامت کے کلمات کا ذکر ہے نہ یہ لکھا ہے کہ دن میں کتنی بار اذان اور اقامت کہی جائے۔ اذان اور اقامت کے لیے وضو شرط ہے یا نہیں؟ اذان کہنے اور سننے کے کیا آداب ہیں، اذان کے بعد کیا دعا مانگی جائے، قضا نمازوں کے لیے اذان کہی جائے یا نہیں۔ پانچ وقت کی اذانوں کے کلمات ایک ہیں یا الگ الگ، جو شخص اذان کہے وہی اقامت کہے گا یا کوئی اور شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ اسلام کی باقی عبادات اور معاملات تو الگ رہے، برق صاحب یا ان کا ہم مشرب کوئی شخص صرف اذان کے احکام ہی صرف قرآن مجید سے بتلا دے! ورنہ اذان، نماز، روزہ اور حج وغیرہ تمام عبادات سے دستبردار ہو جائے کیونکہ صرف متنِ قرآن سے کوئی عبادت بھی انجام نہیں دی جا سکتی اور یا پھر یہ غلط بیانی کرنا چھوڑ دے کہ رسولِ خدا جب تک بقیدِ حیات رہے صرف الٰہی قوانین کی تعمیل کراتے تھے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسولِ خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے[2]۔

منصبِ رسالت

جو شخص حقائق کو جھٹلانے کا عادی نہیں ہے وہ اچھی طرح جانتا اور مانتا ہے کہ اسلام کی بیان کردہ تمام عبادات اور معاملات کے شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات اور محرمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض آفرین زبان کے مرہونِ منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات اور معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال کی اطاعت اور اتباع لازم اور واجب قرار دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ (حشر: ۷)

رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے اور صرف آیات قرآن کے پہنچانے کے پابند ہوتے اور قرآن مجید کے علاوہ احکام دینے کے مجاز نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ آیت کبھی نازل نہ فرماتا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ کہیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور مغفرت کے حصول کو اتباعِ رسول پر موقوف کر دیا ہے، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم میری محبت اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہو تو قرآن مجید کی پیروی کرو بلکہ یہ فرمایا ہے

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۳، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔
[2] ایضاً

اگر تم مغفرت چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اطیعوا اللہ کے بعد اطیعوا الرسول فرما کر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الگ احکام بھی ہیں اور ان کی اطاعت بھی واجب ہے ورنہ صرف اطیعوا اللہ کا ذکر کافی تھا اور اطیعوا الرسول کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی، ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور قرآن مجید کے فرامین کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور فرامین بھی ایک الگ حقیقت ثابتہ ہیں اور ان کی اطاعت اور اتباع بھی واجب ہے اور اگر صرف قرآنی احکام کی اطاعت ہم پر لازم ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اتباع ہم پر لازم نہ ہوتی تو ان آیات کو نازل کرنے کا کوئی مقصد نہ تھا، یہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے احکام اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہوتے ہیں وہ مزاج شناس الوہیت ہیں اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی بات نہیں فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ایک الگ حقیقت ثابتہ ہیں اور آپ صرف قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کراتے تھے۔ بلکہ از خود بھی احکام جاری فرماتے تھے۔ اور ان کی اطاعت بھی مسلمانوں پر قرآن مجید کی طرح فرض ہے۔ اس کی وضاحت اس آیت سے بخوبی ہو رہی ہے:

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون۔ (اعراف: ۱۵۷)

جو لوگ ان پر ایمان لائے ان کی تنظیم اور نصرت کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیم اور نصرت کو قرآن مجید کی اتباع پر مقدم رکھا ہے عہد رسالت اور اس کے بعد میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے مقابلہ میں قرآن مجید کے عام حکم پر عمل نہیں کیا گیا اور اتباع رسول کو اتباع قرآن پر مقدم رکھا گیا۔ قرآن مجید نے نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقرر کیں:

فاستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتٰن ممن ترضون من الشھداء (بقرہ: ۲۸۲)

دو مرد گواہ بناؤ، اگر دو مرد نہ ہوں تو اپنے پسندیدہ گواہوں میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بناؤ۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی تنہا گواہی کو دو مردوں کے برابر قرار دیا[۱] اور اس چیز کو کسی صحابی نے خلاف قرآن سمجھا نہ آج تک امت کے کسی فرد نے، بلکہ تمام مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموم قرآن سے کسی فرد کو مستثنیٰ کر سکتے ہیں اور آپ کا یہ استثناء کرنا منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کی تخصیص کو عموم قرآن پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

---

[۱] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

ان کانت واحدۃ فلها النصف۔ (نساء : ۱۱)

اگر وارث ایک بیٹی ہو تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔

یہ عام قانون ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ (امت پر) صدقہ ہے[1]" اس وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو حضور کی میراث سے نصف حصہ نہیں دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو قرآن مجید کی اس آیت کے عموم پر مقدم رکھا اسی طرح قرآن مجید میں ہے :

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء : ۱۰۳)

بے شک نماز مسلمانوں پر اوقات معینہ میں فرض کی گئی ہے۔

اس کے باوجود آج تک تمام مسلمان حج کے موقع پر عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت پڑھتے ہیں جس سے ظاہر ہوا کہ عہد رسالت سے لیکر آج تک دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرآن مجید کے عموم پر مقدم ہے کیونکہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور نصرت' اتباع' قرآن پر مقدم ہے، اور ان مثالوں سے یہ بات بصراحت واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے احکام قرآن مجید میں محدود نہیں ہیں بلکہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ کے احکام ہیں۔ عبادات اور معاملات کے جو قواعد وضوابط آپ نے بیان کیے ہیں وہ اس حقیقت پر سب سے قوی دلیل ہیں۔

بغیر الفاظ کے وحی کا ثبوت

برق صاحب لکھتے ہیں : وحی بلا الفاظ میری سمجھ سے بالاتر ہے، وحی کے معنی ہیں پیغام، اگر اللہ کوئی پیغام بھیجے اور الفاظ ساتھ نہ ہوں تو وہ سمجھ میں کیسے آئے گا؟[2]

برق صاحب کی اس الجھن کو دور کرنے کے لیے ہم لغت کی مستند اور مسلم کتابوں سے وحی کے معانی پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ بغیر الفاظ کے مجرد معانی پر لغت میں وحی کا اطلاق ہے یا نہیں!۔

علامہ ابن اثیر جزری وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویقع علی الکتابۃ والاشارۃ والرسالۃ والالہام والکلام الخفی۔[3]

وحی کا اطلاق کتابت پر، اشارے پر، پیغام بھیجنے پر، الہام (دل میں کوئی معنی ڈالنا) پر اور کلام خفی پر کیا جاتا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے بھی وحی کے یہی معانی بیان کیے ہیں[4]

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶ - ۹۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[2] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۶، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[3] علامہ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۶۳، مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ ھ

[4] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲، المفردات ص ۵۱۵، المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ ھ

علامہ ابن منظور افریقی، وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوحی: الاشارۃ والکتابۃ والرسالۃ والالہام والکلام الخفی وکل ما القیتہ الی غیرک۔[1]

وحی کے معانی حسب ذیل ہیں: اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام بھیجنا، الہام کرنا (دل میں کوئی معنی ڈالنا)، پوشیدہ کلام اور ہر وہ چیز (خواہ وہ لفظ ہو یا معنی) جس کو تو غیر کی طرف القاء کرے۔

وحی کے معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

قال ابو اسحاق: واصل الوحی فی اللغۃ کلہا اعلام فی خفاء ولذلک صار الالہام یسمی وحیا، قال الازہری: وکذلک الاشارۃ والایماء یسمی وحیا والکتابۃ تسمی وحیا وقال اللہ عز وجل وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب معناہ الا ان یوحی الیہ وحیا فیعلمہ بما یعلم البشر انہ اعلمہ اما الہاما او رؤیا واما ان ینزل علیہ کتابا کما انزل علی موسیٰ، او قرآنا یتلی علیہ کما انزل علی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل ہذا اعلام وان اختلفت اسباب الاعلام فیہا۔[2]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ وحی کے تمام معانی لغویہ میں "مخفی طریقہ سے خبر دینا" اصل ہے، الہام کو بھی اسی وجہ سے وحی کہتے ہیں۔ ازہری نے کہا کہ لکھنے اور اشارہ کرنے کو بھی اسی اعتبار سے وحی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ:) کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر پر ایسے طریقہ سے وحی نازل کرے گا کہ جس طریقہ سے بشر اللہ تعالیٰ کی وحی کو جان لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کوئی معنی ڈال دے گا یا اسے کوئی چیز خواب میں دکھائے گا یا (فرشتہ بھیجنے کی صورت میں) اس پر کوئی کتاب نازل کرے گا جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا اس پر قرآن کی تلاوت کی جائے گی جیسا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا گیا اور ان سب صورتوں میں خبر پہنچائی گئی ہے اگرچہ خبر پہنچانے کے اسباب مختلف ہیں۔

اہل لغت نے یہاں وضاحت کے ساتھ تصریح کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ دل میں کوئی معنی ڈال دیا جائے یا کوئی چیز خواب میں دکھا دی جائے (اللہ تعالیٰ نبی کے دل پر الفاظ نازل نہیں کرتا۔)

لوئیس مالوف الیسوعی وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحی الی فلان، اشار الیہ، ارسل الیہ

فلاں کی طرف وحی کی یعنی اس کی طرف اشارہ کیا

---

[1] علامہ جلال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۸۱

رسولا وحی الیه کلاما کلمه سرا، وحی الله فی قلبه کذا الهمه ایاه۔ [1]

اس کے پاس پیغام بر بھیجا، اس کی طرف کلام کی وحی کی یعنی اس سے پوشیدہ طریقہ سے گفتگو کی، اللہ تعالی نے اس کے دل میں وحی کی یعنی اس کو الہام کیا، اس کے دل میں معنی ڈال دیا۔

عبد الحفیظ بلیاوی لکھتے ہیں:

وحی یحیی وحیا الی فلان: اشارہ کرنا، پیغام بھیجنا، چپکے سے گفتگو کرنا، یا دوسروں سے پوشیدہ بات کہنا، وحی لله فی قلبه کذا: دل میں ڈالنا۔ الوحی: لکھا ہوا، پیغام، ہر وہ چیز جو دوسرے کو معلوم ہونے کے لیے تم پیش کرو، پھر غالب طور پر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے جو القاء ہو اس پر استعمال ہونے لگا۔ [2]

لغت کی مستند کتابوں سے ہم نے جو حوالہ جات پیش کیے ہیں ان سے ظاہر ہو گیا کہ وحی کا ایک معنی الہام ہے یعنی دل میں کسی معنی کا القاء کرنا اور ہمارا مطلوب بھی صرف اس قدر ثابت کرنا تھا کہ بغیر الفاظ کے مجرد معانی سے بھی وحی ہوتی ہے۔

وحی کے اگرچہ متعدد معانی ہیں لیکن ہم اختصار کے پیش نظر قرآن مجید سے صرف ان آیات کو پیش کر رہے ہیں جن میں وحی کا لفظ وحی خفی اور الہام یا القاء کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا۔
(الشوری: ۵۱)

کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالی اس سے کلام کرے مگر وحی سے، یا حجاب کی اوٹ سے یا وہ کسی فرشتہ کو بھیجتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے کلام کو وحی فرمایا ہے اور الفاظ آواز کی ایک کیفیت کا نام ہیں اور یہ کیفیت حادث ہے اور الفاظ کی ترکیب مثلاً پہلے زید پھر عمرو کا لفظ بولنا، بھی حدوث کو مستلزم ہے اس لیے الفاظ اپنے حدوث کی وجہ سے اللہ تعالی کا کلام نہیں بن سکتے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کا کلام بغیر آواز اور الفاظ کے ہے اور اللہ تعالی نے اپنے کلام کو وحی فرمایا ہے اور یہ وحی بغیر الفاظ کے صرف معانی کا نام ہے۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ۔
(انفال: ۱۲)

اور جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا۔

اس وحی کا بلا الفاظ ہونا بھی واضح ہے۔

واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه۔
(قصص: ۷)

اور ہم نے حضرت موسی کی والدہ کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

---

[1] لوئیس مالوف الیسوعی، المنجد ص ۸۹۱، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیۃ بیروت، الطبعۃ التاسعۃ عشرۃ (انیسواں ایڈیشن)
[2] عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات ص ۹۳۵، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

یہ وحی، الہام اور دل میں بات ڈال دینے کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ حضرت موسیٰ کو دودھ پلائیں، (وحی غیر متلو اور وحی خفی سے بھی یہی مراد ہوتا ہے)۔

واوحی ربک الی النحل ۔ (النحل: ۶۸) اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی

اس آیت میں وحی کا بلا الفاظ ہونا بالکل واضح ہے۔

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم ۔ (انعام: ۱۲۱) اور بے شک شیاطین اپنے اولیاء کی طرف وحی کرتے ہیں (یعنی وسوسہ اندازی کرتے ہیں)۔

ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ وحی صرف الفاظ کے ساتھ نہیں ہوتی، دل میں کسی معنی کا ڈال دینا بھی وحی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی خفی یا وحی غیر متلو نازل ہوتی تھی اس میں بھی آپ کے قلب مبارک پر معانی القاء کیے جاتے تھے۔ جس کو عرف میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی تھی اس لیے برق صاحب یا ان کے ہمنواؤں کو سمجھ لینا چاہیے کہ بغیر الفاظ کے وحی کیسے ہوتی ہے؟

دو طریقوں (جلی اور خفی) سے وحی نازل کرنے کی وجہ

وحی خفی کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے برق صاحب ایک مولانا کے ساتھ اپنے مکالمے میں لکھتے ہیں:

م: (مولانا) قرآن کے مضامین اور الفاظ ہر دو الہامی تھے اور احادیث کے صرف معانی بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے اور الفاظ رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے تھے۔

ب: (برق) اللہ نے یہ دو قسم کے پیغامات کا سلسلہ کیوں شروع کیا تھا کیا اللہ کے خزانے میں الفاظ کی کمی ہو گئی تھی یا کوئی خاص مصلحت اس دو رنگی کی متقاضی تھی، اللہ تعالیٰ نے جب مضامین اتارنے کی تکلیف گوارا کر لی تھا تو الفاظ بھی ساتھ ہی بھیج دیتا مزید برآں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب قرآن و حدیث ہر دو وحی تھے، تو ایک کی حفاظت کیوں کی گئی اور دوسرے کو مٹانے کے وسائل کیوں اختیار کیے گئے کیا حدیث کوئی گھٹیا قسم کی وحی تھی اگر الفاظ ساتھ نہیں تھے تو نہ سہی پیغام تو اللہ ہی کا تھا، پھر رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے الفاظ کیا کم تھے، یہ آپ ہی کا قول ہے انا افصح العرب والعجم (میں عرب و عجم کا فصیح ترین انسان ہوں) پیغام اللہ کا، کلام افصح العرب والعجم کا اور پھر صحابہ کرام اس کی حفاظت نہ کریں آخر بات کیا تھی [1]

اللہ اور رسول کی جناب میں برق صاحب کے انداز تخاطب سے صرف نظر کر کے ہم ان کی صرف ان الجھنوں کو دور کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی جلی اور وحی خفی دو قسم کے پیغامات کا سلسلہ کیوں شروع کیا اور وحی خفی کی وحی جلی کی طرح ضمانت کیوں نہیں دی؟ اور صحابہ کرام نے احادیث کی حفاظت کیوں نہیں کی؟

اس سلسلے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے، نہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۲، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

فعل پر ہمارے سامنے جواب دہ ہے کہ اس نے فلاں فعل کیوں کیا اور فلاں فعل کیوں نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون (انبیاء: ۲۳)

اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی فعل پر سوال نہیں کیا جائے گا اور بندوں سے سوال کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا، اور عقل انسانی میں یہ وسعت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی تمام حکمتیں جان سکے۔ تاہم ہماری ناقص فہم میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں اصول اور کلیات اور فروع اور جزئیات۔ اصول اور کلیات کو اللہ تعالیٰ نے وحی جلی میں نازل کیا اور فروع اور جزئیات کو وحی خفی میں نازل کیا اور اس فرق کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اصول اور کلیات، فروع اور جزئیات سے زیادہ اہم تھے اور ان میں امت کے اختلاف کی کوئی گنجائش نہ تھی اس لیے ان کو منضبط الفاظ میں نازل کیا اور فروع اور جزئیات میں تعبیر اور تشریح کے لحاظ سے اختلافات کی گنجائش تھی اس لیے ان کے صرف معانی نازل فرمائے اور ان کی تعبیرات اور تشریحات میں جو ائمہ اور مجتہدین کے اختلافات ہیں ان میں امت کے لیے وسعت عمل اور سہولت کی بہت بڑی گنجائش ہے جو فرمان رسالت کے مطابق عین رحمت ہے! ایک اور جواب یہ ہے کہ اگر وحی خفی میں اللہ تعالیٰ معانی کے ساتھ الفاظ بھی نازل فرماتا تو پھر یہ کلام رسول نہ ہوتا کلام اللہ ہو جاتا اور پھر اطاعت رسول کا کوئی تصور نہ ہوتا اور کلام الٰہی کا معجز ہونا قرآن مجید کی خصوصیت نہ رہتی کیونکہ یہ کلام بھی معجز ہوتا اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا چیلنج بے معنی ہو جاتا کیونکہ یہ کلام بھی ویسا ہی فصیح و بلیغ ہوتا!

وحی خفی کی حفاظت کی ضمانت نہ دینے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے احادیث یا وحی خفی کی قرآن مجید کی طرح حفاظت کی ضمانت کیوں نہیں دی؟

اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ برق صاحب یا کسی بھی عدالت میں جواب دہ نہیں ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہیں کیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ہر شخص مانتا ہے کہ تورات، زبور اور انجیل اللہ کا کلام اور اس کی وحی ہیں اور یہ سب آسمانی کتابیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی اور بالآخر ان تمام آسمانی کتابوں میں تحریف ہو گئی، اور قرآن مجید بھی اللہ کا کلام، اس کی وحی اور آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے۔ اس مرحلہ پر برق صاحب کی طرح کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جبکہ قرآن اور تورات زبور اور انجیل سب وحی الٰہی اور آسمانی کتابیں ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی اور باقی تین کتابوں میں تحریف کے وسائل پیدا کیے گئے کیا العیاذ باللہ باقی تین کتابیں کوئی گھٹیا قسم کی ... اور اگر تورات اور انجیل اور زبور میں حوادث روزگار اور خائن اور گمراہ کن لوگوں کی تحریف کے باوجود کلام اللہ اور کتاب اللہ ہونے کی حیثیت سے کوئی فرق واقع نہیں ہوا تو پھر بعض کتب حدیث (غیر صحاح ستہ) میں بعض زندیق اور بدعتی عناصر کے موضوع روایات کے شامل کر دینے سے احادیث صحیحہ کے مجموعہ کتب کی ثقاہت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اور کیا اثر پڑے گا؟ جبکہ علم اسماء رجال اور روایات صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز کے اصولوں سے آج بھی ہر موضوع روایت کو غیر موضوع روایت سے اور ہر ضعیف اور مجروح روایت کو غیر ضعیف اور غیر مجروح روایت سے پرکھا جا سکتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا۔ ہارون رشید نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس زندیق نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے تو تم قتل کر دو گے لیکن ان چار ہزار جھوٹی روایات کا کیا کرو گے۔ جن میں، میں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے! اور ان روایات کا ایک حرف بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا نہیں ہے۔ ہارون رشید نے کہا: اے زندیق تو عبد اللہ بن مبارک اور ابو اسحاق فزاری کو نہیں جانتا وہ اصول روایت کی چھلنی سے تیری جھوٹی روایات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے۔

ہر فرعونے را موسیٰ کے ضابطہ کے مطابق جب کبھی کسی باطل نظریہ نے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس باطل نظریہ کو مٹانے کے لیے علماء اور مجددین کو پیدا فرمایا۔ نمرود کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ یزید کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا، معتزلہ اور خوارج کے باطل نظریات کو مٹانے کے لیے ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کو پیدا کیا، اکبر اور جہانگیر کے فتنہ دین الٰہی کو مٹانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا۔ علی ہذا القیاس، جب بے دین اور زندیق لوگوں نے اپنی بدعات کو رواج دینے کے لیے حدیثوں کو گھڑنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے احادیث صحیحہ کو غیر صحیح احادیث سے ممتاز کرنے کے لیے ایسے علماء اور مجددین کو پیدا فرمایا جنھوں نے اصول روایت اور علم اسماء رجال کی بنیاد رکھی اور ایسے اصول مقرر فرمائے جن کی بدولت آپ آج ہر حدیث کی تحقیق کر سکتے ہیں۔ ان علماء میں صحاح ستہ کے مصنفین کے علاوہ علامہ ذہبی، علامہ ابن جوزی، علامہ ابن حبان، الخطیب بغدادی اور متاخرین میں سے علامہ ہیثمی اور علامہ عسقلانی کے نام قابل ذکر اور لائق فخر ہیں۔

حفاظت احادیث میں صحابہ کا اہتمام

برق صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ "پیغام اللہ کا کلام افصح العرب والعجم کا اور پھر صحابہ کرام اس کی حفاظت نہ کریں آخر بات کیا تھی" کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہی صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا۔ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابو شاہ) نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ خطبہ لکھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اکتبوا لابی فلان، ابو فلاں کے لیے یہ خطبہ لکھ دو[1]۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے کی عام اجازت عطا کی تھی؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث لکھ لیا کرتا تھا، بعض صحابہ نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا تم ہر حدیث سن کر لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، آپ کبھی خوشی سے بات کرتے ہیں کبھی ناراضگی سے، پھر میں لکھنے سے رک گیا۔ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "لکھا کرو! قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا"[2] ایک اور روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان فرماتے ہیں، میں صحابہ کرام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر تھا۔ اور میں ان سب سے

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔
[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔

عمر میں چھوٹا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا: تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کرتے ہو حالانکہ تم سن چکے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کے بارے میں کیا فرمایا ہے! یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! ہم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔[۱]

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور عام صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے احوال اور افعال لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ مسلم کی ایک روایت میں احادیث کو لکھنے کی ممانعت ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب لکھنے والے بہت کم تھے اور آپ کا منشاء یہ تھا کہ جو تھوڑے بہت لکھنے والے ہیں وہ قرآن مجید لکھا کریں بعد میں جب فتوحات کی کثرت سے لکھنے والوں میں اضافہ ہو گیا تو آپ نے احادیث لکھنے کی عام اجازت دے دی جیسا کہ ان احادیث سے واضح ہو چکا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجاز آفریں تاثیر کی وجہ سے بہت قوی حافظہ کے مالک تھے۔ انھوں نے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث روایت کیں، مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) روایات کو کریب نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت انس کی دو ہزار چھیاسی (۲۰۸۶) روایات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) روایات کو عروہ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) روایات کو قتادہ بن دعامہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ برقی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ صحابہ نے احادیث کی حفاظت نہیں کی۔ اور نہ منکرین حدیث کا یہ کہنا صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ڈھائی سو سال بعد کتب حدیث کی تدوین کی گئی۔ ہم نے اس موضوع پر "تذکرۃ المحدثین" کے مقدمہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اور احادیث کی "تدوین اور حجیت" کے بارے میں شرح و بسط سے بیان کیا ہے اہل علم کے لیے یہ خاص مطالعہ کی چیز ہے۔

وحی خفی اور اجتہاد

قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عبادات اور معاملات کے قواعد اور ماضی اور مستقبل میں ہونے والے واقعات اور جزئیات کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی اور اسی کو وحی خفی، وحی غیر متلو، حدیث اور سنت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن امور کے بارے میں آپ پر وحی نازل ہوتی تھی خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی آپ ان امور میں وحی کی اتباع کرتے تھے اور جن امور کے بارے میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ اجتہاد کرتے تھے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے اور امت کے حق میں آپ کا اجتہاد بھی بمنزلہ وحی ہے۔ بعض اوقات آپ صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے اور جن کا مشورہ آپ کے اجتہاد کے موافق ہوتا تھا آپ اس پر اپنے اجتہاد کے لحاظ سے عمل کرتے تھے۔

---

[۱] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ - ۱۵۱، ۱۴۰۵ھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء مجتہدین کی آراء

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً اجتہاد نہیں کرتے تھے اور آپ کی زندگی کا ہر قول اور ہر عمل نزول وحی پر موقوف تھا اور جب تک کسی چیز کے بارے میں وحی نازل نہ ہوتی آپ وہ کام نہیں کرتے تھے۔ اور ہر معاملہ ہر جزئیہ اور ہر عمل میں نزولِ وحی کے پابند تھے۔ اور کبھی کسی مسئلہ میں آپ نے قیاس اور اجتہاد سے کام نہیں لیا، کبھی سوچ بچار کی نہ کسی سے مشورہ لیا نہ کسی کے مشورہ پر عمل کیا۔ اس کے برخلاف جمہور علماء اور فقہائے اسلام کی رائے یہ ہے کہ جن امور میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ خود اجتہاد کرتے تھے اور قیاس سے کام لیتے تھے۔ اکثر و بیشتر آپکا اجتہاد صحیح ہوتا تھا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی بعض حکمتوں کی بناء پر آپ کے اجتہاد میں خطا واقع ہو جاتی تھی اور اس خطاء کی نوعیت یہ تھی کہ آپ افضل اور اولیٰ کام کو ترک کر دیتے ہر چند وہ کام فی نفسہٖ مکروہ اور ناپسندیدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی بلند شان اور عظیم مرتبہ کے اعتبار سے خلاف افضل اور خلاف اولیٰ ہوتا تھا۔ اور بعد میں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ آپ کی رہنمائی کرتا اور آپ اس خلاف افضل اور خلاف اولیٰ کام کو ترک فرما دیتے۔

علامہ آمدی شافعی لکھتے ہیں کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے یا نہیں؟۔ امام احمد بن حنبل اور قاضی ابو یوسف اجتہاد کے قائل ہیں اور ابو علی جبائی (معتزلی) قائل نہیں ہیں۔ امام شافعی نے ایک رسالہ میں اس کو جائز قرار دیا ہے لیکن حتمی طور پر نہیں لکھا۔ بعض اصحاب شافعی اور قاضی عبد الجبار اور ابو الحسین بصری کا بھی یہی موقف ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ آپ احکام شرعیہ میں اجتہاد نہیں کرتے تھے صرف جنگی نوعیت کے معاملات میں اجتہاد کرتے تھے [1]

بحر العلوم حنفی لکھتے ہیں کہ اشاعرہ اور معتزلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل نہیں ہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے اور ان کے نزدیک آپ اجتہاد سے بھی عبادت کرتے تھے اور احناف یہ کہتے ہیں کہ آپ وحی کا انتظار کرنے کے بعد اجتہاد کرتے تھے اور جب آپ کے اجتہاد کو برقرار رکھا جاتا تو وہ نص کی طرح قطعی ہوتا تھا اور احناف کے نزدیک آپ کے اجتہاد میں خطاء کا وقوع جائز ہے لیکن آپ کو اس پر قائم نہیں رکھا جاتا تھا [2]

علامہ آمدی نے لکھا ہے کہ بعض اصحاب شافعیہ آپ کی اجتہادی خطاء کے قائل نہیں ہیں اور اکثر شافعی اور حنابلہ اور محدثین آپ کے اجتہاد میں خطاء کے وقوع کے قائل ہیں لیکن آپ خطاء پر قائم نہیں رہنے دیئے جاتے تھے [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ محققین علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد جائز اور واقع تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی مجتہدین پر یہ فضیلت

---

[1] ۔ علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر ۱۳۴۷ھ

[2] ۔ بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر ۱۳۲۴ھ

[3] ۔ علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۱۶۴ مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر ۱۳۴۷ھ۔

حاصل تھی کہ آپ اجتہاد میں خطاء پر قائم نہیں رہتے تھے اور بعض علماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے۔ اور اس مسئلہ میں تفصیل مشہور ہے۔ بہر حال دنیاوی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اور احکام دینیہ میں اکثر علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز کے قائل ہیں، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد جائز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا۔ اور بعض علماء نے کہا چونکہ آپ یقین (وحی) کے حصول پر قادر تھے اس لیے آپ کے حق میں اجتہاد جائز نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جنگی نوعیت کے معاملات میں آپ کے لیے اجتہاد جائز تھا، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا۔ جمہور علماء جن کے نزدیک اجتہاد جائز ہے ان میں پھر یہ اختلاف ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے یا نہیں؟ اکثر نے کہا ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے، بعض نے کہا نہیں کیا اور بعض نے توقف کیا ہے، پھر جو علماء اجتہاد کے وقوع کے قائل ہیں ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطأ ہو سکتی تھی یا نہیں؟ محققین نے کہا کہ خطاء جائز نہیں اور اکثر نے کہا کہ خطاء جائز تھی لیکن آپ خطاء پر برقرار نہیں رہے۔[۱] قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں جمہور امت کا نظریہ ہی صحیح ہے۔

علامہ قرطبی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام اس مسئلہ میں مساوی ہیں کہ انہیں اجتہاد میں خطاء لاحق ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس خطاء پر قائم نہیں رکھے جاتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے عدت گزارنے کی جگہ کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا جہاں چاہو عدت گزارو۔ پھر فرمایا عدت پوری ہونے تک اپنے گھر میں ٹھیرو، ایک شخص نے سوال کیا اگر میں ثواب کی نیت سے شہید ہو جاؤں تو مجھے جنت میں جانے سے کوئی چیز روکے گی؟ فرمایا نہیں پھر اس کو بلا کر فرمایا ماسوا قرض کے یہ بات مجھے ابھی جبرائیل علیہ السلام نے بتلائی ہے۔[۲]

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے وحی سے نص کا حصول ممکن ہوتا ہے اس کے باوجود ان کے لیے اجتہاد سے حکم کرنا جائز ہے تاکہ ان کو زیادہ اجر ملے اور انبیاء علیہم السلام اجتہاد میں خطأ پر قائم نہیں رہے۔[۳]

علامہ بدر الدین عینی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن جوزی سے نقل کیا ہے: کہ انبیاء علیہم السلام دوسرے مجتہدین سے اس بات سے ممتاز ہوتے ہیں کہ ان سے جہاد میں تقصیر متصور ہے نہ خطأ پر قائم رہنا۔[۴]

---

[۱]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[۲]۔ علامہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران ۱۳۸۷ھ

[۳]۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ

[۴]۔ حافظ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ (نساء: ۱۵۹)

آپ پیش آمدہ معاملہ میں مسلمانوں سے مشورہ کیجئے اور جب آپ (کسی بات کا) عزم کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور جس معاملہ میں وحی نازل ہو چکی ہو اس میں تو مشورہ کا کوئی تصور نہیں ہے اور اگر مسلمانوں کا مشورہ لائق عمل نہ ہوتا تو بھی اس حکم دینے کا کوئی مقصد نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بھی فرمایا ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی جب آپ مشورے سے کوئی بات طے کر لیں اور اس کام کو کرنے کا عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کر کے اس کام کو کر ڈالیے! اس لیے اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن معاملات میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ صحابہ سے مشورہ کر کے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے، اور یہ آیت آپ کے اجتہاد کے وقوع اور اس پر عمل کا واضح ثبوت ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واختلف فی مشاورتہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی امور الدین اذا لم یکن ھناک وحی فمن ابی الاجتہاد لہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھب الی عدم جوازھا ومن لا یاباہ وھو الاصح ذھب الی جوازھا۔[1]

جب کسی دینی معاملہ میں وحی نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا جائز ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے جو علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل نہیں وہ ناجائز کہتے ہیں اور جو آپ کے اجتہاد کو جائز کہتے ہیں وہ مشورہ کو بھی جائز کہتے ہیں اور یہی بات صحیح ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انہ کان مامورا بالاجتہاد اذا لم ینزل علیہ الوحی والاجتہاد یتقوی بالمناظرۃ والمباحثۃ فلھذا کان مامورا بالمشاورۃ وقد شاورھم یوم بدر فی الاساری وکان من امور الدین۔[2]

جس معاملہ میں وحی نہ نازل ہو اس میں آپ کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا تھا اور اجتہاد بحث اور مشورہ سے قوی ہوتا ہے اس لیے آپ کو اجتہاد کا حکم دیا تھا، اور آپ نے اسیران بدر کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا اور یہ ایک دینی معاملہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر ۲)

اے عقل وبصیرت والو! قیاس کرو!

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ عقل و بصیرت کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا ہے، اور سب سے زیادہ عقل اور بصیرت رکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لیے سب سے زیادہ اجتہاد کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اسی وجہ سے آپ کو مشورہ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے: لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم (نساء: ۸۳) "مسئلہ کا حل تلاش کرنے والے اس کو جان لیتے ہیں" اور امت مسلمہ کے ہر حسن عمل کی اصل آپ کی ذات ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب: ۲۱) "تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے" اس اعتبار سے بھی آپ میں اجتہاد ہونا چاہیے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے منافقین کے اعذار کو قبول کر کے انھیں مدینہ میں رہنے اور جہاد میں ساتھ نہ جانے کی اجازت دی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

عفا اللہ عنک لم اذنت لہم حتی یتبین لک الذین صدقوا و تعلم الکاذبین (توبہ: ۴۳)

اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے! آپ نے منافقین کو کیوں اجازت دی؟ حتیٰ کہ آپ پر سچے لوگ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔!

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجازت دینے پر ملامت نہیں کی بلکہ اس طرف رہنمائی کی ہے کہ آپ مزید غور و فکر کرتے حتیٰ کہ آپ پر منافقین کا جھوٹ کھل جاتا اور سچ اور جھوٹ میں شائبہ نہ رہتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ وحی کا انتظار کر کے اجازت دیتے جس سے آپ کا اجتہاد کرنا مخدوش ہوتا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ مزید غور و فکر کرتے اور جب ان کا صدق واضح ہو جاتا تب ان کو اجازت دیتے اور یہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجتہاد کو اور مستحکم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو خوب غور و خوض کر کے اجتہاد کرنا چاہیے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بہا جمع علی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجتہادا وانہ قد ینالہ منہ اجر واحد والوجہ فیہ ظاہر۔[1]

علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر استدلال کیا ہے اور یہ کہ کبھی (اجتہادی خطا کی صورت میں) آپ کو اجتہاد پر ایک اجر ملتا تھا اور اس استدلال کا بیان واضح ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی تلک الواقعۃ بناء علی الاجتہاد وذلک یدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یحکم بمقتضی الاجتہاد۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ میں اجتہاد سے اجازت دی تھی، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کے مطابق حکم دیتے تھے۔

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اجتہادات کی طرف اشارہ ہے، اسیرانِ بدر سے آپ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے اجتہاد سے فدیہ لیا۔ عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ آپ نے اجتہاد سے پڑھائی۔ بیر معونہ کے شہداء کے قاتلوں کے لیے آپ نے اجتہاد سے دعاء ضرر فرمائی جس سے اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیء فرما کر آپ کو روک دیا حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم سے اعراض فرمانا بھی اجتہاد سے ہے جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت سے التفات کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر احادیث سے دلائل

عن ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سمع خصومۃ بباب حجرتہ فخرج الیھم فقال انما انا بشر انہ یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ قد صدق واقضی لہ بذلک فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ من النار فلیاخذھا او یترکھا۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کے دروازہ پر لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا میں بشر ہی ہوں میرے پاس دو فریق آتے ہیں شاید تم میں سے کوئی شخص اپنے دعویٰ کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں! اور جس شخص کے لیے میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے وہ چاہے اس کو لے یا چھوڑ دے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ دلالۃ علی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاجتھاد قال عیاض وھو قول المحققین قالہ الخطابی۔ [2]

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے، قاضی عیاض نے فرمایا یہ محققین کا قول ہے، قاضی عیاض کا قول علامہ خطابی نے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقضی بالاجتھاد فیما لم ینزل علیہ فیہ شیء وخالف فی ذلک قوم وھذا الحدیث من اصرح ما یحتج بہ علیھم، وفیہ انہ ربما اداہ اجتھادہ الی امر فیحکم

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جن معاملات میں بالکل وحی نازل نہیں ہوتی تھی آپ ان میں اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف صریح ترین حجت ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۲، ج ۲ ص ۱۰۶۲، ج ۲ ص ۱۰۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

بہ ویکون فی الباطن بخلاف ذلک لکن مثل ذلک لو وقع لم یقر علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لثبوت عصمتہ۔ [۱]

بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے ایک فیصلہ فرماتے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا، لیکن اگر ایسا ہوتا تو آپ اس پر برقرار نہیں رکھے جاتے تھے کیونکہ آپ کی عصمت ثابت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر مزید دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر یہ حدیث بھی دلیل ہے: مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ ... لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جب وہ یہ کلمہ کہہ لیں گے تو مجھ سے اپنی جانوں کو محفوظ کر لیں گے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کلمہ پڑھ لیتا تھا آپ اس کو مسلمان قرار دیتے تھے، خواہ واقعہ اس کے خلاف ہو، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ کے لیے اپنے ہر فیصلہ کے بارے میں وحی سے اطلاع ممکن تھی، اس نکتہ پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے اس حدیث کے بعد زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کا قصہ روایت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن زمعہ کو عبد بن زمعہ کا بیٹا قرار دیا اور اس کو زمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا لیکن جب آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تو ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کا احتیاطاً حکم دیا۔ امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ابن زمعہ کا زمعہ کے ساتھ الحاق ظاہراً تھا اور درحقیقت وہ زمعہ کا نہیں عتبہ کا بیٹا تھا لیکن اس قسم کے فیصلے اصطلاحاً اجتہادی خطاء نہیں قرار دیے جاتے [۲]

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ دلیل علی جواز الخطاء فی الاحکام الجزئیۃ وان لم یجز فی القواعد الشرعیۃ الی قولہ وقد اتفق الاصولیون علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقر علی خطأ فی الاحکام [۳]

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آپ سے احکام جزئیہ میں خطاء کا واقع ہونا ممکن ہے اور قواعد شرعیہ میں خطاء ہونا ممکن نہیں ہے اور علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں خطاء پر برقرار نہیں رہتے تھے۔

اجتہادی خطاء منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اکثر و بیشتر آپ کا اجتہاد افضل اور اولیٰ کا ہی ہوتا تھا لیکن بعض اوقات تشریعی حکمتوں کے تقاضے سے آپ کا نظریہ ہر چند کہ فی نفسہ صحیح اور درست ہوتا تھا لیکن آپ کی عالی قدر جناب کے اعتبار سے وہ افضل اور اولیٰ نہیں ہوتا تھا اور آپ کی اجتہادی خطاء اس سے نادر نہیں ہوتی تھی اور آپ کے اجتہاد میں خطاء کا لاحق ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض اوقات آپ کو نسیان لاحق ہوا، نماز میں سہو ہوا، آپ پر جادو کا اثر ہوا اور

---

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[۲] " " " فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۳-۱۷۲ " "

[۳] علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۷ ص ۲۵۳-۲۵۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

مرض لاحق ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان عوارض بشریہ کو طاری کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ یہ عوارض نبوت کے منافی نہیں ہیں اور آپ اپنے تمام کمالات کے باوجود بہرحال اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور خدا نہیں ہیں، جو خطاء، سہو، نسیان اور امراض سے پاک اور منزہ ہے۔ تاکہ آپ کے کمالات نبوت کو دیکھ کر کوئی شخص آپ کے متعلق الوہیت کا اعتقاد نہ کرے جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں خدا ہونے کا اعتقاد کر لیا تھا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ کی صفت تنزیہ اور تقدیس میں کسی اعتبار سے کوئی شریک نہ ہو سکے۔!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد، اتباع وحی کے خلاف نہیں ہے

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ان اتبع الا ما یوحی الی" "آپ کہہ دیجئے کہ میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمیع احکام اور جمیع احوال میں نزول وحی کا انتظار کرتے تھے اور کوئی کام از خود نہیں کرتے تھے۔ آپ نے کبھی قیاس کیا ہے نہ اجتہاد۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ جو لوگ قیاس کے منکرین ہیں وہ اس آیت سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے اور جب آپ نے قیاس نہیں کیا تو امت پر بھی قیاس نہ کرنا واجب ہے۔[1]

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ آیت کے اس ٹکڑے کو سیاق و سباق سے الگ کر کے پڑھا گیا ہے اس لیے یہ اشکال پیدا ہو گیا۔ آیت کا یہ جز قرآن مجید میں تین سورتوں میں ہے ہم وہ تینوں آیات پیش کر رہے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

واذا لم تاتهم باية قالوا لولا اجتبيتها قل انما اتبع ما يوحى الى من ربى هذا بصائر من ربكم وهدى ورحمة لقوم يؤمنون۔

(اعراف: ۲۰۳)

اور جب آپ (ان کی مطلوبہ) نشانی (آیت یا معجزہ) نہیں لاتے، تو کہتے ہیں کہ آپ اپنی طرف سے چھانٹ کر آیت کیوں نہیں لائے؟ آپ کہیے کہ میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے، یہ تمہارے رب کا بصیرت افروز کلام ہے اور جو لوگ ایمان لانے والے ہیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

مشرکین آپ سے ایسے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے جن کا دکھلانا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہ تھا، یا کہتے کہ ایسی کتاب لے کر آؤ جو یکبارگی نازل ہو۔ اور جب آپ ان کے مطالبہ کو پورا نہ کرتے تو کہتے آپ خود سے ہمارا منہ مانگا نشان کیوں نہیں لائے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہہ دیجئے کہ نبی کا یہ کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے وہ چیز مانگے جس کا دینا اس کی حکمت میں نہیں ہے یا جس کے طلب کی اجازت نہیں۔ نبی کا منصب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بھیجے ان کی خود بھی پیروی کرے اور دوسروں سے بھی عمل کرائے اور اگر تم ہدایت قبول کرنے کے لیے نشانیاں مانگتے ہو تو

---

[1] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ۔
ایضاً، ،، ،، ،، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۵۵،

اس قرآن مجید سے بڑھ کر بصیرت افروز نشانی کوئی نہیں ہے اس سے ہدایت حاصل کرو۔

اس آیت کے سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی مشرکین کے مطالبات کے مقابلہ میں ہے جس کو علم بلاغت کی اصطلاح میں قصر قلب کہتے ہیں یعنی میں تمہارے مطالبات کی نہیں اللہ کی وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ہر کام اور عمل میں نزول وحی کا انتظار کرتا ہوں اور وحی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا اور قیاس اور اجتہاد اور مسلمانوں کے مشورے سے کبھی کام نہیں لیتا لہذا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں ہے۔ سورۂ انعام میں اس طرح ذکر ہے:

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ج ان اتبع الا ما یوحی الی قل ھل یستوی الاعمی والبصیر ، افلا تتفکرون ۔

(انعام: ۵۰)

آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ آپ کہیے کہ کیا اندھے اور دیکھنے والے برابر ہیں؟ تم کیوں غور و فکر نہیں کرتے!

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نبی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کے پاس تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے ہیں یا وہ تمام معلومات الٰہیہ کو جانتا ہے کہ جب تم اس سے کسی کام کی فرمائش کرو وہ کر کے دکھا دے یا تمام معلومات غیبیہ پر تمہیں مطلع کر دے یا جس وقت جو سوال کرو اسی وقت اس کا جواب دیدے۔ نبی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ فرشتہ ہے پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ یہ کھاتے پیتے کیوں ہیں اور بازاروں میں کیوں چلتے ہیں؟ وہ تمہارے فرمائشی معجزات لانے یا تمہاری مرضی کے مطابق چلنے پر مامور نہیں ہیں۔ نبی کی آنکھیں ان حقائق کو دیکھنے کے لیے کھلی رہتی ہیں جنہیں دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ہر وقت مرضیات الٰہی اور تجلیات ربانی کا مشاہدہ کرتا ہے اور صرف انہیں احکام کی پیروی کرتا ہے جن کی اس پر وحی کی جاتی ہے۔ تم اس حقیقت پر کیوں غور و فکر نہیں کرتے!

اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی کا حصر مشرکین کے مطالبوں کے مقابلہ میں ہے اور قصر قلب اور حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے، یعنی نبی مشرکین کے مطالبات کی نہیں صرف وحی کی پیروی کرتا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی اپنے اجتہاد اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا۔

آیت کا یہ ٹکڑا سورۂ یونس میں بھی ہے:

واذا تتلی علیھم ایاتنا بینت قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ھذا او بدلہ ط قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ج ان اتبع الا ما یوحی الی ج انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ○

اور جب ان لوگوں پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہم سے ملاقات کی امید نہیں ہے، وہ کہتے ہیں: اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسی قرآن کو تبدیل کر دو۔ آپ کہیے کہ اس قرآن کو از خود بدل دینا میرے اختیار میں نہیں ہے میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی

(یونس: ۱۵) کی جاتی ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے یوم آخرت کے عذاب کا خوف ہے۔

اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی کا ذکر مشرکین کے اس مطالبہ کے مقابلہ میں ہے کہ اس قرآن میں تبدیلی کر دیں یا اس قرآن کی بجائے کوئی اور قرآن لاؤ اور اجتہاد اور قیاس پر عمل کرنے کی اس آیت میں نفی نہیں ہے کیونکہ یہ بھی قصر قلب اور حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے۔ علامہ آلوسی[1] اور امام رازی[2] کی عبارات سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن عبادات اور معاملات کے بارے میں وحی نازل ہو جاتی تھی آپ ان میں صرف وحی پر عمل کرتے تھے خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی اور جن امور میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ قیاس اور اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے اور صحابہ کرام سے مشورہ بھی کرتے تھے۔ آپ مزاج شناس الوہیت تھے اور رضائے الٰہی کے عارف تھے اس لیے آپ کا اجتہاد منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا تھا اور چونکہ آپ کو اجتہاد اور مشاورت کا حکم دیا گیا تھا اس لیے آپ کا اجتہاد بھی اتباع وحی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر اعتراضات کے جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (نجم: ۴-۳) "رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتے، ان کا ہر کلام وحی سے ہوتا ہے"۔ اگر آپ اجتہاد کرتے تو آپ کا ہر کلام وحی سے نہیں ہوتا اور جو بات آپ اجتہاد سے فرماتے وہ آپ کی اپنی سوچ سے ہوتی وحی سے نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "ھو" ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کا نطق آپ صرف وحی سے کرتے ہیں، مفسرین کی غالب اکثریت کا یہی رجحان ہے اور اگر یہ ضمیر نطق کی طرف راجع ہو یعنی آپ جب بھی بولتے ہیں وحی سے بولتے ہیں تو یہ باوجود خلاف ظاہر ہونے کے ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ کا اجتہاد بھی اتباع وحی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اجتہاد ظنی ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یقینی حکم یعنی وحی کے حصول پر قادر ہیں تو آپ کے لیے ظنی حکم پر عمل کرنا یا کسی کو بتلانا جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی ضرورت کے موقع پر وحی نازل نہ ہو تو یقینی حکم کالعدم ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آپ اجتہاد کریں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اجتہادی حکم چونکہ ظنی ہوتا ہے اس لیے اس کی مخالفت جائز ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم عام مجتہدین کے اجتہاد کا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادی حکم کی مخالفت جائز نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجتہاد کو مقرر کر دیا تو وہ ظنی نہ رہا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر اجتہاد جائز ہوتا تو آپ ظہار اور لعان کے مسئلہ میں بھی اجتہاد کر لیتے حالانکہ آپ نے اس میں توقف کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ کو ان مسائل میں اجتہاد کی اجازت نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اجتہاد کے باوجود آپ پر

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷ ص ۱۵۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
[2] امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

اس کا حکم واضح نہ ہوا ہو۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر رسول کے لیے اجتہاد جائز ہو تو حضرت جبریل بھی رسول ہیں، ان کے لیے بھی اجتہاد جائز ہوگا پھر یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نصوص ہیں یا حضرت جبریل کا اجتہاد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام رازی نے اس پر تصریح کی ہے کہ اجتہاد کا حکم رسل بشر کے لیے ہے رسل ملائکہ کے لیے نہیں ہے لہ۔ اور حضرت جبریل چونکہ رسل ملائکہ سے ہیں اس وجہ سے ان کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے نیز جن دلائل سے رسول کے لیے اجتہاد ثابت ہے وہاں رسول سے مراد رسول ملک نہیں رسول بشر ہے۔

احادیث میں اختلاف، وحی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث کے وحی خفی ہونے میں ایک یہ شبہ وارد کیا جاتا ہے کہ وحی میں اختلاف نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے: ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔ (نساء: ۸۲) "اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا" اور چونکہ احادیث میں بہت اختلاف ہے اس لیے یہ وحی نہیں ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اختلاف سے مراد احکام کا اختلاف ہے تو تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید ان میں سے کوئی بھی وحی نہیں ہے کیونکہ ان تمام کتابوں کے احکام باہم مختلف ہیں بلکہ قرآن مجید کے اپنے احکام میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً بعض آیات میں بیوہ کی عدت ایک سال بیان کی ہے: والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية لازواجهم متاعا الى الحول غير اخراج (بقرہ: ۲۴۰) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ ان کو نکالے بغیر ایک سال کا خرچ دیا جائے" اس کے بعد میراث کی آیات سے وصیت بھی منسوخ ہو گئی اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی: والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا (بقرہ: ۲۳۴) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں" ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے یہ احکام کا اختلاف جس طرح احادیث میں ہے قرآن مجید میں بھی ہے جیسا کہ اس ایک مثال سے واضح ہو گیا ہے لیکن قرآن مجید میں چونکہ بالعموم اصول اور کلیات بیان کیے گئے ہیں اور فروع اور جزئیات کا بہت کم ذکر ہوا ہے اس لیے اس میں نسخ کے اعتبار سے احکام کا اختلاف بہت کم ہے اور احادیث میں چونکہ فروع اور جزئیات کا ذکر بہت زیادہ ہے اس لیے قرآن مجید کی بہ نسبت اس میں احکام کا اختلاف زیادہ ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث آیت میں اختلاف سے مراد احکام کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اس اختلاف سے مراد صدق اور کذب کا اختلاف ہے یعنی اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس کی دی ہوئی خبروں اور پیشین گوئیوں میں صدق اور کذب کا اختلاف ہوتا، کچھ خبریں اور پیشین گوئیاں سچی ہوتیں اور کچھ سچی نہ ہوتیں۔ اس اعتبار سے احادیث میں بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ احادیث کی بھی تمام خبریں اور پیشین گوئیاں سچی ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث آیت میں اختلاف سے مراد فصاحت اور بلاغت کا اختلاف ہے یعنی اگر یہ

لہ۔ امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس کی بعض آیات کی فصاحت اور بلاغت اعجاز آفریں ہوتی اور لوگ ان آیات کی مثل کلام پیش نہ کر سکتے اور بعض آیات کی فصاحت و بلاغت ایسی نہ ہوتی اور لوگ آسانی سے ان آیات کی مثل کلام بنا کر پیش کر دیتے۔ اور کلام کے اعجاز کی یہ صفت صرف قرآن مجید کے الفاظ کی خصوصیت ہے، تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ کا کلام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا کہ کوئی شخص ان کی مثل کلام نہیں پیش کر سکتا۔ لہٰذا اگر ان کی بلاغت معجز نہ ہو تو اس سے تورات وغیرہ کے وحی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اسی طرح احادیث مبارکہ کی بلاغت بھی اگر معجز نہ ہو تو یہ وحی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ احادیث کے الفاظ چونکہ منزل من اللہ نہیں ہیں اس لیے ان کی بلاغت معجز نہیں ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ آیت مبارکہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" احادیث مبارکہ کے وحی خفی ہونے کے اس وقت معارض ہوتی جب احادیث کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہوتے اور ان کی بلاغت کا چیلنج کیا جاتا اور واقع میں وہ الفاظ اس طرح بلیغ نہ ہوتے اور جبکہ احادیث میں صرف معانی نازل کیے گئے ہیں تو اس آیت سے احادیث کے وحی ہونے پر اعتراض کیسے صحیح ہو گا۔؟

برق صاحب کے رجوع کا اعتراف

اس بحث میں ہم نے برق صاحب کے ان اعتراضات کا جواب لکھا ہے وہ کوئی نئے اعتراضات نہیں ہیں۔ سر سید علی گڑھی، مولوی چراغ علی، اسلم جیراج پوری، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز ان تمام منکرین حدیث کی فکر واحد ہے اور یہ تمام لوگ یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اس بحث میں برق صاحب کا نام میں نے صرف علامت کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس نام سے مراد تمام منکرین حدیث کا گروہ ہے۔

ہر چند کہ برق صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ "دو اسلام سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید میں منکر حدیث ہوں قطعاً نہیں ہوں" (ایمان ص ۲۲۲، مطبوعہ لاہور) اور اپنی آخری کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے دو اسلام میں بعض مشتبہ احادیث پر تنقید کی ہے بعد میں جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے اعتراضات غیر علمی ہیں تو میں نے اس کتاب کو اپنی فہرست تصانیف سے خارج کر دیا" (میری داستان حیات ص ۲۱، مطبوعہ لاہور ۸۲ء) لیکن چونکہ "دو اسلام" ان کی مطبوعہ فہرست میں شامل ہے اور مسلسل چھپ رہی ہے، اور جب تک "دو اسلام" نام کی کتاب چھپتی رہے گی مسلمانوں کے ذہن حدیث اور سنت کے خلاف شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتے رہیں گے اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ دو اسلام میں کیے گئے قابل ذکر اعتراضات کے جوابات لکھوں۔ احادیث پر کیے گئے بعض اعتراضات کے جوابات میں نے جلد ثانی میں لکھے ہیں اور وحی خفی پر چونکہ انھوں نے زیادہ زور دیا ہے اس لیے اس کی مفصل بحث میں نے یہاں لکھ دی ہے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین حبیب اله العٰلمین قائد الغر المحجلین وعلی اله واصحابه وازواجه واولیاء امته وعلماء ملته من المحدثین والمفسرین والمجتهدین اجمعین۔

باب ۳۴۵ مَوَاقِيْتُ الْحَجِّ

مواقیت حج

۲۶۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيْعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيْعًا عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ

حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ قَالَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ وَكَذَا فَكَذٰلِكَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا۔

کو میقات مقرر کیا، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل نجد کے لیے قرن کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو فرمایا: یہ مواقیت ان علاقوں کے رہنے والوں کے لیے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو دوسرے علاقوں سے ان مواقیت کی حدود میں آئیں خواہ ان کا ارادہ حج کا ہو یا عمرہ کا، اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر ہوں وہ اسی جگہ سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ، مکہ (مکرمہ) سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَقَالَ هُنَّ لَهُمْ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُونَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ اور فرمایا یہ میقات ان علاقوں میں رہنے والوں کے لیے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو حج یا عمرہ کے ارادے سے دوسری جگہوں سے ان علاقوں میں آئیں اور جو ان مواقیت کے اندر ہوں وہ اسی جگہ سے احرام باندھ لیں حتیٰ کہ اہل مکہ، مکہ سے احرام باندھ لیں۔

۲۷۰۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل مدینہ، ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن المنازل سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۲- وحدثني زهير بن حرب وابن أبي عمر قال ابن أبي عمر حدثنا سفيان عن الزهري عن سالم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يهل أهل المدينة من ذي الحليفة ويهل أهل الشام من الجحفة ويهل أهل نجد من قرن قال ابن عمر رضي الله عنهما وذكر لي ولم أسمع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ويهل أهل اليمن من يلملم.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔ اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن المنازل سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے خود تو نہیں سنا لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۳- وحدثني حرملة بن يحيى أخبرنا ابن وهب أخبرني يونس عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله بن عمر ابن الخطاب رضي الله عنه عن أبيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مهل أهل المدينة ذو الحليفة ومهل أهل الشام مهيعة وهي الجحفة ومهل أهل نجد قرن قال عبد الله ابن عمر وزعموا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ولم أسمع ذلك منه قال ومهل أهل اليمن يلملم.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے لیے مہیعہ یعنی جحفہ ہے اور اہل نجد کے لیے قرن ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے تو نہیں سنا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن کے لیے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

۲۷۰۴- وحدثنا يحيى بن يحيى ويحيى بن أيوب وقتيبة وابن حجر قال يحيى أخبرنا وقال الآخرون حدثنا إسماعيل بن جعفر عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أهل المدينة أن يهلوا من ذي الحليفة وأهل الشام من الجحفة وأهل نجد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کا حکم دیا۔ اہل شام کو جحفہ سے اور اہل نجد کو قرن المنازل سے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں۔

مِنْ قَرْنٍ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ وَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔

۲۷۰۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ سَمِعْتُ ثُمَّ انْتَهٰى فَقَالَ أُرَاهُ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مواقیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا میں نے سنا ہے ۔۔۔۔ ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

۲۷۰۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ سَمِعْتُ أَحْسِبُهُ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيقُ الْآخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں راوی کہتے ہیں کہ میرے گمان میں انھوں نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل مدینہ کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور دوسرا راستہ جحفہ ہے اور اہل عراق کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔ اہل نجد کے لیے قرن المنازل ہے اور اہل یمن کے لیے یلملم ہے۔

میقات کا لغوی اور شرعی معنی

میقات کا لفظ وقت سے ماخوذ ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ توقیت اور تاقیت کا معنی ہے کسی چیز کے لیے وقت مخصوص مقرر کرنا، قرآن مجید میں ہے کتابا موقوتا یعنی موقتا مقدرا۔ اور یہ لفظ تحدید کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لم یقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر حدا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی حد معین نہیں فرمائی" اور بعد میں اس لفظ میں وسعت دی گئی اور اس کو جگہ اور مقام کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا۔[1] اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی یہ ہے: "حج یا عمرہ کا ارادہ کرنے والے کے لیے احرام باندھنے کی آخری حد" یعنی جس جگہ سے وہ احرام کے بغیر نہیں گزر سکتا۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ جو وقت کسی کام یا کسی مقام کے لیے مقرر کیا گیا لوگ

[1] ـــــ علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۵ ص ۲۱۲ مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، الطبعۃ الرابعۃ ۱۳۶۴ھ

میقات کہتے ہیں، جیسے جس جگہ سے اہل شام احرام باندھتے ہوں تو کہا جاتا ہے یہ اہل شام کا میقات ہے[1] حج کا ایک میقات جگہ اور مقام کے اعتبار سے ہے، جس کی تفصیل اس باب کی احادیث میں آگئی ہے اور ایک میقات زمانہ کے اعتبار سے ہے۔ حج کا میقات زمانی، شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ایام ہیں۔ ان ایام کے علاوہ حج کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے اور عمرہ کے لیے سارے سال احرام باندھا جا سکتا ہے۔

میقات سے گزرنے کے حکم میں مذاہب اربعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو میقات مقرر فرمایا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اہل عراق کے لیے ذات عرق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمایا یا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے مقرر کیا گیا۔ اس باب کی حدیث نمبر ۲۷۰۶ میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کو میقات مقرر کیا اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے میقات پر احرام باندھنا واجب ہے اگر حج یا عمرہ کرنے والا ان مواقیت سے بغیر احرام باندھے گزر گیا تو اس پر دم (ایک جانور ذبح کرنا) واجب ہوگا، وہ شخص گنہگار ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان مواقیت سے احرام کے بغیر مطلقاً نہیں گزر سکتا خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو[2]۔ امام شافعی کے نزدیک مواقیت سے گزرنے کے لیے صرف حج یا عمرہ میں احرام کی پابندی ہے اور جو شخص کسی ضرورت یا تجارت یا کسی سے ملاقات کے لیے مکہ جانا چاہتا ہو وہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتا ہے[3]۔ امام مالک کے نزدیک جس شخص کو مکہ میں داخل ہونے کی بار بار ضرورت پڑتی ہو جیسے شہر سے نکل کر کوئی لکڑیاں چننے جائے اور پھر داخل ہو تو اس کے لیے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے اور جس کو بار بار داخل ہونے کی ضرورت نہ ہو جیسے تاجر وغیرہ وہ احرام باندھے بغیر نہ گزرے اس کے لیے احرام واجب ہے یا مستحب ہے اس میں بھی امام مالک کے دو قول ہیں[4]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کے لیے ان مواقیت سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بسا اوقات بغیر احرام کے ذوالحلیفہ سے آگے چلے جاتے تھے اور جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگر وہ کسی بار بار پیش آنے والی ضرورت کی بناء پر جائے تو اس کے لیے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ جیسے لکڑیاں اور گھاس وغیرہ اکٹھی کرنے کے لیے مکہ میں

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۱۰۷، مطبوعہ نشر ادب الحوزة قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۶۷-۱۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ

[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۴۲-۱۴۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

آتے جاتے رہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے نیز جس شخص کو دن میں بار بار مکہ آنا جانا پڑتا ہو اگر اس پر احرام واجب کیا جائے تو یہ اس کے لیے حرج کا موجب ہوگا، اور جو شخص مکہ کے قصد سے میقات سے گزرے لیکن وہ شخص حج کا مکلف نہ ہو جیسے بچہ اور غلام اس پر بھی احرام باندھنا واجب نہیں ہے اور جو شخص حج کا مکلف ہو اور اس کو بار بار مکہ میں آنے جانے والی حاجت بھی لاحق نہ ہو اس کا میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں ہے۔[1]

احناف کا موقف

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے جحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چار مواقیت کا ذکر کیا ہے اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کا ذکر نہیں کیا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے "تین مواقیت کا ذکر کیا ہے اور ذات عرق اور یلملم کا ذکر نہیں کیا اور ان آثار میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو شخص مکہ جانے کے ارادے سے ان مواقیت تک پہنچے اس پر احرام باندھنا لازم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میقات مقرر کرنا بغیر کسی فائدے کے نہیں ہے اور ان مواقیت پر پہنچنے کے بعد بغیر احرام باندھے گزرنا ممنوع ہے اور ان مواقیت سے پہلے احرام باندھنے میں وسعت اور گنجائش ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ احادیث کے ظاہری مفہوم کی بناء پر کہتے ہیں کہ میقات پر احرام باندھنا افضل ہے۔ اور ہمارے علماء رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ میقات پر پہنچنے کے بعد احرام باندھے بغیر گزرنا جائز نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لیا جائے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے لے کر مسجد حرام تک احرام باندھا اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے واتموا الحج والعمرۃ کی تفسیر میں فرمایا: حج اور عمرہ کے اتمام میں سے یہ چیز بھی ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھا جائے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم نے جس کے لیے میقات مقرر کیا وہ اس کا میقات ہے اور اس کا میقات بھی ہے جو اس جگہ سے گزرے اور وہاں کا رہنے والا نہ ہو لیکن اس نے حج یا عمرہ کا ارادہ کیا ہو" اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص بھی مکہ جانے کے قصد سے اس میقات سے گزرے اس پر احرام باندھنا لازم ہے خواہ وہ اس میقات کے اہل سے ہو یا نہ ہو، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جو آفاقی مکہ میں بغیر احرام کے رہتا ہو جب وہ حج کا ارادہ کرے تو اس کے احرام کے لیے اہل مکہ کا میقات ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق یہ کہا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے وہ بغیر احرام کے میقات سے نہیں گزر سکتا اور جو شخص جنگ کے لیے

[1] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ۔ المغنی ج ۳ ص ۱۱۴۔ ۱۱۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

مکہ میں داخل ہونا چاہے اس پر احرام کی شرط نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے اور جو شخص تجارت یا اپنا قرض وصول کرنے کے لیے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کے متعلق ان کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس پر احرام لازم نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احرام مقصود بالذات عبادت نہیں ہے بلکہ افعال حج ادا کرنے کے لیے احرام باندھا جاتا ہے اور جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں کرتا اس کے حق میں حرم کی سرزمین باقی مقامات کی طرح ہے لہٰذا اس پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے۔

اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کا قصد حج کرنا ہو، جنگ کرنا ہو یا تجارت کرنا ہو۔ کیونکہ ابن شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنے خطبہ میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اس وقت سے مکہ کو حرم بنایا ہے اور مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی کے لیے بھی مکہ میں قتال کرنا جائز نہیں ہے اور میرے لیے دن کی ایک ساعت میں مکہ میں قتال حلال ہوا تھا اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں قتال حرام کر دیا گیا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں قتال کی رخصت ملی تھی اور آپ نے خود فرمایا ہے کہ ایک ساعت کے لیے میرے واسطے مکہ میں قتال حلال ہوا تھا اور اس کے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتال کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور یہ خصوصیت اس وقت ظاہر ہو گی جب دوسرے شخص کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں بغیر احرام کے میقات میں داخل ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا میقات کی طرف لوٹ جاؤ اور تلبیہ کہو ورنہ تمہارا حج صحیح نہیں ہوگا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے اور اس لیے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس شخص پر اس زمین کی عزت اور شرف کے اظہار کے لیے احرام باندھنا واجب ہے۔ اور اس اعتبار سے افعال حج کرنا اور نہ کرنا برابر ہیں۔ پس جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس پر واجب ہے کہ میقات سے احرام باندھے۔ ہاں جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو۔ وہ اپنی ضرورت کی بناء پر بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے جبکہ امام شافعی کے ایک قول میں یہ ناجائز ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیاں چننے والے کو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ میقات سے باہر نہیں جاتے، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ سے مدینہ کے لیے نکلے جب مقام قدید پر پہنچے، تو آپ کو مدینہ میں جھگڑے کی خبر پہنچی تو آپ بغیر احرام باندھے واپس مکہ چلے گئے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے وہ اہل مکہ کی طرح ہے کیونکہ اس کو مکہ آنے جانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس لیے کہ ان کی ضروریات اہل مکہ سے متعلق ہوتی ہیں پس جس طرح اہل مکہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ضروریات کی بناء پر مکہ سے باہر جائیں اور بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوں اسی طرح اہل میقات کے لیے جائز ہے اور اس لیے بھی کہ اگر ہم یہ کہیں کہ ہر وقت ان پر احرام لازم ہے تو اس میں کھلا ہوا

ضروری ہے۔ ۱؎

احرام کا فلسفہ

ہر چند کہ تمام اعمال نیات پر مبنی ہوتے ہیں لیکن عمل کے بغیر نیت کا اظہار نہیں ہوتا جس طرح نماز کی نیت کا اظہار تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے اسی طرح احرام کے ذریعہ حج کی نیت کا اظہار ہوتا ہے جس طرح نماز کی تکبیر تحریمہ کے بعد انسان عام کیفیت سے نکل کر ایک خاص کیفیت کے ساتھ متصف ہوتا اور نماز کے افعال کے علاوہ باقی تمام افعال اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اسی طرح احرام باندھنے کے بعد انسان اپنے روزمرہ کے معمولات سے نکل کر ایک خاص حالت اور کیفیت میں آجاتا ہے اور اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو دنیوی عیش و نشاط، زیب و زینت اور تفریح طبع کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ وہ شکار نہیں کر سکتا کہ محض کام و دہن کی لذت کے لیے کسی جاندار کی جان لینا عبادت کی اس خاص حالت کے مناسب نہیں۔ اپنی زوجہ سے جنسی تلذذ حاصل نہیں کر سکتا کہ یہ نفسانی اور شہوانی لذتوں سے اجتناب کا موقع ہے۔ سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا کیونکہ سلے ہوئے کپڑوں سے زینت اور شوکت مترشح ہوتی ہے اور یہ عجز و انکسار کی جگہ ہے احرام کی نیت سے شاہ و گدا اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر انسان کے ابتدائی ادوار کا بے سلا کپڑا پہن لیتے ہیں یہ عہد ابراہیمی کے لباس کی تمثیل ہے جس کو اس وقت اس لیے پسند کیا گیا تاکہ اس عہد مبارک کی کیفیت ہماری ظاہری شکل و صورت سے بھی ظاہر ہو۔

بَابُ ۳۲۶ التَّلْبِيَةِ وَصِفَتِهَا وَوَقْتِهَا

تلبیہ کا طریقہ اور اس کا وقت

۲۷۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَقَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَزِيدُ فِيهَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تلبیہ کہتے تھے (ترجمہ:) "اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں! تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں حاضر ہوں بے شک تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہت تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے" حضرت عبد اللہ بن عمر ان کلمات میں یہ اضافہ کرتے تھے۔ "میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرے احکام کی اطاعت کے لیے موجود ہوں، تمام بھلائیاں تیرے قبضہ میں ہیں، میں حاضر ہوں، رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔"

۲۷۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى ابْنِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی اونٹنی پر سوار

۱؎ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۶۸۔۱۶۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

عُقْبَةَ بْنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَنَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَحَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ اَهَلَّ فَقَالَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالُوْا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ هٰذِهٖ تَلْبِيَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ يَزِيْدُ مَعَ هٰذَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔

ہوئے اور وہ آپ کو لے کر مسجد ذوالحلیفہ کے قریب سیدھی کھڑی ہو گئی، تب آپ نے احرام باندھا اور فرمایا: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں نعمتیں اور بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اس تلبیہ کے ساتھ ان کلمات کا اضافہ کرتے تھے: میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیری اطاعت کے لیے موجود ہوں، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں میں حاضر ہوں۔ اور رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

۲۷۰۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ تَلَقَّفْتُ التَّلْبِيَةَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبیہ سیکھا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۷۱۰۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ فَاِنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَخْبَرَنِيْ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبیہ سنا ہے آپ اپنے بالوں کو اگر یا مہندی سے جمائے ہوئے تلبیہ کہہ رہے تھے: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، آپ ان کلمات پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ يُهِلُّ بِإِهْلَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ.

نماز پڑھی، پھر جب آپ کی اونٹنی مسجد ذوالحلیفہ کے قریب آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے ان کلمات کے ساتھ تلبیہ کہہ کر احرام باندھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کے ساتھ تلبیہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیری اطاعت کے لیے موجود ہوں اور ساری خیر تیرے قبضہ میں ہے، میں حاضر ہوں، اور رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

٢٧١١ - وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ فَيَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ فَيَقُولُونَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُولُونَ هَذَا وَهُمْ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین کہتے لبیک لا شریک لک، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تمہیں عذاب ہو، اس سے آگے نہ کہو، لیکن مشرکین اس کے بعد کہتے مگر ایک شریک ہے، اے اللہ! تو اس کا مالک ہے اور اس کے ملک کا مالک نہیں اور یونہی کہتے کہتے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

اہلال کا لغوی اور شرعی معنیٰ

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ چاند دیکھ کر بلند آواز سے چلانے کو اہلال کہتے ہیں اس کے بعد یہ لفظ مطلقاً آواز کے لیے استعمال کیا گیا، بچہ کے رونے کو بھی اہلال کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وما اهل به لغير الله جس چیز پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور وہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جاتا ہے۔ اہلال بالحج بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔[1] علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: بلند آواز سے تلبیہ کہنے کو اہلال کہتے ہیں۔[2] علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ بارش کے پہلے قطرہ اور بچہ کی پہلی آواز کو استہلال کہتے ہیں، آواز بلند کرنے کو بھی اہلال کہتے ہیں۔ اهل بالحج کا معنی بلند آواز سے تلبیہ کہا، ما اهل لغير الله کا معنی ہے ماذبح للالهة جو جانور بتوں کے لیے ذبح کیا گیا۔[3]

1- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ، المفردات ص ٥٤٣، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ١٣٤٢ھ۔

2- علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ٦٠٦ھ، نہایہ ج ٥ ص ٢٧١، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ١٣٦٤ھ۔

3- علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ٧١١ھ، لسان العرب ج ١١ ص ٧٠١، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران، ١٤٠٥ھ۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں احرام باندھتے وقت بلند آواز سے تلبیہ کہنے کو اہلال کہتے ہیں اور لغت میں آواز بلند کرنے کو اہلال کہتے ہیں نوزائیدہ بچہ کے رونے کو بھی اہلال کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وما اهل به لغير الله - یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر کسی جانور کو ذبح کرتے ہوئے آواز بلند کی جائے چاند کو ہلال بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اسے دیکھ کر آواز بلند کی جاتی ہے[1]

تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تلبیہ مشروع ہے، البتہ اس کے حکم میں اختلاف ہے امام شافعی کہتے ہیں کہ تلبیہ سنت ہے، صحت حج کے لیے شرط ہے نہ واجب ہے اور اگر تلبیہ ترک کر دیا تو اس کا حج صحیح ہوگا اور اس پر دم نہیں ہے البتہ اس سے ایک فضیلت رہ جائے گی اور بعض اصحاب شافعیہ نے تلبیہ کو حج کی شرط قرار دیا ہے، لیکن صحیح امام شافعی کا قول ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ تلبیہ واجب نہیں ہے لیکن اس کے ترک کرنے سے دم لازم آئے گا اور حج صحیح ہوگا۔ نیز امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ حج دل کی نیت سے منعقد ہو جاتا ہے اور تلبیہ کے الفاظ کا کہنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ روزہ فقط نیت سے منعقد ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بغیر تلبیہ کہے یا ہدی (قربانی کا جانور) بھیجے حج منعقد نہیں ہوتا۔ نیز امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ تلبیہ میں یہ الفاظ مخصوصہ کہنے شرط نہیں ہیں بلکہ تلبیہ کے معنی میں جو تسبیح اور تہلیل کے کلمات ہیں وہ بھی کہے جا سکتے ہیں جیسا کہ ان کے نزدیک نماز کی تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا شرط نہیں ہے بلکہ تسبیح اور دوسرے اذکار جو اللہ تعالیٰ کی کبریائی پر دلالت کریں وہ بھی اللہ اکبر کے قائم مقام ہیں[2]۔

تلبیہ کے اوقات اور احکام

تلبیہ کو با آواز بلند کہنا مستحب ہے لیکن عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے کیونکہ اس کی آواز سے لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، جب محرم کا حال بدلے تو بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے مثلاً جب صبح کی سفیدی نمودار ہو یا رات کی سیاہی چھا جائے یا کسی بلندی سے چڑھتے یا اترتے وقت یا جب سا تھیوں سے ملے یا علیحدہ ہو یا اٹھتے بیٹھتے وقت، سواری سے چڑھتے اور اترتے وقت، نمازوں کے بعد اور تمام مساجد میں طواف اور سعی کے وقت تلبیہ نہ کہے کیونکہ ان اوقات کے علیحدہ اذکار مقرر ہیں۔ تین بار یا اس سے زیادہ تلبیہ کا تکرار کرنا مستحب ہے۔ کسی کے سلام یا بات کا جواب دینے کے لیے تلبیہ نہ منقطع کرے، جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ تلبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے اور مسلمانوں کے لیے جو چاہے دعا مانگے اور افضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی، جنت کے دخول اور دوزخ سے نجات کا سوال کرے۔ جب کوئی اچھی چیز دیکھے تو تلبیہ کرے۔ رمی جمرات اور طواف افاضہ اور حج کے تمام افعال میں تلبیہ مستحب ہے اور عمرہ کرنے والے کے لیے طواف سے پہلے تلبیہ مستحب ہے، مرد اور عورت کے لیے ہر حال

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔
[2] 〃 〃 〃 〃 شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶ 〃 〃 〃

میں تلبیہ مستحب ہے خواہ وہ پاک ہوں یا ناپاک، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے حیض کا سن کر فرمایا تھا: "طواف کے علاوہ حج کے تمام افعال کرو۔"

بَابُ ۳۲۷ اَمْرِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بِالْاِحْرَامِ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کا حکم

۲۷۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ يَقُوْلُ بَيْدَاؤُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ تَكْذِبُوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ ذِي الْحُلَيْفَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ یہ تمہارا بیداء ہے جس میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو۔ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے سوا اور کسی جگہ سے تلبیہ نہیں کہا۔

۲۷۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا قِيْلَ لَهُ الْاِحْرَامُ مِنَ الْبَيْدَآءِ قَالَ الْبَيْدَآءُ الَّتِيْ تَكْذِبُوْنَ فِيْهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ حِيْنَ قَامَ بِهٖ بَعِيْرُهٗ

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کہا جاتا کہ احرام بیداء سے ہے تو فرماتے وہی بیداء جس کے متعلق تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ صرف اس درخت کے پاس سے کیا ہے جہاں آپ کا اونٹ آپ کو لے کر کھڑا ہو گیا۔

جھوٹ کی تعریف

علامہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ صدق یہ ہے کہ قائل کا قول اس کے اعتقاد اور واقع کے مطابق ہو اور جب ایسا نہیں ہو گا تو یہ صدق تام نہیں ہو گا یا تو یہ کلام صدق سے بالکل موصوف نہیں ہو گا اور یا ایک اعتبار سے صادق ہو گا اور دوسرے اعتبار سے کاذب ہو گا۔ مثلاً جب کافر اپنے عقیدے کے بغیر کہے: محمد رسول اللہ تو یہ کلام واقع کے اعتبار سے صادق ہے اور اس کے عقیدے کے اعتبار سے کاذب ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کا قول نقل کیا ہے: "نشهد انك لرسول الله" اور اس کو اسی اعتبار سے کاذب قرار دیا ہے۔[1]

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۷۷ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ۔

علامہ ابن اثیر نے زمخشری سے نقل کیا ہے کہ عرب کذب کا لفظ اس وقت بولتے تھے جب ان کے دل میں ایسی خواہشیں ہوتیں جو پوری نہ ہو سکتیں اور لکھا ہے کہ اصل میں کذب الجار نے اور ترغیب دینے کو کہتے ہیں: اکذبا لہ یبعثالہ علی الفعل [1]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہے خواہ اس نے عمداً ایسا کیا ہو یا سہواً اور غلطی سے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ عمداً واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہے اہل سنت کے نزدیک عمدیت کی شرط گناہ کا موجب ہے [2]۔

علامہ اصفہانی نے جو کذب کی تعریف بیان کی ہے علامہ تفتازانی نے اس تعریف کو جاحظ کی طرف منسوب کیا ہے [3]۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ کو چاہیے کہ احرام باندھنے کو مقام بیداء تک موخر نہ کریں اور مسجد ذوالحلیفہ پر احرام باندھ لیا کریں۔

بَابُ ۳۴۸ بَيَانِ اَنَّ الْاَفْضَلَ اَنْ يُّحْرِمَ حِيْنَ تَنْبَعِثُ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ مُتَوَجِّهًا اِلٰى مَكَّةَ لَا عَقِبَ الرَّكْعَتَيْنِ

جب سواری مکہ کی طرف کھڑی ہو اس وقت احرام باندھنے کی فضیلت

۲۷۱۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهٗ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَاَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ مَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَاَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَاَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَاَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَاَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ

عبید بن جریج نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابو عبد الرحمن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ کے ساتھیوں میں سے کسی اور کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا! حضرت ابن عمر نے پوچھا: اے ابن جریج وہ کیا چار کام ہیں؟ انھوں نے کہا: ایک کام یہ ہے کہ آپ کعبہ کے کونوں میں سے دو رکن یمانی کے اور کسی کو نے کو مس نہیں کرتے، دوسرا یہ کہ آپ بغیر بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنتے ہیں، تیسرا یہ کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ رنگتے ہیں اور چوتھا کام یہ ہے کہ مکہ میں لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں

---

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ ھ، نہایہ ج ۴ ص ۱۵۰، مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ ھ۔

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ ھ

[3] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۰ ھ۔ مختصر معانی ص ۳۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

حَتّٰى يَكُوْنَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّيْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّيْ لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهٗ۔

اور آپ آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو رکن یمانی کو مس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف رکن یمانی ہی کو مس کرتے دیکھا ہے اور بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اسی کے ساتھ وضو کرتے تھے۔ اور زرد رنگ کے خضاب کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ رنگتے تھے اس لیے میں بھی زرد خضاب کو پسند کرتا ہوں رہا آٹھ ذی الحجہ کا احرام باندھنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ احرام اس وقت باندھتے تھے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تھی۔

۲۷۱۵ - حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَجَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ مَرَّةً فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِنْكَ أَرْبَعَ خِصَالٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى إِلَّا فِيْ قِصَّةِ الْإِهْلَالِ فَإِنَّهٗ خَالَفَ رِوَايَةَ الْمَقْبُرِيِّ فَذَكَرَهٗ بِمَعْنًى سِوٰى ذِكْرِهٖ إِيَّاهُ۔

عبید بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہ مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے ساتھ حج اور عمرہ کیا، میں نے کہا اے ابو عبدالرحمن میں نے آپ میں چار چیزیں دیکھی ہیں ...... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۱۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الْغَرْزِ وَانْبَعَثَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاب میں پیر رکھا اور اونٹنی آپ کو لے کر مقام ذوالحلیفہ میں کھڑی ہو گئی تب آپ نے احرام باندھا۔

۲۷۱۷- وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے احرام باندھ لیا۔

۲۷۱۸- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حِينَ تَسْتَوِي بِهِ قَائِمَةً۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مقام ذوالحلیفہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اونٹنی کھڑی ہو گئی تو آپ نے احرام باندھ لیا۔

۲۷۱۹- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مَبْدَأَهُ وَصَلَّى فِي مَسْجِدِهَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ افعال حج کی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں رات گذاری اور پھر اس میں نماز پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات

اس باب کی حدیث نمبر ۲۷۱۴ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت احرام باندھتے تھے جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اس روایت کا پورا متن یہ ہے:

خصیف بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ابو العباس مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ احرام باندھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں اس مسئلہ کو تمام لوگوں میں سب

سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا ہے اور اسی وجہ سے اختلاف ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی مجلس میں آپ نے تلبیہ کہہ کر احرام باندھ لیا اور لوگوں نے تلبیہ سنا اور میں نے اس کو یاد رکھا پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپ نے تلبیہ کہا اور جو لوگ اس وقت آئے تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے اس وقت احرام کی نیت کی ہے کیونکہ لوگ گروہ در گروہ آرہے تھے، پھر جب شرف البیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ کیا اور لوگ جو اس وقت وہاں پہنچے تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے شرف البیداء پر احرام کی نیت کی ہے اور قسم بخدا آپ نے احرام کی نیت اسی جگہ کی تھی جہاں آپ نے (دو رکعت) نماز پڑھی تھی اور اونٹنی پر سوار ہو کر بھی تلبیہ کیا اور شرف البیداء پر بھی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتا ہے وہ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھتا ہے [1]

امام طحاوی ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کر دیا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے اختلاف کی وجہ کیا تھی اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی ابتدا مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنے کی جگہ سے کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنے کے بعد جب اونٹنی پر سوار ہو اس وقت احرام باندھے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اٹھنے اور اونٹنی پر سوار ہونے سے پہلے احرام باندھے اور یہ ابن عباس کی روایت سے ثابت ہے لیکن وہ ضعیف روایت ہے [3]۔

حضرت ابن عباس کی روایت کو دو وجہ سے ترجیح ہے ایک تو اس لیے کہ یہ روایت مفصل ہے اور اس میں ان لوگوں کے مغالطہ کی وجہ بیان کر دی گئی ہے جو اونٹنی پر بیٹھنے سے پہلے احرام کی روایت کرتے ہیں اس لیے یہ روایت راجح ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے خصیف کی روایت کو ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے ابن حرب سے روایت کیا ہے اس لیے تعدد طرق سے اس روایت کو تقویت حاصل ہو گئی اور اگر ضعف تھا تو جاتا رہا نیز علامہ نووی نے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی اس لیے یہ جرح مقبول نہیں ہے اور صحیح چیز وہی ہے جس کو امام طحاوی نے بیان کیا اور وہی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ

حدیث میں جن دو رکن یمانی کا ذکر ہے ان میں سے ایک رکن یمانی ہے اور دوسرا وہ رکن ہے جس میں حجر اسود رکھا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کو رکن یمانی تغلیباً کہا جاتا ہے جیسا کہ چاند اور سورج کو قمرین، ماں اور باپ کو ابوین اور ابوبکر اور عمر کو عمرین کہا جاتا ہے، باقی دو رکن حطیم کے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ " " " ۱۴۰۴ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

قریب ہیں اور ان کو شامیین کہا جاتا ہے۔ یمانیین حضرت ابراہیم کی قائم کردہ بنیادوں پر ہیں اس لیے ان کی تعظیم کی جاتی ہے۔ شامیین اس طرح نہیں ہیں، فقہاء امت نے کہا ہے کہ یہ اختلاف صحابہ اور تابعین میں تھا اب یہ اختلاف نہیں ہے۔

احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز

عبید بن جریج نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زرد رنگ سے رنگنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کے خضاب سے رنگتے دیکھا ہے۔ علامہ مازری نے لکھا ہے کہ اس سے مراد بالوں کا رنگنا بھی ہو سکتا ہے اور کپڑوں کا رنگنا بھی۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ احادیث میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی میں زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے اور اس بات سے استدلال کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔ یہ حدیث ابو داؤد میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنے احرام کو پیلے رنگ کے ساتھ رنگتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگنے سے استدلال کرتے تھے۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو احرام میں پہننے سے منع فرمایا ہے البتہ اس کپڑے کو اگر دھو لیا جائے (جس سے اس کی خوشبو کا اثر زائل ہو جائے) تو پھر وہ جائز ہے (شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۷۰ طبع مجتبائی پاکستان)

خضاب کا حکم

ڈاڑھی کو رنگنے کی بحث ان شاء اللہ کتاب اللباس میں آئے گی۔ مختصر یہ ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا سنت اور مستحب ہے اور سفید بالوں کو نہ رنگنا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے اور سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے۔ اور ورس اور زعفران سے اپنی ڈاڑھی کو رنگتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا کرتے تھے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو[2] یعنی بال رنگو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے اپنے بالوں کو مہندی سے رنگا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ کتنا اچھا ہے۔ پھر ایک شخص گزرا جس نے عنابی (ڈارک براؤن) رنگ سے اپنے بالوں کو رنگا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ اس سے بھی اچھا ہے پھر ایک شخص گزرا جس نے اپنے بالوں کو پیلے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ سب سے اچھا ہے[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم سیاہ رنگ سے رنگے گی جیسے کبوتر کے پپوٹے ہوتے ہیں یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے[4]

---

[1] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ ھ

[2] ۔ " " " " " " " "

[3] ۔ " " " " " " " "

[4] ۔ " " " " " " " "

یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے یا یہ لوگ جنت میں جنت کی خوشبو نہ پائیں گے یا یہ مطلب ہے کہ میدان محشر میں جنت کی خوشگوار ہوا آئے گی جس سے میدان محشر کی کلفت دور ہو جائے گی اور سیاہ خضاب لگانے والے اس خوشگوار ہوا سے محروم ہوں گے۔ یہ تینوں توجیہات لمعات سے نقل کی گئی ہیں اور حدیث کی توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ سیاہ رنگ سے ڈاڑھی رنگنا العیاذ باللہ کفر تو نہیں ہے۔ اس لیے یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے۔

بَابُ ۳۴۹ اِسْتِحْبَابِ الطِّيبِ قَبْلَ الْإِحْرَامِ فِي الْبَدَنِ وَاسْتِحْبَابِهِ فِي الْمِسْكِ وَأَنَّهُ لَا بَأْسَ بِبَقَاءِ وَبِيصِهِ

احرام سے پہلے خوشبو لگانے کا استحباب

۲۷۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهِ حِينَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تو میں نے آپ کو خوشبو لگائی اور بیت اللہ کے طواف سے قبل جب آپ نے احرام کھولا اس وقت بھی خوشبو لگائی۔

۲۷۲۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي لِحُرْمِهِ حِينَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ حِينَ حَلَّ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے احرام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے بیت اللہ کے طواف سے پہلے احرام کھولا۔

۲۷۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں احرام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگایا کرتی تھی اور جب آپ طواف بیت اللہ سے پہلے احرام کھولتے۔

۲۷۲۳- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کھولتے اور باندھتے کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۲۷۲۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام کھولتے اور باندھتے وقت اپنے ہاتھوں سے ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی۔

۲۷۲۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ طَيَّبْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ حُرْمِهِ قَالَتْ بِأَطْيَبِ الطِّيبِ.

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے وقت کونسی خوشبو لگائی تھی؟ آپ نے فرمایا سب سے اچھی خوشبو!

۲۷۲۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَطْيَبِ مَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ ثُمَّ يُحْرِمُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے پہلے جو سب سے اچھی خوشبو لگا سکتی تھی وہ خوشبو لگاتی تھی۔ اس کے بعد آپ احرام باندھتے تھے۔

۲۷۲۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ أَبِي الرِّجَالِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهِ حِينَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ بِأَطْيَبِ مَا وَجَدْتُ.

صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھتے وقت اور طواف افاضہ سے پہلے جب آپ احرام کھولتے، مجھے جو سب سے اچھی خوشبو میسر ہوتی وہ خوشبو لگاتی تھی۔

۲۷۲۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلَمْ يَقُلْ خَلَفٌ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلَكِنَّهُ قَالَ وَذَاكَ طِيبُ إِحْرَامِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی تھی۔ اس وقت آپ محرم تھے، راوی خلف نے یہ نہیں کہا کہ آپ اس وقت محرم تھے لیکن یہ کہا کہ وہ خوشبو احرام کی وجہ سے تھی۔

۲۷۲۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُهِلُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اب بھی یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے اور آپ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

۲۷۳۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اب بھی یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے اور آپ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُلَبِّي۔

۲۷۳۱- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں یہ منظر میرے سامنے ہے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۳۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۳- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَأَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَهُوَ السَّلُولِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ وَهُوَ ابْنُ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ سَمِعَ ابْنَ الْأَسْوَدِ يَذْكُرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ تَطَيَّبَ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ ثُمَّ أَرَى وَبِيصَ الدُّهْنِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تو سب سے اچھی خوشبو لگاتے پھر میں آپ کی داڑھی اور سر میں تیل کی چمک دیکھتی۔

۲۷۳۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر

عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الْمِسْكِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں مشک کی خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۷۳۷ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا نَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے اور قربانی کے دن بیت اللہ کے طواف سے پہلے، میں آپ کو مشک آمیز خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۲۷۳۸ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو كَامِلٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ الرَّجُلِ يَتَطَيَّبُ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا فَقَالَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا لَأَنْ أَطَّلِيَ بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرْتُهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا لَأَنْ أَطَّلِيَ بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص کے متعلق پوچھا جو خوشبو لگائے اور پھر صبح احرام باندھے، حضرت ابن عمر نے کہا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں صبح اس حال میں احرام باندھوں کہ میرے بدن سے خوشبو پھوٹ رہی ہو، اگر میں اپنے بدن پر اس کی بجائے "تارکول" مل لوں تو وہ زیادہ اچھا ہے۔ محمد بن منتشر کہتے ہیں پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں صبح احرام باندھوں اور میرے بدن سے خوشبو آ رہی ہو اگر میں اپنے بدن پر تارکول مل لوں تو وہ میرے نزدیک اس خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے وقت خوشبو لگائی، آپ نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ إِحْرَامِهِ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا۔

آپ نے ازواج کو مشرف کیا اور صبح احرام باندھا۔

۲۷۳۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيبًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی پھر آپ ازواج کے پاس جاتے اور صبح احرام باندھتے درآں حالیکہ آپ کے بدن سے خوشبو آرہی ہوتی تھی۔

۲۷۴۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ لَأَنْ أُصْبِحَ مُطَّلِيًا بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِهِ فَقَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا۔

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے تھے تارکول مل کر صبح کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں صبح اس حال میں احرام باندھوں کہ میرے بدن سے خوشبو آرہی ہو۔ محمد بن منتشر کہتے ہیں پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی خبر دی انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی پھر آپ ازواج کے پاس گئے اور پھر احرام باندھ لیا۔

احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۷۳۰ سے لیکر ۲۷۴۰ تک تمام احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے اور احرام کھولنے کے بعد آپ کو خوشبو لگایا کرتی تھیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ احرام کے ارادہ کے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے، اور اگر احرام باندھنے کے بعد بدن سے وہ خوشبو آتی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت ام المؤمنین عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کا یہی نظریہ ہے: تابعین کی اکثریت اور جمہور فقہاء اور محدثین اس کے قائل ہیں، ائمہ میں سے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام ابو یوسف،

امام احمد بن حنبل اور داؤد وغیرہم کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اس کے برخلاف بعض صحابہ اور تابعین، امام مالک، زہری اور امام محمد بن حسن شیبانی کا نظریہ یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ یہ حضرات، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ خوشبو لگوانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر لیتے تھے اور اس خوشبو کا اثر جاتا رہتا تھا اور اس کی تائید حدیث نمبر ۲۷۳۸، ۲۷۳۹ اور ۲۷۴۰ سے ہوتی ہے جس میں تصریح ہے کہ "حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگائی پھر آپ نے ازواج کو مشرف کیا اور صبح احرام باندھ کر لی" اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے عمل ازدواج کے لیے خوشبو لگائی تھی جو غسل کرنے کے بعد زائل ہو گئی خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ منقول ہے کہ آپ ایک زوجہ کو مشرف کرنے کے بعد اور دوسری زوجہ کے پاس جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے اور اس کے بعد ظاہر ہے کہ خوشبو کا اثر باقی نہیں رہے گا۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ذریرہ خوشبو لگایا کرتے تھے اور وہ ایسی خوشبو ہے جو غسل سے زائل ہو جاتی ہے اور حدیث نمبر ۲۷۴۶ میں جو یہ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آتی تھی حالانکہ اس وقت آپ محرم تھے" اس سے یقینی طور پر یہ مراد ہے کہ آپ کی مانگ میں خوشبو کے آثار نظر آتے تھے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی کی یہ تشریح صحیح نہیں ہے اور صحیح بات وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا مستحب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں صاف تصریح ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے لیے خوشبو لگاتی تھی" جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خوشبو احرام کے لیے تھی ازدواج سے عمل ازدواج کے لیے نہ تھی اور اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ حالت احرام میں آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آتی تھی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو اس کی تاویل بیان کی ہے وہ چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے غیر مقبول ہے۔[1]

احناف کی مؤید احادیث

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ احناف اور جمہور کے نظریہ کی تائید میں یہ حدیث ہے۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم احرام باندھنے سے پہلے اپنے چہروں پر خوشبودار مشک کو ملتے تھے اس کے بعد احرام باندھتے تھے، پھر ہم کو پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا رہتا تھا حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے اور آپ ہمیں منع نہیں کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے اور ہم (احرام باندھنے سے پہلے) اپنی پیشانیوں پر خوشبودار مشک لگاتے، جب ہمیں پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے اور منع نہیں کرتے تھے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث سنن ابوداؤد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور ان حدیثوں میں اس بات پر صریح دلالت ہے کہ احرام کے بعد اگر خوشبو کے آثار باقی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2]

احناف اور جمہور کے نظریہ کی تائید علامہ الہیثمی کی ذکر کردہ حسب ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

عن عمر بن الخطاب انه وجد ريح طيب بذی الحليفة فقال ممن هذه الريح فقال معاوية مني يا امير المؤمنين فقال منك لعمری قال طيبتنی ام حبيبة وزعمت انها طيبت رسول الله صلی الله عليه وسلم عند احرامه فقال اذهب فاقسم عليها لما غسلته فرجع اليها فغسلته رواه احمد والبزار وزاد بعد الامر بغسله فانی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول الحاج اشعث التفل ورجال احمد رجال الصحيح الا ان سليمان بن يسار لم يسمع عن عمر واسناد البزار متصل الا ان فيه ابراهيم ابن يزيد الخوزی وهو متروک۔ [1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ میں خوشبو محسوس کی تو فرمایا: یہ خوشبو کس سے آرہی ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ خوشبو مجھ سے آرہی ہے! حضرت عمر نے فرمایا مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے تم سے؟ حضرت معاویہ نے کہا مجھے ام حبیبہ نے خوشبو لگائی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے وقت خوشبو لگائی تھی، حضرت عمر نے کہا: جاؤ اور جا کر انھیں خوشبو دھونے کی قسم دو! حضرت معاویہ ام حبیبہ کی طرف گئے اور انھوں نے اس خوشبو کو دھو دیا، اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور مسند بزار میں دھونے کے حکم کے بعد یہ اضافہ ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حاجی بکھرے ہوئے بالوں والا اور خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے بدبودار ہوتا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں لیکن ان میں سے سلیمان بن یسار کا حضرت عمر سے سماع ثابت نہیں ہے اور مسند بزار کی حدیث متصل الاسناد ہے لیکن اس میں ابراہیم بن یزید خوزی نام کا راوی متروک الحدیث ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے، خواہ اس کی خوشبو احرام کے بعد بھی آتی رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو خوشبو دھونے کا حکم احتیاطاً اپنے اجتہاد سے دیا تھا کہ حاجی کی شان یہ ہے کہ خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے اس سے بو آتی رہے انھوں نے حضرت امیر معاویہ کی روایت کا انکار نہیں کیا تھا۔ علامہ الہیثمی نے اس حدیث کو ہر چند کہ ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث بخاری، مسلم، ابو داؤد، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی دیگر صحیح روایات کے مطابق ہے اور ان سے مؤید ہے اس لیے اس کا ضعف مضر نہیں ہے۔

محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ شرح المہذب میں ہے کہ محرم کے پھول سونگھنے کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ پھول سونگھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: آیا محرم کا پھول سونگھنا

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۳ ص ۲۱۸، مطبوعہ مؤسستہ المعارف بیروت، ۱۴۰۶ھ

جائز ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! وہ پھول سونگھ سکتا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے پھول سونگھنا جائز نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ پھول سونگھنا حرام ہے اور اگر محرم پھول سونگھ لے تو اس پر فدیہ واجب ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت جابر، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی قول ہے الا یہ کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ فدیہ واجب نہیں کرتے اور امام احمد پھول سونگھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔[1]

حسب ذیل آثار امام ابوحنیفہ کے مؤید ہیں:

عن ابن عمر کان یکرہ شم الریحان للمحرم۔[2]

حضرت ابن عمر محرم کے پھول سونگھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عن ابی الزبیر قال سالت جابرا ایشم المحرم الطیب؟ فقال: لا۔[3]

ابوالزبیر کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے سوال کیا محرم خوشبو سونگھ سکتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں!

کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی مساوی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی؟

حدیث نمبر ۲۷۳۸ اور ۲۷۳۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج کے پاس گئے اور صبح احرام باندھا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ازواج میں سے ایک زوجہ کا کم از کم حصہ ایک رات ہے تو ایک رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج کے پاس کیسے تشریف لے گئے؟ اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ جس زوجہ کی باری تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زوجہ کی اجازت اور رضامندی سے باقی ازواج کے پاس تشریف لے گئے دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریاں واجب نہیں تھیں اور آپ ان میں مساوات سے تقسیم اور سفر کے لیے قرعہ اندازی تحسنًا اور تبرعًا کرتے تھے۔ علامہ اصطخری شافعی اور بعض دیگر علماء کا یہی قول ہے۔[4]

جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی تعداد

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے شادی کی، پھر حضرت سودہ بنت زمعہ سے، پھر حضرت عائشہ بنت ابی بکر سے پھر حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے پھر حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ سے پھر حضرت جویریہ بنت الحارث سے (یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں) پھر حضرت زینب بنت جحش سے پھر حضرت زینب بنت خزیمہ سے پھر حضرت ریحانہ بنت زید سے (یہ بنو قریظہ سے تھیں ایک قول یہ ہے کہ یہ بنو نضیر سے تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کیا پھر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، چھ ہجری میں ان سے نکاح ہوا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو ان کا انتقال ہو گیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں) پھر حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان سے پھر حضرت

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۶-۱۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱/۴ ص ۳۸۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

صفیہ[۱۱] بنت حیی بنت اخطب سے (یہ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں سات ہجری میں غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا) پھر حضرت میمونہ[۱۲] بنت الحارث سے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں مکہ سے دس میل دور مقام سرف میں عمرۃ القضاء کے موقع پر ان سے شادی کی) ان کے علاوہ آپ نے حضرت فاطمہ[۱۳] بنت الضحاک اور حضرت اسماء[۱۴] بنت النعمان سے شادی کی، یہ چودہ ازواج ہیں۔ اور کل ازواج جن کے ساتھ صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی یا جن کی رخصتی بھی ہوئی، بعض کو طلاق دیدی، بعض فوت ہو گئیں، بعض کو آپ نے پسند نہیں کیا۔ سب کی تعداد اٹھائیس ہے اور جن کو نکاح کا پیغام دیا لیکن ان کے ساتھ نکاح نہیں ہوا ان کی تعداد دس ہے، علامہ عینی نے ان سب کے نام اور ضروری کوائف بالتفصیل ذکر کیے ہیں۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات

حضرت انس سے ایک روایت ہے کہ آپ کے عقد میں بیک وقت نو ازواج تھیں اور حضرت انس سے دوسری روایت ہے کہ آپ کے عقد میں بیک وقت گیارہ ازواج تھیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱ ...) بعض عیسائی اور سوشلسٹ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار شادیاں کرنے کا حکم دیا ہے اور خود آپ نے ایک وقت میں نو ازواج سے شادیاں کی ہیں، کیا آپ میں اشتہاء زیادہ تھی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال تک زندگی تجرد میں گذاری۔ حالانکہ شباب کی امنگوں کا اصل زمانہ یہی ایام ہوتے ہیں۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب سے درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں، آپ پچاس سال کی عمر تک پورے سکون اور کامل اطمینان کے ساتھ اسی پاکباز رفیقہ حیات کے ساتھ زندگی بسر کی، یہ وہی زمانہ تھا۔ جب آپ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مسلسل کئی کئی دن تک خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے۔ اور اللہ کی یہ نیک بندی آپ کے لیے توشہ تیار کرتیں اور آپ کی عبادت میں امداد اور معاونت کرتی تھیں۔ زندگی کا یہ دور عموماً نفسانی خواہشوں اور شہوانی جذبات کی ہنگامہ خیزیوں کا زمانہ ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑا معاند اور کٹر سے کٹر مخالف اور متعصب بھی آپ کی زندگی کے اس حصہ میں آپ کی عفت اور پاکبازی کے خلاف ایک حرف بھی نقل نہیں کر سکتا، اور یہ ان کی سیرت کا ذکر ہے جن کی جسمانی قوت چالیس جنتی مردوں کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ اصح المطابع) اور ایک جنتی مرد کی طاقت دنیا کے سو مردوں کی طاقت کے برابر ہے (جامع ترمذی ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد) گویا آپ کی طاقت چار ہزار مردوں کے برابر تھی، اس حساب سے چاہیے تھا کہ چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں! پھر آپ کی شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانا ہے کہ تریپن سال کی عمر تک ایک بیوہ کے ساتھ شادی کر کے زندگی گزار دی۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت عائشہ سے عقد کیا جو آپ کی ازواج میں تنہا کنواری خاتون تھیں، ان کے علاوہ جس قدر ازواج آپ کے نکاح میں آئیں وہ سب بیوہ تھیں، وصال کے وقت آپ کی نو ازواج تھیں: حضرت عائشہ[۱]، حضرت حفصہ[۲]، حضرت سودہ[۳]، حضرت ام سلمہ[۴]، حضرت زینب[۵]، حضرت ام حبیبہ[۶]، حضرت جویریہ[۷]، حضرت صفیہ[۸] اور حضرت میمونہ[۹] رضی اللہ عنہن وارضاہن عنا۔ دنیا کا سب سے بے مثال انسان جو چار ہزار ازواج کا مستحق ہو، اس کے

[۱] — علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

عقد میں صرف نو ازواج دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرتِ ازواج کا الزام لگا سکتا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ترپن سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ عظیم الشان فتوحات کا تانتا بندھا ہوا ہے، اموالِ غنیمت کی ریل پیل ہے، اس کے باوجود آپ کسی ایک دن بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے، کبھی ایسے مسلسل دو دن نہیں آئے جب دونوں دن آپ کے گھر میں چولہا جلا ہو، جو کچھ آتا اللہ کے راستے میں دے دیتے۔ اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے، مہینوں ازواج مطہرات کے حجروں سے دھواں نہ اٹھتا صرف پانی اور کھجور پر گزارہ چلتا، روزے پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے۔ رات بھر قیام کی وجہ سے پاؤں پر ورم آجاتا۔ عیش و عشرت کا سامان مانگنے پر ازواج سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو وہ ہمارے ساتھ رہے اور جسے دنیا کا عیش عزیز ہو وہ چلی جائے، ان تمام حالات کے باوجود تمام ازواج کے حقوق ایسے احسن طریقے سے ادا کیے جن کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میدانِ جنگ میں جب کفار کے لشکر کے مقابلہ میں بڑے بڑے بہادر اور قوی جوان حوصلہ ہار جاتے تو آپ چٹان کی طرح ڈٹے رہتے، ازواج سے تعلق نماز، عبادت اور فرائض رسالت میں کبھی حائل نہیں ہوا، یہی وجہ تھی کہ کفار اور مشرکین گو آپ کے دعویٰ نبوت سے اختلاف تھا وہ وحی الٰہی کا انکار کرتے تھے لیکن آپ کی عفت اور پاک سیرت کا وہ برملا اعتراف کرتے تھے، چاند کے شق ہونے اور ڈوبے ہوئے سورج کے لوٹ آنے سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے خاک اڑانے اور گالیاں دینے والوں سے اچھا سلوک کیا، پتھروں سے گھائل کرنے والوں کو دعائیں دیں۔ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اور فتح مکہ کے بعد غلبہ پاکر تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔ ایسی بے نظیر سیرت اور کردار کے مالک شخص کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ انہوں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے متعدد شادیاں کیں عدل و انصاف سے کس قدر بعید ہے!

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ متعدد شادیوں کی وجہ نفسانی خواہش نہیں تھی تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر اس کی حکمت کیا تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی اور خارجی زندگی میں مسلمانوں کے عمل کے لیے نمونہ تھا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی اور عائلی زندگی میں بھی مسلمانوں کے عمل کے لیے اسوہ اور نمونہ تھا، پھر جس طرح بیرونی زندگی کی حکایت اور روایت کے لیے بہت سے مرد تھے اسی طرح آپ کے گھر کی زندگی کے حالات اور کوائف کو بیان کرنے کے لیے بہت سی عورتیں ہونی چاہیے تھیں۔ اس لیے کثرتِ ازدواج کی ایک اہم اور بڑی مصلحت یہ تھی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے طریقہ اور سنت کی اشاعت کا ذریعہ مہیا ہو جائے۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ مختلف قبائل اور خاندانوں میں رشتہ مناکحت کی وجہ سے ان کے ساتھ میل جول اور ربط و ضبط بڑھا جس سے ان کی منافرت اور وحشت دور ہوئی اور آپ کے حسن معاملہ، پاکیزہ اخلاق اور بے لوث کردار کو دیکھ کر ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہوا اور تبلیغ اسلام کی راہ ہموار ہو گئی اور اللہ کے عبادت گزاروں، دین اسلام کے فداکاروں اور دنیا کے ولیوں کی ایسی عظیم جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ نیک سیرت اور پرہیزگار لوگ با استثناء رسل آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائے گئے۔ کیا نفسانی خواہشات کا رسیا ایسی جماعت تیار کر سکتا ہے؟

تعدد ازدواج سے متعدد قبائل اور خاندانوں کو آپ کے ساتھ رشتہ داری کا شرف حاصل ہوا جو عورتیں آپ کے نکاح میں آئیں وہ ام المؤمنین بن گئیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جن کے ساتھ آپ کا سسرالی رشتہ ہو جائے وہ رشتہ ان کے دخول جنت کا سبب بن جائیگا، اور اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا تھا کہ تم چار بیویوں میں عدل نہیں کرتے اور ہمارا رسول بیک وقت

و ازواج میں عدل و انصاف کر کے دکھاتا ہے اور یہ کہ نبی نے ہمیشہ تم سے جتنا عمل کے لیے کہا ہے خود اس سے زیادہ عمل کر کے دکھایا ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی کا عمل قول سے ہمیشہ آگے رہتا ہے۔!

بَابُ ۳۵۰ تَحْرِيْمِ الصَّيْدِ الْمَاكُوْلِ الْبَرِّيِّ عَلَى الْمُحْرِمِ بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ اَوْ بِهِمَا۔

محرم کے لیے خشکی (جنگل) کے شکار کی ممانعت

۲۷۴۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا اَنْ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِيْ وَجْهِيْ قَالَ اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابواء یا ودان میں ایک جنگلی گدھا پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ملال کا اثر دیکھا، تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

۲۷۴۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَقُتَيْبَةُ جَمِيْعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَهْدَيْتُ لَهُ حِمَارَ وَحْشٍ كَمَا قَالَ مَالِكٌ وَفِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَصَالِحٍ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اَخْبَرَهُ۔

حضرت صعب بن جثامہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا پیش کیا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۴۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا۔

وَقَالَ أَهْدَيْتُ لَهُ مِنْ لَحْمِ حِمَارِ وَحْشٍ۔

۲۷۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَهْدَى الصَّعْبُ ابْنُ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ وَقَالَ لَوْلَا أَنَّا مُحْرِمُونَ لَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب ابن جثامہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھا ہدیہ کیا۔ آپ نے اس کو واپس کر دیا اور فرمایا اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو تم سے قبول کر لیتے۔

۲۷۴۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُورًا يُحَدِّثُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيعًا عَنْ حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي رِوَايَةِ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ أَهْدَى الصَّعْبُ بْنُ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَ حِمَارٍ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَجُزَ حِمَارِ وَحْشٍ يَقْطُرُ دَمًا وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيبٍ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقُّ حِمَارِ وَحْشٍ فَرَدَّهُ۔

حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جنگلی گدھے کی ایک ٹانگ ہدیہ کی اور ایک روایت میں ہے کہ جنگلی گدھے کا پچھلا دھڑ بھیجا، جس سے خون ٹپک رہا تھا اور ایک اور روایت میں ہے کہ جنگلی گدھے کا ایک پہلو بھیجا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا۔

۲۷۴۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا: آپ نے شکار کے اس گوشت کے بارے میں مجھ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَسْتَذْکِرُہٗ کَیْفَ اَخْبَرْتَنِیْ عَنْ لَحْمِ صَیْدٍ اُھْدِیَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ حَرَامٌ قَالَ اُھْدِیَ لَہٗ عُضْوٌ مِّنْ لَحْمِ صَیْدٍ فَرَدَّہٗ فَقَالَ اِنَّا لَا نَاْکُلُہٗ اِنَّا حُرُمٌ۔

سے کیا کہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت احرام میں ہدیہ دیا گیا تھا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکار کے گوشت کا ایک عضو ہدیۃً دیا گیا تھا جس کو آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا ہم اس کو نہیں کھاتے کیونکہ ہم محرم ہیں۔

۲۷۴۷- وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ صَالِحِ بْنِ کَیْسَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لَہٗ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ کَیْسَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مُحَمَّدٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِالْقَاحَۃِ فَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَیْرُ الْمُحْرِمِ اِذْ بَصُرْتُ بِاَصْحَابِیْ یَتَرَآءَوْنَ شَیْئًا فَنَظَرْتُ فَاِذَا حِمَارُ وَحْشٍ فَاَسْرَجْتُ فَرَسِیْ وَاَخَذْتُ رُمْحِیْ ثُمَّ رَکِبْتُ فَسَقَطَ مِنِّیْ سَوْطِیْ فَقُلْتُ لِاَصْحَابِیْ وَکَانُوْا مُحْرِمِیْنَ نَاوِلُوْنِی السَّوْطَ فَقَالُوْا وَاللّٰہِ لَا نُعِیْنُکَ عَلَیْہِ بِشَیْءٍ فَنَزَلْتُ فَتَنَاوَلْتُہٗ ثُمَّ رَکِبْتُ فَاَدْرَکْتُ الْحِمَارَ مِنْ خَلْفِہٖ وَھُوَ وَرَآءَ اَکَمَۃٍ فَطَعَنْتُہٗ بِرُمْحِیْ فَعَقَرْتُہٗ فَاَتَیْتُ بِہٖ اَصْحَابِیْ فَقَالَ بَعْضُہُمْ لَا تَاْکُلُوْہُ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَامَنَا فَحَرَّکْتُ فَرَسِیْ فَاَدْرَکْتُہٗ فَقَالَ ھُوَ حَلَالٌ فَکُلُوْہُ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم قاحہ میں پہنچے، ہم میں سے بعض محرم اور بعض غیر محرم تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک جنگلی گدھا تھا، میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی، اپنا نیزہ سنبھالا اور سوار ہو گیا اتفاقاً میرا چابک گر گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے چابک اٹھا دو، وہ ساتھی محرم تھے، انھوں نے کہا خدا کی قسم ہم تمہاری اس معاملہ میں بالکل مدد نہیں کریں گے۔ میں نے اتر کر چابک اٹھایا اور سوار ہو گیا۔ میں نے اس جنگلی گدھے کو پیچھے سے جا کر پکڑ لیا، درآں حالیکہ وہ ٹیلے کے پیچھے تھا۔ میں نے نیزہ مار کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ بعض ساتھیوں نے کہا کھا لو اور بعض نے کہا نہ کھاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے آگے تھے۔ میں گھوڑا بڑھا کر آپ تک پہنچا آپ نے فرمایا وہ حلال ہے اس کو کھاؤ۔

۲۷۴۸- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ عَنْ مَالِکٍ فِیْمَا قُرِئَ عَلَیْہِ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ نَافِعٍ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب مکہ کے کسی راستے پر پہنچے تو اپنے چند محرم ساتھیوں کے

مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَعْضُهُمْ فَأَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت ابو قتادہ خود غیر محرم تھے، اچانک حضرت ابو قتادہ نے ایک جنگلی گدھا دیکھا وہ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ انھیں چابک اٹھا دیں، انھوں نے انکار کر دیا پھر ساتھیوں سے کہا کہ نیزہ دے دیں، انھوں نے انکار کیا۔ انھوں نے خود نیزے کو پکڑا اور گھوڑا دوڑایا اور اس جنگلی گدھے کو مار لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے اس میں سے کھا لیا اور بعض نے انکار کر دیا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا، یہ ایک کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے۔

۲۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ فِي حِمَارِ الْوَحْشِ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي النَّضْرِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ۔

زید بن اسلم کی روایت میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ گوشت ہے۔

۲۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ وَحُدِّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَدُوًّا بِغَيْقَةَ فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَيَّ إِذْ نَظَرْتُ

عبد اللہ بن ابی قتادہ کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سال میرے والد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ آپ کے صحابہ نے احرام باندھا ہوا تھا، اور میرے والد نے احرام نہیں باندھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ دشمن غیقہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا وہ میری طرف دیکھ کر ہنس رہے تھے، اچانک میں نے ایک جنگلی گدھے کو دیکھا میں نے اس پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اس کو روک لیا، پھر اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی، انھوں نے میری

فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ وَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَفِّعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ شَأْوًا فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ أَيْنَ لَقِيتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَلَحِقْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يُقْتَطَعُوا دُونَكَ انْتَظِرْهُمْ فَانْتَظَرَهُمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَدْتُ وَمَعِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَهُمْ مُحْرِمُونَ۔

۲۷۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا وَخَرَجْنَا مَعَهُ قَالَ فَصَرَفَ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى تَلْقَوْنِي قَالَ فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوا قِبَلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمُوا إِلَّا أَبَا قَتَادَةَ فَإِنَّهُ لَمْ يُحْرِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا قَالَ

مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے اس کا گوشت کھایا اور ہمیں یہ خدشہ ہوا کہ کہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ نہ جائیں۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا، کبھی گھوڑے کو دوڑاتا اور کبھی آہستہ چلاتا، راستہ میں آدھی رات کو میری بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ملے تھے؟ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام تعہن میں چھوڑا ہے اور آپ مقام سقیا میں قیلولہ کریں گے۔ میں اس جگہ جا کر آپ سے ملا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور انھیں یہ خوف ہے کہ کہیں آپ سے بچھڑ نہ جائیں۔ آپ ان کا انتظار کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتظار کیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے شکار کیا ہے اور میرے پاس اس میں سے کچھ بچا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ حالانکہ وہ سب محرم تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے بعض صحابہ کو ایک طرف موڑ دیا جن میں حضرت ابو قتادہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلو، پھر مجھ سے آملنا پھر وہ سب سمندر کے کنارے کنارے سے چل پڑے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے لگے تو ابو قتادہ کے سوا سب نے احرام باندھ لیا، انھوں نے احرام نہیں باندھا۔ چلتے چلتے انھوں نے جنگلی گدھے دیکھے، حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر سب نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے سوچا کہ ہم نے (شکار کا) گوشت کھایا ہے حالانکہ ہم محرم ہیں۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اس جنگلی گدھی کا باقی ماندہ گوشت اپنے ساتھ رکھ لیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالُوْا اَكَلْنَا لَحْمًا وَّنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ قَالَ فَحَمَلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِ الْاَتَانِ فَلَمَّا اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا اَحْرَمْنَا وَكَانَ اَبُوْ قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَرَاَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا اَبُوْ قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا اَتَانًا فَنَزَلْنَا وَاَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهَا فَقُلْنَا نَاْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَّنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ قَالَ قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ ہم نے جنگلی گدھے دیکھے۔ ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، پھر ہم نے اتر کر اس کا گوشت کھایا، پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے اور ہم نے شکار کا گوشت کھا لیا۔ پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا یا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھا لو۔

۲۷۵۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ رِوَايَةِ شَيْبَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ قَالَ اَشَرْتُمْ اَوْ اَعَنْتُمْ اَوْ اَصَدْتُّمْ قَالَ شُعْبَةُ وَلَا اَدْرِيْ قَالَ اَعَنْتُمْ اَوْ اَصَدْتُّمْ۔

شیبان کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا، یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ اور شعبہ کی روایت میں ہے کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا امداد کی تھی یا شکار کیا تھا؟ شعبہ کہتے مجھے یاد نہیں کیا کہا تھا کہ تم نے امداد کی تھی یا تم نے اشارہ کیا تھا۔

۲۷۵۳ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ اَخْبَرَنِيْ يَحْيٰى اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ فَاَهَلُّوْا بِعُمْرَةٍ غَيْرِيْ

عبد اللہ بن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ میں گئے، حضرت ابو قتادہ نے کہا میرے سوا سب نے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ میں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا اور اسے اپنے محرم ساتھیوں کو کھلایا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی کہ ہمارے پاس اس کا بچا ہوا گوشت ہے آپ

قَالَ فَاصْطَدْتُ حِمَارَ وَحْشٍ فَأَطْعَمْتُ أَصْحَابِي وَهُمْ مُحْرِمُونَ ثُمَّ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْبَأْتُهُ أَنَّ عِنْدَنَا مِنْ لَحْمِهِ فَاضِلَةً فَقَالَ كُلُوهُ وَهُمْ مُحْرِمُونَ.

نے فرمایا اس کو کھاؤ حالانکہ وہ سب محرم تھے۔

۲۷۵۴- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ مُحْرِمُونَ وَأَبُو قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ فَقَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ قَالُوا مَعَنَا رِجْلُهُ قَالَ فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَهَا.

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے سب نے احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت ابوقتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ چیز ہے؟ صحابہ نے کہا ہمارے پاس اس کی ایک ٹانگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹانگ لے کر تناول فرمائی۔

۲۷۵۵- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَإِسْحٰقُ عَنْ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ فِي نَفَرٍ مُحْرِمِينَ وَأَبُو قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَفِيهِ هَلْ أَشَارَ إِلَيْهِ إِنْسَانٌ مِنْكُمْ أَوْ أَمَرَهُ بِشَيْءٍ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُوهُ.

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا، باقی محرم تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے اس کی طرف کسی انسان نے اشارہ کیا تھا؟ یا کسی چیز کا حکم دیا تھا؟ صحابہ نے کہا نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر اس کو کھالو!

۲۷۵۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ

عبد الرحمن تیمی بیان کرتے ہیں کہ ہم طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ در آں حالیکہ ہم محرم تھے۔ ان کے پاس ایک پرندہ ہدیۃً لایا گیا اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے ہم میں سے بعض نے کھا لیا اور بعض نے پرہیز کیا۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انھوں نے

رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ اَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَتَنَبَّهَ اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَفَّقَ مَنْ اَكَلَهُ وَقَالَ اَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کھانے والوں کی موافقت کی اور کہا کہ ہم نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا ہے۔

خشکی کے شکار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما" (مائدہ: ۹۶) "خشکی (جنگل) کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو۔"

خشکی کے جانور وہ ہیں جن کی پیدائش اور نشوونما خشکی میں ہوتی ہو اور شکار وہ جانور ہیں جو انسانوں سے وحشت کرتے ہوں، اور مانوس نہ ہوں، ہرن اور نیل گائے وغیرہ شکار ہیں اور اونٹ اور بکرے وغیرہ شکار نہیں ہیں۔

محرم کے لیے خشکی کے شکار کھانے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۷۴۱ میں ہے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا پیش کیا، آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر جب آپ نے میرے چہرے پر ملال کا اثر دیکھا تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: محرم کے لیے جس جانور کا شکار کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شکار تمہارے لیے حلال ہے جبکہ تم نے شکار کیا ہو نہ تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو" (ابو داؤد) اور اگر محرم نے شکار کی طرف اشارہ کیا ہو یا اس میں مدد کی ہو یا اس کی رہنمائی کی ہو تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے وہ بھی حرام ہے۔[1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی فرماتے ہیں بیع اور ہبہ کے ذریعہ محرم کے لیے شکار کے جانور کا مالک ہونا حرام ہے اگر وہ خود شکار کرے یا اس کے لیے شکار کیا جائے خواہ اس کی اجازت سے ہو یا نہ ہو تو وہ شکار محرم پر حرام ہے اور اگر غیر محرم اپنے لیے جانور کو شکار کرے اور محرم کا قصد نہ کرے پھر اس کا گوشت محرم کو ہبہ کرے یا بیچ دے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب محرم کی اعانت نہ ہو تو پھر محرم پر شکار کا گوشت حرام نہیں ہے خواہ غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہو اور ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ محرم کے لیے شکار کا گوشت مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ اس نے شکار کیا ہو یا اس کے غیر نے، اس کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ نظریہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے، ان کی ایک دلیل تو قرآن مجید کی یہ آیت ہے وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما (مائدہ: ۹۶) "خشکی کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو" اور دوسری دلیل باب کی حدیث مذکور ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کو جنگلی گدھا یہ فرما کر واپس کر دیا کہ ہم محرم ہیں" اور یہ نہیں فرمایا "کیونکہ تم نے ہمارے لیے شکار کیا ہے اس لیے ہم نہیں کھاتے" امام شافعی اور ان کے موافقین کا استدلال حضرت ابو قتادہ کی روایت سے ہے جو صحیح مسلم میں اس

[1] علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۷ ص ۳۰۱، دار الفکر بیروت۔

حدیث کے بعد ہے (حدیث نمبر ۲۸-۲۷۴۷) کیونکہ جس جانور کا حضرت ابو قتادہ نے غیر محرم ہونے کی حالت میں شکار کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محرموں کے لیے حلال قرار دیا، اور فرمایا یہ حلال ہے اس کو کھاؤ اور ایک روایت میں ہے آپ نے پوچھا تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ایک ٹانگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹانگ لے کر کھالی نیز سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب تک تم اس کا شکار نہ کرو یا وہ تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے؛ حضرت صعب بن جثامہ اور حضرت ابو قتادہ کی احادیث میں بظاہر تعارض ہے کیونکہ حضرت صعب کی روایت میں شکار کا گوشت نہ کھانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ محرم تھے اور حضرت ابو قتادہ کی روایت میں محرم کے لیے شکار کے گوشت کو جائز قرار دیا ہے جبکہ اس نے شکار میں مدد نہ کی ہو۔ حالانکہ حضرت صعب بن جثامہ کے شکار میں بھی کسی نے مدد نہیں کی تھی اور ان میں تطبیق صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ کے شکار کا گوشت آپ نے صرف اس لیے نہیں کھایا کہ انہوں نے آپ کی خاطر شکار کیا تھا اور اس کی تصریح حضرت جابر کی روایت میں ہی ہے اور یہ بات امام ابوحنیفہ کے موقف کے خلاف ہے اور امام شافعی اور ان کے موافقین کے موافق ہے[1]

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض متقدمین نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے منع کیا ہے۔ امام مالک کے قول میں بھی اختلاف ہے ایک قول میں منع کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر محرم کی خاطر غیر محرم شکار کرتا ہے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے[2]

احناف کا نظریہ

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک جب محرم نے شکار پر دلالت کی ہو نہ معاونت کی ہو نہ اشارہ کیا ہو نہ امر کیا ہو تو غیر محرم کے شکار کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانا اس کے لیے جائز ہے، خواہ غیر محرم نے اپنے لیے شکار کیا ہو یا محرم کے لیے شکار کیا ہو[3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: غیر محرم نے جانور شکار کر کے ذبح کیا ہو اور محرم نے اس پر دلالت کی ہو نہ اس کو شکار کرنے کا حکم کیا ہو تو محرم کے لیے اس کے گوشت کا کھانا جائز ہے۔ اس کے برخلاف امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے[4]

بعض حنفی المسلک معاصرین نے تسامحاً اس حدیث کی شرح میں شوافع کا نقطہ نظر بیان کر دیا ہے لکھتے ہیں:
اب سوال ہوتا ہے کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ کا گوشت آپ نے کیوں واپس کر دیا اور ابو قتادہ کا قبول فرما لیا اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۰۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
[3] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ
[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کھایا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شکار کیا تھا اس لیے آپ نے واپس کر دیا تھا اور ابو قتادہ نے آپ کے لیے شکار نہ کیا تھا اس لیے وہ کھا لیا تھا۔[1]

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات کا جواب انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

احناف کے دلائل

احناف کی سب سے قوی دلیل اس باب کی ۲۷، ۲۸ سے لے کر ۵۵، ۵۴ تک کی روایات ہیں ان تمام روایات میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے شکار کا ذکر ہے۔

حضرت ابو قتادہ غیر محرم تھے انھوں نے جنگلی گدھا شکار کیا، محرم ساتھیوں نے ان کے اصرار کے باوجود ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ شکار کا گوشت سب نے کھا لیا بعد میں تردد ہوا تو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے محرم صحابہ سے فرمایا تم میں سے کسی نے اس کا حکم دیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا یا اس میں مدد کی تھی؟ سب نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھا لو اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ عرض کیا ایک ٹانگ باقی ہے۔ آپ نے وہ ٹانگ لے کر کھا لی یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔[2]

اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کو کھانے کی حرمت کی جتنی وجوہات ہو سکتی تھیں وہ آپ نے بیان کر دیں کہ کسی محرم نے شکار کا حکم تو نہیں دیا؟ اس کی طرف اشارہ تو نہیں کیا؟ شکار میں مدد تو نہیں کی؟ اگر محرم کی خاطر شکار کرنے کی وجہ سے بھی غیر محرم کا شکار محرم پر حرام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت کو بھی بیان فرما دیتے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سوالات کیے ہیں جن کی وجہ سے غیر محرم کا شکار محرم پر حرام ہوتا ہے اور یہ حلال اور حرام میں امتیاز کرنے کا موقع تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے یہی مسئلہ دریافت کیا تھا کہ آیا غیر محرم کا شکار محرم کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ سوال نہیں کیا کہ آیا یہ شکار محرم کے لیے اور اس کی خاطر کیا گیا تھا؟ تو پتا چلا کہ اس کا حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جب محرم نے غیر محرم کو شکار کا حکم کیا ہو نہ اس شکار کی طرف اشارہ کیا ہو نہ اس میں مدد کی ہو تو اس غیر محرم کے شکار کا گوشت محرم کے لیے کھانا جائز ہے خواہ غیر محرم نے وہ شکار اپنے لیے کیا ہو یا محرم کے لیے اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مسلک ہے۔

احناف کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عن عبد الرحمن التيمي كنا مع طلحة ونحن حرم فاهدي لنا طير وطلحة راقد فمنا من اكل ومنا من تورع فلما استيقظ طلحة وفق من اكل وقال اكلناه مع رسول الله صلى الله عليه وسلم.[3]

عبد الرحمٰن تیمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم محرم تھے، ہمیں ایک پرندہ ہدیۃً دیا گیا، حضرت طلحہ اس وقت سو رہے تھے، ہم میں سے بعض نے کھایا اور بعض نے پرہیز کیا جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انھوں نے کھانے والوں کی موافقت کی اور کہا کہ ہم

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ فیصل آباد۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۶، ۲۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ ج ۴ ص ۱۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۵ھ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو کھایا ہے۔

باب مذکور کے آخر میں بھی یہ حدیث ہے (نمبر ۲۷۵۶)

علامہ ابو الحسن مرغینانی اور علامہ سرخسی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں محرم کے لیے شکار کا گوشت مطلقاً حلال قرار دیا گیا ہے خواہ وہ محرم کے لیے شکار کیا گیا ہو یا نہیں البتہ وہ قیود جو حضرت ابو قتادہ کی حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ بہر حال معتبر ہیں گی۔ اور حضرت جابر کی روایت کا احتمال اس میں اس لیے معتبر نہیں ہوگا کہ وہ حدیث ضعیف ہے اس لیے اس استدلال پر علامہ ابن ہمام کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب اس میں حضرت ابو قتادہ کی روایت کی قیود کا اعتبار ہے تو حضرت جابر کی روایت کی قید کا اعتبار کیوں نہیں ہے۔

شوافع اور دوسرے ائمہ کی دلیل

شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت ہے:-

عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول صيد البر لكم حلال ما لم تصيدوه او يصاد لكم.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حالت احرام میں) خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب تک تم اس کا شکار نہ کرو یا تمہارے سبب اس کا شکار نہ کیا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت، سنن ابو داؤد[۱]، جامع ترمذی[۲] اور سنن نسائی[۳]، شرح السنۃ[۴]، مجمع الزوائد[۵] اور کنز العمال[۶] میں ہے، ہم پہلے ان کتب کے حوالوں سے اس حدیث کی سند پر گفتگو کریں گے اور پھر قواعد عربیہ کے اعتبار سے اس کا جواب ذکر کریں گے۔ یہ حدیث چونکہ متعدد وجوہ سے ضعیف ہے اس لیے حلت اور حرمت کا معیار نہیں بن سکتی۔

سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں اس کو جس سند سے روایت کیا گیا ہے اس سند میں عمرو بن عمرو نام کا راوی ہے امام ابو عبد الرحمان نسائی کہتے ہیں کہ عمرو بن عمرو حدیث میں قوی نہیں ہے[۷] جامع ترمذی کی سند میں مطلب نام کا ایک

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ۔

۲۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۳۔ امام عبد الرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۴۔ امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنۃ ج ۷ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۴ مطبوعہ مؤسستہ المعارف بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

۶۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ۔

۷۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

راوی ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ مطلب کا جابر سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے[1]، شرح السنۃ کے حاشیہ میں شعیب الارناؤط نے لکھا ہے کہ امام محمد (بخاری) کہتے ہیں کہ مطلب کا کسی صحابی سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے، اسی طرح عبداللہ بن عبدالرحمان نے کہا اس کا کسی صحابی سے سماع ہم نہیں جانتے[2]۔ حافظ نورالدین الہیثمی نے اس حدیث کو طبرانی فی الکبیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں یوسف بن خالد سمتی نام کا راوی ہے اور وہ ضعیف ہے[3]۔

ضعف سے قطع نظر دوسرا جواب یہ ہے کہ او یصاد لکم میں لام تملیک کا ہے اگر جانور کو محرم کی ملکیت میں دینے کے لیے شکار کیا جائے تو محرم کے لیے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے یا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جانور کو محرم کے امر اور اس کے حکم سے شکار کیا جائے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ پہلا جواب علامہ شمس الدین سرخسی[4] نے دیا ہے اور دوسرا علامہ کاسانی[5] نے۔ بہرحال روایۃً یہ حدیث متعدد وجوہ سے ضعیف ہے اور درایۃً احناف کے لیے مضر نہیں ہے جیسا کہ علامہ سرخسی اور علامہ کاسانی کے جوابات سے ظاہر ہے۔

حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا جواب

احناف کثرہم اللہ کے نظریہ کا استحکام واضح ہو جانے کے بعد اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ صحیح بخاری[6] اور صحیح مسلم[7] میں حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا اور فرمایا "ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی قید کے مطلقاً محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کے گوشت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۵۱ ہے جس میں حضرت طلحہ نے بغیر کسی قید کے مطلقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت احرام میں غیر محرم کے شکار کا گوشت کھانا روایت کیا ہے، اسی طرح بہزی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے مکہ جا رہے تھے حتی کہ جب مقام روحا پر پہنچے تو وہاں ایک زخمی جنگلی گدھا دیکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو عنقریب اس کا مالک آ جائے گا، پھر بہزی اس کے مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور اس نے آ

---

[1] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] امام حسین بن محمد بغوی متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنۃ ج ۷ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔
[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت ۱۴۰۶ھ
[4] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۸۷، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثہ ۱۳۹۸ھ۔
[5] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔
[6] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ
[7] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶ " " " ۱۳۷۵ھ

کر کہا یا رسول اللہ! اس جنگلی گدھے کا آپ جو چاہیں کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ
صحابہ میں اس کے گوشت کو تقسیم کر دیں [1]۔ اس حدیث میں بھی غیر محرم کے شکار کے گوشت کو محرم کے لیے بغیر کسی
قید کے مطلقاً جائز قرار دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کو کھلایا گیا، اس لیے حضرت صعب بن جثامہ
کی روایت حضرت طلحہ اور حضرت بہزی کی روایات کے معارض ہے جو مسلم اور نسائی میں مذکور ہیں۔ اس لیے حضرت
ابوقتادہ کی روایت پر عمل کیا جائے گا جو تعارض سے محفوظ ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ اگر محرم نے شکار کا امر کیا
ہو نہ اس میں مدد کی ہو تو غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کے لیے کھانا جائز ہے اور یہ روایت اس سے عام ہے کہ
محرم کی خاطر شکار کیا گیا ہو یا نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۲۱ میں ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں جنگلی گدھا پیش کیا اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۲۲ میں ہے کہ جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا اور حدیث نمبر ۲۷۲۵ میں ہے کہ جنگلی گدھے کی ایک ٹانگ
پیش کی اور اسی میں ہے کہ اس کا پہلو پیش کیا اور اسی میں ہے کہ اس کا پچھلا دھڑ پیش کیا جس سے خون ٹپک رہا تھا اور حدیث مضطرب سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث مضطرب ہے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ
کی حدیث اضطراب سے خالی ہے اس لیے حضرت ابوقتادہ کی روایت کو ترجیح ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت
صعب بن جثامہ کی حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے اور حضرت ابوقتادہ کی روایت صلح حدیبیہ کے موقع کی
ہے اس لیے حضرت صعب کی روایت، حضرت ابوقتادہ کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب
بن جثامہ کی روایت کا حجۃ الوداع کے موقع کا ہونا ثابت نہیں ہے۔ اس کو صرف طبری نے ذکر کیا ہے اور اس کا
کوئی ثبوت صحیح نہیں ہے اس کے برخلاف صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۴۶) اور صحیح مسلم کی حدیث (نمبر ۲۷۵۱)
میں تصریح ہے کہ حضرت ابوقتادہ کی روایت حج کے موقع کی ہے اور ہجرت کے بعد جو آپ نے حج کیا ہے وہی
حجۃ الوداع ہے۔ اس لیے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت آخری عمل ہے اور بتقدیر ثبوت حضرت صعب کی
روایت کے لیے ناسخ ہے۔ [2]

اجتہاد کی تحقیق

حدیث نمبر ۲۷۲۷ میں ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگلی گدھے کا شکار کیا وہ
غیر محرم تھے انھوں نے وہ گوشت اپنے محرم ساتھیوں پر پیش کیا۔ بعض نے اس کو
کھا لیا اور بعض نے اس کو نہیں کھایا، اس حدیث میں اجتہاد کا ثبوت ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے
غیر محرم کے شکار کو محرم کے لیے جائز قرار دیا اور بعض نے ناجائز قرار دیا۔

اجتہاد کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ سید شریف لکھتے ہیں کہ اجتہاد کا لغوی معنی کوشش کرنا ہے، اور
اصطلاح میں حکم شرعی کا ظن حاصل کرنے کے لیے فقیہ کی کوشش
کو اجتہاد کہتے ہیں۔ ایک اور تعریف یہ لکھی ہے: "کسی مسئلہ شرعیہ پر کتاب وسنت سے استدلال میں ذہنی فکری

---

[1] امام ابوعبدالرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۶-۲۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

قوت کو صرف کرنا[۱]۔ علامہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ طاقت خرچ کرنے اور مشقت برداشت کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں[۲]۔ یہ اجتہاد کا لغوی معنی ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حاکم کا کسی قضیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف لوٹانا، اجتہاد ہے[۳]۔ علامہ طاہر پٹنی لکھتے ہیں کہ کتاب و سنت پر قیاس کر کے کسی حکم کے حصول میں پوری کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں[۴]۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ حاکم کا کسی قضیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف (لوٹانا) اجتہاد ہے، کتاب اور سنت کی طرف مراجعت کے بغیر ذاتی رائے کو اجتہاد نہیں کہتے[۵]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رازی نے کہا ہے کہ فقہاء کے نزدیک ان چیزوں میں نظر و فکر میں کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں، جن چیزوں میں غور و فکر پر ملامت نہیں ہوتی[۶]۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مجتہد کے انتہائی کوشش صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور اجتہاد تام یہ ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ میں اس قدر کوشش کرے کہ مزید تجسس کرنے سے اس کا نفس عاجز آجائے[۷]۔ مولانا عبدالعلی نے علامہ محب اللہ بہاری کی یہ تعریف مقرر رکھی ہے: کسی ظنی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا، اجتہاد ہے[۸]۔ امام شافعی نے لکھا ہے کہ مجتہد وہ ہے جو کسی شرعی مسئلہ میں جد و جہد سے اپنی ذاتی رائے قائم کرے[۹]۔

قرآن مجید میں اجتہاد کی یہ مثال ہے:

وداود وسليمان اذ يحكمان في الحرث اذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شاهدين ○ ففهمناها سليمان وكلا اتينا حكما وعلما۔

(انبیاء: ۷۸، ۷۹)

(حضرت) داؤد اور (حضرت) سلیمان (علیہما السلام) جب اس کھیت کا فیصلہ کرنے لگے جس کی فصل کو ایک قوم کی بکریوں نے رات میں روند ڈالا تھا، ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا، ہم نے (حضرت) سلیمان کو اس فیصلہ کی فہم دے دی تھی۔ اور ہم نے دونوں کو حکومت دی تھی اور علم عطا فرمایا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں

۱۔ علامہ میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

۲۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۰۱، المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

۴۔ علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ

۵۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ

۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر ۱۳۲۴ھ

۸۔ بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین انصاری متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۳ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر

۹۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الرسالہ ص ۱۲۷، مطبوعہ مطبع بولاق قاہرہ، ۱۳۱۲ھ

رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں اور کھیت کا نقصان کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا یہ فیصلہ کیا بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ کھیت والا اپنے پاس بکریاں رکھے۔ اور ان سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں والے کھیت کو دوبارہ اصلی حالت پر لانے کے لیے کھیتی باڑی کریں اور جب کھیت پہلی حالت پر واپس آجائے تو بکریاں ان کے مالکوں کو لوٹا دیں اور کھیت والے اپنا کھیت لے لیں۔ اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے یہ فیصلہ سن کر حضرت سلیمان کی تحسین فرمائی اور اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ فقہی اصطلاح میں حضرت داؤد نے حضرت سلیمان کے استحسان کے مقابلہ میں اپنے قیاس سے رجوع فرمالیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اصول شرع کے مطابق اپنی رائے دینا اجتہاد ہے اور کبھی ایک مسئلہ میں اجتہاد سے دو حل معلوم ہوتے ہیں۔ ایک حل ظاہر اور دوسرا مخفی ہوتا ہے۔ ظاہر کو قیاس اور مخفی کو استحسان کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں اجتہاد کی یہ مثال ہے:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: بینما امراتان معھما ابناھما جاء الذئب فذھب بابن احدٰھما فقالت ھذہ لصاحبتھا انما ذھب بابنک انت وقالت الاخرٰی انما ذھب بابنک فتحاکمتا الی داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام فقضی بہ للکبرٰی فخرجتا علی سلیمان بن داؤد علیھما الصلوٰۃ والسلام فاخبرتاہ فقال ائتونی بالسکین اشقہ بینکما فقالت الصغرٰی لا یرحمک اللہ ھو ابنھا فقضی بہ للصغرٰی۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ جا رہی تھیں ان میں سے ایک کے بچے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ ایک نے اپنی ساتھی سے کہا تیرے بچے کو بھیڑیا لے گیا ہے۔ دوسری نے کہا نہیں! تیرے بچے کو لے گیا ہے۔ دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ حضرت داؤد نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا پھر وہ دونوں حضرت سلیمان کے پاس گئیں انہوں نے فرمایا چھری لاؤ میں اس کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دوں، چھوٹی نے کہا نہیں اللہ تم پر رحم کرے وہ اسی کا بیٹا ہے۔ پھر حضرت سلیمان نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

حضرت داؤد نے غالباً بچہ کی مشابہت بڑی عورت کے ساتھ دیکھی یا بچہ کو بڑی عورت کی گود میں دیکھا اور اس وجہ سے اجتہاد کر کے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا اس کے برخلاف حضرت سلیمان نے حیلہ سے کام لیا اور آزمائش کر کے امر باطنی کو معلوم کیا اور چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ بہر حال قرآن مجید اور حدیث صحیح کی ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں قواعد شرعیہ کے مطابق غور و فکر کر کے کوئی حل بیان کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

قرآن مجید سے اجتہاد پر دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر ۲) اے صاحبان عقل!

قیاس کرو۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت سے قیاس شرعی کی مشروعیت پر استدلال بہت مشہور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا اور یہ معنی قیاس میں بھی متحقق ہے کیونکہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دانتوں کو انگلیوں پر قیاس کیا ہے یعنی چونکہ انگلیوں کی دیت مساوی ہے اس لیے انہوں نے دانتوں کی دیت بھی مساوی قرار دی ہے[1]

علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا، بایں طور کہ اس شئی پر اس کی نظیر کا حکم عائد کیا جائے اور یہ اعتبار، نصیحت حاصل کرنے، قیاس شرعی اور قیاس لغوی کو شامل ہے اور یہ آیت نصیحت حاصل کرنے پر عبارۃً اور قیاس پر اشارۃً دلالت کرتی ہے[2]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں اس آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کا حکم بیان کیا گیا ہے اور دو چیزوں میں جو مشارکت ہے اس کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی قیاس ہے[3]

علامہ ابو سعود نے لکھا ہے کہ اس آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا جاتا ہے[4]

احادیث سے اجتہاد پر دلائل

ان عمرو بن العاص اجنب فی لیلۃ باردۃ فتیمم وتلا ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف[5]

ایک سرد رات میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جنبی ہو گئے انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی (ترجمہ) اپنے آپ کو قتل مت کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ملامت نہیں کی۔

تیمم کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا۔ (نساء: ۴۳، مائدہ: ۶)

اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے اپنی بیویوں سے مباشرت کیا ہو، اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۱۶۶، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

[3] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی حاشیۃ الشہاب ج ۸ ص ۱۶۶-۱۶۷، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

[4] علامہ ابو السعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابو السعود علی ہامش الکبیر ج ۸ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

قرآن مجید نے سفر میں یا مرض کی حالت میں پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کی اجازت دی ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سفر میں تھے نہ بیمار تھے البتہ انہیں سرد رات میں غسل کرنے سے بیماری کا ظن غالب تھا۔ اس آیت تیمم میں بیماری کے خدشہ کی بناء پر تیمم کی اجازت نہیں ہے، لیکن انہوں نے قرآن مجید کی دوسری آیت: ولا تقتلوا انفسکم. سے یہ استنباط اور اجتہاد کیا کہ سرد رات میں غسل کرنے سے بیمار پڑ جانے کا خدشہ اور خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ خود کو ہلاک کریں۔ اس لیے انہوں نے غسل کی بجائے تیمم کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو مقرر اور ثابت رکھا اور انہیں ملامت نہیں کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملامت نہ کرنے اور ان کے نماز نہ دہرانے سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہو گیا کہ جس شخص کو پانی استعمال کرنے سے ہلاکت (یا مرض) کا خطرہ ہو وہ تیمم کر سکتا ہے خواہ یہ خطرہ سردی کی وجہ سے ہو یا کوئی اور سبب ہو خواہ وہ سفر میں ہو یا مقیم ہو اور وہ شخص جنبی ہو یا بے وضو ہو، اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اجتہاد ہوتا تھا۔[1]

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لنا لما رجع من الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر وقال بعضھم لا نصلی حتی نأتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف احدا منھم.[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا۔ راستہ میں نماز کا وقت آگیا۔ بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض صحابہ نے کہا: نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی ہم نماز پڑھیں گے۔ بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ "بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا" اس حدیث میں ہے صحابہ کے ایک گروہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کیا اور عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی، اور مؤخر کر کے بنو قریظہ میں پڑھی۔ اور دوسرے گروہ نے اجتہاد کیا اور کہا اس فرمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء بنو قریظہ میں جلد پہنچنا تھا حتیٰ کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی جائے۔ آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے۔ اب اگر ہمیں دیر ہو گئی ہے اور بنو قریظہ کی بجائے راستہ میں عصر کا وقت آگیا ہے تو ہم عصر کی نماز کو مؤخر نہیں کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو ملامت

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

نہیں کی اس میں یہ اشارہ ہے کہ جنھوں نے حدیث کے ظاہر مفہوم پر عمل کیا انھوں نے بھی درست کیا اور جنھوں نے اجتہاد کر کے منشاء رسالت پر عمل کیا انھوں نے بھی صحیح کیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں صحابہ کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ان کے نزدیک دلائل متعارض ہو گئے تھے کیونکہ آپ کا فرمان تھا "تم میں سے کوئی بنو قریظہ میں پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے" دوسری طرف نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ بعض صحابہ نے اس حدیث کو جلد پہنچنے پر محمول کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے الفاظ کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں نے اجتہاد کیا تھا۔[1]

جب کتاب اور سنت میں کسی مسئلہ کی تصریح نہ ہو تو اس وقت اجتہاد کرنے کا حکم ہے اور حسب ذیل حدیث میں اس کی واضح دلیل ہے۔

عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتہد رائی قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ۔[2]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انھوں نے کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کرونگا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کو توفیق دی۔

جب مجتہد کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کر کے کوئی حکم مستنبط کرتا ہے اور وہ حکم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دو اجر عطا فرماتا ہے اور اگر وہ حکم عند اللہ غلط ہوتا ہے تو مجتہد کو اپنے اجتہاد پر پھر بھی اجر ملتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاخطأ فلہ اجر واحد۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں خطا کرے تو اس کو ایک اجر

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶، ص ۲۶۵، مطبوعہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " " جامع ترمذی ص ۲۱۰ " " "

ملتا ہے۔

شرائط اجتہاد

امام غزالی لکھتے ہیں کہ مجتہد کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا علم تمام علوم شرعیہ کو محیط ہو اور وہ غور و فکر سے حکم شرعی معلوم کر سکتا ہو، اور یہ جانتا ہو کہ استنباط مسائل میں کون سے علوم مقدم ہیں اور کون سے علوم مؤخر ہیں، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک اور پرہیزگار ہو اور وہ ان گناہوں سے مجتنب ہو جو اس کی بدنامی کا باعث اور اس کی پرہیزگاری کے خلاف ہوں ——— علوم شرعیہ میں کتاب، سنت، اجماع اور وہ علوم عقلیہ ہیں جن کی مدد سے استدلال کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ علم بالکتاب سے قرآن مجید کی تمام آیات کا علم مراد نہیں ہے بلکہ ان آیات کا علم ضروری ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور وہ پانچ سو آیات ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ پانچ سو آیات حفظ ہوں بلکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آیات قرآن مجید میں کہاں کہاں ہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان آیات کو تلاش کر سکے۔ اسی طرح علم بالسنۃ سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ تمام احادیث مرویہ کا حافظ ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق احادیث کا اسے علم ہو مثلاً سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کن احکام سے متعلق احادیث ہیں اور مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اسے معلوم ہو کہ کس حکم سے متعلق حدیث سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کس جگہ مذکور ہے تاکہ ضرورت کے وقت وہ حدیث تلاش کر سکے۔ علم بالاجماع سے مراد یہ ہے کہ مجتہد کو اس کا علم ہو کہ اس سے پہلے کن کن مسائل پر اجماع ہو چکا ہے تاکہ اس کا حکم خلاف اجماع نہ ہو یا اس کو یہ علم ہو کہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس مسئلہ پر اجماع نہیں تھا۔ علوم عقلیہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط ہے۔ اسی طرح باقی اشکال ثلاثہ کی بھی شرائط ہیں وہ ان شرائط کو جانتا ہو تاکہ مطلوب پر استدلال کرنے میں غلطی نہ کر سکے۔

کتاب اور سنت کے علم کے لیے کچھ علوم مشترک ہیں جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے ان میں سے لغت، نحو، صرف اور علم بلاغت ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد ان علوم میں زمخشری، اصمعی، خلیل اور سیبویہ کی مانند ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کو ان علوم میں اس قدر مہارت ہو کہ وہ قرآن اور حدیث کے معانی کو اسلوب عرب کے مطابق صحیح طور پر سمجھ سکے، مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقائد کے دلائل سے واقف ہو حتیٰ کہ وہ عقلی دلائل سے عالم کا حدوث اللہ تعالیٰ کا وجود، وجوب اور وحدانیت کو ثابت کر سکے اور ضرورت نبوت قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ختم نبوت کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کر سکے تاکہ مسائل کلامیہ میں اس کا علم مقلد سے ممتاز ہو۔ لغت، صرف و نحو، علم بلاغت اور علم کلام کے علاوہ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلام صریح، کلام مجمل، حقیقت، مجاز، عام، خاص، محکم، متشابہ، مطلق، مقید وغیرہ کا علم بھی حاصل کرے ان علوم کے علاوہ مجتہد کے لیے کتاب و سنت کے ناسخ اور منسوخ کا علم بھی ضروری ہے اس لیے کہ وہ کہیں ایسا حکم نہ بیان کر دے جو قرآن یا حدیث میں منسوخ ہو چکا ہو۔

یہ ان علوم کا بیان تھا جو کتاب و سنت میں مشترک ہیں اور کچھ علوم وہ ہیں جو سنت کے ساتھ خاص ہیں جن کی وجہ سے اس کو روایت صحیحہ اور فاسدہ اور حدیث مقبول اور مردود میں تمیز حاصل ہو سکے اسی طرح اس کے لیے حدیث کا علم روایت اور رجال حدیث کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے حدیث کے راویوں کی

معرفت اور ان کی عدالت کا علم ہو سکے، البتہ جو احادیث ان کتابوں میں ہیں جن کی صحت پر امت کا اجماع ہو چکا ہے جیسے صحیحین کی احادیث، ان میں اس کے لیے امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کافی ہے۔ اسی طرح رجال حدیث کی تضعیف اور تقویت میں بھی ائمہ جرح و تعدیل کی تقلید کافی ہے۔ جبکہ ان اماموں کی اس فن میں کافی شہرت ہو اور جمہور امت کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو ان علوم مذکورہ کو حاصل کرنا مجتہد کے لیے ضروری ہے البتہ علم کلام کی تفصیلات اور علم فقہ کی تفریعات کو جاننا اس کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ فقہ کی جزئیات اور تفریعات دوسرے مجتہدین کے اجتہاد کا ثمرہ ہیں اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہے[1] علامہ آمدی[2] علامہ شاطبی[3] اور علامہ بزدوی[4] نے بھی مجتہد کی یہی شرائط بیان کی ہیں۔

اجتہاد میں تجزی اور تقسیم

امام غزالی لکھتے ہیں کہ ہم نے اجتہاد کی شرائط میں جو علم قرآن، علم حدیث، علم اصول قرآن، علم اصول حدیث، علم رجال حدیث، علم اجماع، علم استدلال، علم لغت و نحو اور عقائد کے ضروری مسائل کے علم کا ذکر کیا ہے۔ یہ شرط مجتہد مطلق کے لیے ہے جو تمام احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے (بلکہ اصول اجتہاد وضع کرتا ہے۔ سعیدی) اور میرے نزدیک اجتہاد ایسا منصب نہیں ہے جس میں تجزی اور تقسیم نہ ہو سکے کیونکہ جو عالم دین بعض احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے اور فتاوی جاری کرتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مجتہد ہے، اور اس کے لیے ان تمام علوم و فنون میں ماہر ہونا شرط نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص فقیہ النفس ہو اور فرائض (میراث) اور ان کے اصول کو جانتا ہو اگرچہ اس کو مسائل فقہیہ جزئیہ سے متعلق احادیث کا علم نہ ہو۔ مجتہد کے لیے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ ہر مسئلہ کا جواب دے سکے کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ سے چالیس مسائل دریافت کیے گئے جن میں سے چھتیس کے متعلق انہوں نے کہا میں نہیں جانتا، امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا، پس جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتوی دے اور جس کا علم نہ ہو اس میں توقف کرے، اور اسے یہ علم ہو کہ وہ کن مسائل کو جانتا ہے اور جس کا علم ہے اور جس کا علم نہیں ہے ان کے درمیان اس کو تمیز حاصل ہو اس لیے جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتوی دے اور جس کا علم نہیں ہے اس میں توقف کرے[5]۔

بحر العلوم عبد العلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اجتہاد میں تجزی اور تقسیم جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں جو شخص تمام مسائل میں اجتہاد نہ کر سکتا ہو وہ صرف میراث کے مسائل میں فتوی دے اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ وہ شخص اجتہاد کر سکتا ہے، حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی، شیخ ابن ہمام حنفی اور صاحب البدیع کی یہی رائے ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ بعض علماء نے ایسے شخص کو اجتہاد سے منع کیا ہے اور شیخ ابن حاجب نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ جمہور کے موقف کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے بہت سے ایسے

---

[1]۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴۔۳۵۰ ملخصاً مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۲۲ھ۔

[2]۔ علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۱۴۰۔۱۳۹ مطبعۃ محمد علی صبیح و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ۔

[3]۔ علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الموافقات ج ۴ ص ۶۷ محمد علی و اولادہ مصر۔

[4]۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ، اصول البزدوی ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5]۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۳۲۲ھ۔

مسائل میں اجتہاد کیا جن میں انھیں احادیث مستحضر نہیں تھیں اور جب ان پر وہ احادیث پیش کی گئیں تو انھوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا[1] علامہ آمدی کی بھی یہی رائے ہے کہ جو شخص صرف بعض مسائل میں اجتہاد کا اہل ہو وہ اجتہاد کر سکتا ہے[2] شرائط اجتہاد کی مزید وضاحت کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کتاب الاقضیہ کا عنوان "اہلیت اجتہاد کی شرائط" کا مطالعہ کریں۔

دائرہ اجتہاد

قرآن مجید اور احادیث سے جو عقائد ثابت ہیں ان میں اجتہاد نہیں ہوتا، مثلاً توحید، رسالت، ملائکہ، تقدیر، بعث بعد الموت اور جزا و سزا وغیرہ۔ اسی طرح جو امور احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہیں ان میں بھی اجتہاد نہیں ہوتا۔ قرآن مجید اور احادیث کی صریح عبارات سے جو احکام ثابت ہیں ان میں بھی اجتہاد نہیں ہوتا جیسے پانچ نمازیں، نمازوں کی رکعات، ایک ماہ کے روزے، زکوٰۃ اور سونے چاندی اور مویشیوں میں مقدار نصاب، حج اور عمرہ وغیرہ جو چیزیں قرآن مجید اور احادیث کی صریح عبارات سے ثابت ہیں ان میں اجتہاد نہیں ہے، نہ ان میں تقلید ہوتی ہے۔ اجتہاد کی ضرورت قرآن مجید اور احادیث میں کسی لفظ کے متعدد معانی میں سے ایک معنی کی تعیین کے لیے ہوتی ہے، یا قرآن مجید اور احادیث میں جو بظاہر متعارض آیات اور متعارض احادیث ہوتی ہیں ان میں کسی ایک آیت یا حدیث کو ترجیح دینے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے یا جن پیش آمدہ مسائل کا صریح اور صاف حکم قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں مذکور نہیں ہوتا اس کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں: اعتقادی مسائل میں اجتہاد نہیں کیا جاتا کیونکہ ان میں نظریاتی اختلاف جائز نہیں ہے، تمام نظریات حق نہیں صرف ایک نظریہ حق اور صحیح ہے اور باقی باطل اور غلط ہیں، اور صحیح نظریہ کا حامل ہی فکر صحیح کا حامل ہے اور باقی گنہگار ہیں، جیسے پانچ نمازوں اور زکوٰۃ کی فرضیت یا وہ ضروریات دینیہ جو عقائد قطعیہ سے ثابت ہیں اور جن پر تمام امت کا اتفاق ہے، یہ چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز میں اختلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا (بلکہ کافر ہوگا ــــ سعیدی) اس لیے اجتہاد کے دائرہ میں مسائل فرعیہ عملیہ ہیں جن میں اختلاف کرنے والا گنہگار نہیں ہے۔ اگر اس کی فکر صحیح نتیجہ پر پہنچی تو اس کے لیے دو اجر ہیں ورنہ ایک اجر ہے۔[3]

طبقات مجتہدین

مجتہدین کے چھ طبقات ہیں: مجتہد فی الشرع: یہ ائمہ مذاہب ہیں جو اصول اجتہاد وضع کرتے ہیں۔ مجتہد فی المذہب: یہ ائمہ کے تلامذہ ہیں جو اصول اجتہاد میں اپنے استاذ کی پیروی کرتے ہیں اور احکام فرعیہ میں اپنے استاذ سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔ مجتہد فی المسائل: یہ اصول اور فروع میں ائمہ مجتہدین کے پیروکار ہیں اور جن مسائل میں امام سے صریح روایت منقول نہ ہو ان میں اجتہاد کرتے ہیں۔ اصحاب تخریج: یہ قول مجمل کی تفصیل کرتے ہیں۔ اصحاب ترجیح: یہ فقہاء کے مختلف اقوال میں سے ایک

---

[1] بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۵ - ۳۶۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ۔

[2] علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبع محمد علی دار الاتحاد مصر ۱۳۴۷ھ۔

[3] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۲۴ھ۔

کو ترجیح دیتے ہیں۔ اصحاب التمییز یہ لوگ فقہی روایات میں مفتیٰ بہ اور غیر مفتیٰ بہ قول اور قوی اور ضعیف کی تمیز رکھتے ہیں[1]

اصول اجتہاد کے واضع صرف ائمہ اربعہ ہیں

جن ائمہ نے اصول اجتہاد وضع کیے ہیں وہ چار ہیں: امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ اصول اجتہاد وضع کرنے اور تمام مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرنے کے لیے جس ژرف نگاہی اور وسعت علم کی ضرورت ہوتی ہے وہ انہی حضرات ائمہ کا حصہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسے مردان خدا پیدا کر دیتا ہے جو اس ضرورت کو پورا کر سکیں امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث مع اسانید اور راویوں کے احوال کے یاد تھیں وہ ہر حدیث کے راوی کی پوری سیرت اور تاریخ کو یاد رکھتے تھے۔ صحاح ستہ کے باقی مؤلفین میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ احادیث مع اسانید کے یاد تھیں آج کل ایسے حافظہ والے لوگ نہیں ہوتے کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی نہ فرعیات فقہیہ کی تدوین کی ضرورت ہے۔ اس لیے نہ اب امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ایسے لوگ ہیں جو علوم شرعیہ میں ان جیسی مہارت اور باریک بینی رکھتے ہوں۔

ائمہ اربعہ کا اختلاف رحمت ہے

ائمہ اربعہ کے اختلاف کا ثمرہ امت کے لیے وسعت عمل کی گنجائش ہے جو حدیث نبوی کے مطابق امت کے حق میں عین رحمت ہے، مثلاً امام شافعی کے نزدیک تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مچھلی کے سوا باقی دریائی جانوروں کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور اتفاق یہ ہے کہ ملائشیا اور انڈونیشیا کے جزائر کے رہنے والے بالعموم شافعی ہیں اور وہ امام شافعی کے اجتہاد سے فائدہ اٹھا کر سمندری جانوروں سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس عورت کا خاوند گم ہو جائے وہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے خاوند کے ہمعصر تمام لوگ فوت نہ ہو جائیں یا کم از کم اس کی عمر کے ستر سال نہ گزر جائیں۔ اور امام مالک کے نزدیک چار سال بعد اس شخص کو مردہ تصور کر لیا جائے گا اور پھر عدت وفات گزار کر وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس عورت کے لیے عزت اور معاش کا مسئلہ ہو تو ایک سال کے انتظار کے بعد وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اس قسم کی صورت جب پیش آتی ہے تو حنفی علماء بھی امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ ضرورت کی بناء پر ایک مفتی دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی کفالت نہ کر سکتا ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو اس صورت میں امام ابو حنیفہ ان کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسی صورت میں قاضی ان کے درمیان تفریق کر سکتا ہے اس طرح بہت سے مسائل ہیں جن میں ائمہ اربعہ کے اختلاف کی وجہ سے عمل کی بہت سی راہیں اور سہولت کے بہت سے پہلو سامنے آگئے ہیں اور مسلمانوں کے عمل کے لیے بہت سہولت ہو گئی ہے کیونکہ ضرورت کی بناء پر ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے قول پر

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

عمل کر سکتا ہے۔ البتہ بلا ضرورت شرعی ایسا کرنا جائز نہیں ہے جس کو ان شاء اللہ ہم تقلید کی بحث میں بیان کریں گے۔

ائمہ اربعہ کے اجتہادی اختلاف کا ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے تمام اعمال، مسلمانوں کے طریقہ ہائے عبادات میں قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طریقہ سے بھی کوئی عبادت کی وہ طریقہ کسی نہ کسی امام کا مذہب بن گیا اور مسلمانوں کے عمل میں باقی اور محفوظ ہو گیا۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے سوا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا بھی اور ترک بھی کیا، آمین آہستہ بھی کہی ہے اور بلند آواز سے بھی۔ کسی امام نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنے کو اختیار کیا اور کسی نے اس کے ترک کو اختیار کیا، کسی نے آمین بالسر کو اور کسی نے آمین بالجہر کو اختیار کیا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل متروک نہیں ہوا بلکہ کسی نہ کسی امام کا مذہب بن کر قیامت تک مسلمانوں کے اعمال میں محفوظ ہو گیا۔

عصر حاضر میں اجتہاد

ہر چند کہ ائمہ اربعہ کے بعد اب کسی میں اصول اجتہاد وضع کرنے کی اہلیت ہے نہ اس کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود اس کا کوئی قائل نہیں ہے کہ اب کوئی شخص مجتہد مطلق نہیں ہو سکتا اور تمام مسائل شرعیہ میں اجتہاد اور اصول اجتہاد وضع کرنے کا دروازہ اب بند ہو گیا ہے اگر کوئی شخص ائمہ اربعہ کی طرح علوم شرعیہ میں گہرائی اور گیرائی پیدا کر لے تو اجتہاد فی الشرع کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ البتہ پیش آمدہ مسائل میں جزوی طور پر اجتہاد ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور اس دور میں بھی علماء راسخین یہ فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔ مثلاً ریل گاڑی اور طیارے میں نماز، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا جواز اور عدم جواز، رویت ہلال کمیٹی کے اعلان پر روزہ اور عید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جواز شرعی یا عدم جواز، ایلوپیتھک کی ٹکنک اور مانع دوائی کا استعمال، اسپرٹ اور الکوحل سے مرکب اشیاء کے استعمال سے کپڑوں کی طہارت اور نجاست، بدن انسانی میں خون لگانے کا مسئلہ، انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور پوسٹ مارٹم وغیرہ یہ اور ان جیسے بہت سے مسائل عصر حاضر کی پیداوار ہیں اور جیسا کہ ہم نے امام غزالی اور دوسرے علماء کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ اجتہاد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد تمام علوم شرعیہ میں ماہر ہو بلکہ جو شخص بعض مسائل میں اجتہاد کر سکتا ہے وہ بھی اجتہاد کا مجاز ہے[1] اور علامہ شامی کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ جن مسائل میں امام سے روایت نہ ہو ان مسائل میں اپنے امام کے اصول اور قواعد کی متابعت میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے اور ایسے شخص کو اصطلاح میں مجتہد فی المسائل کہتے ہیں اور وہ علماء راسخین جو مسائل عصریہ میں اجتہاد کر رہے ہیں وہ بلا شبہ مجتہد فی المسائل ہیں۔ اجتہاد کے موضوع پر ہم نے اس سے پہلے مقالات سعیدی میں ایک مقالہ لکھا تھا۔ اجتہاد کے باقی مباحث کے لیے اس مقالہ کو ملاحظہ کر لیا جائے۔ اہل علم کے لیے وہ خاص مطالعہ کی چیز ہے۔ اجتہاد پر اس قدر بحث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کے اہم پہلوؤں کو بھی واضح کر دیا جائے آئندہ سطور میں ہم تقلید کی تحقیق کر رہے ہیں: فنقول باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

تقلید کا لغوی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں: گردن میں ہار ڈالنے کو تقلید کہتے ہیں۔ کسی شخص پر کسی منصب کی ذمہ داری ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، کسی چیز کے احاطہ کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: لہ مقالید السموات و الارض "اللہ تعالیٰ کے لیے ہی آسمان اور زمین کا احاطہ ہے"[2]۔

— (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو) —

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ہدی کے گلے میں شعار (پرانا جوتا) ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے: ولا الھدی ولا القلائد۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کو ذبح کرنے کے لیے حرم میں بھیجا جائے تلوار لٹکانے کو بھی تقلید کہتے ہیں، حکام اور والیوں کے منصب سونپنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، جو گھوڑا گھوڑ دوڑ میں اوّل آئے اس کے گلے میں جیت کی علامت کے طور پر کسی چیز کے ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں اور تقلید فی الدین بھی مستعمل ہے۔[۱]

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ گھوڑے کے گلے میں ہار ڈالنے کو تقلید کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: قلدوا الخیل ولا تقلدوھا الاوتار۔ یعنی دین کے دشمنوں کو طلب کرنے کے لیے گھوڑوں کے گلوں میں ہار ڈالو اور زمانہ جاہلیت کے کاموں کے لیے گھوڑوں کے گلوں میں ہار مت ڈالو۔ تقلید کے معنی پانی پلانے کے بھی ہیں قلدت الزرع کہا جاتا ہے۔ میں نے کھیت میں پانی دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فقلدتنا السماء قلدا۔ آسمان سے ہم پر وقت مقررہ پر بارش ہوئی، تقلید کے معنی چابی بھی ہیں حدیث شریف ہے: فقمت الی الاقالید فاخذ تہا۔ میں نے اٹھ کر چابیاں لے لیں۔[۲]

تقلید کا اصطلاحی معنی

علامہ نووی لکھتے ہیں: التقلید قبول قول المجتہد والعمل بہ۔ "تقلید مجتہد کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ قفال نے کہا کہ یہ جانے بغیر کہ قائل نے یہ بات کہاں سے کہی اس کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔ شیخ ابواسحاق نے کہا بلا دلیل قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔ قفال کہتے ہیں کہ گویا کہ مقلد نے امام کے قول کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔[۳]

علامہ آمدی لکھتے ہیں: التقلید عبارۃ عن العمل بقول الغیر من غیر حجۃ ملزمۃ "عمل کو واجب کرنے والی دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے"۔ جیسے عام آدمی کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے تو یہ تقلید ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع کرنا یا مجتہدین کے اجماع کی طرف رجوع کرنا یا عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا یا قاضی کا گواہوں کے قول پر فیصلہ کرنا تقلید نہیں ہے کیونکہ رسول کے قول کو معجزہ کی وجہ سے مانا جاتا ہے جو رسول کی تصدیق کو واجب کرتا ہے اور اجماع کی حجیت حدیث رسول کی وجہ سے ہے اور مفتی اور گواہوں کی حجیت اجماع کی وجہ سے ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص ان چیزوں کو تقلید کہے تو خلاف اصطلاح ہے لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[۴] بحر العلوم نے بھی تقلید کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔[۵]

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [۱]۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۴۱۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران۔

[۱]۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۳۶۷، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ۔

[۲]۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۹۹، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ۔

[۳]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات ج ۴ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۴]۔ علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۹۶-۱۹۷، مطبوعہ مطبع محمد علی اولادہ مصر ۱۳۴۷

[۵]۔ بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر ۱۳۲۲ھ۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ التقلید هو قبول قول بلا حجة " تقلید کسی قول کو بلا دلیل قبول کرنا ہے۔"[1]

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے تحریر میں فرمایا جس شخص کا قول فی نفسہ دلیل نہ ہو اس کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا تقلید ہے اور شیخ ابو حامد اور استاذ ابو منصور نے کہا کسی قول کی دلیل جانے بغیر اس قول پر عمل کرنا تقلید ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ جس شخص کا قول دلیل نہ ہو اس کی رائے کو بلا دلیل قبول کرنا تقلید ہے۔[2]

تقلید کا سبب

تاریخی طور پر تقلید کا آغاز بےشک اس زمانہ میں ہوا جب مذاہب فقہ کی تدوین ہوئی۔ اور اس کا ظہور اکابر فقہاء کی اتباع سے ہوا کیونکہ ہر شخص اس کا اہل نہیں تھا کہ احکام شرعیہ کو ان کے اصل ماخذ سے بذات خود مستنبط کر سکے۔ اس سبب سے عوام کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ اکابر فقہاء کے استنباط اور اجتہاد کی پیروی کریں۔ ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ اور ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ قیاس کے منکر ہیں اور ظاہر قرآن اور ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اسی لیے ان کو ظاہریہ کہا جاتا ہے یہ لوگ تقلید کا بہت شدت سے انکار کرتے ہیں لیکن یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ قرآن مجید میں جس لفظ کے دو معنی ہوں ان میں سے یہ کسی ایک معنی کو اپنے دلائل سے متعین کریں گے مثلاً قرآن مجید میں ہے: والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء " مطلقہ عورتیں تین قروء تک عدت گزاریں"۔ قرء کے دو معنی ہیں حیض اور طہر، اب ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے دلائل سے عدت یا تین حیض مقرر کریں گے یا تین طہر اور ابو سلیمان داؤد بن علی ظاہری نے جو بھی رائے قائم کی ہے ان کے ماننے والے آج تک دلیل جانے بغیر اسی کی پیروی کرتے ہیں اور یہی تقلید ہے۔ اسی طرح جس مسئلہ میں مختلف احادیث وارد ہوں جیسے تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کا ترک یا عدم ترک یا آمین بالجہر یا آمین بالسر وغیرہ۔ ان میں داؤد بن علی ظاہری نے جو بھی رائے قائم کی ہے ان کے ماننے والے آج تک دلائل جانے بغیر اسی کی پیروی کرتے ہیں اور یہی تقلید ہے کیونکہ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ فرقہ ظاہریہ کے تمام پیروکار جن میں ان پڑھ عوام اور دنیادار لوگ شامل ہیں ہرگز اس کے اہل نہیں ہیں کہ عبادات اور معاملات کے تمام احکام کو ان کے اصل ماخذ سے بذات خود مستنبط کر سکیں اور یہ لوگ یقیناً اپنی عبادات اور معاملات میں فرقہ ظاہریہ کے امام کے افکار اور آراء کی پیروی کرتے ہیں پھر ان کا اپنے آپ کو اصحاب حجت اور اصحاب دلیل اور اپنے مخالفین کو اصحاب تقلید کہنا عدل و انصاف سے بہت بعید ہے خصوصاً جبکہ مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے یہ تصریح کی ہے کہ فرقہ ظاہریہ کا امام ابو سلیمان داؤد بن علی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ ہے۔[3]

تقلید اور علماء راسخین کی موافقت

تقلید کی جس قدر تعریفات ذکر کی گئی ہیں ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے اس

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۸۹، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر ۱۳۲۲ھ۔

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ التربیہ سانگلہ ہل پاکستان

[3] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۳ ص ۴۲۲، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ پاکستان ۱۴۰۲ھ۔

تعریف کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ دلیل کا علم حاصل کرنا تقلید کے منافی ہے اور یہ کہ جو شخص جتنا دلیل سے ناواقف ہوگا اتنا پکا مقلد ہوگا۔ بلکہ اس تعریف کا منشاء یہ ہے کہ تقلید کے لیے دلائل کا علم ضروری نہیں ہے کیونکہ جو شخص دلائل کے حصول پر قادر ہوگا وہ ویسے ہی تقلید سے مستغنی ہوگا، تقلید تو عام لوگوں کے لیے ہے جو اپنے معاش، کاروبار اور روزگار حیات کی دوسری مصروفیات کی وجہ سے اتنا وقت نہیں نکال سکتے کہ قرآن اور احادیث سے براہ راست احکام حاصل کر سکیں۔ ائمہ اربعہ کے متبعین میں ہزاروں سے متجاوز علماء ایسے ہیں جو اپنے ائمہ کے اقوال کے اصل مآخذ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ائمہ کے اقوال کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں بلکہ ان میں بہت سے ایسے علماء ہیں جو خود منصب اجتہاد کے اہل ہیں اور براہ راست قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کر سکتے ہیں، اس لیے عام مقلدین میں اور ان علماء مجتہدین میں فرق کرنا ضروری ہے اور اگر یہ کہا جائے تو کچھ بعید نہ ہوگا کہ عام لوگ جنہیں احکام شرعیہ کے اصل مآخذ کا مطلقاً علم نہیں ہوتا وہ اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور علماء راسخین جو احکام شرعیہ کے اصل مآخذ پر نظر رکھتے ہیں اور مذاہب اربعہ کے دلائل سے واقف ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ کس دلیل کی بناء پر ان کے امام کا قول باقی ائمہ کے اقوال پر راجح ہے وہ مقلد محض نہیں ہوتے بلکہ اپنے امام کی احکام شرعیہ میں موافقت کرتے ہیں اور یہ چیز اس امام کی اصابت رائے پر زیادہ روشن دلیل ہے کہ بڑے بڑے علماء راسخین ان کی رائے سے موافقت کرتے ہیں اور ان علماء کی بھی عظمت ہے کہ وہ بایں ہمہ اپنے آپ کو مقلد گردانتے ہیں۔

تقلید کی وسعت

تیسری صدی کے بعد یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ اب اصول اجتہاد وضع کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور اجتہاد مطلق اب ختم ہو گیا اور اہل علم میں سے اب جو شخص بھی اجتہاد کرے گا وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے اصول اجتہاد کا تابع ہو کر اجتہاد کرے گا اور اسی پر اجماع ہو گیا کہ عام آدمی کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرنا واجب ہے کیونکہ واقعات سے ثابت ہو گیا کہ قرون اولیٰ کے فقہاء میں جو دقت نظر، باریک بینی، علم میں وسعت اور گہرائی اور گیرائی پائی جاتی تھی وہ بعد کے فقہاء میں نہیں پائی گئی اور احکام شرعیہ کو اصل مآخذ سے آزادانہ خود استنباط کر سکنے کا ملکہ اور مہارت اور ایسی فقہی بصیرت جس سے فقیہ استنباط اور اجتہاد کے اصول وضع کرتا ہے، متاخرین کے حصہ میں نہیں آئی تو اہل علم اس پر متفق ہو گئے کہ اب ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید کرنا ضروری ہے اور ہر چند کہ ظاہریہ (غیر مقلدین یا اہل حدیث) اپنے آپ کو تقلید سے آزاد اور اصحاب حجت سمجھتے ہیں لیکن نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے کہ داؤد بن علی ظاہری فرقہ ظاہریہ کا امام ہے[1] لہٰذا وہ بھی ان کی آراء کے مقلد ہیں۔ شیعہ حضرات بھی تقلید کے قائل ہیں لیکن وہ زندہ مجتہد کی تقلید کے قائل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیندار لوگوں میں سے کوئی طبقہ فکر بھی تقلید سے خالی نہیں ہے۔

تقلید واجب اور تقلید حرام

کسی بھی امام کی تقلید کرنے والے شخص کے پیش نظر یہ نکتہ رہنا ضروری ہے کہ ہم درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کر رہے ہیں اور امام کی تقلید صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ اس نے اللہ اور رسول کے احکام منقح اور منضبط

---

[1] نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ، پاکستان ۱۴۰۳ھ

طور پر مدون کر کے ہم کو دے دیئے ہیں۔ اور امام دراصل صرف مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے، حاکم اور شارع صرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور اگر بالفرض (یہ فرض محال نہیں ہے) تقاضائے بشریت سے امام کا کوئی ایسا قول ہو جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو تو ہم امام کے قول کو چھوڑ کر قرآن اور حدیث پر عمل کریں گے۔ عام آدمی کے لیے اس مفہوم میں تقلید کرنا واجب ہے کیونکہ وہ احکام شرعیہ کو براہ راست اصل مآخذ سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اگر کوئی شخص اس نظریہ سے تقلید کرے کہ خواہ امام کا قول قرآن اور حدیث کے خلاف ہو وہ امام کے قول پر ہی عمل کرے گا تو یہ تقلید حرام ہے۔ قرآن مجید میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ (توبہ: ۳۱) "یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں خدا بنا لیا ہے۔"

علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا اور کہا یا رسول اللہ! یہ لوگ تو اپنے علماء اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ حلال قرار دے اور ان کے علماء اس کو حرام کہیں تو یہ لوگ اس کو حرام مانتے ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ حرام فرمائے اور ان کے علماء اس کو حلال کہیں یہ اس کو حلال مانتے ہیں؟ حضرت عدی بن حاتم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہے! علامہ آلوسی اس کے آخر میں لکھتے ہیں اس آیت سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو اپنے امام کی اتباع کی خاطر اللہ اور رسول کے صریح احکام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمانوں پر حق کی اتباع لازم ہے اور جب ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان کے امام کا نظریہ غلط ہے یا اس کو اجتہادی خطا لاحق ہوئی ہے تو اس کے قول کو چھوڑ کر حق کی پیروی کریں۔[۵۱]

اگر امام کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اصل اطاعت اور اتباع اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور امام صرف مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے تو اہل علم پر واجب ہے کہ جب انہیں سند صحیح سے کوئی حدیث مل جائے جو ان کے امام کے قول کے خلاف ہو تو وہ امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث رسول پر عمل کریں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ علامہ بیری نے شرح الاشباہ والنظائر میں ابن الشحنہ کی شرح ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث سند صحیح سے ثابت ہو اور وہ مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس وقت یہی امام کا مذہب ہوگا، اور وہ مقلد حدیث پر عمل کرنے کے سبب سے حنفیت سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے بھی اس قول کو امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ سے روایت کیا ہے اور امام شعرانی نے بھی اس قول کو ائمہ اربعہ سے نقل کیا ہے اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امام کے مذہب کے خلاف حدیث پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو علماء راسخین میں سے ہو، قرآن اور حدیث کی عبارات میں محکم اور منسوخ کی معرفت رکھتا ہو، لہٰذا

---

[۵۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

صاحب مذہب جب دلیل میں غور و فکر کر کے اس دلیل کے تقاضے پر عمل کرے گا تو اس عمل کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہو گی کیونکہ یہ عمل بھی صاحب مذہب کی اجازت سے ہے[1]

علامہ شامی نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ یہ صرف احتمال اور محض فرض نہیں ہے بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور مستند کتب فقہ میں اس کی بہت سی نظائر ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔ قارئین کی ضیافت علمی کے لیے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن چونکہ صحیح حدیث سے شوال کے چھ روزوں کا رکھنا ثابت ہے۔ اس لیے فقہاء احناف نے شوال کے چھ روزوں کو سنت اور مستحب قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے مزارعت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ حدیث صحیح سے مزارعت ثابت ہے اس لیے صاحبین اور بعد کے فقہاء احناف نے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔ اذان، امامت اور تعلیم قرآن کی اجرت کو امام اعظم، صاحبین اور متقدمین فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے لیکن متاخرین فقہاء نے جب یہ دیکھا کہ ممانعت کی روایات ضعیف ہیں اور احادیث صحیحہ سے اجرت کا جواز ثابت ہے تو انہوں نے احادیث صحیحہ پر عمل کرتے ہوئے تعلیم قرآن کی اجرت کو جائز قرار دیا۔ امام اعظم نے عقیقہ کو محض مباح لکھا اسی طرح قربانی کرنے والے کے لیے حج کے دس دنوں میں بال اور ناخن نہ کٹوانے کو بھی محض مباح کہا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں اور فقہاء احناف نے اس معاملہ میں بھی احادیث کی پیروی کی ہے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ اور دوسرے ائمہ ثلاثہ اپنے عظیم تفقہ اور جلالت علمی کے باوجود انسان اور بشر تھے اس لیے اگر کسی مسئلہ کا کوئی پہلو ان کی نظر سے اوجھل رہ گیا یا کسی حدیث پر ان کی نظر نہ ہو سکی یا انہیں کسی مسئلہ میں تقاضائے بشریت سے اجتہادی خطا لاحق ہو گئی تو یہ چیز کسی طرح بھی ان کے عظیم فقہی مقام اور ان کی جلالت علمی کے خلاف نہیں ہے۔

قولِ امام کے خلاف حدیث پر عمل کرنے کی شرائط

اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنے کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جب مقلد کو کسی مسئلہ میں اپنے امام کے قول کے خلاف حدیث مل جائے تو اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ متبحر عالم ہو یعنی اس نے اسلامی علوم میں خوب چھان بین کی ہو، تفسیر، حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ کا ماہر ہو۔

(۲)۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس حدیث کی بناء پر وہ اپنے امام کا قول چھوڑ رہا ہے اس کے متعلق اسے یقین ہو کہ وہ حدیث تمام ائمہ حدیث کے اصول کے مطابق صحیح ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث اس کے امام کے اصول پر صحیح نہ ہو اور اسی بناء پر اس نے اس حدیث پر عمل نہ کیا ہو، اور ایسی صورت میں اس کا اس حدیث پر عمل کرنا صحیح نہیں ہو گا کیونکہ اس کی صحت متفق علیہ نہیں ہے خصوصاً اس کے امام کے اصول پر۔

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

(۳)۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث صحیح نہ ہو اور اس کے خلاف صحابہ اور ائمہ اربعہ کا اجماع نہ ہو، کیونکہ یہ اجماع اس کی دلیل ہے کہ وہ حدیث متروک الظاہر ہے۔

(۴)۔ اس حدیث کا مفہوم واضح اور غیر مشتبہ ہو اور وہ متعدد معانی کی حامل نہ ہو کیونکہ بسا اوقات مجتہد اپنی اجتہادی بصیرت سے حدیث کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو متعین کر دیتا ہے اور کسی ایک معنی کے اعتبار سے اس حدیث کو مجتہد کے قول کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

علامہ نووی اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) فرماتے ہیں کہ اگر کسی شافعی المسلک کو کوئی ایسی حدیث نظر آئے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو تو اگر اس شخص میں اجتہاد مطلق کی شرائط پائی جاتی ہیں، یا خاص اس باب میں یا خاص اس مسئلہ میں اس کو اجتہاد کا ملکہ حاصل ہو گیا ہے تو وہ شخص اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے اور اگر اس میں شرائط اجتہاد پوری نہ ہوں، لیکن اس کو پوری جستجو کے بعد بھی حدیث کا کوئی شافی جواب نہ ملا ہو اور اس کو حدیث کی مخالفت گراں معلوم ہوتی ہو تو بھی وہ اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس حدیث پر امام شافعی کے علاوہ کسی امام مستقل نے عمل کیا ہو اور دوسرے مجتہد کا عمل کرنا اس کے لیے اس مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کو ترک کرنے کا سبب بن جائے گا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ) شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) نے یہ بہت اچھی بات کہی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔[۱]

لیکن راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ جب کسی حدیث صحیح کا علم یقینی حاصل ہو جائے تو سابقہ شرائط کے بعد ایک مسلمان عالم دین کا اس پر عمل کرنا ضروری ہے خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام نے اس حدیث پر عمل نہ کیا ہو، کیونکہ ہم پہلے محمدی ہیں اس کے بعد حنفی یا کسی اور امام کے مقلد ہیں اور جو شخص اس کے خلاف رائے رکھتا ہو اس کو متابعت رسول کی حلاوت حاصل نہیں ہے۔ اور ہمارے فقہاء احناف بحمد اللہ جمود کا شکار نہیں ہیں اور وہ ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے امام کے قول پر مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ کسی امام کا مذہب ہو یا نہ ہو، اور ہم سابقہ سطور میں اس کی واضح نظائر بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ۔ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر کسی چیز کو مقدم نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔" جو غالی مقلد عالم حدیث صحیح غیر معارض کے علم یقینی حاصل ہونے کے بعد بھی حدیث رسول پر اپنے امام کے قول کو مقدم کرتے ہیں انہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔

تقلید کی ضرورت

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر تمام احکام بیان کر دیے ہیں لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ عادۃً ممکن نہیں ہے کہ وہ بذات خود تمام احکام شرعیہ قرآن مجید کی آیات سے مستنبط کر سکے، کیونکہ اول تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے لغت عربی، صرف و نحو اور علم بلاغت کو حاصل کرنا ایک طویل اور صبر آزما کام ہے پھر قرآن مجید میں بعض احکام صراحۃً امر اور نہی کے صیغہ سے بیان کیے گئے ہیں اور بعض جگہ امر اور نہی کا صیغہ نہیں استعمال کیا گیا بلکہ مختلف اسالیب سے کسی چیز کا وجوب یا تحریم سمجھ میں آتی ہے جس کو جاننے کے لیے بہت باریک بینی اور دقت نظری کی ضرورت ہے مثلاً

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

قرآن مجید میں شراب اور جوئے کو صراحۃً حرام نہیں فرمایا بلکہ ایک خاص اسلوب سے فرمایا: یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۰ (مائدۃ: ۹۰-۹۱) "اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھانا اور پانسے پھینکنا یہ سب محض ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرے اور تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روک دے، کیا اب تم باز آجاؤ گے؟" قرآن مجید بعض اوقات کسی مسئلہ کی لم اور علت بیان کر دیتا ہے اور اس کی شرائط اور موانع ذکر نہیں کرتا، نہ اس کی تمام جزئیات بیان کرتا ہے مثلاً خمر (انگور کی شراب) کے بیان میں اس کے نشہ آور ہونے کا ذکر فرمایا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے نہ یہ بیان فرمایا کہ نشہ آور چیز کی مقدار قلیل تک پینا حرام ہے یا اس کا مطلق پینا حرام ہے؟ نشہ آور چیز پر حد ہے یا نہیں؟ اگر حد ہے تو کتنی ہے؟ ان تمام جزئیات اور تفصیلات کو جاننا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کبھی کوئی حکم اجمالاً بیان کیا جاتا ہے جس کی تفصیل متعین کرنے کے لیے دلائل کی چھان بین کرنا عام آدمی کی استطاعت سے باہر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وامسحوا برءوسکم (مائدۃ: ۶) "اپنے سروں کا مسح کرو" اس آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے یا چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یا ایک بال پر مسح کرنے سے بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کہیں ایک حکم کو مطلقاً بیان کیا جاتا ہے اور کہیں وہی حکم مقید ذکر ہوتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ (البقرۃ: ۱۷۳) "تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، حرام کیا گیا ہے" اس آیت میں مطلقاً خون کو حرام قرار دیا ہے، اور ایک جگہ یوں ہے: الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس (الانعام: ۱۴۵) "مگر یہ کہ مردار ہو یا بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہیں" اس آیت میں مطلقاً خون نہیں بلکہ بہنے والا خون حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنے اور دو ماہ کے مسلسل روزوں کے ساتھ قبل از مباشرت کی قید ہے اور کھانا کھلانے کے ساتھ یہ قید نہیں ہے۔ ان صورتوں میں کیا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یا نہیں، یہ ایک بہت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیات کا حکم منسوخ ہو گیا مثلاً بیوہ عورت کی عدت اس آیت میں ایک سال بیان کی گئی ہے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج (بقرہ: ۲۴۰) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لیے نکالے بغیر ایک سال کی وصیت کر جائیں" اور ایک اور آیت میں بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن بیان کی ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا (بقرہ: ۲۳۴) اب یہ فیصلہ کرنا کہ ان میں کونسی آیت ناسخ ہے اور کونسی منسوخ ہے یہ عام آدمی کے بس سے باہر ہے اس قسم کی علمی باریکیاں اور فقہی پیچیدگیاں بہت زیادہ ہیں، ان چند مثالوں سے باقی مشکلات کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک اور دشواری یہ ہے کہ احادیث مختلف اسانید سے مروی ہیں جن

میں سند متواتر سے لے کر سند غریب تک اور سند صحیح سے لے سند ضعیف تک احادیث وغیرہ کتب میں موجود ہیں بلکہ موضوع روایات بھی ہیں جس طرح ایک جیسی شیشیوں میں ایک جیسا سفید رنگ کا مائع مادہ ہو اور ہر مادہ کی تاثیر الگ الگ ہو، کوئی مادہ کسی مرض میں مفید ہو اور دوسرا مادہ اس میں مضر ہو تو ان مادوں اور دواؤں کو باہم تمیز کرنے کے لیے کیمسٹری کے کسی بہت بڑے ماہر کی ضرورت ہو گی، جو مختلف کیمیائی تجربات کے بعد یہ فیصلہ کرے گا کہ اور کون سی شیشی میں کون سی دوا ہے، اسی طرح جب کوئی شخص علم حدیث میں مہارت حاصل کیے بغیر احادیث پر عمل کرے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی ضعیف یا منسوخ روایت پر عمل کرے گا۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک اور ضرورت یہ ہے کہ احادیث سے احکام شرعیہ حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث پر اس کو عبور ہو کیونکہ جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے ہو سکتا ہے دوسری جگہ اس کے خلاف حدیث ہو جس سے وہ حکم منسوخ ہو گیا ہو یا اس حدیث کے حکم کی کوئی تفصیل دوسری حدیث میں موجود ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مسئلہ میں حدیث نہ ملنے کی بناء پر وہ قیاس کر رہا ہو حالانکہ اس مسئلہ میں حدیث موجود ہو تو اس لیے احادیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث اس کی نظر میں ہوں اور یہی حال قرآن مجید سے احکام حاصل کرنے کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے جس وسعت علم اور دقت نظری کی ضرورت ہے یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور صرف ائمہ مجتہدین ہی اس پر آشوب گھاٹی کے پار اتر سکتے ہیں۔ اس لیے عام آدمی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

تقلید پر دلائل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (توبہ: ۱۲۲) "ہر گروہ میں سے ایک جماعت علم دین حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نکلی تاکہ جب وہ واپس آئے تو اپنے گروہ کو احکام پہنچائے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں"۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف بعض مسلمانوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اپنی پوری قوم کو احکام پہنچائیں یعنی صرف بعض مسلمان تفقہ حاصل کریں اور باقی تمام مسلمان ان کے اقوال پر عمل کریں۔ اس آیت میں فقہاء کے اقوال کو واجب العمل قرار دیا ہے کیونکہ اس پر گناہوں سے بچنا موقوف ہے اور یہی تقلید ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل: ۴۳) "جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اس کا جاننے والوں سے سوال کرو"۔ اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ عام آدمی جو احکام شرعیہ کو بذات خود حاصل نہیں کر سکتا اس پر لازم ہے کہ وہ عمل کے لیے اہل ذکر اور اہل علم یعنی ائمہ مجتہدین سے سوال کرے کیونکہ وہی بطور راست تمام احکام شرعیہ اصل ماخذ سے حاصل کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: علامہ سیوطی نے الاکلیل میں اس آیہ سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عام آدمی کے لیے مسائل فرعیہ میں مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔[۱]

امام غزالی نے عام آدمی کی تقلید پر دو دلیلیں قائم کی ہیں ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ وہ عام آدمی

---

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کو مسائل بتلاتے تھے اور اس کو یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ درجۂ اجتہاد کا علم حاصل کرے اور دوسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لیے دن رات علم کے حصول میں لگا رہے گا۔ اور نہ کسی کے لیے کچھ کمانے کو ہو گا نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہو گا اور یہ بداہتہً باطل ہے اور یہ بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے۔[1]

امام غزالی کی اس تقریر سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سورۂ توبہ: ۱۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین صرف ایک جماعت پر لازم کیا ہے اور تمام مسلمانوں پر تفقہ فی الدین حاصل کرنا لازم نہیں کیا ورنہ وہی حرج لازم آتا جس کا امام غزالی نے ذکر کیا ہے اور وہ جماعت مجتہدین کی جماعت ہے۔ تفقہ فی الدین میں وسعت اور گہرائی اور گیرائی حاصل کرنا ان کی ذمہ داری ہے باقی تمام عام لوگوں پر صرف ان کی تقلید لازم ہے۔

ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب

ائمہ اربعہ میں سے ہر امام کے اصول اجتہاد الگ الگ اور باہم متضاد ہیں، انھوں نے نیک نیتی، اخلاص اور اپنے علم کے تقاضے سے کسی چیز کا صحیح حکم معلوم کرنے کے لیے وہ اصول وضع کیے، مثلاً جب مطلق اور مقید میں تعارض ہو تو امام شافعی مطلق کو مقید پر محمول کر دیتے ہیں، امام ابوحنیفہ اس صورت میں ہر ایک کو اپنے محل پر رکھتے ہیں، امام شافعی قرآن کے عموم اور اطلاق کی خبر واحد سے تخصیص جائز قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قران فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قران فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ امام شافعی کے نزدیک قرآن مجید حدیث کا اور حدیث متواتر قرآن مجید کے لیے ناسخ نہیں ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرآن مجید حدیث کے لیے اور حدیث متواتر قرآن مجید کے حکم کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے جبکہ امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول نہیں ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو امام ابوحنیفہ آپ کے قول کو مقدم کرتے ہیں اور امام شافعی آپ کے فعل کو مقدم کرتے ہیں، وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس لیے جو شخص مختلف ائمہ کی تقلید کرے گا وہ اپنے دینی اعمال میں تضاد کا شکار ہو گا مثلاً کسی مسئلہ میں مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کسی مسئلہ میں نہیں کرے گا بلکہ ایک ہی مسئلہ میں کبھی مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا۔ کبھی آثار صحابہ کو احادیث پر مقدم کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا کبھی کہے گا کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ گیا ہے اور کبھی کہے گا نہیں ٹوٹا اور بعض لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر عمل کرنے کے لیے اقوال مجتہدین میں سہارا تلاش کریں گے مثلاً عورت کو ہاتھ لگانے سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور خون نکلنے سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ اب فرض کیجئے ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہاتھ کو چھوا ہی تھا اور اس کا خون بھی نکل آیا تو دونوں اماموں کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ گیا لیکن وہ شخص وضو کی زحمت سے بچنے کے لیے کہتا ہے کہ کیونکہ احناف کے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ، المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۸۹ مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۲۲ ھ

نہیں ٹوٹتا، اس لیے بیوی کو ہاتھ لگانے سے حنفی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹا، اور چونکہ خون نکلنے سے شوافع کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے خون نکلنے سے شافعی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹا، درحقیقت یہ شخص امام ابوحنیفہ کا مقلد ہے نہ امام شافعی کا بلکہ یہ اپنی ہوائے نفس کا مقلد ہے اور قانونی امور میں اور زیادہ مشکلات پیش آئیں گی۔ ایک حنفی شخص کوئی جرم کرنے کے بعد فقہ شافعی کے قانون سے اپنے آپ کو آزاد کرالے گا اور سزا سے بچ جائے گا اور شافعی شخص جرم کرکے فقہ حنفی کے قانون سے اپنے آپ کو بچالے گا، مثلاً ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یتیم کے مال پر زکوٰۃ ہے اور احناف کے نزدیک نہیں ہے اب کسی شافعی شخص نے یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو وہ حنفی فقہ سے اپنے آپ کو بچالے گا۔ اسی طرح چوری کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے اور ایک مسلک کا مقلد چوری کرکے دوسرے مسلک کی فقہ سے اپنے آپ کو بچالے گا۔ اس طرح شریعت اور قانون انسانی خواہشات کے تابع ہو جائیں گے بلکہ کوئی شخص کسی حکم کا مکلف نہیں رہے گا کیونکہ جب اس پر کوئی چیز واجب ہوگی تو وہ دوسری فقہ سے اس وجوب کو ساقط کردے گا اور جب اس پر کوئی چیز حرام ہوگی تو وہ دوسرے مجتہد کے قول سے اس کو حلال کرلے گا اور انسان شریعت اور قانون دونوں سے آزاد ہو جائے گا اس لیے ضروری ہے کہ انسان ایک امام کی تقلید کرے اور ایک شخص کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید ناجائز اور تقلید شخصی واجب ہے۔

تقلید شخصی پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات

ہم یہ بات واضح کرچکے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ، احادیث متعارضہ میں وجہ ترجیح اور قرآن و حدیث میں ایک لفظ کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کی دلیل شرعی سے تعیین نہ کرسکتا ہو، اس کے لیے مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے اور کسی ایک امام کی تقلید کرنے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے کسی اور امام کی کسی مسئلہ میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی مذہب معین کا التزام کرلیا اور پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے کسی اور مذہب کے عالم کے فتویٰ پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے۔ وہ مجتہد ہے نہ مقلد اور وہ بغیر عذر شرعی کے ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے، اور یہ چیز بالاتفاق مذمت ہے، شیخ نجم الدین کے کلام کا یہی خلاصہ ہے۔ نیز لکھتے ہیں:

امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ پہلے کوئی شخص کسی چیز کو حرام یا واجب اعتقاد کرے اور پھر اس کو غیر حرام یا غیر واجب اعتقاد کرے تو یہ اصلاً جائز نہیں ہے، مثلاً پہلے کوئی شخص پڑوس کی بناء پر شفعہ کا مطالبہ کرے، (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور جب اس پر پڑوس کی وجہ سے شفعہ ہو تو کہے یہ ثابت نہیں ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اسی طرح نبیذ پینے، شطرنج کھیلنے یا بھائی کے ساتھ دادا کی میراث کے تقسیم کرنے کے اختلافی مسائل میں کبھی ایک پہلو اختیار کرے اور کبھی محض اپنی خواہش سے دوسرا پہلو اختیار کرے، یہ شخص محض اپنی خواہش کا پیروکار ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے[1] (اور یہی تقلید شخصی ہے)۔

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاوی ج ۲۰ ص ۲۲۱ - ۲۲۰ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز سعودی عربیہ

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حمدان نے بیان فرمایا ہے کہ جو کسی مذہب کا التزام کرلے وہ اگر بغیر دلیل، بغیر تقلید یا بغیر عذر شرعی کے اس مذہب کی مخالفت کرے تو اس پر انکار کیا جائے گا۔ (یعنی یہ امر ناجائز ہے اور یہ بعینہ تقلید شخصی ہے) شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حمدان کی اس عبارت میں اس پر دلیل ہے کہ کسی امام کے مقلد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دلیل کی وجہ سے یا عذر شرعی، یا کسی اور امام کی تقلید کی وجہ سے اپنے امام کی مخالفت کرے اور یہ بات باعث مذمت نہیں ہے [1]

اسی بحث میں شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ کیا عام آدمی پر کسی مذہب معین کی تقلید واجب ہے یا یہ طور کہ وہ اس مذہب کے بیان کردہ تمام واجبات اور رخصتوں پر عمل کرے؟ امام احمد، امام شافعی اور جمہور کے اس میں دو قول ہیں، ایک فریق کہتا ہے کہ واجب ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ واجب نہیں ہے اور جو عوام پر کسی مذہب معین کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب تک ایک شخص کسی مذہب معین کا مقلد ہے اس کے لیے اس کو چھوڑنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس پر ظاہر ہو جائے کہ دوسرا مذہب اس مذہب سے راجح ہے [2] (تقلید شخصی اس سے زائد نہیں ہے)۔ اسی سلسلے میں شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص پر دلائل سے یہ واضح ہو جائے کہ دوسرے امام کا مذہب راجح ہے تو اس مذہب کو اختیار کرنے میں اس کو ثواب ملے گا بلکہ جب اس پر منکشف ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل فلاں امام کے مذہب میں ہے تو اس امام کے مذہب کو قبول کرنا واجب ہے [3]

نیز شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور یہ چیز تمام ائمہ مسلمین کے درمیان اتفاقی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا، اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جن وانس پر واجب ہے اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے، ظاہر ہو یا باطن، لیکن چونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے، اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان کو یہ احکام بتلا سکیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں، پس مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ عام لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وسیلہ، واسطہ اور رہنما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے [4]

---

[1] ۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۱ مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز سعودی عربیہ

[2] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۲ 〃 〃 〃

[3] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۳ 〃 〃 〃

[4] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۴-۲۲۳ 〃 〃 〃

اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی مثال بیان کی ہے کہ کس طرح ایک مسئلہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر کھل گیا تھا جب کہ حضرت داؤد پر وہ مسئلہ اس طرح نہیں منکشف ہوا تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:
جس شخص پر کسی مسئلہ میں حق واضح ہو جائے اس کے باوجود وہ اپنی عادت پر جما رہے تو یہ چیز باعث مذمت ہے اور جو لوگ قرآن اور حدیث سے (براہ راست) احکام نہیں حاصل کر سکتے اور وہ ان مسائل میں ان ائمہ اور مجتہدین کی اتباع کرتے ہیں جن سے زیادہ کسی اور کے اقوال ان کے نزدیک راجح نہیں ہیں تو ان کا یہ فعل لائق ستائش اور موجب ثواب ہے (اور یہی تقلید شخصی ہے) اور جو لوگ قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کرنے پر قادر ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے، امام احمد، اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور امام محمد بن حسن نے لکھا ہے کہ اس کے لیے مطلقاً تقلید جائز ہے [1]۔

شیخ ابن تیمیہ کی ہم نے جس قدر عبارات پیش کی ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ عام آدمی کے حق میں تقلید شخصی واجب ہے کیونکہ اگر وہ کسی ایک امام کی تقلید نہیں کرے گا تو ہوائے نفس کا شکار ہو جائے گا۔
تقلید کی بحث کے شروع میں شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ہر شخص پر واجب نہیں ہے کہ وہ کسی خاص امام کی تقلید کرے ان کا یہ قول مطلقاً تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی وہ یہ لکھتے ہیں کہ البتہ جو شخص کسی خاص امام کے بیان کردہ مسائل کے سوا احکام شرعیہ کو نہ جان سکتا ہو اس کے لیے اس خاص مذہب کی اتباع جائز ہے [2]۔ اس لیے غلط بحث سے احتراز کیا جائے۔

کن صورتوں میں مقلد دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟

علامہ سیوطی نے بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے: اختلاف امتی رحمۃ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" [3] علامہ مناوی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اصول اور عقائد میں اختلاف جائز نہیں ہے اور احکام فرعیہ میں اختلاف رحمت ہے کیونکہ اس اختلاف کی بنا پر یہ ممکن ہے کہ ایک امام کا مقلد ضرورت کے وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرے، علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔

ا۔ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو راجح گمان کر کے اس امام کے مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (جیسے امام طحاوی شافعی مذہب کو چھوڑ کر حنفی ہو گئے) یہ صورت جائز ہے۔
ب۔ دوسرے امام کے کسی مسئلہ فرعیہ کو دلیل سے راجح خیال کر کے اس مسئلہ کو اختیار کر لیتا ہے، یہ بھی جائز ہے۔
ج۔ مقلد کو دوسرے کسی امام کے قول میں ایسی رخصت ملتی ہو جو اس کے امام کے یہاں نہیں ہے اور وہ کسی ضرورت کی وجہ سے اس امام کے قول پر عمل میں مجبور ہو یہ بھی جائز ہے۔ (جیسے مفقود الخبر کے مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب پر عمل کرنا)۔
د۔ محض آسانی کی وجہ سے دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا چاہتا ہو، یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی خواہش کا متبع ہے دین کا متبع

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی الحنبلی المتوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۵، مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز سعودیہ عربیہ۔
[2] ″ ″ ″ ″ ″ مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۰۹
[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الجامع الصغیر مع فیض القدیر ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۱ھ۔

نہیں ہے (مثلاً حنفی کا وضو خون نکلنے سے ٹوٹ گیا ہو تو وہ وضو کی مشقت سے بچنے کے لیے شافعی مذہب پر وضو نہ کرے)۔

(ح)۔ آسانی اور سہولت کی وجہ سے دوسرے ائمہ کے اقوال پر بکثرت عمل کرنا، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

(ط)۔ دو اماموں کے قول سے ایسی حقیقت مرکب ہو جو بالاجماع ناجائز ہے۔ (مثلاً ایک شخص عورت کو ہاتھ لگائے اور اس کا خون نکل آئے لیکن وہ شافعی اور حنفی مذہب کو جمع کر کے وضو نہ کرے)۔

(ی)۔ ایک ہی مسئلہ میں کبھی ایک امام کے قول پر اور کبھی دوسرے کے قول پر عمل کرے مثلاً پڑوسی پر شفعہ کرنے کے لیے احناف کے قول پر عمل کرے اور جب اس پر پڑوسی کی بناء پر شفعہ ہو تو کہے میں شافعی ہوں۔[1]

علامہ علائی حنفی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے قرض لینا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسی جنس کی اتنی ہی چیز لے لے۔ اور امام شافعی کے نزدیک دوسری جنس سے بھی اتنی چیز لینا جائز ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ اس میں زیادہ وسعت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل کیا جا سکتا ہے۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ: علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے دوسری (خلاف) جنس سے بھی لینا جائز ہے اور اس قول میں وسعت ہے پس اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ ہرچند کہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت انسان دوسرے مذہب کے قول پر عمل کرنے میں معذور ہے۔ اسی طرح زاہدی میں ہے۔ علامہ شامی ایمال الافکار کی شرح قدوری کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک آج کل اسی پر فتویٰ ہے کہ جب وہ دوسرے کے مال سے اپنا قرض لینے پر قادر ہو تو وہ لے سکتا ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو۔[3]

علامہ مناوی شافعی، علامہ سبکی شافعی، حافظ العراقی ابن صلاح شافعی، علامہ نووی شافعی (ان کے حوالے اس سے پہلے گذر رہے ہیں) علامہ علائی حنفی، صاحب المجتبیٰ حنفی، علامہ قہستانی حنفی، علامہ زاہدی حنفی اور علامہ شامی حنفی ان سب کے نزدیک ضرورت کی بنا پر ایک مقلد دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتا ہے۔

فقہ حنفی کی ترجیح

فقہ حنفی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس فقہ میں سب سے زیادہ احتیاط ہے اور یہ خدا خوفی کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک قطرہ بھی کسی عورت کا دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ پانچ قطرے پینے کے بعد رضاعت ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح امام شافعی چار دنوں تک قربانی کی اجازت دیتے ہیں جبکہ امام ابو حنیفہ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہیں دیتے اور اسی میں احتیاط ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں متعدد اور مختلف احادیث وارد ہوں تو باقی ائمہ کسی ایک حدیث پر عمل کر کے باقی احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ ان مختلف احادیث میں تطبیق دے کر سب حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً بعض احادیث میں ہے کہ جس کو نماز کی رکعات میں تردد اور شک ہو وہ نماز دوبارہ پڑھے بعض میں ہے غور کرے اور جس طرف ظن غالب ہو اس پر عمل کرے اور بعض میں ہے کہ جب مثلاً دو اور تین

[1] علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۱ھ۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۱ ص ۲۷۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۲۷۷

رکعت میں شک ہو تو ان کو دو رکعت (یعنی کم از کم رکعات جو یقینی ہیں) قرار دے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں ایسا شخص ہمیشہ دوبارہ نماز پڑھے، ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کم والی جانب کو اختیار کرے۔ کسی امام نے ایک حدیث پر عمل کیا کسی نے دوسری پر اور کسی نے تیسری پر۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اگر پہلی بار شک واقع ہو تو دوبارہ نماز پڑھ لے اور اگر بار بار شک واقع ہوتا ہو تو غور کرے اگر غور کرنے سے کوئی جانب ترجیح پا جائے تو اس پر عمل کرے ورنہ جتنی رکعات کم از کم ہیں اتنی رکعات قرار دے، تیسری خصوصیت یہ ہے کہ باقی ائمہ اقوال صحابہ کو اہمیت نہیں دیتے اور امام ابوحنیفہ مختلف احادیث میں اقوال صحابہ کو فیصل مان کر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ درجات اور مراتب کا اعتبار کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں احادیث کو مؤخر کر دیتے ہیں اور اگر تطبیق دیں تو قرآن مجید پر عمل کو فرض اور حدیث پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی نہی کو حرام اور حدیث کی نہی کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح احادیث کے مقابلہ میں اقوال صحابہ کو مؤخر کر دیتے ہیں۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احکام میں بہت زیادہ باریک بینی، دقت نظری، درجہ بندی اور وسعت سے کام لیا ہے جو باقی ائمہ میں نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض اور واجب اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی الگ الگ حکم ہیں جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ فقہ حنفی میں دستوری اساس بننے کی صلاحیت باقی ائمہ کی فقہ سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی صدیوں تک اسلامی مملکتوں کا قانون اور دستور بنی رہی مثلاً سلطنت بنو عباس جو دنیا کے تین بڑے خطوں افریقہ، یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی اس کا دستور اور قانون یہی فقہ تھی، اس کے بعد صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دستور یہی فقہ رہی برصغیر میں افغانستان، ماوراء النہر اور ہندوستان میں مسلمانوں کی ریاستوں میں اسی فقہ کا قانون چلتا تھا، ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ فقہ حنفی کے پیروکار ہر عہد میں مسلمانوں کی دو تہائی سے زیادہ اور غالب اکثریت میں رہے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی باقی امتوں سے زیادہ ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مقلدین باقی ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک سو بیس صفوں میں سے اسی صفیں میری امت کی ہوں گی اور ان اسی صفوں میں دو تہائی اکثریت ان شاء اللہ احناف کی ہو گی۔ آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ احناف میں جس قدر اولیاء اللہ کا ظہور ہوا کسی اور امام کے مقلدین میں اتنے اولیاء اللہ نہیں ہوئے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت شقیق بلخی، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت معروف کرخی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت داؤد طائی، حضرت ابو حامد لفاف، حضرت خلف بن ایوب، حضرت وکیع بن جراح، حضرت ابوبکر وراق، حضرت حاتم اصم، حضرت محمد شاذلی، حضرت علی ہجویری، حضرت پیران حسین زنجانی، حضرت معین الدین اجمیری، خواجہ بختیار کاکی حضرت شاہ ابو المعالی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ وقدس اسرارہم یہ سب حنفی تھے ان کے علاوہ اور بہت اولیاء اللہ ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ نویں خصوصیت یہ ہے کہ تمام ائمہ اور مجتہدین امام ابوحنیفہ کے فیض یافتہ ہیں امام مالک نے فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ سے فیض حاصل کیا، امام شافعی، امام اعظم کے شاگرد امام محمد کے شاگرد تھے امام احمد بن حنبل نے بھی امام اعظم کے علوم سے فائدہ اٹھایا۔ اسی لیے امام شافعی کہا کرتے تھے کہ: "الفقهاء كلهم عيال ابي حنيفة" (تمام فقہاء ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ باقی ائمہ امام اعظم کے سامنے اپنے موقف کو ترک کر دیتے تھے۔

تھے چنانچہ جب امام شافعی امام اعظم کے مزار پر جاتے تو قنوت نازلہ پڑھتے نہ رفع یدین کرتے۔

مذہب احناف کی ترجیح مخالفین کو بھی مسلم ہے: نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں: وہ مذاہب مشہورہ جن کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور اہل اسلام کا ان کی صحت پر اتفاق ہے چار مذاہب ہیں جو چار رجال اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ان مذاہب میں سب سے زیادہ حق اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب باقی مذاہب میں کتاب وسنت کی کثرت معرفت، علم الاحکام میں رائے کی صحت، استنباط مسائل میں رائے کی قوت اور پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے اور جو شخص کسی مذہب معین کی تقلید کرے اس پر لازم ہے کہ اس طرح گمان کرے کہ اس کا مذہب صحیح ہے لیکن خطا کا احتمال رکھتا ہے اور مخالف کا مذہب غلط ہے اور صحت کا احتمال رکھتا ہے[1]۔

تقلید پر سوالات اور ان کے جوابات

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ سے علم وفضل میں صحابہ کرام بدرجہا افضل تھے تو پھر صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسے اصول وضع نہیں کیے جو تمام جزئیات اور حوادث کے لیے کافی ہوتے اور تمام مسائل فرعیہ کو محیط ہوتے اور تمام تفاصیل کو شامل ہوتے کیونکہ انھوں نے قواعد کی اساس اور ان کے لیے اصول مہیا کیے اور تفریعات اور تفصیلات کے لیے انھیں موقع نہ مل سکا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان بعض مسائل میں حضرت ابوبکر کی تقلید کرتے تھے اور بعض مسائل میں حضرت عمر کی کیونکہ حضرت ابوبکر کے اصول تمام جزئیات کے لیے کافی تھے نہ حضرت عمر کے اور اس زمانہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب تمام جزئیات اور حوادث اور تمام تفریعات اور تفصیلات کے لیے کافی اور وافی ہیں اور جب بھی کوئی حادثہ یا واقعہ ہوگا ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے مذہب میں اس کے لیے راہنما اصول موجود ہوں گے۔

دوسرا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسے جامع اصول اور قواعد کیوں نہیں وضع کیے اور تمام جزئیات اور تفریعات کے لیے احکام کیوں نہیں مدون کیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو صحابہ کرام زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو انھیں ملک کے اندر اور باہر فتنوں کا سامنا تھا۔ حضرت عمر اسلامی فتوحات کو وسیع کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت عثمان نے بھی فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھایا حضرت علی داخلی جنگوں میں مصروف رہے ثانیاً صحابہ کرام کے دور میں اس قدر کثرت سے مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے نہ نئی نئی جزئیات اور تفصیلات سامنے آتی تھیں اس وجہ سے ان کے دور میں شریعت کو مدون کرنے کا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے کہ انھوں نے تقلید سے منع کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے مطلقاً تقلید سے منع نہیں کیا ان کا تقلید سے منع کرنا حسب ذیل امور میں ہے۔

(۱) ضروریات دینیہ یعنی دین کے بنیادی عقائد میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

---

[1] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ ابجد العلوم ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۴۰۳ھ۔

(۲)۔ جو احکام شرعیہ تواتر اور بداہت سے ثابت ہوں ان میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

(۳)۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے وہ صریح احکام جو قطعی الدلالۃ ہیں (مثلاً صوم وصلوٰۃ کی فرضیت، پانچ نمازیں، ایک ماہ کے روزے، مقدار نصاب زکوٰۃ، عدد رکعات وغیرہ) جن کا کوئی معارض بھی نہیں ہے ان احکام میں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ حقیقت ایک بار پھر پیش نظر رہنی چاہیے کہ تقلید صرف اس غرض سے کی جاتی ہے کہ قرآن اور حدیث میں اگر ایک لفظ کے متعدد معانی ہوں تو کسی ایک معنی کی تعیین کے لیے اپنے ذہن کی بجائے کسی مجتہد کے فہم پر اعتماد کیا جائے یا اگر قرآن مجید کی آیات میں یا احادیث میں تعارض ہو تو کسی ایک آیت یا حدیث کو عمل کے لیے متعین کرنے میں اپنی عقل کی بجائے مجتہد پر اعتماد کیا جائے اور یا جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا قرآن اور حدیث میں واضح حل نہ ہو تو قرآن اور حدیث سے خود اس کا حل تلاش کرنے کے بجائے مجتہد کے استنباط کردہ حل کو قبول کر لیا جائے۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کسی کے نزدیک بھی مجتہد معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں ہے بلکہ اس کے ہر اجتہاد میں غلطی کا امکان موجود ہے اور اگر ایک متبحر عالم کو اپنے امام کے کسی قول کے خلاف کوئی صحیح (صریح اور غیر معارض) حدیث علم یقینی کے ساتھ مل جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے۔

عام مسلمانوں کا بغیر تقلید کے گذارہ نہیں ہے!

جو حضرات تقلید کے مخالف ہیں عملاً وہ خود بھی تقلید کرتے ہیں، کیونکہ غیر مقلد حضرات کا ہر فرد عالم اور مجتہد نہیں ہوتا اور جو عالم ہیں وہ بھی ہر مسئلہ میں قرآن و حدیث کے پورے ذخیرے کی طرف رجوع نہیں کرتے ان میں سے جو عالم نہیں ہیں وہ غیر مقلد علماء سے پوچھ کر ان کی تقلید کرتے ہیں، اسی سبب سے غیر مقلد علماء کے فتاویٰ چھپے ہوتے ہیں جن میں اوّل تو ہر مسئلہ کی دلیل نہیں بیان کی گئی اور اگر ہو بھی تو عام آدمی اس کا کیسے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان کی بیان کی ہوئی دلیل صحیح ہے یا غلط وہ تو صرف اپنے علماء کے علم اور فہم پر اعتماد کر کے ان کے قول پر عمل کرتا ہے اور اسی کا نام تقلید ہے۔!

رہے غیر مقلد علماء تو وہ انصاف سے بتائیں کہ کیا وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں قرآن و حدیث کے تمام ذخائر کو کھنگا لتے ہیں یا اس کے بجائے وہ اپنے متقدمین علماء کی کتابوں کو دیکھتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ حنفی یا شافعی مسلک کی کتابوں کی بجائے شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن حزم، شیخ ابن قیم اور قاضی شوکانی وغیرہ کی کتابوں کو دیکھتے ہیں اور یہ بھی گنے چنے علماء غیر مقلدین کا کام ہے ورنہ عام غیر مقلد علماء تو فتاویٰ نذیریہ اور فتاویٰ ثنائیہ سے ہی کام چلا لیتے ہیں۔

جو حضرات براہ راست قرآن اور حدیث سے مسائل نکالنے پر زور دیتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی اہمیت اور خصوصیت کا انکار کرتے ہیں بلکہ تقلید کو شرک کہتے ہیں انہیں شیخ ابن تیمیہ کی یہ عبارت ضرور پڑھنی چاہیے:

"انسانوں اور جنات میں سے ہر ایک پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت واجب ہے اور ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال جانتے اور حرام کردہ کو حرام جانتے اور ان کے واجب کردہ کو واجب مانتے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت

سے احکام ایسے ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے لوگ اس معاملے میں ایسے عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انھیں اللہ اور رسول کے احکام بتا سکے اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کی منشاء اور مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ لہذا مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ دراصل لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین وسیلے اور رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں جو لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے ان احادیث کے معانی اور احکام بیان کرتے ہیں اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی خاص عالم کو ایسے علم اور فہم سے نوازتا ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہوتا" [1]۔

اس عبارت کے بعد تقلید پر طعن یا اس کے انکار کی کیا گنجائش ہے۔؟

بَابُ ۳۵۱ مَا يُنْدَبُ لِلْمُحْرِمِ وَغَيْرِهِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَابِّ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ

محرم اور غیر محرم کے لیے حرم اور غیر حرم میں جن جانوروں کا مارنا جائز ہے

۲۷۵۷ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ مِقْسَمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرْبَعٌ كُلُّهُنَّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحِدَأَةُ وَالْغُرَابُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ قَالَ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ أَفَرَأَيْتَ الْحَيَّةَ قَالَ تُقْتَلُ بِصُغْرٍ لَهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار جانور فاسق (موذی) ہیں جن کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے (چیل، کوا، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ میں نے قاسم سے کہا اور سانپ کے متعلق بتلائیے۔ انھوں نے کہا اس کو اس کی ذلت کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

۲۷۵۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں جنھیں حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے، سانپ، سیاہ اور سفید رنگوں والا کوا، چوہا، کاٹنے والا کتا اور چیل۔

---

[1] شیخ احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۴۔۲۲۳، مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز ملک السعودیہ۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْحُدَيَّا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں جنھیں حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے، بچھو، چوہا، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۵۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۷۶۰- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں جن کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے، چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۱- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

اسی سند سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فاسق (موذی) جانوروں کو حرم میں اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۶۲- وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ خَمْسٍ فَوَاسِقَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ ابْنِ زُرَيْعٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور کل کے کل فاسق ہیں۔ انھیں حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا، بچھو اور چوہا۔

۲۷۶۳- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ.

۲۷۶۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فِي الْحُرُمِ وَالْإِحْرَامِ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حرم اور حالت احرام میں قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ چوہا، بچھو، کوا، چیل اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۵ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَتْ حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ الْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور کل کے کل فاسق ہیں جن کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بچھو، کوا، چیل، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ فَقَالَ أَخْبَرَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ أَوْ أُمِرَ أَنْ يُقْتَلَ الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْغُرَابُ.

زید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ محرم کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی ایک نے خبر دی ہے کہ آپ نے حکم دیا ہے کہ چوہے، بچھو، چیل کاٹنے والے کتے اور کوے کو قتل کر دیا جائے۔

۲۷۶۷ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ

زید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ محرم کن جانوروں

ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا يَقْتُلُ الرَّجُلُ مِنَ الدَّوَابِّ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ قَالَ حَدَّثَتْنِي إِحْدٰى نِسْوَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكَلْبِ الْعَقُورِ وَالْفَأْرَةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابِ وَالْحَيَّةِ قَالَ وَفِي الصَّلٰوةِ أَيْضًا.

کو قتل کرسکتا ہے؟ انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی ایک نے خبر دی ہے کہ آپ نے کاٹنے والے کتے، چوہے، بچھو، چیل، کوے اور سانپ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میں بھی ان کو قتل کر دیا جائے۔

۲۷۶۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنے میں محرم کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۹ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَاذَا سَمِعْتَ ابْنَ عُمَرَ يُحِلُّ لِلْحَرَامِ قَتْلَهُ مِنَ الدَّوَابِّ فَقَالَ لِي نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي قَتْلِهِنَّ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کیا تم نے حضرت ابن عمر سے ان جانوروں کے بارے میں کچھ سنا ہے جن کو محرم قتل کر سکتا ہے؟ نافع نے کہا حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۷۰ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ ابْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ جَمِيعًا عَنْ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ كُلُّ

امام مسلم نے متعدد اسانید بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان اسانید سے بھی نافع نے حضرت ابن عمر سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَابْنِ جُرَيْجٍ وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا ابْنُ جُرَيْجٍ وَحْدَهُ وَقَدْ تَابَعَ ابْنَ جُرَيْجٍ عَلَى ذٰلِكَ ابْنُ إِسْحَاقَ۔

۲۷۷۱- وَحَدَّثَنِيهِ فَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ فِي قَتْلِ مَا قُتِلَ مِنْهُنَّ فِي الْحَرَمِ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حرم میں قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۲۷۷۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى ابْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ حَرَامٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيهِنَّ الْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى بْنِ يَحْيَى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حالت احرام میں قتل کرنا گناہ نہیں ہے۔ ان میں بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل ہے۔

موذی جانوروں کی تعداد

حدیث نمبر ۲۷۵۴ میں چار موذی جانوروں کا ذکر ہے، چیل، کوا، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ اور حدیث نمبر ۲۷۵۸ میں پانچ جانوروں کا ذکر ہے جن میں ایک سانپ ہے اور حدیث نمبر ۲۷۵۹ میں بھی پانچ موذی جانوروں کا ذکر ہے جن میں سانپ کی جگہ بچھو کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ موذی جانور جن کو حرم یا غیر حرم میں قتل کیا جائے گا ان کی تعداد چھ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابو عوانہ نے مستخرج میں ہشام کی سند سے چھ موذی جانوروں

کا ذکر کیا ہے اور اس میں سانپ سمیت چھ جانور ذکر کیے ہیں۔[1]

موذی جانوروں کو قتل کرنے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان چھ موذی جانوروں کو حرم، غیر حرم اور حالت احرام میں قتل کرنا جائز ہے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس جانور میں ان کی صفت ہو اس کو قتل کرنا بھی محرم کے لیے جائز ہے پھر صفت کے تعین میں اختلاف ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ صفت یہ ہے کہ اس جانور کا کھانا حلال نہ ہو۔ لہٰذا جس جانور کا کھانا حلال نہیں ہے اس کو محرم قتل کر سکتا ہے اور اس کا کوئی فدیہ نہیں ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ صفت ایذاء ہے لہٰذا محرم کے لیے ہر موذی جانور کو قتل کرنا جائز ہے اور کلب عقور (کاٹنے والا کتا) کی تفسیر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام اور معروف کتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چیرنے پھاڑنے والا کتا ہے۔[2]

علامہ ابن قدامہ نے خرقی حنبلی سے نقل کیا ہے کہ محرم چیل، کوّے، چوہے، بچھو اور کاٹنے والے کتے کو قتل کر سکتا ہے، اسی طرح ہر اس جانور کو قتل کر سکتا ہے جو اس پر حملہ آور ہو یا اس کو ایذاء دے۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے صرف غراب البقع (وہ کوا جس کی پیٹھ اور پیٹ سفید ہو) کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ صحیح مسلم میں غراب البقع کا ذکر ہے لیکن متعدد احادیث میں مطلقاً غراب (کوّے) کا ذکر آیا ہے اس لیے علامہ ابن قدامہ نے اس قید کو قید اتفاقی قرار دیا ہے۔[3]

موذی جانوروں کے قتل میں احناف کا مذہب

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر محرم پر درندہ حملہ کرے تو وہ اس کو قتل کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ موذی جانوروں کا استثناء کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا پانچ فاسق جانور ہیں جن کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے اور دوسری حدیث میں ہے کہ محرم سانپ، بچھو، چوہے، چیل، کوّے اور کاٹنے والے کتے کو قتل کر دے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے اور اگر غیر محرم ان جانوروں کو حرم میں قتل کر دے تو اس پر بھی کوئی فدیہ نہیں ہے، کیونکہ ان جانوروں کا قتل مطلقاً مباح ہے۔ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے محرم کو شکار سے منع کیا ہے حدیث اس کے ساتھ بمنزلہ ملحق اور بیان ہے، البتہ ان پانچ جانوروں کے سوا جو دوسرے درندے ہیں جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا اگر محرم ان کو ابتداءً قتل کر دے تو ہمارے نزدیک اس پر فدیہ ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ جانوروں کا اس لیے استثناء کیا ہے کہ ان کی طبیعت میں ایذاء ہے اور جس جانور کی طبیعت میں بھی ایذاء ہو وہ ان پانچ جانوروں کے حکم میں ہے اور قرآن مجید کی نص سے مستثنیٰ ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "موذی جانوروں کے سوا شکار نہ کرو" اور جب نص اس معنی میں ہو تو از روئے نص صرف ان جانوروں کا شکار ممنوع ہو گا جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا اور جو غیر موذی ہیں، ایک اور دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

لہب کے بیٹے کے لیے دعا ضرر کی تو فرمایا اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط کر دے تو اسے شیر نے پھاڑ کھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کاٹنے والے کتے کا جو استثناء فرمایا ہے وہ شیر کو بھی شامل ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا تقتلوا الصید و انتم حرم "حالت احرام میں شکار کو قتل نہ کرو"۔ اور شکار کا لفظ تمام وحشی جانوروں کو شامل ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کی ہے کہ مستثنیٰ پانچ جانور ہیں اور یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ پانچ کے علاوہ باقی جانوروں کو بدستور اور روئے نص قرآن قتل کرنا حرام ہے اور اگر علت ایذاء کی بناء پر باقی جانوروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ کے عدد کے تخصیص کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، پھر ان پانچ کے علاوہ باقی جانوروں میں ایذاء کی صفت نسبتاً کم ہے۔ کیونکہ ان پانچ جانوروں کی طبیعت میں ایذاء کے ساتھ ابتداء کرنا داخل ہے اور باقی جانور اس وقت تک ایذاء میں پہل نہیں کرتے جب تک ان کو ایذاء نہ دی جائے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک نے اس مسئلہ میں قیاس اور رائے سے کام لے کر تمام درندوں کے قتل کو جائز قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ نے عبارت حدیث کی صراحت کے مقابلہ میں قیاس اور رائے کو ترک کر دیا ہے اور جن پانچ جانوروں کے لیے حدیث میں قتل کی اجازت ہے اس اجازت کو انہیں پانچ جانوروں میں منحصر رکھا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نص کے مقابلہ میں کبھی قیاس اور رائے سے کام نہیں لیتے، حیرت ہے کہ اس کے باوجود مخالفین احناف کو اصحاب الرائے کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

کوّے اور کتے وغیرہ کو فاسق کہنے کی وجہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان جانوروں کو فاسق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں فسق خروج کو کہتے ہیں اور گناہ گار کو فاسق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت سے نکل جاتا ہے اور یہ جانور بھی ایذاء پہنچانے اور فساد پھیلانے کی وجہ سے عظیم چوپایوں سے نکل گئے اور ایک قول یہ ہے کہ حرم اور غیر حرم میں جانوروں کے قتل کی حرمت کے حکم سے یہ جانور نکل گئے اس لیے ان کو فاسق کہتے ہیں۔[2]

علامہ کرمانی ان جانوروں کا فسق بیان کرتے ہوئے علامہ نووی کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کوا اونٹ کی پشت اور آنکھوں میں ٹھونگیں مارتا ہے اور لوگوں کا کھانا اچک کر لے جاتا ہے۔ چیل گوشت اچک کر لے جاتی ہے، بچھو ڈنک مارتا ہے، چوہا کھانا چراتا ہے، اس کو خراب کرتا ہے اور کپڑے کاٹتا ہے۔ چراغ سے بتی نکال لیتا ہے جس سے پورا گھر جل جاتا ہے اور کاٹنے والا کتا لوگوں کو زخمی کرتا ہے۔[3]

عام کوّے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق

اس باب کی احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ سیاہ رنگ کا یہ عام کوا جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اس کا کھانا حرام ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۹۱۔۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، شرح البخاری للکرمانی ج ۹ ص ۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۱ھ

من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا واللہ ماھو من الطیبات[1] "کوے کو کون کھا سکتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فاسق فرمادیا ہے، بخدا! وہ حلال جانوروں میں سے نہیں ہے"۔

بعض علماء نے اس عام کوے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق نہیں کیا اور وہ زاغ کی حلت سے اس عام کوے کی حلت پر استدلال کرتے ہیں اس لیے ہم اس فن کے مستند علماء کے حوالوں اور فقہاء اسلام کی عبارات سے یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ زاغ اور چیز ہے اور یہ عام کوا اور چیز ہے اور زاغ کی حلت سے عام کوے کی حلت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ دمیری زاغ کی تعریف میں لکھتے ہیں: زاغ کووں کی قسم میں سے ایک پرندہ ہے اور اس کو غراب زرع (کھیتوں کا کوا) کہتے ہیں۔ یہ سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور عام کوے سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی چونچ اور پیر سرخ ہوتے ہیں اس کو غراب زیتون بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ زیتون کو کھاتا ہے اس کی شکل لطیف ہوتی ہے اور دیکھنے میں اچھا لگتا ہے[2]۔

عام کوے کے بارے میں علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ یہ دور دراز کا طویل سفر کرنے والا پرندہ ہے، اخروٹ شوق سے کھاتا ہے، گھوڑے، اونٹ اور آدمی کی آنکھ نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور روکنے اور مارنے سے رکتا نہیں ہے کچھوے کی پشت پر ٹھونگیں مارتا ہے اور اونٹ کی پشت پر ٹھونگیں مار مار کر زخمی کر دیتا ہے (الی قولہ) کوا جب بیمار ہو جاتا ہے تو انسان کے فضلات کھاتا ہے[3]۔

عام کوے کے بارے میں علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ کوا ایک ایسا جانور ہے جس کے افعال بھی خبیث ہیں اور ذائقہ بھی۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم اور غیر حرم میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے[4]۔ البتہ عام کوے سے ایک چھوٹا جانور ہے۔ جو کھیتوں میں پایا جاتا ہے اور دانہ دنکا کھاتا ہے مردار اور گندگی نہیں کھاتا اس کو غراب الزرع (کھیتوں کا کوا) اور زاغ کہتے ہیں اس کا حکم مستثنیٰ ہے اور فقہاء نے اس کے کھانے کو جائز قرار دیا ہے غراب الزرع یا زاغ عام کوے سے تین صفات میں ممتاز ہوتا ہے۔ ایک صفت یہ ہے کہ یہ کوا عام کوے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ یہ کوا کبوتر کی طرح آدمیوں سے مانوس ہوتا ہے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ اس کی چونچ اور پنجے سرخ ہوتے ہیں لہٰذا فقہاء کا حلال کردہ کوا وہ ہے جس میں یہ تین صفات پائی جائیں اور یہ عام سیاہ کوا ان صفات کا حامل نہیں ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب ہم غراب زرع یا زاغ کے بارے میں فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں:-

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

---

[1] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۲، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ
[3] علامہ ذکریا بن محمد بن محمود قزوینی، عجائب المخلوقات علی ہامش حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ
[4] علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ۔

وقد اتفق العلماء على اخراج الغراب الصغير الذی یاکل الحب من ذلک یقال له غراب الزرع ویقال له الزاغ وافتوا بجواز اکله فبقی ما عداه من الغربان ملتحقا بالابقع ۔[1]

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے خارج ہے اس کوّے کو غراب زرع اور زاغ کہا جاتا ہے اور علماء نے اس کے کھانے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کے علاوہ کوّے کی جتنی اقسام ہیں وہ سب ابقع (وہ کوا جس کا پیٹ اور پیٹھ سفید ہو) کے ساتھ لاحق ہیں، یعنی ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اما الغراب الزرعی الذی یلتقط الحب فهو طیب مباح لانه غیر مستخبث طبعا وقد یالف الآدمی کالحمام ۔[2]

البتہ غراب زرع جو دانہ کھاتا ہے وہ حلال اور مباح ہے کیونکہ وہ طبعاً خبیث نہیں ہے اور کبوتر کی طرح آدمی سے مانوس ہوتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

خرج الزاغ وهو اسود محمر المنقار والرجلین ویسمی غراب الزرع ۔[3]

کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے زاغ مستثنیٰ ہے یہ سیاہ رنگ کا پرندہ ہے۔ اس کوّے کی چونچ اور پنجے سرخ ہوتے ہیں اور اس کو غراب الزرع کہتے ہیں۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی نے بھی غراب زرع کی یہی علامت بیان کی ہے[4]
غراب الزرع کی ایک قسم وہ ہے جو دانہ اور مردار دونوں کھاتا ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں یہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے[5] بہرحال یہ عام سیاہ رنگ کا موذی کوا بہر حال حرام ہے کیونکہ اس میں غراب الزرع کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔

کوّے کی اقسام اور عقعق کا حکم

شیخ عثمانی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کوّے کی پانچ قسمیں ہیں اور غراب زرع کے علاوہ باقی اقسام فاسق اور موذی ہیں اور ان کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے اور یہ سیاہ رنگ کا عام کوا ان باقی اقسام میں داخل ہے اس لیے فاسق

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ
[3] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۲۸۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ
[4] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۲۸ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔
[5] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

قرار پایا اور جس جانور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمادیا اس کے حرام ہونے میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہوسکتا۔ شیخ عثمانی کی مکمل عبارت ہم نقل کر رہے ہیں۔ شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

وقد اتفق العلماء على اخراج الغراب الصغير الذي يأكل الحب من ذلك يقال له غراب الزرع ويقال له الزاغ وافتوا بجواز اكله فبقي ما عداه من الغربان ملتحقا بالابقع وانواع الغراب على ما في فتح الباري خمسة العقعق قال في القاموس هو طائر ابلق فيه سواد وبياض يشبه صوته العين والقاف والابقع في ظهره او بطنه بياض والغداف وهو المعروف عند اهل اللغة بالابقع ويقال له غراب البين لانه بان عن النوح عليه السلام واشتغل بجيفة حين ارسله ليأتي بخبر الارض والاعصم هو في رجله او جناحه او بطنه بياض او حمرة والزاغ ويقال له غراب الزرع وهو الغراب الصغير الذي يأكل الحب[1]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کوے کو قتل کرنے کے حکم سے وہ چھوٹا کوا مستثنیٰ ہے جو دانہ کھاتا ہے اس کو غراب زرع اور زاغ کہا جاتا ہے' اس کے کھانے پر جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے، اس کے علاوہ کوے کی جتنی قسمیں ہیں ان سب کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ فتح الباری کے مطابق کوے کی پانچ قسمیں ہیں ایک عقعق ہے قاموس میں لکھا ہے کہ یہ سفید اور سیاہ رنگ کا پرندہ ہے اس کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے اور دوسرا ابقع ہے جس کی پیٹھ اور پیٹ پر سفیدی ہے۔ تیسرا غداف ہے۔ اہل لغت اس کو ابقع کہتے ہیں اور اس کو غراب البین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جب نوح علیہ السلام نے اس کو زمین کی خبر لانے کیلئے بھیجا تو یہ ان سے علیحدہ ہوکر مردار کھانے میں مشغول ہوگیا۔ چوتھی قسم اعصم ہے یہ وہ ہے جس کی ٹانگ یا پیر یا پیٹ میں سفیدی یا سرخی ہو اور پانچویں قسم زاغ ہے اس کو غراب زرع بھی کہتے ہیں۔ یہ چھوٹا کوا ہے جو دانہ کھاتا ہے۔

شیخ عثمانی کی اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ زاغ اور غراب زرع ایک ہی چیز ہے، نیز اس سے پہلے ہم علامہ عسقلانی، علامہ سرخسی، اور ملا علی قاری کی عبارات سے بھی واضح کر چکے ہیں کہ زاغ اور غراب زرع ایک ہی چیز ہے' فقہاء نے عقعق کو بھی زاغ کے حکم میں قرار دیا ہے۔ یہ بھی عام کوے سے چھوٹا ہوتا ہے اور کائیں کائیں کی بجائے عقعق کہتا ہے۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ عقعق کبوتر کے برابر ہوتا ہے اس کے پر بڑے ہوتے ہیں اور شکل کوے کی طرح ہوتی ہے۔ پر کبوتر سے بڑے ہوتے ہیں، سفید اور سیاہ دو رنگ کا ہوتا ہے اور دم لمبی ہوتی ہے اور آواز عقعق ہوتی ہے اسی لیے اس کو عقعق کہتے ہیں۔[2] شیخ عثمانی نے عقعق کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی کا حاصل ہے۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں کہ عقعق کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دانہ اور گندگی ملا کر کھاتا ہے

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

[2] علامہ محمد بن موسیٰ دمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیاۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

ہے اس لیے مرغی کے مشابہ ہے اور امام ابو یوسف اس کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ یہ مردار کھاتا ہے [1]۔

شیخ عثمانی نے زاغ یا غراب زرع کے سوا کوے کی باقی اقسام کو حرام قرار دیا ہے اور فقہاء کی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق کے سوا کوے کی باقی اقسام حرام ہیں، یہ بات واضح رہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق دونوں اس عام کوے سے چھوٹے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خبیث چیزوں کو حرام فرمایا ہے: ویحرم علیہم الخبائث۔ (اعراف: ۱۵۷) "وہ رسول ان پر خبیث چیزوں کو حرام فرماتے ہیں" اور کوے کو خبیث ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ بابرتی [2] اور ملا علی قاری [3] نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے اور باقی چار جانوروں کو خبیث ہونے کی وجہ سے فاسق فرمایا۔ پس واضح ہوگیا کہ کوا خبیث جانور ہے۔ اور خبیث جانوروں کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہے لہٰذا کوا حرام ہے۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ کوے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمایا ہے اور قرآن مجید نے فاسق جانوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے کوا ازروئے قرآن حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق (انعام: ۱۲۱) "جن جانوروں پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے ان کو مت کھاؤ، یہ فاسق جانور ہیں"۔ علامہ عسقلانی نے بھی کوے کی حرمت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے [4]۔

احادیث سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت

کوے کے حرام ہونے پر صحاح ستہ کی وہ تمام احادیث دلیل ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو فاسق فرمایا ہے اور اس سے پہلے ہم سنن ابن ماجہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کر چکے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو فاسق فرما دیا تو پھر اس کو کون کھا سکتا ہے۔ بخدا! یہ حلال چیزوں سے نہیں ہے۔

فقہاء اسلام کے حوالوں سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت

علامہ سرخسی، علامہ عسقلانی، علامہ مرغینانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی کے حوالوں سے ہم بتلا چکے ہیں کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق کے سوا کوے کی تمام اقسام حرام ہیں۔ اس سلسلہ میں چند مزید حوالے پیش خدمت ہیں۔

شیخ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

---

[1]۔ علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر،

[2]۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3]۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۳۸۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔

[4]۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ۔

وقد اتفق العلماء على اخراج الغراب الصغير الذي يأكل الحب من ذلك ويقال له غراب الزرع وافتوا بجواز اكله فبقي ما عداه من الغربان ملحقا بالابقع۔[1]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہے، اس کو غراب زرع کہتے ہیں اور اس کے کھانے پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پس کوّوں کی باقی اقسام قتل کرنے کے حکم میں باقی ہیں۔

شیخ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وقد اتفق العلماء على اخراج الغراب الصغير الذي يأكل الحب من ذلك ويقال له غراب الزرع ويقال له الزاغ وافتوا بجواز اكله فبقي ما عداه من الغربان ملحقا بالابقع۔[2]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے کوّوں کو قتل کے حکم سے خارج ہے، اس کو غراب زرع اور زاغ کہتے ہیں اور اس کے کھانے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پس کوّوں کی باقی اقسام قتل کرنے کے حکم میں باقی ہیں۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں

وخرج الزاغ وهو اسود محمر المنقار والرجلين ويسمى غراب الزرع۔[3]

کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے صرف زاغ مستثنیٰ ہے یہ سیاہ رنگ کا جانور ہے اس کی چونچ اور پیر سرخ ہوتے ہیں اور اس کو غراب زرع کہتے ہیں۔

شیخ شبیر احمد عثمانی، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، شیخ ظفر احمد عثمانی اور شیخ خلیل احمد انبیٹھوی کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ زاغ (غراب زرع) کے علاوہ کوّوں کی تمام اقسام حرام ہیں اور یہ عام دیسی کوا جو کائیں کائیں کرتا پھرتا ہے۔ فاسق اور خبیث ہے اس کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے۔ اور اس کا کھانا حرام ہے۔

بعض علماء کا کوّے کو حلال کہنے میں تفرد

عام سیاہ کوا جس کو زاغ معروف بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید، احادیث، فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حرام ہے لیکن شیخ رشید احمد گنگوہی نے اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

سوال: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب۔

جواب: ثواب ہوگا فقط۔[4]

1۔ شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ، عون المعبود ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

2۔ شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ، اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۴۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

3۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

4۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۵۹۴ - مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔

شیخ گنگوہی کے متبعین اس عام کوے کی حلت ثابت کرنے کے لیے کبھی اس کو عقعق قرار دیتے ہیں کبھی زاغ (غراب زرع) قرار دیتے ہیں حالانکہ قارئین پر واضح ہو چکا ہے کہ اس عام کوے اور عقعق یا غراب زرع میں بہت فرق ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ کوا تو مرغی کے مشابہ ہے مرغی دانہ بھی کھاتی ہے اور گندگی بھی کھا لیتی ہے اسی طرح کوا دانہ بھی کھاتا ہے اور گندگی بھی کھا لیتا ہے لیکن اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو کوئی شخص چیل اور کتے کو بھی حلال کہہ سکتا ہے کہ یہ جانور روٹی اور گوشت کے ٹکڑے بھی کھا لیتے ہیں اور مردار اور گندگی بھی!۔

حرم میں قصاص لینے میں مذاہب اور احناف کا موقف

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک حرم کعبہ میں اگر کوئی ایسا مجرم پناہ لے لے جس پر قصاص، رجم یا کوئی اور حد واجب ہو تو حرم میں ہی اس پر حد واجب کر دی جائے گی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم کعبہ میں کسی کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن دخله كان امنا۔ (آل عمران: ۹۷) "جو شخص بھی کعبہ میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا"۔ علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک پر اس باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حرم میں کتے، سانپ اور بچھو وغیرہ کو قتل کیا جا سکتا ہے تو کسی ایسے مسلمان کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے جس پر حد یا قصاص واجب ہو[1] اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس چونکہ قرآن مجید کی صریح عبارت اور نص کے مقابلہ میں ہے اس لیے مردود ہے باقی رہیں احادیث تو وہ چونکہ خلاف قیاس ہیں اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہیں گی اور ان پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابوحنیفہ قیاس ضرور کرتے ہیں لیکن قرآن مجید اور حدیث کی صریح عبارت کے مقابلہ میں قیاس نہیں کرتے، اس اختلاف سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ائمہ ثلاثہ کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صاحب الرائے اور امام الرائے کہتے ہیں۔

بَابُ ۳۵۲ جَوَازِ حَلْقِ الرَّأْسِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا كَانَ بِهٖ اَذًى وَّوُجُوْبِ الْفِدْيَةِ لِحَلْقِهٖ وَبَيَانِ قَدْرِهَا

تکلیف لاحق ہونے کی وجہ سے محرم کو سر منڈانے کی اجازت اور اس پر فدیہ کا بیان

۲۷۷۳ - وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں اس وقت پتیلی کے نیچے آگ جلا رہا تھا، اور میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں آپ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ أَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَأَنَا أُوْقِدُ تَحْتَ قَالَ الْقَوَارِيْرِيُّ قِدْرٍ لِّيْ وَقَالَ أَبُو الرَّبِيْعِ بُرْمَةٍ لِّيْ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ أَوِ انْسُكْ نَسِيْكَةً قَالَ أَيُّوْبُ فَلَا أَدْرِيْ بِأَيِّ ذٰلِكَ بَدَأَ۔

نے فرمایا کیا تم کو جوؤں نے بہت ستا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا تو سر منڈوا دو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک قربانی کرو۔ راوی ایوب کہتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ آپ نے پہلے کس چیز کا ذکر فرمایا تھا۔

٢٧٧٤ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

٢٧٧٥ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ فِيَّ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا أَوْ بِهٖ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ فَقَالَ أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ وَأَظُنُّهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَمَرَنِيْ بِفِدْيَةٍ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ مَا تَيَسَّرَ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ (ترجمہ) جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو وہ اس کے فدیے میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے"۔ میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا: قریب ہو! میں قریب ہوا، آپ نے فرمایا: قریب آؤ! میں قریب ہوا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں جوئیں بہت تکلیف دیتی ہیں؟ میں نے کہا جی! پھر آپ نے فرمایا روزے، صدقہ یا قربانی میں سے جو آسان ہو کر لو!۔

٢٧٧٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ لَيْلٰى حَدَّثَنِيْ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھڑے ہوئے درآں حالیکہ میرے سر سے جوئیں جھڑ رہی

كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ يَتَهَافَتُ قَمْلًا فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَأْسَكَ قَالَ فَفِيَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ مَا تَيَسَّرَ۔

جوئیں، آپ نے فرمایا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دیتی ہیں؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم اپنا سر منڈوا دو! اور یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، (ترجمہ:) تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (تو وہ منڈوا کر) اس کے فدیہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تین دن کے روزے رکھو یا ایک فرق کا چھ مسکینوں میں خیرات کرو یا جو تمہیں میسر ہو اس کی قربانی کرو!۔

۲۷۷۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ وَحُمَيْدٍ وَعَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَهُوَ يُوقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَالْقَمْلُ يَتَهَافَتُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ هٰذِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَأْسَكَ وَأَطْعِمْ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ أَوِ اذْبَحْ شَاةً۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تھے اور اس وقت تک مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اور میں حالت احرام میں بیٹھا دیگچی کے نیچے آگ جلا رہا تھا، اور میرے چہرے پر جوئیں جھڑ رہی تھیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کیا یہ جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا سر منڈوا دو! اور چھ مسکینوں میں ایک فرق کھانا تقسیم کر دو (فرق تین صاع کا ہے اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہے) یا تین دن روزے رکھو یا قربانی کر دو! ایک روایت ہے یا ایک بکری ذبح کر دو!۔

۲۷۷۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ آذَاكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور پوچھا کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا جی! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر منڈا دو پھر ایک بکری ذبح کر دو یا تین دن کے روزے رکھو یا تین صاع چھوہارے چھ

قَالَ نَعَمْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْلِقْ ثُمَّ اذْبَحْ شَاةً نُسُكًا أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِّنْ تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ۔

مسکینوں کو کھلا دو۔

۲۷۷۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ إِلَى كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَقَالَ كَعْبٌ نَزَلَتْ فِيَّ كَانَ بِي أَذًى مِّنْ رَّأْسِي فَحُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ مِنْكَ مَا أَرَى أَتَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ قَالَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِينَ نِصْفُ صَاعٍ طَعَامًا لِّكُلِّ مِسْكِينٍ قَالَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَّهِيَ لَكُمْ عَامَّةً۔

عبداللہ بن معقل کہتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا اور ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ حضرت کعب نے کہا کہ یہ آیت میرے بارے ہی نازل ہوئی تھی۔ میرے سر میں تکلیف تھی اس لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا درآں حالیکہ جوئیں میرے چہرے پر جھڑ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے، میرے خیال میں تمہیں بکری نہیں مل سکتی۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اس کا فدیہ روزے ہیں یا صدقہ ہے یا قربانی۔" آپ نے فرمایا تین دن کے روزے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہر مسکین کو نصف صاع کھلانا! حضرت کعب نے کہا کہ یہ آیت خاص میرے لیے نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم تمہارے لیے بھی عام ہے۔

۲۷۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْقِلٍ حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمًا فَقَمِلَ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا اور میرے سر اور داڑھی میں جوئیں پڑ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ آپ نے مجھے بلا بھیجا اور ایک نائی کو بلایا جس نے میرا سر مونڈ دیا پھر فرمایا کیا تمہارے پاس قربانی کے لیے کوئی جانور ہے؟ میں نے کہا میں قربانی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا! پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ تین دن کے روزے رکھوں یا چھ مسکینوں

لَهٗ هَلْ عِنْدَكَ نُسُكٌ قَالَ مَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّصُوْمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ يُطْعِمَ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنَيْنِ صَاعًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ خَاصَّةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ ثُمَّ كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً.

کو کھانا کھلاؤں ہر دو مسکینوں کو ایک صاع اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "فمن کان منکم مریضا او به اذی من راسه" پھر اس آیت کا حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہوگیا۔

احادیث میں تطبیق

حدیث نمبر ۲۷۷۴ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو پتیلی کے نیچے آگ جلاتے دیکھا درآں حالیکہ ان کے چہرے پر جوئیں جھڑ رہی تھیں۔ اور حدیث نمبر ۲۷۸۰ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور نائی کو بلا کر ان کے بال مونڈنے کا حکم دیا۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلے آپ نے گزرتے ہوئے اجمالی طور پر حضرت کعب بن عجرہ کی جوئیں دیکھیں اور انہیں شرعی مسئلہ بتلایا اور جب آپ کو تفصیلی طور پر ان کی زیادہ تکلیف کا علم ہوا تو نائی کو بلا کر ان کے بال منڈوا دیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شارع ہونا اور آپ کا اجتہاد

حدیث نمبر ۲۷۷۹ اور حدیث نمبر ۲۷۸۰ میں ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو مسئلہ بتلایا کہ تم قربانی کرو یا روزے رکھو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ ہر مسکین کو نصف صاع دو، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی فمن کان منکم مریضا او به اذی من راسه ففدیة من صیام او صدقة او نسك (بقرہ: ۱۹۶) "تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ میں روزے رکھے، صدقہ دے یا قربانی کرے۔" اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ حکم اپنے اجتہاد سے دیا تھا اس کے بعد آپ کے اجتہاد کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی نیز قرآن مجید کی اس آیت میں روزوں کی تعداد کا ذکر نہیں کیا گیا نہ صدقہ کی مقدار بیان کی گئی ہے ان چیزوں کی تفصیل اور تشریح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کی جو تعداد مقرر کی اور جتنا صدقہ مقرر کیا وہی شریعت بن گئی اس لیے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد اور آپ کے شارع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

مسئلہ احصار میں موقف احناف کی تائید

احناف اور شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ احصار (حج کی ادائیگی سے عاجز آجانا) صرف دشمن کے روکنے سے ثابت ہوتا ہے یا مرض سے بھی ثابت ہوتا ہے، شوافع یہ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ: فان احصرتم فما استیسر من الهدی۔ ۶ ہجری میں عمرہ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی جب کفار نے مسلمانوں کو عمرہ کے لیے مکہ میں نہیں جانے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب تم کو روک دیا جائے تو قربانی کر کے احرام کھول دو اس لیے احصار کا یہ مسئلہ صرف دشمن کے روکنے سے متعلق ہے اور احناف کا موقف یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احصار عام ہے اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس

آیت کا اگلا جز یہ ہے کہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ الآیۃ۔ اور یہ آیت بالاتفاق بیمار کے عجز سے متعلق ہے اور اگر آیت کا پہلا جز بیمار کے عجز کے حکم کی نفی کرے اور دوسرا جز بیمار کے عجز کے حکم کا اثبات کرے تو یہ آیت کریمہ بے ربط اور متناقض ہو جائے گی اور یہ اعجاز قرآن کے خلاف ہے اس لیے اس مسئلہ میں احناف کا بیان کردہ موقف ہی صحیح ہے۔

سر کے بالوں کے علاوہ باقی بالوں کے مونڈنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اس آیت اور حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث کے تحت اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کسی محرم کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے کر سر کے بال منڈا سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ضرورت کی بناء پر بدن کے کسی اور حصہ کے بال مونڈنے پڑیں تو کیا وہ بھی اس حکم میں داخل ہے؟ ائمہ اربعہ کے نزدیک وہ شخص بھی فدیہ دے کر بدن کے باقی حصہ کے بال مونڈ سکتا ہے۔ البتہ ابوسلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ نے اس سے اختلاف کیا ہے[1]

محرم کے سر منڈانے سے متعلق مسائل

اگر محرم کسی غیر محرم کا سر مونڈ دے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان میں سے کسی پر فدیہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ محرم کو اس کی اجازت نہیں دیتے لیکن اگر محرم نے کسی غیر محرم کا سر مونڈ دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہوگا۔ اگر محرم نے بلا عذر عمداً سر مونڈ لیا یا خوشبو لگا لی یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم واجب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک فدیہ میں اس کو اختیار ہے۔

ائمہ کا اس میں اتفاق ہے کہ قربانی، روزے اور صدقہ میں ترتیب ضروری نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے ان میں سے جس چیز کا چاہے فدیہ دے دے۔[2]

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چھ مسکینوں میں تین صاع صدقہ کیا جائیگا ہر مسکین کو نصف صاع دیا جائے گا خواہ گندم ہو یا جو یا کھجوریں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے مراد گندم ہے یعنی گندم نصف صاع دی جائے گی اور اگر کھجور یا جو دیے گئے تو ایک مسکین کو ایک صاع دیا جائے گا۔ علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ عرف اور عادت میں طعام سے مراد گندم ہوتا ہے۔[3]

فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ روزے حرم اور غیر حرم میں سے کسی بھی جگہ رکھے جا سکتے ہیں۔ ائمہ احناف کہتے ہیں کہ قربانی حرم میں ادا کرنی چاہیے اور صدقہ اور روزوں میں اس کو اختیار ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قربانی، صدقہ اور روزے تینوں میں اس کو اختیار ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ صدقہ اور قربانی مکہ میں ادا کرے اور روزوں میں اس کو اختیار ہے۔[4]

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] // // عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۲ - ۱۵۳، // // //

[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی متوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[4] // // // احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ // //

باب ۳۵۳ جَوَازِ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کو پچھنے لگانے کا جواز

۲۷۸۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے درآں حالیکہ آپ محرم تھے۔

۲۷۸۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَسْطَ رَأْسِهِ۔

ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سر کے درمیانی حصہ میں پچھنے لگوائے درآں حالیکہ آپ محرم تھے۔

پچھنے لگوانے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ضرورت کی بنا پر محرم کے پچھنے لگوانے کے جواز میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اگر پچھنے لگوانے سے بال کٹ جائیں تو اس کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن کان منکم مریضًا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک (بقرہ: ۱۹۶) "تم میں سے جو شخص مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا صدقہ کر کے یا قربانی کر کے فدیہ دے" اور دوسری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت احرام میں پچھنے لگوانا ہے۔

اگر محرم بلاضرورت پچھنے لگوائے اور اس سے کوئی بال نہ کٹے تو یہ جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ اور اگر بال کٹ جائیں تو یہ ناجائز ہے اور اس پر فدیہ ہے[1]

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر پچھنے لگوانے کے لیے بال مونڈنے پڑیں تو اس پر دم (قربانی ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر صدقہ ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۴۸، مطبوعہ کراچی)

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

بَابُ ۲۵۴ جَوَازِ مُدَاوَاةِ الْمُحْرِمِ عَيْنَيْهِ

محرم کے لیے آنکھوں کا علاج کرانا جائز ہے۔

۲۷۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَلَلٍ اشْتَكَى عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ عَيْنَيْهِ فَلَمَّا كُنَّا بِالرَّوْحَاءِ اشْتَدَّ وَجَعُهُ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يَسْأَلُهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنِ اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ فَإِنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ إِذَا اشْتَكَى عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ ضَمَّدَهُمَا بِالصَّبِرِ۔

نبیہ بن وہب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے جب مقام ملل پر پہنچے تو عمر بن عبید اللہ کی آنکھیں دکھنے لگیں اور جب مقام روحاء پر پہنچے تو ان میں شدید درد ہوا۔ انھوں نے ابان بن عثمان سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ایک قاصد بھیجا، انھوں نے جواب بھیجا کہ ایلوے کا لیپ لگالو، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی آنکھیں دکھتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھوں پر ایلوے کا لیپ کرایا تھا۔ حالانکہ وہ محرم تھا۔

۲۷۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنِي نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ رَمِدَتْ عَيْنُهُ فَأَرَادَ أَنْ يَكْحُلَهَا فَنَهَاهُ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَمَرَهُ أَنْ يُضَمِّدَهَا بِالصَّبِرِ وَحَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ۔

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی آنکھیں دکھنے لگیں وہ سرمہ لگانے لگے تو ابان بن عثمان نے انھیں منع کیا، اور کہا کہ ایلوے کا لیپ لگالو کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

محرم کے علاج میں مذاہب

ایلوا یا کوئی اور ایسی چیز جس میں خوشبو نہ ہو اس سے محرم کا لیپ لگوانا بالاتفاق جائز ہے اور اگر علاج میں کسی ایسی چیز کے لیپ لگوانے کی ضرورت ہو جس میں خوشبو ہو تو وہ بھی جائز ہے لیکن اس میں فدیہ لازم ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ بوقت ضرورت

محرم کے لیے ایسا سرمہ لگانے میں علماء کا اتفاق ہے جس میں خوشبو نہ ہو، البتہ زینت کے لیے سرمہ لگانا ، امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے ، امام احمد ناجائز قرار دیتے ہیں ، اور امام مالک کے دو قول ہیں اور فدیہ واجب کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔[1]

محرم کے علاج میں احناف کا موقف

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ محرم کے لیے ایسا سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں خوشبو نہ ہو اور اگر اس میں معمولی خوشبو ہو تو اس پر صدقہ لازم ہے اور اگر خوشبو زیادہ ہو تو اس پر دم (قربانی) واجب ہے ، اور اگر کسی بیماری کی وجہ سے خوشبو دار سرمہ لگائے تو اس پر تین روزوں ، صدقہ اور قربانی میں سے کوئی ایک کفارہ واجب ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس چیز میں محرم پر دم واجب ہوتا ہے اگر اس میں وہ معذور ہے تو تین کفاروں میں سے کسی ایک کو ادا کرے اور اگر معذور نہیں ہے تو اس پر دم واجب ہے ، اسی طرح اگر محرم کوئی خوشبو دار دوا لگاتا ہے جو اس کے زخم سے چپٹ جاتی ہے یا کوئی خوشبو دار دوا چاٹتا ہے تو اس میں بھی تین کفاروں میں سے کسی ایک کو ادا کرے کیونکہ علاج ضرورت کی بناء پر کیا جاتا ہے۔

محرم اگر زخم کو چیرتا ہے یا ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ کر اس پر پٹی باندھتا ہے یا تکلیف کی بناء پر اپنی ڈاڑھ نکالتا ہے یا پچھنے لگواتا ہے اور غسل کرتا ہے اور حمام میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ سب کام جائز ہیں کیونکہ یہ چیزیں علاج اور معالجہ کے باب سے ہیں اور ان میں محرم اور غیر محرم برابر ہیں ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے اور احرام کی حالت میں مقام قاحہ میں پچھنے لگوائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام جحفہ میں حمام میں داخل ہوئے درآں حالیکہ وہ محرم تھے۔[2]

بَابُ ۳۵۵ جَوَازِ غَسْلِ الْمُحْرِمِ رَأْسَهُ وَبَدَنَهُ

محرم کو غسل کی اجازت

۲۷۸۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَقُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهٰذَا حَدِيثُهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

عبد اللہ بن حنین کہتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے درمیان مقام ابواء میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور کہتے تھے کہ محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ حضرت ابن عباس نے مجھے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے یہ مسئلہ معلوم کروں ، میں گیا تو دیکھا کہ حضرت ابو ایوب دو لکڑیوں کے درمیان ایک کپڑے سے پردہ کیے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲۶ ، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ، الطبعۃ الثالثۃ ، ۱۳۹۸ھ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَسْأَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتّٰى بَدَا لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

ہوئے غسل کر رہے تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں عبداللہ بن حنین! حضرت ابن عباس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ سے یہ پوچھوں کہ حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کیسے دھوتے تھے! حضرت ابوایوب نے میرا سوال سن کر ہاتھ سے کپڑے کو نیچا کیا حتیٰ کہ ان کا سر دکھائی دینے لگا پھر انھوں نے پانی ڈالنے والے سے کہا پانی ڈالو، اس نے سر پر پانی ڈالا۔ حضرت ابوایوب نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر سر ہلایا پھر ہاتھوں کو سر پر پھیرا آگے سے پیچھے لائے اور پیچھے سے آگے لائے پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

۲۷۸۶ - **وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ** وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَأَمَرَّ أَبُو أَيُّوبَ بِيَدَيْهِ عَلَى رَأْسِهِ جَمِيعًا أَوْ عَلَى جَمِيعِ رَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ فَقَالَ الْمِسْوَرُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لَا أُمَارِيكَ أَبَدًا۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابوایوب نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر آگے اور پیچھے پھیرے اور حضرت مسور نے حضرت ابن عباس سے کہا آج کے بعد میں آپ سے کبھی بحث نہیں کروں گا۔

محرم کے غسل سے متعلق مسائل اور احکام

اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

- محرم کا غسل کرنا جائز ہے اور اس کا سر دھونا جائز ہے، سر پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے بال نہ ٹوٹیں۔
- خبر واحد کا قبول کرنا جائز ہے اور صحابہ کرام میں خبر واحد کا قبول کرنا مشہور تھا۔
- جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو نص کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جب صریح نص مل جائے تو اجتہاد اور قیاس

کو ترک کر دینا چاہیے۔

* وضو اور غسل کے دوران سلام کرنا جائز ہے اور جو شخص قضائے حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا ناجائز ہے۔
* وضو اور غسل میں دوسرے شخص سے استعانت جائز ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ استعانت نہ لی جائے، اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص معذور ہو اور دوسرا آدمی اس کے اعضاء وضو کو اپنے ہاتھوں سے مل کر دھوئے تو جائز ہے اور بلا عذر مکروہ ہے اور اگر استعانت میں صرف پانی ڈالنا یا پانی مہیا کرنا ہو تو یہ بلا عذر بھی جائز ہے لیکن اولیٰ اس کا ترک ہے۔
* علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم اگر جنبی ہو تو اس کا غسل کرنا واجب ہے اور اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے تو یہ بھی باتفاق ائمہ بلا کراہت جائز ہے اور بیری کے پتوں، خطمی یا صابن سے سر دھونے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے اور فدیہ کا موجب ہے۔ خوشبو دار صابن اگر بلا عذر استعمال کیا جائے تو دم واجب ہے اور اگر عذر ہو تو تین کفاروں (تین روزے، چھ مسکینوں کا کھانا اور قربانی) میں سے کوئی ایک کفارہ واجب ہے۔

محرم کا خوشبو دار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر محرم نے اپنے سر اور ڈاڑھی کو خطمی (خوشبو دار جڑی بوٹی) سے دھویا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے، اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہے کیونکہ خطمی خوشبو نہیں بلکہ وہ اشنان (ایک جڑی بوٹی) کی طرح ہے جس سے غسل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ اس بوٹی سے جوئیں مر جاتی ہیں اس لیے صدقہ لازم ہے اور امام ابویوسف کا ایک قول یہ ہے کہ اس پر کچھ لازم نہیں اور اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ جب اس نے قربانی کے دن رمی کے بعد سر دھویا ہو، لیکن اگر اس سے پہلے دھویا ہو تو امام ابویوسف کے نزدیک صدقہ لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ خطمی خوشبو دار چیزوں میں سے ہے کیونکہ اس کی بو ہوتی ہے ہر چند کہ اتنی اچھی نہیں ہوتی، اور یہ جوؤں کو بھی مارتی ہے اور ان دو وجہوں سے محرم کی جنایت کامل ہو گئی لہٰذا اس پر دم واجب ہو گا۔[1]

علامہ سرخسی نے خطمی کے استعمال سے دم کی جو وجہ بیان کی ہے وہ خوشبو ہے اس لیے خوشبو دار صابن اور شیمپو سے بلا عذر غسل کرنے پر دم لازم ہو گا اور اگر عذر ہو تو صدقہ مہیا کر ہم نے پہلے بیان کیا تھا۔

باب ۲۵۶ مَا يُفْعَلُ بِالْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

محرم کی موت کے بعد کے احکام

۲۷۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اونٹ سے گرا اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیری کے پتوں

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَعِيْرِهٖ فَوُقِصَ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا۔

پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔

۲۷۸۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَّاَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ اِذْ وَقَعَ مِنْ رَّاحِلَتِهٖ قَالَ اَيُّوْبُ فَاَوْقَصَتْهُ اَوْ قَالَ فَاَقْعَصَتْهُ وَقَالَ عَمْرٌو فَوَقَصَتْهُ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ قَالَ اَيُّوْبُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا وَّقَالَ عَمْرٌو فَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُلَبِّيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدان عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور دو کپڑوں میں کفن دو، خوشبو لگاؤ نہ سر ڈھکو، کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ لبیک پکار رہا ہوگا۔

۲۷۸۹ - وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ نُبِّئْتُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا كَانَ وَاقِفًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَذَكَرَ نَحْوَ مَا ذَكَرَ حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص احرام باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا تھا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۷۹۰ - وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص احرام باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیا اور اپنے اونٹ سے گرا اس کی گردن کی ہڈی

جبير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال اقبل رجل حراما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فخر من بعيره فوقص وقصا فمات فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اغسلوه بماء وسدر والبسوه ثوبيه ولا تخمروا راسه فانه ياتي يوم القيمة يلبي۔

ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کو اسی کے دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کا سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

٢٧٩١- وحدثناه عبد بن حميد اخبرنا محمد بن بكر البرساني اخبرنا ابن جريج اخبرني عمرو بن دينار ان سعيد بن جبير اخبره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال اقبل رجل حرام مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله غير انه قال فانه يبعث يوم القيمة ملبيا وزاد لم يسم سعيد بن جبير حيث خر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے آیا ...... اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

٢٧٩٢- وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا وكيع عن سفيان عن عمرو بن دينار عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رجلا اوقصته راحلته وهو محرم فمات فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اغسلوه بماء وسدر وكفنوه في ثوبيه ولا تخمروا وجهه ولا راسه فانه يبعث يوم القيامة ملبيا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی اور وہ اسی وقت فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اسی کے دونوں کپڑوں میں اسے کفن دو اور اس کا چہرہ اور سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

٢٧٩٣- وحدثنا محمد بن الصباح حدثنا هشيم اخبرنا ابو بشر حدثنا سعيد بن جبير عن ابن عباس ح وحدثنا يحيى بن يحيى واللفظ له اخبرنا هشيم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ناگاہ اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ فورت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمًا فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوهُ بِطِيبٍ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّدًا۔

نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور اسی کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو، اس کو خوشبو لگاؤ نہ اس کا سر ڈھکو، کیونکہ قیامت کے دن وہ اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے بال جمے ہوئے ہوں گے۔

٢٧٩٤ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيرُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُغْسَلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَلَا يُمَسَّ طِيبًا وَلَا يُخَمَّرَ رَأْسُهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّدًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی اس کے اونٹ نے گردن توڑ دی دراں حالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے خوشبو لگائی جائے نہ اس کا سر ڈھکا جائے کیونکہ یہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے بال جمے ہوئے ہوں گے۔

٢٧٩٥ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بِشْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَقَعَ مِنْ نَاقَتِهِ فَأَقْعَصَتْهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُغْسَلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَأَنْ يُكَفَّنَ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا يُمَسَّ طِيبًا خَارِجٌ رَأْسُهُ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ حَدَّثَنِي بِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ خَارِجٌ رَأْسُهُ وَوَجْهُهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالتِ احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اونٹنی سے گر پڑا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے اور دو کپڑوں میں اس طرح کفن دیا جائے کہ اس کا سر اور چہرہ باہر رہے اسے خوشبو نہ لگائی جائے، کیونکہ یہ قیامت کے دن جمے ہوئے بالوں کے ساتھ اٹھے گا۔

مُلَبِّدًا۔

۲۷۹۶ - وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَا سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَقَصَتْ رَجُلًا رَاحِلَتُهٗ وَهُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاَنْ يَّكْشِفُوْا وَجْهَهٗ حَسِبْتُهٗ قَالَ وَرَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ يُهِلُّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کو بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کا چہرہ اور سر کھلا رکھو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۹۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ وَلَا تُقَرِّبُوْهُ طِيْبًا وَّلَا تُغَطُّوْا وَجْهَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يُلَبِّيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص تھا، اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی، وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو غسل دو، خوشبو نہ لگاؤ اور چہرہ نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

مُحرِم کی تکفین میں مذاہب اور موقف احناف کی وضاحت

اس باب کی احادیث میں ہے کہ ایک شخص حالت احرام میں اونٹنی سے گر کر فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اس کا سر اور چہرہ نہ ڈھانپا جائے اور اس کو غسل دینے میں خوشبو نہ استعمال کی جائے، اس حدیث کی بنا پر امام شافعی، امام احمد اور داؤد بن علی ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ محرم کی وفات کے بعد بھی اس کا احرام قائم رہتا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین عام اموات کی طرح نہیں کی جاتی۔ اس کے برخلاف امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ نظریہ ہے کہ محرم کی وفات کے بعد اس کا احرام قائم نہیں رہتا اور اس کی تجہیز و تکفین عام اموات کی طرح کی جائے گی۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ان روایات میں امام شافعی، امام احمد اور ان کے موافقین کی تائید ہے کہ جب محرم فوت ہو جائے تو اس کو خوشبو لگانا، سلے ہوئے کپڑے پہنانا اور اس کا سر ڈھانپنا ناجائز ہے اور امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ زندہ لوگوں کا سا معاملہ نہیں کیا جائے گا اس حدیث میں ان کے نظریہ کا رد ہے۔[1]

امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب

علامہ عینی امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ ہے کہ روزے اور نماز کی طرح احرام بھی ایسی عبادت ہے جو موت سے ختم ہو جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کاموں کے سوا موت سے ابن آدم کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے اور احرام بھی اس کے اعمال میں سے ایک عمل ہے اور اگر احرام باقی رہتا تو میت کی طرف سے طواف کیا جاتا اور اس کے باقی مناسک پورے کیے جاتے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عام قاعدہ کے خلاف ہے اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہے گی، یعنی یہ حکم اس شخص کی خصوصیت کی بناء پر تھا کیونکہ حدیث میں کوئی عموم کا لفظ نہیں ہے اور آپ نے عام محرمین کی تجہیز و تکفین کا کوئی قاعدہ کلیہ بیان فرمایا یہ صرف ایک شخص معین کا واقعہ ہے کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ شخص قیامت کے دن اس وجہ سے تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا کہ یہ محرم تھا۔ اس لیے دوسرے فوت ہونے والے محرمین پر اس کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کو بیری کے پتوں سے غسل دو اور محرم کا بیری کے پتوں کے پانی سے غسل کرنا جائز نہیں ہے، امام دارقطنی نے کتاب الحج میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ محرم کا سر نہ ڈھانپو اور اس کا چہرہ ڈھانپ دو، اور مصنف عبد الرزاق میں عطاء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے چہرے ڈھانپ دو اور ان کو یہود سے مشابہت کرو اور دارقطنی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کے چہروں کو ڈھانپ دو۔ ابن قطان نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مؤطا میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت واقد حالت احرام میں فوت ہو گئے، تو انھوں نے اس کو کفن دیا اس کا چہرہ اور سر ڈھانپا اور کہا اے واقد اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تمہیں خوشبو بھی لگاتے۔ متعدد اسانید حسنہ سے روایت ہے کہ عطاء سے محرم کی موت کے بعد سر ڈھانپنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا حضرت ابن عمر نے اس کا سر ڈھانپا ہے اور دوسروں نے کھولا ہے، طاؤس نے کہا محرم کا سر ڈھانپا جائے۔ حسن بصری نے کہا جب محرم فوت ہو جائے تو وہ غیر محرم کی طرح ہے، عکرمہ سے روایت ہے کہ جب محرم فوت ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جب محرم فوت ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ ابن حزم نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محرم کی موت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ ھ

کے بعد اس کو حنوط اور خوشبو لگانے اور اس کے سر ڈھانپنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور حضرت جابر اور حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ محرم کا سر ڈھانپا جائے اور کھولا نہ جائے۔[1]

مُردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ زندہ محرم کا سر ڈھانپنا بالاتفاق منع ہے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک زندہ محرم کا چہرہ ڈھانپنا بھی منع ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ زندہ محرم اپنا چہرہ ڈھانپ سکتا ہے۔ البتہ عورت کے لیے احرام میں اپنے چہرہ کو کھولنا واجب ہے۔ امام شافعی اور ان کے موافقین کا نظریہ یہ ہے کہ موت کے بعد محرم کا سر ڈھانپنا حرام ہے، اور چہرہ ڈھانپنا حرام نہیں ہے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو حالت حیات میں تھا۔ اس حدیث میں مرنے کے بعد اس محرم کا چہرہ ڈھانپنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس لیے اس حدیث میں تاویل کی جائے گی اور وہ تاویل یہ ہے کہ محرم کا چہرہ ڈھانپنے کو آپ نے چہرے کی وجہ سے نہیں فرمایا بلکہ سر کو کھلا رکھنے کی وجہ سے چہرہ ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اگر چہرہ ڈھانپ دیں گے تو سر کے ڈھک جانے کا بھی خطرہ ہے۔ یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین مُردہ محرم کا سر ڈھانپنے سے منع نہیں کرتے۔[2]

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مردہ محرم کا سر ڈھانپنا حرام ہے۔ علامہ نووی اس تحریم پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے اور اس حدیث سے ان کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور عام محرمین کے لیے قاعدہ کلیہ نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ عینی کے حوالے سے بادلائل واضح کر چکے ہیں۔ علامہ نووی نے جو تاویل ذکر کی ہے وہ بھی بے جان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ متعدد احادیث اور آثار صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور صحیح نظریہ امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین کا ہے جو متعدد احادیث اور آثار صحابہ کے موافق ہے جس کو ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔

علامہ نووی کے اعتراض کا جواب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ مُردہ محرم کو بیری کے پتوں سے غسل دینا جائز ہے اور اس مسئلہ میں محرم عام اموات کی طرح ہے، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ نے اس سے منع کیا ہے۔[3]

علامہ عینی، اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں، یہ حدیث امام شافعی اور امام احمد کے اس اصول کے خلاف ہے کہ مردہ محرم پر زندہ محرم کے احکام جاری ہوتے ہیں کیونکہ زندہ محرم کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا جائز نہیں ہے اس لیے مُردہ محرم کو بھی بیری کے پتوں سے غسل نہیں دینا چاہیے اور احناف کے نزدیک چونکہ مُردہ محرم کا حکم عام مُردوں کی طرح ہے اس لیے یہ حدیث ان کے مخالف نہیں ہے۔[4]

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

[3] شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع

اس حدیث میں یہ ہے کہ اس شخص کو اسی کے کپڑوں میں کفن دو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو اس کے مال سے کفن دینا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوکہ اگر احرام کے دوران محرم مر جائے تو دوسرا شخص اس کے مناسک کو پورا نہیں کرے گا اور یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص کسی عبادت کو شروع کرے اور اس کو مکمل کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید ہے کہ آخرت میں اس کا یہ عمل پورا پورا لکھ لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ (نساء: ۱۰۰)
"جو شخص اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہجرت کرتا ہوا نکلے اور پھر اس کو موت آ لے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو گیا۔"

باب ۳۵۷ جَوَازِ اشْتِرَاطِ الْمُحْرِمِ التَّحَلُّلَ بِعُذْرِ الْمَرَضِ وَنَحْوِهِ

محرم کا شرط لگانا کہ اگر میں بیمار ہوا تو احرام کھول دوں گا

۲۷۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا أَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا أَجِدُنِي إِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّي وَاشْتَرِطِي وَقُولِي اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا خدا کی قسم! مجھے درد ہوتا ہے آپ نے فرمایا حج کرلو اور یہ شرط لگاؤ کہ "اے اللہ! میرا حج کھولنا اسی جگہ ہوگا جس جگہ تو مجھے روک لے گا"۔ حضرت ضباعہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

۲۷۹۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ وَأَنَا شَاكِيَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا حج کا ارادہ ہے اور میں بیمار ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو اور یہ شرط لگاؤ کہ میرے احرام کھولنے کا وہی مقام ہے جہاں تو مجھے روک دے گا۔

وَسَلَّمَ حُجِّي وَاشْتَرِطِي اَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي.

۲۸۰۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۸۰۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ وَاَبُو عَاصِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا وَعِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّي امْرَاَةٌ ثَقِيلَةٌ وَاِنِّي اُرِيدُ الْحَجَّ فَمَا تَاْمُرُنِي قَالَ اَهِلِّي بِالْحَجِّ وَاشْتَرِطِي اَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبِسُنِي قَالَ فَاَدْرَكَتْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں بیمار عورت ہوں اور میرا حج کا ارادہ ہے، آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا حج کا احرام باندھ لو اور یہ شرط لگا لو کر میرے احرام کھولنے کا وہی مقام ہے جس مقام پر تو مجھے روک دے گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ انھوں نے وہ حج پا لیا تھا۔

۲۸۰۲ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ ضُبَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا اَرَادَتِ الْحَجَّ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَشْتَرِطَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ عَنْ اَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں شرط لگانے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایسا ہی کیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٢٨٠٣ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَيُّوبُ الْغَيْلَانِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَهُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا رَبَاحٌ وَهُوَ ابْنُ أَبِي مَعْرُوفٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِضُبَاعَةَ حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبِسُنِي وَفِي رِوَايَةِ إِسْحَاقَ أَمَرَ ضُبَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: حج کرو اور شرط لگا لو کہ میرے احرام کھولنے کی وہی جگہ ہے جہاں تو مجھے روک دے گا۔ اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کو اس بات کا حکم دیا تھا۔

احرام کی نیت میں لحوق مرض کی بناء پر احرام کھولنے کی شرط میں مذاہب

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا احرام کی نیت میں یہ شرط لگا سکتا ہے کہ اگر وہ حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں بیمار پڑ گیا تو جہاں بیمار پڑا وہیں احرام کھول دے گا، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ احرام کی نیت میں یہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے دلائل اور ان کے جوابات

شوافع نے حضرت ضباعہ بنت زبیر کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ یہ روایت اس باب کی احادیث میں مذکور ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کا استدلال اس حدیث صحیح اور صریح سے ہے، احناف اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اجازت صرف حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص تھی، عام مسلمانوں کے لیے آپ نے یہ قاعدہ کلیہ نہیں بیان فرمایا، اس حدیث میں کوئی عموم کا صیغہ ہے، اور مالکیہ کی طرف سے قاضی عیاض نے جواب میں یہ کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس شرط کے بارے میں کوئی حدیث سند صحیح سے وارد نہیں ہے۔ امام نسائی نے فرمایا اس حدیث کو زہری سے معمر کے سوا اور کسی نے متصلاً روایت نہیں کیا۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور دوسری کتب معتبرہ میں موجود ہے اور اسانید کثیرہ سے مروی ہے۔[1]

علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے کیونکہ صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود نہیں ہے اور امام نسائی نے جو معمر کے تفرد کا ذکر کیا ہے اس اعتراض کا بھی ان سے کوئی جواب نہیں بن سکا۔ کسی حدیث کا صرف

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ٣٨٥، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٧٥ھ

کتب معتبرہ میں مذکور ہونا اس کی صحت کے لیے کافی نہیں ہے جب تک اس کی صحت میں طعن اور قدح پیدا کرنے والے اعتراضات کا جواب نہ دیا جائے۔

علامہ ابن قدامہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے اپنے احرام کی ابتداء میں یہ شرط لگائی کہ جس جگہ وہ بیمار ہوا یا جہاں اس کا خرچہ گم ہو گیا تو وہ احرام کھول دے گا یا یہ نیت کی کہ اگر اس کو کوئی رکاوٹ پیش آئی تو وہ احرام کھول دے گا، تو یہ شرط صحیح ہے اور جہاں کوئی ایسا عارض پیش آئے وہ احرام کھول سکتا ہے اور اس وجہ سے اس پر ہدی لازم ہوگی نہ قضاء، کیونکہ عبادات میں شرط کی تاثیر ہوتی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اس قسم کی نذر مانے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مریض کو شفاء دی تو وہ ایک ماہ کے مسلسل یا متفرق روزے رکھے گا تو اس کی شرط صحیح ہے[1]

علامہ ابن قدامہ نے حج اور عمرہ کی فرض اور مسنون عبادات کو نذر پر قیاس کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔

بَابُ ۳۵۸ إِحْرَامِ النُّفَسَآءِ وَاسْتِحْبَابِ اغْتِسَالِهَا لِلْإِحْرَامِ وَكَذَا الْحَائِضُ

حیض اور نفاس والی عورتوں کے احرام کا بیان

۲۸۰۴ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ نُفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو مقام ذوالحلیفہ میں حضرت محمد بن ابی بکر کی ولادت سے نفاس شروع ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان سے کہیں کہ وہ غسل کریں اور احرام باندھ لیں۔

۲۸۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي حَدِيثِ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِينَ نُفِسَتْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب مقام ذوالحلیفہ میں نفاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسماء سے کہو کہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔

[1] علامہ ابو عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ فَأْمُرُهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ.

حیض والی عورت کے احرام میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ حیض اور نفاس والی عورتوں کا احرام باندھنا صحیح ہے اور ان کا احرام کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ غیر مقلدین اس غسل کو واجب قرار دیتے ہیں حیض یا نفاس والی عورت حج یا عمرہ کے تمام افعال کرے گی۔ البتہ طواف اور طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: اصنعي ما يصنع الحاج غير ان لا تطوفي۔ "طواف کے سوا حج کے سارے افعال کر دیجیے"۔[1]

بَابُ ۳۵۹ بَيَانِ وُجُوْهِ الْإِحْرَامِ

۲۸۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا قَالَتْ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ إِلَى التَّنْعِيْمِ

احرام کی اقسام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے، پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہیں ہو جاتا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر میں مکہ میں آئی درآں حالیکہ میں حائضہ تھی۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول ڈالو، کنگھی کر لو، حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم نے حج کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق کے ساتھ مقام تنعیم میں بھیجا، پھر میں نے عمرہ کیا آپ نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کا بدلہ ہے۔ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَانُوْا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا

کیا، پھر وہ حلال ہو گئے۔ پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد انھوں نے اپنے حج کے لیے ایک اور طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کا ایک احرام باندھا تھا انھوں نے ایک ہی قسم کا طواف کیا۔

٢٨٠٧- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَاَهْدٰى فَلَا يَحِلُّ حَتّٰى يَنْحَرَ هَدْيَهٗ وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ اُهْلِلْ اِلَّا بِعُمْرَةٍ فَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَنْقُضَ رَاْسِيْ وَاَمْتَشِطَ وَاُهِلَّ بِحَجٍّ وَاَتْرُكَ الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا قَضَيْتُ حَجَّتِيْ بَعَثَ مَعِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَعْتَمِرَ مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِيَ الَّتِيْ اَدْرَكَنِي الْحَجُّ وَلَمْ اَحْلِلْ مِنْهَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم میں سے کسی نے حج کا احرام باندھا اور کسی نے عمرہ کا، مکہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی نہیں لایا وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی بھی لایا ہے وہ ہدی کو ذبح کرنے سے پہلے احرام نہ کھولے اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے وہ حج پورا کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے حیض آ گیا اور عرفہ کے دن تک میں حائضہ رہی۔ میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں چوٹی کھول دوں اور کنگھی کر لوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرے کو چھوڑ دوں، میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں حج سے فارغ ہو گئی تو رسول اللہ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں تنعیم سے عمرہ کر لوں یہ اس عمرہ کے بدلے میں تھا جس کو میں نے (حیض کی وجہ سے) پورا نہیں کیا تھا اور اس کا احرام کھولنے سے پہلے میں نے حج کا احرام باندھ لیا تھا۔

۳۸۰۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ أَكُنْ سُقْتُ الْهَدْيَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ عُمْرَتِهِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمَّا دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَصْنَعُ بِحَجَّتِي قَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَمْسِكِي عَنِ الْعُمْرَةِ وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَيْتُ حَجَّتِي أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي أَمْسَكْتُ عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے. میں نے عمرہ کا احرام باندھا، میں ہدی نہیں لائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے اور جب تک دونوں سے فارغ نہ ہو احرام نہ کھولے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انھیں حیض آگیا تھا پھر عرفہ کی شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اب میں حج کس طرح کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر کے بال کھول ڈالو، کنگھی کرو اور عمرہ کے افعال چھوڑ دو اور حج کا احرام باندھ لو۔ حضرت عائشہ نے کہا: جب میں نے حج کر لیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر کو حکم دیا وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے تنعیم سے عمرہ کرایا، یہ اس عمرہ کی جگہ تھا جس کے افعال میں نے چھوڑ دیے تھے۔

۳۸۰۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَأَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجٍّ وَأَهَلَّ بِهِ نَاسٌ مَعَهُ وَأَهَلَّ نَاسٌ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ وَأَهَلَّ نَاسٌ بِعُمْرَةٍ وَكُنْتُ فِيمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ حج کا احرام باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا، اور بعض صحابہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا، اور میں ان لوگوں میں تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

۲۸۱۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ فَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ قَالَتْ فَكَانَ مِنَ الْقَوْمِ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ قَالَتْ فَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَخَرَجْنَا حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ لَمْ أَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِي فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ وَقَدْ قَضَى اللهُ حَجَّنَا أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي وَخَرَجَ بِي إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَضَى اللهُ حَجَّنَا وَعُمْرَتَنَا وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم ذوالحجہ کے چاند کے مطابق ، حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم میں سے جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھے اور اگر میں ہدی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا ۔ پھر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا ، میں ان میں سے تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا ۔ ہم چل کر مکہ میں پہنچے ، عرفہ کے دن بھی میں حائضہ تھی اس وقت تک میں عمرہ کے احرام سے حلال نہیں ہوئی تھی ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی ، آپ نے فرمایا : عمرہ کو چھوڑ دو ، بال کھول لو ، کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو ! حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا ، جب محصب کی رات ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حج کو پورا کر دیا ، تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر مقام تنعیم لے گئے ۔ پھر میں نے عمرہ کا احرام باندھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا ۔ اس میں کوئی ہدی تھی ، صدقہ تھا نہ روزہ ۔

۲۸۱۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِينَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالحج کے چاند کے مطابق ، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ، ہمارا صرف حج کا ارادہ تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھے ، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے ۔

وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدَةَ ۔

۲۸۱۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ بِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ فَكُنْتُ فِيْمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمَا وَقَالَ فِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّهُ قَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صِيَامٌ وَلَا صَدَقَةٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالحجہ کے چاند کے مطابق ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ۔ ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے صرف حج کا۔ میں ان میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے ۔عروہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت عائشہ کے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا۔ ہشام کہتے ہیں کہ حیض آنے کے باوجود اس میں ہدی (قربانی) واجب ہوئی ۔ نہ روزہ نہ صدقہ۔

۲۸۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ أَوْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا۔ اس لیے جن صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا وہ تو حلال ہو گئے اور جنہوں نے صرف حج یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہوا تھا وہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) سے پہلے حلال نہیں ہوئے۔

۲۸۱۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور ہمارا صرف حج کا ارادہ تھا، حتیٰ کہ جب ہم مقام سرف یا اس کے قریب آئے تو میں حائضہ ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ

قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ أَوْ قَرِيبٍ مِنْهَا حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ أَنَفِسْتِ يَعْنِي الْحَيْضَةَ قَالَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَغْتَسِلِي قَالَتْ وَضَحَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ.

میں رو رہی تھی، آپ نے پوچھا کیا تمہیں حیض (ماہواری کا خون) آگیا ہے؟ میں نے عرض کی جی! آپ نے فرمایا یہ تو وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے مقدر کر دیا ہے۔ البتہ حج کرنے والوں کے سارے کام کرو البتہ غسل (طہارت) کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

۲۸۱۵۔ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى جِئْنَا سَرِفَ فَطَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ خَرَجْتُ الْعَامَ قَالَ مَا لَكِ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ افْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي قَالَتْ فَلَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَأَحَلَّ النَّاسُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے، جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں رو رہی تھی۔ آپ نے استفسار فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا کاش! میں اس سال نہ آتی۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا؟ شاید تمہیں حیض آگیا! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے!۔ حج کرنے والے جو افعال کرتے ہیں وہ سب کرو۔ البتہ پاکیزگی کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب ہم مکہ میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا اس احرام کو عمرہ کا احرام کر لو، پھر جن لوگوں کے پاس ہدی تھی ان کے سوا سب نے احرام کھول دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دوسرے مالدار لوگوں کے پاس ہدی تھی جب وہ روانہ ہوئے تو انہوں نے

إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ قَالَتْ فَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِي الْيَسَارِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ طَهُرْتُ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَضْتُ قَالَتْ فَأُتِيَنَا بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقَالُوا أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ بِحَجَّةٍ قَالَتْ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي عَلَى جَمَلِهِ قَالَتْ فَإِنِّي لَأَذْكُرُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعَسُ فَيُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ حَتَّى جِئْنَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوا.

حج کا احرام باندھ لیا۔ یوم نحر (دس ذی الحجہ) کو میں پاک ہو گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں نے طواف زیارت کیا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ پھر ہمیں گائے کا گوشت پیش کیا گیا، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے، جب شب محصب ہوئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی! حضرت عائشہ کہتی ہیں: آپ نے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا وہ مجھے اپنے اونٹ پر اپنے ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں مجھے یاد ہے، میں ان دنوں کم عمر لڑکی تھی، اور مجھے (سواری پر سفر کرتے ہوئے) اونگھ آ لیتی تھی اور پالان کی پچھلی لکڑی میرے چہرہ پر لگ جاتی تھی، حتی کہ ہم تنعیم تک آ گئے، وہاں میں نے عمرہ کا احرام باندھا یہ اس عمرہ کے بدلہ میں تھا جو لوگوں نے ادا کیا تھا۔

٢٨١٦- وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ الْمَاجِشُونِ غَيْرَ أَنَّ حَمَّادًا لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ فَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِي الْيَسَارَةِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا وَلَا قَوْلُهَا وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعَسُ فَيُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے حج کا احرام باندھا تھا کہ جب ہم سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں رو رہی تھی... اس کے بعد ماجشون کی روایت کے مطابق حدیث ہے۔ البتہ حماد کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اور دوسرے مالدار صحابہ کے ساتھ ہدی تھی، اور نہ ہی حضرت عائشہ کا یہ قول ہے کہ میں کم سن لڑکی تھی اور مجھے اونگھ لگتی تھی جس کی وجہ سے میرے چہرے پر کجاوے کی پچھلی لکڑی لگ جاتی تھی۔

۲۸۱۷ - حدثنا إسمعيل بن أويس حدثني خالي مالك بن أنس ح وحدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن عبد الرحمن ابن القاسم عن أبيه عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أفرد الحج۔

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج (افراد) کیا ہے۔

۲۸۱۸ - وحدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا إسحاق بن سليمان عن أفلح بن حميد عن القاسم عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم مهلين بالحج في أشهر الحج وفي حرم الحج وليالي الحج حتى نزلنا بسرف فخرج إلى أصحابه فقال من لم يكن معه منكم هدي فأحب أن يجعلها عمرة فليفعل ومن كان معه هدي فلا فمنهم الآخذ بها والتارك لها ممن لم يكن معه هدي فأما رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان معه الهدي ومعه رجال من أصحابه لهم قوة فدخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أبكي قال ما يبكيك قلت سمعت كلامك مع أصحابك فسمعت بالعمرة قال وما لك قلت لا أصلي قال فلا يضرك فكوني في حجك فعسى الله أن يرزقكيها وإنما أنت من بنات آدم كتب الله عليك ما كتب عليهن قالت فخرجت في حجتي حتى نزلنا منى فتطهرت ثم طفنا بالبيت ونزل رسول الله صلى الله عليه وسلم المحصب فدعا عبد الرحمن ابن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے مہینوں میں حج کے ایام میں حج کا احرام باندھے ہوئے گئے جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور فرمایا تم میں سے جس شخص کے پاس ہدی نہ ہو اور وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کرنا پسند کرے تو وہ ایسا کر لے، اور جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے، جن کے پاس ہدی نہیں تھی ان میں سے بعض نے اس پر عمل کیا اور بعض نے عمل نہیں کیا، بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ تھے جن کو ہدی کی طاقت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا تم کس وجہ سے رو رہی ہو؟ میں نے کہا آپ نے صحابہ سے جو فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے میں نے عمرہ کے بارے میں بھی سنا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا سروکار ہے؟ میں نے کہا میں نماز نہیں پڑھ سکتی! آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔ تم اپنے حج کے افعال میں مصروف رہو، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تمہیں عمرہ بھی عطا کر دے گا، بات یہ ہے کہ تم حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی وہی مقدر کیا جو حضرت آدم کی دوسری بیٹیوں کے لیے مقدر کیا ہے، حضرت عائشہ نے کہا میں اپنے حج کے افعال میں مشغول رہی حتیٰ کہ ہم

إِلَى بَكْرٍ فَقَالَ اُخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ لْتَطُفْ بِالْبَيْتِ فَإِنِّي أَنْتَظِرُكُمَا هٰهُنَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فَأَهْلَلْتُ ثُمَّ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَجِئْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ مَنْزِلِهٖ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ هَلْ فَرَغْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَآذَنَ فِيْ أَصْحَابِهٖ بِالرَّحِيْلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ

منیٰ پہنچ گئے، وہاں میں پاک ہوگئی پھر ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں پہنچے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلاکر فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر جاؤ تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھ لیں۔ پھر بیت اللہ کا طواف کریں، اور میں تم دونوں کا یہاں انتظار کروں گا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم گئے، میں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا ومروہ کی سعی کی، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچ گئے وہاں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے وقت اسی مقام پر تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم عمرہ سے فارغ ہوگئیں؟ میں نے عرض کیا جی! پھر آپ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ چلتے چلتے جب آپ بیت اللہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر آپ مدینہ کی طرف گئے۔

٢٨١٩ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرِدًا وَمِنَّا مَنْ قَرَنَ وَمِنَّا مَنْ تَمَتَّعَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے بعض نے صرف حج کا احرام باندھا (افراد) بعض نے قران کا احرام باندھا اور بعض نے تمتع کا۔

٢٨٢٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ جَاءَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَاجَّةً .

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کا احرام باندھ کر آئی تھیں۔

٢٨٢١ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالقعدہ گزرنے سے پانچ دن پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہمارا حج کے سوا اور کوئی ارادہ نہیں تھا حتیٰ کہ جب ہم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی

تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِیْنَ مِنْ ذِی الْقَعْدَةِ لَا نُرٰی اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ حَتّٰی اِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَکَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یَکُنْ مَعَهٗ هَدْیٌ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ وَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ یَحِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَدُخِلَ عَلَیْنَا یَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقِیْلَ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهٖ قَالَ یَحْیٰی فَذَکَرْتُ هٰذَا الْحَدِیْثَ لِلْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ اَتَتْكَ وَ اللّٰهِ بِالْحَدِیْثِ عَلٰی وَجْهِهٖ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی نہ ہو، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد حلال ہو جائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یوم نحر (دس ذوالحج) کو ہمارے پاس گائے کا گوشت آیا۔ میں نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے؟ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی جانب سے قربانی کی ہے۔ یحیٰی بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت قاسم بن محمد کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا خدا کی قسم تم نے یہ حدیث بعینہٖ بیان کی ہے۔

۲۸۲۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیَی بْنَ سَعِیْدٍ یَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِیْ عَمْرَةُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ ح وَ حَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

۲۸۲۳ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُکَیْنِ وَ اَصْدُرُ بِنُسُكٍ وَّاحِدٍ قَالَ انْتَظِرِیْ فَاِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِیْ اِلَی التَّنْعِیْمِ فَاَهِلِّیْ مِنْهُ ثُمَّ الْقَیْنَا عِنْدَ کَذَا وَکَذَا قَالَ اَظُنُّهٗ قَالَ غَدًا وَلٰکِنَّهَا عَلٰی قَدْرِ نَصَبِكِ اَوْ قَالَ نَفَقَتِكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اور میری ایک عبادت ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم انتظار کرو جب تم پاک ہو جاؤ تو مقام تنعیم جانا اور وہاں سے احرام باندھنا اور ہم سے فلاں مقام پر آکر ملنا (راوی کہتے ہیں، میرا گمان ہے آپ نے فرمایا تھا کل) اور تمہارے اس عمرہ کا ثواب تمہاری تکلیف اور تمہارے خرچ کے مطابق ہے۔

۲۸۲۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ وَ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَا أَعْرِفُ حَدِيثَ أَحَدِهِمَا مِنَ الْآخَرِ أَنَّ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دوسرے لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۸۲۵ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ قَالَتْ فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ أَوَ مَا كُنْتِ طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ قَالَ عَقْرَى حَلْقَى أَوَ مَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ بَلَى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور ہمارا حج کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جب ہم مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جو شخص ہدی ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر جو لوگ ہدی ساتھ نہیں لائے تھے انھوں نے احرام کھول ڈالا۔ آپ کی ازواج مطہرات بھی ہدی ساتھ نہیں لائی تھیں۔ انھوں نے بھی احرام کھول ڈالا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی۔ جب شب محصب ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہوں گے اور میں صرف حج کر کے لوٹوں گی! آپ نے فرمایا: کیا جن راتوں میں ہم مکہ آئے تھے تم نے طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی نہیں! آپ نے فرمایا تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جاؤ اور عمرہ کا احرام باندھو اور فلاں مقام پر آ کر ہم سے مل جانا! حضرت صفیہ نے کہا میرا خیال ہے کہ میں تم لوگوں کو روکنے والی ہوں۔ آپ نے فرمایا: زخمی اور سر منڈی! (یہ پیار کے کلمات ہیں) کیا تم نے یوم نحر کو طواف نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے، روانہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ مکہ سے (بلندی پر) چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی۔ یا میں بلندی پر چڑھ رہی

مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا وَقَالَ إِسْحَاقُ مُتَهَبِّطَةٌ وَمُتَهَبِّطٌ۔

تھی اور آپ اتر رہے تھے۔

۲۸۲۶۔ وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُلَبِّي لَا نَذْكُرُ حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَنْصُورٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے گئے ہمارا ارادہ حج کا تھا نہ عمرہ کا۔ (یعنی خصوصیت سے)

۲۸۲۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ أَوْ خَمْسٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضْبَانُ فَقُلْتُ مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ قَالَ أَوَمَا شَعَرْتِ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ قَالَ الْحَكَمُ كَأَنَّهُمْ يَتَرَدَّدُونَ أَحْسِبُ وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ مَعِي حَتَّى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلُّ كَمَا حَلُّوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چار یا پانچ ذوالحج کو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کس نے ناراض کیا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم میں ڈال دے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ میں نے لوگوں کو ایک کام کا حکم دیا تھا اور وہ اس کے کرنے میں تردد کر رہے ہیں۔ راوی حکم کہتے ہیں میرا گمان ہے آپ نے فرمایا جس چیز کا مجھے بعد میں علم ہوا ہے اگر مجھے اس کا پہلے علم ہو جاتا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا۔ حتیٰ کہ یہیں ہدی کو خریدتا پھر اس طرح احرام کھولتا جس طرح انہوں نے احرام کھولا ہے۔

۲۸۲۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحج کی چار یا پانچ تاریخ کو تشریف لائے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِأَرْبَعٍ أَوْ خَمْسٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الشَّكَّ مِنَ الْحَكَمِ فِي قَوْلِهِ يَتَرَدَّدُوْنَ ۔

۲۸۲۹ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ فَقَدِمَتْ مَكَّةَ وَلَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا وَقَدْ أَهَلَّتْ بِالْحَجِّ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ النَّفْرِ يَسَعُكِ طَوَافُكِ لِحَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ فَأَبَتْ فَبَعَثَ بِهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انھوں نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا وہ مکہ مکرمہ آئیں اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے حائضہ ہو گئیں پھر انھوں نے احرام باندھ کر حج کی تمام عبادات ادا کیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوچ کے دن فرمایا ۔ تمہارا طواف، حج اور عمرہ دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ اس پر راضی نہیں ہوئیں ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم بھیج دیا تاکہ وہ حج کے بعد عمرہ کرلیں۔

۲۸۳۰ - وَحَدَّثَنِيْ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا حَاضَتْ بِسَرِفَ فَتَطَهَّرَتْ بِعَرَفَةَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْزِئُ عَنْكِ طَوَافُكِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مقام سرف میں انھیں حیض آگیا اور وہ اس سے یوم عرفہ میں پاک ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: صفا اور مروہ میں طواف، تمہارے حج اور عمرہ کے طواف سے کفایت کرے گا۔

۲۸۳۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ حَدَّثَتْنَا صَفِيَّةُ بِنْتُ شَيْبَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا لوگ دو اجر لے کر لوٹیں گے اور میں ایک اجر لیکر لوٹوں گی، پھر آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ کو لے کر تنعیم جائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں وہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا

أَيَرْجِعُ النَّاسُ بِأَجْرَيْنِ وَأَرْجِعُ بِأَجْرٍ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَنْطَلِقَ بِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ قَالَتْ فَأَرْدَفَنِي خَلْفَهُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ أَرْفَعُ خِمَارِي أَحْسُرُهُ عَنْ عُنُقِي فَيَضْرِبُ رِجْلِي بِعِلَّةِ الرَّاحِلَةِ قُلْتُ لَهُ وَهَلْ تَرَى مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ أَقْبَلْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْحَصْبَةِ۔

کرنے لگے۔ میں اپنے دوپٹہ کو اپنی گردن سے ہٹا دیتی تھی اور وہ سواری کے ہلنے سے میرے پیر پر مارتے تھے۔ میں ان سے کہتی تھی: کیا یہاں تمہیں کوئی نظر آرہا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا میں نے احرام باندھا پھر ہم واپس لوٹے حتیٰ کہ وادی حصبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

۲۹۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو أَخْبَرَهُ عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُرْدِفَ عَائِشَةَ فَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے جائیں اور انہیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لائیں۔

۲۹۳۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْنَا مُهِلِّينَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجٍّ مُفْرَدٍ وَأَقْبَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِعُمْرَةٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ عَرَكَتْ عَائِشَةُ حَتَّى إِذَا قَدِمْنَا طُفْنَا بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحِلَّ مِنَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ قَالَ فَقُلْنَا حِلُّ مَاذَا قَالَ الْحِلُّ كُلُّهُ فَوَاقَعْنَا النِّسَاءَ وَتَطَيَّبْنَا بِالطِّيبِ وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج مفرد کا احرام باندھ کر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف عمرہ کا احرام باندھ کر گئیں۔ جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں۔ جب ہم (مکہ میں) آئے تو ہم نے کعبہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ احرام کھول دے۔ ہم نے پوچھا: حلال ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا مکمل حلال ہو جائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیویوں سے جنسی عمل کیا، خوشبو لگائی اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اس وقت یوم عرفہ میں چار دن باقی تھے پھر یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو ہم نے حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی

اَرْبَعُ لَيَالٍ ثُمَّ اَهْلَلْنَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ فَوَجَدَهَا تَبْكِيْ فَقَالَ مَا شَاْنُكِ قَالَتْ شَاْنِيْ اَنِّيْ قَدْ حِضْتُ وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ اُحْلِلْ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَالنَّاسُ يَذْهَبُوْنَ اِلَى الْحَجِّ الْاٰنَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَاغْتَسِلِيْ ثُمَّ اَهِلِّيْ بِالْحَجِّ فَفَعَلَتْ وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ حَتّٰى اِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَالَ قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيْعًا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ اَنِّيْ لَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى حَجَجْتُ قَالَ فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ وَذٰلِكَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ۔

۳۸۳۴ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَهِيَ تَبْكِيْ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا قَبْلَ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ۔

۳۸۳۵ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ مَطَرٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ

تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا بات یہ ہے کہ مجھے حیض آگیا ہے لوگ (عمرہ کے احرام سے) حلال ہو چکے ہیں اور میں حلال نہیں ہو سکتی، نہ ہی میں نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے اور لوگ اب حج کے لیے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے مقدر کر دیا ہے، تم غسل کر لو اور حج کا احرام باندھ لو انھوں نے ایسا ہی کیا اور تمام مواقف پر ٹھہریں، جب وہ پاک ہو گئیں تو انھوں نے کعبہ اور صفا اور مروہ کا طواف کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے دل میں کھٹک محسوس کرتی ہوں کہ میں نے حج سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، آپ نے فرمایا اے عبد الرحمن جاؤ اور ان کو تنعیم سے عمرہ کراؤ اور یہ واقعہ شب محصب کو پیش آیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ رو رہی تھیں اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بعد لیث کی روایت کی طرح ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فِیْ حَجَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ وَّسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اللَّیْثِ وَزَادَ فِی الْحَدِیْثِ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا سَهْلًا اِذَا هَوِیَتِ الشَّیْءَ تَابَعَهَا عَلَیْهِ فَاَرْسَلَهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ فَاَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مِّنَ التَّنْعِیْمِ قَالَ مَطَرٌ قَالَ اَبُو الزُّبَیْرِ فَكَانَتْ عَائِشَةُ اِذَا حَجَّتْ صَنَعَتْ كَمَا صَنَعَتْ مَعَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

تھے۔ حضرت عائشہ جب بھی آپ سے کچھ فرمائش کرتیں تو آپ اس کو پورا کر دیتے۔ آپ نے انھیں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھیجا وہ انھیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لے آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کرتیں تو اس طرح کرتیں جس طرح انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا۔

۲۸۳۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَیْثَمَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّیْنَ بِالْحَجِّ مَعَنَا النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ طُفْنَا بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَكُنْ مَّعَهٗ هَدْیٌ فَلْیَحْلِلْ قَالَ قُلْنَا اَیُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ كُلُّهٗ قَالَ فَاَتَیْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّیَابَ وَمَسِسْنَا الطِّیْبَ فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ التَّرْوِیَةِ اَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ وَكَفَانَا الطَّوَافُ الْاَوَّلُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِی الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِیْ بَدَنَةٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حج کا احرام باندھے ہوئے نکلے۔ ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے جب مکہ مکرمہ پہنچ گئے بعد ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے، ہم نے پوچھا کس طرح حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا مکمل طور پر حلال ہو جائے۔ ہم نے اپنی بیویوں سے مقاربت کی سلے ہوئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائی، یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو ہم نے احرام باندھا اور صفا اور مروہ کا پہلا طواف ہی ہمیں کافی ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گایوں میں ہم میں سے سات آدمی شریک ہوں۔

۲۸۳۷۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حلال ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَحْلَلْنَا أَنْ نُحْرِمَ إِذَا تَوَجَّهْنَا إِلٰى مِنًى قَالَ فَأَهْلَلْنَا مِنَ الْأَبْطَحِ۔

نے ہمیں احرام باندھ کر منیٰ جانے کا حکم دیا لہٰذا مقام ابطح سے ہم نے احرام باندھا۔

۲۸۳۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا زَادَ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ طَوَافَهُ الْأَوَّلَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے صفا اور مروہ کے درمیان ایک (قسم کا) ہی طواف کیا۔

۲۸۳۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي نَاسٍ مَعِي قَالَ أَهْلَلْنَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا وَحْدَهُ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَأَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ حِلُّوا وَأَصِيبُوا النِّسَاءَ قَالَ عَطَاءٌ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ أَحَلَّهُنَّ لَهُمْ فَقُلْنَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا خَمْسٌ أَمَرَنَا أَنْ نُفْضِيَ إِلٰى نِسَائِنَا فَنَأْتِيَ عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيرُنَا الْمَنِيَّ قَالَ يَقُولُ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى قَوْلِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار ذوالحج کی صبح کو آگئے اور ہمیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔ عطاء کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنے احرام کھول دو اور بیویوں کے پاس جاؤ۔ عطاء کہتے ہیں کہ یہ حکم ان پر واجب نہیں تھا، البتہ ان کی عورتوں کو ان پر حلال کر دیا تھا حضرت جابر نے کہا اب عرفہ میں پانچ دن رہ گئے ہیں اور ہمیں بیویوں سے جنسی عمل کی اجازت دے دی ہے اور ہم اس حال میں عرفہ جائیں گے ہم سے جنسی عمل کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں گے۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت جابر یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ہلاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ سچا اور نیک ہوں اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح حلال ہو جاتا اور اگر میں اس کی طرف پہلے توجہ کر لیتا جس کی طرف بعد میں توجہ

بِيَدِهِ يُحَرِّكُهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ وَلَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّونَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ فَحِلُّوا فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنْ سِعَايَتِهِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ فَقَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا قَالَ وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا فَقَالَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ ابْنِ جُعْشُمٍ يَا رَسُولَ اللهِ أَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِأَبَدٍ فَقَالَ لِأَبَدٍ.

۲۸۳۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ وَنَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيْنَا وَضَاقَتْ بِهِ صُدُورُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا نَدْرِي أَشَيْءٌ بَلَغَهُ مِنَ السَّمَاءِ أَمْ شَيْءٌ مِنْ قِبَلِ النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ أَحِلُّوا فَلَوْلَا الْهَدْيُ الَّذِي مَعِي فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ قَالَ فَأَحْلَلْنَا حَتّٰى وَطِئْنَا النِّسَاءَ وَفَعَلْنَا مَا يَفْعَلُ الْحَلَالُ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ۔

۲۸۳۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو

کی ہے تو میں ہدی ہی روانہ نہ کرتا، پس اب احرام کھول دو۔ ہم نے احرام کھول دیے اور ہم نے آپ کا فرمان سنا اور اس کی اطاعت کی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی صدقات وصول کر کے آئے تو آپ نے پوچھا تم نے احرام میں کیا نیت کی تھی۔ حضرت علی نے کہا میں نے یہ نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے وہی میری نیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ہدی روانہ کرو اور احرام باندھے رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی آپ کے لیے بھی ہدی لائے تھے، حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یہ (قران اور تمتع) حکم صرف اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے کر حلال ہو جائیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے محرومی کی بناء پر) ہمیں یہ حکم دشوار معلوم ہوا اور ہمارے سینوں میں گھٹن پیدا ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی، خدا جانے آپ کو اس بات کا علم آسمانی وحی سے ہوا یا لوگوں میں سے کسی نے بتایا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! احرام کھول دو! اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح حلال ہو جاتا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر ہم نے احرام کھول دیا اور اپنی بیویوں سے جنسی عمل کیا اور وہ سارے کام کیے جو حلال کرتے ہیں حتیٰ کہ آٹھ تاریخ کو ہم نے مکہ سے پیٹھ پھیری اور حج کا تلبیہ کہا۔

موسیٰ بن نافع کہتے ہیں کہ میں عمرہ سے تمتع کر

نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ نَافِعٍ قَالَ قَدِمْتُ مَكَّةَ مُتَمَتِّعًا بِعُمْرَةٍ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِأَرْبَعَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ النَّاسُ تَصِيرُ حَجَّتُكَ الْآنَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ سَاقَ الْهَدْيَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ فَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوا وَأَقِيمُوا حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّذِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً قَالُوا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ قَالَ افْعَلُوا مَا آمُرُكُمْ بِهِ فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَفَعَلُوا۔

کے یوم ترویہ سے چار روز پہلے مکہ آیا لوگوں نے کہا اب تمہارا حج اہل مکہ کی طرح کا ہو گیا ہے۔ میں نے جا کر عطاء بن ابی رباح سے پوچھا، عطاء نے کہا مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدی لے کر آئے تھے انھوں نے اس سال حج کیا تھا اور (بعض) صحابہ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنا احرام کھول دو اور بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا و مروہ کی سعی کرو اور بال کاٹ کے حلال ہو کر رہو اور یوم ترویہ کو حج کا احرام باندھ لینا اور اپنے پہلے احرام کو تمتع کر دو، لوگوں نے کہا ہم اس کو تمتع کیسے کریں، حالانکہ ہم نے حج کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے! اور اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، لیکن میں اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک ہدی اپنی جگہ پہنچ جائے، پھر صحابہ نے اسی طرح کیا۔

٢٨٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ ابْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَنَحِلَّ قَالَ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کر دیں، اور حلال ہو جائیں، راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چونکہ ہدی تھی اس لیے آپ اس کو عمرہ نہ کر سکے۔

۲۸۴۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَأْمُرُنَا بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهٰى عَنْهَا قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ عَلٰى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثُ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِلُّ لِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ وَإِنَّ الْقُرْاٰنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهٗ فَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ وَأَبِتُّوا نِكَاحَ هٰذِهِ النِّسَاءِ فَلَنْ أُوتٰى بِرَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً إِلٰى أَجَلٍ إِلَّا رَجَمْتُهٗ بِالْحِجَارَةِ.

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہمیں حج تمتع کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں حج تمتع سے روکتے تھے۔ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث تو میرے ہی ہاتھوں سے لوگوں میں پھیلی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس چیز کو جیسے چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے اور قرآن مجید نے ٹھیک ٹھیک احکام نازل کر دیے ہیں، لہٰذا تم حج اور عمرہ اس طرح پورا کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور ان عورتوں سے نکاح کرو۔ میرے پاس جو ایسا شخص لایا گیا جس نے متعہ (عارضی نکاح) کیا ہو تو میں اس کو پتھر مار مار کر رجم کروں گا۔

۲۸۴۴ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَافْصِلُوا حَجَّكُمْ مِنْ عُمْرَتِكُمْ فَإِنَّهٗ أَتَمُّ لِحَجِّكُمْ وَأَتَمُّ لِعُمْرَتِكُمْ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ حج اور عمرہ کو الگ الگ کرو، اس طرح حج بھی پورا ہوگا اور عمرہ بھی۔

۲۸۴۵ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُولُ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو تو ہم نے ایسا ہی کیا۔

افراد، تمتع اور قران کے معنی

افراد کا معنی ہے صرف حج کرنا، تمتع کا معنی ہے عمرہ کر کے احرام کھول دینا اور عمرہ کے بعد حج کا احرام باندھ لینا اور قران کا معنی ہے حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھنا اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد بدستور احرام پر قائم رہنا اور حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھولنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں ائمہ کا اختلاف' آیا آپ کا حج افراد تھا، تمتع تھا یا قران؟

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا یا حج تمتع یا حج قران۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا، اور امام شافعی اور امام مالک کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا، اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ آپ نے حج تمتع کیا تھا اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں، بعض سے افراد کی تائید ہوتی ہے بعض سے تمتع کی اور بعض سے قران کی۔

آپ کے حج کے بارے میں روایات کے اختلاف کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد صرف ایک حج کیا ہے جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ایک حج کی روایت میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟ امام طحاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اختلاف استدلال اور اجتہاد کے اختلاف سے واقع ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور عمرہ اور حج دونوں کا ایک احرام باندھا تھا اور اس میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی تھی اور تلبیہ کہتے ہوئے جب آپ نے لبیک بحجۃ فرمایا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے صرف حج کا احرام باندھا ہے اس لیے انھوں نے حج افراد کی روایت کی اور جب آپ نے لبیک بعمرۃ فرمایا اور اس کے بعد حج کیا تو بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج تمتع کیا ہے اور جب آپ نے لبیک بحج وعمرۃ فرمایا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج قران کیا ہے۔ اس کے مزید جوابات آئندہ عنوان کے تحت شیخ ابن قیم کی عبارت میں اور افضلیت قران میں احناف کے دلائل میں علامہ سرخسی کی عبارات میں آ رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلائل اور افراد اور تمتع کی روایات کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا وہ حج افراد یا تمتع نہیں تھا بلکہ حج قران تھا، احادیث صریحہ اور روایات صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ شیخ ابن قیم حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیس سے زیادہ صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا احرام باندھا تھا، وہ احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) بخاری اور مسلم میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا اور قربانی کی اور ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا۔

(۲) بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عبد اللہ بن عمر کی مثل روایت ہے۔

(۳) صحیح مسلم میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حج کا عمرہ کے ساتھ قران کیا

اور ان کے بیے ایک (آرع کا) طواف کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

(۴) سنن ابوداؤد میں ہے مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انھوں نے کہا دو، حضرت عائشہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے ماسوا اس عمرہ کے جس کا حج کے ساتھ قران کیا تھا۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا قول حضرت ابن عمر کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عمر نے جو کہا کہ آپ نے دو عمرے کیے تھے اس سے آپ کی مراد ایسے عمرے ہیں جو کامل اور مقصود ہوں۔ (ا) عمرۃ القضاء (ب) عمرۃ الجعرانۃ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ چار عمرے ہیں۔ (ا) عمرۃ القضاء (ب) عمرۃ الجعرانۃ (ج) عمرۃ القران (د) وہ عمرہ جس سے آپ روک دیے گئے۔

(۵) سفیان ثوری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حج کیے ہیں۔ دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد اور اس کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا اس حدیث کو امام ترمذی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔

(۶) سنن ابوداؤد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے۔ (ا) عمرۃ الحدیبیہ (ب) حدیبیہ کے اگلے سال اس عمرہ کی قضاء (ج) عمرۃ الجعرانۃ (د) وہ عمرہ جس کا حج کے ساتھ قران کیا۔

(۷) صحیح بخاری میں ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عقیق میں فرمایا "آج رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے عمرہ حج میں ہے۔"

(۸) سنن ابوداؤد میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں نے ان کے ساتھ کچھ چاندی حاصل کی، جب حضرت علی یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہا میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رنگے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا اور انھوں نے گھر میں خوشبو بھی لگائی ہوئی تھی۔ انھوں نے کہا آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حلال ہونے کا حکم دیا اور وہ حلال ہو گئے (یعنی آپ حلال کیوں نہیں ہوئے) حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت کی تھی۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے احرام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ہدی روانہ کر دی ہے اور قران کا احرام باندھا ہے۔

(۹) سنن نسائی میں ہے مروان بن الحکم کہتے ہیں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ انھوں نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: اللّٰھم لبیك بحجۃ وعمرۃ (یعنی قران) حضرت عثمان نے کہا آپ اس (قران) سے باز نہیں آتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور

عمرہ کے ساتھ تلبیہ کرتے ہوئے سُنا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو تمہارے کہنے کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔

(۱۰) صحیح مسلم میں ہے مطرف کہتے ہیں کہ عمران بن حصین نے کہا: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس سے نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور وفات تک اس سے منع نہیں کیا۔

(۱۱) امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام سفیان بن عیینہ اپنی اپنی اسانید سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ اس کے بعد حج نہیں کریں گے۔

(۱۲) امام احمد، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہے۔

(۱۳) امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا ہے۔

(۱۴) امام احمد نے حرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا ہے۔

(۱۵) امام بزار نے سند صحیح سے روایت کیا کہ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو اس لیے جمع کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ اس سال کے بعد حج نہیں کریں گے۔

(۱۶) امام احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا قران کیا اور ان کے لیے ایک (نوع کا) طواف کیا۔ یہ حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے۔

(۱۷) امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آل محمد عمرہ کو حج میں داخل کر کے احرام باندھو۔

(۱۸) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ لوگ حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرے سے حلال نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا میں نے ہدی میں قلادہ ڈال دیا ہے اور سر کے بالوں کو چپکا لیا ہے میں اس وقت تک (عمرہ سے) حلال نہیں ہوں گا جب تک حج سے حلال نہ ہو جاؤں۔ شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک احرام سے عمرہ اور حج کیا تھا، کیونکہ آپ عمرہ سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک کہ حج سے حلال نہیں ہوئے اور امام مالک اور امام شافعی کے قواعد کے اعتبار سے یہ حجت زیادہ لازم ہے کیونکہ جو شخص عمرہ مفرد کرے اس کے لیے ہدی حلال ہونے سے مانع نہیں ہے، ہدی حلال ہونے سے صرف عمرہ قران کی مانع ہوتی ہے، لہٰذا ان قواعد کے اعتبار سے یہ حدیث حج قران پر صحیح دلیل ہے۔

(۱۹) جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے کہ جس سال حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حج کیا اس سال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس عمرہ اور حج کے قران پر گفتگو کر رہے تھے ضحاک

نے کہا قران وہی شخص کرے گا جو احکام الٰہیہ سے جاہل ہو، حضرت سعد نے فرمایا: اے بھتیجے تم نے اچھی بات نہیں کہی۔ ضحاک نے کہا حضرت عمر اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت سعد نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ قران کیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت سعد کی تمتع سے مراد تمتع کی ایک قسم تھی، یعنی تمتع القران اور یہی قرآن مجید اور صحابہ کرام کی لغت ہے جن کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔ آپ نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ نے فرمایا اور امام احمد نے تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا وہ تمتع القران تھا اور اس پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا اور حضرت عمران بن حصین نے مطرف سے کہا میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا پھر آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے انہوں نے قران کو تمتع اور حج اور عمرہ کے جمع کرنے سے تعبیر کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعید بن مسیب کی یہ روایت بھی اس پر دلیل ہے کہ حضرت علی اور عثمان، عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا عمرہ سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تم اس سے کیوں منع کرتے ہو۔ حضرت عثمان نے کہا اس بات کو چھوڑو۔ حضرت علی نے فرمایا میں اس بات کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔ یہ الفاظ صحیح مسلم میں ہیں اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں: عسفان میں حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان تمتع میں اختلاف ہوا، حضرت علی نے فرمایا تم اس کام سے کیوں منع کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا۔ اور امام بخاری نے اپنی سند سے بیان کیا کہ میں حضرت علی کے پاس حاضر تھا۔ حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بحجۃ وعمرۃ اور فرمایا میں کسی شخص کے قول کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ صحابہ حج اور عمرہ کو جمع کرنے کو تمتع کہتے تھے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا کیونکہ جب ان سے کہا گیا کہ تم اس کام کی کیوں مخالفت کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہیں کیا، اگر وہ اس کی موافقت نہ کرتے تو اس کا رد کر دیتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت اور اقتداء کا قصد کیا اور یہ بیان کیا کہ یہ فعل منسوخ نہیں ہوا ہے اور حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا اور سنت پر عمل کا اظہار کیا جس سے حضرت عثمان کسی تاویل کی وجہ سے رک گئے تھے اور یہ ایک مستقل دلیل ہے جس سے بیسویں دلیل تمام ہو گئی۔

(۲۱) امام مالک موطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک کہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔

شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور اپنے حکم کے مطابق (حج اور عمرہ کو ملانا) عمل کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ اولیٰ تھے اور باقی تمام احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور آئندہ ذکر کریں گے اور قدماء اور متاخرین فقہاء میں سے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جو شخص ہدی کو روانہ کرے اس پر قران کرنا واجب ہے اور جو ہدی کو روانہ نہ کرے اس پر عمرہ مفردہ کے ساتھ تمتع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور ایک جماعت ہے ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اور جس چیز کا آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا اس سے اعراض یا تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے قران کیا اور ہدی کو روانہ کیا اور آپ نے حکم دیا کہ جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ قران کو فسخ کر کے عمرہ مفردہ کا احرام باندھ لے، پس واجب یہ ہے کہ اس طرح کیا جائے جس طرح آپ نے کیا ہے یا جس طرح آپ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۲۳) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مدینہ میں چار رکعات نماز ظہر پڑھائی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھائی، رات ذوالحلیفہ میں گزاری، صبح کو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور جب مقام بیداء میں وہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کی اور پھر حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی حج اور عمرہ کا احرام باندھا جب ہم آ گئے تو آپ نے لوگوں کو حلال ہونے کا حکم دیا اور انھوں نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو حج کا احرام باندھا، نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا، بکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو یہ روایت سنائی، انھوں نے کہا آپ نے صرف حج کے ساتھ تلبیہ کہا تھا ان کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پھر ملاقات ہوئی تو انھوں نے حضرت انس کو حضرت ابن عمر کا قول سنایا حضرت انس نے کہا ہم سے صرف بچے تجاوز کرتے ہیں میں نے خود سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لبیک عمرۃ وحجا حضرت انس اور حضرت ابن عمر کی عمروں میں ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ کا فرق ہے، اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت انس کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کہا۔ امام قاضی ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا "لبیک بحج وعمرۃ" اور امام نسائی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کہتے تھے نیز امام نسائی نے حسن بصری سے روایت کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے بعد حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ امام بزار نے حضرت عمر کے غلام سے روایت کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔

اس کے بعد شیخ ابن قیم نے متعدد اسانید سے ثابت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا۔ شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ سولہ ثقہ راوی ہیں جو سب اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا اور وہ سولہ راوی یہ ہیں۔ حسن بصری، ابو قلابہ، حمید بن ہلال، حمید بن عبدالرحمن طویل، قتادہ، یحییٰ بن سعید انصاری، ثابت بنانی، بکر بن عبداللہ مزنی، عبدالعزیز بن صہیب، سلیمان تیمی، یحییٰ بن ابی اسحاق، زید بن اسلم، مصعب بن سلیم، ابو اسماء، ابو قدامہ عاصم

بن حصین، ابوقزعہ، سوید بن حجر باہلی۔ یہ وہ راوی ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا، اور حضرت علی اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب عزوجل نے قران کا حکم دیا اور حضرت علی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور ان حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کو اور جن لوگوں نے ہدی بھیجی تھی ان کو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔ وہ صحابہ کرام جنہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا یہ ہیں: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عمران بن حصین، حضرت براء بن عازب، حضرت ام المؤمنین حفصہ، حضرت ابو قتادہ، حضرت ابن ابی اوفی، حضرت ابو طلحہ، حضرت ہرماس بن زیاد، حضرت ام سلمہ، حضرت انس بن مالک، حضرت سعد بن ابی وقاص، رضی اللہ عنہم۔ یہ سترہ صحابی ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کو بیان کیا ہے۔ بعض صحابہ نے آپ کے فعل کا بیان اور بعض نے آپ کے حکم دینے کا بیان کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے جس طرح قران کے بارے میں احادیث مروی ہیں اسی طرح ان سے افراد کے بارے میں بھی احادیث مروی ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ان صحابہ کی روایات متعارض ہیں اور اس وجہ سے وہ قران پر استدلال میں معتبر ہیں نہ افراد میں، تاہم دوسرے صحابہ کی وہ روایات جو صرف قران کے بارے میں وارد ہیں اور تعارض اور اضطراب سے خالی ہیں وہ بہرحال اس بات پر قوی دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج، حج قران تھا لہٰذا ان احادیث کو بلا تامل قبول کر لینا چاہیے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دراصل ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ تعارض کا گمان صرف ان لوگوں نے کیا ہے جو صحابہ کرام کے الفاظ کی مراد سے ناواقف ہیں اور الفاظ صحابہ سے بعد کی بنی ہوئی اصطلاحات مراد لیتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ اس باب میں احادیث متفق ہیں اور ان میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ نہایت معمولی ہے جیسا کہ اور روایات میں بھی ہوتا ہے کیونکہ صحابہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے تمتع کیا اور تمتع ان کے نزدیک قران کو بھی شامل ہے، اور جس صحابی سے یہ مروی ہے کہ آپ نے افراد کیا اسی سے تمتع کی بھی روایت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعید بن مسیب سے روایت ہے، حضرت علی اور حضرت عثمان، عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا عمرہ سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تم اس فعل سے منع کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا ہمیں چھوڑ دو، حضرت علی نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اور جب حضرت علی نے یہ

دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا، اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ حج اور عمرہ کے جمع کرنے والے کو وہ متمتع کہتے تھے اور یہی (جس فعل کو صحابہ تمتع کہتے تھے) وہ فعل ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور حضرت عثمان نے بھی حضرت علی کی اس بات سے اتفاق کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کیا تھا لیکن ان کا اختلاف اس بات میں تھا کہ آیا ہمارے حق میں یہ افضل ہے یا نہیں اور حج کو عمرہ سے فسخ کر دینا آیا ہمارے لیے مشروع ہے یا نہیں، جیسا کہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، حضرت علی اور حضرت عثمان کا اس پر اتفاق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہے اور تمتع سے مراد ان کی قران ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مطرف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور آپ نے اس سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی اور نہ ہی اس کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت نازل ہوئی اور عمران بن حصین سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی تمتع کیا، ان احادیث سے واضح ہوا کہ حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور وہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام قارن کو متمتع کہتے ہیں اور حضرت عمر سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا آیا، اس نے کہا اس وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے عمرہ حج میں ہے۔ پس خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین اسانید صحیحہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا قران کیا اور اس کو صحابہ تمتع کہتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کے ساتھ تلبیہ کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بکر بن عبد اللہ مزنی نے حضرت ابن عمر سے بیان کی ہے اس کے برخلاف بکر سے زیادہ ثقہ راوی جو حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں وہ ان کے بیٹے حضرت سالم اور ان کے شاگرد حضرت نافع ہیں وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔[1]

اسی طرح جن صحابہ سے افراد حج کی روایت ہے اس سے افراد یا حج مفرد کا فقہی یا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اعمال حج کو منفرداً ادا کیا یعنی حج اور عمرہ کے اعمال کو باہم متحد نہیں کیا۔

افراد تمتع اور قران میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں ائمہ کا اتفاق ہے کہ افراد، تمتع اور قران جائز ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور داؤد بن علی اصفہانی (امام غیر مقلدین) کے نزدیک افراد افضل ہے۔ امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، مزنی، ابن منذر اور ابو اسحاق مروزی کے نزدیک قران افضل ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمتع افضل ہے اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک تمتع اور قران دونوں افراد سے افضل ہیں۔[2]

[1] شیخ محمد بن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸۲ - ۱۷۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان تینوں میں سے جس کا احرام بھی باندھ لیا جائے وہ جائز ہے، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے امام (امام احمد بن حنبل) کا نظریہ یہ ہے کہ افضل تمتع ہے پھر افراد ہے، پھر قران ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے بھی تمتع کو افضل قرار دیا ہے۔ مروذی نے امام احمد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اگر ہدی روانہ کر دی ہے تو قران افضل ہے ورنہ تمتع افضل ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی روانہ کر دی تو قران کیا اور جو صحابہ ہدی روانہ کر چکے تھے انہیں اس وقت تک حلال ہونے سے روک دیا جب تک ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے اور ثوری اور اصحاب رائے کا نظریہ یہ ہے کہ قران افضل ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور فرمایا لبیک عمرة وحجا لبیک عمرة وحجا [1] (بخاری ومسلم)

شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یہ نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا بلکہ امام احمد نے اس پر تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔ انہوں نے کہا مجھے اس میں بالکل شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور میرے نزدیک تمتع زیادہ افضل ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری امر ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا جس چیز کا مجھے بعد میں علم ہوا ہے اگر اس کا مجھے پہلے علم ہو جاتا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا اور عمرہ کا احرام باندھتا [2] (یعنی تمتع کرتا)۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا افراد افضل ہے یا قران افضل ہے یا تمتع؟ اور اس اختلاف کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی تفسیر میں اختلاف ہے، کیونکہ یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے تمتع کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ قارن تھے، امام مالک نے افراد کو اختیار کیا، ان کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ہے "حجة الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم میں سے بعض نے (صرف) عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث اسانید کثیرہ سے مروی ہے، ابو عمر بن عبد البر نے کہا متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے افراد مروی ہے، اور یہی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جن علماء کی یہ تحقیق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع کے سال عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا اور قربانی کی اور آپ نے ذوالحلیفہ سے ہدی روانہ کی تھی۔ یہ حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کا مسلک ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تمتع اور افراد کی متعارض روایات ہیں۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جن علماء کی یہ تحقیق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا ان کے استدلال کے لیے بہت زیادہ احادیث ہیں ان میں سے صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطاب کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ۔

[2] شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ ھ، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج ۲۶ ص ۳۵-۳۶، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میں وادی عقیق میں تھا کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں احرام باندھ لیجئے اور کہا گیا کہ عمرہ حج میں ہے، اور صحیح بخاری میں ہے مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے پاس تھا، حضرت عثمان تمتع اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ حضرت علی نے جب یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بعمرۃ و حجۃ اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بناء پر نہیں چھوڑ سکتا، نیز صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت انس کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا لبیک بعمرۃ و حجۃ اور امام مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام ملا کر باندھے پھر جب تک دونوں سے حلال نہ ہو اس وقت تک حلال نہ ہو۔" اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور یہ بات بہت بعید ہے کہ جن صحابہ کے پاس ہدی ہو آپ ان کو قران کا حکم دیں اور آپ ہدی ساتھ ہونے کے باوجود قران نہ کریں اور امام مالک کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے اپنی ہدی کو قلادہ ڈال دیا ہے اور بالوں کو چپکا لیا ہے اور میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا جب تک کہ اپنی ہدی کی قربانی نہ کر دوں۔" اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قارن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میرے نزدیک تمتع زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس چیز کا علم ہو جاتا جس کا بعد میں علم ہوا تو میں ہدی کو روانہ نہ کرتا اور اس احرام میں عمرہ کی نیت کر لیتا۔[1]

افضلیت قران پر احناف کے دلائل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا احرام ملا کر باندھا جائے بایں طور کہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یا عمرہ کے احرام کے بعد اعمال کی ادائیگی سے پہلے حج کا احرام باندھے اور تمتع یہ ہے کہ ایک سفر میں اپنے گھر میں قیام کیے بغیر دو عبادتیں ادا کرے اور افراد یہ ہے کہ پہلے حج کرے پھر حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے یا ہر عبادت الگ الگ سفر میں ادا کرے یا عمرہ، حج کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ادا کرے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک قران افضل ہے اس کے بعد تمتع ہے اور ابن شجاع کی امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ افراد تمتع سے افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک افراد، قران سے افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک تمتع قران سے افضل ہے۔ امام شافعی کا استدلال حضرت جابر کی روایت سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا جنھوں نے افراد کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد فریضہ حج ایک بار ادا کیا ہے اور آپ افضل چیز کو ترک نہیں کیا کرتے تھے اور افراد اس لیے بھی افضل ہے کہ قران رخصت ہے اور افراد

[1] قاضی ابن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۳۶-۲۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

عزیمت ہے اور رخصت پر عمل کرنے کی بہ نسبت عزیمت پر عمل کرنا زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم کو تمہاری مشقت کے اعتبار سے اجر ملے گا اور افراد میں زیادہ مشقت ہے کیونکہ افراد میں احرام، سعی اور حلق زیادہ ہیں کیونکہ قارن دو عبادتیں ایک سفر میں ادا کرتا ہے اور حج اور عمرہ کا ایک تلبیہ کہتا ہے اور اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اس پر قران میں قربانی واجب ہوتی ہے اور مفرد ہر عبادت کو صفت کمال سے ادا کرتا ہے اور کسی عبادت کو بطریقہ کمال ادا کرنا، کمی کرنے اور پھر اس کمی کو پورا کرنے سے افضل ہے امام مالک رحمہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کی روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ میں قران کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ دراں حالیکہ وہ اونٹنی جگالی کر رہی تھی اور اس کا لعاب میرے کندھے پر بہہ رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: "لبیک بحجۃ وعمرۃ معا"

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ محدثین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی روایات کو جمع کیا ہے، "بیس صحابہ نے آپ کے حج کو بیان کیا ہے، دس صحابہ نے بیان کیا کہ آپ نے قران کیا، دس نے بیان کیا کہ آپ نے افراد کیا اور دس نے بیان کیا کہ آپ نے تمتع کیا، ہم ان روایات میں یہ تطبیق دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کے ساتھ تلبیہ کیا، جس کو بعض صحابہ نے سنا پھر بعد میں انھوں نے آپ کو حج کرتے ہوئے دیکھا پس انھوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے تمتع کیا تھا اور انھوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے فعل کی روایت کی، بعد میں آپ نے حج کا تلبیہ کیا جس کو دوسرے صحابہ نے سنا اور انھوں نے گمان کیا کہ آپ حج مفرد کرنے والے ہیں، پھر آپ نے حج اور عمرہ کو ملا کر تلبیہ کہا جس کو ایک اور گروہ نے سنا اور انھوں نے یقین کر لیا کہ آپ قارن ہیں اور ہر ایک نے اس چیز کو نقل کیا جو ان کے گمان کے مطابق تھی اور یہ تطبیق ایسی ہی ہے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے بارے میں مختلف روایات میں تطبیق دی ہے۔ (یہ تطبیق ہم سنن ابو داؤد کے حوالہ سے احرام باندھنے کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں فعلی روایات میں تعارض واقع ہوا تو ہم نے آپ کے حج کے متعلق قولی روایت کو لیا اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا دراں حالیکہ میں وادی عقیق میں تھا، اس نے کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور حج اور عمرہ کو ملا کر احرام باندھیں اور قران اس لیے بھی افضل ہے کہ قران میں دو عبادتیں جمع ہیں، اور الگ عبادات کرنے سے دو عبادتوں کو جمع کرنا افضل ہے، جس طرح روزے اور اعتکاف کو جمع کرنا افضل ہے اور جیسے سرحد کی حفاظت اور تہجد کی نماز کو جمع کرنا افضل ہے اور قران اس لیے بھی افضل ہے کہ قران میں ایک عبادت زیادہ ہے اور وہ قربانی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افضل الحج العج والثج" افضل

حج وہ ہے جس میں تلبیہ اور قربانی ہو۔" باقی امام مالک اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ قربانی حج میں جبر نقصان (کمی کو پورا کرنے) کے لیے ہے کیونکہ جو قربانی کسی کمی کو پورا کرنے کے لیے کی جاتی ہے وہ کسی ممنوع کام کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس کا وقت متعین نہیں ہوتا اور قران میں جو قربانی کی جاتی ہے اس کا وقت متعین ہے وہ صرف قربانی کے ایام میں کی جا سکتی ہے اور وہ کسی ممنوع کام کی بناء پر نہیں ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ قران میں جو ہدی کا خون بہایا جاتا ہے وہ قربانی اور عبادت ہے اور قران ایک زائد عبادت پر مشتمل ہے اس لیے قران افراد سے افضل قرار پایا۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عمرہ اور حج کو ملانے سے منع کرتے تھے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے نزدیک فی نفسہٖ قران یا تمتع مکروہ تھا بلکہ ان کو یہ ناپسند تھا کہ حج کے مہینوں کے علاوہ بیت اللہ کو خالی چھوڑ دیا جائے اور لوگ بیت اللہ کی زیارت کے لیے سفر نہ کریں نہ یہ کہ ان کے نزدیک فی نفسہٖ قران یا تمتع مکروہ تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ صبی بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عیسائی شخص تھا، میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں نے اپنے اوپر حج اور عمرہ کو واجب پایا میں نے حج اور عمرہ میں قران کیا، میری کچھ صحابہ سے ملاقات ہوئی ان میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما بھی تھے ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے میرے متعلق کہا کہ یہ (قران کی وجہ سے) اپنے اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے پھر میری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے حضرت عمر کے سامنے ان کا قول بیان کیا حضرت عمر نے فرمایا انھوں نے غلط کہا ہے، تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قران کی افضلیت ذکر کرنے کے بعد ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قران کرنے کا ارادہ کرے وہ مفرد کی طرح احرام کی تیاری کرے اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگے: "اللّٰھم انی ارید العمرۃ والحج" اور تلبیہ میں کہے "لبیک بعمرۃ وحجۃ" عمرہ کا ذکر اس لیے مقدم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے قول میں عمرہ کو حج پر مقدم رکھا "فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج" اور اس لیے بھی کہ پہلے عمرہ کیا جاتا ہے اور پھر حج کیا جاتا ہے [1]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ افضلیت قران پر دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کو ملا کر احرام باندھے" اور یہ بعینہٖ قران ہے نیز فرمایا "پھر جب تک وہ ان دونوں سے حلال نہ ہو اس وقت تک حلال نہ ہو" اور یہی قران کا حکم ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا حکم دیا [2]

بعض شارحین کا حج کی متعارض روایات کی تطبیق میں تسامح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں افراد، تمتع اور قران کی جو مختلف روایات ہیں ان میں تطبیق دیتے ہوئے بعض معاصرین لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۲۷۔۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ بدر الدین العینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے تمتع کیا ایک اور روایت کے مطابق آپ نے قران کیا تو اختلاف کے اندفاع کا کیا طریقہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اس میں متمتع رہے پھر طواف سے پہلے حج کا علیحدہ احرام باندھا اور اس طرح آپ قارن ہو گئے۔[1]

بعض معاصرین کے اس جواب میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس فعل کو افراد قرار دیا گیا؟ اور کس فعل کو تمتع قرار دیا گیا؟ کیونکہ پہلے عمرہ کا احرام باندھنا اور پھر اسی میں متمتع (فائدہ اٹھاتے ہوئے) رہنا حج افراد ہے نہ حج تمتع، اس لیے ان کی یہ عبارت اصل سوال کا جواب نہیں ہے، نیز کسی مستند روایت سے ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں دو الگ الگ احرام باندھے تھے اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو ہم نے علامہ سرخسی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "تلبیہ" میں مختلف کلمات کہے جب آپ نے لبیک بحج کہا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج مفرد کیا ہے اور اسی طرح روایت کی جب آپ نے لبیک بعمرۃ کہا اور اس کے بعد حج کیا تو اس سے بعض صحابہ نے سمجھا کہ آپ نے تمتع کیا ہے اور تمتع کی روایت کی اور جب آپ نے لبیک بحجۃ وعمرۃ کہا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے قران کیا ہے اور قران کی روایت کی اور یہی صحیح بات ہے، دوسرا جواب وہ ہے جس کو ہم نے بہت تفصیل سے شیخ ابن قیم کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمتع اور قران میں جو فقہ کی اصطلاح ہے صحابہ نے اس اعتبار سے تمتع اور قران کے الفاظ نہیں استعمال کیے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ بعد کی اصطلاح ہے، صحابہ کرام قران پر بھی تمتع کا اطلاق کرتے تھے اس لیے قران اور تمتع کی روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور حج مفرد والی حدیث دراصل بکر بن عبداللہ مزنی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے، اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے سالم اور ان کے خاص شاگرد نافع نے حضرت ابن عمر سے حج تمتع کی روایت کی ہے، اس لیے حج مفرد کی روایت شاذ اور غیر معتبر ہے۔ اس اعتبار سے ان روایات کا ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ علامہ نووی نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض نے افراد کیا۔ بعض نے تمتع اور بعض نے قران کیا اور ہر ایک کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کی تعلیم سے تھا اس لیے انہوں نے ان افعال کی اضافت آپ کی طرف کر دی کہ آپ نے افراد کیا یا آپ نے تمتع کیا یا آپ نے قران کیا کیونکہ ان افعال کا حکم آپ نے دیا تھا جس طرح قرآن مجید میں ہے: یذبح ابناءھم فرعون بنو اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا حالانکہ فرعون نے صرف حکم دیا تھا اور ذبح قوم فرعون کرتی تھی لیکن چونکہ وہ حکم دینے والا تھا۔ اس لیے اس فعل کی اضافت فرعون کی طرف کر دی گئی۔ اسی اسلوب پر آپ کے حکم دینے کی وجہ سے صحابہ کرام نے افراد اور تمتع کی اضافت آپ کی طرف کر دی حالانکہ آپ نے افراد اور تمتع نہیں صرف قران کیا تھا بہرحال ان تین جوابات سے ان احادیث کا ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ فاغتنم ھذا التحقیق۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات ہر چند کہ علامہ سرخسی کی عبارت میں شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب آگیا ہے۔ لیکن مزید وضاحت کے لیے ہم شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا ذکر کر کے

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲ ص ۵۹۳، ۵۹۲، مطبوعہ مطبع ریاض حسین الجدید، پرنٹرز لاہور

ان کے جوابات پیش کر رہے ہیں۔ علامہ نووی نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا اس لیے حج افراد افضل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ نے جو افراد کی روایت نقل کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اللّٰھم لبیك بحجۃ سنا اور اللّٰھم لبیك بحج وعمرۃ نہیں سنا۔ خود علامہ نووی، علامہ خطابی شافعی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویحتمل ان بعضھم سمعہ یقول لبیك بحجۃ فحکی عنہ انہ افرد وخفی علیہ قولہ وعمرۃ فلم یحك الا ما سمع وسمع انس وغیرہ الزیادۃ وھی لبیك بحجۃ وعمرۃ ولا ینکر قبول الزیادۃ وانما یحصل التناقض لو کان الزائد نافیا لقول صاحبہ فاما اذا کان مثبتا لہ وزائدا علیہ فلیس فیہ تناقض۔ [1]

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لبیک بحجۃ کہتے ہوئے سنا تو یہ حکایت کر دی کہ آپ نے افراد کیا ہے اور ان پر آپ کا قول "وعمرۃ" مخفی رہا۔ اس لیے انھوں نے جو سنا اس کی حکایت کی اور حضرت انس اور دوسرے صحابہ نے زیادہ الفاظ سنے انھوں نے "لبیک بحجۃ وعمرۃ" سنا۔ اور زیادتی کی نفی نہیں کی جاتی اور جب زیادتی کرنے والا اپنے صاحب کی نفی نہ کرے تو اس میں کوئی تضاد نہیں ہوتا اور وہ زیادتی قبول کی جاتی ہے۔

علامہ نووی نے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے حج افراد کیا اور اس پر دوام کیا، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان نے ایسا ہی کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل میں اختلاف ہے۔ اگر خلفائے راشدین کو افراد کی افضلیت کا علم نہ ہوتا اور وہ یہ نہ جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد کیا ہے تو کبھی افراد پر دوام نہ کرتے حالانکہ وہ جلیل القدر ائمہ اور اسلام کے مقتدا ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف ان سے دوام کس طرح متصور ہو سکتا ہے؟ اور حضرت علی نے افراد سے اختلاف بیان جواز کے لیے کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کا قران کی مخالفت کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ علامہ نووی کو اس سلسلہ میں تسامح ہوا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی دو قول نہیں ہیں ان کا صرف ایک قول ہے کہ وہ قران کو سنت اور بلا کراہت جائز قرار دیتے تھے۔ صحاح میں ایسی روایات بکثرت موجود ہیں اور ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ حضرت علی نے قران کو خلاف سنت یا مکروہ کہا ہو حتیٰ کہ ان کا اختلاف ثابت ہو علامہ نووی کو اس سلسلہ میں بھی یقیناً تسامح ہوا ہے۔

سب سے پہلے حضرت عمر نے قران کو مکروہ جانا تھا اور اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔

ان سالم بن عبد اللہ حدثہ انہ سمع

سالم بن عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شامی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

رجلا من اهل الشام وهو يسأل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هي حلال فقال الشامي ان اباك قد نهى عنها فقال عبد الله بن عمر ارأيت ان كان ابي نهى عنها وصنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم أامر ابي يتبع ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الرجل بل امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا حديث حسن صحيح۔[1]

شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تمتع کا کیا حکم ہے؟ (صحابہ قران کو تمتع کہتے تھے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ سعیدی) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جائز ہے! شامی نے کہا تمہارے والد تو اس سے منع کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ میرے والد ایک کام سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہو تو آیا میرے باپ کی پیروی کی جائیگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟۔ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے گی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے! امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔ اس بات کو حضرت عمر کے صاحبزادے بھی جانتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں اپنے والد کے قول کو ترک کرنے کی تلقین کرتے تھے بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی قران کے سنت ہونے کو جانتے تھے!

عن ابی وائل قال قال الصبی بن معبد اهللت بهما معا فقال عمر هديت لسنة نبيك صلى الله عليه وسلم۔[2]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ صبی بن معبد نے کہا میں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ملا کر اکٹھا باندھا۔ حضرت عمر نے فرمایا تم نے اپنے نبی کی سنت کو پالیا۔

اس حدیث کو امام نسائی[3]، امام ابن ماجہ[4]، امام ابن ابی شیبہ[5]، امام احمد اور امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ زیلعی لکھتے ہیں: امام دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا ہے کہ صبی بن معبد کی یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحیح ترین سند عن ابی وائل عن الصبی عن عمر ہے[6]

حضرت عمر کی طرح حضرت عثمان بھی جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قران ہے اس کی وضاحت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[3] امام عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰-۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ　سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱۳

[5] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۴۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[6] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۱۰-۱۰۹، مطبوعہ مجلس علمی سورت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن مروان بن الحکم قال شهدت عثمان وعلیا وعثمان ینهی عن المتعة وان یجمع بینهما فلما رأی علی اهل بهما لبیک بعمرة وحجة قال ما کنت لادع سنة النبی صلی اللہ علیه وسلم لقول احد.[1]

مروان بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے پاس تھا۔ حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کرنے سے منع کرتے تھے جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بناء پر نہیں چھوڑ سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے اس قول کا رد نہیں کیا کہ قران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ قران، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما قران سے کیوں منع کرتے تھے۔ اس کا ایک جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے اور آئندہ ہم اس کی مزید تحقیق کریں گے بہر حال اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خلفاء راشدین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت افراد تھی ورنہ وہ افراد نہ کرتے اور قران سے منع نہ کرتے کیونکہ ان کا قران سے منع کرنا ان کے اجتہاد کی بناء پر تھا۔

علامہ نووی نے افراد کی افضلیت پر تیسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ افراد میں دم (جانور کو ذبح کرنا) نہیں ہے جبکہ قران اور تمتع میں دم ہوتا ہے اور دم کسی کمی کو پورا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ افراد، تمتع اور قران سے افضل اور کامل ہے۔ اس کا جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے کہ قران اور اسی طرح تمتع میں قربانی ہے دم نہیں ہے کیونکہ قران میں قربانی کے معین دنوں میں ہدی کو ذبح کیا جاتا ہے جبکہ دم کو ذبح کرنے کے لیے دنوں کی کوئی قید نہیں ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ دم کسی قصور کے تاوان میں ہوتا ہے اور تمتع اور قران کا احرام باندھنا کوئی قصور یا غلطی نہیں ہے جس کے تاوان میں دم لازم آئے۔

قران میں طواف کے متعلق ائمہ کے مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۲۸۰۶ میں ہے کہ جن صحابہ نے حج اور عمرہ کا ایک احرام باندھا تھا انھوں نے ایک طواف کیا۔" اس حدیث کے پیش نظر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ قران میں حج اور عمرہ دونوں کا ایک طواف ہوتا ہے اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حج اور عمرہ الگ الگ عبادتیں ہیں اور دونوں میں الگ الگ طواف ہیں اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے ایک قسم کا طواف کیا۔"

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ قران میں صرف ایک طواف رکن کافی ہوتا ہے اور یہ کہ قران میں صرف حج کے افعال پر اقتصار کیا جاتا ہے اور عمرہ کے تمام افعال حج میں مندرج ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا یہی مسلک ہے اور صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور حضرت عائشہ کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوحنیفہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الاولی، ۱۳۸۱ھ

یہ فرماتے ہیں کہ قران میں دو طواف (ایک حج کا اور ایک عمرہ کا) اور دو سعی لازم ہیں، صحابہ میں سے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے اور تابعین میں سے شعبی اور نخعی کا یہی نظریہ ہے[1]

قران میں دو طوافوں پر احناف کا احادیث سے استدلال

امام ابو حنیفہ کے نزدیک قران میں دو طواف ہیں یعنی حج اور عمرہ کے الگ الگ طواف ہیں

احناف کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

۱۔ عن ابن عمر انہ جمع بین حجتہ و عمرتہ معا قال سبیلھما واحد قال فطاف لھما طوافین، وسعی لھما سعیین، و قال: ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنع کما صنعت۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھا اور کہا ان کا ایک طریقہ ہے اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا جس طرح میں نے کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

۲۔ عن عبد اللہ قال: طاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف لعمرتہ وحجتہ طوافین وسعی سعیین وابوبکر وعمر وعلی وابن مسعود۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمرہ اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے بھی دو طواف اور دو سعی کیں۔

۳۔ عن عمران بن الحصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف طوافین وسعی سعیین۔[4]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طواف اور دو سعی کیں۔

۴۔ عن ابی نصر قال: لقیت علیا وقد اھللت بالحج واھل ھو بالحج والعمرۃ فقلت: ھل استطیع ان افعل کما فعلت؟ قال: ذلک، لو کنت بدأت بالعمرۃ فقلت: کیف افعل اذا اردت ذلک؟ قال تاخذ اداوۃ من ماء فتفیضھا علیک، ثم تھل بھما جمیعا ثم تطوف لھما طوافین

ابو نصر کہتے ہیں کہ میری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کیا میں بھی ایسا کر سکتا ہوں جیسا کہ آپ نے کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا بشرطیکہ تم عمرہ سے ابتدا کرتے۔ میں نے پوچھا اگر میں اس طرح کرنا چاہوں تو کیسے کروں؟ فرمایا تم لوٹے میں پانی لے کر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔
[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[3] 〃 〃 ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۳ 〃 〃
[4] 〃 〃 ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۴ 〃 〃

وتسعی لهما سعیین .[1]

اپنے اوپر ڈالو پھر حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھو پھر ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو۔

٥ - عن ابی نصر السلمی عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال : اذا اهللت بالحج والعمرة فطف لهما طوافین واسع لهما سعیین بالصفا والمروة قال منصور فلقیت مجاهدا وهو یفتی بطواف واحد لمن قرن فقال لو کنت سمعت لما فتت الا بطوافین، واما بعد الیوم فلا افتی الا بهما .[2]

ابو نصر سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم حج اور عمرہ کا احرام باندھو تو ان کے لیے دو طواف کرو اور ان کے لیے صفا اور مروہ کی دو سعی کرو۔ منصور کہتے ہیں کہ میری مجاہد سے ملاقات ہوئی وہ قران والے کے لیے ایک طواف کا فتویٰ دیتے تھے انہوں نے کہا اگر میں نے پہلے یہ حدیث سنی ہوتی تو میں دو طواف ہی کا فتویٰ دیتا اور آج سے میں دو طواف کا ہی فتویٰ دوں گا

٦ - عن زیاد بن مالك ان علیا وابن مسعود قالا : فی القارن یطوف طوافین .[3]

زیاد بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت علی اور ابن مسعود قران کرنے والے کے لیے دو طواف کا فتویٰ دیتے تھے۔

٧ - عن الحسن بن علی : اذا قرنت بین الحج والعمرة فطف طوافین واسع سعیین .[4]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم حج اور عمرہ میں قران کرو تو دو طواف اور دو سعی کرو۔

٨ - عن ابی جعفر قال : القارن یطوف طوافین ویسعی سعیین .[5]

ابو جعفر کہتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

ہدی روانہ کرنے والے متمتع کے حلال ہونے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۸۰۰ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا، جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور وہ ہدی نہیں لایا وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور وہ ہدی لایا ہے وہ اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک اپنی ہدی قربانی کے دن ذبح نہ کر دے۔ اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے وہ اپنا حج پورا کرے"!

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۷۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔
[3] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
[4] // // // المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۵،
[5] // // // المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۵،

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور ان کے موافقین کے مسلک پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ تمتع کرنے والے کے پاس جب ہدی ہو تو وہ عمرہ سے اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک قربانی کے دن اس کی ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے اور امام مالک، امام شافعی اور ان کے موافقین کا مسلک یہ ہے کہ تمتع کرنے والا جب (عمرہ کے) طواف اور سعی سے فارغ ہو گیا اور اس نے سر منڈا لیا تو اس کے لیے ہر چیز حلال ہو گئی خواہ اس نے ہدی روانہ کی ہو یا نہیں [۱]

شوافع اور مالکیہ کے دلائل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع اس مسئلہ میں ہدی روانہ کرنے والے کو ہدی روانہ نہ کرنے والے پر قیاس کرتے ہیں، بایں طور کہ ہدی نہ بھیجنے والا متمتع جب حج سے فارغ ہو جائے تو اس پر ہر چیز حلال ہو جاتی ہے جس طرح صرف حج کے احرام باندھنے والے (مفرد) پر حلال ہو جاتی ہے اور اس حدیث کا شوافع اور مالکیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے اور مفصل حدیث اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھ لے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک دونوں (حج اور عمرہ) سے حلال نہ ہو جائے۔ اور پہلی حدیث کی یہ تاویل ہے کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی روانہ کی ہے وہ حج کا احرام باندھے اور اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک کہ اس کی ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ہی قصہ ہے۔ راوی بھی ایک ہے اس لیے ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا متعین ہو گیا [۲]

شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب

علامہ نووی نے جو مفصل حدیث ذکر کی ہے وہ شافعیہ کے مسلک پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اختلاف اس میں ہے کہ جو شخص تمتع کرے اور ہدی بھی روانہ کرے آیا وہ ہدی کو ذبح کرنے سے پہلے حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شوافع اور مالکیہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ذبح سے پہلے حلال ہو سکتا ہے اور اس چیز کا اس مفصل حدیث میں بالکل ذکر نہیں ہے کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی بھی روانہ کی وہ ہدی کو ذبح کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ مطلقاً عمرہ کا ذکر نہیں ہے حتیٰ کہ علامہ نووی کا مدعا ثابت ہو بلکہ یہ اس عمرہ کا ذکر ہے جس کے بعد صحابہ نے حج کرنا تھا جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے یہ حجۃ الوداع کا سال تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ حج کے لیے نکلے تھے اور جس عمرہ کے بعد حج کیا جائے وہ تمتع ہوتا ہے اس لیے دونوں حدیثوں سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمتع کرنے والا جب پہلے ہدی بھیج دے تو وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہدی ذبح نہ کر دی جائے۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حنابلہ کے دلائل علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر تمتع کرنے والے نے پہلے ہدی روانہ نہیں کی تو وہ طواف اور سعی کے بعد حلال ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگوں نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر کے تمتع کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ کسی ایسی چیز سے حلال نہ ہو جو اس پر حرام ہو چکی ہے حتیٰ کہ اپنے حج کو پورا کر لے اور جس شخص کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ بیت اللہ اور صفا، مروہ میں طواف کرے اور بال کاٹ کر حلال ہو جائے۔ (بخاری ومسلم) علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: جس شخص کے پاس ہدی ہو اس کے لیے حلال ہونا جائز نہیں ہے۔ وہ اپنے احرام پر قائم رہے اور عمرہ کے بعد حج کرے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔ امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔[۱]

احناف کے دلائل امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر تمتع کا احرام باندھنے والے کے پاس ہدی نہیں ہے تو وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے گا اور بعد میں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لے گا۔ اس میں امام شافعی اور امام مالک بھی ان کے ساتھ متفق ہیں اور اگر تمتع کا احرام باندھنے والے کے پاس ہدی ہے تو وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوگا اور بغیر حلال ہوئے حج کا احرام باندھے گا اور حج کی عبادات ادا کرے گا اور جب اس کی ہدی کی قربانی ہو جائے گی تو اس کے بعد وہ حلال ہوگا، امام ابوحنیفہ کے مسلک پر صحاح ستہ وغیرہا میں بکثرت احادیث ہیں ہم یہاں پر صرف صحیح بخاری سے چند احادیث پیش کر رہے ہیں۔

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع فأهللنا بعمرة ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم من كان معه هدي فليهلل بالحج مع العمرة ثم لا يحل حتى يحل منهما جميعا فقدمت مكة وانا حائض ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة فشكوت ذلك الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال انقضي رأسك وامتشطي واهلي بالحج ودعي العمرة ففعلت فلما قضينا الحج ارسلني النبي صلى الله عليه وسلم مع عبد الرحمن بن ابي بكر الى التنعيم فقال هذه مكان عمرتك قالت فطاف الذين كانوا اهلوا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ لے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہ ہو، میں مکہ میں آئی در آں حالیکہ میں حائضہ تھی۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا و مروہ میں سعی کی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو، میں نے ایسا ہی کیا، جب ہم نے حج کر لیا تو آپ نے مجھے (حضرت) عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ

[۱] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ۔

بالعمرة بالبیت وبین الصفا والمروة ثم حلوا ثم طافوا طوافا آخر بعد ان رجعوا من منی واما الذین جمعوا الحج والعمرة فانما طافوا طوافا واحدا۔ [۱]

عنہا کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انھوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ میں سعی کی پھر حلال ہو گئے، پھر انھوں نے منیٰ سے لوٹنے کے بعد دوسرا طواف کیا، اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انھوں نے ایک (فرض کا) طواف کیا۔

اس حدیث میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں خالی عمرہ کا حکم نہیں بیان کیا بلکہ اس عمرہ کا حکم بیان فرمایا ہے جس کے بعد لوگوں نے حج کرنا تھا اور یہی تمتع ہے، اور آپ نے بتلا دیا کہ جس تمتع میں تمتع کرنے والے کے پاس ہدی ہو وہ عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوگا بلکہ حج اور عمرہ کے بعد جب اس کی ہدی کی قربانی ہو جائے گی پھر حلال ہو سکے گا۔

علامہ عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیه ان المتمتع اذا فرغ من اعمال العمرة لم یحل حتی یحرم بالحج اذا کان معه هدی وهو مذهب اصحابنا عملا بقوله صلی الله علیه وسلم ثم لا یحل حتی یحل منهما جمیعا۔ [۲]

اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ تمتع کرنے والا جب عمرہ کے اعمال سے فارغ ہو جائے تو حلال نہ ہو حتیٰ کہ حج کا احرام باندھ لے جب اس کے ساتھ ہدی ہو اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل ہو پھر (تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد) حلال نہ ہو جب تک کہ حج اور عمرہ سے حلال نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

عن حفصة زوج النبی صلی الله علیه وسلم انها قالت یا رسول الله ما شان الناس حلوا بعمرة ولم تحلل انت من عمرتك قال انی لبدت راسی وقلدت هدیی فلا احل حتی انحر۔ [۳]

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ لوگ عمرہ کے بعد حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا تھا اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا تھا میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا جب تک کہ قربانی نہ کر لوں گا۔

---

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[۲] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۳] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

ایک اور حدیث یہ ہے:

عن ابن عباس انہ سئل عن متعة الحج فقال اھل المھاجرون والانصار وازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع واھللنا فلما قدمنا مکة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا اھلالکم بالحج عمرة الا من قلد الھدی. طفنا بالبیت وبین الصفا والمروة واتینا النساء ولبسنا الثیاب وقال من قلد الھدی فانہ لا یحل لہ حتی یبلغ الھدی محلہ۔ [۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا، انھوں نے کہا کہ مہاجرین، انصار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں (تمتع کا) احرام باندھا جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جو حج کا احرام باندھا ہے اس کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے ہدی روانہ کر دی ہے۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی اور اپنی ازواج کے پاس گئے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدی میں قلادہ ڈالا ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی ہدی کی قربانی نہیں ہو جائے گی۔

یہ تمام احادیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں اور شوافع نے اس مسئلہ میں احادیث صریحہ کو چھوڑ کر رائے اور قیاس کے دامن میں پناہ لی ہے۔

علم رسالت پر اعتراض اور افضلیت تمتع پر امام احمد کی دلیل کا جواب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل

حدیث نمبر ۲۸۱۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "تم میں سے جو شخص عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے پہلے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔" یعنی پہلے عمرہ کرتا اور عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھتا جس کو تمتع کہتے ہیں، اسی کے قریب امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا یہ جملہ روایت کیا ہے "لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اھدیت ولولا ان معی الھدی لاحللت" [۲] "اپنے جس معاملہ کی طرف میں نے بعد میں توجہ کی ہے اگر اس کی طرف میں پہلے توجہ کر لیتا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔"

اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ہدی ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ہدی روانہ کر کے قران کا احرام باندھے اور ہدی روانہ کرنے کے بعد وہ عمرہ کر کے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہدی کی ایام نحر میں قربانی ادا نہ کر دی جائے اور جس شخص کے ساتھ ہدی نہ ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ تمتع کرے

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲ - ۲۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[۲] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۲، " " " " "

یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حلال ہو جائے اور بعد میں یوم الترویہ (آٹھ ذوالحج) کو حج کا احرام باندھ لے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی آپ نے ہدی روانہ کر کے قران کا احرام باندھ لیا۔ اور صحابہ میں بعض کے ساتھ ہدی تھی اور بعض کے ساتھ ہدی نہیں تھی جن کے ساتھ ہدی تھی ان کو آپ نے قران کا حکم دیا اور جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی ان کو آپ نے تمتع کا حکم دیا یعنی وہ عمرہ کا احرام باندھیں اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تھا تو وہ اس کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لے، جن لوگوں کے حال کے اعتبار سے جو عمل افضل تھا۔ آپ نے ان کو اسی چیز پر عمل کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی متابعت اور سنت پر عمل کرنے کے بہت زیادہ دلدادہ تھے۔ جب انھیں اس کا علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے فارغ ہو کر حج تک احرام پر قائم رہیں گے اور وہ عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دیں گے اور حلال ہو جائیں گے تو انھیں آپ کی متابعت سے محرومی پر بہت قلق اور رنج ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے رنج اور قلق پر متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تمہارے رنج و قلق پر پہلے متوجہ ہو جاتا تو میں ہدی کو روانہ نہ کرتا یعنی میں بھی تمہاری طرح تمتع کر لیتا اور تمہاری دلداری کی خاطر ایک افضل چیز کو ترک کر دیتا کیونکہ ہر چند کہ تمتع قران کے مقابلہ میں مفضول ہے لیکن وہ بھی جائز ہے۔ علامہ طبری، علامہ نووی اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں پہلے اس مسئلہ کو جان لیتا کہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کرنا جائز ہے تو میں اپنا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیتا اور تمتع کر لیتا۔ علامہ طبری اور عینی نے لکھا ہے کہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف حجۃ الوداع کے سال صحابہ کے لیے جائز کیا گیا تھا، اب جائز نہیں ہے کیونکہ سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف ہمارے ساتھ خاص تھا یا یہ حکم عام ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تمہارے ساتھ خاص ہے۔ [1]

بعض علماء نے اس حدیث سے تین مسائل کا استنباط کیا ہے ایک یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہوتا تو آپ اس مسئلہ کو پہلے سے جان لیتے جس کو بعد میں جانا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چند کہ تمام مخلوق سے زیادہ علم دیا گیا ہے اس کے باوجود وہ ایسا علم نہیں ہے کہ ہر ہر جزئی کا علم آپ کو ہر وقت حاصل ہو اس لیے اعلیٰ حضرت نے الدولۃ المکیۃ میں علم تدریجی کا قول کیا ہے۔[2] ثانیاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت کسی مسئلہ کی طرف آپ کا ذہن متوجہ نہ ہو جس طرح شیخ خلیل احمد انبیٹھوی نے المہند میں لکھا ہے۔[3]

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس حدیث سے امام احمد بن حنبل نے تمتع کی افضلیت پر استدلال کیا ہے، کیونکہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی تمنا کی تھی اور آپ اسی چیز کی تمنا کریں گے جو افضل ہوگی۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھے

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الدولۃ المکیۃ ص ۴۳، ۴۲، مطبوعہ لاہور،

[3] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، المہند علی المفند ص ۲۵، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور۔

کہ آپ نے بعد میں جانا۔ علامہ نووی اور علامہ عینی نے یہ جواب لکھا ہے[1] لیکن یہ جواب کمزور ہے کیونکہ آپ فسخ کا حکم پہلے ہی دے چکے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کی دلجوئی کے لیے یہ فرمایا تھا، اس لیے کہ تمتع قران سے افضل ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کرنے پر دلیل ہے کیونکہ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہدی روانہ کی ہوتی تو یہ نہ فرماتے: "اگر مجھے پہلے اس چیز کا پتا چل جاتا جس کا مجھے بعد میں پتا چلا ہے تو میں ہدی روانہ نہ کرتا۔" اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے ہدی روانہ کی تھی اور جن صحابہ کو ہدی روانہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ بھی آپ کے اجتہاد سے تھا اور جن کو عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا وہ بھی اجتہاد سے تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے حج تمتع میں ہدی کی نفی کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۲۸۱۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا، اس میں کوئی ہدی تھی، صدقہ تھا نہ روزہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج تمتع کیا تھا اور قران اور تمتع میں ہدی (قربانی) لازم ہوتی ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہدی کی نفی کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے حج میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے ہدی، صدقہ یا روزے لازم ہوں، جیسے کوئی عورت احرام میں چہرہ ڈھانپ لے، یا بال کاٹ لے یا ناخن تراش لے، یا خوشبو لگا لے وغیرہ وغیرہ۔

طواف کے لیے طہارت کی شرط میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۸۱۲ میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہونے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا حج کے تمام افعال کرو، سوا اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی، البتہ اس کے سبب میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ طواف کے لیے طہارت شرط ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اور حائضہ عورت کو طواف سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بغیر طہارت کے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔[2]

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً طواف کا حکم دیا ہے اور اس میں طہارت کی قید نہیں لگائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولیطوفوا بالبیت العتیق (حج: ۲۹) اس آیت میں حج کرنے کا بغیر کسی شرط کے حکم دیا گیا ہے اور مطلق کو اس کے اطلاق پر رکھا جاتا ہے اور مسجد میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنابت سے پاک ہونے اور غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا (النساء: ۴۳) حالت جنابت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ غسل کر لو۔"

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۸، مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا

حدیث نمبر ۲۸۱۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے گئے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات کا ثبوت ہے عورت کے لیے حج میں جانے کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور متعدد علماء کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ عورت کے لیے حج کی استطاعت میں محرم کا ہونا شرط ہے یا نہیں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ خاوند عورت کو حج پر جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ علامہ نووی یہ لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ روک سکتا ہے کیونکہ خاوند کا حق علی الفور ہوتا ہے جبکہ حج کو مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ عورت کے حج کی استطاعت کے لیے محرم ہونا شرط ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ بغیر خاوند یا محرم کے عورت حج نہ کرے۔

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تحجن امرأۃ الا و معہا ذو محرم۔[ل]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

حافظ زیلعی اور ابن ہمام نے اس حدیث کو مسند بزار کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔

عن ابی امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تسافر امرأۃ ثلاثۃ ایام او تحج الا ومعہا زوجہا۔[ک]

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت خاوند کے بغیر تین دن کا سفر یا حج نہ کرے۔

حافظ زیلعی نے اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے تاہم علامہ ہیثمی نے ان دونوں حدیثوں کو مجمع الزوائد اور کشف الاستار میں ذکر نہیں کیا ہے۔ اس مسئلہ پر مکمل گفتگو ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۲۹۳ "عورت کے لیے حج اور دیگر سفروں میں محرم کی شرط" میں ذکر کریں گے۔

مکہ میں عمرہ کرنے والے کے میقات میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۸۱۸ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب پہنچے تو آپ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر جاؤ تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھیں......

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: علماء کہتے ہیں کہ جو شخص مکہ میں ہو اور عمرہ کا احرام باندھنا چاہے تو اس کا میقات خارج حرم کی قریب ترین جگہ ہے اور اس کے لیے حرم میں عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے اس کے خلاف کیا اور حرم میں احرام باندھ کر طواف سے پہلے حرم سے باہر چلا گیا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا اور اس پر قربانی نہیں ہے اور اگر حرم سے باہر نہیں گیا اور طواف اور سعی کر لی اور سر مونڈ لیا تو اس مسئلہ میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس کا عمرہ صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر جائے اور پھر طواف اور سعی کرے اور سر منڈائے اور دوسرا

ل امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

ک " " " سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۳۔

قول یہ ہے کہ اس کا عمرہ صحیح ہے لیکن میقات کو ترک کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہے۔ امام شافعی کا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ اس پر حرم سے باہر جانا اس لیے واجب ہے کہ اس کی عبادت میں حل اور حرم جمع ہو جائیں جیسا کہ حج کرنے والے ان کو جمع کرتے ہیں کیونکہ وہ عرفات میں ٹھہرتے ہیں اور وہ خارج حل (خارج از حرم) میں ہے پھر طواف کے لیے مکہ میں داخل ہوتا ہے یہ امام شافعی کے مذہب کی تفصیل ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ عمرہ کرنے کے لیے خارج حرم کی قریبی جگہ میں جانا واجب ہے اور اگر اس نے حرم میں احرام باندھ لیا اور خارج حرم نہیں گیا تو اس پر قربانی لازم ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس کا عمرہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک کہ وہ خارج حرم نہ جائے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک اس پر بالخصوص تنعیم جا کر احرام باندھنا واجب ہے اور عمرہ کرنے کا یہی میقات ہے لیکن یہ قول شاذ ہے جمہور علماء کے نزدیک حل (خارج حرم) کی تمام جگہیں مساوی ہیں جس جگہ جا کر بھی احرام باندھے صحیح ہے۔[1]

حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۸۴۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے کر حلال ہو جائے۔

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ آیا کوئی شخص اب بھی حج کا احرام باندھ کر اسے فسخ کر کے عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک یہ فسخ صرف عہد رسالت میں مخصوص تھا اور اب اس کی اجازت نہیں ہے جبکہ امام احمد بن حنبل اور داؤد بن علی ظاہری کے متبعین (غیر مقلدین) کے نزدیک اب بھی کوئی شخص حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے اور عمرہ کے احرام کو فسخ کر کے حج کا احرام باندھ سکتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: جب کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے اس کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کر دے، خواہ اس کا کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے ہدی روانہ کی ہو یا نہ، جمہور ائمہ مجتہدین (امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک) کا یہی مسلک ہے، البتہ امام احمد یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ہدی روانہ نہ کی ہو وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کر سکتا ہے۔ قاضی عیاض نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنا صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص تھا اور داؤد ظاہری کے بعض پیروکار (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ یہ اب بھی جائز ہے۔ امام احمد کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے ہے "ولیجعلها عمرۃ" "اس احرام کو عمرہ کر دیا جائے" اور یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو بدترین گناہ قرار دیتے تھے اور محرم کو صفر قرار دیتے تھے اور کہتے تھے جب اونٹوں کی پشت ٹھیک ہو جائے اور راستہ سے حاجیوں کے نشان مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جاتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار تاریخ کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کر دیں۔ صحابہ کو یہ بات بہت دشوار لگی انھوں نے پوچھا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۹ مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

یارسول اللہ! کس طرح حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا پورے پورے حلال ہوجاؤ (بخاری ؒ و مسلم) ایک روایت میں اس طرح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار تاریخ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے آپ نے فرمایا: "جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کر دے" (بخاری ؒ و مسلم) ایک اور روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ کے سوا کسی صحابی کے ساتھ ہدی نہیں تھی اور حضرت علی یمن سے آئے تھے ان کے ساتھ بھی ہدی تھی۔ اور انھوں نے کہا تھا کہ میری احرام میں وہ نیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے کہا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں اور طواف کریں اور بال کاٹ کر حلال ہوجائیں ماسوا ان لوگوں کے جن لوگوں کے ساتھ ہدی ہے۔ صحابہ نے کہا کیا ہم جنسی عمل کے فوراً بعد منیٰ جائیں گے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا جس بات کو میں نے بعد میں جانا ہے اگر اس کو پہلے جان لیا ہوتا تو میں ہدی ساتھ نہیں رکھتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں حلال ہوجاتا اور حضرت سراقہ بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ میں ملے دراں حالیکہ آپ کنکریاں مار رہے تھے۔ انھوں نے کہا یارسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے (بخاری ؒ و مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے دراں حالیکہ ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے، جب ہم سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دو پھر جن کے پاس ہدی تھی ان کے سوا سب لوگ حلال ہوگئے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور بعض دیگر خوشحال صحابہ کے ساتھ ہدی تھی پھر جب یہ لوگ منیٰ روانہ ہوئے تو انھوں نے احرام باندھا۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے دراں حالیکہ ہم حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے، جب ہم مکہ پہنچے تو ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ جن لوگوں کے ساتھ ہدی ہے ان کے سوا باقی تمام لوگ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔ پھر یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو جب ہم منیٰ کی طرف گئے تو ہم نے حج کا احرام باندھا۔ (مسلم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا مہاجرین، انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے ہدی میں قلادہ ڈالا ہوا ہے۔ (بخاری ؒ) یہ وہ احادیث ہیں جن سے امام احمد نے اس پر استدلال کیا ہے کہ حج کے احرام کو اب بھی فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب شافعیہ اور ان کے موافقین (احناف اور مالکیہ) یہ کہتے ہیں کہ حج کے احرام کو فسخ کرنا صرف حجۃ الوداع میں صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حج کے ایام میں عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مشرکین جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے اور وہ اس کو بدترین گناہ کہتے تھے تو آپ نے ان کا رد کرنے کے لیے ان کی مخالفت میں یہ حکم دیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حارث بن بلال کہتے ہیں کہ حارث کے والد نے کہا یارسول اللہ! یہ بتلائیے کہ آیا حج کے احرام کو

فسخ کر کے عمرہ کا احرام کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا یہ حکم تمام لوگوں کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حکم تمہارے ساتھ خاص ہے، اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ البتہ حارث بن بلال کے بارے میں میں نے کوئی جرح دیکھی ہے نہ تعدیل، امام ابوداؤد نے حارث بن بلال سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس کی تضعیف نہیں کی اور ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ امام ابوداؤد جس راوی کو ضعیف نہیں کہیں وہ ان کے نزدیک لائق استدلال ہوتا ہے الّا یہ کہ اس میں کوئی ایسا وصف پایا جائے جو ضعف کا موجب ہو۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث میرے نزدیک ثابت ہے نہ میں اس کا قول کرتا ہوں اور احرام فسخ کرنے کی حدیث گیارہ صحابہ سے مروی ہے اور ان کے مقابلہ میں حارث بن بلال کی کیا حیثیت ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ان گیارہ صحابہ اور حارث بن بلال میں کوئی تعارض نہیں ہے حتیٰ کہ حارث بن بلال کی روایت پر ان کو مقدم کیا جائے کیونکہ ان گیارہ صحابہ نے صحابہ کے لیے فسخ کو بیان کیا ہے اور بعد کے لوگوں کا حکم نہیں بیان کیا اور صحابہ کے لیے فسخ بیان کرنے میں حارث بن بلال نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ البتہ ان سے ایک زائد چیز بیان کی ہے جو ان کی روایت کے خلاف نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ فسخ کا حکم صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے: حج میں تمتع کرنا اصحاب محمد کے ساتھ خاص تھا (مسلم)، امام بیہقی اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر کی تمتع سے مراد حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا ہے اور یہ اس مصلحت سے تھا کہ یہ بیان کیا جائے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے اور اب چونکہ یہ وجہ نہیں رہی اس لیے اب کسی کے لیے فسخ کرنا جائز نہیں ہے۔ سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں محمد بن اسحاق کی سند سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حج کے احرام کو عمرہ کے احرام سے فسخ کرنا صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے گئے تھے۔ لیکن اس حدیث سے استدلال زیادہ قوی نہیں ہے کیونکہ محمد بن اسحاق ایک مدلس راوی ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

امام احمد بن حنبل نے سراقہ بن مالک بن جعشم کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں کہ سراقہ نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا جواز ہمیشہ کے لیے ہے یا عمرہ اور حج کا ایک احرام باندھنا یعنی قران کرنا ہمیشہ کے لیے ہے نہ یہ کہ حج کو فسخ کرنے کا حکم ہمیشہ کے لیے ہے[1]

امام احمد کی موافقت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک حج کو فسخ کر کے تمتع کرنا مستحب ہے اور چونکہ یہ فسخ احادیث سے ثابت ہے اس لیے احادیث کی اتباع اولیٰ ہے، جو لوگ فسخ یا تمتع سے منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ فسخ صحابہ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کو مکروہ قرار دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ جب اونٹوں کی پیٹھ ٹھیک ہو جائے اور راستے کے نشانات مٹ جائیں اور صفر

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۱۶۹-۱۷۰ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت

ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عمرہ کرنے کا حکم دیا تا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز ثابت ہو اور یہ قول امام احمد اور دوسروں کے نزدیک کئی وجہ سے غلط ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے تین عمرے کیے تھے اور یہ تینوں حج کے مہینوں میں کیے تھے۔ پہلا عمرہ حدیبیہ ذوالقعدہ میں کیا۔ دوسرا عمرہ، عمرۃ القضاء بھی ذوالقعدہ میں کیا اور تیسرا عمرہ جعرانہ بھی ذوالقعدہ میں کیا تھا اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بیان جواز کے لیے عمرہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات پر فرمایا "جو چاہے عمرہ کا احرام باندھے اور جو چاہے حج کا احرام باندھے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات پر حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز بیان فرمایا اور عام مسلمان آپ کے ساتھ تھے پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ جب سراقہ بن مالک نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہمیشہ کے لیے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنا بھی اس میں داخل ہے[۱]

شیخ ابن تیمیہ کی نظر سے یہ چیز اوجھل رہی کہ ائمہ ثلاثہ کا بنیادی استدلال بلال بن حارث کی اس حدیث سے ہے کہ حارث کے والد نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا یہ حکم تمام لوگوں کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ حکم تمہارے ساتھ خاص ہے"۔ یہ حدیث سنن ابو داؤد[۲]، سنن نسائی[۳] اور سنن ابن ماجہ[۴] میں ہے۔ اور اس صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے تمام قیاسات بے کار ہیں۔

حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی تاویلات اور توجیہات

حدیث نمبر ۲۸۹۳ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے،

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے آپ کے حکم سے تمتع کیا ہے تو حضرت عمر اور اسی طرح حضرت عثمان کا تمتع اور قران سے منع کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس عمرہ سے منع کرتے تھے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے آیا وہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے (تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے) یا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع

۱۔ شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی حرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۶ ص ۵۰، ۵۲ مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز آل سعود۔

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۴۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۱۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں کو حج افراد پر برانگیختہ کرنے کے لیے قران اور تمتع سے منع کرتے تھے یہ اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک تمتع یا قران باطل تھا یا حرام تھا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حضرت جابر، حضرت عمران اور حضرت ابوموسیٰ کی احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس تمتع میں اختلاف ہے یہ وہ ہے جس میں حج کو فسخ کر کے عمرہ کیا جائے اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس پر مارتے تھے اور حج کے مہینوں میں صرف تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔ اور ان کا حج کے فسخ کرنے پر مارنا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عمر کے نزدیک حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھا۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی "جس نے حج کے ساتھ عمرہ کیا تو جو قربانی اس کو میسر ہو وہ قربانی کرے" اس آیت میں جس عمرہ کا ذکر ہے وہ بغیر کسی اختلاف کے وہ عمرہ ہے جو حج کے مہینوں میں کیا جاتا ہے [1]

علامہ باجی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر حج افراد پر برانگیختہ کرنے کے لیے تمتع سے منع کرتے تھے نہ اس طرح کہ تمتع کرنا حرام ہے لیکن حضرت مقداد بن اسود نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ سختی کے ساتھ تمتع سے روکتے تھے [2]

ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج افراد پر اس لیے برانگیختہ کرتے ہوں تاکہ ایک سفر میں حج کرنے والا صرف حج کرے اور عمرہ کے لیے دوبارہ سفر کرے اس طرح اس کو حج اور عمرہ کے لیے زیادہ مشقت کرنی پڑے گی اور ایک سفر میں حج اور عمرہ کرنے کی بہ نسبت اس کا ثواب یقیناً زیادہ ہے۔

علامہ سرخسی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے اس لیے منع کرتے تھے کہ وہ حج کے مہینوں کے علاوہ بیت اللہ کے زائرین سے خالی ہونے کو مکروہ جانتے تھے اس لیے وہ کہتے تھے کہ لوگ عمرہ کے لیے حج کے مہینوں کے علاوہ بالقصد سفر کر کے آئیں تاکہ بیت اللہ زائرین سے کسی وقت خالی نہ ہو نہ یہ کہ ان کے نزدیک تمتع مکروہ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صبی بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں پہلے نصرانی تھا پھر میں نے اسلام قبول کر لیا میں نے حج اور عمرہ کو اپنے اوپر واجب پایا۔ میں نے قران کا احرام باندھا پھر میری بعض صحابہ سے ملاقات ہوئی جن میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ بھی تھے ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا یہ شخص اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے۔ پھر میری حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات ہوئی میں نے حضرت عمر سے یہ بیان کیا حضرت عمر نے فرمایا ان دونوں نے جو کہا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے [3]

یہ حدیث اختصار کے ساتھ سنن ابوداؤد میں ہے [4]

---

1 - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰۲ و ۴۰۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
2 - علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ
3 - علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۲۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ
4 - امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

بَابُ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٦٣٢٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ حَاتِمٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَدَنِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَسَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَقُلْتُ أَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَنَزَعَ زِرِّيَ الْأَعْلَى ثُمَّ نَزَعَ زِرِّيَ الْأَسْفَلَ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ أَخِي سَلْ عَمَّا شِئْتَ فَسَأَلْتُهُ وَهُوَ أَعْمَى وَحَضَرَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبِهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَنْبِهِ عَلَى الْمِشْجَبِ فَصَلَّى بِنَا فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعًا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلَ مِثْلَ عَمَلِهِ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَرْسَلَتْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا بیان

جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت جابر نے سب لوگوں کا حال دریافت کیا جب میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین بن علی (رضی اللہ عنہم) ہوں، حضرت جابر نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میرے سر پر ہاتھ رکھا اور پہلے میری قمیص کا اوپر کا بٹن کھولا اور پھر نیچے کا بٹن کھولا پھر اپنی ہتھیلی میرے سینہ پر دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا، پھر فرمایا: اے بھتیجے مرحبا! جو چاہو دریافت کرو، میں نے حضرت جابر سے کچھ سوالات کیے، حضرت جابر اس وقت نابینا ہو چکے تھے، اتنے میں نماز کا وقت آگیا اور حضرت جابر ایک چادر اوڑھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت جابر جب بھی چادر کے دونوں پلوؤں کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ پلو نیچے گر جاتے اور ان کے بائیں جانب ایک چادر کھونٹی پر ٹنگی ہوئی تھی۔ حضرت جابر نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر میں نے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت جابر نے اپنے ہاتھ سے نو کا اشارہ کیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو سال تک مدینہ رہے اور حج نہیں کیا، پھر دسویں سال اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو جانے والے ہیں۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور وہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا چاہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر جانا چاہتے تھے تاکہ حج کے افعال میں آپ کی اقتداء کریں۔ ہم سب لوگ آپ کے ساتھ گئے جب ذوالحلیفہ پہنچے

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَصْنَعُ قَالَ اغْتَسِلِي وَاسْتَثْفِرِي بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ نَظَرْتُ إِلَى مَدِّ بَصَرِي بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيلَهُ وَمَا عَمِلَ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهٰذَا الَّذِي يُهِلُّونَ بِهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْهُ وَلَزِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبِيَتَهُ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَرَأَ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَكَانَ أَبِي يَقُولُ وَلَا أَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ

تو اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہا پیدا ہو گئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا غسل کرو اور ایک کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور قصواء اونٹنی پر سوار ہو گئے یہاں تک کہ جب اونٹنی مقام بیداء میں سیدھی کھڑی ہو گئی تو میں نے منتہی نظر تک اپنے آگے دیکھا تو مجھے سوار اور پیادے نظر آ رہے تھے۔ اور دائیں اور بائیں جانب اور میرے پیچھے لوگوں کا ہجوم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے۔ آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا اور اس کی مراد کو آپ ہی خوب جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل کرتے تھے ہم بھی وہی عمل کرتے تھے، آپ نے توحید کے ساتھ تلبیہ پڑھا لبیك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك۔ لوگوں نے بھی اسی طرح تلبیہ کے کلمات ادا کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلبیہ پر کچھ زیادتی نہیں کی اور یہی تلبیہ پڑھتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم صرف حج کی نیت کر کے گئے تھے، ہم عمرہ کو نہیں جانتے تھے، جب ہم آپ کے ساتھ بیت اللہ پہنچے تو آپ نے رکن کی تعظیم کی پھر آپ نے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں معمول کے مطابق طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر آئے اور یہ آیت پڑھی: واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں قل هو الله احد اور قل یا ایها الكافرون کی قرأت کی۔ پھر آپ نے رکن کے پاس جا کر اس کی تعظیم کی، پھر صفا کے قریب جو (بیت اللہ کا) دروازہ ہے اس سے نکل کر

اللّٰهُ اَحَدٌ وَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَاَ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ فَبَدَاَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهٗ وَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ اِلَى الْمَرْوَةِ حَتّٰى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ سَعٰى حَتّٰى اِذَا صَعِدَتَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ طَوَافِهٖ عَلَى الْمَرْوَةِ فَقَالَ لَوْ اَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً فَقَامَ سُرَاقَةُ ابْنُ جُعْشُمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ وَاحِدَةً فِي الْاُخْرٰى وَقَالَ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِاَبَدِ اَبَدٍ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ

کو صفا پر گئے جب صفا پر پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پھر آپ نے فرمایا میں وہاں سے ابتداء کروں گا جہاں سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی ہے، پھر آپ نے صفا سے ابتداء کی اور صفا پر چڑھے۔ آپ نے بیت اللہ کو دیکھا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی بزرگی بیان کی، اور فرمایا: (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ ایک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اس نے تنہا تمام لشکروں کو شکست دی، اس کے بعد آپ نے دعا کی اور یہ کلمات تین مرتبہ کہے۔ پھر آپ مروہ کی طرف اترے اور جب آپ کے قدم مبارک وادی میں پہنچ گئے تو پھر آپ نے سعی کی (یعنی دوڑے) حتیٰ کہ جب ہم چڑھ گئے تو پھر آپ آہستہ چلنے لگے۔ حتیٰ کہ مروہ پر پہنچے اور مروہ پر بھی وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا جب مروہ کا آخری چکر ہوا تو فرمایا جس چیز کی طرف میں بعد میں متوجہ ہوا اگر اس کی طرف پہلے متوجہ ہو جاتا تو ہدی ساتھ نہ کرتا اور اس احرام کو عمرہ کر دیتا، پس تم میں سے جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے اور اس کو عمرہ کا احرام کر دے، یہ سن کر حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ حکم اس سال کے لیے ہے یا یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دوبارہ فرمایا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا حضرت علی یمن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ لے کر آئے اور دیکھا کہ حضرت فاطمہ بھی ان لوگوں میں سے تھیں جو حلال ہو چکے تھے، انہوں نے رنگین کپڑے

فَاطِمَةَ مِمَّنْ حَلَّ وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَاكْتَحَلَتْ فَأَنْكَرَ عَلَيْهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ إِنَّ أَبِي أَمَرَنِي بِهٰذَا قَالَ فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ بِالْعِرَاقِ فَذَهَبْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَرِّشًا عَلٰى فَاطِمَةَ لِلَّذِي صَنَعَتْ مُسْتَفْتِيًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا ذَكَرَتْ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّي أَنْكَرْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَ صَدَقَتْ صَدَقَتْ مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلُّ قَالَ فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً قَالَ فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوا إِلٰى مِنًى فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُولُ اللّٰهِ

پہنے ہوئے تھے اور آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا تھا، حضرت علی نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حکم دیا تھا، حضرت علی عراق میں یہ کہہ رہے تھے کہ میں حضرت فاطمہ کے احرام کھولنے کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حضرت فاطمہ نے جو مجھے بتایا تھا اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، اپنے اعتراض کا ذکر کیا اور آپ سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا انہوں نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے۔ جب تم نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ حضرت علی نے کہا میں نے یہ نیت کی تھی میں اس چیز کا احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس ہدی ہے اتم حلال نہ ہونا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی جو یمن سے اونٹ لائے تھے اور جو اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سب مل کر سو ہو گئے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر سب لوگ حلال ہو گئے۔ اور انہوں نے بال کاٹ لیے، ماسوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان لوگوں کے جن کے پاس ہدی تھی جب آٹھ ذوالحج ہوئی تو ان لوگوں نے منیٰ جا کر احرام باندھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوار ہوئے اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں، پھر تھوڑی دیر ٹھہرے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ نے بالوں سے بنے ہوئے ایک خیمہ کو مقام نمرہ میں نصب کرنے کا حکم دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر حرام میں ٹھہریں گے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزر کر عرفات میں پہنچے وہاں آپ نے مقام نمرہ میں اپنا خیمہ نصب کیا ہوا پایا، آپ اس خیمہ میں ٹھہرے حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ نے اپنی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ فَأَتٰى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ ابْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ

اونٹنی (قصواء) کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے بطن وادی میں آکر لوگوں کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اور اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے۔ سنو! زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہے۔ زمانہ جاہلیت کے ایک دوسرے پر خون پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنا خون معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے وہ بنو سعد میں دودھ پیتا بچہ تھا جس کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کے تمام سود پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں اور وہ حضرت ابن عباس بن عبد المطلب کا سود ہے ان کا تمام سود چھوڑ دیا گیا ہے۔ تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان میں لیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کے کلمہ (نکاح) سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس پر ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے! اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کو خوراک اور لباس فراہم کرو، میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ ہے۔ تم لوگوں سے قیامت کے دن میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے! سب نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور حق رسالت ادا کر دیا اور آپ نے امت کی خیر خواہی کی پھر آپ نے انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: اے اللہ گواہ ہو جا۔ پھر اذان اور اقامت

أَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ
السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا
إِلَى النَّاسِ اللَّهُمَّ اشْهَدْ اللَّهُمَّ
اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَذَّنَ ثُمَّ
أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى
الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ
رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ
نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ
حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ
الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ
الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حَتَّى
غَابَ الْقُرْصُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ
وَدَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ
حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ
رَحْلِهِ وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى أَيُّهَا
النَّاسُ السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ كُلَّمَا
أَتَى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخَى لَهَا قَلِيلًا
حَتَّى تَصْعَدَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ
فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ
وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا
شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ
فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ
بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ
حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ
الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ
وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ

ہوئی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت ہوئی
اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے
درمیان کوئی اور نماز نہیں پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سوار ہو کر موقف گئے اور آپ نے اپنی اونٹنی قصواء
کا پیٹ پتھروں کی جانب کر دیا اور ایک ڈنڈی کو
اپنے سامنے کر لیا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے
ہو گئے، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، تھوڑی تھوڑی
زردی جاتی رہی اور سورج کی ٹکیا غائب ہو گئی۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے
بٹھایا اور واپس لوٹے اور قصواء اونٹنی کی مہار اس قدر
کھینچی ہوئی تھی کہ اس کا سر کجاوے کے اگلے حصہ سے
لگ رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کے اشارے سے
لوگوں کو آہستہ چلنے کی تلقین کرتے۔ جب راستے میں
کوئی پہاڑی آجاتی تو آپ اونٹنی کی مہار ڈھیلی کر دیتے
تاکہ اونٹنی (آسانی سے) چڑھ سکے۔ حتیٰ کہ آپ مزدلفہ
پہنچے وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو
اقامتوں کے ساتھ پڑھی اور ان دونوں فرضوں کے
درمیان نفل بالکل نہیں پڑھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔ جب صبح کی
روشنی پھیل گئی تو آپ نے صبح کی نماز ایک اذان اور ایک
اقامت کے ساتھ پڑھی پھر آپ قصواء اونٹنی پر سوار
ہو کر مشعر حرام پہنچے، قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے
دعا مانگی، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہا،
اور روشنی اچھی طرح پھیلنے تک وہیں ٹھہرے رہے اور
طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹ گئے حضرت
فضل ابن عباس کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔
حضرت فضل کے بال خوبصورت تھے، گورا رنگ تھا اور
وہ ایک خوبصورت نوجوان تھے۔ جب آپ روانہ ہوئے
تو عورتوں کی ایک جماعت بھی جا رہی تھی ایک ایک

جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ ظُعُنٌ يَجْرِينَ فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ فَحَوَّلَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ فَحَوَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ فَصَرَفَ وَجْهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُحَسِّرٍ فَحَرَّكَ قَلِيلًا ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّتِي تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا مِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ رَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ فَأَتَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ فَقَالَ انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ۔

۲۸۳۴ - وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنُ

اونٹ پر ایک ایک عورت سوار تھی۔ حضرت فضل ان کی جانب دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، حضرت فضل اپنا منہ دوسری طرف کر کے دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا یہاں تک کہ بطن محسر میں پہنچ گئے، آپ نے اونٹنی کو ذرا تیز چلایا اور جمرۂ کبریٰ جانے والی درمیانی راہ اختیار کی اور درخت کے قریب جو جمرہ ہے اس کے پاس پہنچے اور سات کنکریاں ماریں۔ ہر ایک کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، یہ وہ کنکریاں تھیں جن کو چٹکی سے پکڑ کر پھینکا جاتا ہے آپ نے وادی کے درمیان سے کنکریاں ماریں، پھر آپ منیٰ گئے اور وہاں تریسٹھ اونٹوں کو اپنے ہاتھوں سے نحر (قربان) کیا، پھر باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نحر کے لیے دیے، آپ نے حضرت علی کو اپنی ہدی میں شریک کر لیا تھا، پھر آپ نے حکم دیا کہ ہر قربانی سے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے پھر آپ اور حضرت علی دونوں نے اس گوشت کو کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ اس کے بعد آپ سوار ہوئے اور طواف افاضہ فرمایا۔ آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی اور آپ بنو عبد المطلب کے پاس گئے وہ لوگ زمزم پر پانی پلا رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب! پانی بھرو، اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہاری پانی کی خدمت پر غالب آجائیں گے (یعنی تم سے یہ منصب چھین لیں گے) تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی بھرتا، انھوں نے ایک ڈول آپ کو دیا اور آپ نے اس سے پانی پیا۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے

مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ أَتَيْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ حَاتِمِ بْنِ إِسْمٰعِيلَ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ وَكَانَتِ الْعَرَبُ يَدْفَعُ بِهِمْ أَبُو سَيَّارَةَ عَلٰى حِمَارٍ عُرْيٍ فَلَمَّا أَجَازَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ لَمْ تَشُكَّ قُرَيْشٌ أَنَّهُ سَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ وَيَكُونُ مَنْزِلُهُ ثَمَّ فَأَجَازَ وَلَمْ يَعْرِضْ لَهُ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَاتٍ فَنَزَلَ.

پاس گیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے حاتم بن اسماعیل کی طرح مثل سابق حدیث بیان کی اس میں یہ مزید بیان کیا کہ عرب کا دستور تھا کہ ابو سیارہ نامی ایک آدمی گدھے کی ننگی پشت پر سوار ہو کر انھیں مزدلفہ سے واپس لاتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے مشعر حرام کی طرف بڑھ گئے تو قریش کو یقین ہو گیا کہ آپ مشعر حرام میں قیام فرمائیں گے اور وہیں آپ کا پڑاؤ ہوگا، مگر آپ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور اس جگہ پر کوئی توجہ نہیں کی حتی کہ آپ میدان عرفات پہنچ کر اترے۔

۲۸۳۸ - وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ ذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہاں نحر کیا ہے اور منیٰ ساری کی ساری نحر کی جگہ ہے لہذا جس جگہ اترو وہیں نحر کرو۔ میں نے یہاں قیام کیا ہے اور (میدان) عرفات سارا کا سارا قیام کی جگہ ہے اور مشعر حرام اور مزدلفہ سب قیام کے مقامات ہیں اور میں نے بھی یہیں قیام کیا ہے۔

۲۸۳۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ مَشٰى عَلٰى يَمِينِهِ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰى أَرْبَعًا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ آئے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر دائیں جانب گئے اور تین طوافوں میں رمل کیا اور چار میں حسب معمول چل کر طواف کیا۔

۲۸۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان سے مناسبت رکھنے والے مزدلفہ میں قیام کرتے تھے اور خود کو حمس کہتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ قُرَيْشٌ وَّمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّأْتِيَ عَرَفَاتٍ فَيَقِفُ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضُ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ۔

اور باقی عرب عرفہ میں قیام کرتے تھے، جب دین اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات میں آکر وقوف فرمائیں اور وہیں سے لوٹیں اللہ تعالیٰ کے فرمان ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ کا یہی مطلب ہے کہ جس جگہ سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹو۔

۲۸۵۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْعَرَبُ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَّمَا وَلَدَتْ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ عُرَاةً إِلَّا أَنْ تُعْطِيَهُمُ الْحُمْسُ ثِيَابًا فَيُعْطِي الرِّجَالُ الرِّجَالَ وَالنِّسَاءُ النِّسَاءَ وَكَانَتِ الْحُمْسُ لَا يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ وَكَانَ النَّاسُ كُلُّهُمْ يَبْلُغُوْنَ عَرَفَاتٍ قَالَ هِشَامٌ فَحَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ الْحُمْسُ هُمُ الَّذِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِمْ ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَكَانَ الْحُمْسُ يُفِيْضُوْنَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ يَقُوْلُوْنَ لَا نُفِيْضُ إِلَّا مِنَ الْحَرَمِ فَلَمَّا نَزَلَتْ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ رَجَعُوْا إِلٰى عَرَفَاتٍ۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حمس (قریش) کے علاوہ باقی عرب بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے۔ حمس قریش اور ان کی اولاد کو کہتے ہیں قریش جن کو کپڑے دیتے تھے ان کے سوا باقی سب برہنہ طواف کرتے تھے۔ مرد، مردوں کو کپڑے تقسیم کرتے تھے اور عورتیں عورتوں کو کپڑے تقسیم کرتی تھیں۔ اور حمس مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حمس وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ثم افیضوا من حیث افاض الناس" جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں وہیں سے لوٹو" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حمس مزدلفہ سے لوٹتے تھے اور باقی عرب عرفات سے۔ حمس کہتے تھے کہ ہم حرم کے سوا اور کسی جگہ سے نہیں لوٹتے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: افیضوا من حیث افاض الناس۔ "جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں وہیں سے لوٹو۔"

۲۸۵۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِیْ فَذَهَبْتُ اَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا مَعَ النَّاسِ بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذَا لَمِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَاْنُهُ هٰهُنَا وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُعَدُّ مِنَ الْحُمْسِ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک اونٹ گم ہو گیا میں یوم عرفہ کو اس کی تلاش میں نکلا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ میدانِ عرفات میں کھڑے ہیں، میں نے (دل میں) کہا خدا کی قسم یہ تو حمس (قریش) ہیں، کیا سبب ہے کہ یہ آج یہاں تک آ گئے ہیں، قریش حمس میں شمار کیے جاتے تھے۔

ہر شخص سے حسب مرتبہ سلوک کرنا

حدیث نمبر ۲۸۴۶ ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت ہے جس میں تفصیل کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی کیفیت کا بیان کیا گیا ہے اس حدیث سے علماء کرام نے ڈیڑھ سو سے زائد فوائد اور مسائل شرعیہ مستنبط کیے ہیں۔ ان مسائل میں سے اکثر پر احادیث سابقہ کی تشریح میں گفتگو ہو چکی ہے اس لیے ہم تکرار سے احتراز کرتے ہوئے صرف بعض مسائل پر گفتگو کریں گے۔ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انھوں نے ہمارا نام پوچھا اور ہمارے ساتھ شفقت کا سلوک کیا اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس مہمان آئیں وہ ان کا حال دریافت کرے اور ان سے ان کے مرتبہ کے مطابق سلوک کرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لوگوں سے ان کے مرتبہ کے مطابق پیش آؤ"

نابینا کی امامت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور انھوں نے نماز پڑھائی، اس لیے اس حدیث میں نابینا کے نماز پڑھانے کا بھی ثبوت ہے۔ نابینا کے نماز پڑھانے کے مسئلہ میں علامہ نووی لکھتے ہیں ہمارے ہاں اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ نابینا کی امامت بینا سے افضل ہے کیونکہ لہو ولعب اور دوسری ناجائز چیزوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے اس کا خشوع زیادہ کامل ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نابینا سے بینا کی امامت افضل ہے کیونکہ بینا ہونے کے سبب وہ نجاستوں سے زیادہ احتراز کرتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں مساوی ہیں اور یہ قول ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ اور امام شافعی نے بھی یہی لکھا ہے [1]

علماء احناف کی اس مسئلہ میں حسب ذیل عبارات ہیں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں کہ: نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ ، درمختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں کہ: نابینا چونکہ قبلہ کی سمت نہیں متعین کر سکتا اور نہ اپنے کپڑوں کو نجاست سے بچا سکتا ہے اس لیے اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر اس سے افضل شخص نہ ملے تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے[1]

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک گئے تو آپ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہما کو امام بنایا تھا[2]

علامہ حلبی لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست کو نہیں دیکھ سکتا تاکہ اس سے بچ سکے اور کبھی وہ قبلہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اس کو پتا نہیں چلتا۔ باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نابینا کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ محیط میں ہے کہ نابینا کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے اور بینا کی امامت اولیٰ ہے۔ امام خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں لکھا ہے کہ جب نابینا سے افضل شخص موجود ہو تب نابینا کی امامت مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو امام بنایا اور وہ نابینا تھے[3] (ابوداؤد)۔

رکعات طواف میں شوافع کے اقوال

حدیث مذکور میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر لیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف کرنے والا جب طواف سے فارغ ہو تو مقام کے پیچھے طواف کی دو رکعات پڑھے، اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو رکعات واجب ہیں یا سنت، ہمارے اس میں تین قول ہیں صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ دو رکعات سنت ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دو رکعات واجب ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر طواف واجب ہو تو یہ دو رکعات واجب ہیں اور اگر طواف سنت ہو تو یہ دو رکعات سنت ہیں، اور یہ دو رکعات خواہ سنت ہوں یا واجب ان کے نہ پڑھنے سے طواف باطل نہیں ہوتا، اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مقام کے پیچھے پڑھے، اگر وہاں میسر نہ ہوں تو حطیم میں پڑھ لے اور اگر وہاں بھی میسر نہ ہوں تو مسجد میں پڑھ لے اور اگر وہاں بھی نہ پڑھ سکے تو مکہ اور تمام حرم میں پڑھ سکتا ہے اور اگر غیر حرم میں کسی جگہ یہ دو رکعات پڑھیں تب بھی جائز ہے لیکن فضیلت نہیں حاصل ہو گی۔ اور جب تک زندہ ہے یہ رکعات طواف پڑھ سکتا ہے، جب وہ کئی طواف کرنا چاہے تو ہر طواف کے بعد دو رکعات پڑھنا مستحب ہے اگر وہ چاہے کہ رکعات طواف پڑھے بغیر متعدد طواف کرے اور اس کے بعد ہر طواف کی دو رکعات پڑھ لے تو ہمارے اصحاب نے کہا یہ بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے اور اس کو مکروہ نہیں کہا جائے گا[4]

---

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۱۸۰، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ،

[2] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ۔

[3] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۴۶۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی (الطبعۃ الاولیٰ) ۱۳۷۵ھ

رکعات طواف میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طواف کے بعد مقام ابراہیم پر آکر دو رکعات نماز پڑھو، یا مسجد میں جس جگہ بھی میسر ہو، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف سے فارغ ہوئے تو آپ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور دو رکعات نماز پڑھی اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ مقام ابراہیم میں نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی"، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام کے پاس دو رکعات نماز پڑھی۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد ان دو رکعات کو پڑھنا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولیصل الطائف لکل اسبوع رکعتین "طواف کرنے والا ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعات نماز پڑھے" یہ آپ کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے نیز اس لیے کہ ایک بار حضرت عمر مکہ سے نکلنے کے بعد طواف کی دو رکعات پڑھنا بھول گئے۔ جب وہ مقام ذی طوی پر پہنچے تو دو رکعات نماز پڑھی اور کہا یہ دو رکعات طواف کی دو رکعتوں کے بدلہ میں ہیں، امام محمد نے کہا ہے کہ یہ دو رکعات مسجد میں بھی پڑھ سکتا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ مقام کے پاس بھیڑ زیادہ ہوتی ہے اس لیے وہاں رکعات طواف پڑھنے کے لیے مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور تمام مسجد نماز پڑھنے کی جگہ ہے، اس لیے جہاں آسانی ہو نماز پڑھ لے۔[1]

علامہ نووی شافعی اور علامہ سرخسی کی عبارات سے یہ واضح ہوا کہ شوافع کے نزدیک رکعات طواف میں تین قول ہیں اور احناف کے نزدیک رکعات طواف واجب ہیں اور اس میں اتفاق ہے کہ رکعات طواف اگر مسجد میں نہ پڑھی جا سکیں تو خارج حرم بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور یہ قضا نہیں ہوتیں۔

صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب

حدیث مذکور میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر گئے تو آپ نے یہ آیت پڑھی: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ، "اور جس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی ہے (یعنی صفا سے) آپ نے بھی اس سے ابتداء کی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صفا اور مروہ کی سعی میں صفا سے ابتداء کرنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور ائمہ کا یہی نظریہ ہے۔ سنن نسائی میں اسناد صحیح سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ نے ابتداء کی ہے اس سے ابتداء کرو۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صفا اور مروہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دعا مانگے اور اس کا تین بار تکرار کرے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر عورت سے ملنے کے لیے آنے کا حکم

اس حدیث میں یہ ہے کہ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر (ں) پر ان کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے، مگر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے۔ علامہ مازری کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں مردوں سے خلوت میں نہ ملیں اس سے

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

آپ کی مراد زنا نہیں ہے، کیونکہ زنا سے حد واجب ہوتی ہے، خواہ جس کے ساتھ یہ فعل ہو اس کو عورت کا شوہر پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرتے تھے اس کو وہ عیب سمجھتے تھے نہ اس پر برا مانتے تھے نہ کوئی شک و شبہ کرتے تھے اور جب پردے کے احکام نازل ہوئے تو ان کو پرائی عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے سے روک دیا گیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عورتیں ان لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں جن کے گھر میں آنے اور ان کے بیٹھنے کو تم ناپسند کرتے ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا عورت کے محارم میں سے ہو۔ فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے گھر آنے کو خاوند ناپسند کرتا ہو اس کو عورت گھر میں نہ آنے دے خواہ مرد ہو یا عورت محرم ہو یا غیر محرم۔[۱]

البتہ خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت کے محارم کو گھر آنے سے نہ روکے۔

حج میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا حکم

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں آئے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کر کے پڑھا، عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے حج میں جمع کر کے پڑھنے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ حج کی خصوصیت ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا سبب سفر شرعی ہے۔ امام ابوحنیفہ چونکہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی وجہ حج قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک مکہ کے رہنے والے بھی ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں گے۔ اور امام شافعی چونکہ نمازوں کو جمع کرنے کا سبب سفر شرعی قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک مکہ والے اور جن لوگوں نے مسافت قصر کو طے نہ کیا ہو وہ دو نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھ سکتے۔ صحیح یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کر کے پڑھنا حج کی وجہ سے ہے اور یہ امت کے متواتر عمل سے ثابت ہے۔ اور حج کے علاوہ کسی اور موقع یا کسی اور سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (النساء: ۱۰۳) "مسلمانوں پر ہر نماز اس کے وقت میں فرض کی گئی ہے۔" اور جن احادیث میں حج کے علاوہ کسی سفر میں ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نمازوں کو جمع کیا جائے۔ امام طحاوی حنفی کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک کہتے ہیں کہ دونوں نمازوں کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کی جائے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کہتے ہیں کہ ایک اذان اور ایک اقامت سے دو نمازوں کو جمع کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فرض نمازوں کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے،

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو پے در پے پڑھنا نمازوں کو جمع کرنے کی شرط ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔

مزدلفہ میں رات گذارنے کا حکم اس حدیث میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی، پھر صبح کے روشن ہونے کے بعد آپ نے صبح کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرفات سے لوٹنے کے بعد قربانی کی رات مزدلفہ میں گذارنا افعال حج میں سے ہے، اور یہ امر اتفاقی ہے، لیکن علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے، رکن ہے یا سنت ہے، امام شافعی کے دو قولوں میں سے صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے، اگر اس کو ترک کر دیا تو گنہ گار ہوگا، اس پر دم لازم ہوگا اور اس کا حج صحیح ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ ہے نہ اس پر دم واجب ہے، البتہ دم دینا (قربانی کرنا) مستحب ہے، اور ہمارے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ وقوف عرفات کی طرح حج کا رکن ہے اور اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اور سنت یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے تک مزدلفہ میں رہا جائے ماسوا کمزور لوگوں کے، ان کے لیے صبح کی نماز سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جانا سنت ہے۔[1]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ راستہ میں مغرب کی نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ مزدلفہ میں آئے اور جب مزدلفہ پہنچے تو لوگوں کے ساتھ مزدلفہ میں اترے وہاں امام مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھائے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، اس کے بعد مزدلفہ میں رات گذارے اور جب فجر طلوع ہو تو منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عشاء کی نماز پڑھ لی تو آپ کے لیے ایک چیز بچھائی گئی جس پر آپ نے رات گذاری اور جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت سے پہلے کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا سوائے فجر کی نماز کے جو آپ نے مزدلفہ کی صبح پڑھی کیونکہ آپ نے منہ اندھیرے یہ نماز پڑھی تھی، اور اس لیے بھی کہ ہر چند کہ صبح کی نماز کو تاخیر کے ساتھ پڑھنا ہر جگہ افضل ہے لیکن اس جگہ صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اسفار (تاخیر) کی وجہ سے اس کے بعد والے وقوف میں تاخیر ہو جائے گی۔ اور جب بعد میں وقوف کی وجہ سے عرفات میں عصر کی نماز وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے تو وقوف کی وجہ سے اس کو اول وقت میں پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے۔[2]

مزدلفہ میں رات گذارنے کے بارے میں شوافع کے تین قول ہیں اور احناف کے نزدیک مزدلفہ میں رات گذارنا سنت ہے۔ علامہ شرنبلالی نے اس کو حج کی سنتوں میں شمار کیا ہے۔[3]

بَابُ ٣٦١ جَوَازِ تَعْلِيقِ الْإِحْرَامِ وَهُوَ أَنْ يُحْرِمَ بِإِحْرَامٍ كَإِحْرَامِ فُلَانٍ

احرام کو معلق کرنے کا بیان

۲۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ا ص ۳۹۸، مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ ھ، مراقی الفلاح ص ۴۴۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۵۶ھ

بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنِيخٌ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ لِي حَجَجْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَحِلَّ قَالَ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَبِالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ بَنِي قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ قَالَ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ رُوَيْدَكَ بَعْضَ فُتْيَاكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النُّسُكِ بَعْدَكَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كُنَّا أَفْتَيْنَاهُ فُتْيَا فَلْيَتَّئِدْ فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فَبِهِ فَأْتَمُّوا قَالَ فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّ كِتَابَ اللَّهِ يَأْمُرُ بِالتَّمَامِ وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔

۲۸۵۴ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هَذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، درآں حالیکہ آپ بطحائے مکہ میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے حج کی نیت کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی! آپ نے پوچھا تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے نیت کی تھی میں اس چیز کا احرام باندھتا ہوں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا اب بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو جاؤ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کی سعی کی۔ پھر میں بنو قیس کی ایک عورت کے پاس آیا جس نے میرے سر کی جوئیں دیکھیں، پھر میں نے حج کا احرام باندھا اور میں لوگوں کو یہی فتویٰ دیتا تھا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آگیا، مجھ سے ایک شخص نے کہا اے ابوموسیٰ یا اے عبداللہ بن قیس! یہ فتویٰ دینا چھوڑ دو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد امیر المومنین نے حج میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں! پھر حضرت ابوموسیٰ نے جن لوگوں کو فتوے دیے تھے ان سے کہا ٹھہر جاؤ، امیر المومنین آنے والے ہیں، ان کی پیروی کرنا، راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا حضرت عمر نے فرمایا اگر ہم کتاب اللہ کی پیروی کریں تو کتاب اللہ ہمیں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک ہدی اپنے محل میں نہیں پہنچ گئی۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

الإسناد نحوه.

۲۸۵۵ - وحدثنا محمد بن المثنى حدثنا عبد الرحمن يعني ابن مهدي حدثنا سفيان عن قيس عن طارق بن شهاب عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو منيخ بالبطحاء فقال بم أهللت قال قلت أهللت بإهلال النبي صلى الله عليه وسلم قال هل سقت من هدي قلت لا قال فطف بالبيت وبالصفا والمروة ثم حل فطفت بالبيت وبالصفا والمروة ثم أتيت امرأة من قومي فمشطتني وغسلت رأسي فكنت أفتي الناس بذلك في إمارة أبي بكر وإمارة عمر فإني لقائم بالموسم إذ جاءني رجل فقال إنك لا تدري ما أحدث أمير المؤمنين في شأن النسك فقلت أيها الناس من كنا أفتيناه بشيء فليتئد فهذا أمير المؤمنين قادم عليكم فبه فأتموا فلما قدم قلت يا أمير المؤمنين ما هذا الذي أحدثت في شأن النسك قال إن نأخذ بكتاب الله فإن الله قال وأتموا الحج والعمرة لله وإن نأخذ بسنة نبينا عليه الصلوة والسلام فإن النبي صلى الله عليه وسلم لم يحل حتى نحر الهدي.

۲۸۵۶ - وحدثني إسحاق بن منصور وعبد بن حميد قالا أخبرنا جعفر بن عون أخبرنا أبو عميس عن قيس بن مسلم عن طارق

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ آپ بطحاء مکہ میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے وہی میرا احرام ہے، آپ نے پوچھا کیا تم نے ہدی روانہ کی ہے؟ میں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا، مروہ کی سعی کرو پھر حلال ہو جاؤ۔ پھر میں نے طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا اس نے میرے بالوں میں کنگھی کی اور میرا سر دھویا۔ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دور خلافت میں یہی فتویٰ دیتا تھا۔ ایک مرتبہ حج کے ایام میں ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی اس نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ امیر المومنین نے حج کے بارے میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں! پھر میں نے اعلان کیا کہ جن لوگوں کو میں نے حج کے بارے میں فتویٰ دیا ہے وہ اس پر عمل نہ کریں کیونکہ امیر المومنین آنے والے ہیں اس معاملے میں تم ان کے احکام پر عمل کرنا، جب امیر المومنین تشریف لائے تو میں نے عرض کیا آپ نے حج کے متعلق کیا حکم نافذ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اتموا الحج و العمرۃ للہ" "حج اور عمرہ دونوں کو اللہ کے لیے پورا کرو" اور اگر ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کریں تو آپ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک آپ نے ہدی کو ذبح نہیں کر دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تھا اور میں اس سال واپس آیا جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج

ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي إِلَى الْيَمَنِ قَالَ فَوَافَقْتُهُ فِي الْعَامِ الَّذِي حَجَّ فِيهِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا مُوسَى كَيْفَ قُلْتَ حِينَ أَحْرَمْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ إِهْلَالًا كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ سُقْتَ هَدْيًا فَقُلْتُ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ۔

کیا تھا، آپ نے پوچھا اے ابوموسیٰ! تم نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟ میں نے عرض کیا میں نے نیت کی تھی کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے وہی میرا احرام ہے آپ نے پوچھا کیا تم نے ہدی روانہ کی ہے؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا جاؤ! بیت اللہ کا طواف کرو، صفا اور مروہ کی سعی کرو، پھر حلال ہو جاؤ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۸۵۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي بِالْمُتْعَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ رُوَيْدَكَ بِبَعْضِ فُتْيَاكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النُّسُكِ بَعْدُ حَتَّى لَقِيَهُ بَعْدُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَهُ وَأَصْحَابُهُ وَلَكِنْ كَرِهْتُ أَنْ يَظَلُّوا مُعْرِسِينَ بِهِنَّ فِي الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرُوحُونَ فِي الْحَجِّ تَقْطُرُ رُءُوسُهُمْ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ تمتع کا فتویٰ دیتے تھے ایک شخص نے ان سے کہا آپ اپنے فتووں کو روک دیں کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ امیر المؤمنین نے تمہارے بعد حج میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں حضرت ابوموسیٰ اس کے بعد حضرت عمر سے ملے اور ان سے اس سلسلہ میں سوال کیا حضرت عمر نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے تمتع کیا ہے لیکن میں اس کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ پیلو کے درختوں کے نیچے اپنی عورتوں سے عمل زوجیت کریں اور پھر اس حال میں حج کرنے کے لیے جائیں کہ ان کے سروں سے (غسل جنابت کے سبب) پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں!

احرام کو معلق کرنے کی وضاحت

اس باب کی احادیث سے ثابت ہوا کہ احرام کو معلق کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ تعلیق سے کوئی مانع نہ ہو، بایں طور کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں اپنے احرام کو زید کے احرام کی طرح باندھتا ہوں۔ اب اگر زید نے قران کا احرام باندھا ہے تو اس شخص کا احرام قران کا ہوگا اور اگر زید نے تمتع کا احرام باندھا ہے تو اس کا احرام تمتع کا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں نے اپنے اپنے احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھنے کی نیت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس احرام پر قائم رہنے کا

حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ کو حکم دیا کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کھول دیں۔ اس فرق کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کے ساتھ ہدی تھی اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ ہدی نہیں تھی اور قران میں افضل یہ ہے کہ قران کرنے والے نے ہدی روانہ کر دی ہو اور تمتع میں یہ حکم نہیں ہے اس لیے آپ نے حضرت علی کو قران کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ کو تمتع کا۔

اس باب کی بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ کے احرام کھولنے کے بعد ان کے قبیلہ کی ایک عورت نے ان کے بالوں میں کنگھی کی اور جوئیں دیکھیں، یہ عورت حضرت ابوموسیٰ کی محرم تھی۔

اس باب کی حدیث نمبر ۲۸۵۷ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور صحابہ نے حج تمتع اور بعض نے حج قران کیا ہے، اس کے باوجود حضرت عمر حج تمتع اور قران سے منع کرتے تھے وہ تحریماً منع نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بعض وجوہ سے خلاف اولیٰ قرار دیتے تھے یہ ان کی اجتہادی خطا تھی ورنہ اولیٰ وہی کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور صحابہ کرام کو جس پر عمل کرنے کا حکم دیا، اس کی مکمل وضاحت ہم سابقہ ابواب میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔

بَابُ ۳۶۲ جَوَازِ التَّمَتُّعِ

حج تمتع کا جواز

۲۸۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيقٍ كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَأْمُرُ بِهَا فَقَالَ عُثْمَانُ لِعَلِيٍّ كَلِمَةً ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّا قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَجَلْ وَلٰكِنَّا كُنَّا خَائِفِيْنَ۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تمتع کا حکم دیتے تھے، حضرت عثمان نے اس سلسلے میں حضرت علی سے کچھ فرمایا، حضرت علی نے کہا آپ جانتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا ہے، حضرت عثمان نے کہا ہاں! لیکن ہم اس وقت خوف زدہ تھے۔

۲۸۵۹ - وَحَدَّثَنِيْهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۸۶۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اجْتَمَعَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِعُسْفَانَ فَكَانَ عُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عثمان دونوں مقام عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا (حج کے ایام میں) عمرہ سے منع کرتے تھے حضرت علی نے فرمایا کیا بات ہے آپ اس کام سے منع کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے؟

الْمُتْعَةِ أَوِ الْعُمْرَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا تُرِيدُ إِلَى أَمْرٍ قَدْ فَعَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنْهَى عَنْهُ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنَا مِنْكَ قَالَ إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَدَعَكَ فَلَمَّا أَنْ رَأَى عَلِيٌّ ذٰلِكَ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا۔

حضرت عثمان نے کہا ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو، حضرت علی نے فرمایا میں تم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام (ملاکر) باندھا۔

۲۸۶۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔

۲۸۶۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَيَّاشٍ الْعَامِرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لَنَا رُخْصَةً يَعْنِي الْمُتْعَةَ فِي الْحَجِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج تمتع کی ہمارے لیے رخصت تھی۔

۲۸۶۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَا تَصْلُحُ الْمُتْعَتَانِ إِلَّا لَنَا خَاصَّةً يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ وَمُتْعَةَ الْحَجِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو تمتع، ہمارے ساتھ خاص تھے تمتع بالحج اور تمتع بالنساء (تمتع بالحج کی بحث گزر چکی ہے اور تمتع بالنساء کی بحث ان شاء اللہ کتاب النکاح میں آئے گی)۔

۲۸۶۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ أَتَيْتُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيَّ وَإِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيَّ فَقُلْتُ إِنِّي أَهُمُّ أَنْ أَجْمَعَ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ الْعَامَ فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ لٰكِنْ أَبُوكَ لَمْ يَكُنْ لِيَهُمَّ بِذٰلِكَ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا

عبدالرحمن بن ابی الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم نخعی اور ابراہیم تیمی کے پاس گیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اس سال حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ کر دوں۔ ابراہیم نخعی نے کہا لیکن تمہارے والد تو حج اور عمرہ کو ملا کر نہیں کرتے تھے، نیز ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا ربذہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا، انہوں نے ان سے

جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالرَّبَذَةِ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَتْ لَنَا خَاصَّةً دُوْنَكُمْ۔

اس کا ذکر کیا حضرت ابوذر نے کہا یہ (حج اور عمرہ کو ملا کر کرنا) ہمارے ساتھ خاص تھا یہ تمہارے لیے نہیں ہے۔

۲۸۶۵ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ فَعَلْنَاهَا وَهٰذَا يَوْمَئِذٍ كَافِرٌ بِالْعُرُشِ يَعْنِيْ بُيُوْتَ مَكَّةَ۔

غنیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے تمتع کے بارے میں سوال کیا حضرت سعد نے کہا ہم نے تمتع کیا ہے اور یہ (حضرت معاویہ) اس وقت مکہ کے مکانوں میں حالت کفر میں تھے۔

۲۸۶۶ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِيْ رِوَايَتِهِ يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۸۶۷ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيْعًا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِهِمَا وَ فِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں تمتع فی الحج کا ذکر ہے۔

۲۸۶۸ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ لِيْ عِمْرَانُ ابْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنِّيْ لَأُحَدِّثُكَ بِالْحَدِيْثِ الْيَوْمَ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِ بَعْدَ الْيَوْمِ وَاعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْمَرَ طَائِفَةً مِّنْ أَهْلِهِ فِي الْعَشْرِ فَلَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتّٰى

مطرف کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا آج میں تمہیں ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں آج کے بعد نفع دیگا جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ میں سے ایک جماعت کو عشرہ ذی الحج میں تمتع کرایا پھر اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس نے اس حکم کو منسوخ کیا ہو، نہ (بعد میں) آپ نے ان ایام میں عمرہ کرنے سے منع فرمایا حتی کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے،

مَضٰی لِوَجْهِهٖ ارْتَأَی کُلُّ امْرِئٍ بَعْدُ مَا شَآءَ اَنْ یَّرْتَأِیَ۔

اس کے بعد (اس مسئلہ میں) جس شخص نے بھی (اس کے خلاف) کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

(یہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو تعریض ہے)

۲۸۶۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ وَكِیْعٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْجُرَیْرِیِّ فِیْ هٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِیْ رِوَایَتِهٖ ارْتَأَی رَجُلٌ بِرَأْیِهٖ مَا شَآءَ یَعْنِیْ عُمَرَ۔

ایک اور سند سے ہے ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا یعنی حضرت عمر نے۔

۲۸۷۰ - وَحَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ لِیْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُحَدِّثُكَ حَدِیْثًا عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّنْفَعَكَ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ یَنْهَ عَنْهُ حَتّٰی مَاتَ وَلَمْ یَنْزِلْ فِیْهِ قُرْاٰنٌ یُحَرِّمُهٗ وَقَدْ كَانَ یُسَلَّمُ عَلَیَّ حَتّٰی اكْتَوَیْتُ فَتُرِكْتُ ثُمَّ تَرَكْتُ الْكَیَّ فَعَادَ۔

مطرف کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے فائدہ پہنچائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور پھر اس سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، نہ قرآن مجید میں اس کی تحریم کا کوئی حکم نازل ہوا، اور مجھ پر اس وقت تک (فرشتے) سلام کرتے تھے جب تک میں نے (علاج کے لیے) داغ نہیں لگوایا تھا اور جب میں نے (مرض کی شدت کی وجہ سے) داغ لگوا لیا تو یہ سلام موقوف ہو گیا اور جب داغ لگوانے کو چھوڑ دیا تو یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا یعنی فرشتوں کی طرف سے سلام اس وقت پڑھا جاتا ہے جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں اس لیے تمتع جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ تمتع اور قران کا اصطلاحی فرق بعد کی اصطلاح ہے، صحابہ ان میں فرق نہیں کرتے تھے)۔

۲۸۷۱ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا

ایک اور سند سے بھی حضرت عمران کی یہ حدیث مروی ہے۔

قَالَ قَالَ لِیْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُعَاذٍ.

۲۸۷۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ بَعَثَ اِلَیَّ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ فَقَالَ اِنِّیْ كُنْتُ مُحَدِّثُكَ بِاَحَادِيْثَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّنْفَعَكَ بِهَا بَعْدِیْ فَاِنْ عِشْتُ فَاكْتُمْ عَنِّیْ وَاِنْ مِتُّ فَحَدِّثْ بِهَا اِنْ شِئْتَ اَنَّهُ قَدْ سُلِّمَ عَلَیَّ وَاعْلَمْ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ فِيْهَا كِتَابُ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ فِيْهَا بِرَاْيِهِ مَا شَآءَ.

مطرف کہتے ہیں کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں ان کا وصال ہو گیا تو انھوں نے مجھے بلایا اور فرمایا میں تمہیں چند احادیث بیان کروں گا شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے میرے بعد فائدہ پہنچائے اگر میں زندہ رہ گیا تو ان کو تم مجھ سے روایت نہ کرنا اور اگر میں مر گیا تو اگر تم چاہو تو بیان کر دینا مجھ پر (فرشتوں کا) سلام پڑھا گیا اور جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، پھر اللہ کی کتاب میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس میں اس سے منع کیا ہو، اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا، اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

۲۸۷۳ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ فِيْهَا كِتَابٌ وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْهَا رَجُلٌ بِرَاْيِهِ مَا شَآءَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا پھر کتاب اللہ میں ایسا کوئی حکم نازل نہیں ہوا جس میں اس سے روکا ہو، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

۲۸۷۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا اور اس کی ممانعت میں قرآن مجید میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا، اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

الْقُرْآنُ قَالَ رَجُلٌ فِيهَا بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ.

٢٨٧٥ - وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِعٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ تَمَتَّعَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمَتَّعْنَا مَعَهُ.

حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا۔

٢٨٧٦ - وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ يَعْنِي مُتْعَةَ الْحَجِّ وَأَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُ آيَةَ مُتْعَةِ الْحَجِّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ بَعْدُ مَا شَاءَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تمتع کی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا، پھر کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی، جس نے حج تمتع کو منسوخ کر دیا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، اس کے بعد ایک شخص نے جو چاہا اپنی رائے سے (اس کے خلاف) کہہ دیا۔

٢٨٧٧ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عِمْرَانَ الْقَصِيرِ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ وَأَمَرَنَا بِهَا.

ایک اور سند سے یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ مروی ہے۔

تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل

حدیث نمبر ۲۸۶۵ میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے، اس کی تشریح میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا تمتع سے منع کرنا ان کے اجتہاد کی وجہ سے تھا اور وہ تنزیہاً منع کرتے تھے تحریماً منع نہیں کرتے تھے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک افراد، تمتع اور قران سے افضل تھا حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اس مسئلہ میں بحث کی اور فرمایا تم جانتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع (قران) کیا ہے، حضرت عثمان نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم اس وقت خوف زدہ تھے، شاید حضرت عثمان کی مراد سات ہجری کا عمرۃ القضاء تھا کیونکہ مسلمانوں کے خوف زدہ ہونے کا اس کے بعد کوئی تصور بھی نہیں تھا، دس ہجری میں حج تمتع ہوا ہے اور اس وقت مسلمانوں کے خوف زدہ ہونے کا کوئی تصور نہیں تھا چونکہ حضرت عثمان کے جواب سے حضرت علی کا سوال نہیں اٹھتا تھا اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے جواب کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور ان سے اس مسئلہ میں بحث کی حضرت عثمان نے کہا مجھے چھوڑ دو حضرت علی نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اور حضرت عثمان کے منع کرنے کے باوجود قران کا احرام باندھا اس سے معلوم ہوا کہ علمی مسائل میں مذاکرہ اور مناظرہ کرنا چاہیے، دینی مسائل میں تبلیغ کرنی چاہیے۔ حاکم وقت اگر اپنے اجتہاد سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کوئی حکم دے تو حاکم کے منصب کی پرواہ کیے بغیر تمام لوگوں کو سنت رسول پر عمل کی دعوت دینی چاہیے، ان احادیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ پیغام حق سنانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور شیعہ حضرات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تقیہ کی نسبت کرنا بالکل باطل اور مردود ہے، اسی طرح یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی کے نزدیک قران افراد سے افضل تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور حضرت عثمان کے نزدیک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج قران ہی تھا کیونکہ حضرت عثمان نے قران کی تاویل کی انکار نہیں کیا (یاد رہے کہ صحابہ کرام قران پر بھی تمتع کا اطلاق کرتے تھے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور یہ قران ہے، قران اور تمتع میں اصطلاحی فرق بعد کی اصطلاح ہے)

حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت

حدیث نمبر ۲۸۶۱ سے ۲۸۶۳ تک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایات ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ تمتع پانچ صحابہ کے ساتھ خاص تھا: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی نظریہ ہے۔ امام احمد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے چند صفحات پہلے ہم اس موضوع پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ ان روایات میں تمتع بالنکاح کا بھی ذکر ہے۔ غزوہ خیبر سے پہلے متعہ مباح تھا غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حرام کر دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائمی طور پر متعہ کو حرام کر دیا۔ کتاب النکاح میں انشاء اللہ ہم اس مسئلہ پر مکمل بحث کریں گے۔

عمرے پر تمتع کا اطلاق

حدیث نمبر ۲۸۶۵ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تمتع کیا ہے اور یہ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ کے مکانوں میں حالت کفر میں تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں اس سے مراد عمرۃ القضاء ہے جو سات ہجری میں کیا گیا تھا اس وقت تک حضرت معاویہ اسلام نہیں لائے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور ایک روایت یہ ہے کہ سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے بعد اسلام لائے، عمرۃ القضاء کے

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر عمرے کیے ہیں اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو کہا ہے کہ ہم نے تمتع کیا اور اس وقت یہ کافر تھے ان کی تمتع سے مراد عمرۃ القضاء ہے اسی طرح حضرت عثمان نے بھی عمرے پر تمتع کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے۔

بَابُ ۳۶۲ وُجُوبِ الدَّمِ عَلَى الْمُتَمَتِّعِ وَأَنَّهُ إِذَا عَدِمَهُ لَزِمَهُ صَوْمُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ

تمتع کرنے والے پر قربانی یا دس روزوں کے واجب ہونے کا بیان

۲۸۷۸۔ حدثنا عبد الملك بن شعيب بن الليث حدثني ابي عن جدي حدثني عقيل بن خالد عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله ان عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال تمتع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع بالعمرة الى الحج واهدى فساق معه الهدي من ذي الحليفة وبدا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاهل بالعمرة ثم اهل بالحج وتمتع الناس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالعمرة الى الحج فكان من الناس من اهدى فساق الهدي ومنهم من لم يهد فلما قدم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مكة قال قال للناس من كان منكم اهدى فانه لا يحل من شيء حرم منه حتى يقضي حجه ومن لم يكن منكم اهدى فليطف بالبيت وبالصفا والمروة وليقصر وليحلل ثم ليهل بالحج وليهد فمن لم يجد هديا فليصم

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا، اور ہدی دی آپ ہدی (قربانی کے جانور) کو ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ لے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا تلبیہ کیا اور اس کے بعد حج کا تلبیہ پڑھا۔ لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا بعض لوگوں کے پاس ہدی تھی اور انھوں نے ہدی روانہ کر دی تھی اور بعض لوگوں کے پاس ہدی نہیں تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جو شخص ہدی روانہ کر چکا ہے وہ اس وقت تک ان چیزوں سے حلال نہ ہو جو اس پر حج میں حرام ہو چکی ہیں جب تک کہ اپنے حج سے فارغ نہ ہو جائے اور تم میں سے جس شخص نے ہدی روانہ نہیں کی ہے اسے چاہیے کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کی سعی کرے اور بال کاٹ کر حلال ہو جائے اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے اور قربانی کرے اور جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے، اور سات روزے گھر لوٹنے کے بعد رکھے، جب

ثَلاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ وَمَشَى أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ رَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے طواف کیا، آپ نے سب سے پہلے حجر اسود کو تعظیم دی پھر آپ نے طواف کے سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ کر لگائے اور چار چکر معمول کے مطابق چل کر لگائے پھر جب آپ نے طواف کر لیا تو آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ سلام پھیر کر فارغ ہو گئے اس کے بعد آپ صفا پر آئے اور آپ نے صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے اور حج میں جو چیزیں آپ پر حرام ہو گئی تھیں آپ ان میں سے کسی سے حلال نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے اپنا حج پورا کیا اور قربانی کے دن اپنی ہدی کو ذبح کیا پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف افاضہ کیا اور آپ ان تمام چیزوں سے حلال ہو گئے جو حج میں آپ پر حرام تھیں، اور صحابہ میں سے جن لوگوں نے ہدی روانہ کی تھی انھوں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

۲۸۷۹ - وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ وَتَمَتُّعِ النَّاسِ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا لوگوں نے بھی تمتع کیا اس کے بعد اسی طرح روایت ہے جیسے حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے

قران اور تمتع کی روایات میں تطبیق

حدیث نمبر ۲۸۷۸ میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا جبکہ اس سے پہلے بکثرت احادیث میں بیان ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں تمتع سے مراد تمتع کا فقہی اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ تمتع کا لغوی معنی مراد ہے اور وہ قران کے اصطلاحی معنی کے خلاف نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ تمتع اور قران کی فقہی اصطلاحات بعد میں وضع کی گئی ہیں صحابہ

تمتع اور قران کا ایک دوسرے پر اطلاق کر دیتے تھے۔

اس حدیث میں ہے: بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم فاهل بالعمرة ثم اهل بالحج اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے دوران حج اور عمرہ کا تلبیہ پڑھا۔

تمتع کی ہدی کے لیے شرائط

تمتع کی ہدی پر بحث کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمتع کی ہدی کے لیے شوافع کے نزدیک چار شرائط ہیں جن میں سے تین اتفاقی ہیں، ایک شرط یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے دوسری شرط یہ ہے کہ اسی سال حج کرے تیسری شرط یہ ہے کہ تمتع کرنے والا مکہ کا رہنے والا نہ ہو بلکہ کسی دوسرے شہر سے آیا ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے لیے وہ میقات پر نہ جائے۔

ہدی کی بجائے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو ہدی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور گھر لوٹنے کے بعد سات روزے رکھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان قرآن مجید کے موافق ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں یہ تین روزے یوم نحر (قربانی کے دن) سے پہلے رکھنے واجب ہیں، عرفہ کے دن کا روزہ بھی ان تین روزوں میں شمار کیا جا سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ یہ تین روزے عرفہ کے دن سے پہلے رکھے جائیں نیز افضل یہ ہے کہ عمرہ سے فارغ ہو کر اور حج کا احرام باندھ کر یہ روزے رکھے جائیں، اگر کسی شخص نے عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھنے سے پہلے یہ تین روزے رکھے تو شوافع کے صحیح مذہب کے مطابق پھر بھی کافی ہے اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے افعال کی فراغت سے پہلے یہ تین روزے رکھ لیے تو صحیح مذہب کے مطابق یہ کافی نہیں ہوں گے اور اگر اس نے یوم نحر سے پہلے یہ روزے نہیں رکھے اور ایام تشریق میں ان روزوں کے رکھنے کا ارادہ کیا تو اس بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں مشہور یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ ہمارے مذہب کی تفصیل ہے اور مالکیہ نے بھی اس بات میں ہماری موافقت کی ہے کہ عمرہ کی فراغت سے پہلے یہ تین روزے رکھنے جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اگر اس نے یہ تین روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ عید بھی گذر گئی اور ایام تشریق بھی گذر گئے تو ہمارے نزدیک ان کی قضا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اب وہ روزے نہیں رکھ سکتا اور جب بھی اس کو استطاعت حاصل ہو اس پر ہدی لازم ہے۔

یہ گفتگو ایام حج میں تین روزوں کے بارے میں تھی اور سات روزے جو واپس جانے کے بعد واجب ہیں ان کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک واپسی سے مراد یہ ہے کہ جب حج کرنے والا اپنے گھر لوٹ آئے جیسا کہ اس صحیح اور صریح حدیث سے ثابت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب حج سے فارغ ہو کر منیٰ سے مکہ لوٹ آئے، یہ دو قول امام شافعی اور امام مالک کے ہیں، امام ابوحنیفہ نے بھی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور اگر اس نے تین روزے رکھے نہ سات روزے رکھے تو گھر لوٹنے کے بعد اس پر دس روزے رکھنا لازم ہوں گے پھر ان دس روزوں میں تین اور سات کے فرق کرنے میں بھی اختلاف ہے بعض فقہاء نے کہا یہ تفریق کرنا واجب نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان میں چار روز کا وقفہ کرنا چاہیے۔[1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ)

قران اور تمتع میں ہدی کی جگہ روزے رکھنے میں احناف کا موقف

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة (البقرہ: ۱۹۶)

"جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کرے اس پر وہ قربانی لازم ہے جو وہ آسانی سے کر سکے اور جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور حج سے لوٹنے کے بعد (افعال حج سے فراغت کے بعد) سات دن کے روزے رکھے یہ پورے دس روزے ہیں۔"

علماء احناف کے نزدیک جو شخص تمتع یا قران میں قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ پہلے تین روزے سات، آٹھ اور نو ذی الحج کی تاریخوں میں رکھے لیکن اگر ان دنوں میں روزے رکھنے سے قیام عرفہ اور وقوف مزدلفہ میں فرق واقع ہو تو ان ایام سے پہلے یہ روزے رکھنا مستحب ہے بلکہ یہ بھی ایک قول ہے کہ اگر ان دنوں میں روزے رکھنے سے افعال حج میں ضعف لاحق ہو تو ان دنوں میں روزے رکھنا مکروہ ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے اور حج کے افعال یعنی طواف زیارت، رمی جمار، ذبح اور حلق سے فارغ ہونے کے بعد روزے رکھے یعنی ایام تشریق گذرنے کے بعد یہ روزے رکھے خواہ کسی جگہ رکھے کیونکہ احناف کے نزدیک اذا رجعتم کا معنی ہے اذا فرغتم عن افعال الحج۔ "جب تم افعال حج سے فارغ ہو جاؤ" اور اگر حج کرنے والا یوم النحر یعنی دس ذوالحج سے پہلے یہ تین روزے نہیں رکھ سکا تو اب اس پر قربانی کرنا متعین ہو گیا کیونکہ یہ روزے اللہ تعالیٰ نے ایام حج میں مقرر فرمائے تھے۔[1]

علامہ ابوبکر جصاص نے ان تین روزوں کو سات، آٹھ اور نو تاریخوں تک مؤخر کرنے کے استحباب کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح جب کسی شخص کو پانی نہ ملے تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ آخری وقت میں تیمم کرے اسی طرح جس شخص کو ہدی میسر نہیں ہے وہ حج کے آخری دن تک ان روزوں کو مؤخر کرے اس امید پر کہ شاید آخری وقت میں اس کو ہدی مل جائے۔[2]

باب ۳۶۴ بَیَانِ اَنَّ الْقَارِنَ لَا یَتَحَلَّلُ اِلَّا فِیْ وَقْتِ تَحَلُّلِ الْحَاجِّ الْمُفْرِدِ

۲۸۸۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحِلَّ اَنْتَ

قارن کے احرام کھولنے کا وقت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ لوگ حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوئے آپ نے فرمایا میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا ہے۔ اس لیے میں ہدی

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ملخصاً رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ - ۲۶۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ۔

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

کو ذبح کرنے سے پہلے حلال نہیں ہوں گا۔

۲۸۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ لَمْ تَحِلَّ بِنَحْوِهِ.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے احرام کیوں نہیں کھولا؟ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۸۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي قَلَّدْتُ هَدْيِي وَلَبَّدْتُ رَأْسِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ تو اپنے عمرہ سے حلال ہو گئے ہیں اور آپ حلال نہیں ہوئے آپ نے فرمایا: میں نے اپنی ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہے اور اپنے سر کے بال چپکا لیے ہیں اس لیے میں حج سے فارغ ہونے سے پہلے حلال نہیں ہوں گا۔

۲۸۸۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

ایک اور سند سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہی روایت ہے۔

۲۸۸۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُومِيُّ وَعَبْدُ الْمَجِيدِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ حَفْصَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَحِلَّ فَقَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ حلال کیوں نہیں ہو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے بال چپکا لیے اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا ہے، میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا جب تک میں اپنی ہدی کو ذبح نہ کر لوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلیل

عمرہ کرنے کے بعد احرام نہ کھولنا بلکہ حج کے افعال اور ہدی سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھولنا حج قران میں ہوتا ہے اور ان احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے بعد احرام نہیں کھولا اور ہدی ذبح کرنے کے بعد آپ نے احرام کھولا ہے، اس لیے ان احادیث میں آپ کے قران پر صاف، صریح اور روشن دلیل ہے۔ علامہ نووی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے[1]۔

اور جب ثابت ہو گیا کہ آپ کا حج قران تھا تو حج میں یہی افضل ہے۔

بَابُ ٣٦٥ جَوَازِ التَّحَلُّلِ بِالْإِحْصَارِ وَجَوَازِ الْقِرَانِ وَاقْتِصَارِ الْقَارِنِ عَلَى طَوَافٍ وَاحِدٍ وَسَعْيٍ وَاحِدٍ

٢٨٨٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا خَرَجَ فِي الْفِتْنَةِ مُعْتَمِرًا وَقَالَ إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتَّى إِذَا ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ الْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا جَاءَ الْبَيْتَ طَافَ بِهِ سَبْعًا وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ وَرَأَى أَنَّهُ مُجْزِئٌ عَنْهُ وَأَهْدَى۔

٢٨٨٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ لِقِتَالِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَا لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ بَيْنَ

احصار کے وقت احرام کھولنے کا جواز اور قران کا بیان

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لیے گئے اور فرمایا اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا پھر حضرت ابن عمر عمرہ کا احرام باندھ کر گئے، جب مقام بیداء پر پہنچے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا حج اور عمرہ دونوں کا حکم ایک جیسا ہے، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کے ساتھ عمرہ کی بھی نیت کر لی ہے پھر بیت اللہ پہنچ کر انہوں نے سات چکر لگا کے طواف کیا اور صفا و مروہ میں سات چکر لگائے اور ان پر زیادتی نہیں کی، ان کا خیال تھا کہ یہ چکر کافی ہیں، پھر انہوں نے ہدی کو ذبح کر دیا۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں حجاج، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے گیا ہوا تھا۔ عبد اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ (حضرت ابن عمر کے صاحبزادے) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو آپ کو کوئی حرج نہیں ہوگا، ہمیں خدشہ ہے کہ مسلمانوں میں جنگ ہوگی جو آپ کے اور حج بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ بن جائیگی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

الناس قتال يحال بينك وبين البيت قال إن حيل بيني وبينه فعلت كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا معه حين حالت كفار قريش بينه وبين البيت أشهدكم أني قد أوجبت عمرة فانطلق حتى أتى ذا الحليفة فلبى بالعمرة ثم قال إن خلي سبيلي قضيت عمرتي وإن حيل بيني وبينه فعلت كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا معه ثم تلا لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة ثم سار حتى إذا كان بظهر البيداء قال ما أمرهما إلا واحد إن حيل بيني وبين العمرة حيل بيني وبين الحج أشهدكما أني قد أوجبت حجة مع عمرتي فانطلق حتى ابتاع بقديد هديا ثم طاف لهما طوافا واحدا بالبيت وبين الصفا والمروة ثم لم يحل منهما حتى أحل منهما بحجة يوم النحر.

حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر میرے اور حج کے درمیان جنگ حائل ہو گئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ کے درمیان کفار قریش حائل ہو گئے تھے اس وقت میں بھی آپ کے ساتھ تھا، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کی نیت کی ہے، حضرت ابن عمر چل دیئے حتی کہ جب مقام ذو الحلیفہ پر پہنچے تو عمرہ کا تلبیہ کیا پھر کہا اگر میرا راستہ صاف رہا تو میں عمرہ پورا کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اس وقت میں آپ کے ساتھ تھا، پھر یہ آیت تلاوت کی۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ "تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے" پھر چلے گئے جب مقام ظہر البیداء میں پہنچے تو کہا حج اور عمرہ کا ایک حکم ہے اگر میرے اور عمرہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہوئی تو میرے حج کے درمیان بھی رکاوٹ ہو گی میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی بھی نیت کر لی ہے پھر انہوں نے قدید جا کر ہدی خریدی پھر ان دونوں کے لیے بیت اللہ میں ایک طواف (قدوم کیا) اور صفا و مروہ میں سعی کی پھر عمرہ سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک کہ یوم نحر (قربانی کے دن) کو حج سے حلال نہیں ہو گئے۔

۲۸۸۷ - وحدثناه ابن نمير حدثنا أبي حدثنا عبيد الله عن نافع قال أراد ابن عمر رضي الله تعالى عنهما الحج حين نزل الحجاج بابن الزبير رضي الله تعالى عنهما واقتص الحديث بمثل هذه القصة وقال في آخر الحديث وكان يقول من جمع بين الحج والعمرة كفاه طواف واحد ولم يحل

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حجاج نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے جس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اسے ایک طواف (قدوم) کافی ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوتا جب تک کہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔

حَتّٰی یَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِیْعًا۔

۲۸۸۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّ النَّاسَ کَائِنٌ بَیْنَهُمْ قِتَالٌ وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ یَّصُدُّوْكَ قَالَ فَقَالَ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اَصْنَعُ کَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِظَاهِرِ الْبَیْدَاءِ قَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ اشْهَدُوْا وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِیْ وَاَهْدٰی هَدْیًا اشْتَرَاهُ بِقُدَیْدٍ ثُمَّ انْطَلَقَ یُهِلُّ بِهِمَا جَمِیْعًا حَتّٰی قَدِمَ مَکَّةَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ یَزِدْ عَلٰی ذٰلِكَ وَلَمْ یَنْحَرْ وَلَمْ یَحْلِقْ وَلَمْ یُقَصِّرْ وَلَمْ یَحْلِلْ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰی کَانَ یَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَاٰی اَنْ قَدْ قَضٰی طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس سال حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال کے حج کا ارادہ کیا، حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ لوگوں میں جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں یہ خدشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو حج سے روک دیں گے، حضرت ابن عمر نے کہا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے میں ایسا کروں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کی نیت کر لی ہے، پھر حضرت ابن عمر چلے گئے حتی کہ جب مقام ظاہر البیداء پر پہنچے کر کہا حج اور عمرہ دونوں کا ایک حکم ہے ابن رمح کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کر لی ہے۔ حضرت ابن عمر نے مقام قدید میں ہدی خریدی پھر وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے حتی کہ مکہ پہنچ گئے پھر انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، انہوں نے اس پر کوئی زیادتی نہیں کی اور نہ قربانی کی، نہ سر منڈایا نہ بال کاٹے اور جو چیزیں ان پر (حج کے سبب) حرام ہوئی تھیں ان میں سے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئے حتی کہ قربانی کا دن آگیا، پھر انہوں نے قربانی کی اور سر منڈایا اور ان کا خیال تھا کہ ان کے پہلے طواف سے حج اور عمرہ کا طواف (قدوم) پورا ہو گیا ہے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

۲۸۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ وَاَبُوْ کَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِیْ اِسْمٰعِیْلُ کِلَاهُمَا عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ وَلَمْ یَذْکُرِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ الْحَدِیْثِ حِیْنَ قِیْلَ لَهٗ یَصُدُّوْكَ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے یہ قصہ روایت کیا گیا ہے اس حدیث کے شروع میں ہے کہ جب حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ لوگ آپ کو روک دیں گے تو انہوں نے کہا میں اس وقت وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اس حدیث کے آخر میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

عَنِ النَّبِيِّ قَالَ اِذَنْ اَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا ذَكَرَهُ اللَّيْثُ ۔

قیاس اور اجتہاد پر ایک دلیل

اس باب کی احادیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کے لیے جانا تھا اور جب انہیں بتایا گیا کہ اس سال حجاج اور حضرت ابن زبیر کے درمیان جنگ ہونے والی ہے تو انہوں نے کہا کہ جنگ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ سے روک دیا گیا تھا اگر مجھے حج سے روک دیا گیا تو میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ سے روکے جانے پر کیا تھا کیونکہ حج اور عمرہ کا حکم ایک ہے ، حضرت ابن عمر نے یہاں حج سے رکاوٹ کو عمرہ سے رکاوٹ پر قیاس کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اجتہاد اور قیاس کرتے تھے ۔

احصار (حج میں رکاوٹ) میں احناف کا موقف

فقہاء اسلام نے مرض کے سبب سے رکاوٹ کو جنگ کی وجہ سے رکاوٹ پر قیاس کیا ہے ، علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ جب محرم کو دشمن کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے رکاوٹ درپیش ہو تو اس کے لیے حلال ہونا جائز ہے ۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ احصار (رکاوٹ) صرف دشمن کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے کیونکہ ہدی کے سبب سے حلال ہونا دشمن سے محصر کی نجات کے لیے مشروع کیا گیا ہے اور حلال ہونے سے دشمن سے تو نجات مل جاتی ہے ، مرض سے نجات نہیں ملتی ، ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اجماع ہے کہ احصار کی آیت ، احصار بامرض کے بارے میں وارد ہے اور علماء لغت کہتے ہیں کہ احصار مرض اور دشمن دونوں کے سبب سے ہوتا ہے اور وقت سے پہلے حلال ہونا احرام کے طول اور اس کی پابندیوں کی بناء پر حرج کی وجہ سے ہے اور مرض میں احرام کی پابندی دشمن کے ساتھ احرام کی پابندی کے مقابلہ میں زیادہ دشوار ہے اور جب محصر کے لیے حلال ہونا جائز ہو گیا تو اس سے کہا جائیگا کہ حرم میں ذبح ہونے کے لیے ایک بکری بھیج دو اور جس شخص کے ہاتھ بکری بھیجو اس سے طے کر لو کہ فلاں دن حرم میں بکری ذبح کی جائے گی پھر وہ حلال ہو جائے لہ

قران میں دو طوافوں پر اعتراض کا جواب

اس باب کی احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج اور عمرہ کے لیے ایک طواف کیا ، ان احادیث سے علماء شافعیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ قران میں ایک طواف ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف کرنے کے بعد حج میں طواف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے عمرہ میں جو طواف قدوم کیا تھا اس کے بعد حج میں طواف قدوم نہیں کیا ، یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ کے بعد حج میں کسی قسم کا کوئی طواف نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا طواف قدوم واحد تھا ورنہ ظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں عمرہ کے افعال کر لیے جائیں تو

لہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۵۳ ـ ۵۲ ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

قران ہو جاتا ہے، کسی قسم کے طواف کی ضرورت ہے نہ صفا اور مروہ میں سعی کی، عمرہ کر کے احرام پر قائم رہے اور نو ذوالحجہ کو میدان عرفات میں وقوف کرے یوم النحر کو قربانی دے تو قران ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمر نے حج اور عمرہ کا ایک طواف کیا تھا وہ طواف قدوم تھا اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں: امام طحاوی فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر نے یوم النحر سے پہلے اپنے حج کے لیے طواف نہیں کیا تھا کیونکہ یوم نحر سے پہلے حج میں طواف قدوم کیا جاتا ہے جو حج کے اجزاء میں سے نہیں ہے، اس طواف کے لیے حضرت ابن عمر نے عمرہ کے طواف قدوم کو کافی قرار دیا اور حج میں اس کا اعادہ نہیں کیا، اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں آتے تو بیت اللہ میں پہلے رمل کرتے اور پھر صفا اور مروہ میں سعی کرتے اور جب مکہ میں حج کا تلبیہ کہتے تو بیت اللہ میں رمل نہیں کرتے تھے، اور صفا اور مروہ میں سعی کو یوم النحر تک مؤخر کر دیتے اور یوم نحر کو رمل نہیں کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں حج کا احرام باندھتے تھے تو یوم نحر تک حج کا طواف نہیں کرتے تھے "اسی طرح حضرت ابن عمر نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی روایت کی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ نے یوم نحر تک حج کا طواف نہیں کیا تھا، اس لیے حضرت ابن عمر کے فعل یا ان کی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قران میں طواف واحد ہے۔

بَابٌ ۳۶۶ فِى الْإِفْرَادِ وَالْقِرَانِ

افراد اور قران

۲۸۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِى رِوَايَةِ يَحْيَى قَالَ أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا وَفِى رِوَايَةِ ابْنِ عَوْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے حج افراد کا احرام باندھا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کا احرام باندھا۔

۲۸۹۱ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّى بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيْعًا قَالَ بَكْرٌ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ لَبّٰى بِالْحَجِّ وَحْدَهٗ فَلَقِيْتُ أَنَسًا فَحَدَّثْتُهٗ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ أَنَسٌ مَا تَعُدُّوْنَنَا إِلَّا صِبْيَانًا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَبَّيْكَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔ بکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت بیان کی تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا تھا، بکر کہتے ہیں کہ میری حضرت انس سے پھر ملاقات ہوئی میں نے ان کو حضرت ابن عمر کا قول سنایا۔ حضرت انس نے کہا کیا تم ہمیں بچہ سمجھتے ہو، میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عُمْرَةً وَحَجًّا۔

فرمایا: لبيك عمرة وحجا یعنی آپ نے حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کیا۔

۲۸۹۲ - وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ فَرَجَعْتُ إِلَى أَنَسٍ فَأَخْبَرْتُهُ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ كَأَنَّمَا كُنَّا صِبْيَانًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ایک ساتھ جمع کیا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا ہم نے حج کا احرام باندھا تھا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت انس کو بتایا کہ حضرت ابن عمر نے کیا کہا ہے حضرت انس نے فرمایا گویا اس وقت ہم بچے تھے۔

افراد اور قران کی متعارض روایات کے جوابات

بظاہر حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایات میں تعارض ہے اس کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ میں مختلف کلمات کہے تھے اللهم لبيك بحجة بھی فرمایا تھا اور اللهم لبيك بحجة وعمرة بھی فرمایا تھا حضرت ابن عمر نے اللهم لبيك بحجة سنا تو اس کو روایت کیا اور حضرت انس نے اللهم لبيك بحجة وعمرة سنا تو اس کو روایت کر دیا اس جواب سے دونوں روایتوں میں تطبیق ہو گئی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت چونکہ اکثر متن کے مطابق ہے اس لیے اس کو حضرت ابن عمر کی روایت پر ترجیح ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بکر نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کیا ہے یعنی افراد، اور حضرت ابن عمر کے صاحبزادے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے اور ظاہر ہے کہ سالم کی روایت بکر کی روایت سے قوی ہے۔ سالم کی روایت یہ ہے:

عن ابن شهاب ان سالم بن عبد الله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسال عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هي حلال فقال الشامي ان اباك قد نهى عنها فقال عبد الله بن عمر ارايت ان كان ابي نهى عنها وصنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابي يتبع ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الرجل بل امر رسول الله صلى

سالم کہتے ہیں کہ شام کے ایک شخص نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا آیا عمرہ کو حج کے ساتھ ملانا جائز ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہاں جائز ہے! اس نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ ایک کام سے میرے والد نے منع کیا اور اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو تو کیا میرے باپ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے گی حضرت

اللہ علیہ وسلم فقال لقد صنعها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا حدیث حسن صحیح[1]

ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ ۳۶۷ اِسْتِحْبَابِ طَوَافِ الْقُدُوْمِ لِلْحَاجِّ وَالسَّعْيِ بَعْدَهٗ

طواف قدوم اور اس کے بعد سعی کا استحباب

۲۸۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَجَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَيَصْلُحُ لِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الْمَوْقِفَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَا تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَاْتِيَ الْمَوْقِفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَ الْمَوْقِفَ فَبِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ تَاْخُذَ اَوْ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنْ كُنْتَ صَادِقًا۔

وبرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر پوچھا کیا وقوف عرفات سے پہلے میرا طواف کرنا صحیح ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں! اس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو کہتے ہیں کہ عرفات جانے سے پہلے بیت اللہ کا طواف مت کرو، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور عرفات جانے سے پہلے آپ نے طواف کیا، اب بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کرنا صحیح ہے یا ابن عباس کے قول پر؟ بشرطیکہ تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہو!

۲۸۹۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ اَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَقَدْ اَحْرَمْتُ بِالْحَجِّ فَقَالَ وَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ ابْنَ فُلَانٍ يَكْرَهُهٗ وَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْهُ رَاَيْنَاهُ قَدْ فَتَنَتْهُ الدُّنْيَا فَقَالَ وَاَيُّنَا اَوْ اَيُّكُمْ لَمْ تَفْتِنْهُ ثُمَّ قَالَ رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَطَافَ

وبرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے کیا میں طواف کر سکتا ہوں؟ آپ نے کہا تمہیں اس میں کیا چیز مانع ہے اس نے کہا میں نے ابن فلاں کو دیکھا ہے وہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور آپ ہمیں ان سے زیادہ عزیز ہیں ہم نے دیکھا کہ دنیا کی محبت نے ان کو غافل کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم میں اور تم میں کون ایسا ہے جس کو دنیا نے غافل نہ کر دیا ہو! پھر فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

بِالْبَیْتِ وَسَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فَسُنَّۃُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ اَحَقُّ اَنْ تُتَّبَعَ مِنْ سُنَّۃِ فُلَانٍ اِنْ کُنْتَ صَادِقًا۔

نے حج کا احرام باندھا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور اللہ اور رسول کی سنت پیروی کرنے کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت اس ابن فلاں کے جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ بشرطیکہ تم اپنے اسلام کے دعویٰ میں سچے ہو۔

طواف قدوم میں مذاہب تمام فقہاء اسلام کے نزدیک طواف قدوم سنت ہے۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا انکار کرتے ہیں، اور بعض شافعیہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں، طواف قدوم کو طواف الورود بھی کہتے ہیں۔ اسے طواف القادم اور طواف الوارد بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس پر بعض تابعین کے اعتراضات کی وجہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کر کے وبرہ نے کہا کہ ان کو دنیا کی محبت نے غافل کر دیا ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کی ولایت کو قبول کر لیا تھا اس کے برخلاف حضرت ابن عمر نے کسی منصب اور عہدہ کو قبول نہیں کیا تھا۔

بَابُ ۳۶۸ بَیَانِ اَنَّ الْمُحْرِمَ بِعُمْرَۃٍ لَا یَتَحَلَّلُ بِالطَّوَافِ قَبْلَ السَّعْیِ وَاَنَّ الْمُحْرِمَ بِحَجٍّ لَا یَتَحَلَّلُ بِطَوَافِ الْقُدُوْمِ وَکَذٰلِکَ الْقَارِنُ

عمرہ کرنے والا سعی سے اور حج کرنے والا طواف قدوم سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا

۲۸۹۵ - حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ سَاَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ قَدِمَ بِعُمْرَۃٍ فَطَافَ بِالْبَیْتِ وَلَمْ یَطُفْ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ اَیَاْتِی امْرَاَتَہٗ فَقَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا وَصَلّٰی خَلْفَ الْمَقَامِ رَکْعَتَیْنِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ سَبْعًا وَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا، بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ میں سعی نہیں کی آیا وہ اپنی بیوی کے قریب جا سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا، مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز پڑھی اور صفا اور مروہ میں سات مرتبہ سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۲۸۹۶ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَیْدٍ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

٢٨٩٠ - **حَدَّثَنِي** هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ لَهُ سَلْ لِي عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ يُهِلُّ بِالْحَجِّ فَإِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ أَيَحِلُّ أَمْ لَا فَإِنْ قَالَ لَكَ لَا يَحِلُّ فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَجُلًا يَقُولُ ذٰلِكَ قَالَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَا يَحِلُّ مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ إِلَّا بِالْحَجِّ قُلْتُ فَإِنَّ رَجُلًا كَانَ يَقُولُ ذٰلِكَ قَالَ بِئْسَ مَا قَالَ فَتَصَدَّانِي الرَّجُلُ فَسَأَلَنِي فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ فَقُلْ لَهُ فَإِنَّ رَجُلًا كَانَ يُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ وَمَا شَأْنُ أَسْمَاءَ وَالزُّبَيْرِ فَعَلَا ذٰلِكَ قَالَ فَجِئْتُهُ فَذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَ فَمَا بَالُهُ لَا يَأْتِينِي بِنَفْسِهِ يَسْأَلُنِي أَظُنُّهُ عِرَاقِيًّا قُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ كَذَبَ قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ عُمَرُ

محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ایک عراقی نے ان سے کہا کہ عروہ بن زبیر سے پوچھو جس شخص نے حج کا احرام باندھا آیا وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وہ حلال نہیں ہو سکتا تو ان سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ حلال ہو سکتا ہے۔ محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں میں نے عروہ سے سوال کیا عروہ نے کہا جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے وہ حج پورا کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا، میں نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ حلال ہو سکتا ہے، عروہ نے کہا اس نے بری بات کہی، پھر وہ عراقی مجھ سے ملا اور مجھ سے پوچھا میں نے اس کو عروہ کا فتویٰ سنایا، اس نے کہا عروہ سے کہو ایک شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور حضرت اسماء اور زبیر نے بھی ایسا ہی کیا ہے، محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں پھر عروہ کے پاس گیا اور ان سے یہ بیان کیا، انھوں نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا! انھوں نے کہا کیا بات ہے، وہ خود میرے پاس آکر کیوں نہیں سوال کرتا؟ میرا خیال ہے وہ عراقی ہوگا! میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ عروہ نے کہا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ مکہ پہنچ کر آپ نے سب سے پہلے وضو کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر حج کے سوا کچھ نہیں کیا پھر حضرت عمر نے بھی اسی طرح کیا، پھر حضرت عثمان نے حج کیا میں نے دیکھا کہ انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا پھر حضرت معاویہ اور حضرت

رضي الله تعالى عنه مثل ذلك ثم حج عثمان فرأيته أول شيء بدأ به الطواف بالبيت ثم لم يكن غيره ثم معاوية وعبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما ثم حججت مع أبي الزبير ابن العوام رضي الله تعالى عنه فكان أول شيء بدأ به الطواف بالبيت ثم لم يكن غيره ثم رأيت المهاجرين والأنصار يفعلون ذلك ثم لم يكن غيره ثم آخر من رأيت فعل ذلك ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ثم لم ينقضها بعمرة وهذا ابن عمر عندهم أفلا يسألونه ولا أحد ممن مضى ما كانوا يبدءون بشيء حين يضعون أقدامهم أول من الطواف بالبيت ثم لا يحلون وقد رأيت أمي وخالتي حين تقدمان لا تبدآن بشيء أول من البيت تطوفان به ثم لا تحلان وقد أخبرتني أمي أنها أقبلت هي وأختها والزبير وفلان وفلان رضي الله تعالى عنهم بعمرة فقط فلما مسحوا الركن حلوا وقد كذب فيما ذكر من ذلك۔

۲۸۹۸۔ حدثنا إسحق بن إبراهيم أخبرنا محمد بن بكر أخبرنا ابن جريج ح وحدثني زهير بن حرب واللفظ له حدثنا روح بن عبادة حدثنا ابن جريج حدثنا منصور بن عبد الرحمن عن أمه صفية بنت شيبة عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله تعالى عنهما قالت خرجنا محرمين

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حج کیا پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا اور میں نے مہاجرین اور انصار کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا، وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے۔ اور سب سے آخر میں میں نے جس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے انھوں نے بھی عمرہ کے بعد حج کے احرام کو نہیں کھولا، اور حضرت ابن عمر ان کے پاس موجود ہیں وہ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح جو صحابہ بھی گذر چکے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ جاتے تھے تو سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ پھر وہ حلال نہیں ہوتے تھے اور میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہے وہ مکہ جا کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں اور حلال نہیں ہوتی تھیں۔ اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ وہ اور ان کی بہن اور حضرت زبیر اور فلاں فلاں شخص نے فقط عمرہ کیا جب انھوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو حلال ہو گئے اور عراقی نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ اپنے احرام پر قائم رہے اور جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے، میرے پاس ہدی نہیں تھی میں حلال ہو گئی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ہدی تھی وہ حلال نہیں ہوئے تھے، حضرت اسماء کہتی ہیں

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَقُمْ عَلٰى إِحْرَامِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ فَلَمْ يَكُنْ مَعِيَ هَدْيٌ فَحَلَلْتُ وَكَانَ مَعَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هَدْيٌ فَلَمْ يَحْلِلْ قَالَتْ فَلَبِسْتُ ثِيَابِي ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَلَسْتُ إِلَى الزُّبَيْرِ فَقَالَ قُومِي عَنِّي فَقُلْتُ أَتَخْشٰى أَنْ أَثِبَ عَلَيْكَ۔

میں اپنے کپڑے پہن کر گئی اور حضرت زبیر کے پاس جا بیٹھی حضرت زبیر نے کہا میرے پاس سے اٹھو! میں نے کہا کیا تم کو یہ خدشہ ہے کہ میں تم پر جھپٹ پڑوں گی۔!

۲۸۹۹۔ وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمُغِيرَةُ ابْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ اسْتَرْخِي عَنِّي اسْتَرْخِي عَنِّي فَقُلْتُ أَتَخْشٰى أَنْ أَثِبَ عَلَيْكَ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں ہے کہ حضرت زبیر نے ان سے کہا مجھ سے دور رہو، مجھ سے دور رہو۔ حضرت اسماء نے کہا کیا تم کو یہ خدشہ ہے کہ میں تم پر جھپٹ پڑوں گی۔

۲۹۰۰۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُونِ تَقُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هٰهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافُ الْحَقَائِبِ قَلِيلٌ ظَهْرُنَا قَلِيلَةٌ أَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے غلام عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب بھی مقام حجون سے گذرتیں تو فرماتیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر صلوٰۃ نازل فرمائے، ہم آپ کے ساتھ یہاں ٹھہرے تھے ان دنوں ہمارے پاس سامان کم تھا اور سواریاں بھی کم تھیں، اور زاد راہ بھی کم تھا۔ میں، میری بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں، فلاں شخص نے عمرہ کیا، ہم بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو کر حلال ہو گئے، پھر شام کو ہم نے حج کا احرام باندھا۔

عَنْهُمْ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ أَحْلَلْنَا ثُمَّ أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ قَالَ هَارُوْنُ فِي رِوَايَتِهِ إِنَّ مَوْلَى أَسْمَاءَ وَلَمْ يُسَمِّ عَبْدَ اللّٰهِ۔

۲۹۰۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُسْلِمٍ الْقُرِّيِّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَرَخَّصَ فِيهَا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَنْهَى عَنْهَا فَقَالَ هٰذِهِ أُمُّ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِيهَا فَادْخُلُوا عَلَيْهَا فَاسْأَلُوهَا قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا فَإِذَا امْرَأَةٌ ضَخْمَةٌ عَمْيَاءُ فَقَالَتْ قَدْ رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا۔

مسلم قری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا آیا حج میں تمتع کرنا جائز ہے؟ انہوں نے اس کی اجازت دیدی، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا یہ حضرت ابن الزبیر کی والدہ ہیں جو یہ حدیث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی اجازت دی، ان کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو، لوگوں نے جا کر حضرت ابن الزبیر کی والدہ سے یہ سوال کیا وہ ایک بھاری جسم کی نابینا عورت تھیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی اجازت دی ہے۔

۲۹۰۲ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فَأَمَّا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَفِي حَدِيثِهِ الْمُتْعَةُ وَلَمْ يَقُلْ مُتْعَةُ الْحَجِّ وَأَمَّا ابْنُ جَعْفَرٍ فَقَالَ قَالَ شُعْبَةُ قَالَ مُسْلِمٌ لَا أَدْرِي مُتْعَةُ الْحَجِّ أَوْ مُتْعَةُ النِّسَاءِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے بعض راویوں نے متعہ کا لفظ استعمال کیا ہے، متعۃ الحج کا لفظ نہیں اور امام مسلم نے کہا پتہ نہیں اس سے متعۃ الحج مراد ہے یا متعۃ النساء۔

۲۹۰۳ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الْقُرِّيُّ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ أَصْحَابُهُ بِحَجٍّ فَلَمْ يَحِلَّ

مسلم قری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا، پھر (عمرہ کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہوئے نہ وہ صحابہ جو ہدی لائے تھے، اور باقی صحابہ حلال ہو گئے اور طلحہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ مِنْ أَصْحَابِهِ وَحَلَّ بَقِيَّتُهُمْ فَكَانَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ مِمَّنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمْ يَحِلَّ۔

بن عبید اللہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے ساتھ ہدی تھی اور وہ حلال نہیں ہوئے۔

۲۹۰۴- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَانَ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَحَلَّا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ اور ایک اور شخص کے پاس ہدی نہیں تھی اور وہ دونوں حلال ہو گئے۔

بَابُ ۳۶۹ جَوَازِ الْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا جواز

۲۹۰۵- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْأَثَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ كُلُّهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (زمانہ جاہلیت میں) لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کے مہینہ کو صفر قرار دیتے تھے، وہ کہتے تھے کہ جب اونٹنیوں کی پیٹھیں اچھی ہو جائیں اور راستہ سے حاجیوں کے نشان قدم مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے۔ جب ذوالحجہ کی چار تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ احرام باندھے ہوئے مکہ میں آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اس احرام کو عمرے کا احرام کر ڈالو، صحابہ کرام پر یہ بات گراں گذری۔ انھوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ہم کس طرح حلال ہوں فرمایا پورے حلال ہو جاؤ۔

۲۹۰۶- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چار ذوالحجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کا احرام باندھے ہوئے آئے، آپ نے بطحا کی نماز پڑھی، صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص اس احرام کو عمرے کا احرام قرار دینا چاہے وہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَقَدِمَ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَقَالَ لَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً۔

اس کو عمرے کا احرام قرار دے دے۔

۲۹۰۷- وَحَدَّثَنَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْمُبَارَكِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا رَوْحٌ وَيَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ فَقَالَا كَمَا قَالَ نَصْرٌ أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَأَمَّا أَبُو شِهَابٍ فَفِي رِوَايَتِهِ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُهِلُّ بِالْحَجِّ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا فَصَلَّى الصُّبْحَ بِالْبَطْحَاءِ خَلَا الْجَهْضَمِيِّ فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ مروی ہے، روح اور یحییٰ بن کثیر نے نصر کی طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ابو شہاب کی روایت میں ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم سب حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور جہضمی کی روایت کے علاوہ باقی سب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بطحاء میں صبح کی نماز پڑھی۔

۲۹۰۸- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ السَّدُوسِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِأَرْبَعٍ خَلَوْنَ مِنَ الْعَشْرِ وَهُمْ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے، آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔

۲۹۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِذِي طُوًى وَقَدِمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز مقام ذوطویٰ میں پڑھی، اور چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے، اور صحابہ کو حکم دیا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔

لِاَرْبَعٍ مَّضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّحَوِّلُوْا اِحْرَامَهُمْ بِعُمْرَةٍ اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ۔

۲۹۱۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْيُ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهٗ فَاِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرہ ہے جس سے ہم نے نفع حاصل کیا ہے، پس جس کے پاس ہدی نہیں ہے وہ پوری طرح حلال ہو جائے کیونکہ قیامت تک کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔

۲۹۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَمْرَةَ الضُّبَعِيَّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِيْ نَاسٌ عَنْ ذٰلِكَ فَاَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَنِيْ بِهَا قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلَى الْبَيْتِ فَنِمْتُ فَاَتَانِيْ اٰتٍ فِيْ مَنَامِيْ فَقَالَ عُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ وَّحَجٌّ مَّبْرُوْرٌ قَالَ فَاَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِيْ رَاَيْتُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو جمرہ ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے تمتع کیا، لوگوں نے مجھ کو اس سے منع کیا۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر ان سے تمتع کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا۔ میں جا کر بیت اللہ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کسی آنے والے نے میرے پاس آ کر کہا عمرہ قبول کیا گیا اور حج کو نیک قرار دیا گیا ہے۔ میں نے حضرت ابن عباس کے پاس آ کر انھیں اپنا خواب سنایا، انھوں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

کفار کے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۲۹۰۵ میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو زمین پر سب سے بڑا گناہ خیال کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بُری رسم کو مٹایا اور حج کے مہینوں میں اپنے اصحاب سے عمرہ کرایا، مشرکین جاہلیت محرم کو صفر قرار دیتے تھے، اور محرم کو مؤخر کر دیتے تھے اور اس ماہ کو اپنے لیے حلال کر لیتے تھے، اور اس سے ان کی

غرض یہ تھی کہ مسلسل تین حرمت والے مہینوں کی وجہ سے ان کی لوٹ مار اور قتل و غارت کے تسلسل میں فرق پڑتا تھا اس لیے وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو گمراہی قرار دیا اور فرمایا انما النسئ زیادۃ فی الکفر "مہینوں کو مؤخر کرنا کفر میں زیادتی ہے"۔

بَابُ ٣ اِشْعَارِ الْبُدْنِ وَتَقْلِيْدِهٖ عِنْدَ الْاِحْرَامِ

احرام کے وقت قربانی میں اشعار کرنا اور قلادہ ڈالنا

٢٩١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهٖ فَاَشْعَرَهَا فِيْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْاَيْمَنِ وَسَلَتَ الدَّمَ وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ عَلَى الْبَيْدَآءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کے کوہان کے اوپر داہنی طرف اشعار کیا (چیر دیا۔) جس سے خون بہا، پھر اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا، پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، جب مقام بیداء پر اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے حج کا احرام باندھا۔

٢٩١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ شُعْبَةَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَمْ يَقُلْ صَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ آئے اس میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

مسئلہ اشعار میں شوافع کا احناف پر اعتراض

اونٹ کے کوہان کی داہنی جانب کو چھری یا کسی اور دھاردار آلہ سے زخمی کرنا اور اس کا خون بہانا اشعار کہلاتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں اشعار کرنا مستحب ہے جمہور متقدمین اور متاخرین کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار بدعت ہے کیونکہ یہ جانور کو مثلہ کرنا ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ اشعار کے بارے میں احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے، اور یہ مثلہ کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ فصد، ختان اور داغ لگانے کی مثل ہے[١]

[١] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ ھ، شرح مسلم ج ١ ص ٤٠٧، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٧٥ ھ

مسئلہ اشعار میں احناف کا جواب

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے، اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک مستحسن ہے اور اگر اشعار کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اشعار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی نشتر یا دھار دار چیز سے اونٹ کے کوہان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک جانب کی کھال کو کاٹا جائے حتیٰ کہ اس سے خون نکلے پھر اس خون میں اس کے کوہان کو لتھیڑا جائے اس عمل کو اشعار کہتے ہیں کیونکہ اس سے ہدی کی علامت قائم ہو جاتی ہے اور اشعار کا معنی اعلام ہے۔ ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ کوہان کی بائیں جانب اشعار کیا جاتا ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اونٹوں میں اشعار کیا اور صحابہ سے بھی اشعار مروی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا امام ابوحنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں قرار دیا اور امام ابوحنیفہ اشعار کو کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں جبکہ بکثرت احادیث سے اشعار کا ثبوت ہے۔ امام ابوحنیفہ نے صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ بہت گہرائی میں نشتر کو گھونپ دیتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ کی ہلاکت کا خدشہ ہوتا تھا۔ خاص طور پر حجاز کی گرمیوں میں لہٰذا انہوں نے عام لوگوں کو اس سے روکنے کے لیے یہ کہا کہ اشعار مکروہ ہے کیونکہ وہ اشعار کو صحیح طریقہ سے نہیں کرتے تھے، لیکن جو لوگ اشعار کرنا جانتے ہوں یا یں طور کہ اونٹ کی کھال کاٹیں اور اس کا گوشت نہ کاٹیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

بَابُ ۳۱ قَوْلِهِ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا هٰذَا الْفُتْيَا الَّتِي قَدْ تَشَغَّفَتْ أَوْ تَشَغَّبَتْ بِالنَّاسِ

حضرت ابن عباس سے لوگوں کا کہنا کہ آپ کے فتویٰ نے لوگوں کو پریشان کر دیا

۲۹۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَسَّانَ الْأَعْرَجَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْهُجَيْمِ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هٰذَا الْفُتْيَا الَّتِي قَدْ تَشَغَّفَتْ أَوْ تَشَغَّبَتْ بِالنَّاسِ أَنَّ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقَالَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ رَغِمْتُمْ

اعرج کہتے ہیں کہ بنو ہجیم کے ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا اس فتویٰ سے لوگوں میں شور مچ گیا ہے کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا وہ حلال ہو گیا، حضرت ابن عباس نے کہا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، خواہ تم کو ناگوار ہو۔

۲۹۱۵ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ

ابو حسان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ لوگوں میں اس مسئلہ سے بہت شور مچ گیا ہے کہ جس

---

[1] - علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ،

يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي حَسَّانَ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ قَدْ تَفَشَّغَ بِهِ النَّاسُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ الطَّوَافُ عُمْرَةٌ فَقَالَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ رَغِمْتُمْ۔

نے بیت اللہ کا طواف کرلیا وہ حلال ہوگیا اور وہ اس کو عمرہ کرلے، حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، خواہ تم کو ناگوار ہو۔

۲۹۱۶۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ حَاجٌّ وَلَا غَيْرُ حَاجٍّ إِلَّا حَلَّ قُلْتُ لِعَطَاءٍ مِنْ أَيْنَ يَقُولُ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ فَقَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ هُوَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ وَقَبْلَهُ كَانَ يَأْخُذُ ذٰلِكَ مِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ بیت اللہ کا طواف کرنے سے حلال ہو جاتا ہے خواہ وہ شخص حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا ہو۔ راوی نے عطا سے پوچھا کہ ابن عباس نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا، انھوں نے کہا قرآن مجید کی اس آیت سے ثم محلها الى البيت العتيق۔ "قربانی کے ذبح ہونے کی جگہ بیت اللہ ہے۔" راوی نے کہا قربانی تو عرفات سے آنے کے بعد ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا حضرت ابن عباس یہی کہتے ہیں خواہ وہ عرفات سے پہلے ہو یا بعد، اور اس کا استنباط وہ اس حدیث سے کرتے تھے جب حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن عباس کی رائے کے تفرد کا بیان

اس باب کی احادیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ کا ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے والا طواف قدوم کے بعد حلال ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس اپنے اس فتویٰ میں منفرد تھے، جمہور صحابہ اور تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے کسی نے حضرت ابن عباس کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا، حضرت ابن عباس کے علاوہ باقی تمام فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف طواف قدوم سے حلال نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عرفات میں قیام کرے، مزدلفہ میں رات گزارے، جمرہ عقبہ کی رمی کرے، سر منڈائے اور طواف زیارت کرے۔ حضرت ابن عباس نے قرآن مجید کی آیت ثم محلها الى البيت العتيق - سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اس آیت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ طواف قدوم کے بعد حج کرنے والا حلال ہو جاتا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہدی صرف حرم میں ذبح کی جاتی ہے اور اگر "محل" کا مطلب احرام سے حلال ہونا ہو تو محض ہدی کے حرم پہنچنے سے حلال ہو جانا چاہیے خواہ طواف قدوم ابھی نہ کیا ہو، حضرت ابن عباس کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جن صحابہ کے پاس

ہوئی تھیں بھی انھیں حلال ہونے کا حکم دیا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کر لیں اور یہ حکم صرف اس سال کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ ہم دلائل سے بیان کر چکے ہیں، اس لیے یہ حدیث اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ صرف طواف قدوم کر کے حلال ہو سکتا ہے۔

بَابُ ٣٤٢ جَوَازِ تَقْصِيْرِ الْمُعْتَمِرِ مِنْ شَعْرِهٖ وَاَنَّهٗ لَا يَجِبُ حَلْقُهٗ وَاَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ كَوْنُ حَلْقِهٖ اَوْ تَقْصِيْرِهٖ عِنْدَ الْمَرْوَةِ.

عمرہ کرنے والے کے سر منڈانے اور بال کٹانے کا بیان

٢٩١٧- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لِيْ مُعَاوِيَةُ اَعَلِمْتَ اَنِّيْ قَدْ قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ بِمِشْقَصٍ فَقُلْتُ لَهٗ لَا اَعْلَمُ هٰذِهٖ اِلَّا حُجَّةً عَلَيْكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم جانتے ہو کہ میں نے مروہ کے قریب تیر کے پیکان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال کاٹے تھے! میں نے ان سے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ اس کے آپ ذمہ دار ہیں۔

٢٩١٨- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ مُعَاوِيَةَ ابْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ وَّهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ اَوْ رَاَيْتُهٗ يُقَصَّرُ بِمِشْقَصٍ وَّهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے مروہ پر تیر کے پیکان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کاٹے یا کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ مروہ پر تیر کے پیکان سے بال کٹوا رہے ہیں۔

حضرت معاویہ کے اسلام کی تاریخ کی تحقیق

حج اور عمرہ کرنے والا حرم میں جس جگہ بھی بال کٹائے یا سر منڈائے جائز ہے لیکن عمرہ کرنے والے کے لیے مروہ کے پاس اور حج کرنے والے کے لیے منیٰ میں بال کٹانا یا سر منڈانا افضل اور مستحب ہے، اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ عمرہ جعرانہ کا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں حلق کرایا تھا، اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال بطور تبرک تقسیم کیے تھے، اس لیے حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کے واقعہ کو حجۃ الوداع پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس واقعہ کو سات ہجری کے عمرۃ القضاء پر محمول کرنا صحیح ہے کیونکہ حضرت معاویہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ حضرت معاویہ آٹھ ہجری فتح مکہ کے سال میں اسلام

لائے تھے اور آٹھ ہجری میں عمرۃ الجعرانہ واقع ہوا اس لیے یہ واقعہ بھی عمرۃ الجعرانہ کا ہے۔

بَابُ ۲۷۳ جَوَازِ التَّمَتُّعِ فِي الْحَجِّ وَالْقِرَانِ

تمتع اور قران کا جواز

۲۹۱۹ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَرُحْنَا إِلَى مِنًى أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم بلند آواز سے حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے، جب ہم مکہ پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے ہدی روانہ کی ہے ان کے سوا باقی لوگ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں، پھر جب ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہوئی تو ہم منیٰ گئے اور ہم نے حج کا احرام باندھا۔

۲۹۲۰ - وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَا قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم باآواز بلند حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔

۲۹۲۱ - حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَتَاهُ آتٍ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا۔

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما متعتوں میں اختلاف کر رہے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دو متعہ کیے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو ان سے منع کر دیا، پھر ہم نے ان کو نہیں کیا۔

۲۹۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ اَهْلَلْتَ قَالَ اَهْلَلْتُ بِاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ حضرت علی نے کہا میں نے وہی نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے، آپ نے فرمایا اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔

۲۹۲۳ - وَحَدَّثَنِيْهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ اَنَّ فِيْ رِوَايَةِ بَهْزٍ لَحَلَلْتُ ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی روایت ہے۔

۲۹۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ اِسْحٰقَ وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَحُمَيْدٍ اَنَّهُمْ سَمِعُوْا اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور فرمایا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔

۲۹۲۵ - وَحَدَّثَنِيْهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ اِسْحٰقَ وَحُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ قَالَ يَحْيٰى سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا وَقَالَ حُمَيْدٌ قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔ ایک اور روایت ہے حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ ۔ کہتے ہوئے سنا۔

۲۹۲۶ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَعَمْرٌو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بلاشبہ حضرت ابن مریم فج الروحاء میں حج یا عمرہ یا دونوں کا تلبیہ کہیں گے۔

٢٩٢٧ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے، اس میں ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔

٢٩٢٨ - وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

باآواز بلند تلبیہ کہنے کے احکام

حدیث نمبر ٢٩١٩ میں بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا ذکر ہے، اس میں سب کا اتفاق ہے بشرطیکہ اتنے زور سے آواز بلند نہ کرے جس سے اس کو تکلیف ہو، عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے بلکہ دل ہی دل میں تلبیہ کہے کیونکہ اس کی آواز سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور مرد کے لیے آواز بلند کرنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے، البتہ غیر مقلدین نے واجب کہا ہے۔ بیت اللہ، مسجد منیٰ اور مسجد عرفات کے علاوہ باقی مساجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عام مساجد میں بھی بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے، جیسا کہ ان تین مساجد میں جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ باقی مساجد میں بلند آواز سے ذکر نہ کرے تاکہ لوگوں کی عبادت میں خلل نہ ہو، ان تین مساجد میں چونکہ حج کی عبادات انجام دی جاتی ہیں اس لیے ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ذکر بالجہر

خیال رہے کہ جب لوگوں کی عبادات میں خلل کا اندیشہ نہ ہو تو بلند آواز سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر متوسط جہر کیا جائے تو لوگوں کی عبادات میں خلل نہیں پڑتا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے تھے[1] اور یہ اس کو

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم ج ١ ص ٢١٨، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١٣٧٥ھ،

مستلزم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی بلند آواز سے ذکر کیا جس کو حضرت ابن الزبیر نے سنا غالباً اسی وجہ سے شیخ ولی الدین عراقی نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کی اس روایت کو اس طرح ذکر کیا ہے: وعن عبد اللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ - الحدیث "حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد با آواز بلند فرماتے تھے: لا الہ الا اللہ"

صاحب مشکوٰۃ کا مسلم کے حوالے سے بصوتہ الاعلی کے الفاظ نقل کرنے کا بیان۔

شیخ ولی الدین عراقی نے حضرت ابن الزبیر کی اس روایت کو مسلم کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور صحیح مسلم میں "بصوتہ الاعلی" کے الفاظ نہیں ہیں لیکن حضرت ابن الزبیر کی روایت میں ان الفاظ کا معنی موجود ہے کیونکہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے حضرت ابن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ "کا ذکر کرتے تھے اور حضرت ابن الزبیر کا یہ بیان کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ حضرت ابن الزبیر اس ذکر کو سنتے تھے اور ذکر کو سننا اس بات کو مستلزم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ذکر بلند آواز سے کرتے تھے، شیخ ولی الدین عراقی نے اس معنی پر نظر کرتے ہوئے بصوتہ الاعلی کے الفاظ ذکر کر دیے جو اگرچہ صراحۃً تو ابن الزبیر نے نہیں کہے لیکن ان کی روایت میں یہ معنی موجود ہے اس لیے اس روایت پر نظر کرتے ہوئے انہوں نے ابن الزبیر سے اس طرح روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہتے تھے "لا الہ الا اللہ"[1]

واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

باب ۲۷ بیان عدد عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وزمانھن

۲۹۲۹ - وحدثنا ھداب بن خالد حدثنا ھمام حدثنا قتادۃ ان انسا رضی اللہ تعالی عنہ اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتمر اربع عمر کلھن فی ذی القعدۃ الا التی مع حجتہ عمرۃ من الحدیبیۃ او زمن الحدیبیۃ فی ذی القعدۃ وعمرۃ من العام المقبل فی ذی القعدۃ وعمرۃ من جعرانۃ حیث قسم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور یہ سب ذوالقعدہ میں کیے ہیں، سوا اس ایک عمرے کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا، ایک عمرہ حدیبیہ تھا جو (صلح) حدیبیہ کے زمانہ میں ذوالقعدہ میں کیا، دوسرا اس کے بعد والے سال ذوالقعدہ میں کیا، تیسرا عمرہ جعرانہ جب آپ نے غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا، یہ بھی ذوالقعدہ میں کیا، اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ کیا۔

[1] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۸۸، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

غَنَائِمِ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

۲۹۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَمْ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَجَّةً وَاحِدَةً وَاعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هَدَّابٍ.

قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے۔ انھوں نے کہا کہ (فرضیت حج کے بعد) آپ نے ایک حج کیا ہے اور چار عمرے کیے ہیں۔

۲۹۳۱ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ أَبُو إِسْحَقَ وَبِمَكَّةَ أُخْرَى.

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوات میں شرکت کی ہے؟ انھوں نے کہا سترہ میں۔ اور حضرت زید بن ارقم نے مجھے بتلایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس غزوات میں شرکت کی ہے۔ اور ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے جو حجۃ الوداع ہے۔ ابو اسحق نے کہا کہ مکہ میں رہتے ہوئے آپ نے ایک اور حج بھی کیا۔

۲۹۳۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ مُسْتَنِدَيْنِ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَإِنَّا لَنَسْمَعُ ضَرْبَهَا بِالسِّوَاكِ تَسْتَنُّ قَالَ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَيْ أُمَّتَاهُ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ وَمَا يَقُولُ قُلْتُ يَقُولُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسواک کر رہی تھیں اور ہم ان کی مسواک کرنے کی آواز سن رہے تھے، میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن! کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے میری ماں! کیا آپ نہیں سن رہی جو ابو عبد الرحمن کہہ رہے ہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہے! حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ فَقَالَتْ يَغْفِرُ اللهُ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَعَمْرِي مَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ وَمَا اعْتَمَرَ مِنْ عُمْرَةٍ إِلَّا وَإِنَّهُ لَمَعَهُ قَالَ وَابْنُ عُمَرَ يَسْمَعُ فَمَا قَالَ لَا وَلَا نَعَمْ سَكَتَ.

ابو عبد الرحمن کی مغفرت فرمائے، مجھے اپنی زندگی کی قسم آپ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا، آپ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا اور آپ نے جب بھی عمرہ کیا تو ابن عمر آپ کے ساتھ تھے، عروہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر یہ سب سن رہے تھے انھوں نے نہ کہا نہ ہاں کہا وہ خاموش رہے۔

۲۹۳۳ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ الضُّحٰى فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَكَرِهْنَا أَنْ نُكَذِّبَهُ وَنَرُدَّ عَلَيْهِ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ أَلَا تَسْمَعِينَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَتْ وَمَا يَقُولُ قَالَ يَقُولُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهُوَ مَعَهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں اور عروہ مسجد نبوی میں گئے وہاں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے حضرت ابن عمر سے اس نماز کے بارے میں سوال کیا حضرت ابن عمر نے فرمایا بدعت ہے، پھر عروہ نے ان سے کہا اے ابو عبد الرحمن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے ہیں؟ انھوں نے کہا چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے ہم نے ان کی بات کا رد کرنا یا جھٹلانا ناپسند کیا، پھر ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے کہا اے ام المؤمنین! کیا آپ سن رہی ہیں ابو عبد الرحمن کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا وہ کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا ابو عبد الرحمن ان کے ساتھ تھے اور آپ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد کی تحقیق

حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رجب میں عمرے کا انکار کیا، پہلا عمرہ چھ ہجری میں حدیبیہ کے سال ذوالقعدہ میں کیا جس میں آپ کو اور صحابہ کو روک دیا گیا اور آپ اور صحابہ حلال ہو گئے اس کو بھی عمرہ شمار کیا گیا، دوسرا اگلے سال ذوالقعدہ میں عمرہ کیا اس کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں یہ سات ہجری میں کیا تھا، تیسرا عمرہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے سال کیا اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے سال کیا، اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور اس کے افعال ذوالحجہ میں کیے، جب حضرت عائشہ نے حضرت ابن عمر کے قول کا انکار کیا تو حضرت ابن عمر خاموش رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عمر کو یاد نہیں رہا تھا یا شبہ پڑ گیا تھا اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے بحث کی نہ ان کی بات کا انکار کیا۔

قاضی عیاض نے یہ بیان لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا اس لیے کل تین عمرے ہوئے علامہ نووی نے اس کا شدید رد کیا ہے اور کہا کہ روایات کثیرہ صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا اور قاضی عیاض نے جو کچھ لکھا ہے وہ باطل ہے۔

نمازِ چاشت کے بدعت ہونے کی توضیح

حضرت ابن عمر نے اس حدیث میں چاشت کی نماز کو بدعت کہا ہے حالانکہ چاشت کی نماز سنت سے ثابت ہے علامہ نووی نے اس کی توضیح میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہونا اور اس کا اظہار کرنا بدعت ہے اور اس کی اصل سنت ہے تاہم چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہونا حضرت ابن عمر کے نزدیک بدعت سیئہ نہیں تھی ورنہ لوگوں کو اس سے منع کرتے۔[1]

جلد اول کتاب الصلوٰۃ میں ہم نے اس مسئلہ کی مکمل بحث لکھ دی ہے۔

بَابُ ۳۷۵ فَضْلِ الْعُمْرَةِ فِيْ رَمَضَانَ

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی فضیلت

۲۹۳۴ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُنَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَنَسِيْتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَّا نَاضِحَانِ فَحَجَّ أَبُوْ وَلَدِهَا وَابْنُهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے کہا (راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس عورت کا نام بھی لیا تھا لیکن میں بھول گیا) تم ہمارے ساتھ حج کرنے کیوں نہیں جاتیں، اس نے کہا ہمارے پانی لانے کے دو ہی اونٹ تھے ایک پر میرا شوہر اور بیٹا حج کرنے کے لیے گیا ہوا ہے اور دوسرا اونٹ ہمارا پانی لانے کے لیے چھوڑ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

عَلَى نَاضِحٍ وَتَرَكَ لَنَا نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً.

عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

۲۹۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا أُمُّ سِنَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا مَا مَنَعَكِ أَنْ تَكُونِي حَجَجْتِ مَعَنَا قَالَتْ نَاضِحَانِ كَانَا لِأَبِي فُلَانٍ زَوْجِهَا حَجَّ هُوَ وَابْنُهُ عَلَى أَحَدِهِمَا وَكَانَ الْآخَرُ يَسْقِي عَلَيْهِ غُلَامُنَا قَالَ فَعُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِي.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت جسے ام سنان کہا جاتا تھا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ اس نے کہا میرے شوہر کے دو اونٹ تھے ایک پر وہ اور اس کا بیٹا حج کے لیے گیا ہے اور دوسرے پر ہمارا غلام پانی لاتا ہے۔ آپ نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

بَابُ ۳۲۶ اِسْتِحْبَابِ دُخُولِ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَالْخُرُوجِ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى

مکہ مکرمہ میں بالائی حصے سے داخل ہونے اور نچلے حصے سے نکلنے کا استحباب

۲۹۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ وَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت والے راستہ سے نکلتے اور معرس کے راستہ سے واپس آتے اور جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو بالائی گھاٹی سے داخل ہوتے اور جب وہاں سے نکلتے تو نچلی گھاٹی سے نکلتے۔

۲۹۳۷ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

وَقَالَ فِي رِوَايَتِهٖ زُهَيْرٌ الْعُلْيَا الَّتِيْ بِالْبَطْحَاءِ۔

۲۹۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ اَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لاتے تو بالائی جانب سے داخل ہوتے اور جب لوٹتے تو نیچے کی جانب سے لوٹتے۔

۲۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِّنْ اَعْلَا مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ فَكَانَ اَبِيْ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَكَانَ اَبِيْ اَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء کی جانب سے داخل ہوئے جو مکہ کا بالائی حصہ ہے، ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ان دونوں جانبوں سے داخل ہوتے تھے اور اکثر کداء کی جانب سے داخل ہوتے تھے۔

مکہ میں آتے جاتے وقت راستہ تبدیل کرنے کی حکمت

مکہ میں آنے اور جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستوں کو تبدیل کرنا نیک شگون کے لیے تھا، تاکہ راستہ کا تغیر حالات کے خوشگوار تغیر پر دلالت کرے، اور تاکہ دونوں راستے عبادت کی گواہی دیں، اور دونوں طرف کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی برکات سے نوازیں جیسا کہ عید میں کیا جاتا تھا۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَبِيْتِ بِذِيْ طُوًى عِنْدَ اِرَادَةِ دُخُوْلِ مَكَّةَ وَالْاِغْتِسَالِ لِدُخُوْلِهَا وَدُخُوْلِهَا نَهَارًا

مکہ میں داخل ہوتے وقت ذی طویٰ میں رات گذارنے کا استحباب

۲۹۴۰ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے تک ذی طویٰ میں رات گذاری پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے، حضرت عبد اللہ بن عمر بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ابن سعید کی روایت

وَسَلَّمَ بَاتَ بِذِي طُوًى حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَفْعَلُ ذٰلِكَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ سَعِيْدٍ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ قَالَ يَحْيٰى أَوْ قَالَ حَتّٰى أَصْبَحَ۔

میں ہے حتیٰ کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ یا کہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

۲۹۴۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ لَا يَقْدُمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِذِي طُوًى حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَعَلَهُ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب بھی مکہ آتے تھے، ذی طویٰ میں رات گزارتے تھے حتیٰ کہ صبح کرتے اور غسل کرتے پھر دن میں مکہ داخل ہوتے تھے، وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا

۲۹۴۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَيَبِيْتُ بِهِ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدُمُ مَكَّةَ وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ وَلٰكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مکہ تشریف لاتے تو ذی طویٰ میں اترتے اور رات وہیں گذارتے حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ ایک بڑے ٹیلے پر ہے اس مسجد میں نہیں ہے جو بعد میں بنائی گئی، لیکن اس کے نیچے ایک بڑے ٹیلے پر ہے۔

۲۹۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ يَجْعَلُ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِطَرَفِ الْأَكَمَةِ وَ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طویل پہاڑ کے دونوں چوٹیوں کے درمیان قبلہ کی طرف منہ کرتے اور جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اس کو ٹیلے کے بائیں طرف کر دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ اس کالے ٹیلے سے نیچے ہے۔ اس کالے ٹیلے سے دس ہاتھ چھوڑ کر یا کم و بیش، اور پھر اس لمبے پہاڑ کے دونوں ٹیلوں کی طرف منہ کر کے جو تمہارے اور

مُصَلَّى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكَمَةِ السَّوْدَاءِ يَدَعُ مِنَ الْأَكَمَةِ عَشْرَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ يُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بیت اللہ شریف کے درمیان ہے نماز ادا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ جاتے وقت ذی طویٰ میں رات گذارنا چاہیے اور صبح تک وہیں رہے اور صبح کی نماز پڑھ کر غسل کر کے مکہ میں دن کے وقت داخل ہو۔

بَابُ ۳۸ اِسْتِحْبَابِ الرَّمَلِ فِي الطَّوَافِ وَالْعُمْرَةِ وَفِي الطَّوَافِ الْأَوَّلِ فِي الْحَجِّ

حج اور عمرے کے پہلے طواف میں رمل کا استحباب

۲۹۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعَى بِبَطْنِ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف کرتے تو پہلے تین چکروں میں تیز تیز دوڑ کر طواف کرتے اور باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلتے۔ اور جب صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تو دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۲۹۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ فَإِنَّهُ يَسْعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَمْشِي أَرْبَعَةً ثُمَّ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) آنے کے بعد جب حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو تین مرتبہ دوڑ کر طواف کرتے اور چار مرتبہ معمول کے مطابق چل کر طواف کرتے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے (دوڑ لگاتے)

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

۲۹۴۶- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى قَالَ حَرْمَلَةُ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ اِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ اَوَّلَ مَا يَطُوْفُ حِيْنَ يَقْدَمُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِّنَ السَّبْعِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لاتے تو حجر اسود کو بوسہ دیتے اور آنے کے بعد پہلے طواف کے سات میں سے تین چکروں میں دوڑتے۔

۲۹۴۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ اَبَانَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَّمَشٰى اَرْبَعًا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین چکروں میں رمل فرمایا اور باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے۔

۲۹۴۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ اَخْضَرَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ وَذَكَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

۲۹۴۹- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ حَتّٰى انْتَهٰى

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل فرمایا یہاں تک کہ اس طرح تین چکر پورے ہو گئے۔

إِلَيْهِ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ۔

۲۹۵۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ الثَّلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین چکروں میں رمل فرمایا۔

۲۹۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ابْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَرَأَيْتَ هَذَا الرَّمَلَ بِالْبَيْتِ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشْيَ أَرْبَعَةِ أَطْوَافٍ أَسُنَّةٌ هُوَ فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ سُنَّةٌ قَالَ فَقَالَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ قُلْتُ مَا قَوْلُكَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّ مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ مِنَ الْهُزَالِ قَالَ وَكَانُوا يَحْسُدُونَهُ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثًا وَيَمْشُوا أَرْبَعًا قَالَ قُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الطَّوَافِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَاكِبًا أَسُنَّةٌ هُوَ فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ سُنَّةٌ قَالَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ قُلْتُ وَمَا قَوْلُكَ صَدَقُوا وَكَذَبُوا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثُرَ عَلَيْهِ النَّاسُ يَقُولُونَ هَذَا مُحَمَّدٌ

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ مجھے بیت اللہ کے طواف اور اس میں تین مرتبہ رمل کرنے اور چار مرتبہ معمول کے مطابق چلنے کے بارے میں بتلاؤ، کیا یہ سنت ہے کیونکہ آپ کی قوم اس کو سنت سمجھنے لگی ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، میں نے کہا آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو کفار مکہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دبلے ہونے کی وجہ سے طواف نہیں کر سکتے۔ انھوں نے کہا کہ مشرکین آپ سے حسد کرتے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے تین چکروں میں کندھے ہلا کر تیز تیز چلیں (دوڑیں) اور باقی تین چکروں میں معمول کے مطابق چلیں۔ ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا مجھے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کے بارے میں بھی بتلائیے۔ کیا سوار ہو کر طواف کرنا سنت ہے؟ کیونکہ آپ کی قوم سوار ہو کر طواف کرنے کو سنت سمجھتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، میں نے کہا آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

هذا محمد حتى خرج العواتق من البيوت قال وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يضرب الناس بين يديه فلما كثر عليه ركب والمشي والسعي أفضل.

علیہ وسلم کے پاس بہت ہجوم اکٹھا ہوگیا لوگ کہتے تھے کہ یہ محمد (ﷺ) ہیں یہ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) حتیٰ کہ جوان عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے سے لوگوں کو نہیں ہٹاتے تھے، غرضیکہ جب بھیڑ بہت زیادہ ہوگئی تو آپ سوار ہوگئے اور پیدل چلنا اور دوڑنا افضل ہے۔

۲۹۵۲ - حدثنا ابن أبي عمر حدثنا سفيان عن ابن أبي حسين عن أبي الطفيل قال قلت لابن عباس إن قومك يزعمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رمل بالبيت وبين الصفا والمروة وهي سنة قال صدقوا وكذبوا.

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا تھا، اور صفا اور مروہ میں سعی کی تھی اور یہ سنت ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔

۲۹۵۳ - وحدثني محمد بن رافع حدثنا يحيى بن آدم حدثنا زهير عن عبد الملك ابن سعيد بن الأبجر عن أبي الطفيل قال قلت لابن عباس رضي الله تعالى عنهما أراني قد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصفه لي قال قلت رأيته عند المروة على ناقة وقد كثر الناس عليه قال فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ذاك رسول الله صلى الله عليه وسلم إنهم كانوا لا يدعون عنه ولا يكهرون.

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس نے کہا مجھ سے بیان کرو۔ میں نے کہا میں نے آپ کو مروہ کے پاس ایک اونٹنی پر دیکھا، آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، کیونکہ صحابہ کی عادت تھی کہ وہ آپ کو چھوڑتے تھے نہ دور ہوتے تھے۔

۲۹۵۴ - وحدثني أبو الربيع الزهراني حدثنا حماد يعني ابن زيد عن أيوب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه مكة وقد وهنتهم حمى يثرب قال المشركون إنه يقدم عليكم غدا قوم قد وهنتهم الحمى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ تشریف لائے درآں حالیکہ انھیں مدینہ کے بخار نے کمزور کیا ہوا تھا، مشرکین نے کہا تھا کہ کل تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جنھیں بخار نے دبلا کر دیا ہے اور انھیں اس سے تکلیف پہنچی ہے۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَلَقُوا مِنْهَا شِدَّةً فَجَلَسُوا مِمَّا يَلِي الْحِجْرَ وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَيَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ جَلَدَهُمْ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّ الْحُمّٰى قَدْ وَهَنَتْهُمْ هٰؤُلَاءِ أَجْلَدُ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا بقَاءً عَلَيْهِمْ۔

اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تین چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلاکر دوڑیں) اور دو رکنوں کے درمیان معمول کے مطابق چلیں تاکہ آپ مشرکین کو صحابہ کی توانائی دکھائیں، مشرکین نے دیکھ کر کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم کہتے تھے کہ ان کو بخار نے کمزور کر دیا ہے یہ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان کی تھکاوٹ کے خیال سے نہیں دیا تھا۔

۲۹۵۵ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَمَلَ بِالْبَيْتِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں اس لیے رمل کیا تھا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

۲۹۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَانَ أَهْلُ مَكَّةَ قَوْمَ حَسَدٍ وَلَمْ يَقُلْ يَحْسُدُونَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے اہل مکہ حاسد تھے۔

رمل کی تعریف

علامہ نووی رمل کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ رمل کا معنی ہے دوڑنا یعنی چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیز چلنا [1]، علامہ ابو الحسن مرغینانی نے لکھا ہے کہ کندھے ہلا ہلا کر اکڑ اکڑ کر چلنا جیسے وہ شخص چلتا ہے جس نے کسی کو للکارا ہو [2]، رمل صرف طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں سنت ہے، طواف زیارت اور طواف وداع میں رمل نہیں ہے، حضرت ابن عباس کے نزدیک رمل اب سنت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضاء کے لیے مکہ تشریف لے گئے تو مشرکین نے کہا کہ ان لوگوں کو یثرب کے بخار نے دبلا کر دیا ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار قوت کے لیے خود بھی رمل کیا اور صحابہ کو بھی رمل کا حکم دیا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے اور اب مشرکین کو قوت دکھانے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے اس لیے اب رمل نہیں ہے، لیکن تمام علماء صحابہ اور تابعین نے حضرت ابن عباس سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو طواف قدوم کیا تھا اس میں بھی رمل کیا تھا حالانکہ فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کر دیا تھا، اس لیے تمام صحابہ تابعین اور بعد کے فقہاء کے اتفاق سے طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل سنت ہے۔[1]

رمل کے احکام

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رمل عورتوں کے لیے مشروع نہیں ہے، جیسے عورتوں کے لیے صفا اور مروہ میں دوڑنا مشروع نہیں ہے اور اگر مرد رمل شروع کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دے تو وہ سنت کا تارک ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، اصحاب مالک کا اس میں اختلاف ہے، بعض مالکیہ کے نزدیک اس پر دم ہے، اور بعض کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے۔[2]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بغیر عذر کے رمل کو ترک کیا تو اس نے برا کام کیا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، اسی طرح صفا اور مروہ میں سعی کے ترک سے کچھ واجب نہیں ہے اور طواف میں اس نے اگر حجر اسود کی تعظیم یا کسی اور ادب اور سنت کو ترک کر دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔[3]

تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۲۹۶۱ میں ہے جب ابو الطفیل نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ لوگ رمل کو سنت سمجھتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، سنت سمجھنے میں سچے ہیں اور اس کو سنت مقصودہ سمجھنے میں جھوٹے ہیں، لیکن حضرت ابن عباس کی اس رائے سے فقہاء صحابہ اور تابعین نے اتفاق نہیں کیا جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے اسی طرح اس حدیث میں ہے کہ ابو الطفیل نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ لوگ صفا اور مروہ میں سوار ہو کر طواف کرنے کو سنت سمجھتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، سچے اس لیے ہیں کہ یہ عذر کی بناء پر سنت ہے اور جھوٹے اس لیے ہیں کہ یہ بالعموم سنت نہیں ہے۔

۳۴۹ بَابُ اسْتِحْبَابِ اسْتِلَامِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ فِي الطَّوَافِ

طواف میں یمانی رکنوں کی تعظیم کا استحباب

۲۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے صرف دو ارکان یمانیہ کی تعظیم کرتے تھے۔

---

[1] علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۴۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

أَنَّهُ قَالَ لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

۲۹۵۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنْ أَرْكَانِ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ وَالَّذِي يَلِيهِ مِنْ نَحْوِ دُورِ الْجُمَحِيِّينَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ارکان میں سے صرف حجر اسود اور اس کے ساتھ والے رکن کی تعظیم کرتے تھے جو بنو جمح کے مکانوں کی سمت ہے۔

۲۹۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ ذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَسْتَلِمُ إِلَّا الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے تھے۔

۲۹۶۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَ وَالْحَجَرَ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم کرتے دیکھا ہے تب سے میں نے ان دو رکنوں کی تعظیم کو کبھی نہیں چھوڑا، شدت میں نہ آسانی میں۔

۲۹۶۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي خَالِدٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا پھر ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے

عَنْ نَافِعٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِسْتَلَمَ الْحَجَرَ بِیَدِہٖ ثُمَّ قَبَّلَ یَدَہٗ وَ قَالَ مَا تَرَکْتُہٗ مُنْذُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ۔

ہوئے دیکھا ہے میں نے کبھی اس کو ترک نہیں کیا۔

۲۹۶۲ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ حَدَّثَہٗ اَنَّ اَبَا الطُّفَیْلِ الْبَکْرِیَّ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُ غَیْرَ الرُّکْنَیْنِ الْیَمَانِیَیْنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو یمانی رکنوں کے علاوہ اور کسی رکن کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ارکانِ بیت اللہ کی تفصیل

بیت اللہ کے چار ارکان ہیں، رکن اسود اور رکن یمانی ان دونوں کو یمانیان کہتے ہیں اور دوسرے دو رکنوں کو شامیان کہتے ہیں، رکن اسود میں دو فضیلتیں ہیں ایک تو یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر ہے، دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس میں حجر اسود ہے، اور دوسرے رکن میں صرف یہ فضیلت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر ہے، اور باقی دو رکنوں میں ان میں سے کوئی فضیلت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حجر اسود کی تعظیم بھی کی جاتی ہے اور اس کو بوسہ بھی دیا جاتا ہے اور رکن یمانی کی صرف تعظیم کی جاتی ہے اس کو بوسہ نہیں دیا جاتا، اور جو دوسرے رکن شامی ہیں ان کی تعظیم کی جاتی ہے نہ ان کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

حجر اسود کی تعظیم

حدیث نمبر ۲۹۶۱ میں ہے حضرت ابن عمر نے حجر اسود کو ہاتھ لگا کر اپنے ہاتھ کو چوم لیا، اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لینا مستحب ہے، یہ اس وقت ہے جب بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے سے عاجز ہو ورنہ جو حجر اسود کے چومنے پر قادر ہو وہ ہاتھ لگانے پر اقتصار نہ کرے۔

بَابُ ۳۸۰ اِسْتِحْبَابِ تَقْبِیْلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فِی الطَّوَافِ

طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینے کا بیان

۲۹۶۳ - وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ وَعَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِیْ ھَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا بخدا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے

شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ اَنَّ اَبَاهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ قَبَّلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ الْحَجَرَ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ زَادَ هَارُوْنُ فِیْ رِوَایَتِهٖ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِیْ بِمِثْلِهَا زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ اَسْلَمَ۔

دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ اِنِّیْ لَاُقَبِّلُكَ وَاِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَلٰكِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

۲۹۶۵- وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَالْمُقَدَّمِیُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ رَاَیْتُ الْاَصْلَعَ یَعْنِیْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَیَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُقَبِّلُكَ وَاِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ وَفِیْ رِوَایَةِ الْمُقَدَّمِیِّ وَاَبِیْ كَامِلٍ رَاَیْتُ الْاُصَیْلِعَ۔

عبد اللہ بن سرجس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے، اور کہہ رہے تھے بخدا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع دیتا ہے نہ نقصان۔ اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۶- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَیْرٍ جَمِیْعًا عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا

عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں، حالانکہ

أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُولُ لَأُقَبِّلُكَ وَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ لَمْ أُقَبِّلْكَ.

میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَالْتَزَمَهُ وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَ حَفِيًّا.

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اس سے چمٹ گئے اور کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بہت چاہتے تھے۔

۲۹۶۸- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ وَلَكِنِّي رَأَيْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَ حَفِيًّا وَلَمْ يَقُلْ وَالْتَزَمَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بہت چاہتے تھے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر حجر اسود سے چمٹ گئے۔

حجر اسود کے فضائل

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں حجر اسود کعبہ کے اس رکن کو کہتے ہیں جو مشرقی دروازے کے قریب ہے اور اب وہ زمین سے دو ڈھائی ہاتھ کی بلندی پر ہے، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اٹھائیس ہاتھ کا فاصلہ ہے، جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب جنت سے حجر اسود کو اتارا گیا تو وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن بنو آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا، اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند میں عطاء بن سائب ایک راوی ہے جس میں کچھ ضعف ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ روایت ہے جس سے یہ قوی ہو جاتی ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے گناہوں سے ڈرنا چاہیے کیونکہ جب گناہ پتھر میں اثر کر کے اس کو سیاہ کر دیتے ہیں تو گناہوں کے اثر سے دل کا کیا حال ہوتا ہوگا! اور اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اس پتھر کو انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک ہاتھ مس کرتے رہے پھر بھی اس کا رنگ سیاہ ہی رہا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں کے مس کرنے کا تقاضا یہ تھا کہ اس پتھر کی سیاہی دور ہو جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبرت دلانے کے لیے اس کی سیاہی کو برقرار رکھا تاکہ ہم اس سے عبرت پکڑ کر نصیحت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے گناہوں سے بچیں، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجر اسود اور مقام جنت کے

یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو سلب کر لیا اور اگر سلب نہ کرتا تو ان کے نور سے مشرق اور مغرب روشن ہو جاتے، یہ حدیث مسند احمد، جامع ترمذی اور صحیح ابن حبان میں ہے اور اس کی سند میں ابو یحییٰ نام کا ایک ضعیف راوی ہے لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث قوی ہو گئی۔ علامہ قسطلانی نور سلب کرنے کی یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نور اس لیے سلب کر لیا تاکہ اس پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہو جائے جو باعث اجر و ثواب ہے اور اگر اس کا نور سلب نہ فرماتا تو اس پر ایمان لانا ایمان بالمشاہدہ ہوتا، اور اجر و ثواب، ایمان بالغیب میں ہے ایمان بالمشاہدہ میں نہیں ہے۔ [1]

آثار صالحین کو بوسہ دینے کے جواز میں فقہاء اسلام کی تصریحات

حجر اسود کو بوسہ دینے کی مشروعیت سے فقہاء اسلام نے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور صالحین کے آثار کو بوسہ دینے پر استدلال کیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ زین الدین فرماتے ہیں کہ مقامات شریفہ اور صالحین کے ہاتھوں اور پیروں کو برکت حاصل کرنے کی نیت سے بوسہ دینا مستحسن ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اپنے جسم کی وہ جگہ دکھائیں جس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا، اور وہ حضرت حسن کی ناف تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس جگہ کو بوسہ دیا۔ حضرت ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک اس کو بوسہ نہ دے لیتے اور کہتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو چھوا ہے ......۔ اور شیخ زین الدین نے فرمایا کہ مجھ سے حافظ ابو سعید ابن علائی نے کہا کہ میں نے ایک پرانی کتاب میں ابن ناصر اور دیگر محدثین کے ہاتھوں سے لکھا ہوا دیکھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر کو چومنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام احمد نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن العلائی نے کہا کہ ہم نے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کو یہ مقام دکھایا تو وہ بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ تعجب ہے امام احمد میرے نزدیک بہت بزرگ تھے اور ان کا یہ کلام ہے! ابن العلائی نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ ہم نے امام احمد سے روایت کیا ہے انہوں نے امام شافعی کی قمیص کو دھو کر اس کا غسالہ (دھوون) پیا اور جب وہ اہل علم کی اس قدر تعظیم کرتے تھے تو صحابہ کے تبرکات کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی تعظیم کے لیے امام احمد کی عقیدت کا کیا حال ہو گا!

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ محب طبری نے فرمایا حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر احمد بن ابی صیف سے روایت کرتے ہیں کہ بعض حضرات جب مصاحف (قرآن مجید کے نسخے) کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے

[1] علامہ احمد بن قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ، ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ ھ۔

تو انھیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے۔[1]

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی اصل

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ حجر اسود پر دونوں ہاتھ رکھنا مصافحہ کے قائم مقام ہے اس لیے یہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے لیے اصل ہے، نیز لکھتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لیے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصحف کو بوسہ دیا اور امام احمد بن حنبل نے روضہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔[2]

صالحین اور بزرگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے کے بارے میں احادیث۔

عن وازع بن عامر قال قدمنا، فقيل ذاك رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فاخذنا بيديه ورجليه نقبلها۔[3]

وازع بن عامر کہتے ہیں کہ ہم آئے تو کہا گیا کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو ہم آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے لگے۔

عن صهيب قال رأيت عليا يقبل يد العباس و رجليه۔[4]

صہیب کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو حضرت عباس کے ہاتھ اور پیر چومتے ہوئے دیکھا۔

عن ابن عمر انه قبل يد النبي صلى الله عليه وسلم۔[5]

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

عن يحيى بن الحارث الزماري قال لقيت واثلة بن الاسقع فقلت بايعت بيدك هذه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال نعم قلت اعطني يدك اقبلها فاعطانيها فقبلتها۔[6]

یحییٰ بن حارث زماری کہتے ہیں کہ میری واثلہ بن الاسقع سے ملاقات ہوئی میں نے کہا آپ نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے، انھوں نے کہا ہاں میں نے کہا اپنا ہاتھ بڑھایئے میں اس کو بوسہ دوں گا انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کو بوسہ دیا۔

عن صفوان بن عسال ان قوما من اليهود

صفوان بن عسال کہتے ہیں کہ یہود کی ایک قوم

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ۔
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۳ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان۔
[4] 〃 〃 〃 الادب المفرد، ص ۲۵۴ 〃 〃
[5] حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ ۱۴۰۲ھ۔
[6] 〃 〃 〃 مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۲ 〃 〃 〃

قبلوا یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رجلیہ ؎۱

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔

علامہ علی متقی، مصنف عبدالرزاق، بیہقی، اور ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

عن تمیم بن سلمۃ قال قدم عمر الشام استقبلہ ابو عبیدۃ بن الجراح فصافحہ و قبل یدہ ثم خلوا یبکیان فکان تمیم یقول تقبیل الید سنۃ ؎۲

تمیم بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر شام آئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے ان کا استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کر کے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، پھر وہ دونوں خلوت میں رونے لگے، اور تمیم کہتے تھے کہ ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔

حجر اسود کی تعظیم کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۹۶۳ میں ہے، حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا، اس کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں حجر اسود کی تعظیم کے بعد اس کو بوسہ دینا مستحب ہے، اسی طرح حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے، بایں طور کہ حجر اسود پر پیشانی رکھ دے، پس مستحب یہ ہے کہ پہلے حجر اسود کو تعظیم دے پھر اس کو بوسہ دے، پھر اس پر پیشانی رکھ دے، ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ ابن منذر نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن عباس، طاؤس، امام شافعی اور امام احمد سے اس کو روایت کیا ہے، ابن منذر نے کہا ہے ہم نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حدیث روایت کی ہے۔ امام مالک اس مسئلہ میں علماء سے منفرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ حجر اسود پر سجدہ کرنا بدعت ہے اور قاضی عیاض مالکی نے اعتراف کیا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کی رائے شاذ اور منفرد ہے۔

رکن یمانی کی تعظیم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو بوسہ نہ دے، بلکہ اس کی تعظیم کرنے کے بعد ہاتھ کو چوم لے یہ ہمارا مذہب ہے، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعظیم نہ کرے اور امام مالک اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعظیم کرے اور اس کے بعد ہاتھ نہ چومے اور امام مالک سے ایک روایت ہے کہ وہ اس کو بوسہ دیتے تھے امام احمد سے بھی ایک ایسی روایت ہے۔

حضرت عمر نے حجر اسود سے کہا "تو نفع دیتا ہے نہ نقصان" اس کی تشریح میں فقہاء اسلام کی عبارات

حدیث نمبر ۲۹۶۵ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا

؎۱ ۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۵۶۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

؎۲ ۔ علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۹ ص ۲۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس قول سے مراد یہ تھی کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء پر برانگیختہ کیا جائے کیونکہ حضرت عمر کے بوسہ دینے کی وجہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تھی، حضرت عمر نے جو یہ کہا تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان، اس سے ان کی غرض نو مسلموں کو توحید پر مستقیم رکھنا تھی، کیونکہ یہ لوگ پتھروں سے محبت کرتے آئے تھے اور ان کی تعظیم کرتے رہے تھے۔ اور ان کی تعظیم سے نفع کی امید اور تعظیم میں کوتاہی سے ضرر کا خوف رکھتے تھے اور بت پرستی کا یہ زمانہ ابھی زیادہ نہیں گذرا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ تھا کہ انھیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر کہیں کوئی شخص دھوکا کھا جائے اور اس پر حق اور باطل میں التباس اور اشتباہ ہو جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ یہ کام تو ہم اسلام لانے سے پہلے بھی کرتے تھے، اسلام میں بھی یہی چیزیں ہیں، اس لیے انھوں نے ظاہر کیا کہ یہ پتھر بذاتہ نفع دیتا ہے نہ نقصان، ہرچند کہ حجر اسود میں شریعت کی اتباع کرنے سے اجر و ثواب کا نفع ہو گا۔ اس لیے ان کے اس کے قول کا معنی یہ ہے کہ اس پتھر کو نفع دینے یا ضرر پہنچانے پر قدرت نہیں ہے، اور یہ پتھر بھی ایک مخلوق ہے جیسی اور مخلوقات ہیں، حضرت عمر نے حج کے ایام میں یہ کلمات اس لیے کہے تاکہ ہر جگہ کے لوگ یہ کلمات سن لیں اور تمام شہروں میں یہ بات پہنچ جائے۔[1]

علامہ باجی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت حجر اسود کی تعظیم اس طرح کرتے ہیں جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے اور ان کو بالذات نفع پہنچانے والا اعتقاد کرتے تھے تو اس کے اعتقاد کی نفی کی جائے اس لیے حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو یہ بتلائیں کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اور یہ تعظیم ایسی ہے جیسے بیت اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے یا جیسے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا نہ اس وجہ سے کہ حضرت آدم معبود تھے اور نفع اور ضرر کے مالک تھے، اس لیے انھوں نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا یعنی تیری ذات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے تجھے بوسہ دیا جائے تجھے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے بوسہ دیا جاتا ہے۔[2]

علامہ زرقانی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حاکم نے ابوہارون عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا، جب حضرت عمر نے طواف کیا تو حجر اسود سے متوجہ ہو کر کہا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا یہ کہہ کر حضرت عمر نے بوسہ دیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی دیتا ہے! حضرت عمر نے پوچھا اس کا ثبوت کس سے ہے؟ حضرت علی نے کہا قرآن مجید سے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذ اخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۳-۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی شرح الموطا ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت، ۱۳۳۲ھ

وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۔ "اور جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے کہا کیوں نہیں!" اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان سے اقرار کرایا اللہ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں اور ان سے اس کا عہد و پیمان لیا اور اس کو ایک کاغذ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا منہ کھول، اس نے منہ کھولا، اللہ تعالیٰ نے وہ کاغذ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا جو تجھ سے وفا کرے قیامت کے دن اس کی گواہی دینا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور جو شخص اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، پس اے امیر المؤمنین یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے، حضرت عمر نے کہا میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اس قوم میں رہوں جس میں اے ابو الحسن تم نہ ہو۔ حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ ان دونوں نے ابو ہارون عمارہ بن جوین عبدی کی احادیث روایت نہیں کیں، اور دوسرے محدثین نے کہا ہے کہ ابو ہارون کو تمام لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور ائمہ کی ایک جماعت نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے، الغرض یہ حدیث ضعیف ہے، علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے جواز سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بھی تعظیم کا مستحق ہو اس کو بوسہ دینا چاہیے خواہ آدمی ہو یا کوئی اور چیز، امام احمد سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور آپ کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے، بعض حنبلیوں نے اس نقل کی صحت کو مستبعد قرار دیا ہے اور ابن ابی صیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ مصحف (قرآن مجید) اور صالحین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح میں حاکم کی ذکر کردہ اس روایت کو ذکر کیا ہے اور ابو ہارون عمارۃ بن جوین کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ازرقی نے اس روایت کو تاریخ مکہ میں ذکر کیا ہے نیز لکھا ہے کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ یہ جنت کے پتھروں میں سے ہے اس لیے اس کو بوسہ دینا جنت کے آثار کو دیکھ کر خوشی کا اظہار ہے اور ابو عبید نے غریب الحدیث میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے، محب طبری نے بیان کیا ہے کہ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اس کی دست بوسی کرتا ہے اور حج اور عمرہ کرنے والے جب بیت اللہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کے لیے اس چیز کے بوسہ دینے کو مشروع کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔ [3]

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع خیریہ مصر

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی (شرح المؤطا) ج ۲ ص ۲۸۱، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۳۳۲ھ

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

علامہ عسقلانی نے بھی اس حدیث کی تشریح میں حاکم کی اس روایت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو ہارون عبدی بہت ضعیف راوی ہے اور محب طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے جو یہ فرمایا کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان یہ اس خدشہ سے فرمایا تھا کہ کہیں بعض جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اسلام میں بھی پتھروں کی اسی طرح تعظیم کی جاتی ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں پتھروں اور بتوں کی تعظیم کی جاتی تھی اور مہلب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے اس قول میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے [1]۔ میری رائے یہ ہے کہ مہلب کا یہ رد صحیح نہیں ہے کیونکہ جن روایات میں حجر اسود کے لیے یمین (دایاں ہاتھ) کا لفظ آیا ہے ان میں یمین سے مراد حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ مثال اور کنایہ کے قبیل سے ہے۔

علامہ قسطلانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہٖ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن جو چیز اس میں مشروع ہے اس پر عمل کرنے سے نفع اور ثواب ہوگا اس کے بعد علامہ قسطلانی نے حاکم سے ابو ہارون عبدی کی وہ روایت ذکر کی ہے جس میں حضرت علی کا یہ قول ہے کہ یہ پتھر نفع اور نقصان دیتا ہے پھر لکھا ہے کہ ہارون عبدی ضعیف راوی ہے نیز لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مسند ابی بکر رضی اللہ عنہ کے آخر میں ایک روایت درج کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرما رہے تھے میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان پھر آپ نے اس کو بوسہ دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر کہا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ اس اسناد کی تحقیق کرنی چاہیے اگر اس حدیث کی سند صحیح ہے تو حاکم کی روایت قطعاً باطل قرار پائے گی۔ کیونکہ حبیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ نفع اور ضرر نہیں دیتا تو پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے معارضہ کر کے کہیں کہ نہیں یہ نفع اور ضرر دیتا ہے اور عبدی کو علامہ ذہبی نے بھی ساقط قرار دیا ہے [2]

فقہاء اسلام اور علماء دیوبند کی عبارات کی روشنی میں ذاتی اور عطائی قدرت کی بحث۔

شیخ عثمانی نے بھی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح میں لکھا ہے کہ حجر اسود بذاتہٖ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے بعد مختلف شارحین کے اقوال نقل کیے ہیں جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ تو عبادت کا اصلاً مستحق نہیں ہے جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ جو چیز نفع اور ضرر کی مالک نہ ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہے پس ہمارا حجر اسود کی تعظیم کرنا اور اس کو بوسہ دینا اس پتھر کی ہرگز عبادت نہیں ہے نہ یہ مشرکین کا طریقہ ہے بلکہ یہ محض شعائر اللہ کی تعظیم اور محبت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور آپ کے حکم کی تعمیل ہے [3]

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

[2]۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶ المطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ،

[3]۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۳، ۳۲۲، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

شیخ انبیٹھوی نے بھی لا لان الحجر ینفع و یضر بذاتہ - لکھ کر یہ واضح کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا ہے[1]

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بغیر اذن الٰہی کے نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (عمدۃ ج ۹ ص ۲۴۰)؛ علامہ باجی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (منتقی ج ۲ ص ۲۸۷) علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶) ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (مرقات ج ۵ ص ۲۵۴) اور علماء دیوبند میں سے شیخ عثمانی نے (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۲) اور شیخ انبیٹھوی نے (بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۰) میں لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ حضرت عمر نے جو حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا تو ایک پتھر ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ تو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد بیان کرتے ہوئے متقدمین علماء اسلام اور خصوصاً علماء دیوبند سب ہی نے بالذات کی قید لگائی ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو نفع رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حق میں حج کی گواہی دے گا وہ یہ نفع ضرور پہنچائے گا۔ اسی اسلوب پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ (اعراف: ۱۸۸) "آپ کہیے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے" علماء اہل سنت یہاں بھی بالذات کی قید لگاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ نفع اور ضرر نہیں پہنچاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ میں نفع رکھا ہے وہ نفع آپ پہنچاتے ہیں کہ آپ کا کلمہ پڑھنے، آپ کی تبلیغ اور آپ کی شفاعت سے اربوں انسانوں کو نفع پہنچے گا اور وہ سب آپ کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ کوئی کم نفع ہے؟ لیکن علماء نجد اور علماء دیوبند اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بالذات کی قید لگانا اور ذاتی اور عطائی اختیارات کی تقسیم خالص مشرکانہ عقیدہ ہے اور یہ قید خانہ زاد اور سینہ زاد ہے قرآن مجید نے آپ کی ذات سے مطلقاً نفع رسانی کی نفی کر دی ہے اور ذاتی اور عطائی کی تقسیم اہل بدعت کی ایجاد اور اختراع ہے وغیرہ وغیرہ، ہم کہتے ہیں کہ آپ ایک پتھر (حجر اسود) کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر کے قول لا تنفع میں بالذات کی قید لگالیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے لا املک لنفسی میں بالذات کی قید لگائیں تو مجرم قرار پائیں! یہ کہاں کا انصاف ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نفع رسانی سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان محمد رسول اللہ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے بلکہ اس وقت تک کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہو گا جب تک وہ محمد رسول اللہ نہیں کہے گا اللہ اکبر! جن کے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے ان کی ذات کی نفع رسانی کا کیا عالم ہو گا! اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپ کا نام نہ لے اور ہمیں جنت میں جا کر دکھلا دے!

---

[1] شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۰ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

بَابُ ۳۸ جَوَازِ الطَّوَافِ عَلَى بَعِيرٍ وَّ غَيْرِهٖ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ بِمِحْجَنٍ وَنَحْوِهٖ لِلرَّاكِبِ

اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے کا جواز

۲۹۶۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر (سوار ہو کر) طواف کیا اور چھڑی سے حجر اسود کی تعظیم کی۔

۲۹۷۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ طَافَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهٖ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهٖ لِأَنْ يَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوْهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر بیٹھ کر کیا، اور اپنی چھڑی سے حجر اسود کی تعظیم کی، تاکہ بلند ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوالات کر سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔

۲۹۷۱- وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهٖ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوْهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا تاکہ بلند ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوالات کر سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیر رکھا تھا۔

لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ خَشْرَمٍ وَلِيَسْأَلُوهُ فَقَطْ۔

۲۹۷۲ - وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى الْقَنْطَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلَى بَعِيرِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں کعبہ کے گرد اپنے اونٹ پر طواف کیا، آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی، آپ نے لوگوں کے ہٹائے جانے کو ناپسند کرنے کے سبب سے سوار ہو کر طواف کیا تھا۔

۲۹۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا مَعْرُوفُ ابْنُ خَرَّبُوذَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهُ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، آپ اپنی چھڑی سے حجر اسود کو چھو کر پھر اس چھڑی کو بوسہ دیتے تھے۔

۲۹۷۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ قَالَتْ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا، سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں جس وقت میں نے طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے جس میں آپ سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

اونٹ پر طواف کرنے کی حکمت

حدیث نمبر ۲۹۶۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا، اونٹ پر بیٹھنے کی وجہ یا تو یہ تھی کہ آپ بیمار تھے اور اس سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ عذر کی وجہ سے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا جا سکتا ہے جیسا کہ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سواری پر بیٹھ کر طواف کی اجازت دی کیونکہ ان کو مرض لاحق تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی آپ کے گرد بہت بھیڑ تھی جس کی وجہ سے آپ لوگوں میں چھپ گئے تھے اور دور کے لوگ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس وجہ سے آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا تاکہ سب لوگ آپ کو دیکھ سکیں، اس باب کی احادیث میں یہی وجہ بیان کی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ عالم دین کا مسجد میں کسی بلند چیز مثلاً کرسی یا تخت پر بیٹھنا جائز ہے۔ امام مالک تخت پر بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے۔

حلال جانوروں کے بول و براز کی طہارت میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے امام مالک اور امام احمد کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے کیونکہ اونٹ کو جب مسجد میں داخل کیا جائے گا تو اس کا پیشاب اور اس کی لید مسجد میں گرے گی اگر یہ چیزیں ناپاک ہوتیں تو اونٹ کو مسجد میں نہ داخل کیا جاتا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک پیشاب اور لید مطلقاً ناپاک ہے خواہ حلال جانوروں کا ہو یا حرام جانوروں کا اور ان کی طرف سے یہ کہا جائے گا کہ اونٹ کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ کب لازم ہے کہ وہ مسجد میں پیشاب یا لید بھی کرے اور اگر وہ پیشاب یا لید بھی کرے تو یہ کب لازم ہے کہ اس کو دھیا نہ جائے حتیٰ کہ اس کے پیشاب اور لید کی طہارت ثابت ہو، آخر عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں لایا جاتا تھا اور آپ نے ان کے لانے کو مقرر رکھا تھا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ کو گود میں لے کر نماز پڑھی تو کیا اس قسم کی احادیث کو دیکھ کر یہ کہا جائے گا کہ بچوں اور بچیوں کا پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے، اور اگر بچوں کو مسجد میں محض لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مسجد میں پیشاب وغیرہ کریں تاکہ ان کی طہارت کا مسئلہ اٹھے تو اونٹ کو مسجد میں محض لانے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کا پیشاب اور لید پاک ہو۔

بَابُ ۳۱۲ بَيَانِ اَنَّ السَّعْىَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رُكْنٌ لَا يَصِحُّ الْحَجُّ اِلَّا بِهٖ

صفا اور مروہ کی سعی حج کا رکن ہے

۲۹۷۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ قُلْتُ لَهَا اِنِّىْ لَاَظُنُّ رَجُلًا لَوْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَا ضَرَّهٗ قَالَتْ لِمَ قُلْتُ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَتْ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهٗ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَهَلْ تَدْرِىْ فِيْمَا كَانَ ذَاكَ اِنَّمَا كَانَ ذَاكَ اَنَّ الْاَنْصَارَ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ فِى الْجَاهِلِيَّةِ لِصَنَمَيْنِ عَلٰى

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: تم کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا قرآن مجید میں ہے (ترجمہ:) "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج اور عمرہ کرے اور ان کا طواف کرے تو کوئی حرج نہیں ہے" (لا جناح کی نفی سے عروہ نے اباحت کا گمان کیا) حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج یا عمرہ قبول نہیں کریگا جو صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے اور جس طرح تم نے سمجھا ہے اگر اس طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا جو صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

شَطِّ الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُمَا إِسَافٌ وَنَائِلَةُ
ثُمَّ يَجِيئُونَ فَيَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَ
الْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحْلِقُونَ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ
كَرِهُوا أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَهُمَا لِلَّذِي كَانُوا
يَصْنَعُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَتْ فَأَنْزَلَ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ
شَعَائِرِ اللَّهِ إِلَى آخِرِهَا قَالَتْ فَطَافُوا۔

اور تم جانتے ہو کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اس
کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ساحل سمندر
پر دو بت رکھے ہوئے تھے اساف اور نائلہ اور
انصار ان کے نام کا احرام باندھتے تھے پھر جا کر صفا اور
مروہ میں سعی کرتے (دوڑتے) اور اس کے بعد سر
منڈاتے، جب اسلام آیا تو انصار نے زمانہ جاہلیت
میں اپنی سعی کے خیال سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی
کو مکروہ جانا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا
اور مروہ میں طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا
نفی حرج کا ذکر اباحت بتلانے کے لیے نہیں بلکہ انصار
کے دل میں جو کراہت تھی اس کو دور کرنے کے لیے
ہے۔)

٢٩٧٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ
أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهَا مَا أَرَى عَلَيَّ جُنَاحًا أَنْ لَا أَتَطَوَّفَ
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ لِمَ قُلْتُ لِأَنَّ
اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ
مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ الْآيَةَ فَقَالَتْ لَوْ كَانَ كَمَا
تَقُولُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ
بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَ هَذَا فِي أُنَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ
كَانُوا إِذَا أَهَلُّوا أَهَلُّوا لِمَنَاةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ
فَلَا يَحِلُّ لَهُمْ أَنْ يَطَّوَّفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَ
الْمَرْوَةِ فَلَمَّا قَدِمُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَّ ذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ
فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الْآيَةَ فَلَعَمْرِي مَا أَتَمَّ
اللَّهُ حَجَّ مَنْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا
وَالْمَرْوَةِ۔

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے عرض کیا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں صفا اور مروہ کے
درمیان سعی نہ کروں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ
نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
(ترجمہ) "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو
شخص حج اور عمرہ کرے اور ان کا طواف کرے تو کوئی
حرج نہیں ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جس طرح تم کہہ
رہے ہو اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا اگر وہ صفا
اور مروہ کا طواف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے! درحقیقت
یہ آیت انصار کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔
جو زمانہ جاہلیت میں مناۃ کا احرام باندھتے تھے اور صفا
اور مروہ کے درمیان طواف کو حلال نہیں سمجھتے تھے، جب
وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو گئے تو انھوں نے آپ
سے اس چیز کا ذکر کیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
نازل فرمائی۔ پس مجھے اپنی جان کی قسم جو شخص صفا اور مروہ
کے درمیان سعی نہیں کرے گا اس کا حج اللہ پورا نہیں کرے گا۔

٢٩٧٧ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ
عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ
زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَى
عَلَى أَحَدٍ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
شَيْئًا وَمَا أُبَالِي أَنْ لَا أَطُوفَ بَيْنَهُمَا قَالَتْ
بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي طَافَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَافَ الْمُسْلِمُونَ
فَكَانَتْ سُنَّةً وَإِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ لِمَنَاةَ
الطَّاغِيَةِ الَّتِي بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوفُونَ بَيْنَ
الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ سَأَلْنَا
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ
فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ
مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَلَوْ كَانَتْ
كَمَا تَقُولُ لَكَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا
يَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَ الزُّهْرِيُّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ
لِأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ
بْنِ هِشَامٍ فَأَعْجَبَهُ ذَلِكَ وَقَالَ إِنَّ هَذَا
الْعِلْمُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ
الْعِلْمِ يَقُولُونَ إِنَّمَا كَانَ مَنْ لَا يَطُوفُ
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنَ الْعَرَبِ يَقُولُونَ
إِنَّ طَوَافَنَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْحَجَرَيْنِ مِنْ
أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَقَالَ آخَرُونَ مِنَ الْأَنْصَارِ
إِنَّمَا أُمِرْنَا بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ نُؤْمَرْ
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ قَالَ
أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَأُرَاهَا قَدْ نَزَلَتْ
فِي هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ.

تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ جو شخص صفا
اور مروہ میں طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور میں
اس میں طواف نہ کروں تو کوئی پروا نہیں کرتا۔ حضرت
عائشہ نے فرمایا اے بھانجے تم نے یہ غلط کہا ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے صفا اور مروہ
میں سعی کی ہے تو یہ سنت ہے (سنت کا اطلاق واجب
پر بھی ہوتا ہے)۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ مشلل میں مناۃ
کے لیے احرام باندھتے تھے وہ صفا اور مروہ میں سعی نہیں
کرتے تھے، جب اسلام آیا تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں
جو شخص حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں
کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا جیسا تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا
کہ ان کے طواف نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زہری کہتے ہیں میں نے اس کا ابو بکر بن
عبدالرحمن سے ذکر کیا تو وہ حضرت عائشہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور
کہا یہی حقیقت علم ہے اور میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے
کہ عرب صفا اور مروہ میں طواف نہیں کرتے تھے اور
کہتے تھے کہ ان دو پتھروں میں ہمارا طواف کرنا افعال
جاہلیت میں سے تھا، اور دوسرے انصار یہ کہتے تھے
کہ ہمیں بیت اللہ میں طواف کا حکم دیا گیا ہے اور صفا
اور مروہ میں طواف کا حکم نہیں دیا گیا تب اللہ تعالیٰ نے
یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں
میں سے ہیں۔ ابو بکر بن عبدالرحمان نے کہا میرا خیال
ہے کہ ان دونوں گروہوں کے بارے میں یہ آیت نازل
ہوئی ہے۔

۲۹۷۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَدْ سَنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بِهِمَا۔

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا.... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرے اس پر صفا اور مروہ کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کو مسنون فرمایا ہے، اب کسی شخص کے لیے ان کے طواف کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

۲۹۷۹ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ الْأَنْصَارَ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا هُمْ وَغَسَّانُ يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ فَتَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ذٰلِكَ سُنَّةً فِي آبَائِهِمْ مَنْ أَحْرَمَ لِمَنَاةَ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّهُمْ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ حِينَ أَسْلَمُوا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذٰلِكَ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ انصار اور غسان اسلام قبول کرنے سے پہلے مناۃ کا احرام باندھتے تھے اس لیے وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج محسوس کرتے تھے اور یہ ان کا آبائی طریقہ تھا کہ جو شخص مناۃ کا احرام باندھتا تھا وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہیں کرتا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو شخص زائد نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ شکر کی جزا دینے والا اور علم والا ہے۔

۲۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار صفا اور مروہ میں سعی کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے حتیٰ کہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَتِ الْاَنْصَارُ یَکْرَھُوْنَ اَنْ یَّطُوْفُوْا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا۔

یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وسعت علمی

علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کی وسعت عظیم ذکاوت، وسیع معرفت، ژرف نگاہی اور دقت نظری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس آیت کریمہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے گناہ ساقط کر دیا اور اس آیت میں صفا اور مروہ کی سعی کے وجوب یا عدم وجوب پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس چیز کو بیان کیا اور اس کا شان نزول بیان کیا، اور یہ بتلایا کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لانے کے بعد صفا اور مروہ میں دوڑنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اگر یہ آیت اس سعی کی اباحت بیان کرنے کے لیے ہوتی جیسا کہ عروہ نے سمجھا تھا اور یہ آیت اس طرح ہوتی فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما "صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فعل واجب ہوتا ہے لیکن انسان سمجھتا ہے کہ وہ ناجائز ہے جیسا کہ کسی شخص نے قضاء ظہر پڑھنی ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا ناجائز ہے یا فجر کی نماز کے بعد قضاء پڑھنا ناجائز ہے تو آپ اسے مسئلہ بتلائیں کہ فجر یا عصر کے بعد نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو آپ کا یہ کہنا قضا کے وجوب کے منافی نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ صفا اور مروہ کی دوڑ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صفا اور مروہ کی سعی کے وجوب کے خلاف نہیں ہے۔

صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین اور بعد کے اکثر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ صفا اور مروہ میں سعی حج کے ارکان میں سے ہے، جس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا اور اس کے ترک کرنے سے جو حج میں کمی ہوتی ہے وہ دم (قربانی) سے پوری نہیں ہو سکتی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ بعض متقدمین نے اس کو نفل کہا ہے، اور امام ابوحنیفہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک حج کرنے والا اس کے ترک سے گناہ گار ہوگا اور دم (قربانی) دینے سے اس کی کمی پوری ہو جائے گی اور اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں۔[1]

صفا اور مروہ کی سعی میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

احناف کے نزدیک صفا اور مروہ میں سعی (دوڑنا) حج میں فرض اور رکن نہیں ہے، بلکہ واجب ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں، اگر کسی شخص نے حج یا عمرہ میں صفا اور مروہ میں سعی (دوڑنے) بالکل چھوڑ دیا تو ہمارے نزدیک اس پر دم واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک سعی واجب ہے، رکن نہیں ہے اس میں حج اور عمرہ برابر ہیں اور

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

واجب کا ترک کرنا دم کو واجب کرتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سعی رکن ہے اور کسی شخص کا حج یا عمرہ سعی کے بغیر پورا نہیں ہوتا، انھوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ میں سعی کی اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سعی کو لکھ دیا ہے پس سعی کیا کرو اور "لکھا ہوا" رکن ہوتا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صفا اور مروہ میں سعی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کا حج اور عمرہ پورا نہیں کرتا، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما "جس شخص نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس کے لیے صفا اور مروہ کی سعی میں کوئی حرج نہیں ہے، اس قسم کے الفاظ اباحت کے لیے آتے ہیں وجوب کے لیے نہیں آتے، پس اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ سعی واجب نہ ہو لیکن چونکہ اس پر اجماع ہے کہ سعی مباح نہیں ہے اس لیے ہم نے اس ظاہر کو ترک کر دیا اور قرآن مجید میں یہ لفظ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ اساف اور نائلہ (دو بتوں) کی وجہ سے صفا اور مروہ میں سعی سے احتراز کرتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ صفا اور مروہ میں سعی حج کے تابع ہے اور تابع کا حکم اصل سے کم ہوتا ہے اس لیے جب حج فرض ہے تو سعی واجب ہو گی اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے، اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اگر بعینہٖ سعی (دوڑنا) مکتوب (لکھے ہوتے) ہونے کی وجہ سے فرض ہوتا تو صفا مروہ میں چل کر طواف کرنا جائز نہ ہوتا جبکہ حج اور عمرہ میں صفا اور مروہ میں چل کر طواف کرنا بھی جائز ہے، نیز ایک اور چیز ہے جو طواف کے وجوب پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے تمام کو سعی پر معلق کیا ہے اگر سعی رکن یا فرض ہوتی تو اس پر اصل ادا موقوف ہوتی تمام ہونے کی صفت واجب سے حاصل ہوتی ہے، پس ثابت ہوا کہ صفا اور مروہ میں سعی کرنا واجب ہے۔ [1]

باب ۳۱۳ بَیَانِ اَنَّ السَّعْیَ لَا یُکَرَّرُ

سعی کی تکرار نہیں ہوتی

۲۹۸۱ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ لَمْ یَطُفِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَصْحَابُهٗ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اِلَّا طَوَافًا وَّاحِدًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے صفا اور مروہ کے درمیان صرف ایک مرتبہ سعی کی ہے

۲۹۸۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ اِلَّا طَوَافًا وَّاحِدًا طَوَافَهُ الْاَوَّلَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ وہی پہلا طواف کیا تھا

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۵۱ - ۵۰، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

بَابُ ۳۸۴ اِسْتِحْبَابِ اِدَامَةِ الْحَاجِّ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى يَشْرَعَ فِيْ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

یوم نحر میں جمرہ عقبہ تک تلبیہ کہنا

۲۹۸۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْاَيْسَرَ الَّذِيْ دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ اَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ فَتَوَضَّاَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا ثُمَّ قُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ قَالَ كُرَيْبٌ فَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى بَلَغَ الْجَمْرَةَ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:
میں عرفات سے سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ کے بائیں جانب گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے اپنا اونٹ بٹھا کر پیشاب کیا، پھر آپ تشریف لائے اور میں نے آپ کو وضو کرایا، آپ نے خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کا وقت آگیا ہے، آپ نے فرمایا نماز آگے ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر مزدلفہ تشریف لائے آپ نے وہاں نماز پڑھی اور مزدلفہ کی صبح کو پھر حضرت فضل کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ تک مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

۲۹۸۴ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيْسَى ابْنِ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنْ جَمْعٍ قَالَ فَاَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ میں کنکریاں مارنے تک مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

عَنْهُمَا اَنَّ الْفَضْلَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

۲۹۸۵- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَكَانَ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِيْنَ دَفَعُوْا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهُ حَتّٰى دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًى قَالَ عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِيْ يُرْمٰى بِهِ الْجَمْرَةُ وَقَالَ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح لوگوں سے کہتے تھے کہ آرام سے چلو، آپ اپنی اونٹنی کو روکتے ہوئے جاتے حتیٰ کہ آپ وادی محسر میں داخل ہوئے۔ محسر منیٰ میں ہے، وہاں آپ نے فرمایا کہ کنکریاں مارنے کے لیے کنکریاں چن لو، حضرت فضل نے کہا کہ جمرہ کی رمی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

۲۹۸۶- وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيْثِ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ كَمَا يَخْذِفُ الْاِنْسَانُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے اور اس میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے، جیسے چٹکی سے پکڑ کر آدمی کنکری مارتا ہے۔

۲۹۸۷- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَنَحْنُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ يَقُوْلُ فِيْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مزدلفہ میں تھے جب میں نے اس ذات سے سنا جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے، وہ اس جگہ فرما رہے تھے: لبیک اللھم لبیک

هٰذَا الْمَقَامِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ.

۲۹۸۸- وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ لَبّٰى حِينَ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ فَقِيلَ أَعْرَابِيٌّ هٰذَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَسِيَ النَّاسُ أَمْ ضَلُّوا سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ يَقُولُ فِي هٰذَا الْمَكَانِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ.

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ سے لوٹے تو انھوں نے تلبیہ کہا، لوگوں نے سمجھا کہ شاید کوئی دیہاتی آدمی ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا لوگ بھول گئے ہیں یا گمراہ ہو چکے ہیں، میں نے اس جگہ اس ذات کو لبیک اللّٰہم لبیک کہتے ہوئے سنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو نازل فرمایا ہے۔

۲۹۸۹- وَحَدَّثَنَاهُ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۹۹۰- وَحَدَّثَنِيهِ يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي الْبَكَّائِيَّ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ وَالْأَسْوَدِ ابْنِ يَزِيدَ قَالَا سَمِعْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ هٰهُنَا يَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ثُمَّ لَبّٰى وَلَبَّيْنَا مَعَهُ.

عبدالرحمن بن یزید اور اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ میں کہہ رہے تھے میں نے اس جگہ اس ذات کو لبیک اللّٰہم لبیک کہتے ہوئے سنا ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی ہے، پھر حضرت ابن مسعود نے تلبیہ کہا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تلبیہ کہا۔

مزدلفہ میں نماز مغرب پڑھنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۹۸۳ میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا وقت یاد دلایا، اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بڑوں کو عبادت یاد دلا سکتے ہیں اور بڑوں کو اس پر برا نہیں منانا چاہیے اور یہ چیز خلاف ادب نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز آگے ہے" یعنی اس رات مغرب کی نماز کو مزدلفہ میں پڑھنا مشروع کیا گیا ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس رات مغرب کی نماز کو عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا سنت ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اگر کسی شخص نے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ لی یا ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی پھر بھی جائز ہے، بعض مالکیہ سے یہ منقول ہے کہ اگر ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی تو اس کا اعادہ لازم ہے لیکن یہ قول شاذ ہے، اس کی تحقیق باب (۳۸۶) میں آئے گی۔

احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کا طریقہ

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جب امام حج مزدلفہ میں پہنچے تو لوگوں کے ساتھ مزدلفہ میں

اترے، راستہ کے دائیں یا بائیں جانب اترے، بیچ راستہ میں نہ اترے تاکہ گزرنے والوں کو تنگی یا تکلیف نہ ہو اور امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھائے۔ امام زفر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں ہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں بھی یہی مراد ہے لیکن انہوں نے اذان پر اقامت کا اطلاق کیا ہے اور اذان اور اقامت میں سے ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق آتا ہے۔[1]

تلبیہ کہنے کی مدت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو یوم نحر کی صبح کو جمرہ عقبہ میں کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے۔ جمہور صحابہ، فقہاء تابعین، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور کا یہی نظریہ ہے۔ البتہ حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، فقہاء مدینہ اور امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ یوم عرفہ کو زوال شمس تک تلبیہ کہے اور وقوف عرفہ شروع کرنے کے بعد تلبیہ کہنا مشروع نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل یہ کہتے ہیں کہ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہونے تک تلبیہ کہتا رہے۔[2]

باب ۳۱۵ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ فِي الذَّهَابِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ کو منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ کہنا

۲۹۹۱ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ غَدَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ مِنَّا الْمُلَبِّي وَمِنَّا الْمُكَبِّرُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے وقت منیٰ سے عرفات گئے ہم میں سے کوئی تلبیہ کہتا تھا اور کوئی تکبیر کہتا تھا۔

۲۹۹۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم عرفہ کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے بعض تکبیر کہہ رہے تھے بعض لا الٰہ الا اللہ پڑھ رہے

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۹، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

عبد العزيز بن أبي سلمة عن عمر بن حسين عن عبد الله بن أبي سلمة عن عبد الله بن عبد الله بن عمر عن أبيه رضي الله تعالى عنهما قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غداة عرفة فمنا المكبر ومنا المهلل فأما نحن فنكبر قال قلت والله لعجبا منكم كيف لم تقولوا له ماذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع۔

تھے، البتہ ہم اللہ اکبر کہہ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عبد اللہ سے کہا بڑے تعجب کی بات ہے تم نے حضرت ابن عمر سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھ رہے تھے۔

۲۹۹۳ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن محمد بن أبي بكر الثقفي أنه سأل أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه وهما غاديان من منى إلى عرفة كيف كنتم تصنعون في هذا اليوم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كان يهل المهل منا فلا ينكر عليه ويكبر المكبر منا فلا ينكر عليه۔

محمد بن ابی بکر ثقفی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا درآں حالیکہ وہ دونوں منیٰ سے عرفات جا رہے تھے، تم آج کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا کرتے تھے۔ حضرت انس نے کہا ہم میں سے کوئی لا الٰہ الا اللہ پڑھتا تھا اور اسے کوئی منع نہیں کرتا تھا اور کوئی اللہ اکبر کہتا تھا اسے بھی کوئی منع نہیں کرتا تھا۔

۲۹۹۴ - وحدثني سريج بن يونس حدثنا عبد الله بن رجاء عن موسى بن عقبة حدثني محمد بن أبي بكر قال قلت لأنس بن مالك غداة عرفة ما تقول في التلبية هذا اليوم قال سرت هذا المسير مع النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه فمنا المكبر ومنا المهلل ولا يعيب أحدنا على صاحبه۔

محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی صبح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا آج کے تلبیہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں اور دوسرے صحابہ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم میں سے بعض تکبیر کہہ رہے تھے، بعض لا الٰہ الا اللہ کہہ رہے تھے اور کوئی شخص دوسرے کو منع نہیں کر رہا تھا۔

باب ۳۸۶ الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة واستحباب صلوتي المغرب والعشاء جمعا بالمزدلفة في هذه الليلة

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا

۲۹۹۵ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ قَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس لوٹے ایک گھاٹی میں اتر کر پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خفیف وضو کیا، میں نے عرض کیا "نماز" آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے پھر سوار ہوئے جب مزدلفہ میں آئے تو آپ اترے، آپ نے وضو کیا اور مکمل وضو کیا، پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اس کی جگہ بٹھا دیا، پھر عشاء کی اقامت کہی گئی، پھر عشاء کی اقامت کہی گئی، آپ نے نماز عشاء پڑھی اور آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان نوافل نہیں پڑھے۔

٢٩٩٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الدَّفْعَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلٰى بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ لِحَاجَتِهِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ فَقُلْتُ أَتُصَلِّي فَقَالَ الْمُصَلّٰى أَمَامَكَ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپسی کے موقع پر قضاء حاجت کے لیے بعض گھاٹیوں میں گئے۔ میں نے آپ کو وضو کرایا، پھر عرض کیا، کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) آگے ہے۔

٢٩٩٧ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَفَاضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا انْتَهٰى إِلَى الشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی پر ایک گھاٹی میں پیشاب کیا (اس روایت میں حضرت اسامہ نے وضو کرانے کا ذکر نہیں کیا) پھر آپ نے پانی منگا کر خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! نماز کا وقت ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے، پھر آپ گئے حتیٰ کہ مزدلفہ پہنچے اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

أُسَامَةُ أَرَاقَ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَاةُ قَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتَّى بَلَغَ جَمْعًا فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

۲۹۹۸- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَيْفَ صَنَعْتُمْ حِينَ رَدِفْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فَقَالَ جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ لِلْمَغْرِبِ فَأَنَاخَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ وَبَالَ وَمَا قَالَ أَهْرَاقَ الْمَاءَ ثُمَّ دَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلَاةُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ حَتَّى جِئْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحُلُّوا حَتَّى أَقَامَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَصَلَّى ثُمَّ حَلُّوا قُلْتُ كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصْبَحْتُمْ قَالَ رَدِفَهُ الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَانْطَلَقْتُ أَنَا فِي سُبَّاقِ قُرَيْشٍ عَلَى رِجْلَيَّ.

کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے پوچھا کہ جب عرفہ کی شام کو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوئے تھے تو آپ نے کیا کیا تھا؟ انھوں نے کہا ہم اس گھاٹی تک آئے جہاں مغرب کی نماز کے لیے لوگ اپنے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور پیشاب کیا (حضرت اسامہ نے اپنے وضو کرانے کا تذکرہ نہیں کیا) پھر آپ نے پانی منگوایا اور خفیف وضو کیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) آگے ہے۔ پھر ہم سوار ہوئے حتیٰ کہ مزدلفہ آ گئے، پھر مغرب کی اقامت ہوئی اور لوگوں نے اپنے ٹھکانوں پر اونٹ بٹھا دیئے اور انھیں کھولا نہیں، حتیٰ کہ عشاء کی اقامت ہوئی اور آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر لوگوں نے اونٹ کھول دیئے، میں نے پوچھا تم نے صبح کے وقت کیا کیا تھا، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے فضل بن عباس کو بٹھایا اور میں قریش کے پہلے جانے والوں کے ساتھ پیدل تھا

۲۹۹۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَتَى النَّقْبَ الَّذِي يَنْزِلُهُ الْأُمَرَاءُ نَزَلَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس گھاٹی پر آئے جہاں امراء اترتے ہیں تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا (اس میں وضو کرانے کا ذکر نہیں ہے) پھر آپ نے وضو کے لیے پانی منگایا اور خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

قَالَ وَلَمْ يَبُلْ أَهْرَاقَ ثُمَّ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الصَّلٰوةَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ۔

"نماز"؟ فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے۔

۳۰۰۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلٰى سِبَاعٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الشِّعْبَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا رَجَعَ صَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بِهَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات سے واپس لوٹے تو میں سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا تھا، جب آپ گھاٹی پر آئے تو آپ نے سواری بٹھائی اور قضاء حاجت کے لیے نیچے اتر گئے، جب آپ واپس لوٹے تو میں نے برتن سے پانی لیکر آپ کو وضو کرایا پھر آپ سوار ہو کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔

۳۰۰۱ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ وَأُسَامَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رِدْفُهُ قَالَ أُسَامَةُ فَمَا زَالَ يَسِيرُ عَلٰى هَيْئَتِهِ حَتّٰى أَتٰى جَمْعًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے لوٹے تو حضرت اسامہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے حتی کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔

۳۰۰۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَأَنَا شَاهِدٌ أَوْ قَالَ سَأَلْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَهُ مِنْ عَرَفَاتٍ كَيْفَ كَانَ يَسِيرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہشام کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب عرفات سے واپسی پر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ کی طرف کیسے جا رہے تھے؟ حضرت اسامہ نے کہا آپ آہستہ آہستہ جا رہے تھے جب ذرا کشادگی ہوتی تو سواری کو تیز کرتے۔

حِيْنَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ۔

۳۰۰۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ حُمَيْدٍ قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ أَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْخَطْمِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھی۔

۳۰۰۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِيْ رِوَايَتِهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ وَكَانَ أَمِيْرًا عَلَى الْكُوْفَةِ عَلٰى عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔ ابن رمح نے عبد اللہ بن یزید خطمی کی روایت میں یہ بیان کیا کہ وہ عبد اللہ بن زبیر کے دور میں کوفہ کے امیر تھے۔

۳۰۰۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيْعًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ملا کر پڑھی۔

۳۰۰۷۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سَجْدَةٌ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ وَصَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي بِجَمْعٍ كَذٰلِكَ حَتّٰى لَحِقَ اللهَ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر ایک ساتھ پڑھی اور ان کے ساتھ نوافل بالکل نہیں پڑھے، مغرب تین رکعات پڑھیں اور عشاء دو رکعت پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی مزدلفہ میں ایسے ہی نماز پڑھتے رہے حتی کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

۳۰۰۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِجَمْعٍ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ صَلَّى مِثْلَ ذٰلِكَ وَحَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ پڑھی، پھر انھوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

۳۰۰۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ صَلَّاهُمَا بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۱۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھی۔ آپ نے مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں۔

۳۰۱۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَفَضْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ حَتّٰى أَتَيْنَا

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر کے ساتھ گئے حتی کہ مزدلفہ پہنچے وہاں انھوں نے ہمیں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھائیں پھر واپس مڑتے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

جَمْعًا فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ هٰكَذَا صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ۔

جگہ اسی طرح ہمیں نماز پڑھائی تھی۔

مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کے حکم میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھنا واجب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مستحب ہے، ان مذاہب کی تفصیل یہ ہے:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھنا مستحب ہے، اگر ان دونوں نمازوں کو مغرب کے وقت ہی پڑھ لیا (؟ —— عشاء کو مغرب کے وقت میں قبل از وقت بغیر کسی دلیل کے پڑھنا کیسے جائز ہوگا؟ —— سعیدی) یا راستہ میں پڑھ لیا یا ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھا تو جائز ہے لیکن فضیلت نہیں ہے[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے مزدلفہ پہنچنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی تو اس نے سنت کی مخالفت کی لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کا پہلے نماز پڑھنا کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں نمازوں کو جمع کیا اور یہ حج کا فعل ہوگیا، اور آپ نے فرمایا ہے مجھ سے حج کے افعال سیکھو۔[2]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی فرماتے ہیں: جس شخص نے یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھ لیں اس کے بارے میں ہمارے ہاں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب کی نماز دہرائے یہ قول حضرت اسامہ کی روایت کی بنا پر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نہ دہرائے کیونکہ ان نمازوں کو جمع کرنا سنت ہے اور ترک سنت اعادہ کو واجب نہیں کرتا اور یہ اختلاف عرفات کی ظہر اور عصر کے جمع کرنے میں نہیں ہے کیونکہ مزدلفہ کی رات کو جب مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی گئی تو وہ اپنے وقت سے پہلے پڑھی گئی اس لیے دہرائی جائے گی، اور یوم عرفہ کو جب عصر اپنے معروف وقت میں پڑھی گئی تو اس دن کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھی گئی اس لیے قضا ہوگئی اب اس کے دہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے مزدلفہ کے راستہ میں مغرب پڑھ لی تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے اور طلوع فجر سے پہلے اس پر اعادہ لازم ہے۔ اور امام ابویوسف کہتے ہیں کہ یہ نماز اس کے لیے کافی ہے لیکن اس نے برا کیا۔ اور اگر اس نے مغرب کی نماز عرفات میں پڑھ لی پھر بھی یہی اختلاف ہے۔ امام ابویوسف

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے مغرب کی نماز اپنے معروف وقت میں پڑھ لی تو اس پر اعادہ نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ طلوع فجر کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب مزدلفہ کے راستہ میں حضرت اسامہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز یاد دلائی تو آپ نے فرمایا الصلوٰۃ امامک یعنی نماز کا وقت آگے ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ تاخیر واجب ہے اور یہ تاخیر اس لیے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جا سکے اس لیے جب طلوع فجر نہ ہو تو اس پر اعادہ واجب ہے تاکہ دونوں نمازیں جمع کی جا سکیں اور فجر کے طلوع ہونے کے بعد اب چونکہ جمع کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس سے اعادہ ساقط ہو گیا [1]

مزدلفہ میں سنتیں پڑھنے میں مذاہب

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کے درمیان مزدلفہ میں بالکل نوافل نہیں پڑھے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ سنت مؤکدہ پڑھنا یہاں بھی مستحب ہے لیکن ان نمازوں کے درمیان نہ پڑھے بلکہ بعد میں پڑھ لے اور عرفات میں ظہر کی سنتیں ظہر کی نماز سے پہلے پڑھ لے [2]

احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کے لیے جماعت کی شرط نہیں ہے البتہ ان دو نمازوں کے درمیان نوافل پڑھنا جائز نہیں ہے اگر کسی نے نفل پڑھ لیے تو وہ اقامت کو دہرائے گا [3]

بَابُ ۳۸ اِسْتِحْبَابِ زِيَادَةِ التَّغْلِيْسِ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

یوم نحر کو مزدلفہ میں صبح کی نماز جلدی پڑھنا

۳۰۱۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا لِمِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَّصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ نماز اپنے وقت میں پڑھتے دیکھا ہے، ماسوا مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے، آپ نے ان دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور ماسوا مزدلفہ میں صبح کی نماز کے، آپ نے یہ نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے پڑھی۔

۳۰۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ نے صبح

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَ قَالَ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ۔

کی نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے منہ اندھیرے پڑھی۔

مزدلفہ میں صبح کی نماز کے وقت کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی، اور اس دن فجر کی نماز معروف وقت سے پہلے پڑھی، لیکن طلوع فجر کے تحقق کے بعد اور حضرت ابن مسعود کے قول "وقت سے پہلے" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے معروف وقت سے پہلے نہ کہ طلوع فجر سے پہلے کیونکہ اس وقت نماز کے عدم جواز پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر کے وقت مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھی اور پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز اس وقت میں پڑھی ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب فجر طلوع ہو گئی تو حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس دن، اس جگہ پر، اس ساعت میں، اس نماز کو پڑھتے تھے۔

احناف کی تائید

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان تمام روایات سے امام ابوحنیفہ کی تائید ہوتی ہے کہ صبح کی نماز کو اس دن کے علاوہ مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صبح کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے[1] ظاہر ہے کہ علامہ نووی کی تصریح کے مطابق ان حضرات کا نظریہ اس حدیث اور اسفار پر دلالت کرنے والی دوسری احادیث کے خلاف ہے، اور صرف احناف کا مذہب ہی احادیث کے مطابق ہے۔

دوسری چیز جو اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا سوائے مزدلفہ اور عرفات کے اور کہیں جائز نہیں ہے کیونکہ سنن نسائی میں ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پس اس حدیث کا منطوق صریح یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی کا تسامح

سخت حیرت ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے جو احناف کے ہاں معتبر نہیں اھ ہر چند کہ مفہوم مخالف ہمارے ہاں معتبر ہوتا ہے لیکن اس کا اگر منطوق ظاہری سے تعارض آجائے تو پھر نہیں ہوتا اور چونکہ احادیث صحیحہ صریحہ کا منطوق صریح جمع بین الصلوٰتین ہے اس لیے یہ حدیث معتبر نہیں ہے۔ علامہ نووی نے یہ بہت حیرت انگیز بات لکھی ہے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلوٰتین کی نفی اس حدیث کا منطوق صریح ہے اور مفہوم مخالف نہیں جیسا کہ علامہ نووی نے بیان کیا ہے۔ اور جن احادیث سے علامہ نووی نے اس حدیث کا تعارض بیان کیا ہے ان میں جمع صوری کا ذکر ہے اس لیے یہاں تعارض ہے نہ رفع تعارض کی ضرورت ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

بَابُ ۳۸۸ اِسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ دَفْعِ الضَّعَفَةِ مِنَ النِّسَاءِ وَغَيْرِهِنَّ مِنْ مُزْدَلِفَةَ إِلَى مِنًى فِي أَوَاخِرِ اللَّيْلِ قَبْلَ زَحْمَةِ النَّاسِ

ضعیفوں اور عورتوں کو رات کے آخری حصہ میں منیٰ روانہ کرنے کا استحباب

۳۰۱۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ تَدْفَعُ قَبْلَهُ وَقَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ امْرَأَةً ثَبِطَةً يَقُولُ الْقَاسِمُ وَالثَّبِطَةُ الثَّقِيلَةُ قَالَ فَأَذِنَ لَهَا فَخَرَجَتْ قَبْلَ دَفْعِهِ وَحَبَسَنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا فَدَفَعْنَا بِدَفْعِهِ وَلَأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَأَكُونَ أَدْفَعُ بِإِذْنِهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مزدلفہ کی شب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ سے اجازت طلب کی کہ وہ آپ سے پہلے منیٰ چلی جائیں، تاکہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے نکل جائیں، وہ بھاری جسم کی عورت تھیں، آپ نے انھیں اجازت دیدی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹنے سے قبل روانہ ہو گئیں، ہم صبح تک رکے رہے اور آپ کے ساتھ لوٹے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اگر میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیتی اور آپ کی اجازت سے چلی جاتی تو یہ میرے لیے اس سے بہتر تھا جس سے میں خوش ہو رہی تھی۔

۳۰۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ سَوْدَةُ امْرَأَةً ضَخْمَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُفِيضَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ فَأَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَيْتَنِي كُنْتُ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ بھاری بدن کی عورت تھیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات ہی کو مزدلفہ سے واپس چلے جانے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ کاش میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزدلفہ سے امام کے ساتھ ہی واپس جایا کرتی تھیں۔

سَوْدَةُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تُفِيضُ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ۔

۳۰۱۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَأُصَلِّي الصُّبْحَ بِمِنًى فَأَرْمِي الْجَمْرَةَ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ النَّاسُ فَقِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ اسْتَأْذَنَتْهُ قَالَتْ نَعَمْ إِنَّهَا كَانَتِ امْرَأَةً ثَقِيلَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَ لَهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیتی اور صبح کی نماز منیٰ میں پڑھتی اور لوگوں کے آنے سے پہلے جمرہ میں کنکریاں مار لیتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا، کیا حضرت سودہ نے اجازت لے لی تھی، انھوں نے کہا ہاں وہ ایک بھاری بدن کی عورت تھیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اور آپ نے اجازت دے دی۔

۳۰۱۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۳۰۱۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ مَوْلٰى أَسْمَاءَ قَالَ قَالَتْ لِي أَسْمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَهِيَ عِنْدَ دَارِ الْمُزْدَلِفَةِ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتِ ارْحَلْ بِي فَارْتَحَلْنَا حَتّٰى رَمَتِ الْجَمْرَةَ ثُمَّ صَلَّتْ فِي مَنْزِلِهَا فَقُلْتُ لَهَا أَيْ هَنْتَاهُ لَقَدْ غَلَّسْنَا قَالَتْ كَلَّا أَيْ بُنَيَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ۔

حضرت اسماء کے غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا درآں حالیکہ وہ دار مزدلفہ کے نزدیک تھیں، کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا نہیں! انھوں نے کچھ دیر نماز پڑھی پھر دریافت کیا بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا جی! انھوں نے کہا میرے ساتھ چلو! پھر ہم ان کے ساتھ گئے حتیٰ کہ اسماء نے جمرہ کی رمی کی، پھر اپنی جائے قیام پر نماز پڑھی۔ میں نے کہا بیگم صاحبہ! ہم بہت جلد روانہ ہو گئے ہیں؟ انھوں نے کہا اے بیٹے کوئی حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جلد روانہ ہونے کی اجازت دی ہے۔

٣٠١٩ - حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ لَا أَيْ بُنَيَّ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِظُعُنِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت اسماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کو سفر کی اجازت دی تھی۔

٣٠٢٠ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ ابْنَ شَوَّالٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِهَا مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

ابن شوال کہتے ہیں کہ وہ حضرت ام حبیبہ کے پاس گئے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رات ہی کو مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا۔

٣٠٢١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ شَوَّالٍ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُغَلِّسُ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مِنًى وَفِي رِوَايَةِ النَّاقِدِ نُغَلِّسُ مِنْ مُزْدَلِفَةَ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ہمیشہ منہ اندھیرے مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو جاتے تھے۔

٣٠٢٢ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ أَوْ قَالَ فِي الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ضعیف لوگوں کو رات میں مزدلفہ سے پہلے روانہ کر دیا تھا ان میں میں بھی تھا۔

٣٠٢٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے جن ضعیف لوگوں کو پہلے روانہ کر دیا تھا میں بھی ان میں تھا۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ۔

۳۰۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ فِيمَنْ قَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے جن ضعیف لوگوں کو پہلے بھیجا تھا میں بھی ان میں تھا۔

۳۰۲۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ بِي نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَحَرٍ مِنْ جَمْعٍ فِي ثَقَلِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أَبَلَغَكَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ بِي بِلَيْلٍ طَوِيلٍ قَالَ لَا إِلَّا كَذٰلِكَ بِسَحَرٍ قُلْتُ لَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ وَأَيْنَ صَلَّى الْفَجْرَ قَالَ لَا إِلَّا كَذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت مزدلفہ سے مجھے اپنے سامان کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ ابن جریج نے عطاء سے کہا کیا حضرت ابن عباس نے یہ کہا تھا کہ مجھے رات کو بہت پہلے روانہ کر دیا تھا۔ عطاء نے کہا نہیں بلکہ یہ کہا تھا کہ صبح کے وقت بھیج دیا۔ ابن جریج کہتے ہیں پھر میں نے کہا کہ کیا حضرت ابن عباس نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم نے فجر سے پہلے جمرہ کو کنکریاں ماریں تو فجر کی نماز کہاں پڑھی؟ انھوں نے کہا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا۔

۳۰۲۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُونَ اللّٰهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَدْفَعُونَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے ضعیف لوگوں کو پہلے روانہ کر دیا کرتے تھے اور وہ مزدلفہ میں رات ہی کو مشعر حرام پر وقوف کرتے تھے اور جتنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے وقوف اور اس کی روانگی سے پہلے روانہ ہو جاتے تھے، ان میں سے بعض لوگ صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچتے اور بعض اس کے بعد، جب وہ پہنچ جاتے تو اس وقت جمرہ کو کنکریاں مارتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ان ضعیفوں کو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَرْخَصَ فِيْ اُولٰٓئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔

مزدلفہ کے قیام میں امام شافعی اور دوسرے فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں ائمہ کا حج کرنے والے کے لیے مزدلفہ میں یوم نحر کی صبح تک رات گذارنے کے حکم میں اختلاف ہے، امام شافعی کا مذہب صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور اس کے ترک سے دم (قربانی) لازم ہے لیکن اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ فقہاء کوفہ اور محدثین کا بھی یہی نظریہ ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے ترک کرنے سے فضیلت جاتی رہے گی لیکن اس کو گناہ ہوگا نہ اس پر دم لازم آئیگا، یہ بھی امام شافعی کا ایک قول ہے اور ایک جماعت کا نظریہ ہے، ابراہیم نخعی، ابو عبدالرحمن اور امام ابوبکر بن خزیمہ شافعی کے نزدیک یہ فرض ہے اس کے ترک سے حج نہیں ہوتا اور عطاء اور اوزاعی کا نظریہ یہ ہے کہ اس رات مزدلفہ میں ٹھہرنا، رکن ہے، نہ واجب، سنت ہے نہ فضیلت بلکہ وہ ایک ٹھہرنے کی جگہ اور قیام گاہ ہے اس میں چاہے ٹھہرے چاہے نہ ٹھہرے اور یہ قول بالکل باطل ہے۔

اس میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے کہ مزدلفہ میں کتنی دیر ٹھہرنا واجب ہے، امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ رات کے نصف اخیر حصہ میں ایک ساعت (ایک گھنٹہ) ٹھہرنا واجب ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کے قریب ایک ساعت قیام واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ مزدلفہ میں گذارنا واجب ہے، امام مالک سے اس میں تین روایات ہیں، ایک یہ ہے کہ ساری رات قیام واجب ہے دوسرا یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ گذارنا واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے معمولی سا وقت گذارنا واجب ہے۔[۱]

مزدلفہ کے قیام میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ مزدلفہ میں رات گذارنا واجب ہے جس نے اس کو ترک کیا اس پر دم لازم آئے گا امام شافعی اور اصحاب الرائے کا بھی یہ نظریہ ہے اور علقمہ نخعی اور شعبی یہ کہتے ہیں کہ یہ قیام فرض ہے جس سے یہ رہ گیا اس کا حج فوت ہو گیا کیونکہ قرآن مجید میں ہے: فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ "جب تم عرفات سے روانہ ہو جاؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو" (مشعر حرام مزدلفہ میں ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری اس نماز میں آیا اور ہمارے روانہ ہونے تک (مزدلفہ میں) ٹھہرا جبکہ وہ اس سے پہلے رات یا دن میں وقوف عرفہ کر چکا ہو تو اس کا حج مکمل ہو گیا اور اس کی مشقت تمام ہو گئی۔[۲]

علامہ ابن قدامہ مزدلفہ میں رات گذارنے کے وجوب پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ
[۲] علامہ ابو محمد عبداللہ بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحج عرفة فمن جاء قبل ليلة فقد تم حجه "حج عرفہ (کا قیام) ہے جو (میدان عرفات میں) رات سے پہلے آ گیا اس کا حج پورا ہو گیا"۔ علقمہ اور نخعی نے جو قرآن مجید کی آیت اور حدیث نبوی پیش کی ہے تو اس پر اجماع ہے کہ آیت اور حدیث میں جس کا ذکر ہے وہ فرض نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے مزدلفہ میں رات گزاری اور مشعر حرام کے پاس ذکر نہیں کیا اور (صبح کی) نماز میں حاضر نہیں ہوا اس کا حج بالاتفاق ہو جائے گا اور اس لیے بھی کہ رات گزارنے کہ یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مشعر حرام کے پاس ذکر کرے اور صبح کی نماز میں حاضر ہو کیونکہ اگر وہ میدان عرفات سے اس رات کے آخر میں بھی مزدلفہ پہنچ جائے، تو اس کا حج ہو جائے گا اس لیے مشعر حرام پر ذکر کرنا اور صبح کی نماز میں حاضر ہونا حج کے ارکان اور فرائض میں سے نہیں ہیں، ان کو وجوب، استحباب یا محض فضیلت پر محمول کرنا چاہیے۔

قیام مزدلفہ کی مدت میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

مزدلفہ میں کتنی دیر ٹھہرنا چاہیے اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جو شخص مزدلفہ میں رات گزارے اس کے لیے آدھی رات سے پہلے روانہ ہونا جائز نہیں ہے اور اگر آدھی رات کے بعد گیا تو کوئی حرج نہیں، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مزدلفہ سے گزرا اور وہاں نہیں ٹھہرا تو اس پر دم (قربانی) ہے اور اگر ٹھہر گیا تو اس پر قربانی نہیں ہے خواہ جس وقت بھی روانہ ہو، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذوا عنی مناسککم "مجھ سے افعال حج کو سیکھو" اور آدھی رات کے بعد روانگی ان لوگوں کے لیے جائز کی گئی تھی جن کے لیے رخصت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے جن ضعیف لوگوں کو روانہ کیا تھا میں ان میں تھا، پس جو شخص آدھی رات سے پہلے مزدلفہ سے گیا اور رات میں واپس نہیں لوٹا اس پر دم ہے اور لوٹ آیا تو اس پر دم نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں رات گزارنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے یا اس طرح کہ رات سے صبح تک ٹھہرے پھر سفیدی پھیلنے تک رہے، البتہ کمزور لوگوں اور عورتوں کو پہلے بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2]

قیام مزدلفہ میں امام مالک کا نظریہ

قاضی ابن رشد مالکی نے افعال مزدلفہ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس میں اوزاعی، امام شافعی اور جمہور کا نظریہ ذکر کیا ہے بالخصوص امام مالک کا نظریہ بیان نہیں کیا، علامہ وشتانی مالکی نے قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے وہی نقل کیا ہے جس کو ہم پہلے علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں یعنی اس میں امام مالک کے تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ساری رات قیام واجب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رات کے ایک بڑے حصہ میں قیام واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ رات کے ایک معمولی حصہ میں قیام واجب ہے۔

قیام مزدلفہ میں احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے، فرض نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس کو بغیر عذر کے ترک کر دیا تو اس پر دم لازم آئے گا، اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۴۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام ”مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو“ اور اس سے فرضیت ثابت ہوتی ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ضعیف افراد کو رات میں روانہ کر دیا تھا اور اگر یہ رکن ہوتا تو آپ ایسا نہ کرتے اور اس آیت میں جن چیزوں کا ذکر ہے وہ بالاجماع فرض نہیں ہیں اور ہمارے وجوب پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص ہمارے ساتھ اس موقف میں ٹھہرا اور وہ اس سے پہلے عرفات میں قیام کر چکا ہو اس کا حج مکمل ہو گیا“ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کی تکمیل کو مزدلفہ میں ٹھہرنے پر موقوف کیا ہے اور یہ وجوب کی علامت ہے، البتہ اگر کسی شخص نے اس کو کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا بایں طور کہ اس کو ضعف یا کوئی بیماری لاحق تھی یا اس کے ساتھ کوئی عورت تھی جو بھیڑ سے گھبراتی تھی تو اس کو پہلے بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے[1]

امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں بعض مصنفین کا تسامح

علامہ ابوالحسن نے امام شافعی کی طرف منسوب کر کے یہ کہا ہے کہ ان کے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا رکن (فرض) ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم نے علامہ نووی شافعی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔

فرضیت کا قول، علقمہ، نخعی اور شعبی نے کیا ہے جس کا علامہ ابن قدامہ نے تفصیل سے جواب لکھا ہے، نیز قاضی ابن رشد علامہ ابن قدامہ، علامہ نووی، قاضی عیاض، علامہ وشتانی جن لوگوں نے بھی مذاہب اربعہ کا ذکر کیا ہے، سب نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مزدلفہ کا وقوف واجب ہے رکن نہیں ہے اور کتب شافعیہ، مہذب، شرح المہذب، وجیز، فتح العزیز، اور مغنی المحتاج وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک حج میں وقوف مزدلفہ واجب ہے رکن نہیں ہے۔

اور یہ امام شافعی کی اپنی تحریر ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا ان کے نزدیک فرض نہیں ہے واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آتا ہے، لکھتے ہیں:

وان ترک المزدلفۃ فلم ینزلھا ولم یدخلھا فیما بین نصف اللیل الاول الی صلوۃ الصبح افتدی وان دخلھا فی ساعۃ من ھذا الوقت فلا فدیۃ علیہ۔[2]

اگر اس نے مزدلفہ میں ٹھہرنے کو بالکل چھوڑ دیا اور رات کے نصف اول سے لے کر صبح کی نماز کے وقت تک اس میں بالکل داخل نہیں ہوا تو وہ فدیہ دے اور اگر اس وقت کی ایک ساعت میں بھی مزدلفہ میں داخل ہو گیا تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔

علامہ محمود بابرتی نے بھی اس تسامح کی تصریح کی ہے، لکھتے ہیں:

قال فی النھایۃ ونسبۃ ھذا القول الیہ سھو وقع من الکاتب لما انہ ذکر فی کتبھم ان الوقوف بالمزدلفۃ سنۃ۔[3]

صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ اس قول کی امام شافعی کی طرف نسبت سہو ہے جو کاتب کی غلطی ہے کیونکہ شوافع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا سنت ہے۔

---

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۳ھ

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی هامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب نہایہ کو بھی تسامح ہوا ہے کیونکہ کتب شافعیہ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ سنت ہے بلکہ اس کو واجب لکھا ہے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں:

هذا سهو فان كتبهم ناطقة بانه سنة۔[1]

صاحب ہدایہ کا وقوف مزدلفہ کو رکن (فرض) لکھنا ان کا سہو ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں تصریح ہے کہ یہ سنت ہے۔

لگتا ہے کہ علامہ ابن ہمام نے بھی شوافع کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی اور نہایہ میں یہ دیکھا کہ انھوں نے شوافع کے نزدیک وقوف مزدلفہ کو سنت لکھا ہے تو اسی کو لکھتے ہوئے کو نقل کر دیا حالانکہ اس مسئلہ میں صاحب ہدایہ سے امام شافعی کا مذہب نقل کرنے میں سہو ظاہر ہو گیا تھا کم از کم اس وقت انھیں شوافع کی اصل کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے تھا علامہ ابن ہمام ایسی شخصیت سے اس قسم کا تساہل بہت بعید ہے۔ خیال ہے کہ قیام مزدلفہ کو سنت قرار دینا شوافع کا ایک قول ہے ان کا مذہب نہیں ہے اور امام شافعی سے یہی تصریح ہے کہ یہ واجب ہے۔

بَابُ ۳۸۹ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ وَتَكُوْنُ مَكَّةُ عَنْ يَسَارِهٖ وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

بطن وادی سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا

۳۰۲۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ اُنَاسًا يَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هٰذَا وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ مَقَامُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطن وادی سے سات بار جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں وہ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے ان سے کہا گیا کہ لوگ تو جمرہ عقبہ کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں یہ اس کا مقام ہے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

۳۰۲۸ - وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ

اعمش کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف منبر پر خطبہ دیتے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۸۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

أَخْبَرَنِي ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ ابْنَ يُوسُفَ يَقُولُ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ أَلِّفُوا الْقُرْآنَ كَمَا أَلَّفَهُ جِبْرِيلُ السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ قَالَ فَلَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِهِ فَسَبَّهُ وَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَأَتَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ فَاسْتَعْرَضَهَا فَرَمَاهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ النَّاسَ يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ هٰذَا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ۔

ہوئے کہہ رہا تھا کہ قرآن کو اس طرح جمع کرو جس طرح جبرائیل نے جمع کیا ہے وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ سورت جس میں نساء کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ پھر میری ملاقات ابراہیم سے ہوئی، میں نے ان کو حجاج کے قول کی خبر دی، انھوں نے حجاج کو بڑا بھلا کہا اور کہا کہ مجھ سے عبد الرحمٰن بن یزید نے کہا کہ وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ جمرہ عقبہ پر گئے اور جمرہ عقبہ کے سامنے جمرہ عقبہ پر بطن وادی سے سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر اللہ اکبر پڑھتے تھے۔ عبد الرحمٰن کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن لوگ اس کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، یہی ان کے کنکریاں مارنے کی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

٣٠٢٩ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ لَا تَقُولُوا سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ۔

اعمش کہتے ہیں کہ حجاج نے کہا کہ سورہ بقرہ نہ کہو، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

٣٠٣٠ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ فَرَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِي

عبد الرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انھوں نے سات کنکریوں کے ساتھ جمرہ کی رمی کی، بیت اللہ کے دائیں جانب اور منیٰ کی بائیں جانب کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

۳۰۳۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلَمَّا أَتٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۳۰۳۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُحَيَّاةِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى أَبُو الْمُحَيَّاةِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ قِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ إِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَ الْجَمْرَةَ مِنْ فَوْقِ الْعَقَبَةِ قَالَ فَرَمَاهَا عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ مِنْ هٰهُنَا وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ رَمَاهَا الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ تو جمرہ عقبہ کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے بطن وادی سے کنکریاں ماریں اور کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اس جگہ سے انھوں نے کنکریاں ماری ہیں جن پر سورہ البقرہ نازل ہوئی ہے۔

کنکریاں مارنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرہ عقبہ میں یوم نحر کو کنکریاں ماری جاتی ہیں اور یہ امر اتفاقی ہے اور یہ واجب ہے اگر کسی شخص نے جمرہ عقبہ میں کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ ایام تشریق گزر گئے تو اس کا حج صحیح ہے اور اس پر دم لازم ہوگا، یہ امام شافعی اور جمہور کا قول ہے (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے) بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ رمی رکن (فرض) ہے، اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات کنکریاں مارنی چاہئیں اور یہ امر بھی اتفاقی ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وادی کے بطن (درمیان) سے کنکریاں مارنی چاہئیں۔ مستحب یہ ہے کہ کنکریاں مارنے والا نیچے وادی کے درمیان کھڑا ہو درآں حالیکہ منیٰ اس کی دائیں جانب ہو اور منیٰ بائیں جانب ہو، اور اس کا منہ عقبہ کی جانب ہو، پھر سات کنکریاں مارے، ہمارے مذہب میں یہی صحیح ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ وہ جس طرح بھی کنکریاں مار دے اس کا مارنا صحیح ہے خواہ جمرہ عقبہ کی طرف منہ ہو یا وہ اس کی دائیں جانب ہو یا بائیں جانب اور خواہ وادی کے اوپر سے کنکریاں مارے یا نیچے سے، جمرہ عقبہ کے علاوہ باقی کنکریوں کو اوپر سے مارنا مستحب ہے۔[1]

قرآن مجید میں سورتوں اور آیات کی ترتیب توقیفی ہے

حدیث نمبر ۳۰۲۸ میں ہے: حجاج بن یوسف نے کہا کہ قرآن مجید کی اس طرح تالیف کرو جس طرح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حضرت جبرائیل نے تالیف کی ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگر حجاج نے اس سے آیات کی تالیف کا ارادہ کیا ہے تو مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیات کی وہی تالیف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اور سورتوں میں اسی ترتیب کے ساتھ آیات جمع کی گئی ہیں اور اس وقت ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن مجید کے نسخے ہیں ان میں اسی ترتیب پر تالیف ہے اور اگر حجاج کی مراد سورتوں کی تالیف ہے کہ فلاں سورت مقدم ہے اور فلاں مؤخر ہے تو یہ قراء اور فقہاء کے اقوال سے ثابت ہے اور محققین نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ یہ ترتیب امت کے اجتہاد سے ہے اس میں توقیف نہیں ہے۔[1]

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس طرح آیات کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کرنے سے ہے اور آپ کی ہدایات کے مطابق آیات کو مرتب اور جمع کیا گیا ہے، اسی طرح سورتوں کی ترتیب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے ہے۔ اور دونوں کی ترتیب توقیفی ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں، علامہ مکی وغیرہ نے کہا ہے کہ سورتوں میں آیات وغیرہ کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے، چونکہ آپ نے سورہ توبہ کے اول میں بسم اللہ کو لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لیے اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ قاضی ابوبکر نے انتصار میں کہا ہے کہ آیات کی ترتیب واجب اور لازم ہے۔ حضرت جبرائیل بتاتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ رکھو، نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی نے برہان میں کہا ہے کہ سورتوں کی ترتیب اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں بھی اسی ترتیب پر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال جبرائیل کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا آپ نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ امام بیہقی نے مدخل میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی یہی ترتیب تھی سوائے سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کے۔ اور علامہ ابن الحصار کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب اور ان میں آیات کو رکھنا وحی سے تھا۔[2]

علامہ زرکشی کے نزدیک سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے۔[3]

بَابُ ۳۹: اِسْتِحْبَابِ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ رَاكِبًا وَبَيَانِ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَأْخُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ

یوم نحر کو سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کرنا۔

۳۰۳۳ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيْعًا عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سے جمرہ عقبہ کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان ج ۱ ص ۶۳-۶۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ۔

[3] علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۱ھ

قال ابن خشرم اخبرنا عیسی عن ابن جریج اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابرا رضی اللہ تعالی عنہ یقول رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم یرمی علی راحلته یوم النحر ویقول لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ۔

کنکریاں پھینک رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو، کیونکہ میں از خود نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میرا حج نہیں ہوگا۔

۳۰۳۴ ۔ وحدثنی سلمة بن شبیب حدثنا الحسن بن اعین حدثنا معقل عن زید بن ابی انیسة عن یحیی بن حصین عن جدته ام الحصین رضی اللہ تعالی عنہا قال سمعتها تقول حججت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم حجة الوداع فرایته حین رمی جمرة العقبة وانصرف وھو علی راحلته ومعه بلال واسامة احدھما یقود به راحلته والآخر رافع ثوبه علی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشمس قالت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولا کثیرا ثم سمعته یقول ان امر علیکم عبد مجدع حسبتها قالت اسود یقودکم بکتاب اللہ تعالی فاسمعوا له واطیعوا۔

حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں درآں حالیکہ آپ سواری پر سوار تھے، آپ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت اسامہ تھے، ان میں سے ایک سواری کی مہار پکڑ کر چل رہا تھا، اور دوسرے نے اپنے کپڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کیا ہوا تھا تاکہ آپ دھوپ سے محفوظ رہیں، حضرت ام حصین کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی باتیں فرمائیں، پھر میں نے سنا آپ فرمارہے تھے اگر ایک نکٹا حبشی غلام بھی کتاب اللہ سے تمہاری راہنمائی کرے تو اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

۳۰۳۵ ۔ وحدثنی احمد بن حنبل حدثنا محمد بن سلمة عن ابی عبد الرحیم عن زید بن ابی انیسة عن یحیی بن الحصین عن ام الحصین رضی اللہ تعالی عنہا قالت حججت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حجة الوداع فرایت اسامة وبلالا وھو

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کیا، میں نے حضرت اسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا، ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرا اپنے کپڑے کو اوپر اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھا تاکہ آپ گرمی سے محفوظ رہیں حتی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاَحَدُهُمَا اٰخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهٗ يَسْتُرُهٗ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ قَالَ مُسْلِمٌ وَاسْمُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحِيْمِ خَالِدُ بْنُ اَبِیْ يَزِيْدَ وَهُوَ خَالُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ رَوٰى عَنْهُ وَكِيْعٌ وَالْحَجَّاجُ الْاَعْوَرُ۔

کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

سوار ہو کر رمی کرنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جو شخص سوار ہو کر منیٰ پہنچے وہ جمرہ عقبہ پر سوار ہو کر کنکریاں مارے اور اگر اس نے پیادہ چل کر کنکریاں ماریں تو پھر بھی جائز ہے اور جو شخص یوم نحر کو پیدل چل کر منیٰ پہنچے وہ پیدل کنکریاں مارے، یہ حکم یوم نحر کا ہے۔ اور ایام تشریق کے پہلے دو دنوں کا حکم یہ ہے کہ تمام کنکریاں پیدل چل کر ماری جائیں، اور تیسرے دن سوار ہو کر کنکریاں مارے، اور اگر تمام کنکریاں پیدل چل کر ماریں پھر بھی جائز ہے امام مالک اور امام شافعی وغیرہ کا یہی مسلک ہے امام احمد بن حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ یوم نحر کو پیدل کنکریاں مارے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ جس حالت میں بھی کنکریاں مارے جائز ہے بشرطیکہ کنکریاں اپنی جگہ پر ماری ہوں۔[1]

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی نے لکھا ہے کہ اگر حج کرنے والے نے رمی (کنکریاں پھینکنا) سوار ہو کر کی پھر بھی جائز ہے، اور ہر ایسی رمی جس کے بعد رمی ہو اس میں افضل یہ ہے کہ پیدل رمی کرے ورنہ سوار ہو کر رمی کرے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کی وجہ

حدیث نمبر ۳۰۳۳ میں ہے کہ میں از خود نہیں جانتا، شاید اس حج کے بعد میرا حج نہیں ہوگا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں الوداع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ خبر دی ہے کہ اب آپ کی وفات قریب آگئی ہے، اور اس میں صحابہ کرام کو احکام سیکھنے پر برانگیختہ کیا ہے تاکہ صحابہ آپ کی رفاقت اور مصاحبت سے جس قدر زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہوں اٹھائیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے مطلع کر دیا تھا کہ اس سال آپ کی وفات ہونے والی ہے اور "لا ادری" سے آپ نے یہی واضح کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ہے میرا ذاتی علم نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اور عطائی تھا اور آپ کا کوئی وصف ذاتی نہیں تھا اس کے باوجود آپ نے خصوصیت کے ساتھ علم کے بارے میں فرمایا "لا ادری" میں اپنے آپ یا از خود نہیں جانتا اور اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ علم اور قدرت وہ ایسی صفتیں ہیں جن پر الوہیت کا مدار ہے تو آپ نے اپنی ذات سے علم کی اس لیے نفی کی، کہ کوئی شخص آپ کی وسعت علم کو دیکھ کر اس سے الوہیت کا دھوکا نہ کھائے۔ اس کی مکمل تفصیل اور بحث ہم نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر،

توضیح البیان میں لکھ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اکثری حکم ہے

حدیث نمبر ۳۰۳۴ اور ۳۰۳۵ میں ہے کہ منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت اسامہ یا حضرت بلال میں سے کسی نے ایک کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا تاکہ آپ کو دھوپ اور گرمی نہ لگے۔ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی ہے کہ ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر چادر تان کر دھوپ کی وجہ سے آپ پر سایہ کیا[1]۔ ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے خصائص و فضائل میں جو یہ مشہور ہے کہ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا یہ اکثری حکم ہے دائمی اور کلی حکم نہیں ہے۔

آپ کے اوپر کپڑے سے سایہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ محرم کے اوپر کپڑے وغیرہ سے سایہ کرنا جائز ہے خواہ وہ سوار ہو یا پیادہ، احناف اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی محرم نے اپنے سر پر دھوپ کی وجہ سے کپڑے سے سایہ کیا تو اس پر فدیہ لازم آئے گا، امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ فدیہ نہیں ہے، نیز تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ چھت یا خیمہ کے سائے میں محرم کا بیٹھنا جائز ہے۔

سیاہ فام نکٹے غلام کی اطاعت کی بحث

حدیث نمبر ۳۰۳۲ میں ہے کہ اگر ناک کٹا سیاہ فام غلام بھی کتاب اللہ سے تمہاری رہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ناک کٹے اور سیاہ غلام کو ذکر کرنے سے اس کی خساست پر تنبیہ کرنا مقصود ہے، کیونکہ عرف میں غلام کو خسیس سمجھا جاتا ہے، اور سیاہی اور نکٹے ہونے کی وجہ سے اس کی خساست اور بڑھ جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ خواہ اس کا سر انگور جتنا ہو اور یہ انتہائی خست ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ خواہ وہ کتنا ہی خسیس ہو جب تک وہ کتاب اللہ کے احکام کی دعوت دے اس کی اطاعت لازم ہے، اور جماعت سے خروج نہیں کرنا چاہیے البتہ اگر ان میں کوئی شرعی برائی پائی جائے تو اس کی اصلاح کے لیے نصیحت کرنی چاہیے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ خلیفہ کے لیے قریشی ہونے کی شرط ہے تو پھر غلام شخص کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے، اس کے تین جواب ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد سلطان ہے خلیفہ نہیں ہے، خلیفہ اور سلطان میں فرق یہ ہے کہ خلیفہ تمام عالم اسلام کا حکمران ہوتا ہے اور سلطان کسی ایک ملک کا حکمران ہوتا ہے اور قریشی وغیرہ کی شرط خلیفہ کے لیے ہے سلطان کے لیے نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد خلیفہ نہیں ہے بلکہ خلیفہ یا سلطان کے مقرر کیے ہوئے حکام ہیں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلبہ سے حکومت پر قبضہ کرے تو اس کے احکام نافذ ہو جائیں گے اور اس کی اطاعت واجب ہوگی اور مسلمانوں کی جماعت اور وحدت کو نہیں توڑا جائے گا۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ مطبوعہ اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

بَابُ ۳۹۱ اِسْتِحْبَابِ كَوْنِ حَصَى الْجِمَارِ بِقَدْرِ حَصَى الْخَذْفِ

۳۰۳۶ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ.

ٹھیکری کے برابر کنکریاں مارنے کا استحباب

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیکری کے برابر جمرہ پر کنکریاں ماریں۔

بَابُ ۳۹۲ بَيَانِ وَقْتِ اِسْتِحْبَابِ الرَّمْيِ

۳۰۳۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ وَابْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَاَمَّا بَعْدُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ.

کنکریاں مارنے کا مستحب وقت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے وقت جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماریں اور بعد کے دنوں میں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔

۳۰۳۸ - وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح (رمی کرتے) تھے۔

ف: کنکریاں مارنے کے بارے میں جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ یوم النحر کو دن چڑھے کنکریاں ماری جائیں، ایام تشریق میں زوال کے بعد اور اگر تیسرے دن زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تب بھی تمام ائمہ کے نزدیک درست ہے۔ اور اگر ایام تشریق گزر گئے اور غروب آفتاب تک کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے بعد کنکریاں نہیں مار سکتا اور اس کی تلافی دم (قربانی) کے ذریعہ کی جائے گی۔

بَابُ ۳۹۳ بَيَانِ اَنَّ حَصَى الْجِمَارِ سَبْعٌ

سات کنکریاں مارنے کا بیان

۳۰۳۹ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

حدثنا الحسن بن أعين حدثنا معقل وهو ابن عبيد الله الجزري عن أبي الزبير عن جابر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الاستجمار تو ورمي الجمار تو والسعي بين الصفا والمروة تو والطواف تو وإذا استجمر أحدكم فليستجمر بتو.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈھیلے سے استنجا طاق مرتبہ کرنا چاہیے اور جمرات کی کنکریاں بھی طاق مرتبہ ہیں اور صفا اور مروہ میں سعی بھی طاق مرتبہ ہے اور طواف بھی طاق مرتبہ ہے اور جو شخص استنجا کرے تو وہ طاق مرتبہ کرے۔

باب ۳۹۲ تفضيل الحلق على التقصير وجواز التقصير

سر منڈانا، بال کٹانے سے افضل ہے

۳۰۴۰ - وحدثنا يحيى بن يحيى ومحمد بن رمح قالا أخبرنا الليث ح وحدثنا قتيبة حدثنا ليث عن نافع أن عبد الله قال حلق رسول الله صلى الله عليه وسلم وحلق طائفة من أصحابه وقصر بعضهم قال عبد الله إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رحم الله المحلقين مرة أو مرتين ثم قال والمقصرين.

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوایا اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی سر منڈوایا اور آپ کے بعض اصحاب نے بال کتروائے، حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار فرمایا اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے، پھر فرمایا اور بال کتروانے والوں پر۔

۳۰۴۱ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اللهم ارحم المحلقين قالوا والمقصرين يا رسول الله قال اللهم ارحم المحلقين قالوا والمقصرين يا رسول الله قال والمقصرين.

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کتروانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کتروانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا اور بال کتروانے والوں پر۔

۳۰۴۲ - أخبرنا أبو إسحق إبراهيم بن محمد بن سفيان عن مسلم بن الحجاج حدثنا ابن نمير حدثنا أبي حدثنا عبيد الله

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

أَبُو عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ۔

اور بال کتروانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ اور بال کتروانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اور بال کتروانے والوں پر، آپ نے فرمایا: اور بال کتروانے والوں پر۔

۳۰۴۳ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں آپ نے چوتھی بار فرمایا اور بال کتروانے والوں پر بھی۔

۳۰۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِينَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا اور بال کٹانے والوں کے لیے۔

۳۰۴۵ - وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ جَدَّتِهِ أَنَّهَا سَمِعَتِ

یحییٰ بن حصین کی دادی بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تین بار سر منڈانے والوں کے لیے دعا کی، اور ایک بار بال کٹانے والوں کے لیے دعا کی۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِيْنَ ثَلَاثًا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ مَرَّةً وَاحِدَةً وَلَمْ يَقُلْ وَكِيْعٌ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

۳۰۴۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمٰعِيْلَ كِلَاهُمَا عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَهٗ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مبارک منڈایا۔

حج میں سر منڈانے کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج میں سر منڈانا، بال کٹانے سے افضل ہے اور بال کٹانا بھی جائز ہے امام شافعی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سر منڈانا یا بال کٹانا حج اور عمرہ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس کے بغیر حج یا عمرہ ادا نہیں ہوتا، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ سر منڈانا خوشبو اور لباس کی طرح حلال ہونے کا ایک طریقہ ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حج کی عبادات میں سے ایک عبادت ہے[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا سر منڈانا یا بال کٹوانا حج کی ایک ایسی عبادت ہے جو واجب ہے یا نہیں؟ امام مالک کہتے ہیں کہ سر منڈانا حج اور عمرہ کرنے والے کی عبادت ہے اور یہ بال کٹوانے سے افضل ہے، اور جس شخص سے حج فوت ہو جائے یا وہ دشمن، مرض یا کسی اور وجہ سے حج نہ کر سکے تو اس پر سر منڈانا واجب ہے۔ لیکن فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مُحْصَرْ (جو کسی عذر لاحق ہونے کی وجہ سے حج نہ کر سکے) پر سر منڈانا واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اس پر نہ سر منڈانا واجب ہے نہ بال کٹانا، خلاصہ یہ ہے کہ جو سر منڈانے یا بال کٹانے کو واجب قرار دیتا ہے وہ اس کے ترک کی وجہ سے دم (قربانی) لازم کرتا ہے۔ اور جو اس کو حج میں واجب نہیں کہتا وہ دم بھی لازم نہیں کرتا[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ سر منڈانا اور بال کٹانا امام احمد بن حنبل کے نزدیک حج اور عمرہ کی ایک عبادت ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ حج کی عبادت نہیں ہے بلکہ یہ ان چیزوں سے حلال ہونے کا ایک طریقہ ہے جو احرام کی وجہ سے حرام ہو گئی تھیں۔ پس یہ لباس اور خوشبو کی مانند ہے اور اس روایت کی بناء پر جو شخص سر منڈانے یا بال کٹانے کا تارک ہو اس پر کوئی فدیہ یا تاوان نہیں ہے اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،

[2] قاضی ابوالولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

"حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم آؤ تو جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کرلیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرلی وہ حلال ہوگیا ماسوا اس شخص کے جس کے پاس ہدی ہو" امام احمد بن حنبل کا پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے کا حکم دیا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، اور بال کٹائے اور حلال ہوجائے" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اپنے احرام کو بیت اللہ کے طواف سے حلال کرو اور بال کٹاؤ" ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال کٹانے کا حکم دیا ہے اور حکم وجوب کا مقتضی ہے اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کے وصف میں سر منڈانا اور بال کٹوانا بیان کیا ہے۔ محلقین رءوسکم و مقصرین (الفتح: ۲۷) درآں حالیکہ وہ سر منڈانے والے ہیں اور بال کٹانے والے ہیں" اور اگر یہ حج کرنے والوں کا وصف نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کی یہ صفت بیان نہ کرتا، جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننے اور شکار کرنے کے ساتھ حج کرنے والوں کی صفت بیان نہیں کی اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے تین بار رحمت کی دعا کی اور بال کٹوانے والوں کے لیے ایک بار رحمت کی دعا کی اور اگر یہ حج کی عبادات میں شامل نہ ہوتا تو دوسرے مباح کاموں (مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہننا خوشبو لگانا شکار کرنا وغیرہ) کی طرح اس کی بھی کوئی فضیلت نہ ہوتی اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام اصحاب نے اپنے تمام حج اور عمروں میں سر منڈایا یا بال کٹائے ہیں اور ان کا کوئی حج اور عمرہ اس سے خالی نہیں ہے اگر یہ حج کی عبادت نہ ہوتا تو وہ اس پر کبھی دوام نہ کرتے بلکہ کرتے ہی نہیں، کیونکہ یہ ان کی عادت اور معمول تھا نہ اس میں فی نفسہٖ کوئی فضیلت تھی کہ یہ کہا جاتا کہ یہ فعل انہوں نے اپنی عادت اور معمول کے مطابق کیا تھا یا کسی فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے کیا تھا اور آپ نے حلال ہونے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اہل عرب میں مشہور تھا کہ سر منڈانے یا بال کٹانے سے حج کرنے والا حلال ہوجاتا ہے[۱]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ حج میں سر منڈانا یا بال کٹانا ہمارے نزدیک واجب ہے جب اس کے سر پر بال ہوں تو وہ سر منڈائے یا بال کٹائے بغیر حلال نہیں ہوسکتا اور امام شافعی کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اور ان کے نزدیک حج کرنے والا کنکریاں مارنے سے اور عمرہ کرنے والا صفا اور مروہ کی سعی سے حلال ہوجاتا ہے، انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرفات میں خطبہ دیا اور افعال حج کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب تم منیٰ میں آؤ تو جس شخص نے جمرہ کی رمی کرلی تو عورتوں اور خوشبو کے سوا اس پر ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو حج میں حرام ہوئی تھی اور بیت اللہ کے طواف (زیارت) کے بعد وہ بھی حلال ہوجائے گی، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ثم لیقضوا تفثہم (حج: ۲۹) "پھر وہ اپنا میل کچیل دور کرلیں" اور حضرت ابن عمر اور اہل تاویل کا قول یہ ہے کہ سر منڈانا، ناخن کٹانا اور مونچھیں تراشنا، میل کو دور کرنا ہے، کیونکہ لغت میں تفث میل کو کہتے ہیں۔ میلی کچیلی عورت کو امرأۃ تفثۃ کہتے ہیں نیز قرآن مجید میں ہے لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ اٰمنین محلقین رءوسکم و مقصرین۔ (فتح: ۲۷) "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کردیا تم انشاء اللہ ضرور امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوگے درآں حالیکہ تم سر منڈانے والے ہوگے

---

[۱] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۲۴، ۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

یا بال کٹانے والے ،، اس آیت میں لتدخلن - صورۃً خبر کا صیغہ ہے اور امر کے معنی میں ہے یعنی مسجد حرام میں انشاء اللہ امن کے ساتھ سر منڈاتے ہوئے اور بال کٹاتے ہوئے داخل ہو ، پس اس آیت میں سر منڈاتے یا بال کٹاتے کی صفت کے ساتھ داخل ہونے کا حکم ہے اور مطلق امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے پس سر منڈانے یا بال کٹانے کی صفت واجب قرار پائی ، ہر چند کہ یہ آیت خبر اور وعدہ الٰہی کی صورت میں نازل ہوئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی خبر دی ہے اور جس کا وعدہ فرمایا ہے اس کا وقوع یقینی ہے اس لیے انشاء اللہ کا کلمہ بر سبیل تبرک ہے اور سر منڈانے اور بال کٹانے میں سے ایک چیز واجب ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ دونوں واجب نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے تین بار رحمت کی دعا کی ہے اس لیے سر منڈانا افضل ہے اور اس لیے بھی کہ آپ نے سر منڈایا ہے اور اس میں زیادہ تذلل ہے اور بال کاٹنے کا معنی مکمل طور پر سر منڈانے میں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو قول شافعیہ نے نقل کیا ہے اس میں سر منڈانے یا بال کٹانے کا معنی تقدیراً مراد ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے جمرہ میں کنکریاں ماریں اور سر منڈایا یا بال کٹائے تو وہ حلال ہو گیا حضرت عمر کے اس قول کی یہ تاویل اس لیے واجب ہے تاکہ وہ کتاب اللہ کے موافق ہو جائے۔

یہ تمام بحث اس صورت میں ہے جب اس کے سر پر بال ہوں اور اگر اس کے سر پر بال نہ ہوں تو اس کے سر پر استرا پھیر دیا جائے گا کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص یوم نحر کو آئے اور اس کے سر پر بال نہ ہوں تو اس کے سر پر استرا پھیر دیا جائے گا اس کے ثبوت میں حدیث مرفوع (فرمان رسالت مآب) بھی ہے اور اس لیے بھی کہ اگر چہ وہ سر منڈانے سے عاجز ہے لیکن سر منڈانے والوں کے ساتھ تشبہ سے تو عاجز نہیں ہے ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا اسی قوم میں شمار ہوتا ہے اور جس شخص نے سر منڈانے یا بال کٹانے کو ترک کر دیا اس پر دم (قربانی) واجب ہوگا۔

عورتوں کے سر منڈانے کا حکم

عورت کے لیے سر منڈانے کا حکم نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر حلق (سر منڈانا) نہیں ہے ان پر صرف تقصیر (بال کٹانا) ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ عورتوں کے حق میں سر منڈانا مثلہ ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی نے سر نہیں منڈایا ، البتہ انھوں نے بال کٹوائے ہیں ۔ عورتیں اپنے بالوں میں سے ایک پور کے برابر بال کاٹ دیں ، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عورتیں کس قدر بال کٹوائیں ، حضرت عمر نے پور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کے برابر۔[1]

علامہ کاسانی نے اس بحث میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے ۔ البتہ شوافع کا مذہب بیان کرنے میں علامہ کاسانی کو تسامح لاحق ہوا ہے امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سر منڈانا یا بال کٹانا حج کے ارکان میں سے ہے ، اس کو احرام کی ممنوعہ چیزوں سے باہر ہونے کا ذریعہ اور مباح قرار دینا ان کا مذہب نہیں ہے بلکہ ان سے ایک شاذ روایت ہے۔

سر منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ

سر منڈانے یا بال کٹانے کی کم سے کم مقدار امام شافعی کے نزدیک تین بال ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر ہے ، امام ابو یوسف کے نزدیک نصف سر ہے ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک سر کا اکثر حصہ ہے اور امام مالک سے ایک روایت پورے سر کی ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پورے

[1] - علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۱ - ۱۴۰ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ، ۱۴۰۰ھ

سر کو منڈانا یا پورے سر کے بال کٹوانا افضل ہے نیز بال کٹوانے میں افضل یہ ہے کہ ایک پورے کے برابر بال کٹوائے جائیں اگر اس سے بھی کم بال کٹوائے پھر بھی جائز ہے، نیز عورتوں کے حق میں بال کٹوانے کا حکم ہے ان کے حق میں سر کے بال منڈوانا مکروہ ہے اور کسی طریقہ سے بھی بالوں کو زائل کر دیا جائے تو وہ کٹوانے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔[1]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ تمام سر کے بالوں کو منڈوانا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محلقین رؤسکم اور راس تمام سر کو کہتے ہیں، اسی طرح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے سر کو منڈوایا۔ کیونکہ روایت ہے کہ آپ نے کنکریاں ماریں، پھر ذبح کیا، پھر آپ نے حجام کو بلایا اور دائیں جانب اشارہ کیا اس نے دائیں جانب مونڈ دی، اور آپ نے ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا پھر آپ نے بائیں جانب اشارہ کیا اس نے بائیں جانب مونڈ دی، آپ نے وہ بال ام سلیم کو دے دیئے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس دن ہمارا پہلا کام کنکریاں مارنا ہے پھر ذبح کرنا ہے اور پھر حلق (سر منڈانا) ہے اور مطلق حلق کا اطلاق تمام سر پر ہوگا اور اگر اس نے پورا سر نہیں منڈایا تو اگر چوتھائی سر سے کم منڈایا ہے تو جائز نہیں اور اگر چوتھائی سر منڈایا ہے تو جائز ہوگا لیکن مکروہ ہے، جواز کی وجہ یہ ہے کہ سر سے متعلق عبادات میں چوتھائی سر پورے سر کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے وضو میں سر کے مسح کا حکم ہے اور مکروہ اس لیے ہے کہ سنت یہ ہے کہ پورے سر کو مونڈا جائے اور سنت کا ترک کراہت ہے اور بال کٹوانے کی مقدار ایک پورا ہے جیسا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے، لیکن ہمارے اصحاب (حنفیہ) یہ کہتے ہیں ایک پورے سے زیادہ بال کٹوانے واجب ہیں کیونکہ تمام بالوں سے ایک پورا کاٹنا واجب ہے اور تمام بالوں کے سرے برابر نہیں ہیں اور جب بعض بال ایک پورا کاٹے جائیں گے تو چھوٹے بال ایک پورے سے کم کٹیں گے یا رہ جائیں گے اس لیے ایک پورے سے زیادہ بال کاٹے جائیں تاکہ وہ یقینی طور پر واجب کے ذمہ سے عہدہ برآ ہو جائے۔[2]

بَابُ ۳۱۹ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ يَوْمَ النَّحْرِ اَنْ يَّرْمِيَ ثُمَّ يَنْحَرَ ثُمَّ يَحْلِقَ وَالْاِبْتِدَاءِ فِي الْحَلْقِ بِالْجَانِبِ الْاَيْمَنِ مِنْ رَّاْسِ الْمَحْلُوْقِ

دائیں طرف سے سر منڈانے کو شروع کرنے کا بیان

۳۰۴۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مِنًى فَاَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَهٗ بِمِنًى وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ وَاَشَارَ اِلٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منیٰ آئے تو پہلے جمرۂ عقبہ پر گئے اور وہاں کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے وہاں قربانی کی اور حجام سے سر مونڈنے کو کہا اور اس کو دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا پھر بائیں جانب اشارہ کیا، پھر اپنے بال لوگوں کو عطا فرمائے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی، ۱۴۰۰ھ

جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ۔

۳۰۴۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ لِلْحَلَّاقِ هَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ هَكَذَا فَقَسَمَ شَعَرَهُ بَيْنَ مَنْ يَلِيهِ قَالَ ثُمَّ أَشَارَ إِلَى الْحَلَّاقِ إِلَى الْجَانِبِ الْأَيْسَرِ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَأَمَّا فِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ قَالَ فَبَدَأَ بِالشِّقِّ الْأَيْمَنِ فَوَزَّعَهُ الشَّعَرَةَ وَالشَّعَرَتَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ ثُمَّ قَالَ بِالْأَيْسَرِ فَصَنَعَ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ هَهُنَا أَبُو طَلْحَةَ فَدَفَعَهُ إِلَى أَبِي طَلْحَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے دائیں جانب اشارہ کر کے حجام سے کہا یہاں سے پھر جو لوگ آپ کے قریب تھے آپ نے ان میں بال مبارک تقسیم کر دیے، پھر آپ نے حجام کو بائیں جانب اشارہ کیا اس نے مونڈا اور وہ بال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیے، ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ نے دائیں جانب سے شروع کیا اور لوگوں میں ایک ایک دو دو بال تقسیم کیے، پھر بائیں جانب اشارہ کیا اور اس طرف بھی ایسا کیا (یعنی سر منڈایا) پھر فرمایا یہاں ابو طلحہ ہیں؟ اور وہ بال ابو طلحہ کو دے دیے۔

۳۰۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْبُدْنِ فَنَحَرَهَا وَالْحَجَّامُ جَالِسٌ وَقَالَ بِيَدِهِ عَنْ رَأْسِهِ فَحَلَقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَقَسَمَهُ فِيمَنْ يَلِيهِ ثُمَّ قَالَ احْلِقِ الشِّقَّ الْآخَرَ فَقَالَ أَيْنَ أَبُو طَلْحَةَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماریں، پھر اونٹوں کی طرف گئے اور ان کو نحر کیا، حجام بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اس نے دائیں جانب مونڈ دی، جو لوگ قریب بیٹھے تھے آپ نے ان میں وہ بال تقسیم کر دیے، پھر آپ نے فرمایا "دوسری جانب مونڈ دو" اور کہا ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ اور وہ بال ان کو دے دیے۔

۳۰۵۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَسَّانَ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا رَمَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ کی کنکریاں ماریں اور اونٹوں کو نحر کیا پھر حجام کے سامنے دائیں جانب کی اور اس نے (وہ جانب) مونڈ دی، پھر آپ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ بال دیے

حَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْاَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيَّ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْاَيْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَهُ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔

پھر آپ نے (اس کے سامنے) بائیں جانب کی اور فرمایا مونڈ دو اس نے (وہ جانب) مونڈ دی، پھر آپ نے وہ بال حضرت ابو طلحہ کو دیے اور فرمایا ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

یوم نحر کو افعال حج کی ترتیب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ مزدلفہ سے واپسی پر یوم نحر کو سنت یہ ہے کہ چار کام کیے جائیں پہلے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماری جائیں، پھر قربانی کو ذبح کیا جائے پھر سر منڈایا جائے یا بال کٹوائے جائیں، پھر مکہ جا کر طواف افاضہ کیا جائے اور اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی تھی تو پھر سعی کی جائے اور اگر پہلے سعی کر لی تھی تو دوبارہ سعی کرنا مکروہ ہے، ان چاروں کاموں کو ترتیب سے کرنا سنت ہے۔ اگر یہ کام ترتیب کے خلاف کر لیے تو مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا تب بھی جائز ہے جیسا کہ اس کے بعد احادیث میں آرہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افعل ولا حرج "کرو اور کوئی حرج نہیں ہے" نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ منیٰ آنے کے بعد جمرہ کی رمی کرنے سے پہلے کوئی کام نہ کرے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہدی کو نحر کرنا مستحب ہے اور یہ نحر منیٰ میں ہونا چاہیے اگرچہ تمام ارض حرم میں ذبح کرنا جائز ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سر منڈانا عبادت ہے اور وہ بال کٹانے سے افضل ہے اور یہ کہ سر منڈانے والے کے سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا افضل ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں ہیں کہ سر منڈانے والے کے سر کی بائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے، اور یہ ثابت ہوا کہ آدمی کے سر کے بال پاک ہیں ہمارے مذہب میں یہی صحیح ہے یہی جمہور علماء کا نظریہ ہے، نیز یہ ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے تبرک حاصل کرنا اور بطور برکت انھیں حفاظت سے رکھنا جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور بزرگ شخص کو اپنے متبعین اور مریدین میں ہدایا اور تبرکات کو تقسیم کرنا چاہیے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک مونڈے تھے اس کے نام میں اختلاف ہے، مشہور یہ ہے کہ اس کا نام معمر بن عبد اللہ عدوی ہے اور صحیح بخاری میں ہے اس کا نام معمر بن عبد اللہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام خراش بن امیہ بن ربیعہ کلیبی ہے۔[1]

علماء احناف کی موافقت حدیث

علامہ نووی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ کنکریاں مارنے ، ذبح ، سر منڈانے اور طواف افاضہ میں یہ ترتیب سنت ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے اور اگر کسی شخص نے سہواً یا خطاً ترتیب بدل دی تو آخرت میں اسے عذاب نہیں ہوگا لیکن دنیا میں اس پر دم (قربانی) لازم ہے اور افعل ولا حرج کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اس کی تفصیل اور تحقیق اس سے متعلق باب میں آئے گی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر منڈانے والے کے سر کی دائیں جانب سے سر مونڈنے کی ابتدا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

کی جائے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ بائیں جانب سے ابتداء کی جائے، اس سلسلہ میں بھی صحیح بات یہ ہے کہ احناف کا نظریہ بھی حدیث کے مطابق ہے اور امام اعظم نے حدیث کی طرف رجوع کر لیا ہے اس لیے علامہ نووی کا مرجوع عنہ قول کو امام اعظم کا مذہب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اس بحث میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے کہا ہے کہ سر مونڈنے والے کی دائیں جانب کا لحاظ کیا جائے نہ کہ سر منڈانے والے کی جانب کا، مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مونڈنے والے سے دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا "مونڈو" پھر بائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا، پھر لوگوں کو بال تقسیم کیے، علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح بات یہی ہے اگرچہ احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام کی موافقت میں ملتقط میں امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے: میں نے سر منڈایا تو سر مونڈنے والے نے میری تین غلطیاں نکالیں، جب میں بیٹھا تو اس نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرو۔ میں نے اس کی طرف بائیں جانب بڑھائی تو اس نے کہا دائیں جانب سے شروع کراؤ اور جب میں جانے لگا تو اس نے کہا اپنے بالوں کو دفن کر دو، پس میں نے لوٹ کر بال دفن کر دیے، اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم نے حجام کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا، (اور یہ امام اعظم کی انتہائی بے نفسی اور خدا خوفی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اس لیے صاحب لباب نے کہا ہے کہ یہی مختار ہے، شارح لباب نے کہا ہے کہ منسک ابن العجمی اور بحر میں بھی ایسا ہی ہے، اور صاحب نخبہ نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے، اور اصحاب حنفیہ سے امام ابوحنیفہ کا رجوع منقول ہے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تکریم کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک بال ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملا تھا، عبیدہ نے کہا اگر میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہوتا تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔[2] علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال رکھا ہوا تھا، وہ جب بھی کسی جنگ میں جاتے تو اس موئے مبارک کی برکت سے فتح اور نصرت حاصل کرتے۔ جنگ یمامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو وہ فوراً اس کی طرف جھپٹے ان کے ساتھیوں نے تعجب کیا کہ ایک ٹوپی کے لیے اتنا خطرہ مول لیا، حضرت خالد نے کہا میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا لیکن مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھ لگ جائے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہو۔[3]

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۰۔ ۲۴۹، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[2] امام ابوعبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے[1]۔

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک بال اپنے اصحاب میں اس لیے تقسیم کیے تاکہ آپ کے بعد صحابہ میں آپ کی برکت باقی رہے اور انھیں آپ کی یاد آتی رہے؛ اور اس سے آپ نے اپنی وفات کے قرب اور اپنی رفاقت کے زمانہ کے اختتام کی طرف اشارہ کیا اور ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری کو آپ نے اسی لیے بال تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ کی قبر مبارک انھوں نے ہی کھود کر لحد بنائی تھی[2]۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے اور حفاظت سے رکھنے کا ثبوت ہے، اور یہ مسئلہ ہے کہ اپنے اصحاب اور متعلقین کو ہدایا اور عطیات دے کر ان سے رابطہ اور حسن سلوک رکھنا چاہیے اور یہ کہ اس میں مساوات ضروری نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے کہا کہ آپ نے ان کو بال اس لیے تقسیم فرمائے تاکہ ان میں آپ کی برکت باقی رہے اور اس میں آپ کی وفات کے قرب کی طرف اشارہ ہے اور شاید اس لیے آپ نے حضرت ابوطلحہ کو بال تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ کی لحد انھوں نے ہی تیار کی تھی[3]۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی اور شارح المنتقی کے حوالوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں یہی لکھا ہے[4]۔

موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہے اور اگر وہ بال پانی میں گر جائے تو پانی بھی نجس ہو جاتا ہے اور علامہ مزنی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے انسان کے بال کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے اور ربیع جیزی نے لکھا ہے کہ امام شافعی لکھتے ہیں کہ بال کھال کے تابع ہے اگر کھال پاک ہے تو بال پاک ہے اور اگر کھال ناپاک ہے تو بال ناپاک ہے، اور ماوردی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، عطاء نے کہا ہے کہ انسان کے بال کی طہارت میں کلام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک مکرم اور معظم ہے اور اس بحث سے خارج ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ماوردی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، اس طرف

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۳، " " "

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[4] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۱ ص ۴۷۰، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۲ھ

اشارہ کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں ان کا کوئی اور قول بھی ہے۔ ہم اس قول سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں اور بعض شافعی علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی طہارت کے بارے میں دو صورتیں ہیں ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا خدشہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا رتبہ اس سے بہت بلند ہے اور آپ کے موئے اقدس کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے جبکہ آپ کے فضلات کو بھی طاہر قرار دیا گیا ہے تو بالوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ماوردی نے کہا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال تبرک کے لیے تقسیم کیے اور تبرک کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے" میں کہتا ہوں کہ یہ پہلے سے بھی بدتر بات ہے اور اکثر شافعیہ نے ایسا کہا ہے پھر انہوں نے کہا کہ جنہوں نے بال لیے وہ تھوڑی مقدار میں تھے اور تھوڑی مقدار معاف ہوتی ہے اور یہ سب سے بدترین بات ہے۔ ان لوگوں کی اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے اس نظریہ کو تقویت پہنچائیں کہ بنو آدم کے بال جسم سے الگ ہونے کے بعد ناپاک ہو جاتے ہیں اور جب اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تقسیم کرنے سے معارضہ کیا گیا تو انہوں نے یہ فاسد تاویلات کیں۔ صحیح بخاری کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور خون میں دو صورتیں ہیں اور زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ طاہر ہیں بعض علماء نے امام غزالی پر رد کیا ہے کیونکہ انہوں نے آپ کے فضلات کے نجس ہونے کا قول ذکر کیا ہے اور یہ غزالی کی بیہودہ گوئی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں بہت احادیث ہیں۔ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، ان میں ابو طیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں اور قریش کا ایک لڑکا ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، یہ روایات، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی، اور ابو نعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے آپ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا اور حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا کہ حضرت ام ایمن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا، اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ ابو رافع کی بیوی سلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے گرتے ہوئے پانی کو پی لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام کر دیا ہے، اور بعض علماء (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمام مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان چیزوں کے جن میں دلیل سے آپ کی خصوصیت ثابت ہے، میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہو جائیں اور یہ بات کوئی جاہل شخص ہی کہہ سکتا ہے کہاں آپ کا مرتبہ اور کہاں لوگوں کے مراتب، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ خصوصیت کی دلیل ہمیشہ نقل سے ثابت ہو کیونکہ اس قسم کی چیزوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے عقل کا بھی دخل ہے اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اگر یہ لوگ اس کے سوا کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں [1]۔

غالباً علامہ عینی کا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں دو رائیں قائم کیں اور ان سے عام لوگوں کے بالوں پر قیاس کر کے العیاذ باللہ نجس قرار دیا، یا ان لوگوں کی طرف ہے

[1] - علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات (پیشاب، خون، منی وغیرہ) کو عام لوگوں کے فضلات پر قیاس کر کے نجس قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اگرچہ یہ کہا ہے کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جمیع مکلفین کی مثل ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت نقل سے ثابت ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے ہیں اور ان کی خصوصیت کو نقل سے ثابت مانتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مصنف (امام بخاری) نے بال کی طہارت پر اس حدیث مرفوع (صحابہ میں آپ کا بالوں کو تقسیم فرمانا) سے استدلال کیا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مکرم ہے اس پر دوسرے بالوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ ابن منذر اور علامہ خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے نہیں ثابت ہوتی اور اصل عدم خصوصیت ہے۔ فقہاء شافعیہ نے کہا کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منی کو کپڑے سے کھرچ دیتی تھیں اس سے منی کی طہارت پر استدلال نہ کیا جائے کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور دوسروں کی منی کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم تمام مکلفین کی مانند ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہت زیادہ دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے، اس لیے اس چیز کی طرف التفات نہ کیا جائے جو بہت سے شافعی علماء کی کتابوں میں اس کے خلاف لکھی ہوئی ہے کیونکہ تمام ائمہ سے فضلات کی طہارت کا قول ثابت اور مقرر ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی کی ان عبارات پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یہ تبصرہ کیا ہے:

میری نظر میں امام ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کی وقعت ابتداءً امام بدر الدین محمود عینی شارح صحیح بخاری سے زیادہ تھی۔ فضلات شریفہ کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔ امام ابن حجر نے ابحاث محدثانہ لکھی ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے اخیر میں لکھا ہے کہ فضلات شریفہ کی طہارت ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ امام عینی نے بھی شرح بخاری میں اس بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ابحاث ہیں جو شخص طہارت کا قائل ہو اس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لیے میرے کان بہرے ہیں میں سنتا نہیں یہ لفظ ان کی کمال محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ ان کی وقعت بہت ہو گئی۔[2] (اعلیٰ حضرت کو اس تبصرے میں تسامح ہوا ہے یا اس تعبیر کو لکھنے میں ملفوظ کے مرتب سے سہو ہوا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

شیخ انور شاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے لیکن میرے پاس ان کی ائمہ سے کوئی نقل نہیں ہے الا یہ کہ المواہب اللدنیہ میں عینی کے حوالہ سے یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک آپ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۴ ص ۳۱، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۷۷ھ

کے فضلات طاہر ہیں لیکن مجھے یہ بات عینی میں نہیں ملی [1]

شیخ انور شاہ کشمیری اگر بغور عمدۃ القاری کا مطالعہ کرتے تو انھیں اس میں علامہ عینی کا یہ قول مل جاتا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک آپ کے فضلات طاہر ہیں، علامہ عینی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے مل کر جو وضوء کا پانی گرتا ہے اس کو امام ابو حنیفہ نجس نہیں کہتے وہ اس کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بعض شافعیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے یہ المواہب اللدنیہ میں بھی عینی کے حوالہ سے ہے اور علامہ بیری نے بھی اس کی شرح اشباہ میں تصریح کی ہے [3] (غالباً شیخ کاشمیری نے المواہب کا حوالہ یہیں سے دیا ہے۔ سعیدی)۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں ہمارے بہت سارے اصحاب حنفیہ کا یہ نظریہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام فضلات طاہر ہیں [4]

شیخ اشرف علی تھانوی نے پہلے نشر الطیب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں روایات ذکر کیں لیکن اپنی آخری تصنیف بوادر نوادر میں آپ کے فضلات کی طہارت کا رد کر دیا، لکھتے ہیں:

شرح الشفاء ملا علی قاری میں یہ بحث نظر سے گذری انھوں نے فصل نظافت جسم نبوی میں اس پر بہت مبسوط لکھا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بعض روایات کا تو ثبوت متعدد ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات ہیں شارح ہی کا یہ قول مذکور ہے لا ثبت وانا لا اعلم ، لا اشعر اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق یہ نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے روی ابن حبان ان سالم بن ابی الحجاج حجم صلی اللہ علیہ وسلم ثم ازدردہ ابتلعہ فقال اما علمت ان الدم کلہ حرام وفی روایۃ لا تعد فان الدم کلہ حرام۔
پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے [5] شبہ ۸ ربیع ۱۳۵۰ھ

شیخ اشرف علی تھانوی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون نگل لیا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمام خون حرام ہیں اور ایک روایت میں ہے، دوبارہ نہ پینا کیونکہ تمام خون حرام ہیں پس ثابت ہو گیا کہ آپ کے فضلات کی طہارت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حرمت طہارت کے خلاف یا نجاست کو مستلزم نہیں ہے، دیکھئے انسان کو کھانا حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ انسان کی حرمت کرامت کی بناء پر ہے نجاست کی بناء پر

---

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ،

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ،

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر نوادر ص ۲۴۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

نہیں ہے اسی طرح بلا اجازت دوسرے کا مال کھانا حرام ہے نجس نہیں ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ آپ کا اپنے خون کو حرام کہنا کرامت کی بناء پر ہے نجاست کی بناء پر نہیں ہے۔

فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے فضلات نگل لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی، امام محمد بن سعد نے اس باب میں سند متصل کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ بیت الخلاء جاتے ہیں اور میں وہاں کوئی نجاست نہیں دیکھتی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء (علیہم السلام) سے جو چیز نکلتی ہے اس کو زمین نگل لیتی ہے اور اس کی کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ یہ حدیث ہر چند کہ مشہور نہیں ہے لیکن اس حدیث کی بناء پر اہل علم نے آپ کے فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے (علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے شہرت کی نفی کی ہے صحت کی نفی نہیں کی اور ابن دحیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں قوی حدیث ہے)۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام ابونصر بن صباغ نے شامل میں کہا ہے کہ بعض علماء شافعیہ کا یہی قول ہے اور ابوبکر بن سابق مالکی نے کتاب البدیع میں اس مسئلہ میں علماء مالکیہ کے دو قول لکھے ہیں اور اس کی تائید یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ناپسندیدہ چیز یا بغیر خوشبو کے کوئی چیز نہیں نکلتی تھی، اس کی تائید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم سے کیا چیز نکلتی ہے تو میں نے اس میں کوئی چیز نہیں پائی، میں نے کہا کہ آپ کی زندگی اور موت پاکیزگی کے ساتھ ہے۔ اور آپ سے بہت اچھی خوشبو ظاہر ہوتی اس کی مثل ہم نے کبھی محسوس نہیں کی (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مراسیل ابوداؤد میں ہے) اس کی مثل حضرت ابوبکر کا قول ہے جب انہوں نے وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ روایت مسند بزار میں ہے) اور اسی سلسلے میں جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان کا آپ کا خون چوسنا اور آپ کا انہیں منع نہ کرنا ہے اور آپ کا انہیں یہ فرمانا کہ تمہیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیہقی اور طبرانی نے روایت کی ہے) اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فصد کے بعد آپ کا خون پی لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں لوگوں سے اور لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا۔ (اس میں حضرت ابن زبیر کی شہادت کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) اور ان کے پینے پر انکار نہیں فرمایا، اسی طرح روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں کبھی بیماری نہیں ہوگی (یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور دار قطنی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا ہے) جن لوگوں نے خون یا پیشاب پیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو منہ دھونے کا حکم دیا نہ دوبارہ پینے سے منع کیا، (غالباً منع کرنے کی روایت قاضی عیاض کی نظر سے نہیں گذری یا ان کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ سعیدی) اور یہ حدیث جس میں ایک عورت کے پیشاب پینے کا ذکر ہے، حدیث صحیح ہے اور امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کے راوی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں اور اس عورت کا نام برکہ ہے۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ام ایمن ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کی چارپائی کے نیچے رکھا رہتا تھا، آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ نے دیکھا کہ وہ خالی تھا، آپ نے برکہ سے پوچھا، انہوں نے کہا میں

رات کو لاعلمی میں پیاسی تھی میں نے اس کو لاعلمی میں پی لیا (اس حدیث کو ابن جریج، ابن حبان اور الحاکم نے ام ایمن سے روایت کیا ہے اور دار قطنی نے ام ایمن سے روایت کیا ہے۔ علی قاری) [۳]

باب ۳۹۶ جواز تقديم الذبح على الرمي و الحلق على الذبح و على الرمي و تقديم الطواف عليها كلها

کنکریاں مارنے، ذبح کرنے، سر منڈانے اور طواف کرنے کی ترتیب کا بیان

۳۰۵۲ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن ابن شهاب عن عيسى بن طلحة بن عبيد الله عن عبد الله ابن عمرو بن العاص قال وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع بمنى للناس يسألونه فجاء رجل فقال يا رسول الله لم اشعر فحلقت قبل ان انحر فقال اذبح و لا حرج ثم جاءه رجل اخر فقال يا رسول الله لم اشعر فنحرت قبل ان ارمي فقال ارم و لا حرج قال فما سئل رسول الله صلى الله عليه و سلم عن شيء قدم و لا اخر الا قال افعل و لا حرج

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں وقوف کیا تاکہ لوگ آکر آپ سے مسائل دریافت کریں، ایک شخص نے آکر کہا: یا رسول اللہ! میں نے لاعلمی میں ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا اب ذبح کر لو کوئی حرج نہیں ہے، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے لاعلمی میں کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی، آپ نے فرمایا اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں ہے، غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کی بھی تقدیم یا تاخیر کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کر لو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۵۳ - وحدثني حرملة بن يحيى اخبرنا ابن وهب اخبرني يونس عن ابن شهاب حدثني عيسى بن طلحة التيمي انه سمع عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما يقول وقف رسول الله صلى

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپ سے سوالات کرنے شروع کیے، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ مجھے پتا نہ

---

[۱] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ ص ۴۲ - ۴۱، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔
[۲] ایضاً۔ علامہ شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۳ - ۳۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[۳] ایضاً۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی ہامش النسیم ج ۱ ص ۳۶۳ - ۳۵۳

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَطَفِقَ نَاسٌ يَسْأَلُونَهُ فَيَقُولُ الْقَائِلُ مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَمْ أَكُنْ أَشْعُرُ أَنَّ الرَّمْيَ قَبْلَ النَّحْرِ فَنَحَرْتُ قَبْلَ الرَّمْيِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ وَطَفِقَ آخَرُ يَقُولُ إِنِّي لَمْ أَشْعُرْ أَنَّ النَّحْرَ قَبْلَ الْحَلْقِ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ فَيَقُولُ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سَمِعْتُهُ سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ أَمْرٍ مِمَّا يَنْسَى الْمَرْءُ وَيَجْهَلُ مِنْ تَقْدِيمِ بَعْضِ الْأُمُورِ قَبْلَ بَعْضٍ وَأَشْبَاهِهَا إِلَّا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلُوا ذٰلِكَ وَلَا حَرَجَ۔

تھا کہ کنکریاں قربانی سے پہلے ماری جاتی ہیں میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ مجھے پتا نہ تھا کہ قربانی سر منڈانے سے پہلے کی جاتی ہے میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے اب قربانی کر لو، لاعلمی یا نسیان کی بناء پر مقدم یا مؤخر کیے جانے والے جس کام کے بارے میں بھی آپ سے سوال کیا گیا ان سب کے بارے میں آپ نے یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے اب کر لو۔

۳۰۵۴۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِلَى آخِرِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۵۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَحْسِبُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَّ كَذَا وَكَذَا قَبْلَ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا لِهٰؤُلَاءِ الثَّلَاثِ قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہیں تھا کہ فلاں فلاں چیز، فلاں فلاں کام سے پہلے ہے، ایک اور شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ فلاں چیز فلاں چیز سے پہلے ہونی چاہیے آپ نے ان تینوں کے بارے میں فرمایا کر لو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۵۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى

ایک اور سند سے یہ روایت ہے مگر اس میں تین آدمیوں کا ذکر نہیں ہے یحییٰ اموی کی روایت میں یہ ہے

الأموي حدثني أبي جميعا عن ابن جريج بهذا الإسناد أما رواية ابن بكر فكرواية عيسى إلا قوله لهؤلاء الثلاث فإنه لم يذكر ذلك وأما يحيى الأموي ففي روايته حلقت قبل أن أنحر نحرت قبل أن أرمي وأشباه ذلك.

کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا یا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔

٣٠٥٧ - وحدثناه أبو بكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب قال أبو بكر حدثنا ابن عيينة عن الزهري عن عيسى بن طلحة عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال أتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل فقال حلقت قبل أن أذبح قال فاذبح ولا حرج قال ذبحت قبل أن أرمي قال ارم ولا حرج.

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کر لیا ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب ذبح کر لو، ایک اور شخص نے کہا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو۔

٣٠٥٨ - وحدثنا ابن أبي عمر وعبد بن حميد عن عبد الرزاق عن معمر عن الزهري بهذا الإسناد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم على ناقة بمنى فجاءه رجل بمعنى حديث ابن عيينة.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہیں، آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

٣٠٥٩ - وحدثني محمد بن عبد الله بن قهزاذ حدثنا علي بن الحسن عن عبد الله بن المبارك أخبرنا محمد بن أبي حفصة عن الزهري عن عيسى بن طلحة عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأتاه رجل يوم النحر وهو واقف عند الجمرة فقال يا رسول الله إني حلقت قبل أن أرمي فقال ارم ولا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم نحر کو جمرہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے، آپ نے فرمایا کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں، دوسرے شخص نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کنکریاں مار لو، تیسرے شخص نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف افاضہ کر لیا، آپ

حَرَجَ وَأَتَاهُ آخَرُ فَقَالَ إِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ وَأَتَاهُ آخَرُ فَقَالَ إِنِّي أَفَضْتُ إِلَى الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا رَأَيْتُهُ سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ افْعَلُوا وَلَا حَرَجَ۔

نے فرمایا اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کیا گیا آپ نے یہی فرمایا اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۶۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ فَقَالَ لَا حَرَجَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح، سر منڈانے اور کنکریاں مارنے کے بارے میں تقدیم وتاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر منڈانے کی ترتیب کے حکم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یوم نحر کے افعال یعنی کنکریاں مارنے، قربانی کرنے، سر منڈانے اور طواف افاضہ کی ترتیب سنت ہے، اگر اس نے ترتیب کے خلاف کر کے بعض افعال کو بعض پر مقدم کر دیا تو اس باب کی احادیث کی بناء پر جائز ہے امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ اگر سر منڈانے کو کنکریاں مارنے اور طواف پر مقدم کر دیا تو اس پر دم (قربانی) لازم آئے گا، امام ابوحنیفہ، امام مالک، سعید بن جبیر، حسن بصری، نخعی اور قتادہ کا بھی یہی نظریہ ہے اور حدیث شریف میں جو ہے افعل ولا حرج "اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں گناہ نہیں ہوگا۔ دنیا میں لزوم دم کی نفی نہیں ہے، ہم اس تاویل کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا حرج کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ مؤخر کو مقدم یا بالعکس کر دینے میں مطلقاً کوئی حرج نہیں ہے[1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ قربانی کے دن سنت یہ ہے کہ پہلے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماری جائیں پھر قربانی کی جائے پھر سر منڈایا جائے پھر طواف افاضہ کیا جائے، اگر اس نے ان چاروں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم کر دیا تو پہلے تین کی تقدیم اور تاخیر میں امام مالک کے نزدیک کوئی فدیہ واجب نہیں ہے، البتہ اگر اس نے سر منڈانے کو کنکریاں مارنے پر مقدم کر دیا تو اس پر فدیہ واجب ہے اور ابن ماجشون نے کہا ہے کہ اگر سر منڈانے کو قربانی پر مقدم کر دیا تب بھی فدیہ واجب ہے اور ہمارے نزدیک لا حرج کا معنی یہ ہے کہ تقدیم اور تاخیر میں گناہ نہیں ہے[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے لاعلمی سے جمرہ کی کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا وہ فدیہ دے۔ علامہ باجی کہتے ہیں کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جس نے لاعلمی سے جمرہ کی کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا تو اس پر فدیہ ہے، کیونکہ اس نے اپنے احرام سے حلال ہونے سے پہلے سر منڈا لیا، اور حلال ہونے کے لیے سب سے پہلے جمرہ میں کنکریاں ماری جاتی ہیں اور جب اس نے کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے لیے سر منڈانا جائز نہیں ہے۔[1]

احناف کا نظریہ اور ان کے دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ افعال حج کو ایک دوسرے پر مقدم کرنے کے حکم میں اختلاف ہے، جیسے سر منڈانے کو کنکریاں مارنے سے پہلے یا قربانی کو کنکریاں مارنے سے پہلے یا سر منڈانے کو قربانی سے پہلے کیا جائے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز فوت ہو گئی ہے اس کی تلافی قضا سے ہو جاتی ہے اور قضا کے ساتھ کوئی اور چیز لازم نہیں ہوتی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترتیب کے خلاف کرنے سے دم لازم آتا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: من قدم نسکا علی نسک فعلیہ دم، جس شخص نے حج کے ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کر دیا اس پر دم لازم ہے۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام ابویوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے لاعلمی میں قربانی سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، اب ذبح کر لو، ایک اور شخص نے کہا میں نے لاعلمی میں کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر دی، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو۔ اور اس دن جس چیز کے بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حرج نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس پر گناہ نہیں ہوگا اور حج فاسد نہیں ہوگا، یہ معنی نہیں ہے کہ اس پر کوئی جزاء اور فدیہ نہیں ہے کیونکہ کہنے والے نے یہ کہا ہے کہ میں نے لاعلمی سے یہ کام کیا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ کام کرنے کے بعد اس پر منکشف ہوا کہ یہ تقدیم یا تاخیر ممنوع تھی اسی وجہ سے اس نے سوال کرنے سے پہلے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے لاعلمی سے اس کو مقدم یا مؤخر کیا ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سائل نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے مخالف ہے اور اس نے یہ گمان کیا کہ یہ ترتیب متعین ہے تو اس نے عذر پیش کر کے یہ سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں حرج کی نفی کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ ترتیب کرنا اس پر متعین نہیں ہے بلکہ یہ ترتیب مسنون ہے نہ کہ واجب، حق یہ ہے کہ جس طرح یہ احتمال ہے اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ترتیب واجب ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا ہو۔ آپ نے صحابہ کو افعال حج سیکھنے کا حکم دیا اور جہل کی وجہ سے ان کو معذور قرار دیا، کیونکہ یہ فرضیت حج کا ابتدائی دور تھا، اور جب اس معاملے میں یہ دونوں احتمال موجود ہیں تو

---

[1] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۱، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۳۳۲ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

احتیاطاً ترتیب کے وجوب کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور اس سے امام ابوحنیفہ کی دلیل مضبوط ہوتی ہے اور ان کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے: من قدم نسكا على نسك فعليه دم۔ "جس نے حج کی ایک عبادت کو دوسری عبادت پر مقدم کر دیا اس پر دم ہے۔" بلکہ یہ ایک مستقل دلیل ہے، ہدایہ کے بعض نسخوں میں حضرت ابن مسعود کی جگہ حضرت ابن عباس کا ذکر ہے اور یہ زیادہ معروف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ذکر کی ہے ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق دما۔ "جو شخص اپنے حج میں کسی عبادت کو مقدم یا مؤخر کر دے وہ ایک قربانی دے۔" اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن مہاجر ہے جس کو ضعیف کہا گیا ہے۔ امام طحاوی نے یہ روایت ایک اور سند سے بیان کی ہے جس میں یہ ضعیف راوی نہیں ہے وہ سند یہ ہے: حدثنا ابن مرزوق حدثنا الخصيب حدثنا وهيب عن ايوب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس مثله۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان راویوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ "کوئی حرج نہیں ہے اب کر لو" اور یہ حدیث ان کے نزدیک اجازت اور اباحت پر محمول نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ انھوں نے جہل اور لاعلمی کی وجہ سے بعض عبادات کو مقدم یا مؤخر کر دیا تھا، آپ نے ان کو معذور قرار دیا اور حج کی عبادات سیکھنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر اس آیت سے بھی استدلال ہے: ومن كان منكم مريضا او به اذى من راسه ففدية "تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص بیماری کے عذر کی بنا پر اپنے وقت سے پہلے سر منڈا دے تو وہ فدیہ دے تو جب باوجود عذر کے وقت سے پہلے سر منڈانے پر فدیہ لازم آتا ہے تو وقت سے پہلے بلا عذر سر منڈانے پر تو بطریق اولیٰ فدیہ لازم آئے گا۔[1]

بَابُ اسْتِحْبَابِ طَوَافِ الْإِفَاضَةِ يَوْمَ النَّحْرِ[39]

قربانی کے دن طواف افاضہ کرنا

۳۰۶۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى قَالَ نَافِعٌ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفِيضُ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ بِمِنًى وَيَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن طواف افاضہ کیا، پھر لوٹ کر منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی قربانی کے دن طواف افاضہ کرتے تھے اور پھر منیٰ میں جا کر ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۴۰-۲۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

طواف زیارت کے احکام

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ طواف افاضہ (طواف زیارت) حج کے فرائض میں سے ہے اور اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قربانی کے دن کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنا مستحب ہے، اور اگر قربانی کے دن سے مؤخر کر کے اس کو ایام تشریق میں کیا جائے پھر بھی جائز ہے اور اس پر بالاجماع دم نہیں ہے اور اگر ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کیا تو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے، البتہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک زیادہ مؤخر کرنے سے دم لازم آتا ہے۔[1]

علامہ وشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ مقدمین سے ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کرنے سے دم لازم آتا ہے۔[2]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی نے بھی لکھا ہے کہ ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کرنے سے دم لازم آتا ہے۔[3]

بَابُ ۳۹۸ اسْتِحْبَابِ نُزُولِ الْمُحَصَّبِ يَوْمَ النَّفْرِ

وادی محصب میں اترنے کا استحباب

۳۰۶۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ مَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ۔

عبد العزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ اس سلسلے میں آپ کو جو احادیث یاد ہوں وہ سنائیے، حضرت انس نے کہا منیٰ میں، میں نے پوچھا آپ نے روانگی کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا وادی ابطح میں، پھر کہا تم وہی کرو جو تمہارے امراء کرتے ہیں۔

۳۰۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَنْزِلُونَ الْأَبْطَحَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وادی ابطح میں اترا کرتے تھے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۶-۴۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ ابوالحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

٣٠٦٤ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَرَى التَّحْصِيبَ سُنَّةً وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْحَصْبَةِ قَالَ نَافِعٌ قَدْ حَصَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وادی محصب میں جانے کو سنت خیال کرتے تھے، وہ قربانی کے دن ظہر کی نماز وادی محصب میں پڑھتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفاء وادی محصب میں جاتے تھے۔

٣٠٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ نُزُولُ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ إِذَا خَرَجَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وادی محصب میں جانا سنت (موکدہ) نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صرف اس لیے ٹھہرے تھے کہ مکہ جاتے وقت آپ کے لیے وہاں سے نکلنا آسان تھا۔

٣٠٦٦ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

٣٠٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ كَانُوا يَنْزِلُونَ الْأَبْطَحَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُ ذَلِكَ وَقَالَتْ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ كَانَ مَنْزِلًا أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ۔

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم وادی محصب میں اترتے تھے، عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ محصب میں نہیں جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صرف اس لیے ٹھہرے تھے کہ یہ مقام آپ کی واپسی کے وقت روانہ ہونے کے لیے زیادہ مناسب تھا۔

٣٠٦٨ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وادی محصب میں جانا کوئی حج کی مقررہ عبادت نہیں ہے، یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ٹھہرے تھے۔

٣٠٦٩ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ أَبُو رَافِعٍ لَمْ يَأْمُرْنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْزِلَ الْأَبْطَحَ حِينَ خَرَجَ مِنْ مِنًى وَلَكِنِّي جِئْتُ فَضَرَبْتُ فِيهِ قُبَّتَهُ فَجَاءَ فَنَزَلَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَةِ صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ وَكَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے گئے تو آپ نے مجھے وادی محصب میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا لیکن میں آیا اور میں نے وہاں خیمہ لگا دیا، آپ وہاں آکر ٹھہر گئے، ایک روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر مقرر تھے۔

٣٠٧٠ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ نَنْزِلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل انشاء اللہ ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے، جہاں کفار نے آپس میں کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

ف: محصب، ابطح، بطحاء اور خیف بنی کنانہ سب ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

٣٠٧١ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا درآں حالیکہ ہم منیٰ میں تھے کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں کافروں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں، قریش اور بنوکنانہ نے قسم کھائی کہ تم بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ

بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ وَذَٰلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَبَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي بِذَٰلِكَ الْمُحَصَّبَ.

اس وقت تک نکاح نہیں کریں گے، نہ خرید و فروخت کریں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں، اس جگہ سے آپ کی مراد وادی محصب تھی۔

۳۰۷۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْزِلُنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ إِذَا فَتَحَ اللَّهُ الْخَيْفُ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو انشاء اللہ ہم خیف میں ٹھہریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

بَابُ ۳۹۹ وُجُوبِ الْمَبِيتِ بِمِنًى لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَالتَّرْخِيصِ فِي تَرْكِهِ لِأَهْلِ السِّقَايَةِ

ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گزارنے کا حکم

۳۰۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں آب زمزم پلانے کے لیے مکہ میں قیام کی اجازت طلب کی، تو آپ نے اجازت دے دی۔

۳۰۷۴ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِيهِ

ایک اور سند سے حضرت ابن عمر سے یہ روایت منقول ہے۔

مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایامِ تشریق کے دوران منیٰ میں رات گزارنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ ایامِ تشریق کے دوران منیٰ میں رات گذارنے کا حکم ہے اور یہ چیز فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم واجب ہے یا سنت، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔ امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، حضرت ابن عباس، امام ابوحنیفہ اور حسن بصری کا بھی یہی نظریہ ہے جو فقہاء اس کو واجب قرار دیتے ہیں وہ اس کے ترک سے دم لازم کرتے ہیں اور جو فقہاء اس کو سنت کہتے ہیں ان کے نزدیک اس کے ترک سے دم لازم نہیں ہے، البتہ منیٰ میں رات گذارنا مستحب ہے اور اگر یہ واجب ہو تو کتنی دیر قیام کرنا چاہیے؟ اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ گذارنا چاہیے دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت گذارنا بھی کافی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آب زمزم پلانے والوں کے لیے اجازت ہے کہ وہ رات منیٰ میں نہ رہیں اور مکہ چلے جائیں تاکہ رات میں لوگوں کو پانی پلائیں، امام شافعی کے نزدیک یہ اجازت آل عباس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جن لوگوں کے پاس بھی آب زمزم پلانے کا منصب ہو اس کو یہ اجازت حاصل ہے[1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آب زمزم پلانا بنو عباس کا منصب ہے، ان کے پاس یہ منصب زمانہ جاہلیت سے تھا اور اسلام نے اس کو برقرار رکھا[2]

بَابُ فَضْلِ الْقِيَامِ بِالسِّقَايَةِ وَالثَّنَاءِ عَلَىٰ أَهْلِهَا وَاسْتِحْبَابِ الشُّرْبِ مِنْهَا

موسم حج میں مشروب پلانے کا استحباب۔

۳۰۷۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَأَتَاهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَالِي

عبد اللہ مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک دیہاتی نے آکر حضرت ابن عباس سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے چچازاد تو دودھ اور شہد پلاتے ہیں اور آپ نبیذ (کھجوروں کا پانی) پلاتے ہیں؟ اس کی وجہ غربت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

أَرَى بَنِي عَمِّكُمْ يَسْقُونَ الْعَسَلَ وَاللَّبَنَ وَأَنْتُمْ تَسْقُونَ النَّبِيذَ أَمِنْ حَاجَةٍ بِكُمْ أَوْ مِنْ بُخْلٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا بِنَا حَاجَةٌ وَلَا بُخْلٌ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَخَلْفَهُ أُسَامَةُ فَاسْتَسْقَى فَأَتَيْنَاهُ بِإِنَاءٍ مِنْ نَبِيذٍ فَشَرِبَ وَسَقَى فَضْلَهُ أُسَامَةَ وَقَالَ أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ كَذَا فَاصْنَعُوا فَلَا نُرِيدُ تَغْيِيرَ مَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے یا بخل؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا الحمد للہ ہم غریب ہیں نہ بخیل، اصل وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر آئے، در آں حالیکہ حضرت اسامہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا تو ہم نے آپ کو ایک برتن میں نبیذ پیش کیا، آپ نے نبیذ پیا اور جو بچا وہ حضرت اسامہ کو دے دیا، حضرت اسامہ نے آپ کا تبرک پیا۔ آپ نے فرمایا تم نے بہت اچھا اور خوب کام کیا ہے، ایسا ہی کیا کرو، حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو حکم دیا تھا اس میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔

نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم

کھجوروں یا منقی کو پانی میں ڈال کر پانی کو جوش دیا جائے جس سے پانی میں کھجوروں یا منقی کا ذائقہ پیدا ہو جائے اور مٹھاس آجائے تو اس کو نبیذ کہتے ہیں اس کا پینا جائز ہے اور کھجوریں یا منقی چند دن پانی میں پڑی رہیں اور پانی میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ پانی نشہ آور ہو جائے تو اس کا پینا حرام اور ناجائز ہے، اس کی پوری تفصیل، تحقیق اور بیان مذاہب کو ان شاء اللہ کتاب الاشربہ میں ذکر کیا جائیگا

بَابُ الصَّدَقَةِ بِلُحُومِ الْهَدَايَا وَجُلُودِهَا وَجِلَالِهَا وَلَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنْهَا شَيْئًا وَجَوَازِ الْاِسْتِنَابَةِ فِي الْقِيَامِ عَلَيْهَا

قربانی کے گوشت، کھال اور جھول کو صدقہ کرنے کا حکم

۳۰۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ أَتَصَدَّقَ بِلُحُومِهَا وَجُلُودِهَا وَأَجِلَّتِهَا وَأَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا قَالَ نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں پر کھڑا رہوں اور ان کے گوشت اور کھالوں اور جھولوں کو صدقہ کر دوں اور قصاب کی اجرت اس میں سے نہ دوں۔ حضرت علی نے فرمایا قصاب کی اجرت ہم اپنے پاس سے دیں گے۔

۳۰۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۳۰۷۸ ۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمَا أَجْرُ الْجَازِرِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے لیکن اس میں قصاب کی اجرت کا ذکر نہیں ہے۔

۳۰۷۹ ۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهِ وَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِيْنِ وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ قربانی کے اونٹوں پر کھڑے رہیں، اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے اونٹوں کے گوشت، کھالوں اور جھولوں کو مساکین میں تقسیم کر دیں اور اس میں سے قصائی کی اجرت نہ دیں۔

۳۰۸۰ ۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ مَالِكٍ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا حکم دیا۔

قربانی کرنے کے بعد ہدی کی کھال اور جھول وغیرہ کے حکم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں ہدی اور قربانی کی کھال اور اس کی کسی چیز کو بیچنا جائز نہیں ہے، نہ اس سے گھر میں کوئی نفع حاصل کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ قربانی نفلی ہو یا واجب، البتہ اگر قربانی نفلی ہو تو اس کی کھال کو پہننے وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور قصاب کو اس کی اجرت میں کھال دینا جائز نہیں ہے، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہدی کی کھال کو بیچنا جائز ہے اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے گا۔[1]

احناف کا نظریہ

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جس قربانی کا قربانی کرنے والے کے لیے کھانا جائز ہے اس کا ذبح کے بعد صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایک تہائی کا صدقہ کر دے اور جس قربانی کا اس کے لیے کھانا جائز نہیں ہے اس پر اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

قربانی کرنے والے کے لیے نفلی قربانی، تمتع اور قران کی قربانی سے کچھ کھانا مستحب ہے اور وہ اس میں سے غنی کو بھی کھلا سکتا ہے، اور جو قربانی اس پر کفارے یا نذر کی وجہ سے واجب ہوتی ہے اس میں سے اس کے لیے کھانا جائز نہیں ہے ـــــ قربانی کی جھول اور رسی کو صدقہ کر دے اور اس میں سے قصائی کو اجرت نہ دے۔[2]

نیز فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس سے ڈول یا جراب بنالے، قربانی کی کھال کے عوض ایسی چیز کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو بنفسہٖ استعمال ہو سکے جیسے ڈول یا جراب وغیرہ اور اس سے کوئی ایسی چیز نہ خریدے جس سے بنفسہٖ نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ اسے ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہے، جیسے گوشت اور غلہ وغیرہ، اگر کھال کو دراہم کے عوض بیچا تاکہ ان دراہم کو اپنے اور اپنے عیال پر خرچ کرے تو یہ ناجائز ہے اور گوشت بھی کھال کے حکم میں ہے۔[3]

قربانی کی کھال یا گوشت کو بیچنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

بَابُ جَوَازِ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ

اونٹ اور گائے کی قربانی میں اشتراک کا جواز

۳۰۸۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ کو سات آدمیوں کی طرف سے نحر کیا، اور گائے کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے دی۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۱۰ھ
[3] عالم گیری ج ۵ ص ۳۰۱ " " " "

عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

٣٠٨٢ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

٣٠٨٣ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحَرْنَا الْبَعِيْرَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کو نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ہی گائے کی قربانی کی۔

٣٠٨٤ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَيُشْتَرَكُ لَهُ فِي الْبَدَنَةِ مَا يُشْتَرَكُ لَهُ فِي الْجَزُوْرِ قَالَ مَا هِيَ إِلَّا مِنَ الْبُدْنِ وَحَضَرَ جَابِرٌ الْحُدَيْبِيَةَ قَالَ نَحَرْنَا يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ بَدَنَةً اشْتَرَكْنَا كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حج اور عمرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور سات سات آدمی ایک قربانی میں شریک ہو گئے تھے ایک شخص نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ جس طرح قربانی کے اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں، کیا اسی طرح بعد کے خریدے ہوئے اونٹ میں بھی شرکت جائز ہے۔ انھوں نے کہا کہ پہلے سے اور بعد میں خریدے ہوئے دونوں اونٹوں کا حکم ایک ہے۔ حضرت جابر حدیبیہ میں موجود تھے۔ حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے ستر اونٹ ذبح کیے اور ہر اونٹ میں سات آدمی شریک تھے۔

٣٠٨٥ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں احرام کھولنے

أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنْ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمَرَنَا إِذَا أَحْلَلْنَا أَنْ نُهْدِيَ وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ مِنَّا فِي الْهَدِيَّةِ وَذَلِكَ حِينَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا مِنْ حَجِّهِمْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

کے وقت قربانی کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا چند آدمیوں کی ایک جماعت ایک اونٹ یا ایک گائے میں شریک ہو جائے آپ نے یہ حکم اس وقت دیا تھا جب آپ نے انھیں حج کا احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔

۳۰۸۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَمَتَّعُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ فَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيهَا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا کرتے تھے اور ایک گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوتے تھے۔

۳۰۸۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

۳۰۸۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً فِي حَجَّتِهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی جانب سے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ کی طرف سے اپنے حج میں ایک گائے ذبح کی۔

قربانی کے جانوروں کے اشتراک میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ قربانی کے جانوروں کے اشتراک کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں میں اشتراک جائز ہے خواہ قربانی نفلی ہو یا واجب، خواہ سب نے عبادت کی نیت کی ہو۔

یا بعض کی نیت عبادت ہو اور بعض کی نیت گوشت کھانا ہو، امام احمد اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے اور داؤد ظاہری اور بعض مالکیہ کا یہ نظریہ ہے کہ نفلی قربانی میں اشتراک جائز ہے اور واجب میں اشتراک ناجائز ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ اشتراک مطلقاً جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر سب عبادت کی نیت کریں تو اشتراک جائز ہے ورنہ نہیں[1]۔

علامہ ابو الولید باجی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جو قربانی کسی فدیہ کی وجہ سے واجب ہو یا عام قربانی ہو، امام مالک کے نزدیک اس میں اشتراک جائز نہیں ہے، اور نفل قربانی کے بارے میں بھی امام مالک کا مشہور قول یہی ہے کہ جائز نہیں ہے، البتہ قاضی ابوالحسن سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ جائز ہے، امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک شخص کی ایک قربانی ہو وہ اس کو اپنی طرف سے ذبح کرے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے بھی ذبح کرے خواہ ان کی تعداد سات سے زیادہ ہو، لیکن ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ سات آدمی مل کر ایک قربانی خریدیں اور پھر اس کو ذبح کریں امام ابوحنیفہ کے نزدیک سات آدمی ہدی کا (جو قربانی فدیہ یا تمتع وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو) یا قربانی کی قیمت میں شریک ہو سکتے ہیں، جبکہ ان میں سے ہر ایک کی نیت عبادت ہو، خواہ ان میں سے ہر ایک کی نیت مختلف ہو مثلاً ایک کی نیت کسی شکار کی جزا ہو، دوسرے کی نیت کسی مرض کی وجہ سے جنایت کا فدیہ ہو تیسرے کی نیت نفل ہو، اور اگر ان میں سے کسی ایک کی نیت عبادت نہ ہو صرف گوشت کھانا ہو تو پھر اشتراک جائز نہیں ہے، امام زفر یہ کہتے ہیں کہ اس وقت تک اشتراک جائز نہیں ہے جب تک کہ جہت عبادت ایک نہ ہو، امام شافعی کہتے ہیں کہ ہر طرح اشتراک جائز ہے۔ اور اس پر ان سب کا اتفاق ہے کہ سات سے زیادہ میں اشتراک جائز نہیں ہے۔

اونٹ اور گائے میں سات آدمیوں کی شرکت کے عدم جواز پر مالکیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں کہ ہمارا ان ائمہ کے ساتھ دو چیزوں میں اختلاف ہے ایک یہ کہ ان کے نزدیک ایک جانور میں سات آدمیوں کا اشتراک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک ایک جانور سات آدمیوں سے زیادہ کی طرف سے نہیں ذبح کیا جا سکتا اور ہمارے نزدیک کیا جا سکتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبۃ۔ "جو جانور قتل کیا گیا اس کی مثل جزاء ہے دو متقی آدمی اس مثل کا فیصلہ کریں درآں حالیکہ وہ ہدی کعبہ میں پہنچنے والی ہو۔" اب اگر ہدی میں سات آدمی شریک ہوں تو اس ہدی کا ساتواں حصہ ($\frac{1}{7}$) اس جانور کی مثل کیسے ہو سکتا ہے جس کو اس نے قتل کیا تھا جس کی جزاء میں یہ اس ہدی کی قربانی کر رہا ہے کیونکہ وہ ایک مکمل جانور تھا اور $\frac{1}{7}$ جانور مکمل جانور کی مثل نہیں ہے اور قرآن مجید نے قتل ہونے والے جانور کی مثل کو واجب کیا ہے ساتویں حصہ کو واجب نہیں کیا[2] اس کا جواب یہ ہے کہ مثل سے مثل صوری مراد نہیں ہے بلکہ مثل معنوی مراد ہے اور اونٹ اور گائے کی قیمت کا ساتواں حصہ بکری کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۹۶، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت،

قیمت کے برابر ہے۔ اور بکری ایک مکمل جانور ہے۔ شریعت نے آسانی اور سہولت کے لیے مختلف نصاب مقرر کر دیئے ایک بکری بھی ہدی ہو سکتی ہے اور اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ بھی، اور یہ چیز بکثرت احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے اور مالکیہ کا مسلک ان تمام احادیث کے خلاف ہے۔ اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں مثل صوری مراد نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے گورخر (جنگلی گدھے) یا بارہ سنگھے کا شکار کیا تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کی جزاء میں وہ گورخر یا بارہ سنگھے کو ذبح نہیں کرے گا، بلکہ بکری گائے یا اونٹ ہی کو ذبح کریگا اور ان میں سے کسی ایک کی قربانی دے گا پس واضح ہو گیا کہ مثل صوری مراد نہیں ہے۔

بَابُ ۲۰۳ اِسْتِحْبَابِ نَحْرِ الْإِبِلِ قِيَامًا مَعْقُولَةً

۳۰۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ يَنْحَرُ بَدَنَتَهُ بَارِكَةً فَقَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اونٹ کے پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے نحر کرنے کا ثبوت

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے اور اسے دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا ہے، آپ نے فرمایا اس کو اٹھا کر کھڑا کر کے پیر باندھ کر نحر کرو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

بَابُ ۲۰۴ اِسْتِحْبَابِ بَعْثِ الْهَدْيِ إِلَى الْحَرَمِ لِمَنْ لَّا يُرِيْدُ الذِّهَابَ بِنَفْسِهٖ وَ اِسْتِحْبَابِ تَقْلِيْدِهٖ وَفَتْلِ الْقَلَائِدِ وَأَنَّ بَاعِثَهٗ لَا يَصِيْرُ مُحْرِمًا وَلَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ شَيْءٌ بِسَبَبِ ذٰلِكَ

۳۰۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَأَفْتِلُ

خود حرم میں نہ جانے والے کے لیے تقلید ہدی کا استحباب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قربانی کے جانور روانہ کر دیا کرتے تھے، اور میں ان جانوروں کے ہار خود بناتی تھی، (جانور بھیجنے کے بعد) آپ ان چیزوں سے نہیں پرہیز کرتے تھے جن سے محرم پرہیز کرتا ہے (یعنی اپنے آپ کو محرم نہیں قرار دیتے تھے)۔

قَلَائِدَ هَدْيِهِ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ.

۳۰۹۱ - وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيَّ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بناتی تھی۔

۳۰۹۳ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ ثُمَّ لَا يَعْتَزِلُ شَيْئًا وَلَا يَتْرُكُهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار بناتی تھی پھر آپ کسی چیز سے پرہیز کرتے تھے نہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے۔

۳۰۹۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلًّا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار بناتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کوہان کو چیر کر اور گلے میں ہار ڈال کر ان کو بیت اللہ روانہ کر دیا اور خود مدینہ میں رہے اور آپ پر ان چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی جو پہلے حلال تھی۔

۳۰۹۵ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ ابْنُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے اونٹ روانہ کر دیا کرتے

حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ وَأَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ أَفْتِلُ قَلَائِدَهَا بِيَدَيَّ ثُمَّ لَا يُمْسِكُ عَنْ شَيْءٍ لَا يُمْسِكُ عَنْهُ الْحَلَالُ۔

تھے اور میں ان کے ہار خود اپنے ہاتھوں سے بناتی تھی، پھر آپ کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے تھے جس کو حلال نہیں چھوڑتا۔

۳۰۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ أَنَا فَتَلْتُ تِلْكَ الْقَلَائِدَ مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدَنَا فَأَصْبَحَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَالًا يَأْتِي مَا يَأْتِي الْحَلَالُ مِنْ أَهْلِهِ أَوْ يَأْتِي مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ۔

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے یہ ہار اس اُون سے بنائے تھے، جو ہمارے پاس تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو حلال ہی تھے، جس طرح حلال شخص اپنی اہلیہ سے متمتع ہوتا ہے آپ بھی متمتع ہوتے تھے۔

۳۰۹۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِهَدْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَنَمِ فَيَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ فِينَا حَلَالًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ار بکری کی اون سے بٹتی تھی اور آپ انھیں روانہ کر دینے کے بعد بھی حلال ہی رہتے تھے۔

۳۰۹۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ رُبَّمَا فَتَلْتُ الْقَلَائِدَ لِهَدْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَلِّدُ هَدْيَهُ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے جانوروں کے ہار اکثر میں بناتی تھی، پھر آپ انھیں اپنی قربانیوں کے گلے میں ڈال کر روانہ کر دیا کرتے تھے اور اس کے بعد آپ ٹھہرے رہتے اور ان چیزوں سے نہیں بچتے تھے جن سے محرم بچتا ہے۔

۳۰۹۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَهْدَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا.

بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں قربانی کے لیے بکریاں بھیجیں اور آپ نے ان کی گردنوں میں ہار ڈال دیے تھے۔

۳۱۰۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُقَلِّدُ الشَّاءَ فَنُرْسِلُ بِهَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَالٌ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم بکریوں کی گردنوں میں ہار ڈال کر ان کو (مکہ مکرمہ) روانہ کر دیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہی رہتے تھے۔ اور کسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کرتے تھے

۳۱۰۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ ابْنَ زِيَادٍ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ الْهَدْيُ وَقَدْ بَعَثْتُ بِهَدْيِي فَاكْتُبِي إِلَيَّ بِأَمْرِكِ قَالَتْ عَمْرَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ.

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ ابن زیاد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے قربانی کا جانور (مکہ مکرمہ) روانہ کر دیا تو جب تک قربانی ذبح نہ ہو جائے اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہیں جو حاجیوں پر حالت احرام میں حرام ہوتی ہیں۔ میں نے بھی قربانی کا جانور بھیجا ہوا ہے، آپ اس مسئلہ میں مجھے اپنی رائے لکھ کر بھیجیں، عمرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا، ابن عباس کا قول صحیح نہیں ہے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار بنائے تھے، اور آپ نے ان کو میرے والد کے ساتھ مکہ روانہ کر دیا تھا۔ اور جانور بھیجنے کے بعد قربانی کے وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ان چیزوں میں سے کسی کو بھی حرام نہیں کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی تھیں۔

ف: اس حدیث کی سند میں ابن زیاد مذکور ہے اور یہ زیاد بن ابی سفیان ہے، صحیح بخاری، موطا امام مالک اور

سنن ابوداؤد وغیرہ میں اسی طرح ہے، ابن زیاد نے حضرت عائشہ کا زمانہ نہیں پایا تھا۔

۳۱۰۲ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ تُصَفِّقُ وَتَقُولُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَا وَمَا يُمْسِكُ عَنْ شَيْءٍ مِمَّا يُمْسِكُ عَنْهُ الْمُحْرِمُ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ۔

مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے خود سنا ہے وہ پردہ کی اوٹ سے دستک دیتے ہوئے فرما رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے ہار میں خود اپنے ہاتھوں سے بنایا کرتی تھی اور پھر آپ انہیں روانہ کر دیا کرتے تھے اور قربانی کے ذبح ہونے تک کسی ایسے کام کو نہیں چھوڑتے تھے جس کو محرم چھوڑ دیتا ہے۔

۳۱۰۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا كِلَاهُمَا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت ہے۔

مسئلہ اشعار میں مخالفین کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

حدیث نمبر ۳۰۹۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کوہان کو چیرا اور ان کے گلے میں ہار ڈال کر انہیں بیت اللہ روانہ کر دیا، اس حدیث میں کوہان کو چیرنے کا ذکر ہے اس کو اشعار کہتے ہیں، مشہور غیر مقلد عالم شیخ ابن حزم اشعار پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اشعار میں لوگوں کا اختلاف ہے، ابوحنیفہ کہتے ہیں میں اشعار کو مکروہ قرار دیتا ہوں کیونکہ یہ مثلہ ہے (اعضاء کو کاٹ کر ان کی ہیئت کو بگاڑ دینا ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے سعیدی) - ابن حزم کہتے ہیں کہ دنیا کی قیامتوں میں سے یہ سب سے بڑی قیامت ہے کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اس کو مثلہ کہا جائے، افسوس ہے اس عقل پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا تعاقب کرتی ہے، اس سے لازم آئے گا کہ فصد لگوانا بھی مثلہ ہو اور قصاص میں ناک کاٹنا، دانت اکھاڑنا، اور کان کاٹنا بھی مثلہ ہو، چور اور ڈاکو کے ہاتھ کاٹنا مثلہ ہو، شادی شدہ زانی کو رجم کرنا مثلہ ہو، ڈاکو کو سولی پر چڑھانا مثلہ ہو، آپ نے حجۃ الوداع میں اشعار کیا ہے اور اس سے کئی سال پہلے آپ نے مثلہ سے منع فرمایا تھا۔ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ یہ مثلہ نہیں ہے اور یہ ایک ایسا قول ہے کہ ابوحنیفہ سے پہلے سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اور نہ ان کے معاصرین فقہاء میں سے کسی نے یہ بات کہی سوا ان لوگوں کے

جن کو اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کی تقلید میں مبتلا کر دیا ہم اس بلا سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور ابو یوسف، محمد بن حسن اور مالک نے کہا ہے کہ بائیں جانب سے اشعار کیا جائے[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی ابن حزم کے جواب میں لکھتے ہیں: ابن حزم کا یہ قول جہالت اور قلت حیاء کی بناء پر ہے کیونکہ امام طحاوی مذاہب فقہاء کو عموماً اور خصوصاً امام ابوحنیفہ کے مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور انھوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہتے اور نہ اس کے سنت ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ اگر اونٹ کے کوہان میں اس طرح چیرا (شگاف) لگایا جائے جس سے اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو وہ اس فعل کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ اگر اکثر ہی لوگ کوہان کو نیزے سے چیریں تو اس کا زخم خراب ہو جائے گا اس لیے انھوں نے عام لوگوں کو روکنے کے لیے یہ کہا، البتہ جو لوگ شگاف ڈالنے کے طریقہ اور اس کی حد سے واقف ہوں اور صرف کھال کو کاٹتے ہوں تو ان کے اشعار کو امام ابوحنیفہ مکروہ نہیں کہتے اور کرمانی نے امام ابوحنیفہ سے اشعار کے مستحسن ہونے کی روایت کی ہے اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ باقی رہا ابن حزم کا یہ کہنا کہ ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اشعار کو مثلہ کہا اور مکروہ قرار دیا تو ان کا یہ قول بھی فاسد ہے، کیونکہ علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی بھی اشعار کو ناجائز کہتے تھے[2]

امام ترمذی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالا اور ذوالحلیفہ میں اس کی دائیں جانب اشعار کیا اور اس سے خون صاف کیا۔ امام ترمذی نے کہا میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ وکیع نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا اس مسئلہ میں اہل رائے کا قول مت سنو کیونکہ اشعار سنت ہے اور ان کا قول بدعت ہے۔ امام ترمذی نے کہا ابوالسائب بیان کرتے ہیں کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے ایک ایسے شخص سے جو سائل ہی رائے سے کام لیتا تھا یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے۔ اس شخص نے کہا وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے اس پر وکیع بہت ناراض ہوئے اور کہا میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یہ کہا ہے، تم اس کے مستحق ہو کہ تم کو قید کر دیا جائے اور تم کو اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک کہ تم اپنے قول سے رجوع نہ کر لو[3]۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی امام ترمذی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: خطابی نے یہ لکھا ہے کہ میں ابوحنیفہ کے سوا اور کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے اشعار کو مکروہ کہا ہو اور ان کے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) نے ان کی مخالفت کی ہے اور عام اہل علم کی طرح اشعار کو سنت کہا ہے۔

---

[1]۔ ابو محمد علی بن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ ھ، المحلی ج ۷ ص ۱۱۲۔۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ ھ،

[2]۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ۔

[3]۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے جو روایت وکیع سے نقل کی ہے اور جو خطابی نے کہا ہے اور ہر وہ شخص جو اشعار کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ پر تعاقب کرتا ہے اس کے جواب کے لیے وہ بات کافی ہے جو امام طحاوی نے بیان کی ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بھی مسئلہ اشعار کا ذکر کیا ہے میں نے اس کی تحریر میں تعصب کی بو دیکھی ہے اور ان معترضین نے اس شخص کا مرتبہ کم کرنے کی کوشش کی ہے جس کا مرتبہ کم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اہل انصاف سے بہت بعید ہے کہ وہ ائمہ اجلہ کے بارے میں ایسی باتیں کریں جو ان کی شان کے لائق نہیں ہیں خصوصاً جبکہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ میں صرف اس وقت رائے اور قیاس سے کام لیتا ہوں جب مجھے کتاب و سنت اور اقوال صحابہ میں کوئی حکم نہیں ملتا اور حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہدی والے کو اختیار دیتے ہیں کہ وہ اشعار کرے یا نہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کے نزدیک اشعار سنت ہے نہ مستحب۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے جن روایات کا ذکر کیا وہ یہ ہیں:

عن الاسود عن عائشة انها ارسل اليها اتشعر يعني البدنة فقالت ان شئت انما تشعر لتعلم انها بدنة[2]

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا اونٹ میں اشعار کیا جاسکتا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو! کیونکہ اشعار صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ یہ پتا چل جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

عن عطاء عن ابن عباس قال ان شئت فاشعر الهدي وان شئت فلا تشعر[3]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور چاہو تو اشعار نہ کرو۔

عن عطاء و طاوس و مجاهد قالوا اشعر الهدي ان شئت وان شئت فلا تشعر[4]

عطاء، طاؤس اور مجاہد کہتے ہیں، اگر تم چاہو تو ہدی میں اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو۔

جامع ترمذی اور مصنف ابن ابی شیبہ کے ان حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی، عطاء، طاؤس اور مجاہد ان سب کے نزدیک ہدی کے جانور میں اشعار کرنا مباح ہے، جی چاہے تو کریں اور جی چاہے تو نہ کریں، سنت یا مستحب نہیں ہے۔

غور کیجئے کہ جو چیز کبار صحابہ اور تابعین کے نزدیک سنت نہیں ہے، صرف مباح ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس چیز

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

[2] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۶۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ،

[3] ″ ″ ″ ، المصنف ج ۴ ص ۶۲ ″ ″ ″ ″ ″

[4] ″ ″ ، المصنف ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

کے اصل میں سنت ہونے کا بھی انکار نہیں کیا بلکہ اناڑیوں کے اشعار کرنے کو مکروہ کہا ہے کہ مبادا، ان کے اشعار کرنے سے اونٹ ہلاک ہو جائے، اس وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ پر انکار سنت اور سنت کو مکروہ اور سنت اشعار کو مثلہ کہنے کے اتہامات اور بے بنیاد الزامات قائم کرنا، نہ صرف علم اور تحقیق سے دور ہے بلکہ متانت اور شرافت سے بھی بعید ہے، ہم نے اس مسئلہ پر (باب نمبر ۲۷۶) میں بھی گفتگو کی ہے۔

صرف ہدی روانہ کرنے والے پر احکام احرام میں مذاہب

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے ہدی میں قلادہ (ہار) ڈالنا اور اس میں اشعار کرنا جائز ہے اور قلادہ ڈالنے اور اشعار کرنے کی مشروعیت پر یہ حدیث دلیل ہے، علامہ ابن بطال فرماتے ہیں جس شخص نے حج اور عمرہ کے احرام کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ ہدی لے گیا وہ صرف میقات سے اس کے گلے میں قلادہ ڈالے، اسی طرح اس کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے، اس طرح جس شخص نے بیت اللہ میں ہدی بھیجنے کا ارادہ کیا اور حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں کیا، اور وہ اپنے شہر میں ٹھہرا اس کے لیے جائز ہے کہ ہدی میں قلادہ ڈالے اور اپنے شہر میں اس میں اشعار کرے پھر اس کو روانہ کر دے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نو ہجری میں روانہ کیا تھا، اور اس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر احرام کو واجب کیا نہ سلے ہوئے کپڑوں کے اتارنے کو، نہ کسی اور چیز کو، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور دیگر ائمہ اہل فتویٰ کا یہی مسلک ہے اور ان سب نے حضرت ابن عباس کے اس قول کا رد کیا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں ہدی روانہ کرے تو جس وقت وہ ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالے گا اسی وقت سے اس پر احرام لازم ہو جائیگا، اور جب تک بیت اللہ میں اس کی ہدی ذبح نہیں ہو جائے گی اس پر ان تمام چیزوں سے اجتناب لازم ہو جائے گا جس سے محرم مجتنب ہوتا ہے۔ تابعین میں شعبی، نخعی، ابوالشعثاء، مجاہد، حسن بن ابی الحسن اور ابن سیرین نے حضرت ابن عباس کی متابعت کی ہے۔[1]

بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۱۰۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم بکریوں کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر ان کو روانہ کر دیا کرتے تھے، الحدیث۔ علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بکری کے گلے میں بھی قلادہ ڈالنا جائز ہے، جیسا کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنا غیر مستحب ہے، ان کے نزدیک قلادہ ڈالنا اونٹ اور گائے کے ساتھ خاص ہے اور جمہور کے نظریہ پر یہ حدیث صریح دلیل ہے[2] اسی طرح حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ اصل میں بکری ہدی نہیں ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔[3]

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۵۴۷، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ یہ حنفیہ پر افتراء ہے، احناف نے کس جگہ یہ لکھا ہے؟ کہ بکری ہدی نہیں ہے جب کہ احناف کی کتابیں اس عبارت سے بھری پڑی ہیں کہ جس جانور کو برائے تقرب حرم لے جایا جاتا ہے اس کو ہدی کہتے ہیں، اس میں ادنیٰ درجہ بکری ہے، نیز فقہاء حنفیہ نے کہا ہے کہ ہدی میں اونٹ، گائے اور بکری ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث، حتیٰ کہ فقہاء حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ چیز اجماعی ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ قلادہ بدنہ (اونٹوں) میں ڈالا جاتا ہے اور بکری بدنہ میں سے نہیں ہے اس لیے اس کو قلادہ نہیں ڈالا جائے گا، نیز اگر بکری میں قلادہ ڈالنا سنت ہوتا تو لوگ اس کو ترک نہ کرتے، اور اس حدیث کے جواب میں احناف یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت میں اسود منفرد ہے اس کے علاوہ کسی نے بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنے کی روایت ذکر نہیں کی اور صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباس، حضرت ابوجعفر، عبداللہ بن عبیداللہ بن عمر کی روایات ہیں کہ بکریوں کے گلے میں قلادہ ڈالا جاتا تھا اور عطاء سے روایت ہے کہ میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا ہے جو بکریوں کے گلے میں قلادہ ڈالتے تھے، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر یہ سنت ہوتا تو لوگ بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنا ترک نہ کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات میں قلادہ ڈالنے کا ذکر ہے یہ ذکر نہیں ہے کہ ان بکریوں کو بیت اللہ روانہ کیا جاتا تھا اور کلام اسی میں ہے ثانیاً احناف نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے جواز کی نفی نہیں کی[1]

بَابُ جَوَازِ رُكُوبِ الْبَدَنَةِ الْمُهْدَاةِ لِمَنِ احْتَاجَ إِلَيْهَا

مجبوری کے وقت قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا جواز

۳۱۰۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص قربانی کے اونٹ کو ہنکاتا ہوا لے جا رہا تھا، آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ اور دوسری یا تیسری بار فرمایا تمہیں خرابی ہو۔

۳۱۰۵ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس اونٹ کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً

۳۱۰۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكَ ارْكَبْهَا فَقَالَ بَدَنَةٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَيْلَكَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ ارْكَبْهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایسے اونٹ کو ہنکاتا ہوا لے جارہا تھا جس کی گردن میں قلادہ پڑا ہوا تھا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے فرمایا تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ، تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ۔

(تمہیں خرابی ہو، تمہارا ستیاناس ہو جائے، یہ پیار آمیز غصہ کے کلمات ہیں عرب ایسے موقع پر ویلک کہتے ہیں۔)

۳۱۰۷ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ وَأَظُنُّنِي قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اپنے اونٹ کو ہنکا رہا تھا آپ نے فرمایا سوار ہو جاؤ اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے پھر فرمایا سوار ہو جاؤ اس نے پھر کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے دو یا تین بار فرمایا سوار ہو جاؤ۔

۳۱۰۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدَنَةٍ أَوْ هَدِيَّةٍ فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ أَوْ هَدِيَّةٌ فَقَالَ وَإِنْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص قربانی کا اونٹ لیے ہوئے گذرا، آپ نے اس سے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

۳۱۰۹ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ الْأَخْنَسِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدَنَةٍ أَوْ هَدِيَّةٍ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

۳۱۱۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سُئِلَ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شدید مجبوری ہو تو اس پر بقدر ضرورت سواری کر سکتے ہو۔

۳۱۱۱۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک دوسری سواری نہ ملے اس پر بقدر ضرورت سواری کر سکتے ہو۔

قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے میں حسب ذیل چھ مذاہب ہیں:

(۱)۔ امام احمد بن حنبل اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز ہے۔

(۲)۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا جائز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کا یہ بھی ایک قول ہے۔

(۳)۔ امام مالک اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر بغیر ضرورت کے سوار ہونا مکروہ ہے۔

(۴)۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ اونٹ پر بقدر ضرورت سوار ہو، جب ضرورت پوری ہو جائے تو اتر جائے۔

(۵)۔ ابن عربی نے کہا ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز نہیں ہے لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے صحیح وہی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے امام طحاوی اور صاحب ہدایہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۶)۔ بعض ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا واجب ہے۔ ان لوگوں نے حضرت انس کی روایت میں ظاہر امر کو دیکھ کر یہ قول کیا ہے۔[1]

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰-۲۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قربانی کی اونٹنی کا دودھ پینے میں مذاہب

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس قدر کا رمیں ہے کہ قربانی کی اونٹنی کا بچہ سیر ہو جائے پھر بھی، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کا دودھ پینا مکروہ ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر سواری سے یا دودھ پینے سے اونٹنی کی قیمت میں کمی ہو جائے تو قربانی کرنے والا اس کا ضامن ہوگا اور اگر ضرورت کی بنار پر سوار ہوا ہے تو پھر ضامن نہیں ہوگا۔

جو فقہار اونٹ پر سواری کی اجازت دیتے ہیں، ان کا اونٹ پر سامان لادنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے منع کیا ہے اور جمہور ائمہ نے اجازت دی ہے، اونٹ پر دوسرے شخص کو سوار کرنے کے بارے میں بھی مذاہب کی یہی تفصیل ہے۔

قربانی کے لیے اونٹ اور اونٹنی دونوں جائز ہیں البتہ امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف اونٹنیاں ہی جائز ہیں [1]

بَابُ مَا يَفْعَلُ بِالْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ فِي الطَّرِيقِ

راستہ میں تھک جانے والے جانور کا حکم

۳۱۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ سَلَمَةَ الْهُذَلِيُّ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَسِنَانُ ابْنُ سَلَمَةَ مُعْتَمِرَيْنِ قَالَ وَانْطَلَقَ سِنَانٌ مَعَهُ بِبَدَنَةٍ يَسُوقُهَا فَأَزْحَفَتْ عَلَيْهِ بِالطَّرِيقِ فَعَيِيَ بِشَأْنِهَا إِنْ هِيَ أُبْدِعَتْ كَيْفَ يَأْتِي بِهَا فَقَالَ لَئِنْ قَدِمْتُ الْبَلَدَ لَأَسْتَحْفِيَنَّ عَنْ ذَلِكَ قَالَ فَأَضْحَيْتُ فَلَمَّا نَزَلْنَا الْبَطْحَاءَ قَالَ انْطَلِقْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَتَحَدَّثْ إِلَيْهِ قَالَ فَذَكَرَ لَهُ شَأْنَ بَدَنَتِهِ فَقَالَ عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتَّ عَشْرَةَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ وَأَمَّرَهُ فِيهَا قَالَ فَمَضَى ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا أُبْدِعَ عَلَيَّ مِنْهَا قَالَ

ہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں اور سنان بن سلمہ عمرہ کرنے گئے سنان اپنے ساتھ قربانی کا اونٹ بھی لے گئے تھے راستہ میں اونٹ تھک کر ٹھہر گیا، سنان پریشان ہو گئے کہ اگر یہ تھک کر چلنے سے رک گیا تو وہ کیا کریں گے انھوں نے سوچا کہ وہ شہر جا کر اس کے بارے میں مسئلہ معلوم کریں گے۔ دوپہر کو جب ہم بطحا میں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر صورت حال بیان کرتے ہیں، پھر ان کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا تم نے ایک ایسے شخص سے سوال کیا ہے جو اس مسئلہ کو جاننے والا ہے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہمراہ قربانی کے سولہ اونٹ روانہ کیے تھے، وہ شخص گیا اور پھر لوٹ آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر ان میں سے کوئی اونٹ تھک جائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس اونٹ کو ذبح کر دو اور اس کے گلے میں پڑی ہوئی دو جوتیاں

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج [illegible] ۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

انْحَرْهَا ثُمَّ اصْبُغْ نَعْلَيْهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ اجْعَلْهُ عَلٰى صَفْحَتِهَا وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ ـ

کو اس کے خون میں رنگ کر اس کے کوہان پر مارو اور تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا گوشت نہ کھائے ۔

۳۱۱۳ ـ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ مُوْسَى ابْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِثَمَانَ عَشَرَةَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ ثُمَّ ذَكَرَهُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ الْحَدِيْثِ ـ

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت منقول ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ اٹھارہ اونٹوں کو روانہ فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے ۔

۳۱۱۴ ـ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ ذُؤَيْبًا اَبَا قَبِيْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ مَعَهُ بِالْبُدْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَخَشِيْتَ عَلَيْهِ مَوْتًا فَانْحَرْهَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْ بِهِ صَفْحَتَهَا وَلَا تَطْعَمْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ ـ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ذویب ابو قبیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ قربانی کے اونٹ روانہ کرتے تھے اور آپ یہ حکم دیتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی اونٹ تھک جائے اور تمہیں اس کے مرنے کا اندیشہ ہو تو اس کو ذبح کر دینا اور اس کے گلے میں پڑی ہوئی جوتی کو اس کے خون میں ڈبو کر کوہان پر مارنا ، اور تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص اس کا گوشت نہ کھائے ۔

جو ہدی چلنے سے معذور ہو اس کے حکم میں مذاہب ائمہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قربانی کا جانور چل نہ سکے تو اس کو ذبح کرنا اور مساکین کے لیے چھوڑنا واجب ہے ، اور قربانی کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کے لیے اس میں سے کھانا حرام ہے ۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب قربانی کا جانور چلنے سے معذور ہو جائے تو اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر نفلی قربانی ہے تو اس جانور کے مالک کو اختیار ہے ، چاہے اس کو بیچ دیں ، یا ذبح کریں ، خود کھائیں یا کسی کو کھلا دیں ، اور اگر اس کو یونہی چھوڑ دیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ان کی ملک ہے اور اگر وہ قربانی نذر کی ہے تو جانور کے مالک پر اس کو ذبح کرنا لازم ہے ، اور اگر اس نے جانور کو یونہی چھوڑ دیا حتی کہ وہ

جانور مر گیا تو اس شخص پر اس جانور کی ضمانت لازم ہے، جیسے کوئی شخص امانت کی حفاظت میں کوتاہی کرے تو اس پر ضمان لازم آتی ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے قلادہ والی جوتی کو خون میں رنگ کر اس کے کوہان کی ایک جانب مارے اور پھر اس کو اسی جگہ چھوڑ دے، تاکہ وہاں سے گذرنے والے جان لیں کہ یہ ہدی کا جانور ہے اور اس کو کھا لیں، قربانی بھیجنے والے اور اس کو لے جانے والے کے لیے اس کو کھانا جائز نہیں ہے اسی طرح اغنیاء کے لیے بھی اس کو کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہدی مساکین کے لیے ہوتی ہے اور غیر مساکین کے لیے اس کا کھانا مطلقاً جائز نہیں ہے، قربانی لے جانے والے کے ساتھیوں کے علاوہ جو فقراء ہوں وہ اس کو کھا سکتے ہیں۔ ساتھیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ سفر کے دوران کھانے پینے میں شریک رہتے ہوں اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھیوں سے مراد قافلہ کے تمام شرکاء ہیں، اگر یہ شبہ ہو کہ اگر قربانی کرنے والا اور اس کے ساتھی نہ کھائیں اور چھوڑ کر چلے جائیں تو پھر اس کو جنگلی جانور کھا جائیں گے، اور اس سے مال ضائع ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مال ضائع نہیں ہوگا کیونکہ عام طور پر جنگلوں میں رہنے والے خانہ بدوش اور دیہاتی لوگ منازل حج میں سفر کرتے رہتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں کھا لیتے ہیں۔[1]

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ جب قربانی کا جانور راستہ میں چلنے سے عاجز آ جائے تو اگر وہ قربانی نفلی ہو تو اس کو ذبح کر دے اور اس کے ہار والے جوتے کو اس کے خون سے رنگ کر اس کے کوہان کے ایک پہلو پر مارے اور خود اس میں سے کھائے نہ اس کے علاوہ کوئی اور غنی کیونکہ حضرت ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا تھا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس علامت سے لوگوں کو پتا چل جائے گا کہ یہ ہدی ہے اور فقراء اس میں سے گوشت لے کر کھائیں گے اور اغنیاء نہ کھائیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو کھانے کی اجازت اس بات پر موقوف ہے کہ ہدی حرم میں پہنچ جائے اس لیے وہاں پہنچنے سے پہلے ہدی حلال نہیں ہوتی الا یہ کہ فقراء پر صدقہ کرنا اس کو جنگلی جانوروں کے لیے راستہ میں چھوڑ جانے سے افضل ہے جبکہ صدقہ کرنے میں عبادت کا پہلو بھی ہے، اور اگر قربانی واجب ہو تو دوسرے جانور کو اس کے بدلہ میں خریدے اور اس کے ساتھ جو چاہے کرے کیونکہ اب یہ اس کی باقی املاک کی طرح ایک ملکیت ہے۔[2]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے والے کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں وہ کھانے کے شوق میں بلاعذر قربانی کے جانور کو ذبح نہ کر دے اس لیے آپ نے اس دروازے کو بند کرنے کے لیے قربانی کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کو ذبح شدہ جانور کے کھانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔

علامہ وشتانی قاضی عیاض کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اگر واجب ہدی قربانی سے پہلے چلنے سے معذور ہو جائے تو امام مالک اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اور اغنیاء اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ قربانی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ
[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کرنے والا اس کی جگہ دوسری قربانی کرے گا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک منع کرتے ہیں اور جمہور اجازت دیتے ہیں [1]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کا جو جانور راستہ میں تھک گیا ہے اگر وہ واجب ہے تو اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے گا اور اگر وہ جانور اس کی ملکیت ہے تو جو چاہے کرے اور اگر نفل ہے تو اس کو ذبح کر دے اور وہ اور اغنیاء اس جانور کو نہیں کھا سکتے [2]۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل اس مسئلہ میں تینوں کا نظریہ ایک ہے البتہ امام شافعی کا نظریہ ان ائمہ کے برعکس ہے۔

بَابُ وُجُوبِ طَوَافِ الْوَدَاعِ وَ سُقُوطِهِ عَنِ الْحَائِضِ

طواف وداع کا وجوب اور حائضہ عورت سے اس کی رخصت

۳۱۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفِرَنَّ اَحَدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ قَالَ زُهَيْرٌ يَنْصَرِفُوْنَ كُلَّ وَجْهٍ وَّلَمْ يَقُلْ فِيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حج کے بعد) لوگ ہر طور واپس چلے جاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کیے بغیر نہ لوٹے۔

۳۱۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِسَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّاسُ اَنْ يَّكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ اِلَّا اَنَّهٗ خُفِّفَ عَنِ الْمَرْاَةِ الْحَائِضِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آخر میں بیت اللہ کا طواف کریں البتہ حائضہ عورت کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔

۳۱۱۷ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ

طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۵۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۸۵۔۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تُفْتِي أَنْ تَصْدُرَ الْحَائِضُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِمَّا لَا فَسَلْ فُلَانَةَ الْأَنْصَارِيَّةَ هَلْ أَمَرَهَا بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَجَعَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَضْحَكُ وَهُوَ يَقُولُ مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ صَدَقْتَ.

حضرت نے ان سے پوچھا: کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف وداع سے پہلے مکہ سے جا سکتی ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا اگر آپ کو میرے فتویٰ پر یقین نہیں ہے تو فلاں انصاری عورت سے پوچھ لیجئے کہ آیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عباس کے پاس سے ہنستے ہوئے لوٹے اور فرمایا مجھے یقین ہے کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔

۳۱۱۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَذَكَرْتُ حِيضَتَهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا كَانَتْ أَفَاضَتْ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) کو طواف افاضہ کے بعد حیض آگیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے حیض آنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ ہم کو روک لیں گی؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں، اس کے بعد حائضہ ہوئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو پھر چلیں۔

۳۱۱۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حیی کو حجۃ الوداع میں طواف افاضہ کے بعد حیض آگیا، اس کے بعد روایت حسب سابق ہے۔

طَمِثَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ طَاهِرًا بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ.

۳۱۲۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَدْ حَاضَتْ بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو حیض آ گیا ہے۔

۳۱۲۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نَتَخَوَّفُ أَنْ تَحِيضَ صَفِيَّةُ قَبْلَ أَنْ تُفِيضَ قَالَتْ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَابِسَتُنَا صَفِيَّةُ قُلْنَا قَدْ أَفَاضَتْ قَالَ فَلَا إِذًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں خدشہ تھا کہ حضرت صفیہ طواف سے پہلے حائضہ ہو جائیں گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا صفیہ ہم کو روک لیں گی؟ ہم نے عرض کیا کہ وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۱۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَدْ حَاضَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ بِالْبَيْتِ قَالُوا بَلَى قَالَ فَاخْرُجْنَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! صفیہ حیض میں مبتلا ہو گئی ہیں، آپ نے فرمایا شاید وہ ہم کو روک لیں گی! کیا انہوں نے تمہارے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر چلو۔

۳۱۲۳ - وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ مِنْ صَفِيَّةَ بَعْضَ مَا يُرِيدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا حَائِضٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّهَا لَحَابِسَتُنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا قَدْ زَارَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ فَلْتَنْفِرْ مَعَكُمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے وہ ارادہ کیا جو مرد اپنی زوجہ سے کرتا ہے، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حائضہ ہیں آپ نے فرمایا کیا وہ ہم کو روک لیں گی؟ گھر والوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انھوں نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا آپ نے فرمایا: پھر وہ بھی تمہارے ساتھ چلیں گی۔

۳۱۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْفِرَ إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً فَقَالَ عَقْرَى حَلْقَى إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا ثُمَّ قَالَ لَهَا أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِي.

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے روانہ ہونا چاہا تو حضرت صفیہ اپنے خیمے کے دروازے پر غمگین ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا زخمی سر منڈی کیا تم ہم کو روکنے والی ہو؟ پھر فرمایا کیا تم نے قربانی کے دن طواف افاضہ کر لیا تھا؟ انھوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا پھر چلو!

۳۱۲۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ الْحَكَمِ غَيْرَ أَنَّهُمَا لَا يَذْكُرَانِ كَئِيبَةً حَزِينَةً.

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

طواف وداع کے حکم میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۳۱۱۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کیے بغیر نہ جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف وداع واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آتا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد کا یہی مسلک ہے اور امام مالک اور داؤد بن علی ظاہری یہ کہتے ہیں کہ طواف وداع سنت ہے، اس کے ترک پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۱۶ میں ہے کہ لوگوں کو آخر میں طواف وداع کا حکم دیا گیا ہے، البتہ حائضہ عورت کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی رخصت دی گئی ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ عورت سے طواف وداع کا وجوب ساقط ہے اور اگر وہ طواف وداع نہ کرے تو اس پر دم لازم نہیں آتا، امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا یہی مسلک ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ دُخُوْلِ الْكَعْبَةِ لِلْحَاجِّ وَغَيْرِهٖ وَالصَّلٰوةِ فِيْهَا

حجاج وغیرہم کے لیے کعبہ میں داخل ہونے اور اس میں نماز پڑھنے کا استحباب

۳۱۲۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَاُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ مَكَثَ فِيْهَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدَيْنِ عَنْ يَّسَارِهٖ وَعَمُوْدًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَّرَآءَهٗ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، اور حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ الحجبی رضی اللہ عنہم بھی داخل ہوئے پھر آپ پر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا پھر آپ اندر ہی ٹھہرے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کیا کیا تھا؟ حضرت بلال نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ستونوں کو بائیں، ایک کو دائیں طرف اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے کیا، پھر آپ نے نماز پڑھی، بیت اللہ کے اس وقت چھ ستون تھے۔

۳۱۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

لہ۔ علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَنَزَلَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ وَأَرْسَلَ إِلَى عُثْمَانَ ابْنِ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَجَاءَ بِالْمِفْتَحِ فَفَتَحَ الْبَابَ ثُمَّ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَأَمَرَ بِالْبَابِ فَأُغْلِقَ فَلَبِثُوا فِيهِ مَلِيًّا ثُمَّ فَتَحَ الْبَابَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ فَبَادَرْتُ النَّاسَ فَتَلَقَّيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجًا وَبِلَالٌ عَلَى إِثْرِهِ فَقُلْتُ لِبِلَالٍ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَيْنَ قَالَ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ قَالَ وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور صحن کعبہ میں اترے، آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے کنجی لاکر پیش کی اور دروازہ کھول دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت بلال حضرت اسامہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم بھی گئے۔ آپ کے حکم سے دروازہ بند کر دیا گیا، آپ اور یہ صحابہ اس میں کافی دیر ٹھہرے، اس کے بعد دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں جھپٹ کر سب لوگوں سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر ملا، حضرت بلال آپ کے پیچھے تھے۔ میں نے حضرت بلال سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی؟ انھوں نے کہا ہاں! میں نے پوچھا کس جگہ؟ انھوں نے کہا اپنے سامنے کے دو ستونوں کے درمیان، حضرت ابن عمر نے کہا میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی۔

۳۱۲۸۔ حَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ عَلَى نَاقَةٍ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ حَتَّى أَنَاخَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ ثُمَّ دَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَقَالَ ائْتِنِي بِالْمِفْتَاحِ فَذَهَبَ إِلَى أُمِّهِ فَأَبَتْ أَنْ تُعْطِيَهُ فَقَالَ وَاللهِ لَتُعْطِيِنَّهُ أَوْ لَيَخْرُجَنَّ هَذَا السَّيْفُ مِنْ صُلْبِي قَالَ فَأَعْطَتْهُ إِيَّاهُ فَجَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَفَتَحَ الْبَابَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ بن زید کی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ آپ نے اونٹنی کو صحن کعبہ میں بٹھایا۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا مجھے کنجی لاکر دو۔ انھوں نے جا کر اپنی ماں سے کنجی مانگی اس نے کنجی دینے سے انکار کر دیا، حضرت عثمان نے کہا کنجی دے دو ورنہ میں اپنی تلوار میان سے نکال لوں گا، پھر ان کی ماں نے انھیں کنجی دی اور انھوں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کنجی دی۔ آپ نے دروازہ کھولا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ.

٣١٢٩- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَأَجَافُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ طَوِيْلًا ثُمَّ فُتِحَ فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ فَنَسِيْتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی گئے، پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور کافی دیر کے بعد دروازہ کھلا، سب سے پہلے میں اندر داخل ہوا، میری بلال سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ حضرت بلال نے کہا دو پہلے ستونوں کے درمیان، اور میں بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی؟۔

٣١٣٠- وَحَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى الْكَعْبَةِ وَقَدْ دَخَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَجَافَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ الْبَابَ قَالَ فَمَكَثُوْا فِيْهِ مَلِيًّا ثُمَّ فُتِحَ الْبَابُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَقِيْتُ الدَّرَجَةَ فَدَخَلْتُ الْبَيْتَ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا هٰهُنَا قَالَ وَنَسِيْتُ أَنْ أَسْأَلَهُمْ كَمْ صَلّٰى.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں کعبہ کے پاس پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کعبہ میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے دروازہ بند کر دیا تھا، کافی دیر تک یہ حضرات اندر رہے پھر دروازہ کھولا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور میں سیڑھی سے اندر گیا، اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ کہا اس جگہ، اور میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

٣١٣١- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ

سالم اپنے والد (حضرت ابن عمر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ فِي أَوَّلِ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی گئے، اور دروازہ بند کر دیا، جب انھوں نے دروازہ کھولا تو میں سب سے پہلے داخل ہوا، میری حضرت بلال سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

۳۱۳۲ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَلَمْ يَدْخُلْهَا مَعَهُمْ ثُمَّ أُغْلِقَتْ عَلَيْهِمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَخْبَرَنِي بِلَالٌ أَوْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی گئے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ وہ ساتھ نہیں جا سکے پھر دروازہ بند کر دیا گیا، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت بلال یا حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

۳۱۳۳ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ بَكْرٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَسَمِعْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالطَّوَافِ وَلَمْ تُؤْمَرُوا بِدُخُولِهِ قَالَ لَمْ يَكُنْ يَنْهَى عَنْ دُخُولِهِ وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ دَعَا فِي

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کیا تم نے حضرت ابن عباس سے یہ سنا ہے کہ تمہیں کعبہ میں طواف کا حکم دیا گیا ہے، کعبہ میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا، عطاء نے کہا حضرت ابن عباس کعبہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے، البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے تمام کونوں میں دعا مانگی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ باہر تشریف لائے اور باہر آ کر بیت اللہ کے سامنے

نَوَاحِيهَا وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ حَتَّى خَرَجَ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ فِي قُبُلِ الْبَيْتِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ هَذِهِ الْقِبْلَةُ قُلْتُ لَهُ مَا نَوَاحِيهَا أَفِي زَوَايَاهَا قَالَ بَلْ فِي كُلِّ قِبْلَةٍ مِنَ الْبَيْتِ ۔

دو رکعت نماز پڑھی، اور فرمایا یہ قبلہ ہے! میں نے پوچھا: بیت اللہ کے کناروں اور اس کے گوشوں کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا کہ بیت اللہ کی ہر جانب قبلہ ہے۔

۳۱۳۴ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَفِيهَا سِتُّ سَوَارٍ فَقَامَ عِنْدَ كُلِّ سَارِيَةٍ فَدَعَا وَلَمْ يُصَلِّ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، اس میں چھ ستون تھے، آپ نے ہر ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔

۳۱۳۵ - حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فِي عُمْرَتِهِ قَالَ لَا ۔

اسماعیل بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمرہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا نہیں!

کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق۔

اس باب میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات ہیں ان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابن عباس کی روایات میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا یہ قول مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی، اس مسئلہ میں تمام محدثین نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کو اختیار کیا ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کی خبر کے متعلق ایک راوی کسی چیز کا اثبات کرے اور دوسرا نفی کرے تو اثبات کی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ دونوں اپنے اپنے علم کے اعتبار سے بیان کر رہے ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ایک کے علم میں نہ آئی ہو اور دوسرے کے علم میں وہ چیز آگئی ہو، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ حضرت اسامہ کے نفی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کعبہ میں داخل ہوئے تو دروازہ بند کر دیا اور سب دعا میں مشغول ہو گئے، حضرت اسامہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعا کر رہے تھے پھر حضرت اسامہ بھی کسی کونے میں دعا کرنے لگے، حضرت اسامہ حضور سے دور تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جس کو حضرت بلال نے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور حضرت اسامہ دوری کی وجہ سے نہ دیکھ سکے، علاوہ ازیں وہ دعا میں مشغول تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیف نماز پڑھی تھی، اس لیے حضرت اسامہ نفی

اللہ عنہ نے اپنے گمان کے اعتبار سے نفی کی اور حضرت بلال کے نزدیک چونکہ آپ کا کعبہ میں نماز پڑھنا محقق تھا کیونکہ انھوں نے اس کا مشاہدہ کیا تھا اس لیے انھوں نے اثبات کی روایت کی ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت اسامہ کعبہ میں لگی ہوئی تصویروں کو مٹانے کے لیے پانی لا رہے تھے اس لیے ان کو پتا نہیں چلا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں۔

کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جبکہ وہ کعبہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے ، امام ابوحنیفہ ، امام شافعی ، امام احمد بن حنبل اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ کعبہ میں نماز پڑھنا صحیح ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ کعبہ میں نفل نماز صحیح ہے ، فرض واجب اور صبح کی دو رکعات سنت موکدہ صحیح نہیں ہیں ، اور نہ طواف کی دو رکعات صحیح ہیں ۔ بعض غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ کعبہ میں کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی نہ فرض اور نہ نفل ، جمہور کی دلیل حضرت بلال کی روایت ہے اور جب نفل نماز صحیح ہے تو فرض بھی صحیح ہوگی ، کیونکہ سواری میں تو فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں فرق ہے لیکن زمین پر نماز پڑھنے میں فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں کوئی فرق نہیں ہے [1]

علامہ عینی نے بیہقی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کعبہ میں داخل ہوا وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہوا نکلے گا [2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نہیں داخل ہوئے ، یہ سات ہجری عمرۃ القضاء کا واقعہ ہے اس وقت کفر کا غلبہ تھا اور کعبہ کے اندر سے بت نہیں ہٹائے گئے تھے ۔ فتح مکہ کے سال جب کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا تب آپ نے اندر جا کر نماز پڑھی ، بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اس سے مراد یہی موقع ہے ۔

بَابُ ۴۹ نَقْضِ الْكَعْبَةِ وَبِنَائِهَا

کعبہ کی عمارت توڑ کر از سر نو بنانا

۳۱۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ وَلَجَعَلْتُهَا عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم نے کفر کو نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا تو میں بیت اللہ کی عمارت توڑ کر اس کو قواعد ابراہیم پر تیار کرتا ، کیونکہ قریش نے جب اس کو بنایا تو اس کو چھوٹا کر دیا اور میں اس کے پیچھے بھی دروازہ بناتا ۔

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۸ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۳ ، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ، ۱۳۴۸ھ

قُرَيْشًا حِيْنَ بَنَتِ الْبَيْتَ اسْتَقْصَرَتْ وَ لَجَعَلْتُ لَهَا خَلْفًا۔

۳۱۳۷ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۱۳۸ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ أَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے بیت اللہ بناتے وقت اس کو قواعد ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹا بنا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! آپ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ضرور یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی! کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جو دو کونے حجر سے متصل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کرنی ہی چھوڑ دی ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر پورا پورا بنا ہوا نہیں ہے۔

۳۱۳۹ ۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نے جاہلیت یا کفر کو نیا نیا چھوڑا ہوا نہ ہوتا تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا اور میں اس کا دروازہ زمین کے ساتھ بناتا اور حطیم کو کعبہ سے ملا دیتا۔

بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُوْا عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ وَلَأَدْخَلْتُ فِيْهَا مِنَ الْحِجْرِ.

۳۱۴۰- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِي ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ سَعِيْدٍ يَعْنِي ابْنَ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِيْ خَالَتِيْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُوْ عَهْدٍ بِشِرْكٍ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ فَأَلْزَقْتُهَا بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا وَزِدْتُ فِيْهَا سِتَّةَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ فَإِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حَيْثُ بَنَتِ الْكَعْبَةَ.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے نیا نیا شرک نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے اسے زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک دروازہ مشرقی جانب، اور دوسرا دروازہ غربی جانب اور حطیم میں سے چھ ہاتھ کی جگہ کعبہ میں اور شامل کر دیتا کیونکہ قریش نے جب کعبہ کو بنایا تھا تو اس کو چھوٹا کر دیا تھا۔

۳۱۴۱- وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ لَمَّا احْتَرَقَ الْبَيْتُ زَمَنَ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ حِيْنَ غَزَاهُ أَهْلُ الشَّامِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ تَرَكَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَتّٰى قَدِمَ النَّاسُ الْمَوْسِمَ يُرِيْدُ أَنْ يُجَرِّئَهُمْ أَوْ يُحَرِّبَهُمْ عَلٰى أَهْلِ الشَّامِ فَلَمَّا صَدَرَ النَّاسُ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِي الْكَعْبَةِ أَنْقُضُهَا ثُمَّ أَبْنِيْ بِنَاءَهَا أَوْ أُصْلِحُ مَا وَهٰى مِنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنِّيْ قَدْ فُرِقَ لِيْ رَأْيٌ فِيْهَا أَرٰى أَنْ

عطاء کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں جب اہل شام نے مکہ میں آکر جنگ کی اور بیت اللہ جل گیا اور اس کا جو حال ہونا تھا وہ ہو گیا تو حضرت ابن زبیر نے کعبہ کو اسی طرح رہنے دیا حتیٰ کہ حج کے موسم میں تمام مسلمان جمع ہو گئے حضرت ابن الزبیر کا ارادہ تھا کہ لوگوں کو اہل شام کے خلاف برانگیختہ کریں یا ان کے خلاف اشتعال دلائیں۔ جب لوگ لوٹنے لگے تو حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: اے لوگو! مجھے کعبہ کے بارے میں مشورہ دو! میں کعبہ کو توڑ کر از سر نو بناؤں یا اس میں جو حصہ خراب ہو گیا ہے صرف اس کو درست کر دوں؟ حضرت ابن عباس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ کعبہ کا جو حصہ خراب ہو گیا ہو

تُصْلِحُهُ مَا وَهَى مِنْهَا وَتَدَعُ بَيْتًا أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَأَحْجَارًا أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهَا وَبُعِثَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لَوْ كَانَ أَحَدُكُمُ احْتَرَقَ بَيْتُهُ مَا رَضِيَ حَتَّى يُجِدَّهُ فَكَيْفَ بَيْتُ رَبِّكُمْ إِنِّي مُسْتَخِيرٌ رَبِّي ثَلَاثًا ثُمَّ عَازِمٌ عَلَى أَمْرِي فَلَمَّا مَضَى الثَّلَاثُ أَجْمَعَ رَأْيَهُ عَلَى أَنْ يَنْقُضَهَا فَتَحَامَاهُ النَّاسُ أَنْ يَنْزِلَ بِأَوَّلِ النَّاسِ يَصْعَدُ فِيهِ أَمْرٌ مِنَ السَّمَاءِ حَتَّى صَعِدَهُ رَجُلٌ فَأَلْقَى مِنْهُ حِجَارَةً فَلَمَّا لَمْ يَرَهُ النَّاسُ أَصَابَهُ شَيْءٌ تَتَابَعُوا فَنَقَضُوهُ حَتَّى بَلَغُوا بِهِ الْأَرْضَ فَجَعَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَعْمِدَةً فَسَتَّرَ عَلَيْهَا السُّتُورَ حَتَّى ارْتَفَعَ بِنَاؤُهُ وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنَّ النَّاسَ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ وَلَيْسَ عِنْدِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّي عَلَى بِنَائِهِ لَكُنْتُ أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ مِنْهُ قَالَ فَأَنَا الْيَوْمَ أَجِدُ مَا أُنْفِقُ وَلَسْتُ أَخَافُ النَّاسَ قَالَ فَزَادَ فِيهِ خَمْسَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ حَتَّى أَبْدَى أُسًّا نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَبَنَى عَلَيْهِ الْبِنَاءَ وَكَانَ طُولُ الْكَعْبَةِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ ذِرَاعًا فَلَمَّا زَادَ فِيهِ اسْتَقْصَرَهُ فَزَادَ فِي طُولِهِ عَشْرَ أَذْرُعٍ وَجَعَلَ لَهُ بَابَيْنِ أَحَدُهُمَا يُدْخَلُ مِنْهُ وَالْآخَرُ يُخْرَجُ مِنْهُ فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَتَبَ الْحَجَّاجُ

اس کی مرمت کر دو اور اس کو اسی طرح رہنے دو جیسا کہ یہ ابتداء اسلام میں تھا اور انہی پتھروں کو رہنے دو جن پر لوگ مشرف با اسلام ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی، حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص کا گھر جل جائے تو وہ اس کو از سر نو بنائے بغیر چین سے نہیں بیٹھتا، تو اللہ تعالیٰ کے گھر کو دوبارہ کیوں نہیں بنایا جائے گا! اور میں تین بار استخارہ کرنے کے بعد اس کو دوبارہ بنانے کا عزم کروں گا جب حضرت ابن الزبیر نے تین بار استخارہ کر لیا تو انہوں نے اس کو توڑنے کا ارادہ کر لیا لوگوں کو ڈر لگا کہ جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ کو توڑنے کے لیے چڑھے گا کہیں اس پر کوئی آسمانی بلا نہ نازل ہو جائے حتیٰ کہ ایک شخص چڑھا اور اس نے اس میں سے ایک پتھر گرا دیا، جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی بلا نازل نہیں ہوئی تو سب نے مل کر اس کو توڑ ڈالا اور زمین کے برابر کر دیا۔ حضرت ابن الزبیر نے چند ستون کھڑے کر کے ان پر پردے ڈال دیے یہاں تک کہ اس کی دیواریں بلند ہو گئیں، اور حضرت ابن الزبیر نے یہ کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت سنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ اگر لوگوں نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوا ہوتا اور نہ ہی میرے پاس اتنا خرچ ہے کہ اس کو بنا سکوں تو میں حطیم میں سے پانچ ہاتھ کعبہ میں داخل کر دیتا، اور ایک دروازہ اس میں ایسا بنا دیتا جس سے لوگ اندر جائیں اور دوسرا دروازہ ایسا بنا دیتا جس سے لوگ باہر جائیں"۔ حضرت ابن الزبیر نے فرمایا آج ہمارے پاس خرچ بھی ہے اور ہمیں لوگوں کا خوف بھی نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر نے حطیم کی پانچ ہاتھ زمین کعبہ میں شامل کر دی حتیٰ کہ اس جگہ بنائے ابراہیمی کی بنیاد نکل آئی اور لوگوں نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا،

إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُخْبِرُهُ بِذَلِكَ وَيُخْبِرُهُ أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَدْ وَضَعَ الْبِنَاءَ عَلَى أُسٍّ نَظَرَ إِلَيْهِ الْعُدُولُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ إِنَّا لَسْنَا مِنْ تَلْطِيخِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي شَيْءٍ أَمَّا مَا زَادَ فِي طُولِهِ فَأَقِرَّهُ وَأَمَّا مَا زَادَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَرُدَّهُ إِلَى بِنَائِهِ وَسُدَّ الْبَابَ الَّذِي فَتَحَهُ فَنَقَضَهُ وَأَعَادَهُ إِلَى بِنَائِهِ.

حضرت ابن الزبیر نے اسی بنیاد پر دیوار اٹھانا شروع کر دی، اسی طرح بیت اللہ کا طول اٹھارہ ہاتھ کا ہو گیا، جب اس میں زیادتی کی تو اس کا طول کم معلوم ہونے لگا پھر اس کے طول میں دس ہاتھ کی زیادتی کی، اور اس کے دو دروازے بنائے کہ ایک سے اندر جائیں اور دوسرے سے باہر جائیں، جب ابن الزبیر شہید کر دیے گئے تو حجاج نے عبدالملک بن مروان کو اس کی اطلاع دی اور لکھا کہ حضرت ابن الزبیر نے بیت اللہ کی جو تعمیر کی ہے وہ ان بنیادوں کے مطابق ہے جنہیں مکہ کے معتبر لوگوں نے دیکھا ہے عبدالملک نے جواب میں حجاج کو یہ لکھا کہ حضرت ابن الزبیر کے تغیر و تبدل سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے انہوں نے طول میں جو زیادتی کی ہے اور حطیم کا جو حصہ انہوں نے کعبہ میں شامل کر دیا ہے اس کو نکال دو اور اس کو پہلی طرح بنا دو اور جو دروازہ انہوں نے کھولا ہے، اس کو بھی بند کر دو، تب حجاج نے کعبہ کو شہید کر کے پھر پہلی طرح بنا دیا۔

<hr>

۳۱۴۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَالْوَلِيدَ بْنَ عَطَاءٍ يُحَدِّثَانِ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدٍ وَفَدَ الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فِي خِلَافَتِهِ فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ مَا أَظُنُّ أَبَا خُبَيْبٍ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا مَا كَانَ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهَا قَالَ الْحَارِثُ بَلَى أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْهَا قَالَ سَمِعْتَهَا تَقُولُ مَاذَا قَالَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوا مِنْ بُنْيَانِ الْبَيْتِ وَلَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِهِمْ

عبداللہ بن عبید بیان کرتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ، عبدالملک بن مروان کے پاس اس کے زمانہ خلافت میں وفد لے کر گئے، عبدالملک نے اس سے کہا کہ ابو خبیب (یعنی حضرت ابن الزبیر) حضرت عائشہ سے بغیر سنے روایت کرتے ہیں، حارث نے کہا نہیں، میں نے خود حضرت عائشہ سے یہ حدیث سنی ہے عبدالملک نے کہا تم نے جو سنا ہے بیان کرو، حارث نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کو چھوٹا کر دیا ہے، اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر چھوڑا ہوتا، تو جتنا انہوں نے اس میں سے چھوڑ دیا ہے میں اس کو دوبارہ بنا دیتا، پس اگر میرے بعد تمہاری قوم اسے دوبارہ بنانے کا ارادہ کرے تو آؤ میں تمہیں

بِالشِّرْكِ أَعَدْتُ مَا تَرَكُوا مِنْهُ فَإِنْ بَدَا لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِي أَنْ يَبْنُوهُ فَهَلُمِّي لِأُرِيَكِ مَا تَرَكُوا مِنْهُ فَأَرَاهَا قَرِيبًا مِنْ سَبْعِ أَذْرُعٍ هَذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدٍ وَزَادَ عَلَيْهِ الْوَلِيدُ بْنُ عَطَاءٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ مَوْضُوعَيْنِ فِي الْأَرْضِ شَرْقِيًّا وَغَرْبِيًّا وَهَلْ تَدْرِينَ لِمَ كَانَ قَوْمُكِ رَفَعُوا بَابَهَا قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ تَعَزُّزًا أَنْ لَا يَدْخُلَهَا إِلَّا مَنْ أَرَادُوا فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَهَا يَدَعُونَهُ يَرْتَقِي حَتَّى إِذَا كَانَ أَنْ يَدْخُلَ دَفَعُوهُ فَسَقَطَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ لِلْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنْتَ سَمِعْتَهَا تَقُولُ هَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَنَكَتَ سَاعَةً بِعَصَاهُ ثُمَّ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُ وَتَحَمَّلَ۔

دکھاؤں کہ انھوں نے اس تعمیر میں سے کیا چھوڑ دیا ہے، پھر آپ نے حضرت عائشہ کو وہ جگہ دکھائی جو تقریباً سات ہاتھ تھی، یہ عبداللہ بن عبید کی روایت ہے اور ولید بن عطاء نے یہ زائد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں دو دروازے زمین کے ساتھ بنا دیتا ایک مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب کی، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہاری قوم نے اس کا دروازہ کیوں اونچا کر دیا تھا؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا: چودھراہٹ کے لیے، تاکہ جن لوگوں کو چاہیں وہی کعبہ میں داخل ہو سکیں، جب کوئی شخص کعبہ میں داخل ہونا چاہتا تو وہ اسے بلاتے اور جب وہ داخل ہونے کے قریب پہنچتا تو اس کو دھکا دے دیتے جس سے وہ گر پڑتا، عبدالملک نے حارث سے کہا کیا تم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث خود سنی ہے انھوں نے کہا ہاں، عبدالملک تھوڑی دیر اپنی لکڑی سے زمین کو کریدتا رہا اور بولا کاش میں نے اس تعمیر کو اسی حال پر چھوڑ دیا ہوتا۔

٣١٤٣ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ بَكْرٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت ہے۔

٣١٤٣ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ عَنْ أَبِي قَزَعَةَ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَيْنَمَا هُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ إِذْ قَالَ قَاتَلَ اللَّهُ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَيْثُ يَكْذِبُ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ سَمِعْتُهَا تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوقزعہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہنے لگا اللہ تعالیٰ (حضرت) ابن الزبیر (رضی اللہ عنہما) کو ہلاک کرے وہ ام المؤمنین پر جھوٹ باندھتا تھا (العیاذ باللہ) اور کہتا تھا کہ میں نے ان سے سنا ہے وہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس میں حطیم کو شامل کر دیتا کیونکہ

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ حَتَّى أَزِيدَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَإِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرُوا فِي الْبِنَاءِ فَقَالَ الْحَارِثُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا تَقُلْ هٰذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَأَنَا سَمِعْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا تُحَدِّثُ هٰذَا قَالَ لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُهُ قَبْلَ أَنْ أَهْدِمَهُ لَتَرَكْتُهُ عَلَى مَا بَنَى ابْنُ الزُّبَيْرِ۔

تمہاری قوم نے بیت اللہ کی تعمیر کو چھوٹا کر دیا ہے، حارث بن عبداللہ ابن ربیعہ نے کہا اے امیر المؤمنین ایسا مت کہو کیونکہ میں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث خود سنی ہے۔ عبدالملک نے کہا اگر یہ بات میں کعبہ کو شہید کرنے سے پہلے سن لیتا تو ابن الزبیر ہی کی تعمیر کو قائم رکھتا۔

۳۱۴۵- وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَلِمَ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذٰلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْزِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حطیم کی دیوار بیت اللہ میں شامل ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے دریافت کیا اس کو انھوں نے بیت اللہ میں کیوں نہیں داخل کیا؟ آپ نے فرمایا تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا! میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اونچا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا انھوں نے یہ اس لیے کیا تھا تاکہ جس کو چاہیں (کعبہ میں) داخل کریں اور جس کو چاہیں (کعبہ میں) داخل ہونے سے روک دیں۔ اور اگر تمہاری قوم نے تازہ تازہ کفر نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ان کو یہ ناگوار لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو کعبہ میں داخل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔

۳۱۴۶- حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحِجْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَقَالَ فِيهِ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا لَا يُصْعَدُ إِلَيْهِ إِلَّا بِسُلَّمٍ وَقَالَ مَخَافَةَ أَنْ تَنْفِرَ قُلُوبُهُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم کے بارے میں دریافت کیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے باقی اس میں یہ ہے کہ بیت اللہ کا دروازہ اس قدر اونچا کیوں ہے کہ اس پر بغیر سیڑھی کے نہیں چڑھ سکتے اور حضرت عائشہ کے جواب میں ہے میں ان کے دلوں کے متنفر ہونے سے ڈرتا ہوں۔

فائدہ کے مقابلہ میں نقصان سے بچنا زیادہ اہم ہے

حدیث نمبر ۳۱۴۶ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم نے تازہ تازہ کفر کو چھوڑا ہوا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس کو قواعد ابراہیم پر تیار کرتا، کیونکہ قریش نے جب اس کو بنایا تھا تو اس کو چھوٹا کر دیا تھا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب فائدہ کے حصول اور نقصان سے بچنے میں تعارض ہو اور دونوں کو جمع کرنا مشکل ہو تو اہم چیز نقصان سے بچنا ہے اور اس کے مقابلہ میں متوقع فائدہ کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ کعبہ کے توڑنے میں اور اس کو بناء ابراہیمی کے مطابق بنانے میں فائدہ اور مصلحت ہے لیکن اس متوقع فائدہ کے مقابلہ میں نقصان اور خرابی کا خطرہ زیادہ تھا اور وہ یہ تھا کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ وہ لوگ کعبہ کی تعظیم کا اعتقاد رکھتے تھے اور اس میں تغیر و تبدل کرنا ان کے نزدیک بہت سنگین جرم تھا۔ اس لیے آپ نے ان کے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا پسند نہیں کیا اور بنائے ابراہیمی کے مطابق کعبہ تعمیر کرنے کے خیال کو ترک کر دیا نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام کو عوام کے مصالح اور فوائد کا خیال کرنا چاہیے اور جس چیز سے ان کے دین اور دنیا میں ضرر کا خوف ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے البتہ زکوٰۃ کے حصول، حدود جاری کرنے اور دیگر احکام شرعیہ نافذ کرنے میں کوئی رو رعایت نہیں کرنی چاہیے اور حکام کو کسی ایسے اقدام سے باز رہنا چاہیے جس سے عوام میں تنفر، تو حش اور جذبات اشتعال پیدا ہو اور شعائر دینیہ کی تعظیم و تکریم کے منافی کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ نجدی حکام نے حرمین شریفین میں اہل بیت اور صحابہ کرام کے مآثر اور مقابر کی جس طرح بے حرمتی کی اور مزار گرائے اس کی وجہ سے آج تک امت مسلمہ نجدیوں پر ملامت کرتی ہے۔ ہم نے ان تمام مظالم کو تفصیل اور تحقیق کے ساتھ "تاریخ نجد و حجاز" میں بیان کیا ہے۔ پاکستان اور بھارت میں اس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

تعمیر کعبہ کی تفصیل وار تاریخ

علامہ قسطلانی کے حوالے سے شیخ سلیمان جمل لکھتے ہیں کعبہ کی دس بار تعمیر کی گئی ہے پہلی بار کعبہ کو ملائکہ نے بنایا، روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان میں ایک بیت بنائیں اور ہر زمین میں ایک بیت بنائیں مجاہد نے کہا ہے کہ یہ چودہ بیت ہیں، اور یہ بھی روایت ہے کہ جب ملائکہ نے کعبہ کی بنیاد رکھی تو زمین کو اس کی منتہاء تک پھاڑا اور اس کی بنیاد میں اونٹ جتنے بڑے بڑے پتھر ڈالے اور انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے بناء کی تھی۔ دوسری بار حضرت آدم نے کعبہ کی تعمیر کی۔ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ انسانوں کے لیے پہلا خدا کا گھر بنایا گیا ہے۔ تیسری بار حضرت آدم کے بیٹے شیث نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ بنایا پھر حضرت نوح علیہ السلام تک یہ تعمیر قائم رہی، اور پھر طوفان نوح میں یہ غرق ہو گیا۔ چوتھی بار اس کو حضرت ابراہیم نے بنایا جن کو حضرت جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعمیر کعبہ کا حکم پہنچایا تھا، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس سے افضل اور کوئی عمارت نہیں ہے کیونکہ بنانے کا حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے حکم لانے والے اور انجنیئر حضرت جبرائیل ہیں، تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم ہیں اور مددگار حضرت اسماعیل ہیں، پانچویں بار کعبہ کو عمالقہ نے بنایا، چھٹی بار جرہم نے اور ان میں سے بنانے والا حارث بن مضاض اصغر تھا۔ ساتویں بار اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے "جد" قصی نے بنایا، آٹھویں بار اس کو قریش نے بنایا۔ اس تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، نویں بار اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چونسٹھ ہجری کے اوائل میں بنایا جب یزید بن معاویہ کی فوجوں نے حضرت ابن زبیر سے جنگ کے لیے مکہ پر حملہ کیا اور

منجنیق کے پتھر کعبہ پر لگے، حضرت ابن الزبیر نے استخارے اور صحابہ سے مشورے کے بعد کعبہ کو منہدم کر دیا اور از سر نو قواعد ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، قریش نے تعمیر کے وقت حطیم کا جو حصہ کعبہ سے خارج کر دیا تھا حضرت ابن الزبیر نے اس کو پھر داخل کر دیا، اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے تھے، حضرت ابن الزبیر نے نصف جمادی الاخری میں پہلی تعمیر کو منہدم کیا، اور رجب ۶۴ ہجری میں اس کو دوبارہ تعمیر کیا، تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک سو اونٹ ذبح کیے اور کعبہ پر غلاف چڑھائے، دوسری بار (عبد الملک بن مروان کے حکم سے) اس کو حجاج بن یوسف نے بنایا۔ حجاج نے حضرت ابن الزبیر کی بناء کو توڑ دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر تعمیر کی اور آج تک کعبہ اسی بناء پر قائم ہے[1]۔ ۷۳ ہجری میں یہ تعمیر کی گئی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اب اس بناء کو متغیر نہیں کرنا چاہیے، ہارون رشید نے امام مالک بن انس سے پوچھا کہ اس بناء کو منہدم کر کے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بناء پر بنا دیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں، امام مالک نے فرمایا اے امیر المومنین میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ایسا نہ کریں، پھر لوگ بیت اللہ کو کھلونا بنا لیں گے اور ہر شخص اس کو توڑ کر اپنی مرضی کی تعمیر کرے گا، اور لوگوں کے دلوں سے بیت اللہ کی وقعت کم ہو جائے گی اور اس کی ہیبت نہیں رہے گی۔[2]

یزید کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر

حدیث نمبر ۳۱۴۱ میں ہے عطاء کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں شامی فوجوں نے مکہ پر حملہ کیا جس سے بیت اللہ جل گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) پھر حضرت ابن الزبیر نے اس کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، علامہ دشتانی مالکی اس واقعہ کا تاریخی پس منظر اور پیش منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیاسی اور دیگر مورخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا، اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی، حضرت حسین بن علی، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی، حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا، یزید نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین، ابن عمر اور ابن الزبیر کو گرفتار کر لو اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ مدینہ کے حاکم نے حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر کو بلایا، انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا، پھر حضرت ابن الزبیر راتوں رات مکہ چلے گئے، گورنر نے ان کی تلاش کرائی لیکن ان کا پتا نہ چلا، کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے سفر میں عام اور معروف راستہ نہیں اختیار کیا تھا، اس نے حضرت حسین کو بلایا لیکن حضرت حسین بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رات کو مکہ روانہ ہو گئے تھے، حضرت حسین جب مکہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انہیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے، ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو

---

[1] شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۱ ص ۱۱۶-۱۱۵، مطبوعہ المطبعۃ البہیہ مصر، ۱۳۰۳ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

یزید کے پاس روانہ کر دیا حضرت حسین کی شہادت کے بعد حضرت ابن الزبیر کے لیے حجاز خالی رہ گیا۔ انھوں نے مکہ میں قیام کیا اور اہل مکہ کو حضرت حسین کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا کہ یہ لوگ عہد شکن، بدکار اور شر پسند ہیں، اور ان سب سے بڑھ کر اہل کوفہ ہیں، انھوں نے بیعت کے لیے حضرت حسین کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی، پھر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنو امیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ سے نکال دیا۔ بنو امیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا، یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اس نے معذرت کر لی اور کہا اے امیر المومنین میں نے آپ کے لیے شہر فتح کیے اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کا خون بہانے سے مجھے معاف رکھیے، یزید نے امیر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا، وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر اور حضور کا حرم ہے، میرا خیال ہے کہ آپ انہیں معاف کر دیجئے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ! پھر اس نے مسلم بن عقبہ مری کو بلوایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگڑا ہٹ تھی اس نے آ کر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المومنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا آپ سے پہلے میں نہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو! اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو، یزید نے کہا، اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مری نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو، پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس کا لشکر تیار کیا جن میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو، اگر تمہیں کوئی عذر پیش آ جائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا، اور جب تم مدینہ پہنچو تو اہل مدینہ کو تین دن تک ڈرانا دھمکانا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر کی طرف روانہ ہو جانا اور اگر اہل مدینہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پا لو تو اہل مدینہ کا طعام، اسلحہ اور مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے (یعنی لوٹ مار کر سکتے ہو)۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت اور اس کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا اے اہل مدینہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا، میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد (حضرت ابن الزبیر) کی طرف مکہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا اے اللہ کے دشمن! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا اب مدت گزر گئی ہے، اب تمہارا کیا ارادہ ہے، ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرہ میں

جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرہ ہے جو بہت مشہور ہے، مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ کو مباح رکھا (لوٹ مار کی اجازت دی) پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے، چاہے آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے، اہل مدینہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ میں سے بنو حارثہ، مسلم بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انھوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ کے خلاف جنگ میں مجبور کر دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی، یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار عورتوں، بچوں اور غلاموں کو لے گئے۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا، حصین نے مکہ ترنج کر اہل مکہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا، حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی، حضرت ابن الزبیر نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لیے جنگ کر رہے ہو؟ انھوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی، پھر جب انہیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے، اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی، یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے، چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی، دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبد الملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی، ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کو خلیفہ مان لیا تھا۔ حتیٰ کہ حجاج نے مکہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) حافظ ابن عمرو نے لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر مروان اور اس کے بیٹے عبد الملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے[1] حضرت ابن الزبیر ستر جمادی الاولی بہتر ہجری کو شہید کیے گئے۔ (البدایہ والنہایہ) آپ کی خلافت آٹھ سال رہی۔

بیعت یزید کے سلسلے میں حضرت حسین کا موقف

علامہ دشتانی کی بیان کردہ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کی اکثریت نے یزید کی بیعت کر لی تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی تھی، یہ تمام حضرات نفوس قدسیہ تھے اور ان میں سے کسی فریق میں بھی ہوائے نفس کا شائبہ نہ تھا، دونوں فریقوں نے اس مسئلہ میں نیک نیتی سے اجتہاد کیا۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث تھیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلى اللہ علیہ وسلم من استعمل رجلا من

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی ابی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۲۶ - ۴۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عصابة وفی تلک العصابة من هو ارضی للّٰہ منہ فقد خان اللّٰہ ورسولہ وجماعة المسلمین وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ [1]

کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من استعمل عاملا من المسلمین وھو یعلم ان فیھم اولی بذلک منہ واعلم بکتاب اللّٰہ وسنة نبیہ فقد خان اللّٰہ ورسولہ وجمیع المسلمین۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے، اس بنانے والے نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اچھی طرح جانتے تھے کہ یزید فاسق و فاجر ہے اور قرآن مجید اور احادیث رسول کی تفصیلات اور احکام شرعیہ کی تشریحات سے نابلد ہے اور انہیں معلوم تھا کہ امت مسلمہ میں علم و عمل میں اس سے بدرجہا بہتر افراد موجود ہیں اس لیے وہ یزید کی بیعت کو ان احادیث کے بھی خلاف سمجھتے تھے اور قرآن مجید کی اس آیت کے بھی خلاف گردانتے تھے: ان اللّٰہ یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو جو ان امانتوں کا اہل ہو؛ اور ملک اور قوم کے معاملات اصحاب رائے کے پاس مسلمانوں کی امانت ہیں اور اگر اصحاب رائے کسی ایسے شخص کو مسلمانوں کا امیر بنا دیں جو خوف خدا سے خالی ہو اور علم و عمل سے تہی دامن ہو تو دوسرے لفظوں میں انہوں نے ملک و قوم کی امانت ایک نااہل شخص کے سپرد کر دی، اور یہی وہ خیانت ہے جس کے ڈر سے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت نہیں کی اور بعد میں جب یزید نے قاتلین معرکۂ کربلا کو کوئی سزا نہیں دی اور مدینہ منورہ میں تین دن تک قتل و غارت گری کرنے کا حکم دیا، مکہ مکرمہ پر حملہ کرایا اور خانہ کعبہ کو جلوایا تو ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی امارت کے لیے یزید واقعی نااہل تھا، اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی فکر صائب نے اس کی بیعت نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ صحیح فیصلہ تھا۔

یزید کے فسق و فجور، اس کی جہالت اور بداعمالیوں کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی اطاعت نہیں کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس موقف پر ہم کچھ اور احادیث پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی اطاعت نہ کرنا ان احادیث کی بنا پر تھا معاذ اللہ کسی ہوائے نفسانی کی وجہ سے نہیں تھا:

عن انس بن مالک ان معاذ بن جبل قال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۹۲-۹۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ المکرمہ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۷۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

یا رسول اللہ ارأیت ان کان علینا امراء لا یستنون بسنتک ولا یأخذون بامرک فما تامرنا فی امرھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ لمن لم یطع اللہ
رواہ احمد وابو یعلی وفیہ عمرو بن زینب ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ [۱]

کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو آپ کی سنت پر عمل نہ کریں اور آپ کے احکام پر نہ چلیں تو آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں! حافظ الہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن زینب ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو مسند احمد کے حوالے سے ذکر کیا ہے [۲]

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء من بعدی یامرونکم بما تعرفون ویعملون ما تنکرون فلیس اولئک بائمۃ رواہ الطبرانی وفیہ الاعشی بن عبد الرحمان ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ [۳]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو تم کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور خود برے کام کریں گے وہ لوگ تمہارے امام نہیں ہیں۔ حافظ الہیثمی کہتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اعشی بن عبد الرحمان ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے [۴]

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء بعدی یعرفون وینکرون فمن نابذھم نجا ومن اعتزلھم سلم ومن خالطھم ھلک رواہ الطبرانی وفیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو نیک کام بھی کریں گے اور برے بھی جو ان سے بیعت توڑ دے گا وہ نجات پائے گا جو ان سے علیحدہ رہے گا وہ سلامت رہے گا اور جو ان سے میل جول رکھے

[۱] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ
[۲] علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ
[۳] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ
[۴] علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

هياج بن بسطام وهو ضعيف. [1]

گا وہ ہلاک ہو جائے گا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں ھیاج بن بسطام ایک ضعیف راوی ہے۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے [2]

عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الا ان الكتاب والسلطان سيفترقان فلا تفارقوا الكتاب، الا انه سيكون عليكم امراء يقضون لانفسهم مالا يقضون لكم فاذا عصيتموهم قتلوكم وان اطعتموهم اضلوكم قالوا يا رسول الله كيف نصنع قال كما صنع اصحاب عيسى بن مريم نشروا بالمناشير و حملوا على الخشب موت فى طاعة الله خير من حياة فى معصية الله رواه الطبرانى ويزيد بن مرثد لم يسمع من معاذ والوضين بن عطاء وثقه ابن حبان وغيره، وبقية رجاله ثقات. [3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! عنقریب حاکم اور کتاب اللہ الگ الگ ہو جائیں گے، تم کتاب اللہ سے علیحدہ نہ ہونا۔ سنو! عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے کہ وہ اپنے لیے جو فیصلے کریں گے وہ تمہارے لیے نہیں کریں گے، تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو گمراہ کر دیں گے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس وقت کیا کریں؟ فرمایا تم وہ کرنا جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے صحابہ نے کیا تھا، انہیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی پر چڑھا دیا گیا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مر جانا، اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، یزید بن مرثد کا معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے اور وضین بن عطاء کی امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

یہ وہ احادیث ہیں جن کے پیش نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی، اہل کوفہ نے جب آپ کو بیعت کے لیے دعوت دی، اور آپ نے مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا اور ان کی یقین دہانی کے بعد آپ نے اہل کوفہ کی دعوت قبول کر لی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے نزدیک یزید کی حکومت صحیح نہیں تھی اور جب آپ کو خلافت علی منہاج النبوۃ قائم کرنے کا ایک موقع ملا تو آپ کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ آپ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور جو لوگ آپ سے ایک صالح حکومت قائم کرنے کی درخواست کر رہے تھے ان کی اس درخواست کو منظور فرماتے، اس وجہ سے آپ کوفہ روانہ ہو گئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں ابن زیاد سے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ۔

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ۔

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸-۲۲۷ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں، یا مجھے واپس جانے دو، یا مجھے سرحد اسلام پر جہاد کرنے دو۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ عقبہ بن سمعان نے کہا کہ مکہ سے لے کر شہادت تک میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، قسم بخدا حضرت حسین نے اس عرصہ میں جو کچھ بھی کہا وہ میں نے سنا ہے، انھوں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ مجھے یزید کے پاس لے جاؤ تاکہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں اور نہ یہ کہا ہے کہ مجھے اسلام کی کسی سرحد پر جانے دو۔ البتہ انھوں نے یزیدی لشکر سے دو مطالبے کیے تھے ایک یہ کہ انھیں واپس جانے دیں اور دوسرا یہ کہ انھیں زمین میں پھر کر دیکھنے دیں کہ لوگوں کا معاملہ (حکومت) کس طرف رہتا ہے۔[1]

علامہ ابن اثیر جزری نے بھی عقبہ بن سمعان کی یہ روایت بیان کی ہے۔[2]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت نہ کرنا اور اہل کوفہ کی دعوت پر بیعت لینے کے لیے جانا، کسی نفسانیت یا طلب اقتدار کی خاطر نہیں تھا بلکہ محض اس وجہ سے تھا کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھتے تھے کہ یزید کی بیعت کرنا درحقیقت اس کے غیر شرعی کاموں کی تائید اور اس کی معاونت کرنا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی خطبہ نقل کیا ہے جو انھوں نے حر بن یزید تمیمی اور اس کے لشکر کے سامنے دیا تھا۔ اس خطبہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وہ حقائق بیان کیے ہیں جن کی بنا پر آپ نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حمد اور صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: "جس شخص نے دیکھا کہ ظالم حکمران، اللہ کے حرام کو حلال کر رہا ہے، اور اللہ کے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کر رہا ہے اور اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رہا ہے، پھر وہ شخص اپنے قول اور فعل سے اس حکمران کو بدلنے کی کوشش نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس شخص کو اس کے ٹھکانے میں داخل کر دے۔" سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کا التزام کر لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، ان لوگوں نے فساد برپا کیا ہے اور حدود کو معطل کر دیا ہے اور محاصل (فیئ) کو اپنی ملکیت بنا لیا ہے اور اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کر لیا ہے اور میں دوسروں کی بہ نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا زیادہ مستحق ہوں، بلکہ میرے پاس بیعت کے لیے تمہارے بکثرت خطوط اور قاصد آ چکے ہیں کہ تم مجھے تکلیف دو گے نہ شرمندہ ہونے دو گے، اگر تم اپنے اس اقرار اور بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے، میں حسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے اہل تمہارے اہل کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لیے میری ذات میں نمونہ ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے اقرار سے پھر گئے اور میری بیعت کو توڑ دیا تو یہ تمہاری کوئی نئی بے وفائی نہیں ہے، ایسی بے وفائی تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی، اور میرے عمزاد مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو، تمہارا حصہ اور نصیب خطا ہے اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے، وہ درحقیقت اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے پرواہ کر دے گا، ـــ والسلام![3]

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۲ھ۔

[2] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۲ - ۲۸۳، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

علامہ ابن اثیر نے بھی اس خطبہ کا تفصیلاً ذکر کیا ہے [۱]۔

بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ باقی تمام صحابہ نے یزید کی بیعت کر لی تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کی بیعت لے لی تھی کیونکہ حضرت امیر معاویہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور گذشتہ جنگوں اور خون خرابے سے اچھی طرح یہ جان چکے تھے کہ اگر خلافت اور امارت کو محض مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا یا انتخاب خلیفہ کے لیے کوئی مجلس شوریٰ مقرر کر دی تو یہ لوگ کبھی بھی ایک شخص پر متفق نہیں ہوں گے، بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی مزور اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے اختلاف اور خونریزی ہوگی، اور اگر خلافت بنو ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو بنو امیہ جو اس وقت بہت بڑی طاقت بن چکے ہیں، اس کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے، ان حالات کی بناء پر انھوں نے یزید کو جانشینی کے لیے منتخب کر لیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس وقت یزید میں صرف گانا سننے کا عیب تھا، اور گانا سننے میں صحابہ کا بھی اختلاف تھا اور حضرت معاویہ ایسے عظیم الشان صحابی اس سے بری ہیں کہ وہ یزید کی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے اس کو ولی عہد مقرر کر دیتے [۲]۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہو گئیں، بعض نے اس سے بیعت توڑ کر جنگ کا ارادہ کیا، جیسا کہ حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین کی رائے تھی، اور بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادے سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ اور فساد ہوگا، اور بکثرت خونریزی ہوگی۔ علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ آسان بھی نہ تھا کیونکہ اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنو امیہ ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل و عقد بھی اس کی حمایت پر تیار تھے، مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقتور تھا یزید کے ساتھ تھا، اس لیے یہ لوگ بیعت توڑنے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے رکے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کی یا پھر اس سے نجات کی دعائیں مانگتے رہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کی یہی رائے تھی۔ دونوں جماعتیں مجتہد تھیں۔ دونوں میں سے کسی کی رائے کو برا نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لیے کوشاں تھے اور ان مقاصد کے لیے ان کی مساعی لوگوں میں مشہور اور معروف تھیں [۳]۔

نیز علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: دیگر صحابہ کرام جو حجاز میں تھے اور جو صحابہ شام اور عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے تمام متبعین سب اس بات پر متفق تھے کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جنگ سے فتنہ اور خون ریزی ہو گی، انھوں نے اس مسئلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت کی نہ ان کی رائے کی مذمت کی کیونکہ حضرت حسین نہ صرف یہ کہ مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے امام اور نمونہ تھے، اور یہ خیال کرکے کہیں گمراہ نہ

[۱] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۰ھ

[۲] علامہ عبد الرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔

[۳] ,, ,, ,, ,, ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲،

ہو جاتا کہ چونکہ صحابہ نے حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا اس لیے وہ بھی گنہگار ہیں کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کو بطور شہادت پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری فضیلت اور استحقاق خلافت کے بارے میں جابر بن عبد اللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن ارقم وغیرہ سے پوچھو اور آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ان حضرات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی، نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کا اجتہاد انہیں میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر رہا تھا، جیسے حنفی مذہب میں نبیذ پینا جائز ہے اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی حنفی شخص نبیذ پی لے تو اس پر کوئی شافعی یا مالکی قاضی حد نہیں جاری کر سکتا۔[1]

یزید ہر چند کہ خلافت کا اہل نہ تھا، فاسق و فاجر اور معصیت پر دلیر تھا تاہم اس سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تھا جس کی بناء پر اس کی بیعت کو توڑنا واجب ہوتا اور اس سے جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر لازم ہوتا اور یا درہے جن علماء نے یزید کی تکفیر کی ہے وہ واقعہ حرہ کی بناء پر کی ہے جو تریسٹھ ہجری میں ہوا جس میں بیشتر صحابہ قتل کر دیے گئے اور جو باقی بچے وہ خوف سے روپوش ہو گئے اور اس کے ڈھائی ماہ بعد یزید مر گیا (اور بعض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی بناء پر تکفیر کی ہے) اس لیے جمہور صحابہ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور انہوں نے یزید کے خلاف خروج میں عملی حصہ نہیں لیا۔ اب ہم قارئین کے سامنے وہ احادیث پیش کر رہے ہیں جو جمہور صحابہ کرام کے پیش نظر تھیں۔

عن عبادۃ بن الصامت قال دعانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعنا فکان فیما اخذ علینا ان بایعنا علی السمع والطاعۃ فی منشطنا ومکرھنا وعسرنا ویسرنا واثرۃ علینا وان لا ننازع الامر اھلہ قال الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان۔[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم سے بیعت لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جو عہد لیے ان میں سے یہ بھی تھا کہ ہم احکام سنیں اور اطاعت کریں خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، سختی ہو یا آسانی اور خواہ ہماری حق تلفی ہو۔ ہم بیعت پر قائم رہیں اور حاکم وقت کے خلاف خروج نہ کریں فرمایا الا یہ کہ تم حاکم میں کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کفر پر تمہارے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی قوی دلیل ہو۔

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ستکون امراء فتعرفون وتنکرون فمن عرف برئ ومن انکر سلم ولکن

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن سے تم اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے بھی۔ جس نے برائی کو پہچان لیا وہ بری ہو گیا اور جس نے

1۔ علامہ عبد الرحمان ابن خلدون متوفی ۸۰۸ ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔
2۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

من رضی و تابع قالوا افلا نقاتلہم قال لا ما صلوا ۔[1]

برے کاموں کو برا جانا وہ بھی بری ہو گیا البتہ اس سے مواخذہ ہو گا جس نے برائی کا ساتھ دیا اور اس سے خوش ہوا صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں!

عن عرفجۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ ستکون ھنات وھنات فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان ۔[2]

حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنہ اور فساد ہو گا پس جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالے در آں حالیکہ وہ متحد ہو اس کو تلوار سے قتل کر دو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لا حجۃ لہ ومن مات لیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ ۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیعت توڑی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہو گی، اور جو شخص بغیر بیعت کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

مذکور الصدر احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ جب تک سلطان یا حاکم سے العیاذ باللہ کھلم کھلا کفر صادر نہ ہو اس وقت تک اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور جب تک وہ نماز پڑھتا رہے یا نظام صلوٰۃ پر قائم رہے اس وقت تک اس کے خلاف جنگ جائز نہیں ہے اور یزید ہر چند کہ فاسق و فاجر تھا اور دینی اور علمی خدمات سے تہی دامن تھا نہ ملک اور قوم کے لیے اس کی کوئی علمی اور عملی خدمات تھیں، غرضیکہ اس منصب کے لیے وہ ہر اعتبار سے نااہل اور ناموزوں تھا لیکن اس وقت تک اس کا کوئی ایسا فعل سامنے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے اس کی تکفیر کی جاتی، تریسٹھ ہجری میں جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی تو بیعت توڑنے والوں نے جو وجوہات بیان کی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ نماز کا تارک ہے اور شراب پیتا ہے جس کا ذکر نہایت تفصیل سے علامہ ابن اثیر جزری نے کامل فی التاریخ میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کیا ہے، غرضیکہ واقعہ حرہ سے پہلے تاریخ میں یزید کے فسق و فجور کا ذکر تو ہے لیکن یہ ذکر کہیں نہیں ہے کہ کسی صحابی یا اہل علم تابعی نے اس کو کافر قرار دیا ہو، اور واقعہ حرہ کے ڈھائی ماہ بعد وہ خبیث مر گیا تھا اور کبار صحابہ اور اہل علم تابعین میں سے اکثر واقعہ حرہ میں شہید کر دیے گئے تھے اور بعض غاروں میں روپوش ہو گئے تھے۔

بہر حال ان احادیث اور ان تاریخی حقائق کے پیش نظر صحابہ کرام نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

صحابہ کرام کا یہ نظریہ ایک علمی مسئلہ میں غور و فکر، اجتہاد اور حسن نیت کی بناء پر تھا، العیاذ باللہ کسی جاہ طلبی، دنیاوی

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸

[3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸

منفعت یا عارضی سہولت کے حصول کی بناء پر نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر نے جو یزید کی بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ بھی کسی نفسانیت پر مبنی نہیں تھا نہ حصول اقتدار کی خواہش پر مبنی تھا اور جس بے سروسامانی کی حالت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تھے اسے دیکھ کر کوئی ذی عقل شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اقتدار پر قابض ہونے کے لیے جا رہے تھے نہیں بلکہ وہ صرف ایک حجت شرعی کو پورا کرنے جا رہے تھے، یہ دونوں فریق مخلص اور بے لوث تھے، دونوں کے پیش نظر للّٰہیت، خدا خوفی اور امت کا وسیع مفاد تھا۔ دونوں کے سامنے احادیث تھیں اور ان میں سے ہر فریق اپنے اجتہاد کے مطابق دین کا منشاء پورا کر رہا تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک کا عمل رخصت پر مبنی تھا اور دوسرے کا عزیمت پر، ورنہ اخلاص، نیک نیتی اور موقف کی سچائی کے لحاظ سے دونوں فریقوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

واقعہ حرہ کی تفصیلات

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ترسیٹھ ہجری میں حرہ کی جنگ کا واقعہ ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش پر عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو امیر مقرر کر دیا تھا۔ سال کے شروع میں یہ لوگ منبر کے پاس جمع ہوتے، اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کر دی کوئی شخص کہتا کہ جس طرح میں اپنی پگڑی اتار رہا ہوں، اس طرح میں یزید کی بیعت اتار رہا ہوں اور یہ کہہ کر اپنی پگڑی پھینک دیتا اور کوئی کہتا کہ جس طرح میں اپنی جوتی اتار رہا ہوں اس طرح یزید کی بیعت اتار رہا ہوں، حتیٰ کہ وہاں پر پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا، پھر انہوں نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکالنے پر اتفاق کیا جو یزید کا عم زاد اور مدینہ کا گورنر تھا اسی طرح باقی بنو امیہ کو بھی مدینہ سے نکالنے پر یہ لوگ متفق ہو گئے۔ بنو امیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کر لیا اس معاملہ میں علی بن الحسین (زین العابدین) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے علیحدہ رہے، ان دونوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی نہ حضرت ابن عمر کے گھر میں سے کسی شخص نے بیعت توڑی، حضرت ابن عمر نے اپنے گھر والوں سے فرمایا تھا تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے جس شخص نے بھی یزید کی بیعت توڑی میرا اس سے تعلق منقطع ہو جائے گا، اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگوں نے ابن مطیع اور ابن حنظلہ سے تا دم مرگ بیعت کی ہے اور کہا ہم یہ بیعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ اسی طرح بنو عبدالمطلب میں سے کسی شخص نے یزید کی بیعت نہیں توڑی، محمد بن حنفیہ سے اس سلسلہ میں کہا گیا تو انہوں نے بیعت توڑنے سے شدید انکار کیا، بیعت توڑنے والوں نے یزید پر شراب نوشی اور نماز نہ پڑھنے کی جو تہمت لگائی تھی انہوں نے اس سے یزید کی برأت بیان کی اور بہت بحث کی، بنو امیہ نے اپنے محاصرہ، توہین اور بھوک اور پیاس کا حال یزید کو لکھ کر بھیجا، یزید کو نقرس کی بیماری تھی جس وقت یہ خط پہنچا وہ اس وقت تخت پر بیٹھا اپنے پیر دھلوا رہا تھا۔ یہ خط پڑھ کر وہ سخت طیش میں آیا اس نے عمرو بن سعید بن عاص سے مشورہ کیا اور ان سے کہا کہ ایک لشکر لے کر جائیں اور اہل مدینہ پر حملہ کریں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا آپ کی حکومت مضبوط ہے اور خواہ مخواہ قریش کا خون بہانے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا، یزید نے پھر قاصد کو بھیج کر مسلم بن عقبہ کو بلوایا وہ بوڑھا اور کمزور شخص تھا لیکن اس نے اس کام کی حامی بھر لی، یزید نے اس کو دس ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادہ سپاہیوں کا امیر بنایا، اور ہر سپاہی کو سو دینار دیئے نعمان بن بشیر نے اہل مدینہ کی سفارش کی لیکن یزید نے کہا میں ان سے بار بار درگزر چکا ہوں اور اب میں ان سے ضرور

جنگ کروں گا۔ نعمان نے کہا میں تمہیں تمہاری قوم (قریش) اور انصار رسول اللہ کی امان کے لیے اللہ کی قسم دیتا ہوں، عبداللہ بن جعفر نے یزید سے کہا یہ بتلایئے اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو آپ قبول کر لیں گے؟ یزید نے کہا اگر وہ ایسا کر لیں تو پھر ان سے کوئی جنگ نہیں ہے، پھر یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تین دن تک ان کو مہلت دینا اگر وہ اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو قبول کر لینا، اور اگر وہ اطاعت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ کرنا اور جب ان پر غالب آجاؤ تو تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دینا (یعنی لوٹ مار کی اجازت دینا) اس کے بعد لوگوں پر ظلم نہ کرنا اور علی بن حسین (زین العابدین) کا خیال رکھنا اس کے ساتھ خیر خواہی کرنا، ان کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھانا کیونکہ وہ اس بغاوت میں شریک نہیں تھے اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ سے فارغ ہو کر (حضرت) ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہو جانا۔[1]

اہل مدینہ پر غالب آنے کے بعد مسلم بن عقبہ (متقدمین اس کو مسرف بن عقبہ کہتے تھے) نے یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر شہر کو مباح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس جاہل بوڑھے کو خراب کرے اور اس کو جو اخیر دے اس نے مدینہ کے اشراف اور قراء کو قتل کر دیا اور بے شمار اموال لوٹ لیا۔ بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت بہت زیادہ شر اور فساد برپا ہوا۔

مدائنی نے کہا کہ مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دیا انھیں جو شخص بھی ملتا اس کو قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے، سعدی بنت عوف مریہ نے مسلم بن عقبہ سے کہا میں تمہاری چچا زاد ہوں اپنی فوجوں سے کہو کہ میرے اونٹوں کو نہ لوٹیں، مسلم بن عقبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب سے پہلے اس کے اونٹوں کو لوٹو۔ ایک عورت نے کہا میں تمہاری باندی ہوں اور میرا بیٹا تمہارا قیدی ہے، مسلم بن عقبہ نے فوراً اس کی گردن اڑا دی۔ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں بغیر زوج کے حاملہ ہو گئیں، ہشام بن حسان نے کہا ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد مدینہ کی ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے، اکابر صحابہ میں سے ایک جماعت اس وقت روپوش ہو گئی تھی، ان میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت ابوسعید خدری ایک غار میں تھے، ایک شامی سپاہی ان سے ملا اور انھیں قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: انی ارید ان تبوء باثمی و اثمک فتکون من اصحب النار و ذلک جزاء الظالمین۔ "میرا ارادہ ہے کہ تو میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے اور جہنمی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے"۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ابوسعید خدری! کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ کہا ہاں، پھر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔[2]

مدائنی نے کہا مسلم بن عقبہ کے پاس سعید بن مسیب کو لایا گیا، مسلم نے ان سے کہا کہ بیعت کرو، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا کسی نے

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹-۲۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،
[2] " " " البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱-۲۲۰ "

کہا کہ یہ مجنون (دیوانے) ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ یوم حرہ میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کہا مہاجرین اور انصار میں سے سات سو ایسے نفوس شہید ہو گئے جنہیں میں جانتا تھا اور دس ہزار ایسے نفوس شہید ہو گئے جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ مدائنی نے کہا کہ واقعہ حرہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقع ہوا اور تین دن تک یہ لوگ مدینہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔ [1]

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ آخر مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا، اور لوگوں سے کہا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال اور اہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔ [2]

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ ۲۰ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ ہوا جس میں مہاجرین اور انصار کی اولاد میں سے تین سو سے زیادہ نفوس شہید کر دیے گئے اور صحابہ میں سے حضرت معقل بن سنان، حضرت عبد اللہ بن حنظلہ اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہم شہید کر دیے گئے۔ [3]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ مدینہ کے قتل عام میں ایک ہزار سات سو، مہاجرین اور انصار صحابہ اور خیار تابعین شہید کیے گئے اور عام لوگوں میں سے، بچوں اور عورتوں کے سوا دس ہزار مسلمان شہید کیے گئے، سات سو قرآن مجید کے قاری شہید کیے گئے اور ستانوے قریش شہید کر دیے گئے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے جو قبر انور اور منبر شریف کے درمیان پیشاب اور لید کرتے رہے۔ مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اس پر بیعت کریں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے۔ یزید بن عبد اللہ بن زمعہ نے کہا کہ میں قرآن اور سنت کے حکم پر بیعت کرتا ہوں تو اس نے ان کو بندھوا کر ان کی گردن مار دی۔ [4]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں جب بھی نماز کا وقت آتا تھا قبر انور سے اذان کی آواز آتی تھی اور پھر اقامت کی جاتی تھی میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا اور میرے سوا اس وقت مسجد نبوی میں اور کوئی نہیں تھا۔ [5]

یہ واقعہ علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حرہ کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا میں قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔ [6]

نیز سعید بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ ایام حرہ میں تین دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی،

---

[1] - حافظ ابو الفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ،

[2] - علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۷ ص ۱۳، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

[3] - علامہ عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۰ھ

[4] - علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۱ھ

[5] - ″ ″ ″ ″ ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۳۴

[6] - علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۹، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۲ھ

و جماعت ہوئی، سعید بن مسیب جب بھی مسجد نبوی میں جاتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز سنتے جس سے انھیں نماز کا وقت معلوم ہوتا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی ہے [1]

مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا۔ محمود احمد عباسی نے لکھا ہے کہ مسلم بن عقبہ ایک معمر صحابی تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ حافظ ابن حجر نے مسلم بن عقبہ کا ذکر اصابہ کی قسم ثالث میں کیا ہے اور قسم ثالث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے، ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ممکن تھا لیکن ان کا سماع ثابت نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر اور علامہ ابن اثیر جزری وغیرہ نے مسلم بن عقبہ کا ذکر صحابہ کی فہرس میں نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ بن رباح بن اسعد مری، یزید بن معاویہ کی طرف سے اس کے لشکر کا امیر تھا جس نے مدینہ پر ایام حرہ میں حملہ کیا، ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا اور یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھا، محمد بن سعد نے طبقات میں واقدی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ جب یزید بن معاویہ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ نے مدینہ کے گورنر کو نکال دیا ہے اور یزید کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے اہل مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر مسلم بن عقبہ کو بنایا جس کی عمر اس وقت نوے سال سے زیادہ تھی اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ عہد نبوی میں ادھیڑ عمر کا ہو گا، مسلم نے اہل مدینہ کے ساتھ بہت بدتمیزی کے ساتھ بات کی اور تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ مباح کیا اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا، اس وجہ سے اس کا نام مسرف رکھا گیا۔[2]

مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ میں ایک شخص سے کہا کہ اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی اطاعت اور معصیت میں یزید کے غلام ہو، اس نے انکار کیا اور کہا میں صرف اللہ کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں، مسلم بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا اس کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے اسے قدرت دی تو وہ مسلم بن عقبہ کو جلا دے گی خواہ زندہ ہو یا مردہ۔ مدینہ سے واپس ہونے کے بعد مسلم کی بیماری بڑھ گئی اور وہ مر گیا، اس قرشی نوجوان کی ماں مسلم کی قبر پر گئی اس کی قبر کھدوائی اور کہا سر کی جانب سے اس کی لاش نکالو، سر کی جانب سے لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی کو چوس رہا ہے لوگ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے، اور کہا اے مالکہ اس کو چھوڑ دیں اس نے اپنی برائی کا مزہ چکھ لیا، اس عورت نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی۔ پھر کہا پیروں کی جانب سے اس کی لاش نکالو انھوں نے پیروں کی جانب سے قبر کھودی تو دیکھا کہ اس اژدھے کی دم نے اس کے پیروں کو جکڑا ہوا ہے، وہ عورت ایک طرف ہٹی اور اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کی اے اللہ تو جانتا ہے میں آج تک مسلم بن عقبہ پر غضب ناک ہوں مجھے اس پر قدرت دے پھر اس نے اژدھے کی دم پر لکڑی ماری، اژدھا ہٹ گیا اس کو قبر سے نکالا گیا اور جلا دیا گیا [3]

---

[1] - شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۴۵، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[2] - حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۹۵-۴۹۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] - علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۱ھ۔

واقعہ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث

واقعہ حرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
یزید نے مسلم بن عقبہ کے لیے جو تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا تھا یہ اس کا بہت بڑا گناہ تھا جب اس کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ اور ان کی اولاد شہید کی گئی تو یہ گناہ اور بھی بڑھ گیا حالانکہ اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا چکا تھا، اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں جو عظیم فساد ہوا اس کی حد اور حساب سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا اس نے مسلم بن عقبہ کی کمان میں لشکر بھیج کر اپنی مملکت کے دوام اور استحکام کا ارادہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا الٹ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا اس کی خواہش کے درمیان واقع ہوئی اور جابروں کے جبر اور متکبرین کے تکبر توڑنے والے عزیز مقتدر نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ [1]

احادیث صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے پر سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور ایذاء پہنچانے والے پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کی ہے۔

عن سعد قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح في الماء. [2]

حضرت سعد کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

عن سعد بن ابي وقاص يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اراد اهل المدينة بسوء اذابه الله كما يذوب الملح في الماء. [3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

عن جابر بن عبد الله ان اميرا من امراء الفتنة قدم المدينة وكان قد ذهب بصر جابر فقيل لجابر لو تنحيت عنه فخرج يمشي بين ابنيه فنكب فقال تعس من اخاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابناه او احدهما يا ابت وكيف اخاف رسول

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ فتنہ کے امراء میں سے ایک امیر مدینہ آیا، اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی جا چکی تھی حضرت جابر سے کہا گیا آپ اس سے ایک طرف ہو جائیں حضرت جابر اپنے دو بیٹوں کے درمیان جا رہے تھے راستہ میں ان کو ٹھوکر لگی تو کہنے لگے اس شخص کے لیے بربادی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا ہے۔

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[2] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو الحسین قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۵ " " " ۱۳۷۵ھ

الله صلی الله علیه وسلم و قد مات قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من اخاف اهل المدینة فقد اخاف ما بین جنبی رواه احمد و رجاله رجال الصحیح[1]

ان کے بیٹوں نے یا کسی ایک بیٹے نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص کیسے خوفزدہ کر سکتا ہے؟ حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہیں! حضرت جابر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اہل مدینہ کو دھمکایا اس نے اس چیز کو خوف زدہ کیا جو میرے پہلو کے درمیان ہے، اس کو امام احمد نے روایت کیا اور اس حدیث کی سند میں حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبادة بن الصامت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال اللهم من ظلم اهل المدینة و اخافهم فاخفه و علیه لعنة الله و الملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف و لا عدل رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجاله رجال الصحیح.[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! جو شخص اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو خوفزدہ کرے تو اس کو خوفزدہ کر، اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند میں حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو نسائی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، اسی طرح شیخ مزی نے اس کو اطراف میں ذکر کیا ہے لیکن یہ نسائی میں نہیں ہے، علامہ ہیثمی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کبیر میں ہو۔

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من اذی اهل المدینة اذاه الله و علیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل رواه الطبرانی فی الکبیر و فیه العباس بن الفضل الانصاری وهو ضعیف.[3]

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اہل مدینہ کو ایذا دی، اس کو اللہ تعالیٰ ایذا دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں عباس بن فضل انصاری ایک ضعیف راوی ہے۔

عن سعد قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اکف من همهم

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ جو اہل مدینہ پر

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

[2] " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۶ " "

[3] " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۷ " "

بباس یعنی اهل المدینة ولا یریدها احد بسوء الا اذابه الله کما یذوب الملح فی الماء[1]

اچانک کوئی بلا لائے، اس سے بدلے اور فرمایا جو شخص بھی اہل مدینہ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا قصد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے بعض علماء نے یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کا استدلال کیا ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی یزید پر لعنت کی روایت ہے، خلال، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلیٰ اور قاضی ابوالحسین کا یہی نظریہ ہے، علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے یزید پر لعنت کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے اور اس سلسلہ میں بھی تصانیف ہیں، مبادا یہ لعنت، یزید کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی پر لعنت کا ذریعہ ہو جائے، انھوں نے کہا کہ یزید سے جس قدر برے کام صادر ہوئے اس میں اس نے تاویل کی اور خطا کی، انھوں نے کہا اس سب کے باوجود وہ امام فاسق تھا، اور علماء کا صحیح قول یہ ہے کہ فسق سے امام معزول نہیں ہوتا، بلکہ اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس خروج کی وجہ سے مسلمانوں کا قتل، لوٹ مار اور عورتوں کی عصمت دری ایسے مفاسد واقع ہوتے ہیں۔

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب یزید کے پاس واقعہ حرہ کی خبر پہنچی اور اسے مسلم بن عقبہ اور اس کے لشکر کی فتح کا علم ہوا تو وہ اس پر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ وہ امام ہے اور اہل مدینہ نے اس کی اطاعت سے خروج (بغاوت) کیا ہے۔ اور اس کے غیر کو اپنا امیر بنا لیا ہے، اس لیے ان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لیے جائز ہے جب تک کہ وہ رجوع نہ کر لیں اور جماعت کے ساتھ نہ ہو جائیں جیسا کہ اس نے نعمان بن بشیر اور مسلم بن عقبہ کے ذریعہ پہلے ان کو تنبیہ کی تھی اور حدیث صحیح میں ہے: من جاءکم وامرکم جمیع یرید ان یفرق بینکم فاقتلوه کائنا من کان جب تم ایک جماعت ہو اور کوئی شخص آکر تم میں تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو، خواہ وہ کوئی شخص ہو۔[2]

مصنف کا موقف

میں (غلام رسول سعیدی غفرلہ) یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث برحق ہے اور اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے بیعت کو توڑا، اس کا غدر ہونا بھی تسلیم ہے اور تنبیہ کے باوجود جن لوگوں نے اطاعت کو نہیں مانا ان سے جنگ کا بھی ایک محل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اہل مدینہ پر فتح پانے کے بعد یزید نے جو اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا تھا اور تین دن تک اہل مدینہ کو قتل کرنے، ان کا مال لوٹنے اور ان کی عورتوں کی عصمت دری کی عام اجازت دے دی تھی اس کا کیا جواز ہے؟ یہ ایسا سلوک ہے جو کسی کافر ملک کے کافروں سے بھی روا رکھنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے جس کی اجازت یزید نے اپنی فوجوں کو حرم رسول کے لیے دیدی تھی۔ یزید نے تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر جو مدینہ کو مباح کیا تھا اگر

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۴ھ

[2] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۶ھ

اس اباحت سے مراد اباحت شرعیہ ہے تو یزید کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر یہ غیر شرعی اباحت ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہ اہل مدینہ کو ایذا پہنچانے انھیں ڈرانے اور دھمکانے اور اہل مدینہ کے جان و مال اور عزت و آبرو کو برباد کرنے کی اجازت ہے اور بکثرت صحیح اور صریح احادیث کے مطابق ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے تاہم اس کا یہ فعل کفر نہیں ہے اور اس پر شخصی لعن جائز نہیں ہے البتہ صفات کے اعتبار سے لعنت جائز ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو دھمکایا اور ان کو ایذا دی اس پر لعنت ہو۔

یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ محرم چونسٹھ ہجری کے اوائل میں مسلم بن عقبہ، حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے مکہ روانہ ہوا، اور اس نے روح بن زنباع کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب یہ ثنیۃ حرشا میں پہنچا تو اس نے لشکر کے سواروں کو جمع کیا اور کہا امیر المؤمنین نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ مجھے موت آئے تو میں حصین بن نمیر السکونی کو امیر مقرر کر دوں اور قسم خدا کی اگر یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایسا کبھی نہ کرتا، پھر اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر کہا: اے پالان کے بیٹے، مجھ سے میری نصیحت کو غور سے سنو! جب تم مکہ پہنچ جاؤ تو ابن الزبیر سے لڑنے میں تین دن سے زیادہ توقف نہ کرنا، پھر کہا: اے اللہ! میں نے کلمۂ شہادت پڑھنے کے بعد اہل مدینہ کو قتل کرنے سے زیادہ کوئی نیک کام نہیں کیا اور میرے نزدیک اس کی آخرت میں زیادہ جزا ملے گی، اور اگر میں پھر بھی جہنم میں داخل ہو گیا تو میں بڑا بدنصیب ہوں، پھر وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے۔[1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ کے بعد اسی سال چودہ ربیع الاول کو یزید فوت ہو گیا اور دونوں نے اپنی فتح سے جو امیدیں قائم کی تھیں ان میں ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ملک چھین لیا۔

۲۶ محرم ۶۴ ہجری کو حصین بن نمیر اپنے لشکر کو لے کر مکہ روانہ ہوا، حصین بن نمیر مکہ کے باہر ٹھہر گیا اور حضرت ابن الزبیر اہل مکہ کے ساتھ جنگ کے لیے آگے اور بہت سخت جنگ ہوئی، اہل شام نے اہل مکہ پر بہت سخت حملہ کیا جس سے اہل مکہ گھبرا گئے اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر کا خچر لڑکھڑا گیا پھر حضرت مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبد الرحمٰن بن عوف اور ایک جماعت نے پینترا بدل کر جنگ کی اور وہ سب شہید ہو گئے، حضرت ابن الزبیر رات بھر پامردی سے لڑتے رہے پھر محرم اور صفر میں مکمل لڑائی ہوتی رہی اور تین ربیع الاول چونسٹھ ہجری کو یزیدی لشکر نے ہفتہ کے دن کعبہ کو نشانہ بنانے کے لیے منجنیق کو نصب کیا حتیٰ کہ انھوں نے کعبہ پر آگ پھینکی جس سے ہفتہ کے دن بیت اللہ کی دیوار جل گئی[2] انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک حضرت ابن زبیر سے جنگ کرتے رہے۔ ۳ ربیع الاول ۶۴ھ کو بروز شنبہ اہل شام نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ "منجنیق ایک مست اونٹ ہے جس سے ہم کعبہ پر نشانہ لگا رہے ہیں" عمرو بن حوط

---

[1] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵-۲۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ

[2] 〃　〃　〃　〃　البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵　〃

سفر دی کا یہ شعر پڑھتا تھا" ام فروہ کا کارنامہ دیکھو، وہ صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔" ام فروہ اس نے منجنیق کا نام رکھا تھا، مشلل میں مسلم کے دفن ہونے کے بعد ابن نمیر تیئیسویں محرم کو مکہ روانہ ہوا تھا اور چھبیس محرم کو مکہ پہنچا، چونسٹھ دن تک حضرت ابن الزبیر کا محاصرہ کیا اور ۱۴ ربیع الاول کو یزید کے مرنے کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔[1]

یزیدی فوجوں کے خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر

یزیدی فوجوں کا خانہ کعبہ پر پتھر برسانا اور خانہ کعبہ میں آگ لگانا ایک سنگین جرم ہے، اگر خانہ کعبہ کی توہین کے ارادہ سے یا خانہ کعبہ کو حقیر اور معمولی سمجھ کر ایسا کیا گیا تو یہ سب کافر ہو گئے، اور اس کا حکم دینے والا اور اس پر راضی ہونے والے اور اس کام کے مرتکب بلاشبہ کافر ہیں اور اگر ان کا مقصد خانہ کعبہ پر پتھر برسانا نہیں تھا، مقصد حضرت ابن الزبیر کو قتل کرنا تھا اور نشانہ انہیں بنایا تھا لیکن پتھر خانہ کعبہ کو لگ گئے تو یہ فعل ہر چند کہ کفر نہیں تاہم ایک سنگین جرم ہے، خانہ کعبہ عظیم ترین شعار اسلام ہے، جس کی عزت اور حرمت کے لیے لاکھوں مسلمان گردن کٹانے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔ یزیدی فوجوں نے جس طرح بے خوفی اور بے دردی سے کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری کی ہے وہ کسی طور مسلمانوں کا کام نہیں لگتا اور اگر یزید نے یہ حکم دیا تھا کہ اگر حضرت ابن الزبیر کعبہ میں پناہ لیں تو کعبہ کو بھی سنگسار کر دینا یا جلا دینا تو ہمیں یزید کے کفر کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہے!

حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث

یزید کے جرائم میں سے ایک اور سنگین جرم حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین سے قصاص نہ لینا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں روایات متضاد اور متعارض ہیں کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل کا حکم دیا تھا یا نہیں؟ اور ان کے قتل کی خبر سن کر وہ خوش ہوا یا نہیں لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین کو کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی اور اس وقت ایسے حالات نہیں تھے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالات درپیش تھے جس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لے سکتے تھے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتل مخفی اور مشتبہ تھے کسی نے قتل عثمان کا اقرار کیا تھا نہ اس پر گواہ قائم ہوئے تھے نہ کسی معین شخص کے خلاف کسی کا دعویٰ تھا اس کے برعکس حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین ڈھکے چھپے نہ تھے وہ برسرِ عام حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے کا اعلان کرتے تھے اس کے باوجود یزید نے انہیں کوئی سزا نہیں دی اور یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے، ہم اس سلسلے میں پہلے اختصار کے ساتھ تاریخی روایات پیش کریں گے اور پھر اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کی آراء کا ذکر کریں گے۔

شہادتِ حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ابن زیاد کے حکم سے جماعت کھڑی ہوئی اس نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے فتح عطا فرمائی اور جس حسین نے ان سے ملک چھیننا چاہا تھا اور مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہا تھا اس کو قتل کر دیا عبداللہ

[1] علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۱۵-۱۴، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

بن عفیف ازدی نے کھڑے ہو کر کہا افسوس اے ابن زیاد! تم انبیاء کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور صدیقین کی طرح گفتگو کرتے ہو، ابن زیاد نے انھیں قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کا حکم دیا، پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو کوفہ کی گلیوں میں پھرایا جائے پھر اس کے بعد اس نے آپ کے سر کو یزید بن معاویہ کے پاس کوفہ بھیج دیا۔

حمیر بیان کرتے ہیں کہ بخدا میں اس وقت دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس تھا جب زحر بن قیس نے یزید سے آکر کہا اے امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی فتح اور نصرت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے حسین بن علی بن ابی طالب اور ان کے اہل بیت میں سے اٹھارہ آدمی ہمارے پاس بھیج دیے ہیں اور ساٹھ آدمی ان کی جماعت کے ہیں ہم نے ان کے سامنے عبید اللہ بن زیاد کی اطاعت یا قتال دو چیزیں رکھی تھیں انھوں نے اطاعت کے مقابلہ میں قتال کو اختیار کیا اور ایک شدید جنگ کے بعد ہم نے ان کے سر اتار لیے اور آپ کے سامنے ان کی لاشیں حاضر ہیں! یہ سن کر یزید کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے کہا میں حسین کے قتل کے بغیر بھی تم سے راضی تھا، اللہ تعالیٰ ابن سمیہ (عبید اللہ بن زیاد) پر لعنت کرے، بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا، اللہ تعالیٰ حسین پر رحمت فرمائے اور جو شخص حضرت حسین کا سر لے کر آیا تھا اس کو یزید نے کچھ نہیں دیا اور جب یزید کے سامنے حضرت حسین کا سر رکھا گیا تو اس نے کہا بخدا اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تم کو کبھی قتل نہ کرتا۔[1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ جعفر سے روایت کیا ہے، جب یزید کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھا گیا تو وہ ان کے سر پر چھڑی لگا رہا تھا، ابوبرزہ نے کہا اپنی چھڑی ہٹاؤ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سر کو چومتے تھے۔[2]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب یزید نے علی بن الحسین (زین العابدین) کو رخصت کیا تو کہا اللہ تعالیٰ ابن سمیہ کو برباد کرے اگر میں تمہارے باپ کے مقابلہ میں ہوتا تو وہ مجھ سے جو چیز بھی مانگتے میں انھیں دے دیتا اور اپنی پوری طاقت سے انھیں بچانے کی کوشش کرتا خواہ مجھے اپنے بچوں کی قربانی دینی پڑتی لیکن اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ مقدر کر دیا، پھر علی بن حسین (زین العابدین) کو مال کثیر دے کر رخصت کیا اور لے جانے والے کو ان کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کی، اور کہا جب کبھی آپ کو کوئی کام ہو تو مجھے لکھیں۔[3]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ شیعہ اور رافضہ نے مقتل حسین کے بارے میں بہت زیادہ روایات گھڑ لی ہیں۔ ہم نے جو روایات ذکر کی ہیں وہ کافی ہیں اور بعض کمزور روایات بھی ہم نے ذکر کر دی ہیں، اور اگر ابن جریر اور دیگر حفاظ نے وہ روایات نہ ذکر کی ہوتیں تو ہم بھی نہ ذکر کرتے، اس سلسلہ میں اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں اور وہ شیعی تھا اور وہ ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن وہ تاریخ گو اور حافظ ہے اور جو روایات اس کے پاس ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں ہیں اس وجہ سے اکثر مصنفین اس کی طرف لپکتے ہیں۔

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۴ھ،

[2] ،، ،، ،، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲ ،، ،، ،،

[3] ،، ،، ،، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۵ ،، ،، ،،

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین نے یہ تاویل کی تھی کہ حضرت حسین مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے اور جو لوگ بیعت کر چکے تھے ان کی بیعت کو تڑوانے کے لیے آئے تھے اور احادیث میں اس کو بہت سختی سے منع کیا ہے اور اس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں وہ احادیث مذکور ہیں تاہم جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا انھیں ان کو قتل کرنا نہیں چاہیے تھا بلکہ ان پر واجب تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو باتیں پیش کی تھیں ان میں سے کسی ایک بات کو مان لیتے (مجھے واپس جانے دو، یزید کے پاس لے چلو، یا سرحد اسلام پر جانے کے لیے جانے دو) لیکن ان لوگوں کی رائے صحیح نہیں ہے، اور سلفاً خلفاً تمام علماء نے قتل حسین کو ظلم قرار دیا ہے ماسوا کوفہ کی ایک قلیل جماعت کے اللہ تعالیٰ اس کو برباد کر دے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت حسین اور ان کے رفقاء کے قتل سے یزید خوش ہوا نہ ناخوش ہوا، اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر حضرت حسین کے قتل سے پہلے اسے اختیار ہوتا تو ان کو معاف کر دیتا جس طرح اس کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی اور جیسا کہ خود اس نے بھی تصریح کی ہے اور اس نے ابن زیاد کے فعل پر لعنت کی اور اس کو برا بھلا کہا لیکن اس نے ابن زیاد کو معزول کیا نہ کوئی سزا دی نہ کسی کو بھیج کر اس کی مذمت کی۔[۱]

یزید پر لعنت کے سلسلے میں امام غزالی کی رائے: امام غزالی لکھتے ہیں: کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے یا قتل کا حکم دیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے، کیونکہ بغیر تحقیق کے مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا بھی صحیح نہیں ہے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو قتل کیا اور ابو لؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے، پس کسی مسلمان پر بغیر تحقیق کے فسق یا کفر کی تہمت لگانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے اور وہ شخص ایسا نہ ہو، تو یہ تہمت لگانے والے پر لوٹ جائے گی۔[۲]

علامہ زبیدی کی رائے: علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے اس لیے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ خبیث فاسق تھا، ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا، کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے، اور بعض علماء نے اس کے

۱؎ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ، البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٢٠٣ - ٢٠٤ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ ١٣٩٨ھ،

۲؎ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ٥٠٥ھ، احیاء العلوم علی ہامش الزبیدی ج ، ص ٩٠٤ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ١٣١١ھ

فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کو بہت ایذا پہنچائی، اور واقعہ حرہ میں مدینہ کو مباح کر دیا، اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین سے بیعت طلب کی اور انھوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا: و خاب من کل جبار عنید "اور ہر عناد رکھنے والا متکبر ناکام ہوگیا" تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبید اللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پہ چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا:

نفلق هاما من رجال اعزة　　علينا وكانوا هم اعق واظلما

ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو (کبھی) ہم پر غالب تھے۔ دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں۔

اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے:

ليت اشياخي ببدر شهدوا　　جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہل مدینہ کی اہانت اور ان کے قتل عام کو دیکھتے، یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں، بعض عراقیین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے، علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ انھوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو، علامہ تفتازانی، ائمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے۔ لیکن انھوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے صاحب بدء المعالی نے کہا ہے۔

ولم يلعن يزيد بعد موت　　سوى المكثار في الاغواء غالى

یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت و عداوت کو بہت زیادہ ابھارنے والے انتہا پسند تھے۔ یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مومن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف۔ یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالی پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔

یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق، شریر اور ظالم تھا، اس مسئلہ میں توقف، علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے، انھوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالی کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور ہر لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من حسن اسلام

امرء ترکہ مالا یعنیہ - "کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔" اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے بدءالامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہے خواہ ادنیٰ نسبت ہو اور اس کی عداوت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو ہم سب اس سے بری ہیں۔[1]

علامہ حلبی کی رائے اور مصنف کا موقف

علامہ حلبی لکھتے ہیں: فقیہ کیا ہراسی - ائمہ شافعیہ کے اکابرین میں سے ہیں اور امام الحرمین کے شاگرد ہیں اور علم و فضل میں امام غزالی کے ہم پلہ ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یزید صحابہ میں سے تھا، کیا اس پر لعنت جائز ہے۔ انہوں نے جواب دیا وہ صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں پیدا ہوا، امام احمد کے اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک ہیں اس پر صراحۃً لعنت کی ہے اور دوسرے میں اشارۃً لعنت کی ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے بھی اس کے بارے میں ایسے ہی دو قول ہیں۔

علامہ حلبی کہتے ہیں کہ ہمارا اس کے بارے میں قول واحد ہے ہم یزید پر اشارۃً نہیں صراحۃً لعنت کرتے ہیں اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے وہ شطرنج کھیلتا تھا، چیتوں کا شکار کرتا تھا، دائمی شرابی تھا اور شراب کے بارے میں اس کے اشعار مشہور ہیں۔

نیز لکھتے ہیں کہ امام غزالی سے پوچھا گیا جو شخص صراحۃً یزید پر لعنت کرے کیا وہ فاسق ہے؟ اور کیا یزید کے لیے دعاء رحمت صحیح ہے؟ امام غزالی نے جواب دیا جو شخص اس پر لعنت کرے گا وہ فاسق اور گنہگار ہوگا۔ کیونکہ مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور ہمیں جانوروں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث شریف کے بموجب مسلمان کی حرمت کعبہ سے زیادہ ہے، یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کرانے کا امر کیا یا ان کے قتل پر راضی ہوا اور جو چیز صحیح نہیں ہے اس کا گمان کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی جائز نہیں ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہیں تو یزید کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے، علاوہ ازیں قتل کرنا کفر نہیں ہے، معصیت ہے اور اس کے لیے رحمت کی دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ جب ہم نماز میں تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو اس دعا میں وہ بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ امام غزالی کا فتویٰ ہے، البتہ ہمارے استاذ اعظم شیخ محمد بکری نے فقیہ کیا ہراسی کی موافقت میں یزید پر صراحت سے لعنت کی ہے اور اس کے استاذ شیخ ابو الحسن نے بھی لعنت کی ہے۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خدا سے ڈرنے والے علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور انہوں نے اس

---

[1] علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۸، ص ۲۸۹ - ۲۹۰، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے کہ مجھے اس کے اسلام میں شک ہے نہ ایمان میں اس پر اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی بناء پر یزید کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا جائے گا کہ معین کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے [1]۔

میں (غلام رسول سعیدی غفرلہ) یہ کہتا ہوں کہ علامہ حلبی نے جو فقیہ کیا الہراسی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں صراحۃً لعنت کی ہے اور ایک میں اشارۃً۔ اگر یہ نقل صحیح ہے تو یزید پر لعنت کرنے کا نظریہ صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے علامہ دمیری نے بھی یہ نقل کیا کہ فقیہ کیا الہراسی نے لکھا ہے کہ امام احمد، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے یزید پر لعنت کرنے میں دو قول ہیں صراحۃً اور کنایۃً [2]

یزید کے کفر یہ اشعار کی تحقیق

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید نے اس موقع پر ابن الزبعری کے ان اشعار سے استشہاد کیا جو اس نے جنگ احد میں کہے تھے۔

لیت اشیاخی ببدر شہدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش آج میرے وہ باپ دادا زندہ ہوتے جو بدر میں مر گئے تھے اور وہ نیزوں کے لگنے سے خزرج کی چیخ و پکار دیکھتے۔

حین حلت بفنائھم برکھا واستحر القتل فی عبد الاشہل

جب سواری ان کے صحن میں پہنچی تو انہوں نے اس کو بٹھالیا اور عبد الاشہل میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔

قد قتلنا الضعف من اشرافھم وعدلنا میل بدر فاعتدل

ہم نے ان کے سرداروں کو دوگنا قتل کر دیا ہے اور بدر میں ہونے والے ظلم کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔

بعض رافضیوں نے ان میں یہ شعر بھی ملا دیا:

لعبت ہاشم بالملک فلا ملک جاءہ ولا وحی نزل

بنو ہاشم نے حکومت سے چھیڑ خوانی کی تو نہ اس کی مدد کے لیے کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی نازل ہوئی۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اگر واقعی یزید نے ان اشعار سے استشہاد کیا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو، اور اگر اس نے یہ شعر نہیں پڑھے تو اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے یہ شعر گھڑ لیے تاکہ یزید کی مذمت کی جائے [3]

---

[1] - علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۷ - ۲۶۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۸۴ھ

[2] - شیخ کمال الدین دمیری متوفی ۸۰۸ھ حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۹۶، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۵ھ

[3] - حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۲ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ تاریخ ابن الوردی اور کتاب الوافی بالوفیات میں یہ ہے کہ جب عراق سے یزید کے پاس قیدی آئے تو اس نے حضرت علی اور حضرت حسین کی اولاد میں سے بچوں اور عورتوں سے ملاقات کی درآں حالیکہ نیزوں پر شہداء کے سر نصب تھے اور وہ اس وقت جیرون کی وادی سے آرہے تھے، جب اس نے انہیں دیکھا تو کوا کائیں کائیں کرنے لگا۔ اس موقع پر اس نے یہ اشعار کہے:

لما بدت تلک الحمول واشرفت ۔۔۔ تلک الرؤس علی شفا جیرون

جب ان قیدیوں اور شہداء کے سروں کو اٹھائے ہوئے (لشکر یزید کے) گھوڑے جیرون (پہاڑ) کی چوٹی سے نمودار ہوئے۔

نعب الغراب فقلت قل اولا تقل ۔۔۔ فقد اقتضیت من الرسول دیونی

کوے نے (نحوست کی علامت کے طور پر) کائیں کائیں کی تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا) میں نے (معاذ اللہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنا (پرانا) قرض چکا لیا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں اس کے نانا عتبہ اور اس کے ماموں عتبہ کے بیٹے اور اس کے دوسرے کافر رشتہ داروں کو جو قتل کیا تھا اس کے بدلہ میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کو قتل کر دیا اور یہ کفر صریح ہے اگر واقعی اس نے یہ شعر کہے تھے تو وہ کافر ہو گیا[۱]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لعن یزید کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شارع علیہ السلام نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے جامع ترمذی میں ہے: لا یکون المؤمن لعانا "مومن زیادہ لعنت کرنے والا نہیں" سنن ابوداؤد میں ہے: لا تلاعنوا بلعنۃ اللہ "اللہ کی لعنت نہ دو" اور جامع ترمذی میں ہے: من لعن شیئا لیس لہ باھل رجعت لعنتہ علیہ "جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ لعنت کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آتی ہے" ہاں وصف عام کے ساتھ لعنت جائز ہے (جیسے لعنۃ اللہ علی الکاذبین) اور جو کفر پر مرا ہو اس پر بھی لعنت جائز ہے۔ (جیسے ابوجہل پر لعنت ہو) ان دونوں قسموں میں لعنت کو منحصر کرنا واجب ہے اور لعنت کی تیسری قسم ممنوع ہے، خصوصاً جب کہ کوئی شخص بظاہر مومن ہو کیونکہ صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: سباب المسلم فسوق "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے" اور صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: لعن المومن کقتلہ "مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے" اس سے معلوم ہوا کہ عام نصوص اور عبارات کی بناء پر یزید پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے اور ان عام نصوص اور عبارات میں لعنت کا معنی فعل کی مذمت ہے نہ کہ اس شخص پر جو ان افعال کا مرتکب ہو لعنت کو جائز قرار دینا ہے اس تحقیق کو یاد رکھو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو قواعد شرعیہ کی رعایت نہیں کرتے اور جو شخص لعن یزید سے منع کرے اس کو خارجی قرار دیتے ہیں، ہاں اس کے افعال کا قبیح مشہور ہے اور اہل بیت کی محبت واجب ہے لیکن اس پر لعنت سے منع کرنا اہل بیت کی محبت میں کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قواعد شرعیہ کی رعایت کی وجہ

---

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

سے سب ہے[1]۔

جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق

یزید کے متعلق دو انتہائی نظریات ہیں ایک نظریہ یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس پر لعنت جائز ہے۔ اس کا کفر امام حسین اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے اور اہل بیت رسول کی اہانت کی وجہ سے ہے یا واقعہ حرّہ کی بنا پر یا خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یا بعض ان اشعار کی بنا پر جن میں کفریہ مضمون ہے، ہم نے یہ تمام امور اور ان کے بارے میں مسلم اور مستند فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر دی ہیں۔ دوسرا انتہائی نظریہ محمود احمد عباسی اور ان کے متبعین کا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کو غلط اور یزید کو برحق امام مانتے ہیں اور اس کا ذکر امیر المومنین اور سلام اللہ علیہ کے القاب کے ساتھ کرتے ہیں اور اس کو بشارت رسول کا مصداق اور جنتی قرار دیتے ہیں، اعیاذا باللہ، اللہ تعالیٰ ہمارا حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرنے والوں اور ان کے غلاموں میں کرے (آمین) اب ہم یزید کے حامیوں کے دلائل ذکر کر کے ان کے بارے میں فقہاء اسلام کی توضیحات کا ذکر کریں گے۔

عن ام حرام انها سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول الله انا فیهم قال انت فیهم قالت ثم قال النبی صلی الله علیه وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول الله قال لا[2]

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا جو پہلا لشکر (براستہ) سمندر جہاد کرے گا اس نے جنت کو واجب کر لیا حضرت ام حرام نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں گی؟ فرمایا تم ان میں ہو، حضرت ام حرام کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا میری امت کا جو پہلا لشکر مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) کا جہاد کرے گا وہ بخشا جائے گا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔

یزید کے حامی کہتے ہیں کہ جس لشکر نے سب سے پہلے قسطنطنیہ میں جہاد کیا اس لشکر کا امیر یزید تھا اس لیے مغفرت کی اس بشارت میں یزید بھی شامل ہے اور اس لشکر میں یزید کے امیر ہونے پر ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

قال محمود بن الربیع فحدثتها قوما فیهم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوته التی توفی فیها ویزید بن معاویة علیهم بارض الروم[3]

محمود بن الربیع کہتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو یہ حدیث بیان کی کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے جو ارض روم کے غزوات میں فوت ہو گئے تھے اور یزید بن معاویہ اس غزوہ میں امیر تھا۔

---

[1] علامہ عبد العزیز پرہاروی نبراس ص ۵۵۱، مطبوعہ شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[3] ״ ״ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ ״ ״

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ایوب کی وصیت کے مطابق انہیں قسطنطنیہ کی دیوار کی جانب دفن کیا گیا۔ نیز لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں یزید بن معاویہ بن ابی سفیان امیر تھا اور یہ غزوہ ۵۰ (پچاس) ہجری میں واقع ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوہ اس کے بعد واقع ہوا، اس غزوہ میں انہوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ غزوہ ۵۰ (پچاس) ہجری میں ہوا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے بعد واقع ہوا، یہ لوگ اس غزوہ میں قسطنطنیہ تک پہنچ گئے تھے اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ درآں حالیکہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ان کا امیر تھا۔ ارض روم سے مراد سمندر کے پار وہ جگہ ہے جہاں شہر قسطنطنیہ ہے۔[2] یزید کے حامی کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس حدیث[3] اور علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ قسطنطنیہ کے جہاد میں یزید امیر تھا اور اس میں جہاد کرنے والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ لہٰذا یزید کے لیے مغفرت کی بشارت ثابت ہے۔

حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق

جن مسلمانوں کی نظر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ شہادت ہے اور یزید کا ان کے قاتلوں سے کوئی تعرض نہ کرنا ہے جن کے علم میں حرمین طیبین کی یزیدی فوجوں کے ہاتھوں یزید کے حکم سے بے حرمتی ہے وہ کیسے مان لیں کہ حدیث رسول میں ایسے شخص کے لیے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے!

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند اس طرح ہے:

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی ثنا یحیی بن حمزۃ قال حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان۔[3]

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سند کے تمام راوی حمص اور دمشق کے ہیں اور اس علاقہ میں ایسے لوگ تھے جو خاندان بنو امیہ کے چاہنے والے اور حضرت علی کے مخالف تھے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض راوی قدری یعنی منکر تقدیر تھے اور بعض راوی ناصبی یعنی اہل بیت کے مخالف تھے اور حدیث صحیح کی شرط یہ ہے کہ اس کا روایت کرنے والا بد عقیدہ اور بدعتی نہ ہو اور جب اس حدیث کے راویوں میں بد عقیدہ اور بدعتی ہیں تو یہ روایت اصول درایت پر صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث کا دوسرا راوی یحیی بن حمزہ واقد دمشقی ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا کہ یہ قدری ہے، آجری کہتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد سے کہا کہ یہ قدری ہے؟ کہا ہاں![4] اس حدیث

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ

کا تیسرا راوی ثور بن یزید کلاعی حمصی ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ قدری ہے اس کا دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہ کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا، ثور جب بھی حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا تھا۔ عثمان دارمی کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کو اس کے قدری ہونے میں کوئی شبہ ہو، احمد بن صالح نے شام کے راویوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ثور بن یزید ثقہ ہے لیکن قدریہ کے عقائد رکھتا ہے۔ ابو مسہر وغیرہ نے کہا کہ امام اوزاعی اس کی مذمت کرتے تھے۔ امام احمد نے کہا کہ ثور بن یزید قدری ہے، ابن معین نے کہا کہ مکحول قدری تھا مگر اس نے رجوع کر لیا۔ اور ثور بن یزید قدری ہے، آجری کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے کہا کہ یہ قدری ہے اس کو حمص سے نکال دیا گیا تھا۔ عجلی شامی نے کہا یہ ثقہ ہے اور قدریوں کے عقائد رکھتا ہے۔[1]

حافظ عبد الرحمان بن ابی حاتم رازی، ثور بن یزید کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میرے والد (امام احمد بن حنبل) کہتے تھے کہ ثور بن یزید قدری ہے۔[2]

حافظ ذہبی ثور بن یزید کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ثور بن یزید قدری ہے اور اس کو اہل حمص نے نکال دیا تھا۔ عبد اللہ بن سالم کہتے ہیں کہ اہل حمص نے ثور کو حمص سے نکال دیا تھا اور اس کے گھر میں آگ لگا دی تھی کیونکہ یہ مسئلہ تقدیر میں کلام کرتا تھا۔[3]

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کی سند میں چونکہ بعض راوی قدری اور ناصبی ایسے بدعتی اور بدعقیدہ ہیں اس لیے یہ حدیث غیر صحیح ہے لہٰذا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ بیالیس ہجری میں مسلمانوں نے بلاد روم پر حملہ کیا اور روم کے امراء اور بطارقہ میں سے خلق کثیر کو قتل کیا اور بکثرت مال غنیمت لوٹا، اور سلامتی کے ساتھ لوٹ آئے[4] اور اس غزوہ میں یزید بن معاویہ نہیں تھا اور ہو سکتا ہے کہ بشارت نبوی کا مصداق یہی غزوہ ہو لہٰذا یزید کا مغفور ہونا ثابت نہ ہوا۔

یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والوں کے لیے ہے مطلقاً بلاد روم پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں یہ بشارت نہیں ہے۔

ایک جواب یہ ہے کہ یہ بشارت اسی غزوہ کے لیے ہے جو باون ہجری میں کیا گیا اور یزید اس مغفرت کے عموم میں شامل تھا لیکن اس غزوہ کے بعد جو اس سے کفریہ افعال صادر ہوئے (مثلاً مدینہ کو تین دن کے لیے اپنی فوج پر

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۵-۳۳، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ

[2] حافظ عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ، کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۴۶۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۱ھ

[3] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ۔

[4] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۲ھ

پر حاج کرنا) ان افعال کی وجہ سے وہ اس بشارت کے عموم سے خارج ہو گیا کیونکہ یہ بشارت ان کے لیے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

جس شخص نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کیا وہ یزید بن معاویہ تھا، اور اس کے ساتھ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر تھے، حضرت ابو ایوب انصاری بھی اسی غزوہ میں تھے جو باون ہجری میں فوت ہو گئے، مہلب نے اس حدیث سے یزید کی خلافت پر استدلال کیا ہے، اور اس بات پر کہ وہ اہل جنت میں سے ہے کیونکہ وہ مغفور لھم کے عموم (یعنی جو لشکر سب سے پہلے مدینہ قیصر میں جہاد کرے گا بخشا جائے گا) میں داخل ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بنو امیہ کی حمایت پر مبنی ہے اور یزید اس حدیث کے بموجب ہر چند کہ مغفرت کے عموم میں داخل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور دلیل خاص کے سبب اس عموم سے خارج نہ ہو کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہ عموم اہلیت مغفرت کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ العیاذ باللہ ان مجاہدین میں سے کوئی بالفرض مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس عموم میں داخل نہیں ہو گا یہ ابن منیر کا جواب ہے۔[1]

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

مدینہ قیصر سے آپ کی مراد قسطنطنیہ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور مذکور ہے کہ یزید بن معاویہ نے روم کے شہروں پر لشکر کشی کی حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ تھے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابو ایوب انصاری شامل تھے، حضرت ابو ایوب انصاری کی وہیں وفات ہوئی اور قسطنطنیہ کی سرحد پر ان کی قبر ہے، قحط میں اہل روم اس قبر پر بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ صاحب المرآۃ نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے ۵۲ (باون) ہجری میں قسطنطنیہ کا جہاد کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے سفیان بن عوف کے ساتھ ایک عظیم لشکر بھیجا اور وہ لوگ روم کے شہروں میں داخل ہو گئے اس لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔ اور حضرت ابو ایوب انصاری اسی مدت میں فوت ہو گئے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کبار صحابہ اسی سفیان کی قیادت میں گئے تھے اور یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں گئے کیونکہ وہ اس بات کا اہل نہیں تھا کہ یہ کبار صحابہ اس کے ماتحت رہتے اور مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے بر استہ سمندر جہاد کیا، اور ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کیا، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یزید کی اس میں کیا فضیلت ہے، حالانکہ اس کا حال مشہور ہے اگر تم یہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے لیے یہ فرمایا ہے کہ وہ بخشا ہوا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ ہر چند کہ یزید اس مغفرت کے عموم میں داخل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کے سبب اس عموم سے خارج نہ ہو کیونکہ اہل علم کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مغفور لھم (بخشے ہوئے ہیں) ان میں اہلیت کی شرط کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مدینہ قیصر کے غزوہ کے بعد العیاذ باللہ مرتد ہو جاتا تو مغفرت کے اس عموم میں نہ داخل ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اس

---

[1] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۵ ص ۱۰۱ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

شخص کی مغفرت ہوگی جس کے لیے مغفرت کی شرط پائی جائے [1]

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ باون ہجری میں مسلمانوں نے بلاد روم پر حملہ کیا اور اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف ازدی تھے، وہ اسی جگہ فوت ہو گئے اور ان کے بعد عبد اللہ بن مسعدہ فزاری لشکر کے امیر مقرر کیے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر بسر بن ابی ارطاۃ تھے اور ان کے ساتھ سفیان بن عوف تھے اور اسی سال بلاد روم میں قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات ہوئی، حضرت ابو ایوب، یزید بن معاویہ کے دستہ میں تھے۔ [2]

یزید بن معاویہ کی امارت کے ذکر سے علامہ عینی نے یہ سمجھ لیا کہ وہ پورے لشکر کا امیر تھا اور انھوں نے اس کو مستبعد سمجھا کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر ایسے کبار صحابہ اس کی زیر قیادت جہاد کریں اس لیے انھوں نے کہا کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے، یزید نہیں تھا، لیکن واقعہ میں لشکر کے امیر سفیان بن عوف ازدی تھے یزید صرف اس دستے کا امیر تھا جس میں حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔ اس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے اور البدایہ والنہایہ میں بھی ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔

ہر چند کہ علامہ عینی نے اس لشکر میں یزید کی امارت سے اختلاف کیا ہے لیکن لشکر میں اس کے شمول سے اختلاف نہیں کیا اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ مغفرت کے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کی بناء پر اس سے خارج نہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ بعد میں اس سے کفریہ افعال صادر ہوتے اس لیے وہ بشارت مغفرت کے عموم سے نکل گیا۔ یہ جواب علامہ ابن منیر اور علامہ ابن التین کا ہے اس سے پہلے ہم اس جواب کو علامہ قسطلانی کے حوالے سے بھی نقل کر چکے ہیں لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر اس بشارت کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی کیونکہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ "جس نے کلمہ پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گیا" کا بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ اس کی بھی یہی شرط ہے کہ کلمہ کے بعد کوئی کفریہ کام نہ کیا ہو، پھر اس خاص بشارت کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی خصوصیت کا یہ تقاضا ہے کہ اس لشکر کے عزم کار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان پر خاتمہ اور مغفرت کی بشارت دی ہے اس لیے یہ جواب صحیح نہیں ہے۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث میں جس مدینہ قیصر کے لیے بشارت ہے اس سے مراد وہ شہر ہے جو شہر اس وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اور وہ شہر حمص ہے جو اس وقت روم کا دار الخلافہ تھا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ بشارت اس غزوہ کے لیے ہے جو ام حرام والے غزوہ کے بعد ہونا تھا اور حمص ام حرام والے غزوہ سے پہلے فتح ہو چکا تھا۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے براستہ سمندر جہاد کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ ان میں ام حرام بھی ہیں اور پھر دوبارہ مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والوں کو مغفرت کی بشارت

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴، ص ۱۹۹، ۱۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

دی اور فرمایا اس میں ام حرام نہیں ہوں گی، لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے ام حرام والا غزوہ ہوگا اور اس کے بعد مدینہ قیصر والا غزوہ ہوگا اور ترتیب میں ذکر، واقع میں ترتیب کو مستلزم نہیں ہے اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ مدینہ قیصر والا غزوہ پہلے واقع ہوا ہو اور ام حرام والا غزوہ بعد میں واقع ہوا ہو اور جبکہ واقعۃً حمص پہلے فتح ہوا ہے اور جب آپ نے یہ بشارت دی تھی اس وقت مدینہ قیصر (روم کا دار الخلافہ) حمص ہی تھا نہ کہ قسطنطنیہ، اس لیے اس بشارت کا پہلا مصداق اس وقت متحقق ہوا جب حمص فتح ہوا اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے ان اول جیش یغزون مدینۃ قیصر۔ کا مصداق نہیں ہیں لہٰذا عموم مغفرت کی اس بشارت میں یزید داخل نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے، سخت سردیوں کے زمانہ میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کر لیا۔ سردیوں کے اختتام تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر حضرت ابوعبیدہ نے حمص فتح کر لیا اور حضرت بلال اور حضرت مقداد اور دیگر امراء کے ذریعہ حضرت عمر کے پاس فتح کی بشارت اور خمس روانہ کیا اور حضرت خالد بن ولید کو قنسرین روانہ کر دیا۔ [1]

علامہ ابن اثیر نے بھی ۱۵ ہجری میں حمص کی فتح کا تفصیلاً ذکر کیا ہے [2]

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حامیان یزید کا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن حمزہ دمشقی اور ثور بن یزید حمصی قدری اور ناصبی راوی ہیں اس لیے یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے ثانیاً بہ تقدیر تسلیم اس حدیث کی بشارت کے مصداق ۱۵ ہجری کے مجاہدین ہیں، یعنی حضرت ابوعبیدہ خالد بن ولید اور ان کے رفقاء جنہوں نے پہلی بار مدینہ قیصر یعنی حمص پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا اور باون ہجری میں جنہوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا وہ پہلی بار مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والے نہیں تھے نہ اس بشارت کا مصداق تھے لیکن اس جواب میں یہ سقم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام سے دوسرا خواب بیان کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انت من الاولین یعنی تم پہلی لشکر والی ہو اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے دور خلافت میں ۲۷ ہجری میں حضرت امیر معاویہ کے لشکر میں قبرص میں فوت ہو گئیں اور اس کے بعد مدینہ قیصر پر باون ہجری میں حملہ کیا گیا اور یہ وہی لشکر ہے جس میں یزید تھا (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۹) اور علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفائے اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ جہاد کرتے رہتے ہیں، اور حضرت ابوایوب انصاری نے یزید لعین کے ساتھ جہاد کیا ہے۔

دراصل یہ اشکال ان علماء پر ہے جو یزید کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے لیے اس اشکال سے چھٹکارے کا اور کوئی صحیح حل نہیں ہے کہ وہ اس حدیث کی صحت کو بعض راویوں کے ضعف کی وجہ سے نہ مانیں اور جمہور علماء جو یزید کو انتہائی ظالم اور فاسق ماننے کے باوجود مومن قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ مغفرت کفر کے

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ۔

[2] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر الجزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۴۲-۳۴۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ ۱۴۰۰ھ

منافی ہے ظلم اور فسق کے منافی نہیں ہے تاہم یہ حدیث یزید کی مغفرت کے بارے میں قطعی الدلالۃ نہیں ہے کیونکہ مدینہ قیصر کی تعیین آپ نے نہیں کی اول جیش کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے مراد حمص ہو جو پندرہ ہجری میں فتح ہوا اور اغلب ھن الدونیین۔ سکا تقاضا یہ ہے کہ یہ قیصر کی فتح کے بعد والا قیصر کا دارالخلافہ ہو اور وہ قسطنطنیہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے نہ قطعی الدلالۃ۔

حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات

شیخ ابن تیمیہ[1] لکھتے ہیں: یزید کے بارے میں دو انتہائی نظریے ہیں اور ایک متوسط نظریہ ہے، ایک انتہائی نظریہ یہ ہے کہ یزید خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ تھا اور صحابہ یا انبیاء میں سے تھا یہ تمام باتیں باطل ہیں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ وہ کافر اور چھپا ہوا منافق تھا اور وہ اہل مدینہ اور بنو ہاشم سے اپنے کافر رشتہ داروں کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور اس نے یہ شعر پڑھے:

لما بدت تلك الحمول و اشرفت　　　　تلك الرؤس على ربى جيرون

جب ان قیدیوں اور شہداء کے سروں کو اٹھائے ہوئے (لشکر یزید کے) گھوڑے جیرون (پہاڑ) کی چوٹی سے نمودار ہوئے۔

نعق الغراب فقلت نح او لا تنح　　　　فلقد قضيت من النبى ديونى

کوے نے کائیں کائیں کی تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول۔ میں نے نبی سے اپنے پرانے قرضے چکا لیے۔
اور اس نے ابن الزبعری کے یہ اشعار پڑھے:

ليت اشياخى ببدر شهدوا　　　　جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش آج میرے وہ باپ دادا زندہ ہوتے جو بدر میں مر گئے تھے، اور نیزوں کے لگنے سے وہ خزرج کی چیخ و پکار دیکھتے۔

قد قتلنا القرن من ساداتهم　　　　وعدلناه ببدر فاعتدل

ہم نے ان کے سرداروں کو قتل کر دیا ہے، اور معرکہ بدر کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔

اور یہ دونوں قول بالکل باطل ہیں، ہر عقلمند ان کے بطلان کو سمجھتا ہے کیونکہ یزید مسلمان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا نہ خلیفہ راشد تھا نہ کافر تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ ہے کہ انہیں ظلماً قتل کیا گیا اور وہ شہید تھے جیسا کہ ان کے دیگر رفقاء ظلماً قتل کیے گئے اور وہ شہید تھے، اور جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس میں معاونت کی یا اس پر راضی ہوا، اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت (نافرمانی) کی۔

نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں: حضرت حسین کی شہادت کی وجہ سے بھی تین نظریات ہو گئے۔ ایک انتہائی نظریہ یہ ہے کہ ان کو قتل کرنا حق تھا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ کیا تھا اور صحیح حدیث میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کسی ایک شخص کی بیعت پر

---

[1] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۷، ۲۴۸ مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۱ھ

متفق ہو اور کوئی شخص تمہارے درمیان تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو" یہ لوگ کہتے ہیں کہ تمام لوگ یزید کی بیعت پر متفق تھے اور حسین نے آکر ان کے درمیان تفرقہ ڈالا، اور ان میں سے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حسین وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حکام اسلام کے خلاف بغاوت کی، اور دوسرا انتہائی نظریہ یہ ہے، کہ حضرت حسین امام تھے، ان کی اطاعت واجب تھی ان کے یا ان کے مقرر کیے ہوئے اشخاص کے سوا کسی کا جمعہ پڑھانا جائز تھا نہ ان کی اجازت اور حکم کے بغیر جہاد جائز تھا اور متوسط نظریہ اہل سنت کا ہے جو حضرت حسین کو باغی کہتے ہیں نہ امام اور نہ خلیفہ، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسین کو ظلماً قتل کیا گیا اور وہ شہید تھے وہ مسلمانوں کے امیر نہ تھے، اور مخالفین نے جو حدیث پیش کی ہے وہ ان پر چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت حسین کو معلوم ہو گیا کہ اہل کوفہ نے مسلم بن عقیل کے ساتھ دغا کی ہے تو انھوں نے بیعت لینے کا ارادہ ترک کر دیا اور انھوں نے یزید کے پاس جانے، کسی اسلامی سرحد پر جانے یا اپنے شہر واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن فوج نے ایسا نہیں کرنے دیا اور ان سے قید ہونے کا مطالبہ کیا اور یہ ان پر واجب نہ تھا۔[1]

لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے الشر المصون میں لکھا ہے کہ بعض نام نہاد اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ یزید برحق تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کرنے میں غلطی کی، اگر یہ لوگ کتابوں کا مطالعہ کرتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ یزید کی بیعت کس طرح لی گئی اور کس طرح لوگوں پر جبر کیا گیا اور اس کام کے لیے اس نے ہر حربہ کو اختیار کیا، اگر ہم اس کی بیعت کو بالفرض صحیح مان لیں تب بھی اس سے ایسے امور ظاہر ہوئے جو فسخ بیعت کو واجب کرتے ہیں اور یزید کی طرف کوئی جاہل ہی مائل ہو سکتا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے، کہ یزید کے بارے میں مختلف آراء ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ مسلمان اور گنہگار ہے، اہل بیت کے ساتھ اس نے ناجائز سلوک کیا، لیکن اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ مسلمان گنہگار ہے اور بلا کراہت یا بلا کراہت اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر ملعون ہے، اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس نے کوئی معصیت نہیں کی اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس نظریہ کے قائلین کو اگر سلسلہ انصار یزید میں منسلک کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مصدق نہیں تھا، اور اس نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور اہل بیت کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی لاشوں کے ساتھ جو سلوک کیا اسے دیکھ کر اس کی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اتنی تصدیق بھی ظاہر نہیں ہوتی جتنی اس شخص کی تصدیق ظاہر ہوتی ہے جو ایمان کے دعویٰ کے باوجود قرآن مجید کو گندگی میں پھینک دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ) اور میرا یہ گمان نہیں ہے کہ اکابر مسلمین سے اس کا حال پوشیدہ تھا لیکن وہ مغلوب اور مقہور تھے اور سوائے صبر کے ان کے لیے کوئی اور چارۂ کار نہیں تھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اس قدر کبیرہ گناہ کیے جن کو نطق انسانی حیطہ بیان میں نہیں لا سکتا اور میں ایسے شخص پر علی التعیین لعنت کو جائز قرار دیتا ہوں اگرچہ ایسے فاسق کی کوئی اور مثال نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی، اور توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے زیادہ ضعیف ہے اور اسی کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد، اور ان کی جماعت

---

[1] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۸-۲۴۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر، طبعہ اولیٰ ۱۳۲۱ھ

لاحق ہے۔ اللہ عزوجل کی لعنت ہو ان پر اور ان کے یاروں پر اور مددگاروں پر، ان کے گروہوں پر اور ان کی طرف میلان رکھنے والوں پر، یہ لعنت قیامت تک ہوتی رہے جب تک حضرت حسین پر آنکھیں روتی رہیں گی، یزید پر لعنت ہوتی رہے گی۔[1]

لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ بعض علماء یزید شقی پر لعنت کرنے کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور بعض اس کے متعلق غلو اور افراط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہوگیا تو امام حسین پر اس کی اطاعت واجب ہوگئی، (نعوذ باللہ من ھذا القول و من ھذا الاعتقاد) وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کب امام ہوا اور کب اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہوا؟ وہ صحابہ جو اس کے زمانہ میں تھے اور ان صحابہ کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج ہو گئے تھے۔ ان صحابہ کی ایک جماعت کرہاً اور جبراً اس کے پاس گئی اس نے اس کے سامنے انعامات رکھے انہوں نے جب اس کی برائیوں کو دیکھا تو مدینہ واپس آگئے اور کہا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ شراب پیتا ہے، نمازوں کا تارک ہے زانی فاسق اور محارم کو حرام کرنے والا ہے اور بعض دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے اور ان کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش نہیں ہوا تھا اور یہ قول مردود اور باطل ہے کیونکہ اس بدبخت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ عداوت اور ان کے قتل پر خوشی اور ان کی اہانت تواتر معنوی سے ثابت ہے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ لوگ ان احادیث نبویہ کا کیا جواب دیں گے کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا کفر ہے اور دائمی عذاب کا موجب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے"۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کا انجام ہمیں معلوم نہیں شاید کہ اخیر وقت میں اس نے کفر اور معصیت سے توبہ کر لی ہو۔ امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض متقدمین علماء مثلاً احمد بن حنبل اور علامہ ابن جوزی وغیرہ نے اس پر لعنت کی ہے اور بعض علماء نے لعنت سے منع کیا ہے اور بعض نے توقف کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھا جو کام اس بدبخت نے کیے وہ کسی اور نے نہیں کیے۔ اس نے امام حسین کو قتل کیا، اہل بیت کی اہانت کی، مدینہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے کا امر کیا اور حضرت عبداللہ ابن الزبیر کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اسی دوران دنیا سے جہنم چلا گیا اس کی توبہ اور رجوع کا حال خدا جانتا ہے۔[2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، تکمیل الایمان ص ۱۷۸، مطبوعہ مطبع فخر المطابع لکھنؤ ۱۹۱۲ء

یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یزید بن معاویہ پر شراب پینے کی وجہ سے اور بعض فواحش کے ارتکاب کی وجہ سے زیادہ عیب لگایا گیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں اس کی وہی رائے تھی جو اس کے دادا حضرت ابوسفیان کی حالت کفر میں جنگ احد کے بارے میں تھی کہ نہ اس نے اس جنگ کا حکم دیا تھا اور نہ اسے مسلمانوں کی ہزیمت سے کوئی رنج ہوا۔ اور ہم پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں حسین کے ساتھ وہ نہ کرتا جو ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) نے کیا اور جو لوگ اس کے پاس حضرت حسین کا سر لے کر آئے ان سے اس نے کہا اس کے بغیر بھی تمہارے لیے اطاعت کافی تھی اور ان لوگوں کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا اور حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی اس نے بہت تعظیم و تکریم کی اور اس معرکہ میں ان کی جو چیزیں گم ہو گئی تھیں وہ سب دو گنی چو گنی کر کے اس نے واپس کر دیں۔ اور انھیں تعظیم و تکریم کے ساتھ روانہ کر کے مدینہ پہنچا دیا۔ جن دنوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل یزید کے گھر رہے تین دن تک یزید کے گھر والے حضرت حسین پر نوحہ کرتے رہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یزید کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو پہلے وہ خوش ہوا اور پھر بعد میں اس پر نادم ہوا۔ ابو عبیدہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کر دیا تو ان حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا اولاً تو یزید اس قتل سے خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن مرجانہ کا مرتبہ بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد وہ نادم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کیا فرق پڑتا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آپ کی قرابت کی رعایت کر کے خود تکلیف اٹھاتا اور حسین کو اپنے گھر ٹھہراتا اور جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے انھیں وہاں کا حاکم بنا دیتا خواہ اس سے مجھے نقصان ہوتا اور میری سلطنت میں کمی ہوتی، پھر کہا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے حسین کو تنگی میں ڈالا اور مجبور کر دیا حالانکہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ انھیں واپس جانے دیں، یا میرے پاس آنے دیا یا اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دیں حتیٰ کہ وہ خدا سے جا ملیں، لیکن ابن مرجانہ نے ان کی بات نہیں مانی اور انھیں قتل کر دیا اور انھیں قتل کر کے قیامت تک مسلمانوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا اور ہر شخص خواہ نیک ہو یا بد مجھ سے نفرت کرے گا کیونکہ لوگوں کے نزدیک میرا حسین کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔ میرا ابن مرجانہ سے کیا واسطہ ہے۔ اللہ اس کو برباد کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

نیز لکھتے ہیں: جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو والی بنا دیا اور یہ لوگ یزید سے بہت عداوت رکھتے تھے اس کے باوجود انھوں نے یزید کی مذمت میں صرف اس کا شراب پینا اور بعض بدکاریاں بیان کیں اور اس پر زندقہ (کفر اور ارتداد) کی تہمت نہیں لگائی جیسا کہ رافضی اس پر یہ تہمت لگاتے ہیں، بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے تاکہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور قتل عام نہ ہو، جیسا کہ واقعہ حرہ میں ہوا۔ اور اہل حرہ سے اس کا صرف جنگ کرنا کافی تھا لیکن اس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا جس کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہوا۔[1]

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ، البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٢٣٢ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ١٣٩٢ھ۔

لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید اصل میں مسلمان ہے اور ہم اسی اصل کا قول کرتے ہیں جب تک کہ کسی دلیل قطعی سے اس کا اس اصل سے اخراج ثابت نہ ہو، اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یزید کے معاملہ میں صحیح بات یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے اس لیے ہم اس کی تکفیر کے نفیاً درپے نہیں ہیں اور اسی قول میں سلامتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھا لیکن فاسق شریر اور ظالم تھا۔ [1]

نیز علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید کے فسق پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن جوزی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے کہا نیک اور متقی علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں۔ انھوں نے یزید کے بارے میں لکھا ہے اس پر لعنت ہو، پھر علامہ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابو یعلی الفراء نے اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے کہا کہ لوگ ہمیں یزید کی محبت کا طعنہ دیتے ہیں تو میرے والد (امام احمد) نے فرمایا: اے بیٹے کیا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ اور اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو انھوں نے کہا اس آیت میں: فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم ۝ اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى ابصارهم (محمد: ۲۲-۲۳)

"پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو (اقتدار کے نشہ میں) تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرو گے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔" اور قتل اور خونریزی سے بڑھ کر کون سا فساد ہوگا؟ قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو لعنت کے مستحق ہیں، اور ان میں یزید کا ذکر کیا ہے پھر یہ حدیث ذکر کی ہے جس نے ظلماً اہل مدینہ کو دھمکایا (ڈرایا) اس کو اللہ تعالیٰ دھمکائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے لشکر بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا۔ قاضی ابو یعلی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ صحیح مسلم میں ہے۔ اس لشکر نے بہت قتل اور خونریزی کی اور بہت بڑا فساد کیا، لوگوں کو ذبح کیا اور مدینہ کو مباح کیا یہ سب چیزیں مشہور ہیں حتیٰ کہ تین سو کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی، تقریباً تین سو صحابہ قتل کیے گئے اور سات سو قرآن مجید کے قاری قتل کیے گئے کئی دن تک مدینہ مباح رہا مسجد نبوی ہو گئی سب تک بجماعت معطل رہی، کسی شخص کے لیے مسجد نبوی میں جانا ممکن نہیں تھا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں کتے اور بھیڑیے داخل ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پیشاب کرتے رہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور اس لشکر کا امیر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ لوگ اس پر بیعت نہ کر لیں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ

---

[1] علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۵ھ

چاہے تو ان کو ذبح دے اور چاہے قرآن کو آزاد کر دے، اور جن مسلمانوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردن اڑا دی، یہ واقعہ حرہ تھا، پھر یہ لشکر حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے گیا اور انھوں نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس میں آگ لگا دی، ان برائیوں سے بڑھ کر کون سی برائی ہوگی۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علماء کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ یزید پر لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہیں ہوئی جو لعنت کا تقاضا کرتی ہے، امام غزالی کا اسی پر فتویٰ ہے، اور یہی چیز ہمارے ائمہ کے بیان کردہ قواعد کے لائق ہے۔ کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ کسی شخص معین پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ لعنت کا مطلب ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل دور کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے، اور یہ چیز اسی کے لیے جائز ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو اور جس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کافر پر اس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جائے، نیز انھوں نے تصریح کی ہے کہ کسی معین مسلمان فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور جب تم نے ان کی یہ تصریحات جان لیں تو یہ بھی جان لو کہ ان کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فاسق خبیث تھا اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر خوش ہوا تھا پھر بھی وہ کافر نہیں ہے کیونکہ اس نے قتل کو جائز اور حلال نہیں سمجھا تھا اور اگر جائز سمجھا تھا تو تاویل سے سمجھا تھا خواہ وہ تاویل باطل تھی اور یہ کفر نہیں ہے، علاوہ ازیں اس کا حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دینا اور اس پر خوش ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ روایت صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور امام احمد نے قرآن مجید کی جس آیت سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا ہے اور حدیث مسلم وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ہے جس نے یزید پر لعنت کا استدلال کیا تو ان دونوں سے یزید پر اس کا نام لے کر بخصوصہ لعنت کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اور گفتگو اسی میں ہے۔ البتہ ان افعال سے ان صفات پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے، اور اس پر اتفاق ہے کہ یزید کا نام لیے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا قتل کو جائز قرار دیا یا اس پر راضی ہوا اس پر لعنت ہو جس طرح بغیر تعیین کے یہ کہنا جائز ہے کہ مثلاً شراب پینے والے پر لعنت ہو، اور یہی چیز آیت اور حدیث میں ہے کیونکہ آیت میں کسی کا نام لیے بغیر یہ ہے کہ جو قرابت کو منقطع کرے اور زمین میں فساد کرے اس پر لعنت ہو، اسی طرح حدیث میں نام لیے بغیر ہے جو اہل مدینہ کو ڈرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، لہٰذا امام احمد وغیرہ کا اس آیت سے شخص معین پر بخصوصہ لعنت کا استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یزید پر بخصوصہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اسی قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر

---

[1] علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ ص ۲۲۳-۲۲۲ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۵ھ

سند لاتے ہیں فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى ابصارهم. کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔" شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی، مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔ غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے، قرآن مجید میں صراحۃً اس پر لعنهم الله فرمایا لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں، اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال، نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔ لقولہ تعالیٰ فسوف يلقون غيا الا من تاب اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ ہو وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون[1]۔

یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف

یزید کے تینوں جرم متواتر ہیں، اس نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جبری بیعت لینے کے لیے عبید اللہ بن زیاد کو روانہ کیا اور اس کو حضرت حسین کے مرتبہ اور مقام کی رعایت کرنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں اور قتل کی خبر سن کر خوش ہوا تھا یا نہیں، اس میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی جبکہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قتل اسی کے ایماء سے ہوا اور وہ اس قتل سے راضی تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کربلا میں جو ظلم وستم ڈھایا گیا اور پھر ظالموں سے یزید نے بحیثیت حاکم کوئی باز پرس نہیں کی، انہیں مظالم کی وجہ سے بعض علماء (امام احمد، علامہ ابن جوزی اور علامہ تفتازانی وغیرہ) نے یزید پر لعنت کی ہے ہر چند کہ محققین اور محتاط علماء نے یزید پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور اسی میں سلامتی

---

[1] اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۴۰۵ھ

بھی ہے کہ یزید کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

یزید کا دوسرا جرم مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دینا اور تین دن کے لیے مدینہ میں لوٹ مار، قتل وغارت گری اور عصمت دری کی عام اجازت دینا ہے، اس وجہ سے بھی بعض علماء نے یزید پر شخصی لعنت کی ہے۔ اور تیسرا جرم مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دینا اور کعبہ کو جلانا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے العواصم من القواصم میں لکھا ہے کہ امام احمد نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے۔ میں نے کتاب الزہد پوری پڑھی اس میں یزید کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یقیناً ابن عربی کو وہم ہوا ہے' علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابن العربی کا یزید کو برحق اور حضرت حسین کو خاطی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس شخص نے آل رسول پر ظلم کیے، حرم مدینہ کی بے حرمتی کی، خانہ کعبہ کو جلایا، ہمارے دل میں اس کے بارے میں نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے، یہ شخص بہت بڑا ظالم اور فاسق وفاجر تھا اگر ہمیں شرعی حدود و قیود اور قواعد شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید پر کفر کا حکم لگا دیتے اور اس پر شخصی لعنت کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوتا۔

بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْعَاجِزِ لِزَمَانَةٍ وَّهَرَمٍ وَّنَحْوِهِمَا اَوْ لِلْمَوْتِ

عاجز، بوڑھے اور میت کی جانب سے حج کرنا

۳۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ كَانَ الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْهُ امْرَاَةٌ مِّنْ خَثْعَمٍ تَسْتَفْتِيْهِ فَجَعَلَ الْفَضْلُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے لگی۔ حضرت فضل اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کو دیکھنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا شخص ہے سواری پر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

۳۱۲۸ - وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ خَثْعَمٍ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج واجب ہو چکا ہے اور وہ اپنے اونٹ کی پشت پر بیٹھ نہیں

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ عَلَيْهِ فَرِيْضَةُ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ وَهُوَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّسْتَوِيَ عَلٰى ظَهْرِ بَعِيْرِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحُجِّيْ عَنْهُ۔

سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج کر لو۔!

حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

(ا) جب سواری متحمل ہو تو ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

(ب) دینی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے یا کسی اور دنیاوی معاملہ میں ضرورت کے وقت اجنبی عورت کی آواز سننا جائز ہے۔

(ج) اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے، اسی طرح اجنبی عورت کا مردوں کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ ابن ام مکتوم آ گئے اور یہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پردے میں چلی جاؤ۔ ہم نے عرض کیا وہ تو نابینا ہے اور ہمیں پہچانتا بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ (ترمذی ص ۳۹۵)

(د) برے کام کو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کر دینا چاہیے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ اپنے ہاتھ سے پھیر دیا۔

(ہ) جو شخص بڑھاپے، لنگڑے پن یا مرض کی وجہ سے عاجز ہو اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔

(و) عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔

(ز) ماں باپ کی طرف سے حج کرنا، ان کو خرچ دینا، ان کی خدمت کرنا اور ہر طرح سے ان کے ساتھ نیکی کرنا چاہیے۔

(ح) جو شخص خود حج کرنے سے عاجز ہو اور کسی غیر کی طرف سے حج کر سکتا ہو اس پر بھی حج واجب ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ (یعنی شوافع کا) کیونکہ اس عورت نے کہا میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے حالانکہ وہ بوڑھا شخص ہے۔ اور سواری پر خود نہیں بیٹھ سکتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد نہیں فرمایا۔

(ط) عورت کا بغیر محرم کے حج کے لیے جانے کا جواز، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا اور محرم کو ساتھ لے جانے کا حکم نہیں دیا، یہ اس وقت ہے جب عورت کو کسی قسم کا خطرہ نہ ہو۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص موت، انگراہٹ یا بڑھاپے کی وجہ سے خود حج کرنے سے عاجز ہو اس کی طرف سے دوسرا شخص حج کر سکتا ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ صرف اس میت کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے جس نے حج اسلام نہ کیا ہو، بعض متقدمین کا یہ مسلک ہے کہ میت ہو یا کوئی اور کسی شخص کی طرف سے کوئی حج نہیں کر سکتا۔ خواہ میت نے وصیت کی ہو، امام مالک کی یہ بھی ایک روایت ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج ہو سکتا ہے خواہ فرض ہو یا نذر، اس نے وصیت کی ہو یا نہ، امام شافعی اور بعض فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ میت کے ترکہ سے حج کرنا واجب ہے اور ہمارے (یعنی شافعیہ کے)

نزدیک عاجز کی طرف سے نفلی حج بھی کیا جا سکتا ہے۔[1]

حج بدل میں احناف کا نظریہ

علامہ عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عاجز کی طرف سے نیابت جائز ہے۔ ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا ہے کہ جو شخص اونٹ پر سوار ہو کر حج کر سکتا ہے، اس کی طرف سے دوسرا شخص حج نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس کو ایسا عجز لاحق ہو جو زائل نہ ہو سکے جیسے لنگڑا پن یا نابینائی تو پھر دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے اور اگر اس کو ایسا عجز لاحق ہو جو زائل ہو سکے لیکن ہو دائمی تو اس کی طرف سے نیابت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔[2]

حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل

علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ علامہ مازری مالکی فرماتے ہیں کہ مخالفین کہتے ہیں کہ جو شخص حج سے عاجز ہو اس پر نائب کو طلب کرنا واجب ہے جو اس کی طرف سے حج کر سکے اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: من استطاع الیہ سبیلا "جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو" اور بظاہر استطاعت سے مراد بدنی استطاعت ہے کیونکہ اگر مالی استطاعت مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرماتا: احجاجہ البیت "بیت اللہ کا حج کرانا" اور حج مال اور بدن دونوں کی فرع ہے۔ بعض فقہاء نے حج میں مالی عبادت کو ترجیح دی انہوں نے صدقات کی طرح حج میں نیابت جائز قرار دی اور بعض فقہاء نے حج میں بدنی عبادت کو ترجیح دی انہوں نے نماز اور روزے کی طرح اس میں نیابت کو ناجائز قرار دیا اور قاضی عیاض نے حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حدیث میں جو اس عورت کو اس کے باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا ہے یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ سالم مولیٰ ابو حذیفہ کے ساتھ بڑی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت کا حکم خاص تھا اور دوسرے علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ بعض روایات میں ہے کہ میرے باپ نے اللہ تعالیٰ کے فریضہ کو پا لیا، جیسا کہ اس باب کی روایات میں ہے بعض روایات میں ہے کہ ایک عورت فوت ہو گئی اور اس نے حج کی نذر مانی ہوئی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ سے سوال کرنے والا ایک مرد تھا۔[3]

دلائل مالکیہ کے جوابات

اس حدیث کے جواب میں امام مالک کی طرف سے جو دو دلیلیں پیش کی گئی ہیں دونوں مخدوش ہیں خصوصیت کا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس کی ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ (پھر جمع کے صیغے سے فرمایا) اللہ کا حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ حق پورا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمع کے صیغے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کا عمومی حکم دیا ہے یہ اس بات کی واضح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

دلیل ہے کہ یہ حکم اس عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

دوسرا جواب جس میں اس حدیث کو مضطرب کہا گیا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایک واقعہ نہیں ہے، متعدد واقعات ہیں۔

حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جس شخص میں وجوب حج کی شرائط پائی جائیں اور وہ کسی ایسے مانع کی وجہ سے حج کرنے سے عاجز ہو جس کے زائل ہونے سے وہ مایوس ہو جیسے لنگڑاہٹ یا کوئی دائمی مرض یا اس میں کوئی ایسا پیدائشی نقص ہو جس کی بناء پر وہ سواری پر نہ بیٹھ سکے یا وہ بہت بوڑھا ہو تو جب اس کو ایسا شخص مل جائے جو اس کی طرف سے حج کر سکے تو اس پر حج کرانا لازم ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب تک وہ بذات خود حج کرنے کا اہل نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہے یعنی اس پر حج کرانا لازم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران: ۹۷) "جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو" اور یہ شخص حج کی طاقت نہیں رکھتا، اور یہ وہ عبادت ہے جس میں نماز اور روزے کی طرح نیابت کا دخل نہیں ہے۔[۱]

جمہور کے نزدیک چونکہ حج میں مالی عبادات کا بھی دخل ہے اس لیے جس شخص کے پاس مال ہو اور دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کر سکتا ہو تو عجز کی وجہ سے اس سے فرضیت ساقط نہیں ہو گی، اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس شخص سے حج بدل کرائے اور اس کی تائید ان احادیث سے ہے۔

نظریہ احناف پر دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی اس مسئلہ میں احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا دے، خواہ وہ عمل نماز ہو، روزہ ہو، صدقہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دو سرمئی مینڈھے قربان کیے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے جو وحدانیت کے قائل ہوں۔ اور عبادات کی کئی قسمیں ہیں بعض مالیہ محضہ ہیں جیسے زکوٰۃ اور بعض بدنیہ محضہ ہیں جیسے نماز اور بعض مال اور بدنی کا مجموعہ ہیں جیسے حج اور پہلی قسم (مالی عبادت) میں اختیار اور اضطرار کی دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہو جاتی ہے کیونکہ نائب کے فعل سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور دوسری قسم (بدنی عبادات) میں کسی حالت میں بھی نیابت جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ ان سے مقصود بدن کو مشقت میں ڈالنا ہے اس لیے وہ مکلف کے اپنے فعل کے بغیر ادا نہیں ہو گی، اور تیسری قسم (بدنی اور مالی عبادت کا مجموعہ جیسے حج) میں عجز کے وقت نیابت جاری ہو جائے گی، کیونکہ مال کے کم ہونے سے مشقت کا مفہوم حاصل ہو جاتا ہے اور جب قدرت ہو تو نیابت جاری نہیں ہو گی کیونکہ نفس کو مشقت میں ڈالنا متحقق نہیں ہوا اور عجز میں شرط یہ ہے کہ وہ موت تک دائمی ہو کیونکہ حج کی فرضیت پوری زندگی میں ہے، اور حج نفل میں قدرت کے باوجود بھی نیابت جائز ہے، کیونکہ نوافل میں زیادہ وسعت ہے۔[۲]

---

[۱] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۲] علامہ ابوالحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳، ص ۶۵-۶۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اموات کے لیے ایصالِ ثواب

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر حج اسلام فرض ہو تو اس کے وارثوں پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے، خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ، البتہ اگر اس نے مطلقاً وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے جس طرح اس کی طرف سے حج اور صدقہ کرنا جائز ہے۔[2]

بَابُ[۴۱۱] صِحَّةِ حَجِّ الصَّبِيِّ

نابالغ کے حج کا حکم

۳۱۴۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا الْمُسْلِمُونَ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام روحاء میں کچھ سواروں نے ملاقات کی، آپ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انھوں نے کہا مسلمان ہیں، پھر انھوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے ایک عورت نے بچے کو اوپر اٹھا کر پوچھا: کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تم کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

۳۱۵۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر پوچھا یا رسول اللہ کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔

۳۱۵۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ

کریب کہتے ہیں کہ ایک عورت نے بچہ اوپر اٹھا کر کہا: یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۶ ص ۳۰۶، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

بْنُ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ امْرَأَةً رَفَعَتْ صَبِيًّا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ۔

آپ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے گا۔

٣١٥٢ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

نابالغ کے حج کے حکم میں مذاہب اربعہ

قاضی عیاض کہتے ہیں ان مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے نہیں پہچانا کہ وہ رات کا وقت تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دن کا وقت ہو لیکن انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے نہ پہچانا ہو کیونکہ انھوں نے اس وقت تک اپنے علاقوں سے ہجرت نہیں کی تھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء کی دلیل ہے کہ بچے کا حج صحیح ہے اور منعقد ہو جاتا ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اگرچہ اس پر جو حج اسلام فرض ہے یہ حج اس سے کفایت نہیں کرتا بلکہ یہ حج نفلی ہوتا ہے، یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے موقف پر صریح دلیل ہے، البتہ امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا حج صحیح نہیں ہے۔ علماء احناف یہ کہتے ہیں کہ بچے سے اس لیے حج کرایا جاتا ہے کہ بچے کو حج کرنے کی مشق ہو اور بالغ ہونے کے بعد وہ صحیح طریقہ سے حج کر سکے، اس حدیث میں احناف کے نظریہ کی تردید ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بچوں کے حج کرنے کے جواز میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے، ہر چند کہ بعض اہل بدعت نے بچوں کو حج کرنے سے منع کیا ہے لیکن ان کا قول لائق التفات نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اجماع امت سے ان کا یہ قول مردود ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس بچے کو حج کرنے والا کہا جائے گا اور اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے؟ اور اس میں فدیہ واجب ہوگا اور اس میں کسی کوتاہی اور قصور سے دم لازم آئے گا اور بالغین کے تمام احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟۔ امام ابو حنیفہ ان تمام چیزوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچے کو تمام ممنوعات سے مشق اور تعلیم کے لیے مجتنب رکھا جائے گا، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے اور اس کا حج منعقد ہوگا اور اس کی طرف سے نفل ہو جائے گا کیونکہ اس حدیث کے بموجب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے افعال کو حج قرار دیا ہے۔[1]

نابالغ احکام کا مکلف نہیں ہے

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ٤٣٢، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٧٥ھ

وعن المجنون حتی یعقل.[1] حتی کہ وہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتی کہ اس کی عقل ٹھیک ہو جائے۔

امام ابوداؤد کے علاوہ یہ حدیث امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی اور امام حاکم نے بھی روایت کی ہے اس حدیث میں صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ بچہ پر احکام تکلیفیہ اس وقت تک لاگو نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اس لیے اگر حج میں اس سے کوئی جنایت ہو گئی تو اس کے مال سے دم (قربانی) دینا لازم نہیں آئے گا، البتہ اس کو عادی بنانے کے لیے اور اس سے مشق کرانے کے لیے اس سے کہا جائے گا کہ وہ ان چیزوں سے بچے اور ہر چند کہ یہ حج اسلام نہیں ہے اور اس حج سے اس کا فرض حج ساقط نہیں ہوگا تاہم یہ نفلی حج ہے اور یہی اس حدیث کا محمل ہے

احناف کے نزدیک نابالغ کا حج نفل ہے

علامہ نووی نے مذاہب فقہاء کا بیان کرتے ہوئے جزیہ لکھا ہے کہ باقی ائمہ اور جمہور کے نزدیک بچے کا حج نفل ہو جاتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچے کا حج صحیح نہیں ہے (یہ انھوں نے صحیح نہیں لکھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی بچے کا حج صحیح اور نفل ہے البتہ اس نے جو بچپن میں حج کیا ہے اس سے فرض حج ساقط نہیں ہوگا، اور اس کو بالغ ہونے کے بعد بشرط استطاعت دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں۔

"وما فعله الصبی قبل البلوغ یکون تطوعا"[2] بچے نے بلوغ سے پہلے جو حج کیا ہے وہ نفل ہوگا۔

امام ابوحنیفہ کے نظریہ کی ابن حزم سے تائید

شیخ ابن حزم اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بچہ خواہ بہت چھوٹا ہو یا بڑا ہم اس کے حج کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

اور بچہ کا یہ حج نفل ہوگا، اور جو اس کو حج کرائے گا اس کو اجر ملے گا اور بچہ ان تمام چیزوں سے بچے گا جن سے محرم بچتا ہے۔ اور اگر اس نے کوئی ناجائز کام کر لیا تو اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے، بچہ کو اگر طاقت نہ ہو تو اس کی طرف سے طواف کیا جائے گا اور کنکریاں ماری جائیں گی، نماز روزے اور باقی احکام شرعیہ کی بھی انھیں یونہی تعلیم دی جاتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچے کو لے کر آئی اور پوچھا کیا اس کے لیے حج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔ شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ حج ایک اچھا کام ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انا لا نضیع اجر من احسن عملا "اور جو شخص اچھے کام کرے ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے" اگر یہ کہا جائے کہ بچہ نیت کرنے کا اہل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیت صرف مکلف پر لازم ہے اور بچہ مکلف ہے نہ مخاطب اور نہ مامور، اللہ تعالیٰ اس کو محض اپنے فضل سے اجر عطا فرماتا ہے جس طرح میت کی نیت ہوتی ہے نہ کوئی عمل اور اس کے متعلقین کی دعا سے اور ان کے حج روزے اور دیگر عبادات کے ایصال ثواب سے اللہ تعالیٰ میت کو محض اپنے فضل کی بناء پر اجر پہنچاتا ہے اور جب بچہ سے تکلیف ساقط ہے تو وہ حرم یا حالت احرام میں شکار کرے تو اس پر کوئی جزاء نہیں ہے، یا اگر کسی تکلیف کی بناء پر وہ سر منڈا لے تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اور وہ اس کے کسی عمل سے اس کا حج فاسد ہوگا، اس کے اعمال پر اجر ہے اور کسی عمل پر گناہ نہیں ہے۔ بکثرت احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچے نماز میں حاضر ہوتے تھے۔ حضور نے امامہ بنت ابی العاص کو گود میں لے کر خود نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس بلوغ سے پہلے نماز میں حاضر ہوتے تھے۔ اور احادیث میں ہے کہ آپ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کر دیتے تھے وغیرہا[1]

شیخ ابن حزم نے یہ جو کچھ لکھا ہے، امام ابوحنیفہ کا بھی بعینہٖ یہی نظریہ ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب کو بیان کرنے میں متعدد فقہاء کا تسامح

شیخ مبارک پوری فتح الباری کے حوالے سے لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ تمام ائمہ فتویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ بلوغ تک بچے سے فرضیت حج ساقط ہے اور اس نے بچپن میں جو حج کیا ہے وہ نفل ہے۔ یہ جمہور کا نظریہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس کا احرام صحیح نہیں ہے اور احرام کے منافی کام کرنے سے اس پر کوئی فدیہ وغیرہ لازم نہیں ہوگا، اس سے صرف مشق کے لیے حج کرایا جاتا ہے۔ مبارک پوری لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔[2]

علامہ نووی، حافظ ابن حجر، ملا ابن بطال، شوکانی اور مبارک پوری نے مذہب احناف کی تحقیق نہیں کی اور خود بخود یہ سمجھ لیا کہ جب امام ابوحنیفہ بچہ پر جنایت میں فدیہ لازم نہیں کرتے تو ان کے نزدیک اس کا احرام صحیح ہے نہ نفلی حج ہوتا ہے، حالانکہ ہم بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک بچہ کا حج نفلی ہوتا ہے اور ان لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور عناد کا نتیجہ ہے۔

شیخ داؤد ظاہری کے نظریہ کا ابطال اور احناف کے دلائل

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے شیخ داؤد بن علی ظاہری اور ان کے بعض اتباع (غیر مقلدین) نے یہ استدلال کیا ہے کہ بچہ اگر بچپن میں حج کر لے تو یہ اس کے لیے کافی ہے اور بالغ ہونے کے بعد اسے دوبارہ حج اسلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[3]

داؤد ظاہری کا یہ نظریہ حسب ذیل صحیح اور صریح احادیث کے خلاف ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا حج الصبی فهی له حجة حتی یعقل واذا عقل فعلیه حجة اخری واذا حج الاعرابی فهی له حجة فاذا هاجر فعلیه حجة اخری هذا حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتیٰ کہ اسے سمجھ آجائے اور جب اس کو سمجھ آجائے تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے۔ اور جب اعرابی نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کرے اور

---

[1] شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۷ ص ۲۶۷-۲۶۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

[2] شیخ عبدالرحمان مبارکپوری متوفی ۱۳۵۳ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔ [1]

جب اس نے ہجرت کر لی تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما صبی حج ثم بلغ الحنث علیہ حجۃ اخری وایما اعرابی حج ثم ہاجر فعلیہ ان یحج حجۃ اخری وایما عبد حج ثم عتق فعلیہ حجۃ اخری رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بچے نے حج کیا پھر اس نے بلوغت کی عمر کو پا لیا، اس پر دوسرا حج کرنا لازم ہے، اور جس اعرابی نے حج کیا پھر ہجرت کی اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے اور جس غلام نے حج کیا اور پھر وہ آزاد کر دیا گیا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے۔ حافظ الہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے [3]

عن یونس بن عبید صاحب الحلی قال سألت ابن عباس عن المملوک اذا حج ثم عتق بعد ذلک قال علیہ الحج ایضا وعن الصبی یحتلم قال یحج ایضا۔ [4]

یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ غلام اگر حج کرنے کے بعد آزاد کر دیا جائے تو؟ فرمایا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے، پھر پوچھا کہ اگر بچہ حج کرنے کے بعد بالغ ہو جائے فرمایا وہ بھی حج کرے گا۔

دلائل احناف کی وضاحت

ان احادیث سے داؤد بن علی ظاہری کا رد واضح ہے اور حقیقت میں ان صحیح اور صریح احادیث سے ائمہ ثلاثہ کا بھی رد ہو جاتا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اگر بچہ سے حج فاسد ہو جائے تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور اگر کوئی جنایت ہو تو اس پر دم لازم ہے، کیونکہ بچہ نے بلوغت سے پہلے جو حج کیا ہے وہ اس کے حج اسلام سے اس لیے کافی نہیں ہوتا کہ اس پر حج فرض نہیں ہے اور جب اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے تو حج کے ارکان بھی فرض نہیں ہیں اس لیے کسی رکن کے ترک کرنے یا اس کو فاسد کرنے سے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا اور کسی رکن میں کمی کی وجہ سے اس پر دم لازم نہیں ہوگا اور حج میں اس کے افعال تربیت اور مشق کے لیے ہوں گے اور یہ اس کی نفلی عبادت ہوگی، یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا نظریہ ہے اور احادیث اور نظر صحیح سے اسی

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمہ

[2] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، ج ۳ ص ۲۰۶-۲۰۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۳۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۲ھ

نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

بَابٌ۲۱۲ فَرْضِ الْحَجِّ مَرَّةً فِي الْعُمُرِ

زندگی میں حج کی فرضیت ایک بار ہے۔

۳۱۵۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض ہو گیا۔ پس حج کیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار یہی عرض کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے۔ جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم ان کا سوال مت کیا کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرتے تھے، لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دیا کرو۔

امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا

بعض علماء نے کہا ہے کہ حج ہجرت کے پانچویں سال فرض ہوا اور بعض نے کہا کہ نویں سال فرض ہوا ہے اس وجہ سے اس حدیث میں جس واقعہ کا بیان ہوا ہے، یہ حجۃ الوداع سے پہلے کا ہے۔

بعض دوسری روایات میں صراحت کے ساتھ بیان ہے کہ یہ سائل اقرع بن حابس تھے، اصولیین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور تیسرا قول اس میں توقف کا ہے، ملا جیون حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امر کا صیغہ باعتبار وجوب کے تکرار کا تقاضا نہیں کرتا جیسا کہ ایک قوم کا نظریہ ہے نہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ امام شافعی کا نظریہ ہے، یعنی جب مثلاً صلوا کہا گیا تو اس کا معنی ہے ایک بار نماز پڑھو اور ہمارے نزدیک یہ تکرار کا بالکل تقاضا نہیں کرتا[1] اور اس حدیث کے پیش نظر ایک قوم کا نظریہ یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے ورنہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ آپ سے یہ نہ پوچھتے کہ یا رسول اللہ کیا حج ہر سال فرض ہے؟

[1] علامہ احمد جیون متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۲۹، ۳۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا، علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے اور آپ کے احکام جاری کرنے کے لیے وحی کی شرط نہیں ہے اور یہی مذہب ہے۔ باب نمبر ۳۲۵ "محرم کے لباس کی بحث میں ہم اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق بیان کر چکے ہیں۔

اباحت اصلیہ کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرونی ما ترکتکم "جس چیز کا حکم میں نے نہیں بیان کیا اس کے بارے میں سوال مت کرو" علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکام میں اصل عدم الوجوب ہے اور شریعت کے وارد ہونے سے پہلے کوئی حکم نہیں ہے محققین کے نزدیک یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ "ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں"۔[1]

علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔[2]

علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے تحریر میں تصریح کی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ علامہ قاسم نے بھی یہی لکھا ہے، ہدایہ کی فصل حداد اور فتاویٰ قاضی خاں کی حظر اور اباحت کی بحث میں یہی لکھا ہے اور شرح التحریر میں ہے کہ بصرہ کے معتزلہ، شوافع اور احناف خصوصاً عراقیین کا یہی نظریہ ہے۔ امام محمد نے جو مسائل بیان کیے ہیں ان سے بھی یہی پتا چلتا ہے۔[3]

اباحت اصلیہ سے مراد یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جن چیزوں کا حکم دیا وہ فرض یا واجب یا مستحب ہو گئیں اور جن چیزوں سے منع کر دیا وہ حرام یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہو گئیں، لیکن جن چیزوں سے شارع نے روکا نہ ان کا حکم دیا وہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور ان کے کرنے یا نہ کرنے میں بندے کو اختیار ہے مثلاً دن اور رات کے بعض اوقات میں شارع نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور بعض اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا ہے اس کے علاوہ جو اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے نہ نماز پڑھنے کی ممانعت ہے ان میں بندے کو اختیار ہے ان اوقات میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد بعض مسلمان کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اس کا حکم ہے نہ ممانعت اس لیے یہ بھی اصالۃً مباح ہے، البتہ اس پر فرض جیسا دوام نہ کریں اور نہ پڑھنے والوں کو ملامت نہ کریں، کیونکہ مستحب کام کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی اور اس وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا تو مباح ہے اور پڑھنے والوں پر ملامت کرنا حضور کے ادب اور محبت سے بعید ہے۔

دین میں آسانی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کرو"۔ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے اور اس سے اسلام کا اہم قاعدہ معلوم ہوتا ہے مثلاً جب طاقت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

ہے کھڑے ہو کر نماز پڑھو، ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھ لو۔ بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھ لو، اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین یا طیارہ بغیر وقفہ کے سفر کرتا رہتا ہے تو چلتی ہوئی ٹرین اور اڑتے ہوئے طیارہ پر جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لو، وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کر لو، کسی عضو کو دھونے میں تکلیف ہوتی ہے تو مسح کر لو اور وہ بھی نہیں کر سکتے تو چھوڑ دو۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم "اللہ تعالیٰ سے اپنی استطاعت کے مطابق ڈرو" رہا یہ کہ دوسری آیت میں ہے: اتقوا اللہ حق تقاتہ "اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے" اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم سے منسوخ ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ کا بیان فاتقوا اللہ ما استطعتم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کیا جائے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کیا جائے اور جن سے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے بچا جائے اس سے زیادہ انسان استطاعت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا نیز فرمایا وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں تنگی نہیں رکھی۔

بَابُ ۲۱۳ سَفَرِ الْمَرْاَةِ مَعَ مَحْرَمٍ اِلَى حَجٍّ وَّغَيْرِهٖ

عورت کو محرم کے ساتھ حج کرنے کا حکم

۳۱۵۴۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ ثَلَاثًا اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

۳۱۵۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَّقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ اَبِيْهِ ثَلَاثَةً اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ

ابن نمیر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے اس میں بھی محرم کے ساتھ تین دن کے سفر کا ذکر ہے۔

۳۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے وہ بغیر محرم کے تین راتوں کی مسافت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ ثَلٰثِ لَيَالٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ.

کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

۳۱۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيْثًا فَاَعْجَبَنِيْ فَقُلْتُ لَهٗ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَقُوْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ اَسْمَعْ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ يَوْمَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا اَوْ زَوْجُهَا.

قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے؟ انھوں نے فرمایا: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کر سکتا ہوں جو میں نے آپ سے نہ سنی ہو! انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا سامانِ سفر نہ باندھا جائے، میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میں نے آپ سے یہ بھی سنا ہے آپ نے فرمایا کوئی عورت دو دن کا سفر بغیر خاوند یا محرم کے نہ کرے۔

۳۱۵۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعًا فَاَعْجَبْنَنِيْ وَاٰنَقْنَنِيْ نَهٰى اَنْ تُسَافِرَ الْمَرْاَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَاقْتَصَّ بَاقِيَ الْحَدِيْثِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں۔ آپ نے عورت کو تنہا دو دن کا سفر کرنے سے منع کیا ہے الا یہ کہ اس کے ساتھ خاوند یا محرم ہو۔

۳۱۵۹ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر محرم کے عورت کو تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ۔

٣١٦٠ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا وَمَعَ ذِي مَحْرَمٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین راتوں سے زیادہ سفر نہ کرے۔

٣١٦١ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ۔

قتادہ کی روایت میں ہے کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہ کرے۔

٣١٦٢ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِنْهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کے لیے محرم کے بغیر ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

٣١٦٣ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کا بغیر محرم کے ایک دن کی مسافت کا بھی سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

٣١٦٤ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کا ایک دن اور رات کا سفر بغیر محرم کے

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا۔

کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُسَافِرُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لیے بغیر محرم کے تین دن کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا أَوِ ابْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو، اس کے لیے اس کے باپ، بیٹے، بھائی، خاوند یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن کا سفر جائز نہیں ہے

۳۱۶۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۱۶۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے الا یہ کہ اس کا محرم ساتھ ہو، اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا ہوا ہے؟

يَقُوْلُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَاَتِيْ خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاِنِّيْ اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ ۔

آپ نے فرمایا: جاؤ تم بھی اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

۳۱۶۹ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۱۷۰ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُوْمِيَّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ بغیر محرم کے تنہائی میں نہ رہے۔

بغیر زوج یا محرم کے عورت پر حج کی فرضیت میں شوافع کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ جب تک عورت اپنی عزت کے بارے میں مطمئن اور بے خوف نہ ہو اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہے اور یہ اطمینان خواہ زوج سے حاصل ہو خواہ نسبی محرم سے خواہ سسرالی محرم سے خواہ چند مستند عورتوں سے، ان تین (از زوج، محرم، یا چند مستند عورتوں کی رفاقت) میں سے جس کی رفاقت بھی میسر آگئی عورت پر بالاتفاق حج لازم آجائے گا اور اگر تینوں میں سے کوئی بھی میسر نہ ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ عورت پر حج لازم نہیں ہوگا، خواہ صرف ایک عورت کی رفاقت میسر ہو یا نہ ہو۔[1]

علامہ رافعی شافعی لکھتے ہیں کہ جب تک عورت کو اپنے محفوظ ہونے کے بارے میں اطمینان نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا اگر اس کے ساتھ اس کا خاوند یا نسبی یا سسرالی محرم ہو تو فبہا ورنہ ہم دیکھیں گے کہ اگر اس کے ساتھ جانے کے لیے چند مستند عورتیں مل گئیں تو اس پر حج فرض ہے اور اگر چند مستند عورتیں نہ ملیں تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہے اور اس کے علاوہ دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ایک عورت کے ساتھ بھی اس پر حج فرض ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنہا عورت پر بھی حج فرض ہے، یہ کرابیسی کا قول ہے انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عدی اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، نیز جو عورت دار الکفر میں مسلمان ہو تو اس پر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے خواہ وہ تنہا ہو، اس قول کی پہلی دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث وجوب کا تقاضا نہیں کرتی اور دوسری دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ جو عورت دارالکفر میں مسلمان ہوئی ہو اس کی جان اور عزت کو راستہ کی بہ نسبت دارالکفر میں زیادہ خطرہ درپیش ہے۔[1] خیال رہے کہ دارالکفر سے ہجرت کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہاں اسلامی احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو اور اس کو اپنے دین اور اپنی جان کا خطرہ ہو۔ (نووی علی المسلم ج ۱ ص ۴۳۳)۔

حضرت عدی بن حاتم کی مذکور الصدر روایت کی تحقیق کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح بخاری، مسند احمد، مسند بزار، سنن بیہقی اور معجم طبرانی میں ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن ہو پس معلوم ہوا کہ عورت کے سفر کے لیے محرم ہونا شرط نہیں ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر محض اس کے جواز پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کے باوجود حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی شخص کی قبر کے پاس سے گذرنے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا، اور اس حدیث میں تمنا کے جواز کی نہیں بلکہ اس کے وقوع کی دلیل ہے۔[2]

زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نفلی حج، زیارت، تجارت یا کسی اور مقصد کے لیے آیا عورت کسی ایک مستند اور معتمد عورت یا متعدد معتمد عورتوں کے ساتھ سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں جن کو شیخ ابوحامد، علامہ ماوردی، علامہ محاملی اور دوسرے فقہاء نے باب الاحصار میں بیان کیا ہے اور قاضی حسین، علامہ بغوی اور علامہ رافعی وغیرہم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سفر بھی حج کی طرح جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ کتاب الام میں بھی یہی مذکور ہے، اس سفر کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر کے ساتھ جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج کے لیے جانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس کے ساتھ حج کے لیے جاؤ۔ اور حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت زوج یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے، یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے بغیر محرم کے ایک دن یا ایک رات کا تنہا سفر جائز نہیں ہے، یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ایک

۱۔ علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب ج ۷، ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلخیص الحبیر مع شرح المہذب ج ۷، ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

دن کے اور ایک روایت میں ایک رات کے بغیر محرم کے سفر سے منع فرمایا ہے۔[1]

زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ

امام مالک فرماتے ہیں کہ جس عورت نے حج نہ کیا ہو اور اس کا کوئی محرم نہ ہو یا محرم تو ہو لیکن وہ اس کے ساتھ کسی وجہ سے حج پر نہ جا سکتا ہو تو وہ عورت اللہ تعالیٰ کے فریضہ حج کو ترک نہ کرے اور عورتوں کی جماعت کے ساتھ چلی جائے۔[2]

علامہ ابو الولید باجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا“ ”جن لوگوں کو استطاعت ہے ان پر اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا لازم ہے“۔ اور یہ آیت اس سے عام ہے کہ محرم ہو یا نہ ہو، اس لیے اس کو عموم پر محمول کیا جائے گا، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب اس عورت اور مکہ کے درمیان دو راتوں کی مسافت کا فاصلہ ہو تو اس کے لیے محرم شرط نہیں ہے فلہٰذا تین راتوں کی مسافت کے لیے بھی محرم شرط نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں مسافت ہیں۔

علامہ ابو الولید لکھتے ہیں کہ یہ حکم حج فرض کا ہے اور نفلی حج میں عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، اور باقی سفروں کا بھی یہی حکم ہے۔[3]

زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جس عورت کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج واجب نہیں ہے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے کہا ایک عورت امیر ہے اور اس کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج فرض ہے؟ کہا: نہیں۔ نیز امام احمد نے تصریح کی ہے کہ محرم سبیل اور استطاعت میں داخل ہے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وجوب حج کے لیے محرم شرط نہیں ہے، لیکن حنابلہ کا مذہب پہلا قول ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے۔[4]

عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بغیر زوج یا محرم کے عورت کا سفر حج پر جانا جائز نہیں ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب عورت کے ساتھ معتمد عورتیں ہوں تو وہ حج پر جا سکتی ہے خواہ اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کی تفسیر میں سفر خرچ اور سواری کو بیان کیا ہے اس لیے عورت کے واسطے محرم کی شرط لگانا قرآن مجید پر زیادتی ہے، جس کو تم فسخ سے تعبیر کرتے ہو، نیز یہ سفر فرض کو ادا کرنے کے لیے ہے اس لیے اس میں محرم

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۸۸ - ۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۲۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۳۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ۔

۳۔ علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۸۲، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۳۲ھ

۴۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

کی شرط نہیں ہوگی جیسا کہ سفر ہجرت میں محرم کی شرط نہیں ہے کیونکہ جو عورت دار الحرب میں مسلمان ہو جائے وہ بغیر محرم کے دار الاسلام کی طرف ہجرت کر سکتی ہے، نیز فرض کو ادا کرنے کی ایسی شرائط ہوتی ہیں جو مکلف کے اختیار میں ہوں، اور محرم کو جانے پر مجبور کرنا عورت کے اختیار میں نہیں ہے، نہ عورت کے لیے سفر حج کی خاطر نکاح کرنا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے احرام کے لیے محرم شرط نہیں ہے۔ لیکن عورت پر فتنہ سے بچنا واجب ہے، اور مردوں کے ساتھ مل جل کر جانے میں فتنہ ہے اور اکیلے جانے سے عورت گھبراتی ہے اس لیے وہ معتمد عورتوں کے ساتھ چلی جائے جن کے ساتھ وہ مانوس رہ سکے اور میل جول میں مردوں کی محتاج نہ ہو۔

علامہ سرخسی مزید لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ حدیث ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے خاوند یا محرم کے بغیر تین دن اور تین راتوں کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا میرا ارادہ فلاں غزوہ میں جانے کا ہے اور میری عورت کا حج کا ارادہ ہے اب میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورت سے علیحدہ مت ہو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سفر کا ذکر فرمایا، اس سے صحابہ نے سفر حج سمجھا تھا، اس وجہ سے سائل نے یہ سوال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ وہ جہاد چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ جائے اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر محرم یا خاوند کے سفر حج پر نہیں جا سکتی، کیونکہ عورت اپنے اختیار سے ایک سفر پر جا رہی ہے اس لیے وہ باقی سفروں کی طرح زوج یا محرم کے بغیر نہیں جا سکتی اور ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ جدا ہے کیونکہ وہ اختیاراً نہیں بلکہ اضطراراً نجات حاصل کرنے کے لیے جا رہی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہو جائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لیے جائز نہیں ہے اور پہلے اپنی جان بچانے کے لیے اس کا جانا اضطراراً تھا، نیز عورت فتنہ کا محل ہے اور جب زیادہ عورتیں مل کر جائیں گی تو فتنہ کا زیادہ محل ہو گا اور یہ فتنہ کسی محافظ کی وجہ سے ہی اٹھ سکتا ہے جو عورت کی حفاظت کرے اور خود اس کی خواہش نہ کرے، اور ایسا شخص محرم ہی ہو سکتا ہے اور محرم کی تفسیر یہ ہے جس کے ساتھ عورت کا نکاح دائماً جائز نہ ہو خواہ اس کا سبب نسبی قرابت ہو، دودھ کا رشتہ ہو یا سسرالی رشتہ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محرم کا عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی کوئی طمع نہیں ہوتی کیونکہ وہ عورت اس پر دائماً حرام ہے بنا بریں عورت اس کے ساتھ سفر پر بھی جا سکتی ہے۔[1]

عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات

علامہ نووی اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہما نے احناف پر اعتراض کیا ہے کہ احناف نے محرم یا زوج کی شرط اس حدیث کی بنا پر مقرر کی ہے کہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن سفر کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ جس طرح تین دن سے ممانعت کی روایت ہے اسی طرح دو دن سے، ایک دن سے اور ایک برید (بارہ میل) سے سفر کی بھی ممانعت ہے اس لیے یہ حدیث ان کے مدعا پر

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

دلیل نہیں ہو سکتی، اس اعتراض کے متعدد جواب ہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ معلوم نہ ہو جس کی وجہ سے ان میں مقدم، مؤخر اور منسوخ اور ناسخ کو متعین کیا جا سکے تو ان میں جو حدیث عام ہو اس کو دوسری حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے اور تین دن کے سفر سے ممانعت والی حدیث تین دن سے کم سفر سے ممانعت والی حدیث سے عام ہے کیونکہ جب تین دن سے کم ممانعت ثابت ہوگی تو تین دن کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی لیکن جب تین دن کی ممانعت ثابت ہو تو تین دن سے کم کی ممانعت کا ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ تین دن کی ممانعت لازم ہے خواہ تین دن کی ممانعت ثابت ہو یا تین دن سے کم کی ممانعت ثابت ہو اس لیے اسی حدیث کو ترجیح ہے۔

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ تین دن سے ممانعت کی روایت معنًا متواتر ہے اور تین دن سے کم ممانعت والی احادیث کی بہ نسبت یہ روایت زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تین دن کی ممانعت کی روایت ہے اور یہ تمام روایات متفق ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر سے تین دن سے کم کی ممانعت کی روایت نہیں ہے اس کے برخلاف جن صحابہ سے تین دن سے کم کی روایت ہے ان کی روایت میں تعارض ہے، کیونکہ جس طرح ان سے تین دن سے کم کی روایت ہے اسی طرح ان سے تین دن کی ممانعت کی روایت بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دن کی ممانعت کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ان سے تین دن کی ممانعت کی روایت ہے اور امام طحاوی نے متعدد اسانید سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دن کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے دو دن کی ممانعت کی روایت ہے اور صحیح مسلم اور طحاوی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے۔ حضرت ابو سعید کی تین دن کی ممانعت کی روایت سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے بھی دو دن کی ممانعت کی روایت ہے۔ اور مسند احمد کے حوالے سے مجمع الزوائد میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے اور حافظ الہیثمی نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے برید کی ممانعت کی روایت ہے اور حضرت ابو ہریرہ سے ہی صحیح مسلم میں تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے۔

الغرض۔ جن صحابہ سے ایک دن یا دو دن یا برید کی ممانعت کی احادیث مروی ہیں ان کی یہ روایات متعارض ہیں کیونکہ انہی صحابہ سے تین دن کی ممانعت کی احادیث بھی مروی ہیں جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کر دیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تین دن کی ممانعت کی حدیث تعارض سے سالم ہے، کیونکہ ان سے اور کوئی روایت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر کی یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ صحیح ابن خزیمہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے، حضرت ابن عمر کے علاوہ تین دن کے سفر سے ممانعت کی روایت، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے جس کو حافظ الہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند کی توثیق کی ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی تین دن کی ممانعت کی روایت ہے جس کو حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بھی تین دن کی ممانعت کی روایت ہے جس کو امام دار قطنی نے اپنی سنن

میں بیان کیا ہے۔

مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ تین دن سے ممانعت کی روایت کو دو وجہ سے ترجیح ہے ایک تو یہ روایت حضرت ابن عمر، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عکرمہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بلا تعارض مروی ہے اور دوسری ترجیح یہ ہے کہ یہ روایت زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے باوجود تین دن سے کم ممانعت کی روایات کے تین دن کی ممانعت کی روایت بھی ہے اس وجہ سے اس روایت کے طرق اور اسانید زیادہ ہو گئے اور یہ واضح ترجیح ہے، مثلاً حضرت ابوہریرہ سے ایک دن کی ممانعت مروی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں بشمول حضرت ابوہریرہ سات صحابہ سے تین دن کی ممانعت مروی ہے اور ایک کے مقابلہ میں سات کی روایت واضح ترجیح ہے۔

اس اشکال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حافظ زیلعی نے لکھا کہ علامہ منذری نے کہا ہے کہ ان احادیث میں اس لیے تعارض نہیں ہے کیونکہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکام بیان کیے گئے ہیں جو آپ نے متعدد مواقع پر بیان فرمائے [1] اس جواب کو علامہ عینی نے بھی علامہ منذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جب مسلمان بہت کم تھے اور کفار بہت زیادہ تھے جس وجہ سے اہل اسلام کمزور تھے اور کفار اور مشرکین کا خوف غالب تھا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو زوج اور محرم کے بغیر ایک برید (بارہ میل) کی مسافت کے سفر سے بھی منع کر دیا۔ پھر جب مسلمانوں کو قدرے قوت حاصل ہوئی تو عورت کو بغیر زوج اور محرم کے ایک دن کی مسافت کے سفر سے منع کر دیا، پھر جب زیادہ قوت حاصل ہوئی تو دو دن کی مسافت کے سفر سے منع کر دیا اور جب مسلمانوں کو مکمل جمعیت اور قوت حاصل ہو گئی تو آپ نے عورت کو زوج اور محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع کر دیا۔ ان مختلف احادیث میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کی ممانعت آخری حدیث ہے اور احکام شرعیہ کا مدار اسی حدیث پر ہو گا۔

اس اشکال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ چونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ سفر کے احکام شرعیہ تین دن پر مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بیان ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور مسافر کے لیے تین دن ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح قرینہ اور دلیل ہے کہ سفر کے احکام تین دن پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جس میں عورت کو تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے۔

اس اشکال کا پانچواں جواب یہ ہے کہ احناف کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ عام حالات میں عورت کو خاوند اور محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع کیا جائیگا۔ اور جب حالات خراب ہوں اور فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو تو عورت کو خاوند اور محرم کے بغیر ایک دن کے سفر سے بھی منع کیا جائے گا، اس طرح احناف کا عمل دونوں حدیثوں پر ہے یعنی تین دن کی ممانعت والی حدیث پر بھی اور ایک دن کی ممانعت والی حدیث پر بھی۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے بغیر زوج اور محرم کے عورت کے سفر کی ایک دن کی مسافت کی کراہت بھی مروی ہے۔ شرح اللباب میں ہے کہ زمانہ کے فتنہ اور فساد کی وجہ سے اسی قول پر

---

[1] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۱ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ

فتویٰ دینا چاہیے اور اس کی تائید صحیحین کی اس حدیث سے ہے جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ بغیر محرم کے ایک دن اور رات کی مسافت کا سفر نہ کرے، لیکن فتح القدیر میں یہ ہے کہ چونکہ ظاہر مذہب تین دن کی ممانعت ہے اس لیے اگر عورت اور مکہ کے درمیان تین دن سے کم کی مسافت ہے تو اس کا خاوند اس کو حج سے منع نہ کرے[1]

اگر یہ کہا جائے کہ عام حالات میں تو تین دن کی ممانعت پر عمل کرنا چاہیے اور اگر خدانخواستہ حالات خراب ہو جائیں اور فتنہ اور فساد کا زیادہ اندیشہ ہو تو حالات کے اعتبار سے دو دن سے لے کر ایک برید تک کے سفر سے ممانعت پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ قول احادیث کے مطابق ہے اور اس میں فقہ حنفی کی بھی رعایت ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یخلون رجل بامرأۃ الا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأۃ الا مع ذی محرم[2]

علامہ نووی نے اس روایت پر اعتماد کر کے یہ کہا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک بغیر محرم کے عورت کا سفر کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور شیخ ابن حزم نے بھی اسی روایت پر بنا کی ہے اور جن ائمہ نے تین دن سے کم مسافت کے سفر کی اجازت دی ہے ان پر ابن حزم نے حسب عادت غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے[3] حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ احناف مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرتے لیکن یہاں احناف نے مطلق کو مقید پر محمول کر دیا ہے۔

ان تمام اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بکثرت روایات میں تین دن کی مسافت سے سفر کی ممانعت آئی ہے اس لیے یہ روایت ابتداء اسلام پر محمول ہے جب کفر کا غلبہ تھا اور مسلمان کمزور تھے اس وقت بغیر زوج یا محرم کے عورت کو مطلق سفر کی اجازت نہ تھی اور جیسے جیسے مسلمان غالب آتے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں وسعت کو اختیار فرمایا تا آنکہ تین دن کی ممانعت کا امر مقرر ہو گیا اور شیخ ابن حزم نے اس کے معارضہ میں تین دن سے زیادہ سفر کی ممانعت کی احادیث جو ذکر کی ہیں وہ سب سنداً مجروح ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ تین دن سے سفر کی ممانعت بہت مشہور تھی اس لیے آپ نے اس کا ذکر نہ کیا ہو یا بعد کے کسی راوی نے ذکر نہ کیا ہو، اور اس حدیث کو ان میں سے کسی نہ کسی ایک احتمال پر محمول کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ اس کا دوسری بکثرت صحیح روایات سے تعارض لازم نہ آئے، علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت اس لیے مرجوح ہے کہ اس میں زیادتی کا ذکر نہیں ہے جو دوسری روایات میں ہے۔

زمانۂ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق

شیخ انور شاہ کشمیری نے اس بحث میں لکھا ہے کہ اگر امن کا زمانہ ہو اور عورت کو اعتماد ہو تو وہ تنہا بھی سفر پر جا سکتی ہے انہوں نے کہا کہ یہ چیز احادیث سے ثابت ہے اور فقہ حنفی میں جو عورت کو بغیر محرم کے سفر سے منع کیا گیا ہے وہ فتنہ اور فساد

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلیٰ ج ۷ ص ۵۰-۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

کے زمانے کے ساتھ مخصوص ہے، شیخ انور شاہ کشمیری کی عبارت کا متن حسب ذیل ہے:-

فی کتب الحنفیۃ عامۃ عدم جواز السفر الامع محرم قلت و یجوز عندی مع غیر محرم ایضا بشرط الاعتماد و الامن عن الفتنۃ وقد وجدت لہ مادۃ کثیرۃ فی الاحادیث اما فی الفقہ فہو مسائل الفتن۔ [1]

کتب حنفیہ میں بالعموم (بلکہ سب کتابوں میں سعیدی) یہ تصریح ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اعتماد ہو اور فتنہ نہ ہو تو عورت کا بغیر محرم کے سفر بھی جائز ہے اور احادیث میں ایسے واقعات بکثرت ہیں اور فقہ میں جو ممانعت کی گئی ہے وہ فتنہ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی نے فیض الباری کے حاشیہ میں ان واقعات کی نشاندہی کی ہے، لکھتے ہیں:

یقول العبد الضعیف منہا امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا العاص ان یرسل زینب رضی اللہ عنہا مع رجل لم یکن لہا محرما۔ و منہا عائشۃ رضی اللہ عنہا فی قصۃ الافک۔ [2]

بندہ ضعیف یہ کہتا ہے کہ ان واقعات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو العاص کو یہ حکم دینا ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کے ساتھ بھیجے جو ان کا محرم نہ تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تہمت والے واقعہ میں آتا ہے۔

شیخ کشمیری کا نے جو لکھا ہے کہ امن کے زمانہ میں جب عورت کو اعتماد ہو تو وہ تنہا سفر کر سکتی ہے یہ ان کی منفرد رائے ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ایک عورت کا تنہا سفر پر جانا جائز نہیں ہے البتہ متعدد ثقہ عورتوں کے ساتھ ایک عورت فرض حج کے لیے جا سکتی ہے اور فرض حج کے علاوہ اور کسی سفر کے لیے وہ بغیر محرم کے سفر کی مطلق اجازت نہیں دیتے۔ امام احمد کے نزدیک بغیر زوج کے عورت مطلقاً سفر نہیں کر سکتی [5] اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین دن کی مسافت (۹۸.۴۳ کلومیٹر) کا سفر عورت بغیر محرم کے نہیں کر سکتی [6] اور غیر مقلدین کے نزدیک بھی عورت بغیر محرم کے مطلقاً سفر نہیں کر سکتی۔ شیخ ابن حزم کا حوالہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں: قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر المرأۃ الا مع محرم عام فی کل سفر حدیث رسول — "عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے" ہر سفر کو شامل ہے [7] اس لیے شیخ کشمیری کا یہ شذوذ اور تفرد مذاہب اربعہ کے علاوہ غیر مقلدین کے نظریہ کے بھی خلاف ہے۔

---

[1] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۴۹، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ
[2] شیخ بدر عالم میرٹھی ۱۳۸۵ھ، حاشیہ فیض الباری ج ۳ ص ۴۹، " "
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[4] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقیٰ ج ۳ ص ۸۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ
[5] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،
[6] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ،
[7] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۱، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۳۹۸ھ

شیخ بدر عالم میرٹھی نے اس سلسلہ میں کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کے ساتھ بھیج دے جو ان کا محرم نہیں تھا، پہلے ہم اس واقعہ کو مکمل تحقیق کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ پھر جواب عرض کریں گے۔

علامہ عبد الرحمن سہیلی اسیران بدر کو فدیہ کے عوض آزاد کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے شوہر ابو العاص (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے (کیونکہ ان کے کفر کی وجہ سے اب ان کا حضرت زینب سے فراق واجب ہو گیا تھا بعد میں جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے حضرت زینب کو نکاح سابق یا عقد جدید کے بعد لوٹا دیا) جب ابو العاص چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا تم بطن یا جج میں ٹھہرنا اور جب (حضرت) زینب (رضی اللہ عنہا) تمہارے پاس سے گزریں تو ان کو ساتھ لے کر یہاں آنا، وہ دونوں اس جگہ گئے۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے ایک ماہ بعد کا ہے۔

ابو العاص جب مکہ پہنچے تو انھوں نے حضرت زینب سے کہا کہ وہ اپنے والد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلی جائیں اور حضرت زینب روانہ ہو گئیں، کفار کو جب پتا چلا کہ وہ مکہ سے نکل گئی ہیں تو انھوں نے ان کی طلب میں لوگوں کو روانہ کیا۔ مقام ذی طوی میں ہبار بن اسود بن مطلب فہری نے ان کو جا لیا اس نے آپ کے ہودج پر نیزہ مارا جس سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا آپ گر گئیں اور خون جاری ہو گیا اس وقت آپ کے دیور کنانہ نے آپ کا دفاع کیا حضرت زید اور انصاری صحابی کے ساتھ آپ مدینہ پہنچیں اور بالآخر آپ اپنے شوہر کے اسلام کے بعد مدینہ میں اسی تکلیف میں مبتلا رہ کر فوت ہو گئیں [1] انا للہ وانا الیہ راجعون!

حافظ ابن کثیر ۲ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک انگوٹھی دے کر بھیجا تاکہ حضرت زینب کو لے کر آئیں۔ حضرت زید بن حارثہ نے حیلہ سے ایک چرواہے کو مکہ بھیجا اور اس کو وہ انگوٹھی دی، حضرت زینب نے وہ انگوٹھی پہچان لی اور پوچھا کس نے دی ہے کہا مکہ کے باہر ایک شخص ہے۔ حضرت زینب رات کو مکہ سے چلی گئیں اور حضرت زید کے ساتھ مدینہ آ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو دیکھ کر فرمایا: افضل بناتی اصیب فی "یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئی"۔ حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ ہم پہلے علامہ سہیلی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔[2]

اس واقعہ کی تفصیل جاننے کے بعد اس کے متعدد جوابات ظاہر ہو گئے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو جو بغیر زوج یا محرم کے سفر سے منع فرمایا ہے یہ حالت اختیار میں ہے، اور حضرت زینب

---

[1] علامہ عبد الرحمان بن عبد اللہ خثعمی السہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۸۲ - ۸۱، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان ۱۳۹۷ھ

[2] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۳۳۱ - ۳۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ

کا واقعہ جیسا کہ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے، ایک اضطراری معاملہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے جو آپ کی خصوصیت بھی ہوتا ہے اور منع کرنا آپ کا قول ہے اور اصول فقہ میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کی ہوتی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ ۲ ہجری کا ہے اور اس وقت مکہ کے ساتھ حالت جنگ قائم تھی یعنی وہ عملاً دار الحرب تھا اور وہاں سے ہجرت کرنا فرض تھا اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ دار الحرب سے عورت بغیر زوج یا محرم کے بھی آسکتی ہے اور جب مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت فرض ہو چکی تھی تو ان کا آنا فرض تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر زوج یا محرم کے ممانعت بعد میں کی ہو اور یہ پہلے کا واقعہ ہو۔

شیخ بدر عالم میرٹھی نے شیخ انور شاہ کی طرف سے دوسری حدیث حضرت عائشہ کی پیش کی ہے، اس میں صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث کی طرف اشارہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک غزوہ سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہی تھیں وہ اپنا ہار ڈھونڈنے جنگل میں گئیں اور قافلہ والوں نے اس خیال سے کہ آپ ہودج میں ہیں ہودج کو اونٹنی پر رکھ دیا، جب آپ واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا آپ اسی جگہ بیٹھ گئیں۔ ایک منزل پیچھے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ آرہے تھے، انھوں نے آپ کو اونٹنی پر سوار کرایا اور آپ ان کے ساتھ مدینہ آگئیں، الحدیث [1]

اس واقعہ سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی حالت اضطرار تھی اس وقت اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ علاوہ ازیں علامہ عینی نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ تمام امتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے محرم ہیں [2] کیونکہ قرآن مجید نے ازواج کو امہات قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نکاح ازواج مطہرات سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ سوال سرے سے ساقط ہے کیونکہ اس اعتبار سے حضرت صفوان حضرت عائشہ کے محرم تھے۔

شیخ انور شاہ کشمیری کی طرف سے تیسری یہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جو جامع ترمذی [3] اور مسند احمد [4] اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی! اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ (نجف) سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کی بشارت دیتے ہیں جو اچھی ہو پس معلوم ہوا کہ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا بھی اچھی بات ہے لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا منشاء قوت اسلام اور امن اور عافیت کے زمانہ کی تحسین ہے۔ عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحسین نہیں ہے خصوصاً جبکہ دوسری متعدد صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے عورت کو بلا محرم سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر اس کے جواز پر دلالت

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۵، ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] ۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

نہیں کرتی کیونکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی قبر کے پاس سے گذرنے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا، اس حدیث میں تمنا کے جواز کی نہیں بلکہ اس کے وقوع کی دلیل ہے۔

شیخ کشمیری نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے جو عورت کو تنہا سفر کرنے سے منع کیا ہے وہ اس زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے جب امن نہ ہو اور فتنہ اور فساد عام ہو، شیخ کشمیری کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم اس سے پہلے فتح القدیر اور شامی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک عام حالات میں عورت تین دن کی مسافت (۹۰-۹۱ کلو میٹر) کا سفر بغیر زوج یا محرم کے نہیں کر سکتی اور فتنہ کے زمانہ میں ایک دن کا سفر بھی بغیر زوج کے نہیں کر سکتی۔

بہر حال شیخ کشمیری نے جو یہ لکھا ہے کہ عورت کو اگر اعتماد ہو تو امن کے زمانہ میں اس کا تنہا سفر کرنا جائز ہے ان کا یہ قول تمام صحیح اور صریح احادیث کے خلاف ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی نے جو گنجائش نکالی تھی ہم نے بہ دلائل واضح کر دیا ہے کہ ان واقعات میں تنہا عورت کے سفر کی اجازت نہیں ہے اور شیخ کاشمیری کا یہ قول احادیث صحیحہ کے علاوہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے بھی خلاف ہے حتیٰ کہ غیر مقلدین کے ہاں بھی اس شذوذ اور تفرد کی تائید نہیں ہے۔ شیخ عثمانی نے بھی فتح الملہم میں یہ بحث کی ہے[1] لیکن انھوں نے جمہور احناف کا موقف بیان کیا ہے اور حالات امن میں بغیر زوج یا محرم کے تین دن کی مسافت کے سفر کو ناجائز قرار دیا ہے اور اپنے استاذ شیخ کاشمیری کا نظریہ بیان نہیں کیا۔ خیال رہے کہ تین دن سے کم مسافت کے سفر میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کی اجازت دینے کی وسعت صرف مذہب احناف میں ہے باقی فقہاء حج کے علاوہ تنہا عورت کو مطلقاً سفر سے منع کرتے ہیں اور شیخ کشمیری نے مطلقاً سفر کی اجازت دی ہے۔

بعض معاصرین نے مدت سفر کے بیان میں لکھا ہے:

جب عورت کے لیے محرم کے بغیر دو دن کا سفر جائز نہیں تو اس سے زیادہ مدت سفر بطریق اولیٰ جائز نہیں۔[2]

اس عبارت میں کئی غلطیاں ہیں اول یہ ہے کہ احادیث میں دو دن یا تین دن کی مسافت کا ذکر ہے اور تمام فقہاء نے اس اعتبار سے بحث کی ہے کہ آیا مدت سفر تین دن کی پیدل مسافت کا سفر ہے یا نہیں؟ آج کے اس تیز رفتار دور میں تو دو دن سے کم میں ساری دنیا کا سفر کیا جا سکتا ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ دو دن سے کم بغیر محرم کے عورت کے لیے سفر کا جواز جیسا کہ اس عبارت کا مقتضیٰ ہے۔ فقہاء اسلام میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے تیسری غلطی یہ ہے کہ یہ صاحب حنفی ہیں اور حنفی مسلک کی نمائندگی کے مدعی ہیں اور حنفی مسلک وہ نہیں ہے جو انھوں نے بیان کیا ہے بلکہ حنفی مذہب یہ ہے کہ عورت زوج یا محرم کے بغیر تین دن کی پیدل (یا اونٹ کی رفتار سے) مسافت کا سفر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم نے متعدد بار بوضاحت بیان کیا ہے۔ البتہ علامہ رضوی نے اس بحث میں صحیح لکھا ہے کہ، عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کے لیے نہیں جا سکتی خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور مکہ تک جانے میں تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر شوہر اور محرم کے بھی حج کو جا سکتی ہے۔[3]

---

[1]۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۰۶، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[2]۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۶۰، مطبوعہ فیصل آباد

[3]۔ علامہ سید محمود احمد رضوی، فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۹۰، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء

بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم حج پر جانے کی تحقیق

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین دن سفر کی مسافت کو ہوائی جہاز کے ذریعہ چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے تو چونکہ اس سفر میں اس کو مشقت نہیں ہوتی اس لیے وہ شرعاً مسافر نہیں ہے اور وہ نماز پوری پڑھے گا بناء بریں کوئی عورت زوج اور محرم کے بغیر بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان سے سعودی عرب کے لیے روانہ ہو تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ ہوائی جہاز کے ذریعہ یہ سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اور سفر شرعی کی علت مشقت ہے، اور اس کی تائید علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے:

"سفر شرعی میں تین دن چلنے کا اعتبار ہے، اگر کوئی تیز رفتار شخص مثلاً ڈاکیہ (یاد رہے کہ علامہ ابن ہمام اپنے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے گفتگو کر رہے ہیں) ایک دن میں یہ مسافت طے کرے تو وہ قصر بھی کرے گا اور افطار بھی کرے گا، کیونکہ اس کے حق میں رخصت کا سبب متحقق ہو گیا اور وہ ہے اونٹ کی رفتار یا پیادہ تین دن چلنا یہ بہت جگہ مذکور ہے اور یہ اس اشکال کو اور قوی کر دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اس اشکال سے چھٹکارے کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو مسافر تیز رفتاری سے تین دن کی مسافت کو ایک دن میں طے کر لیتا ہے اس کے لیے ایک دن میں قصر کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص بطور کرامت تین دن کی مسافت کو ایک منٹ میں طے کرے تو وہ بھی قصر کرے اور یہ بات بعید ہے کیونکہ اس سفر میں مشقت کا گمان نہیں ہے اور تین دن پیدل مسافت کی علت مشقت ہے"[1]

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈیڑھ گھنٹہ میں لاہور سے کراچی پہنچ جاتا ہے یا ۲½ گھنٹہ میں سعودی عرب پہنچ جاتا ہے تو شرعاً مسافر نہیں ہو گا اور اس پر قصر لازم نہیں ہو گی کیونکہ اس سفر میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوئی خواہ یہ تین دن کا سفر ہے لیکن یہ نظریہ متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل ہوائی جہاز کا سفر عام ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعہ لوگ دس گھنٹہ میں لندن پہنچ جاتے ہیں اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہوتی آرام دہ سیٹوں پر ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں بیٹھ کر سفر ہوتا ہے اور بارہ چودہ گھنٹہ میں ہوائی جہاز کے ذریعہ لوگ امریکہ پہنچ جاتے ہیں اور اس سفر میں بھی کوئی مشقت نہیں ہے، الغرض ہوائی جہاز کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ایک دن (چوبیس گھنٹے) میں انسان جہاں چاہے بغیر مشقت کے پہنچ سکتا ہے اس طرح ہوائی جہاز کے ذریعہ شرعی سفر بالکل ختم ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرعی سفر کی بنیاد تین دن پر ہے نہ مشقت پر بلکہ تین دن کی مسافت پر ہے اور بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا ومعہا ذو محرم۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲، ص ۵، ۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے

فقہاء اسلام نے تین روز کی مسافت کو اونٹ کی رفتار یا پاپیادہ رفتار پر محمول کیا ہے یعنی آدمی اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنی متوسط رفتار کے ساتھ پیدل چل کر کھانے پینے، عبادات اور آرام کے معمول کے ساتھ جتنی مسافت کو تین دن تین رات میں طے کر سکے اس مسافت کا سفر، سفر شرعی ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

انما قدرنا بسير الابل ومشي الاقدام لانه الوسط لان ابطأ السير سير العجلة والاسرع سير الفرس والبريد فكان اوسط الانواع السير سير الابل ومشي الاقدام وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم خير الامور اوساطها ولان الاقل والاكثر يتجاذبان فيقتصر الامر على الوسط وعلى هذا يخرج ما روى عن ابى حنيفة فيمن سار فى الماء يوما وذلك فى البر ثلاثة ايام انه يقصر الصلوة لانه لا عبرة للاسراع ولكن لو سار فى البر الى موضع فى يوم او يومين وانه بسير الابل والمشى المعتاد ثلاثة ايام يقصر اعتبارا للسير المعتاد وعلى هذا اذا سافر فى الجبال والعقبات انه يعتبر مسيرة ثلاثة ايام فيها لا فى السهل فالحاصل ان التقدير بمسيرة ثلاثة ايام او بالمراحل فى السهل والجبل والبر والبحر۔[1]

ہم نے اونٹ کی رفتار اور پاپیادہ رفتار کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ یہ درمیانی رفتار ہے، کیونکہ سب سے سست رفتار بیل گاڑی کی ہے اور سب سے تیز رفتار گھوڑے اور ڈاکیے کی ہے اور درمیانی رفتار اونٹ کی اور پیدل کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین چیز درمیانی ہے، نیز کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ میں تعارض ہے اس لیے اوسط کو معیار بنانا پڑے گا اسی اصول پر اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پانی میں ایک دن کا سفر کرے اور وہ مسافت خشکی میں تین دن کی مسافت کے برابر ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خشکی میں کوئی مسافت ایک یا دو دن میں طے کرے اور اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے سے وہ مسافت تین دن میں طے کی جاتی ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ اعتبار پیدل چلنے کی معروف رفتار کا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سفر کرے گا تو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں تین دن چلنے کا اعتبار ہو گا، خلاصہ بحث یہ ہے کہ (سفر شرعی میں) تین دن کی مسافت کا اعتبار ہے یا تین مراحل کا (جس مسافت کو مسافر ایک دن میں طے کرے اس کو مرحلہ کہتے ہیں۔ المنجد) خواہ یہ سفر میدانی علاقے میں ہو یا پہاڑی علاقے میں، خشکی میں ہو یا سمندر میں۔

علامہ کاسانی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر میں تین دن کی عام اور معروف پیدل مسافت

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

کا معیار ہے اور سمندر میں بھی اس مسافت کا اعتبار ہوگا اور تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ مسافت جمہور فقہاء کے نزدیک اٹھارہ فرسخ ہے اور یہی "مفتی بہ" ہے جو کہ چھپن میل شرعی کے برابر ہے اور چھپن میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین کلومیٹر کے برابر ہیں۔ اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق اکسٹھ میل کی مسافت کو عبور کرنے کے بعد قصر کے احکام لازم ہو جائیں گے خواہ یہ مسافت ٹرین سے عبور کی جائے بحری جہاز سے یا ہوائی جہاز سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ اگر تین دن کی مسافت کو ڈاکیہ تیز رفتاری سے ایک دن میں طے کرے تو اس پر قصر نہیں ہونی چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرے تو اس پر بھی قصر ہو حالانکہ اس کے سفر میں کوئی مشقت نہیں ہے اور قصر کی علت مشقت ہے تاہم جمہور فقہاء کی رائے علامہ ابن ہمام کے خلاف ہے، ابھی ہم نے بدائع الصنائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسافت پانی کے سفر میں ایک دن میں طے ہو جائے تو پھر بھی قصر ہے کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور خود علامہ کاسانی نے تصریح کی ہے کہ تین دن کی مسافت کا سفر کوئی شخص ایک دن یا دو دن میں طے کرے پھر بھی اس پر قصر لازم ہے کیونکہ معیار متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت ہے نہ کہ وقت۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلثة ايام بسير متوسط وهو سير الابل ومشي الاقدام في اقصر ايام السنة الى قوله وذكر في العيون عن ابي حنيفة انه يعتبر مسيرة ثلاثة ايام في البر وان اسرع في السير وسار في يومين او اقل [1]

ہمارے فقہاء احناف یہ کہتے ہیں وہ کم سے کم مسافت جس پر احکام سفر مرتب ہوتے ہیں متوسط پیدل رفتار سے سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن چلنا ہے اور عیون میں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ خشکی میں تین دن کی مسافت معیار ہے خواہ وہ اس مسافت کو تیز رفتاری سے دو دن یا اس سے کم وقت میں طے کرے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفي السراج الوهاج اذا كانت المسافة ثلاثة ايام بالسير المعتاد فسار اليها على البريد سيرا مسرعا او على الفرس جريا حثيثا فوصل في يومين قصر [2]

سراج وہاج میں ہے جب مسافت معروف رفتار کے ساتھ تین دن ہے اگر کوئی ڈاکیہ تیز رفتاری سے سفر کرے یا کوئی شخص گھوڑے کو مہمیز لگا کر دو دن میں یہ مسافت تیز رفتاری سے طے کرے تو قصر کرے گا۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

حتى لو اسرع فوصل في يومين

حتیٰ کہ اگر مسافر تیز رفتاری سے دو دن میں پہنچ

---

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۱۰۔۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ قاہرہ مصر، ۱۳۱۱ھ

قصر۔ [1]

علامہ شامی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وظاهره انه كذلك لو وصل اليه في زمن يسير بكرامة لكن استبعده في الفتح بانتفاء مظنة المشقة وهي العلة في القصر۔ [2]

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

فلو اسرع بريدة فقطع ما يقطع بالسير الوسط في ثلاثة ايام في اقل منها قصر وكما اذا سار فيها سيرا خارقا للعادة وصرح في التبيين انه يكفي في تقدير المسافة بالمدة المذكورة بغلبة الظن ولا يشترط اليقين [3]

علامہ علی بن حداد یمنی فرماتے ہیں:

ولو كانت المسافة ثلثا بالسير المعتاد فسار اليها على الفرس او البريد جريا حثيثا فوصل في يومين او اقل قصر [4]

علامہ داؤد بن یوسف الخطیب لکھتے ہیں:

في الفتاوى بعض مشائخنا اختاروا التقدير بمسيرة ثلاثة ايام ولياليها بسير الابل ومشي الاقدام اوسط قالوا هو الصحيح

جائے تو قصر کرے۔

علامہ علائی نے جو یہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اس مسافت کو کرامت کے ذریعہ بہت کم وقت میں طے کرے تب بھی قصر کرے گا اور بظاہر ایسا ہی ہے لیکن علامہ ابن ہمام نے اس کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں مشقت کی نفی کا گمان ہے اور یہی قصر کی علت ہے۔

اگر ڈاکیہ تیز رفتاری سے اس مسافت کو اس سے کم وقت میں طے کرے جو معروف رفتار سے تین دن میں طے کی جاتی ہے تو وہ قصر کرے اسی طرح اگر کوئی شخص کرامت سے اس مسافت کو کم وقت میں طے کرے تو وہ بھی قصر کرے گا اور تبیین الحقائق میں تصریح ہے کہ اس مدت کا اندازہ کرنے کے لیے غلبہ ظن کافی ہے یقین کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر معروف رفتار کے ساتھ مسافت تین دن کی ہو اور وہ تیز رفتار گھوڑے یا ڈاکیہ کے ساتھ دو دن یا کم میں پہنچ جائے پھر بھی قصر کرے گا۔

کتب فتاویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ بعض مشائخ نے پیدل یا اونٹ کی رفتار سے تین دن کی مسافت کو معیار قرار دیا ہے کیونکہ یہ متوسط ہے اور یہی صحیح ہے،

---

[1] علامہ محمد علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ،

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۵، ″ ″

[3] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۵۳، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۳۵۶ھ،

[4] علامہ ابو بکر بن علی بن محمد الحداد یمنی المتوفی ۸۰۰ھ، الجوہرۃ النیرہ ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۴۰۱ھ،

وعامتهم قدروا بالفراسخ واختاروا بثمانية عشر فرسخا في المتعدد لا خمسة عشر وعليه الفتوى لانه اضبط واحوط۔[1]

اور مشائخ نے اس کا اندازہ فراسخ سے کیا ہے اور اٹھارہ فرسخ کو معیار قرار دیا ہے، نہ کہ پندرہ کو اور فتویٰ اٹھارہ پر ہے کیونکہ یہ منضبط بھی ہے اور اس میں زیادہ احتیاط بھی ہے (یعنی مسافت کا فراسخ سے اندازہ کرنا منضبط ہے)

ہدایہ، فتح القدیر، البحر الرائق اور رد المحتار وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اصل معیار تین دن کی مسافت ہے یعنی تین دن میں جتنا سفر بھی طے کیا جا سکے اس سفر کا اعتبار ہے اور اس سفر کی فراسخ کے ساتھ تعیین اور تحدید نہیں ہے لیکن عام مشائخ نے جب یہ دیکھا کہ اگر مسافت کو مبہم رکھا جائے تو احکام شرعیہ منضبط اور واضح نہیں ہوں گے اس لیے انہوں نے اس مسافت کا اندازہ فراسخ میں کیا، بعض نے اکیس فرسخ مقرر کیے اکثر نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ کا اعتبار کیا اور تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ فتویٰ اٹھارہ فرسخ پر ہے، صرف ائمہ خوارزم نے پندرہ فرسخ پر فتویٰ دیا ہے۔ اٹھارہ فرسخ کے چوّن میل شرعی ہوتے ہیں جو اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ مسافت اٹھانوے اعشاریہ سات تین کلومیٹر کے برابر ہے، اس کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کتاب صلاۃ المسافرین میں بیان کر دی ہے۔

علامہ داماد آفندی فرماتے ہیں:

من جاوز بيوت مصره من جانب خروجه مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام اي مسيرة ثلاثة ايام ولياليها قصر الرباعي۔[2]

جو شخص سفر کے قصد سے اپنے شہر کے گھروں سے نکلا اور اس کا ارادہ تین دن کی مسافت کا سفر تھا تو وہ چار رکعت والی نماز کو قصر کر کے پڑھے گا۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

من جاوز بيوت مقامه قاصدا قطع مسافة تقطع بسير وسط في ثلاثة ايام مع الاستراحات يرخص له ولو كان عاصيا فيه قصر الفرض الرباعي۔[3]

جو شخص اپنے وطن کے مکانوں سے نکلا اور اس حال میں کہ اس کا ارادہ اس مسافت کو طے کرنے کا تھا جو متوسط رفتار سے تین دن میں بشمول آرام وغیرہ کے طے کی جاتی ہے تو اس کو چار رکعت والی نماز کو قصر کرنے کی رخصت دی جائے گی خواہ وہ مسافر گنہگار ہو۔

علامہ شرنبلالی حاشیہ درر غرر میں لکھتے ہیں:

اكثر المشائخ قدروا اقل مدة السفر بالاميال الى قوله و في البحر عن النهاية ان الفتوى على اعتبار ثمانية

اکثر مشائخ نے کم از کم مسافت سفر کا میلوں میں اندازہ کیا ہے۔ البحر الرائق میں نہایہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فتویٰ اٹھارہ فرسخ پر ہے (یعنی اکسٹھ انگریزی میل اور

[1] علامہ داؤد بن یوسف الخطیب فتاویٰ غیاثیہ ص ۳۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ

[2] علامہ محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی المتوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۱۶۰-۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ

[3] علامہ خسرو حنفی المتوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

عشر فرسخا۔ [1]

اور چھ سو چالیس گز)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

فلو سار مسافر فی السھل تلک المسافۃ فی یوم یترخص۔ [2]

اگر کوئی مسافر اس مسافت کو آسانی سے ایک دن میں طے کرلے تو اس کو قصر کی رخصت دی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو کانت المسافۃ ثلاثا بالسیر المعتاد فسار الیھا علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر۔ [3]

اگر معروف رفتار سے مسافت تین دن کی ہو اور کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے سے دو دن یا اس سے کم میں پہنچ جائے تو وہ قصر کرے گا۔

مذکور الصدر حوالوں سے واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، علامہ الحداد متوفی ۸۰۰ھ، علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، علامہ قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ، علامہ احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، علامہ داؤد بن یوسف صاحب غیاثیہ، علامہ محمد بن سلیمان المتوفی ۱۰۷۸ھ اور ملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ، ان تمام فقہاء اسلام کے نزدیک سفر شرعی میں متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت معتبر ہے اور تیز رفتاری کا اعتبار نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تیز رفتاری سے اس مسافت کو ایک دن یا اس سے بھی کم وقت میں طے کرلے تو وہ قصر کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب کرامت بھی اگر اس مسافت کو ایک منٹ میں طے کرلے تو وہ بھی قصر کرے گا۔ اس مسئلہ میں صرف ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ کی رائے تمام فقہاء سے منفرد ہے، اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلہ میں ان کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔ ہم نے یہ بکثرت حوالے اس لیے نقل کیے ہیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ تمام فقہاء احناف کے نزدیک سفر شرعی کا معیار تین دن کی مسافت ہے متقدمین نے اس مسافت کو متعین نہیں کیا اور متاخرین نے اس کو فراسخ میں متعین کرلیا ہے تاکہ قصر کے احکام آسان اور منضبط ہوں اور مفتیٰ بہ قول ۱۸ فرسخ ہے۔ جو اکسٹھ میل، ۶۴۰ گز اور ۹۸.۷۳ کلومیٹر ہے، اس مسئلہ میں صرف علامہ ابن ہمام کی منفرد رائے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تین دن کی مسافت کو اگر کوئی شخص ایک دن یا ایک گھنٹہ میں طے کرلے تو بوجہ مشقت نہ ہونے کے وہ قصر نہیں کرے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام کا استدلال اس نظریہ پر مبنی ہے کہ قصر کی علت مشقت ہے اور اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرے تو اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی اس لیے اس صورت میں قصر بھی نہیں ہونی چاہیے لیکن علامہ ابن ہمام کا یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ قصر کی علت مشقت نہیں بلکہ سفر ہے۔ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے قصر پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے: "یمسح المقیم کمال یوم ولیلۃ والمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھا"۔ [4] اس حدیث میں تین

---

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[2] علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

دن مسح کرنے کی رخصت کا حکم مسافر پر لگایا گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور مسافر کا ماخذ اشتقاق سفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مسافر کے لیے تین دن مسح کی رخصت کی علت سفر ہے ہمارے اس بیان کی تائید علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

ان قوله المسافر يقتضى ان السفر هو العلة للقصر فكلما تحقق السفر تحقق المسح ثلاثة ايام وليا ليهن لقوله تعالى الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة۔[1]

حدیث میں مسافر کا لفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ سفر ہی قصر کی علت ہے، پس جب بھی سفر متحقق ہوگا تین دن کے مسح کی رخصت متحقق ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الزانیۃ والزانی الخ میں زنا حد کی علت ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض قصر کی علت مشقت بھی مان لی جائے تب بھی علامہ ابن ہمام کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ چونکہ صاحب کرامت کو ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اس لیے اس پر قصر نہیں ہے اس لیے کہ جس طرح قواعد شرعیہ کلی ہوتے ہیں اور بعض جزئیات کا خروج ان کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا اسی طرح بعض جزئیات کا خروج علت کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا۔ مثلاً خمر (انگوروں کی شراب) کا حرام ہونا اتفاقی امر ہے اور یہ بھی اتفاقی چیز ہے کہ حرمت خمر کی علت اسکار (نشہ آور ہونا) ہے اب اگر کسی عادی شرابی کو خمر کے پینے سے نشہ نہ ہو یا ایک گھونٹ خمر پینے سے کسی کو نشہ نہ ہو تو اس سے علت اسکار کے حکم کلی ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور باوجود اس کے کہ خمر پینے والے کو نشہ نہیں ہوا حد لگا دی جائے گی، بالکل اسی طرح اگر کسی صاحب کرامت نے بغیر مشقت کے تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کر لی تو اس پر بھی قصر کے احکام لازم ہوں گے اور اس مخصوص صورت میں مشقت کے نہ پائے جانے سے مشقت کے علت ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور وہ بدستور قصر کی علت رہے گی بعض اوقات سبب کو مسبّب کے قائم مقام تصور کر لیا جاتا ہے خواہ بعض صورتوں میں سبب کے پائے جانے کے باوجود مسبب نہ پایا جاتا ہو۔ زیر بحث مسئلہ میں سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور اکثر صورتوں میں تمام تر آسائشوں کے باوجود سفر مشقت کا باعث ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی خاص موقع یا مواقع پر سفر باعث مشقت نہ بھی ہو تو اس صورت میں شریعت کا یہ بنیادی اصول موثر رہے گا کہ سفر مشقت کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ شرعی قواعد کا کلی ہونا اکثری کو بھی شامل ہے، مثلاً قاعدہ کلیہ ہے کہ وضو کے چار فرض ہیں، لیکن جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اس کے حق میں وضو کے تین فرض ہیں مثلاً قاعدہ ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن بلغاریہ میں جہاں عشاء کا وقت آنے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے چار نمازیں فرض ہیں، اسلام کے پانچ ارکان ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جب لوگ مالدار ہو جائیں گے اور کوئی شخص زکوٰۃ کا لینے والا کوئی نہیں ہوگا تو اس وقت کسی پر ادائیگی زکوٰۃ فرض نہیں رہے گی۔ الغرض جس طرح بعض شرعی قواعد حقیقت میں اکثری ہوتے ہیں لیکن عرفاً ان کو قاعدہ کلیہ ہی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح بعض احکام کی علتیں بھی اکثری ہوتی ہیں لیکن عرفاً ان کو کلی قرار دیا جاتا ہے۔ بنا بریں اگر سفر کی علت مشقت ہی قرار دی جائے پھر بھی یہ لازم نہیں آئے گا کہ اگر کسی خاص صورت میں مشقت نہ ہو تو قصر بھی نہ ہو۔ بہرحال علامہ ابن ہمام کا اقول تو قصر کو مشقت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۲ ص ۹۵۰، مطبوعہ مطبعہ عالی لکھنؤ منشی نولکشور۔

کیونکہ قصر کی علت سفر ہے اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ جہاں مشقت نہ ہو وہاں قصر بھی نہ ہو لہٰذا جو مسلمان ہوائی جہاز سے اس مسافت کو عبور کر لیں ان پر قصر لازم ہے اور عورت بغیر زوج یا محرم کے اس مسافت کو شرعاً عبور نہیں کر سکتی اس لیے بغیر زوج یا محرم کے اس کا حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام بحث اس صورت میں ہے کہ عورت کے حج پر جانے کے مسئلہ کو ان احادیث کی روشنی میں لیا جائے جن میں عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں بعض صریح احادیث ایسی بھی ہیں جن میں زوج یا محرم کے بغیر عورت کو براہ راست حج کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، پھر اس بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ہوائی جہاز کے سفر میں چونکہ مشقت نہیں ہوتی اس لیے عورت بغیر زوج یا محرم کے بھی حج پر جا سکتی ہے اور صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے جہاں عورت کو زوج یا محرم کے بغیر حج کرنے سے منع کیا ہے وہاں یہی حدیث پیش کی ہے۔

عن ابن عباس قال، قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تحجن امرأة الا ومعها ذو محرم.[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

سنن دارقطنی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حافظ ہیثمی نے اس حدیث کو مسند بزار اور معجم طبرانی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔

اس تمام تر مفصل شرعی اور عقلی استدلال کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حدیث دل کے طور پر ایک گذارش اپنے تمام اہل علم اور دین کا ذوق اور درد رکھنے والے قارئین کی نذر کر دوں وہ یہ ہے کہ شریعت کے اصولی اور اساسی احکام دائمی ہیں، غیر متبدل ہیں اور ہر دور میں بدلتے ہوئے احوال سے ان کی ماہیت اور نوعیت میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ سفر کے وسائل اور ذرائع اور آسائشوں میں ہر دور میں بہتری ہوتی چلی آئی ہے، عین ممکن ہے کہ آج ہوائی جہاز سے جو مسافت ہم ۸ گھنٹے میں طے کر پاتے ہیں آئندہ ۵۰ سال کے بعد سائنسی تحقیقات و ایجادات کے نتیجے میں وہی مسافت ہم ایک یا دو گھنٹوں میں طے کر لیں۔ لیکن یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ آسائشوں کی فراوانی کے ساتھ انسان کی تن آسانی میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا راحت و مشقت اضافی امور ہیں، ہو سکتا ہے آج جو چیز آسائش معلوم ہو کل کے انسان کو مشقت معلوم ہو، لہٰذا کیوں نہ شارع کی تعلیم اور شریعت کے اصول کو ہر دور میں حرف آخر قرار دیا جائے وہ یہ ہے کہ فی نفسہ سفر ہی مشقت کے قائم مقام ہے۔ ورنہ تجدد پسند حضرات شریعت کی ہدایات کو بازیچہ اطفال بنا کر چھوڑیں گے، ایسا ہی ذہن ہے جو ہر سال رمضان اور عید کے مواقع پر رویت ہلال کے مسئلہ شرعی کو اپنے تمسخر و استہزاء کا نشانہ بناتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کیوں نہ "صوموا لرویته وافطروا لرویته" کے صریح فرمان رسول کو نظر انداز کر کے ایک سائنسی کیلنڈر پر رمضان و عیدین کی بنا کر دیں کیونکہ ایسے حضرات رمضان و عیدین کو عبادات سے بڑھ کر تہوار کی حیثیت دیتے ہیں اور ان کے ذوق پر یہ ناگوار گزرتا ہے کہ ان کا تہوار، یہود و نصاریٰ کے تہوار کی طرح شمسی کیلنڈر کے مطابق قطعی پر متعین و متحقق نہ ہو۔

---

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

تین مسجدوں کے علاوہ رخت سفر باندھنا

حدیث نمبر ۳۱۵۱ میں ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے، میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ"۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان تین مسجدوں کی فضیلتوں کا بیان ہے، اور یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ یہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیم کی مساجد ہیں اور ان میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر و ثواب ہے، اور اگر کسی نے مسجد حرام کی زیارت کی نذر مان لی تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا، اور اگر مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ کی نذر مان لی جائے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ ان تین مسجدوں کے علاوہ باقی مساجد کی نذر واجب ہوتی ہے نہ منعقد ہوتی ہے، ہمارا اور جمہور کا یہی نظریہ ہے البتہ محمد بن مسلمہ مالکی یہ کہتے ہیں مسجد قبا کی نذر بھی واجب ہو جاتی ہے اور اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے، اور جمہور کے نزدیک ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی نذر ماننے سے نذر منعقد نہیں ہوتی، اور نذر ماننے والے پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور امام احمد کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ لازم آتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی جگہ کے سفر کے قصد سے شد رحال کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، مثلاً کوئی شخص صالحین کے مزارات یا بابرکت مقامات پر جانے کے لیے سامان سفر باندھے۔ شوافع میں شیخ محمد جوینی نے اس سفر کو حرام کہا ہے اور قاضی عیاض مالکی کا بھی یہی مختار ہے اور ہمارے اصحاب شافعیہ، امام الحرمین اور محققین کے نزدیک یہ حرام ہے نہ مکروہ، البتہ فضیلت کامل ان تین مسجدوں کی طرف سامان سفر باندھنے میں ہے۔[1]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شد رحال (رخت سفر باندھنا) سفر بعید سے کنایہ ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی عبادت کو بطور نذر یا بطور نفل کرنے کے لیے ان تین مساجد کے سوا سفر بعید کرنا جائز نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت بطور نذر کے ہے اگر کوئی شخص نذر نہ مانے تو وہ صالحین کے مزارات کے لیے مسافت بعیدہ پر بھی جا سکتا ہے، علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ اس بناء پر اگر کسی شخص نے کسی دور کی مسجد میں نماز پڑھنے یا اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو وہ نذر منعقد نہیں ہو گی۔ نیز اس ممانعت کے عموم سے طلب علم اور دیگر عبادات کو مستثنیٰ رکھا جائے گا، نیز علامہ وشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ صالحین کے مزارات اور دیگر بابرکت مقامات کی زیارت کے لیے سفر جائز ہے۔[2] اس موضوع پر مفصل گفتگو اور شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات انشاء اللہ ہم کتاب الحج کے آخر میں "تین مسجدوں کی فضیلت" کے باب میں ذکر کریں گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۳۸۔۴۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ اِذَا رَكِبَ دَآبَّتَهٗ مُتَوَجِّهًا لِسَفَرِ حَجٍّ اَوْ غَيْرِهٖ وَبَيَانِ الْاَفْضَلِ مِنْ ذٰلِكَ

۳۱۷۱ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّ عَلِيًّا الْاَزْدِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ نَسْاَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ اٰيِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

سفر حج کے وقت ذکر الٰہی کا استحباب

علی ازدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر سوار ہوجاتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعا پڑھتے (ترجمہ:) پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا، ہم اس کو مسخر کرنے والے نہ تھے، اور ہم اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان کاموں کا سوال کرتے ہیں جن سے تو راضی ہو۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی مسافت کم کر دے، اے اللہ! اس سفر میں تو ہی ہمارا رفیق ہے اور ہمارے گھر میں نگہبان ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں سے اور رنج و غم سے اور اپنے اہل اور مال سے بُرے انجام سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور جب آپ سفر سے لوٹ کر آتے تب بھی یہ دعا پڑھتے اور ان میں ان کلمات کا اضافہ کرتے، ہم واپس آنے والے ہیں، اللہ سے توبہ کرنے والے ہیں، اس کی عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

۳۱۷۲ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔

حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے تو سفر کی تکلیفوں سے، بُری چیزوں کے دیکھنے سے، بُرے انجام سے، راحت کے بعد تکلیف سے، مظلوم کی بددعا سے اور اہل اور مال میں بُرے انجام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

۳۱۷۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَاحِدِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ خَازِمٍ وَقَالَ يَبْدَأُ بِالْأَهْلِ إِذَا رَجَعَ وَفِي رِوَايَتِهِمَا جَمِيعًا اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ.

ایک اور سند سے بھی یہی روایت منقول ہے جس میں کچھ الفاظ کا تغیر اور تبدل ہے۔

بَابُ ۴۱۵ مَا يُقَالُ إِذَا رَجَعَ مِنْ سَفَرِ الْحَجِّ وَغَيْرِهِ؟

حج اور دیگر اسفار سے واپسی پر دعاؤں کا بیان

۳۱۷۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ إِذَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر، جہاد، حج یا عمرہ سے واپس آتے اور کسی ٹیلے یا ہموار میدان پر پہنچتے تو تین بار اللہ اکبر کہنے کے بعد فرماتے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو شکست دی۔

۳۱۷۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ الْحَدِيثِ اَيُّوبَ فَاِنَّ فِيهِ التَّكْبِيرَ مَرَّتَيْنِ۔

۳۱۷۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبُو طَلْحَةَ وَصَفِيَّةُ رَدِيفَتُهُ عَلَى نَاقَتِهِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ قَالَ آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آرہے تھے اور حضرت صفیہ آپ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھیں جب ہم ظہر المدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اور اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کی حمد کرنے والے ہیں۔ آپ انہی الفاظ کو دہراتے ہوئے مدینہ میں داخل ہو گئے۔

۳۱۷۷۔ وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اَبِي اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

۴۲۶۔ بَابُ اسْتِحْبَابِ النُّزُولِ بِبَطْحَاءِ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالصَّلٰوةِ بِهَا اِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَغَيْرِهِمَا فَمَرَّ بِهِمَا

باب حج یا عمرہ کے سلسلے میں گذرنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ کی زمین میں نماز پڑھنے کا استحباب

۳۱۷۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی کنکریلی (بجریلی) زمین میں اپنا اونٹ بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۳۱۷۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذوالحلیفہ

مُهَاجِرٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُنِيخُ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا وَيُصَلِّي بِهَا.

کی اس کنکریلی زمین میں اپنا اونٹ بٹھاتے تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اونٹ بٹھاتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے تھے۔

٣١٨٠ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي أَبَا ضَمْرَةَ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ إِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ يُنِيخُ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج یا عمرہ سے واپسی پر ذوالحلیفہ کی کنکریلی زمین میں اپنا اونٹ بٹھاتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اونٹ بٹھاتے تھے۔

٣١٨١ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں ذوالحلیفہ پہنچے آپ سے کہا گیا کہ یہ بطحاء مبارکہ ہے۔

٣١٨٢ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَاللَّفْظُ لِسُرَيْجٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي فَقِيلَ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ قَالَ مُوسَى وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس حال میں کہ آپ آخر شب میں ذوالحلیفہ کی وادی میں اترے ہوئے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ بطحا مبارکہ (برکت والی جگہ) میں ہیں۔ راوی موسیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ سالم نے اس جگہ اونٹ بٹھایا جہاں حضرت ابن عمر اونٹ کو بٹھاتے تھے۔ اور اس جگہ کو تلاش کرتے تھے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں اترتے تھے، اور وہ جگہ اس مسجد سے نیچی ہے جو بطن وادی میں بنی ہوئی ہے وہ جگہ مسجد اور قبلہ کے درمیان ہے۔

الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَسَطًا مِنْ ذٰلِكَ ۔

بَابُ لَا يَحُجُّ الْبَيْتَ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّبَيَانِ يَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

مشرک کے حج اور طواف کی ممانعت اور حج اکبر کا بیان

۳۱۸۳ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُونَ فِي النَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حج کا امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا اس حج کے موقع پر حضرت ابوبکر نے مجھے قربانی کے دن ایک جماعت کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی شخص برہنہ ہوکر بیت اللہ کا طواف نہ کرے، حمید بن عبدالرحمان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر یہ کہتے تھے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے۔

معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ متعدد احادیث صحیحہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال کفار قریش سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ فریقین دس سال تک جنگ نہیں کریں گے، خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے اور بنو بکر قریش کے ساتھ رہے، بعد میں بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بنو بکر کی مدد کرکے خزاعہ کے مال لوٹ مار کی، جب قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تو عمرو خزاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور قریش کی عہد شکنی کو بیان کیا اور کہا کہ قریش نے معاہدہ کے خلاف ہم پر حطیم میں شب خون مارا ہے اور رکوع اور سجدے کی حالت میں ہم کو قتل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمہاری مدد نہ کروں تو میری کبھی مدد نہ کی جائے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے مکہ روانہ ہونے کی تیاری کی اور آٹھ ہجری میں مکہ فتح کر لیا۔[1]

نو ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب نواں سال (ہجری) شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا پھر فرمایا کہ ابھی کعبہ میں مشرکین بھی جاتے ہیں اور وہاں جا کر برہنہ طواف کرتے ہیں، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں اور انہیں حج کے احکام لکھ کر دیے، پھر ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے بھیجا تاکہ وہ مشرکین مکہ کو سورہ براءۃ (توبہ) کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ جب حضرت علی حضرت ابوبکر کے قریب پہنچے اور انھوں نے ان کی آہٹ سن لی تو پوچھا تم امیر ہو یا مامور ہو؟ حضرت علی نے کہا مامور ہوں۔ جب یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) آیا تو حضرت ابوبکر نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو حج کے احکام کی تعلیم دی۔ یوم نحر (دس ذوالحج) کو حضرت علی جمرہ عقبہ پر کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو! میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے آیا ہوں، لوگوں نے پوچھا آپ کیا پیغام لائے ہیں؟ آپ نے سورۂ توبہ کی تیس یا چالیس آیات تلاوت کیں، پھر فرمایا مجھے چار احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہے: (۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے قریب نہیں آئے گا (۲) کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔ (۳) جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں جائے گا۔ (۴) جس سے جو معاہدہ کیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے۔[2]

حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلان براءت کرانے کا سبب

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے امیر بنایا بعد میں ان کی امارت منسوخ کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا۔ علامہ آلوسی اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سنن ابن حبان اور سنن ابن مردویہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کو اعلان کرانے کے لیے بھیجا تو حضرت ابوبکر کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں قرآن مجید میں ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے، انھوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! میری کیا حیثیت ہے؟ آپ نے فرمایا خیر ہے! تم میرے (دینی) بھائی ہو اور غار کے ساتھی ہو اور حوض پر بھی تم میرے ساتھ ہو، البتہ (یہ) احکام صرف میں پہنچا سکتا تھا یا میرا کوئی رشتہ دار، اور امام ترمذی، امام بیہقی اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا اور انھیں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا، بعد میں حضرت علی کو بھیجا اور انھیں بھی یہ اعلان کرنے کا حکم دیا، پس دونوں نے حج کیا، اور حضرت علی نے ایام تشریق میں یہ اعلان کیا کہ: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں۔ چار ماہ (شوال، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم) میں تم جہاں چاہو چلے جاؤ، اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے اور مسلمان کے سوا کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا، حضرت علی

---

[1] علامہ ابوالفضل السید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

[2] ، ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۴ ، ، ،

رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے تھے اور جب حضرت علی تھک جاتے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے تھے۔[1] بہر حال ان روایات میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر کی بجائے حضرت علی خلیفہ ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا "میرے یا میرے رشتہ دار کے سوا کوئی شخص یہ احکام نہیں پہنچا سکتا" اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں یہ معروف تھا کہ معاہدہ منعقد کرنے یا اس کو توڑنے کا کام اس شخص سے لیا جاتا تھا جو خود صاحب معاملہ ہو یا اس کا قریبی رشتہ دار ہو تاکہ کوئی شک و شبہ نہ رہے آپ کے اس فرمان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم بھی حضرت ابو بکر نہیں پہنچا سکتے اور تمام احکام آپ کے قریبی رشتہ دار ہی پہنچا سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں اور آپ کے وصال کے بعد بہت سارے حکام ایسے بنائے گئے جو آپ کے قریبی رشتہ دار نہیں تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سال مسلمانوں کو حج کے احکام تعلیم دیئے اور حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو جو حج کا امیر مقرر کیا اور نمازوں میں ان کو امام مقرر کیا تھا اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی واضح دلیل ہے۔[2]

علامہ آلوسی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ توڑنے کے اعلان کے لیے بھیجا تھا تاکہ مشرکین پر حجت ہو کیونکہ ان کے نزدیک صاحب معاملہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان ہی حجت اور موثر ہو سکتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ صرف یہ اعلان تھا ورنہ حج کے تمام احکام میں حضرت ابو بکر امیر تھے اور حضرت حضرت علی نے بھی حضرت ابو بکر کی امارت اور ان کی متابعت میں فریضہ حج انجام دیا تھا اس لیے شیعہ حضرات کا یہ شبہ درست نہیں ہے کہ حضور نے حضرت علی کو بھیج کر حضرت ابو بکر کی خلافت کو منسوخ کر دیا تھا۔

حضرت ابو بکر کو احکام حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلان برائت کرانے میں حکمت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے مجموعی احکام کا امیر حضرت ابو بکر کو بنایا اور مشرکین سے برائت اور بیزاری کے اعلان کا امیر حضرت علی کو بنایا، علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ بعض اہل سنت علماء نے اس سلسلہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور جمال کے مظہر ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارحم امتی بامتی ابوبکر "میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر ہیں"؛ اس لیے آپ نے حضرت ابو بکر کو اس چیز کا امیر بنایا جو عین رحمت ہے اور مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چونکہ اسد اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جلال کے مظہر تھے اس لیے عہد شکنی کا اعلان ان کے ذمہ کیا جو اللہ تعالیٰ کے آثار جلال اور صفات قہر کی علامت ہے۔[2]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کو شامل ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز

---

[1] علامہ ابو الفضل السید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۵، ۴۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۵۔

نے اپنے تمام حکام کی طرف یہ حکم لکھ کر بھیجا تھا اور صحیح مسلم میں ہے کہ ان مساجد میں پیشاب اور نجاست جائز نہیں ہے اور کافر اس نجاست سے خالی نہیں ہے (کیونکہ وہ استنجا نہیں کرتا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنبی اور حائض کے لیے مسجد میں آنے کو حلال نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: انما المشرکون نجس "اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس قرار دیا ہے اور مشرکین یا حقیقتاً نجس ہیں یا حکماً نجس ہیں، وہ جس اعتبار سے بھی نجس ہوں ان کو مسجد سے روکنا واجب ہے کیونکہ ان میں نجاست کی علت موجود ہے اور مسجد میں حرمت موجود ہے۔[۵]

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک مشرک ہو یا اہل کتاب حربی ہو یا ذمی اس کو کسی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی خواہ وہ مسجد حرم کی ہو یا غیر حرم کی۔

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مطلقاً حرم (مکہ مکرمہ) میں مشرکین کا داخل ہونا جائز نہیں ہے اس میں مسجد حرام کی تخصیص نہیں ہے اور غیر حرم کی مساجد میں ان کے دو قول ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ مشرکین کو حرم میں داخل ہونے کی کسی حال میں اجازت نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ مشرکین حجاز کی طرح حرم میں بھی داخل ہو سکتے ہیں البتہ وہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لیے کعبہ میں داخل ہونا بھی جائز ہے البتہ رہنے کی اجازت نہیں ہے، انھیں حرم میں داخل ہونے اور تصرف کرنے سے نہیں روکا جائے گا (یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کا مکمل اور صحیح بیان نہیں ہے۔ سعیدی)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا (توبہ: ۲۸) "مشرکین نجس ہیں اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" اور اس آیت میں مسجد سے مراد پورا حرم ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر ام ہانی کے گھر سے بیت المقدس گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (اسراء: ۱) "وہ مقدس ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے ایک لمحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا سفر کرایا"، اس آیت سے معلوم ہوا کہ پورے حرم پر بھی مسجد کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے مسجد حرام سمیت تمام حرم میں مشرکین کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے البتہ باقی حجاز میں جا سکتے ہیں۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: غیر حرم کی مساجد میں مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ایک مجوسی کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ نے منبر سے اتر کر اس کو پیٹا اور اس کو مسجد سے نکال دیا اور اگر مسلمان اس کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں تو صحیح ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل طائف کا ایک وفد آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا حالانکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ابو سفیان اسلام لانے سے پہلے مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور عمیر بن وہب مدینہ آئے اور مسجد نبوی میں آپ کو قتل کرنے کے لیے داخل ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد

---

[۵] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ۱۳۸۷ھ،

میں تشریف فرما تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے عمیر کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ ۔ امام احمد کا مذہب صحیح یہی ہے لیکن ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مشرکین کا مسجد میں کسی حال میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰ نے ایک کتابی کو مسجد میں بلانے کے لیے حضرت عمر سے اجازت مانگی تو حضرت عمر نے منع کر دیا، پوچھا کیوں؟ فرمایا وہ نطرانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں یہ امر معروف اور مقرر تھا کہ مشرکین کا مسجد میں آنا کسی طور پر جائز نہیں ہے اور اس لیے کہ جب حیض اور جنابت کے حدث سے مسجد میں دخول کی ممانعت ہے تو شرک کے حدث سے بطریق اولیٰ ممانعت ہونی چاہیے۔[1]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ

امام شافعی کے نزدیک حرم میں کسی مشرک کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے اور مشرکین کو حرم میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا البتہ باقی مساجد میں مسلمانوں کی اجازت سے مشرکین کو مساجد میں آنے دیا جائیگا۔

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

کسی مشرک کو حرم میں داخل ہونے نہ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا ۔ "مشرکین نجس ہیں اور اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں!" اور مسجد حرام حرم کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی "مقدس ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے ایک لمحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی" حالانکہ یہ سیر مکہ مکرمہ سے کرائی گئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مسجد حرام کا اطلاق مکہ مکرمہ پر کیا گیا ہے۔[2]

پھر فقہاء شافعیہ نے اس پر بحث کی ہے کہ مشرکین سے مراد بت پرست ہیں یا تمام اقسام کے کافر مراد ہیں۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی مشرکین میں شامل ہیں۔ علامہ سبکی لکھتے ہیں:

حرم میں تو مطلق کافر کو داخل ہونے سے روکا جائے گا خواہ وہ ذمی ہو (مسلمانوں کے ملک میں معاہدہ امن سے رہنے والے کافر بھی ذمیوں کے حکم میں ہیں) یا مستامن ہو (عارضی طور پر پاسپورٹ یا ویزے سے مسلمانوں کے ملک میں آنے والا کافر) امام شافعی، امام احمد اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ نے کافر ذمی کے حرم میں داخل ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ حرم کے علاوہ باقی مساجد میں مسلمان کی اجازت سے کافر کا داخل ہونا جائز ہے (خواہ ذمی ہو یا مستامن، بت پرست ہو یا اہل کتاب ۔ سعیدی) کیونکہ عطیہ بن شیبان کہتے ہیں کہ ثقیف کا ایک وفد رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ نصب کیا، جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے روزے رکھے، اس حدیث کو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حضرت ابوہریرہ کی وہ روایت جس میں ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھنے کا ذکر ہے۔ اس وجہ سے امام شافعی نے کہا

---

[1] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۸۷ - ۲۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۱۰ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ہے کہ مسلمان کی اجازت سے کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے خواہ وہ غیر اہل کتاب ہو البتہ مکہ کی مساجد اور حرم میں کسی کافر کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی نے مجموع میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کسی کافر کو حرم مکہ میں داخل ہونے نہ دیا جائے، اور غیر حرم کی ہر مسجد میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے اور مسلمانوں کی اجازت سے وہ مسجد میں رات کو رہ سکتا ہے، اور مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس کو منع کیا جائے گا، اور اگر کافر جنبی ہو تو پھر اس کے مسجد میں رہنے کے بارے میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کو رہنے دیا جائے۔[1]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ

احناف کے نزدیک غیر معاہد (غیر ذمی، جن کافروں سے مسلمانوں کا معاہدہ نہ ہو) مشرکین کو حرم میں اور اسی طرح باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا اور اہل ذمہ کو حرم اور اسی طرح باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

امام محمد سیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

وذکر عن الزھری ان ابا سفیان بن حرب کان یدخل المسجد فی الھدنۃ وھو کافر غیر ان ذلک لا یحل فی المسجد الحرام قال اللہ تعالٰی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام۔[2]

زہری سے روایت ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کے ایام میں ابوسفیان مسجد میں آتے تھے حالانکہ اس وقت وہ کافر تھے البتہ یہ مسجد حرام میں جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مشرکین نجس ہیں وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

امام محمد کی اس تحریر سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا خواہ وہ معاہد ہوں لیکن جامع صغیر میں امام محمد نے تصریح کر دی ہے کہ اہل ذمہ کے حرم میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے امام محمد لکھتے ہیں:

ولا باس بان یدخل اھل الذمۃ المسجد الحرام۔[3]

اہل ذمہ کے مسجد حرام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام محمد کی اس تصریح کے پیش نظر فقہاء احناف کا نظریہ یہ ہے کہ اہل ذمہ کو مسجد حرام (کعبہ) اور باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا اور یہ ممانعت صرف مشرکین غیر معاہدین کے لیے ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، البحر الرائق، در مختار، رد المحتار اور تمام کتب احناف میں یہی مذکور ہے، عالم گیری میں ہے:

لا باس بدخول اھل الذمۃ المسجد الحرام و سائر المساجد وھو الصحیح کذا فی المحیط

مسجد حرام اور باقی مساجد میں اہل ذمہ کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی بات صحیح ہے اسی طرح محیط

---

1. علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ، تکملہ شرح المہذب ج ۱۹ ص ۲۳۴-۲۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
2. امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، سیر کبیر مع شرحہ ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ
3. امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، جامع صغیر ص ۵۳، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، ۱۲۹۱ھ۔

السرخسی [1]

سرخسی میں ہے۔

علامہ سرخسی نے محیط میں جو لکھا ہے "یہی صحیح ہے" اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ علامہ سرخسی نے شرح سیر کبیر میں جو یہ لکھا ہے کہ مسجد حرام اور باقی مساجد میں حربی اور ذمی دونوں کے داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ثم اخذ الشافعی رضی اللہ عنہ بحدیث الزہری فقال یمنعون من دخول المسجد الحرام خاصۃ للآیۃ فاما عندنا فلا یمنعون عن ذلک کما لا یمنعون من دخول سائر المساجد ویستوی فی ذلک الحربی والذمی۔[2]

امام شافعی نے حدیث زہری پر عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین کو بالخصوص مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی اس آیت کی وجہ سے (انما المشرکون نجس فلا یقربوا الخ) ہمارے نزدیک مشرکوں کو مسجد حرام اور دیگر مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا اور اس معاملہ میں حربی اور ذمی دونوں برابر ہیں۔

موقف احناف پر احادیث سے دلائل

حرم اور باقی مساجد میں اہل ذمہ کے داخل ہونے کی اجازت دینے پر احناف کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

عن عثمان بن ابی العاص ان وفد ثقیف لما قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزلھم المسجد لیکون ارق لقلوبھم فاشترطوا علیہ ان لا یحشروا ولا یعشروا ولا یجبوا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکم ان لا تحشروا ولا تعشروا ولا خیر فی دین لیس فیہ رکوع۔[3]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل نرم ہوں انھوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، زکوٰۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے آپ نے فرمایا جہاد میں نہ شریک ہونے اور زکوٰۃ نہ دینے کی تمہیں رخصت ہے لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو۔

عن الحسن ان وفد ثقیف اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضرب لھم قبۃ فی مؤخر المسجد لینظروا الی صلوۃ

حسن بصری سے روایت ہے کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پچھلے حصہ میں ان کے لیے خیمہ لگوا دیا تاکہ

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۴۶، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۲، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

المسلمین الی رکوعھم و سجودھم فقیل یا رسول اللہ انتزلھم فی المسجد وھم مشرکون فقال ان الارض لا تنجس انما ینجس ابن آدم.[1]

وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کے رکوع اور سجود کا ملاحظہ کریں، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ یہ مشرکین ہیں! آپ نے فرمایا: ابن آدم نجس ہوتے ہیں زمین نجس نہیں ہوتی۔

عن الحسن ان وفد ثقیف لما قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب لھم قبۃ فی المسجد فقالوا یا رسول اللہ قوم انجاس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیس علی الارض من انجاس الناس شیء انما انجاس الناس علی انفسھم.[2]

حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثقیف کا وفد آیا آپ نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگوایا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی نجاست ان کے دلوں میں ہوتی ہے، زمین پر لوگوں کی نجاست نہیں لگتی۔

ان تینوں احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ طائف کے جن مشرکوں سے معاہدہ ہوا تھا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ٹھہرایا۔

اخبرنا ابو الزبیر انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول فی ھذہ الآیۃ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام الا ان یکون عبدا او احدا من اھل الجزیۃ.[3]

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جا سکتا ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجدنا ھذا بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل العھد وخدمھم.[4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا ان کے خدام، وہ داخل ہو سکتے ہیں۔

مصنف عبد الرزاق اور مسند احمد کی یہ دونوں احادیث امام اعظم کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات

امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد جو حرم کعبہ میں مطلق مشرکین کے دخول کے قائل نہیں ہیں وہ احناف کے خلاف یہ آیت پیش کرتے ہیں: انما المشرکون

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد ص ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ
[3] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ
[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۳ ص ۳۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

نجس فلا یقربوا المسجد الحرام "مشرکین نجس ہیں مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" علامہ ابوالحسن مرغینانی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ محمل ہے کہ مشرکین باعتبار غلبہ کے حرم کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتے یا مطلب یہ ہے اب وہ پہلے کی طرح ننگے طواف نہیں کر سکتے۔[1] علامہ علائی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ نہی تکلیفی نہیں ہے تکوینی ہے علامہ شامی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین میں مسجد حرام کا قرب پیدا نہیں کرے گا، یہ خبر منفی ہے جو صورت نہی میں ذکر کی گئی ہے[2] علامہ ابوبکر جصاص نے اس آیت کے جواب میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ مکمل متن حسب ذیل ہے:۔

اس آیت کی تفسیر میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں نہیں داخل ہو سکتا۔ امام مالک یہ بھی کہتے ہیں کہ ضرورت کے علاوہ باقی مساجد میں بھی مشرک داخل نہیں ہو سکتا، ضرورت کی مثال یہ ہے کہ کسی مقدمہ میں حاکم ذمی کو طلب کرے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرکین تمام مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں البتہ مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتے، اور ہمارے اصحاب (احناف) یہ کہتے ہیں کہ ذمی کا تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور یہ آیت مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ان کے حق میں ذمی ہونے کا تصور نہیں ہے، ان سے یا اسلام قبول کیا جائے گا اور یا تلوار سے ان کے خلاف جنگ کی جائے گی، اس لیے ان کو مکہ مکرمہ اور ان تمام مساجد میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے کیونکہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کے لیے بھیجا اس سال آپ نے یہ اعلان کرا دیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس سال کے بعد اگلے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا تھا اور جس سال حضرت ابوبکر نے یہ اعلان کیا اسی سال یہ آیت نازل ہوئی تھی: (یا ایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس) اور حضرت علی کی حدیث میں یہ ہے کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ حضور کی طرف سے اعلان برأت کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور اس میں اس پر دلیل ہے کہ اس آیت (انما المشرکون نجس) سے یہی مراد ہے کہ مشرکین حج کے قصد سے مکہ میں داخل نہ ہوں۔ اور اس پر یہ دلیل ہے کہ اس آیت کے سیاق ہی یہ ہے: ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ "اگر (مشرکین کے حرم میں نہ آنے سے) تمہیں تنگی رزق اور فقر کا خوف ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم کو اس سے مستغنی کر دے گا" کیونکہ حج کے ایام میں لوگوں کے آنے سے تجارت ہوتی تھی اور اہل حرم حج کرنے والوں کے ہاتھ اپنی اشیاء فروخت کر کے فائدہ اٹھاتے تھے، مشرکین پر پابندی لگانے سے اہل حرم کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان کی تجارت اس سے متاثر نہ ہو۔ یہ سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کے دخول پر مطلق پابندی نہیں ہے بلکہ انہیں حج کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مشرکین کو دیگر افعال حج سے بھی منع کیا جاتا ہے مثلاً عرفات

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۴۱-۲۴۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

ہیں وقوف اور مزدلفہ میں قیام ہرچند کہ ان افعال میں مسجد کا دخل نہیں ہے اور اہل ذمہ کو ان افعال سے نہیں روکا جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو صرف حج سے منع کیا گیا ہے اور حج کے علاوہ مسجد کے قریب جانے سے نہیں روکا گیا، عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگایا گیا، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ نجس لوگ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر لوگوں کی نجاست نہیں ہے لوگوں کی نجاست ان کے دلوں میں ہے اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ابوسفیان کفر کی حالت میں داخل ہوتے تھے۔ البتہ مشرکین کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فلا یقربوا المسجد الحرام۔

علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ ثقیف کا وفد فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آیت اس سال نازل ہوئی ہے جس سال حضرت ابوبکر نے حج کیا تھا اور یہ نو ہجری کا واقعہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ فرمایا کہ ان کا نجس ہونا مسجد میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفر کی نجاست کافر کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکتی، رہے ابوسفیان تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کی تجدید کرنے لیے آئے تھے، اس وقت ابوسفیان مشرک تھے اور یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہرچند کہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے تاہم اس کا تقاضا مسجد حرام کے قریب جانے سے مشرکین کو روکنا ہے نہ کہ کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے روکنا ہے حضرت علی سے روایت ہے کہ مشرک حرم میں داخل نہ ہو، اگر یہ روایت ثابت ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ حج کے لیے مشرکین حرم میں نہ آئیں اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سال کے بعد مشرکین حرم میں نہ داخل ہوں البتہ غلام یا لونڈی کسی کام کے لیے آسکتے ہیں": آپ نے کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا لونڈی کا مسجد میں آنا مباح قرار دیا ہے جبکہ وہ حج کے لیے نہ آئیں اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آزاد ذمی بھی کسی کام کی وجہ سے حرم میں آسکتا ہے، کیونکہ آزاد اور غلام میں کسی نے فرق نہیں کیا، اور ابوالزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ البتہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جا سکتا ہے، ابوالزبیر نے اس کو حضرت جابر سے موقوفاً روایت کیا ہے[1] اور یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر سے یہ روایت موقوفاً بھی مروی ہو اور مرفوعاً بھی[2]

بعض معاصرین نے اس بحث میں لکھا ہے کہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کتابی کے سوا دوسرا کوئی کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا[3]۔ بعض معاصرین نے علامہ عینی کی عبارت کا ٹکڑا بلا تحقیق اور بغیر حوالے کے ذکر کیا ہے۔

---

[1] حضرت جابر کی یہ روایت ہم نے مسند احمد بن حنبل (ج ۳ ص ۳۹۲) سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ ۱۲ ابوبکر جصاص کی سند میں یہ عن ابی الزبیر عن جابر ہے اور امام احمد کی مسند میں عن الحسن عن جابر ہے، اس لیے ہو سکتا ہے کہ ابوالزبیر نے یہ حضرت جابر سے موقوفاً سنی ہو اور حسن نے مرفوعاً سنی ہو۔ سعیدی غفرلہ۔

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص حنفی رازی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹-۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۹۲، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد۔

اور عربی میں جو کتابی کا لفظ تھا اس کا اسی طرح ذکر کر دیا ہے۔ علامہ عینی کی اس عبارت میں کتابی سے مراد اہل الذمہ یا معاہد ہیں کیونکہ انہوں نے اس کے بعد مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجدنا بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل العھد وخدمھم [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا جو ان کے خادم ہیں وہ داخل ہو سکتے ہیں۔" ہم نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے کہ کسی شخص کو کتابی کے لفظ سے اہل کتاب کا مغالطہ نہ ہو اور امام اعظم اور فقہاء احناف کا مسلک غلط نہ سمجھ لیا جائے۔

یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حمید بن عبدالرحمان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر یہ کہتے تھے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے، اس لیے ہم یوم حج اکبر کی تحقیق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"حج اکبر یوم نحر (دس ذوالحج) ہے اور حج اصغر میں اختلاف ہے، جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے، اور مجاہد سے روایت ہے کہ حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے ایک قول یہ ہے کہ حج اصغر یوم عرفہ ہے اور حج اکبر یوم نحر ہے کیونکہ باقی مناسک یوم نحر میں پورے ہوتے ہیں، ثوری سے منقول ہے کہ ایام حج کو یوم الحج الاکبر کہا جاتا ہے جیسا کہ ایام فتح مکہ کو یوم الفتح کہا جاتا ہے اور سہیلی نے اس کی تائید میں یہ کہا ہے کہ حضرت علی نے ان تمام ایام میں یہ اعلان کیا تھا، طبری نے ابوجحیفہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم نحر ہے [2]

یوم حج اکبر کے متعلق احادیث

عن علی قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم الحج الاکبر فقال یوم النحر۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم حج اکبر کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یوم نحر ہے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف یوم النحر بین الجمرات فی الحجۃ التی حج فقال ای یوم ھذا قالوا یوم النحر قال ھذا یوم الحج الاکبر [4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا آپ جمرات کے درمیان یوم نحر کو ٹھہرے ہوئے اور فرمایا آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: یوم نحر ہے فرمایا یہ حج اکبر

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

عن الشیبانی قال: سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی و سعید بن جبیر یقولان: الحج الاکبر یوم النحر۔[1]

شیبانی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی اور سعید بن جبیر یہ کہتے تھے کہ حج اکبر، یوم نحر ہے۔

عن عیاض بن شہاب العصری عن ابیہ قال: قال عمر: الحج الاکبر یوم عرفۃ، فذکرتہ لسعید بن المسیب فقال اخبرک عن ابن عمر ان عمر قال: سالت محمدا عن یوم الحج الاکبر فقال: کان یوم وافق فیہ حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحج اھل الملل۔[2]

شہاب عصری بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے۔ میں نے اس بات کا سعید بن مسیب سے ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر نے یہی کہا (راوی کہتے ہیں) میں نے محمد (ابن سیرین) سے حج اکبر کے بارے میں سوال کیا انہوں نے کہا کہ حج اکبر وہ دن ہے جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ملل نے حج کیا ہے۔

عن ابی اسحاق قال سالت عبد اللہ بن شداد عن الحج الاکبر فقال الحج الاکبر یوم النحر۔[3]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن شداد سے سوال کیا کہ حج اکبر کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا کہ حج اکبر یوم نحر ہے۔

عن الحارث عن علی قال: یوم الحج الاکبر یوم النحر۔[4]

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا حج اکبر یوم نحر ہے۔

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال الحج الاکبر یوم النحر۔[5]

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا حج اکبر یوم نحر ہے۔

عن ابی اسحاق عن ابی جحیفۃ قال الحج الاکبر یوم النحر۔[6]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو جحیفہ نے فرمایا حج اکبر یوم نحر ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو حج اکبر فرمایا ہے۔ سنن ابو داؤد میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال آپ نے یوم نحر کو فرمایا یہ

[1] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۲۶۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ
[2] " " " المصنف ج ۴ ص ۲۶۲، " "
[3] " " " المصنف ج ۴ ص ۲۶۲، " "
[4] " " " المصنف ج ۴ ص ۲۶۲، " "
[5] " " " المصنف ج ۴ ص ۲۶۳، " "
[6] " " " المصنف ج ۴ ص ۲۶۳، " "

حج اکبر کا دن ہے، اس سے مراد یوم عرفہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہی حج اکبر تھا۔ اور اس کی تائید مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ حج اکبر وہ دن ہے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ لوگوں کی زبانوں پر ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اور لوگوں کی زبانیں اللہ کا قلم ہیں اور یہ اصطلاح عرفی ہے اور جس چیز کو مسلمان حسن قرار دیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے[1]

حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

حج اکبر کے سلسلے میں جو فقہاء اسلام کے مختلف اقوال ہیں ان میں تطبیق دیتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ یوم حج اکبر کے متعلق چار قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یوم نحر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر طواف زیارت کا دن ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حج کے تمام ایام یوم حج اکبر ہیں۔ اور درحقیقت ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اکبر اور اصغر امر اضافی ہیں، لہٰذا جمعہ کے دن کا حج دوسرے ایام کی بہ نسبت اکبر ہے، اور حج قران حج افراد سے اکبر ہے اور مطلقاً حج، عمرے سے اکبر ہے اور جمیع ایام حج بھی اکبر ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نورانی مقام کے اعتبار سے مختلف ہے، اسی طرح ایام میں یوم عرفہ، حج اکبر کی تحصیل کا دن ہے جو مطلقاً حج ہے، اور یوم نحر حج اکبر کے افعال کے مکمل ہونے اور ان سے حلال ہونے کا دن ہے[2]

احادیث اور آثار صحابہ میں مختلف ایام پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے اور کسی دن کے حج اکبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اس کے ثبوت میں ہر چند کہ کوئی صریح حدیث نہیں ہے تاہم بکثرت دلائل شرعیہ سے اس دن کا حج اکبر ہونا ثابت ہے، اس لیے اس کو حج اکبر کہنا صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال کے حج کا ثواب ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات

جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور اس دن کے لیے آپ نے فرمایا کہ یہ یوم حج اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اکبر ہے جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا وہ جمعہ کا دن تھا اس پر دلیل یہ ہے:

علامہ خازن الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نزلت هذه الآية في يوم الجمعة بعد العصر في يوم عرفة والنبي صلى الله عليه وسلم واقف بعرفات على ناقته العضباء فكادت

یہ آیت عصر کے بعد جمعہ کے دن عرفہ کے روز نازل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے تھے جس کا کان کٹا ہوا تھا، اور وحی کے

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ، ، المسلک المتقسط ص ۳۱۸ ، ،

عضد الناقة تدق وبركت لثقل الوحي وذلك في حجة الوداع سنة عشر من الهجرة۔[1]

پر جو سے اونٹنی کا بازو ٹوٹنے کے قریب تھا اور وہ بیٹھ گئی یہ دس ہجری حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی بخاری اور مسلم کے حوالے سے یہ تصریح کی ہے کہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا۔[2]

قال عمر قد عرفنا ذلك اليوم الذي والمكان الذي نزلت فيه على النبي صلى الله عليه وسلم وهو قائم بعرفة يوم جمعة۔[3]

حضرت عمر نے فرمایا میں اس دن اور اس جگہ کو جانتا ہوں جب یہ آیت (الیوم اکملت لکم دینکم) نازل ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

فقال ابن عباس انها نزلت في يومين في يوم الجمعة يوم عرفة۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے وہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان نزولها كان بعرفة وكان ذلك في حجة الوداع۔[5]

اس آیت کا نزول یوم عرفہ میں ہوا اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور اس حج کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ حج اکبر ہے۔

علامہ عینی امام ابن جریج کی سند سے بیان کرتے ہیں:

عن قيس بن مخرمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب يوم عرفة فقال هذا يوم الحج الاكبر۔[6]

قیس بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کو خطبہ دیا اور فرمایا یہ یوم حج اکبر ہے۔

اور علامہ عینی امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم النحر عند الجمرات في حجة الوداع وقال هذا يوم حج الاكبر۔[7]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمرات کے پاس ٹھہرے اور فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے۔

1۔ علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
2۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ۔
3۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ
4۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
5۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ
6۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
7۔ 〃 〃 〃 عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱ 〃 〃 〃

یہ حدیث ہم اس سے پہلے سنن ابوداؤد کے حوالے سے بھی بیان کر چکے ہیں۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال حج اکبر تھا اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اس سے واضح ہو گیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال کا حج حج اکبر ہوتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو یہ شبہ ہو کہ یہ صرف حجۃ الوداع کے سال کی خصوصیت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس سال بھی یوم عرفہ جمعہ کو ہو اس سال حج اکبر ہو گا۔

علامہ عینی امام ابن جریر کی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابن عون سألت محمدا یعنی ابن سیرین عن الحج الاکبر قال کان یوما وافق فیہ حج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا جو دن اس کے موافق ہو وہ دن حج اکبر ہے۔

اس سے پہلے ہم یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے بھی بیان کر چکے ہیں۔

علامہ سیوطی نے بھی یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔[2]

نواب صدیق حسن خان نے بھی یہ حدیث امام ابن سیرین کے حوالے سے ذکر کی ہے[3]

ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حجۃ الوداع کیا تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور آپ نے اس کو حج اکبر فرمایا اور امام ابن جریر اور امام ابن ابی شیبہ کی روایات سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس دن حج اکبر ہوتا ہے، ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

لانہ وافق یوم عرفۃ یوم الجمعۃ وھو المشتھر بالحج الاکبر الذی ورد فی حقہ انہ کسبعین حجۃ۔[4]

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس دن کے متعلق شہرت ہے کہ وہ حج اکبر ہے جس کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ اس دن حج کرنا ستر حج کے برابر ہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

وورد ان العرفۃ یوم الجمعۃ تعدل سبعین حجۃ) وھو الحج الاکبر۔[5]

حدیث شریف میں ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر حج کے برابر ہے اور یہی حج اکبر ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور ج ۳ ص ۲۱۱

[3] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۴ ص ۹۵، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ

[4] علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۵ ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

[5] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۳ ص ۳۸۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے اور جن احادیث میں ایام حج یا یوم نحر یا نفس حج پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے وہ سب اضافی اطلاقات ہیں یعنی ان روایات میں عمرہ کے مقابلہ میں حج پر حج اکبر کا اطلاق کیا گیا ہے اور جمعہ کے دن جب حج ہو تو احادیث معتبرہ سے یہ ثابت ہے کہ اس سال حج کا اجر ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے "روایۃً" اور "درایۃً" یہ ثابت ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت

اس سے پہلے ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس پر از روئے روایت حج اکبر کا اطلاق درست ہے کیونکہ احادیث میں دوسرے حجوں کی بہ نسبت اس کے زیادہ اجر و ثواب ہونے کا بیان ہے۔ علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

عن طلحة بن عبيد الله انه عليه الصلوة والسلام قال افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم جمعة وهو افضل من سبعين حجة في غير جمعة رواه رزين بن معاوية في تجريد الصحاح وذكر النووي في مناسكه۔ [1]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل یوم عرفہ ہے اور جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو وہ غیر جمعہ کے ستر حجوں سے افضل ہے، اس حدیث کا ذکر رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں کیا ہے۔

محدث رزین کے حوالے سے اس حدیث کو علامہ زبیدی[2]، علامہ شبلی[3] اور ملا علی قاری[4] نے بھی بیان کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما ما ذكره رزين في جامعه مرفوعا خير يوم طلعت فيه الشمس يوم عرفة وافق يوم الجمعة وهو افضل من سبعين حجة في غيرها فهو حديث لا اعرف حاله لانه لم يذكر صحابيه ولا من اخرجه بل ادرجه في حديث الموطا الذي ذكره مرسلا عن طلحة بن عبيد الله بن كريز وليست الزيادة

محدث رزین نے اپنی جامع میں یہ حدیث ذکر کی ہے "سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے یوم عرفہ ہے جو جمعہ کے دن ہو، اس دن کا حج دوسرے حجوں سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے"۔ اس حدیث کا حال مجھے معلوم نہیں کیونکہ رزین نے صحابی کا ذکر کیا نہ اس کا ذکر جس نے اس حدیث کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے بلکہ اس کو مؤطا میں طلحہ بن

---

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، "تبیین الحقائق" ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۲۷۴، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر

[3] ـــــــ علامہ شبلی حاشیۃ الشلبی علی "تبیین الحقائق" ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[4] ملا علی بن سلطان القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

المذکورۃ فی شیء من المعتبرات فان کان له اصل احتمل ان یراد بالسبعین التحدید او المبالغۃ وعلی کل منهما فتثبت المزیۃ بذلک واللہ اعلم۔[1]

عبید اللہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور مؤطات میں یہ زیادتی نہیں ہے اگر اس حدیث کی کوئی اصل ہے تو ہو سکتا ہے ستر سے مراد ستر درجے ہوں یا مبالغہ مراد ہے اور ہر تقدیر پر اس حدیث سے اس دن کے حج کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے کہ بعض محدثین نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر بالفرض یہ واقع میں ضعیف ہو بھی تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے اور بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے، باطل اور مردود ہے، کیونکہ رزین بن معاویہ عبدری کبراء محدثین اور علماء مخرجین میں سے ہیں اور محققین کے نزدیک ان کا کسی حدیث کو نقل کر دینا معتمد سند ہے، جب کہ انہوں نے اس کو صحاح ستہ کی تجرید میں بیان کیا ہے، اس لیے یہ سند اگر صحیح نہیں ہے تو ضعیف سے کسی حال میں کم نہیں ہے اور اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن عبادات کا ثواب ستر یا سو گنا بڑھ جاتا ہے، اور علامہ کرمانی نے اپنے مناسک میں بیان کیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے، علامہ ابو طالب مکی نے اس حدیث کو قوت القلوب میں بیان کیا ہے۔ ابن جماعہ نے اسی حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند کر کے بیان کیا ہے اور علامہ سیوطی نے اس کو ابن جماعہ سے نقل کر کے مقرر رکھا ہے اور یہ چیز قواعد میں سے ہے کہ جب کسی حدیث کے متعدد طرق ہوں تو وہ قوی ہو جاتی ہے۔[2]

اس حدیث کی تائید امام غزالی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

وقال بعض السلف اذا وافق یوم عرفۃ یوم جمعۃ غفر لکل اهل عرفۃ وهو افضل یوم فی الدنیا، وفیه حج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حجۃ الوداع۔[3]

بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو تمام میدان عرفات والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ دنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے اور اسی دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تھا۔

ملا علی قاری رحمہ الباری اس حدیث کی تائید میں لکھتے ہیں کہ جمعہ اور عرفہ کا اجتماع زیادہ رحمت اور مغفرت کا موجب ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ منقول اور معقول سے جاہل ہے، اور امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن نیکیاں دو چند کر دی جاتی ہیں، ملا علی قاری کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ جمعہ کے دن نیکیوں کو ستر درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور یہ اس حدیث کے مطابق ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو حج کا ثواب ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔[4]

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[2] ملا علی بن سلطان القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۲۳۱ - ۲۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔
[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

یہاں تک ہم نے روایت اور درایت سے یہ واضح کر دیا ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال کا حج، حج اکبر ہوتا ہے اور اس پر حج اکبر کا اطلاق روایۃً اور درایۃً درست ہے۔

بعض معاصرین اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے حج اکبر کے بارے میں اقوال ذکر کر کے لکھتے ہیں: شیخ نورالحق صاحب تیسیر القاری نے کہا ہم نے یہ اقوال اس لیے ذکر کیے ہیں کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہے کہ جمعہ کے دن حج اکبر ہوتا ہے، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ [له]

ظاہر ہے کہ صرف تیسیر القاری کی بنیاد پر اس عظیم الشان مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکتی!

بَابُ [٤١٨] فَضْلِ يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ کی فضیلت

٣١٨٢ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ يُوسُفَ يَقُولُ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔ اللہ (اپنے بندوں سے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: یہ بندے کس ارادے سے آئے ہیں؟

اللہ کے نزول اور قریب ہونے کا مطلب

اللہ کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت قریب ہوتی ہے یا وہ اپنی رحمت کے خاص فرشتوں کو اپنے بندوں کے قریب کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کا بھی یہ مطلب ہے کہ وہ اس آسمان پر اپنی رحمت کو متوجہ کرتا ہے شیخ ابن تیمیہ نے اپنے منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح نازل ہوتا ہے، (الدرر الکامنہ ج اص ۴۵) العیاذ باللہ!

علم غیب

یوم عرفہ کی فضیلت سے متعلق یہ حدیث زیادہ مفصل ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص آئے ایک قبیلہ انصار کا تھا اور دوسرا ثقیف کا، انصاری نے سبقت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقفی سے فرمایا: اے ثقفی! انصاری نے تم پر سبقت کر لی ہے۔ انصاری نے کہا: یا رسول اللہ میں خود اس کو مقدم کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

له۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲، ص ۱۵، مطبوعہ الحجہ، پرنٹرز لاہور۔

وسلم نے فرمایا: اے ثقفی اپنی حاجت بیان کرو اور اگر تم چاہو تو میں خود بیان کر دوں کہ تمہارا کیا سوال ہے! ثقفی نے کہا اگر آپ ایسا کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نماز، رکوع اور سجود اور روزوں کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہو اور یہ کہ تمہارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟ ثقفی نے کہا ہاں خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، آپ نے فرمایا تم رات کے اول حصہ میں، اور اس کے آخر میں نماز پڑھو اور درمیانی حصہ میں نیند کرو، اور اگر تم رات کے درمیانی حصہ میں نماز پڑھو تو یہ بھی کافی ہے، اور جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھو اور انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھو، پھر اپنا سر اٹھاؤ حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجائے؛ اور جب تم سجدہ کرو تو اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکاؤ۔ آپ نے فرمایا سفید راتوں یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کی راتوں میں روزہ رکھو۔ پھر آپ انصاری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی حاجت بیان کرو اور اگر چاہو تو تمہارا سوال میں بیان کردوں، انصاری نے کہا اگر آپ خود بیان فرمائیں تو زیادہ اچھا ہے! آپ نے فرمایا تم مجھ سے یہ سوال کرنے آئے تھے کہ وقوف عرفہ کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ اور کنکریاں مارنے کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ انصاری نے کہا ہاں خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! آپ نے فرمایا جب تم اپنے گھر سے بیت الحرام کے قصد سے نکلتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم کے عوض تم کو ایک نیکی ملتی ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹ جاتا ہے اور جب تم عرفات میں ٹھہرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آتا ہے (یعنی متوجہ ہوتا ہے) اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے بندے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں یہ دور دراز سے آئے ہیں، یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں، حالانکہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا اور اگر یہ مجھے دیکھ لیتے تو پھر کیا حال ہوتا! پس اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں یا ایام دنیا یا بارش کے قطروں جتنے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ وہ سب گناہ دھو ڈالے گا، اور تم جب کنکریاں مارتے تو وہ تمہارے لیے جمع ہو جاتی ہیں، تمہارے ہر بال کے گرنے سے تمہیں ایک نیکی مل جاتی ہے اور جب تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو تو گناہوں سے اس طرح صاف اور پاک ہو جاتے ہو جیسے تم اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوئے ہو![1]

یوم عرفہ کی فضیلت کے علاوہ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی صفت عطا کی تھی جس سے آپ پر امور غیبیہ منکشف ہو جاتے تھے، آپ دلوں کا حال جان لیتے تھے اور یہی علم غیب ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انصاری اور ثقفی صحابہ کے نزدیک یہ بات معروف اور صحیح تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جان لیتے ہیں ورنہ اعتراض کرتے کہ آپ غیب کو کیا جانیں یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور یہ آیات پڑھتے: عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو (انعام : ۵۹) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب (انعام : ۵۰) و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر۔ (اعراف : ۱۸۸) لیکن انھوں نے یہ اعتراض نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان صحابہ کے نزدیک ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۵ ص ۱۶ - ۱۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۲ ھ

غیب کی نفی ذاتی استقلالی اور بے تعلیم الٰہی پر محمول ہے اور جو علم غیب آپ کو حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی عطا سے ہے یا جس چیز کی نفی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں اور جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے وہ متناہی اور بعض ہے، ہمارے اعتبار سے یہ علم ایسا ہے جیسے قطرے کے سامنے سمندر ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو سمندر کے مقابلے میں قطرہ کی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں، امام عبدالرزاق اس حدیث کے جامع ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ تمام اسلاف کا یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء الٰہی سے علم غیب حاصل ہے۔

بَابٌ ۳۱۹ فَضْلِ الْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کی فضیلت

۳۱۸۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ، ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

۳۱۸۶ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ عَنْ سُهَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ.

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے اسی طرح روایت ہے۔

۳۱۸۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ نَا هُشَيْمٌ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ

جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔

آئے اور بیہودہ باتیں کرے نہ گناہ کرے تو وہ اس حال میں لوٹے گا جیسے وہ اپنی ماں سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

۳۱۸۸ - وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ وَأَبِي الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے جس نے حج کیا، نہ بیہودہ باتیں کیں اور نہ کوئی گناہ کیا۔

۳۱۸۹ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

سال میں متعدد بار عمرہ کرنے میں مذاہب

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سال میں ایک سے زیادہ مرتبہ عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اکثر اصحاب مالک اور جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ایک سال میں کئی بار عمرہ کیا جا سکتا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عمرے کیے اور ہر سال میں ایک عمرہ کیا، حالانکہ آپ ایک سال میں کئی بار عمرہ بھی کر سکتے تھے اور بعض علماء مالکیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک ماہ میں ایک بار عمرہ کیا جائے، علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "ایک عمرہ سے دوسرے عمرے تک" اس کا تقاضا عمرہ کا تکرار اور اس کی کثرت ہے۔[1]

ایام تشریق میں عمرہ کی کراہت میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام سال عمرہ کا وقت ہے اور یہ تمام سال میں کیا جا سکتا ہے البتہ جو شخص حج کر رہا ہو اس کے لیے حج کے دوران عمرہ کرنا صحیح نہیں ہے اور جو شخص حج نہ کر رہا ہو اس کو یوم عرفہ، یوم نحر اور تمام ایام تشریق میں عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے، امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء اسلام کا یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

سال کے پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے یوم عرفہ، یوم اضحیٰ اور ایام تشریق، اور امام ابو یوسف نے چار دن مکروہ قرار دیے ہیں یوم عرفہ اور ایام تشریق۔[1]

عمرہ کے حکم میں مذاہب

عمرہ کے حکم میں اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے۔[2]

امام شافعی اور امام احمد کی طرف سے عمرہ کے وجوب پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:
واتموا الحج والعمرة لله (البقرہ: ۱۹۶) "حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو" وجہ استدلال یہ ہے کہ حج کرنا واجب ہے اور عمرہ کا حج پر عطف ہے لہٰذا یہ بھی واجب ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ قران فی النظم قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شروع کرنے سے عمرہ لازم ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجہ تمام نوافل میں مشترک ہے۔

کیا حج مبرور سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں؟

حج مبرور کا معنی ہے وہ حج جس میں کوئی گناہ نہ کیا ہو یا وہ حج جو دکھلاوے کے لیے نہ ہو محض اخلاص سے ہو، یا وہ حج جس کے بعد کوئی گناہ نہ ہو، یا حج مقبول، لیکن یہ ایک امر باطن ہے اور تیسرا معنی بھی اس لفظ کے مفہوم پر زائد ہے اس سے پہلے دو معنی معتبر ہیں، حاکم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مبرور کی تفسیر کھانا کھلانے اور اچھی باتوں سے کی ہے۔[3]

اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس حج میں گناہ اور بیہودہ باتیں نہ کی ہوں تو اس کے بعد وہ اس حال میں لوٹے گا جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ صغائر اور کبائر دونوں سے پاک ہو جاتا ہے، علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی ابن عربی مالکی نے کہا ہے کہ یہ عبادت کبائر کو نہیں مٹاتی، کبائر صرف تلافی اور توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور جب نماز سے کبائر معاف نہیں ہوتے تو عمرہ اور حج سے کیسے معاف ہو سکتے ہیں، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عبادت سے دل میں ایسی تاثیر پیدا ہوتی ہے جو انسان کو توبہ پر مائل کرتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بقدر گناہ مواخذہ کے بعد انسان جنت میں چلا جائے، علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ قاضی ابن عربی کا یہ کہنا کہ انسان گناہوں سے مواخذہ کے بعد جنت میں جائے گا۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح اس خاص عبادت یعنی حج کی کوئی تخصیص نہیں ہے گی کیونکہ بمقدار گناہ مواخذہ ہر گناہ گار کے لیے ثابت ہے اور ابن بزیزہ کا نظریہ ہے کہ حج سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے حاجیوں پر فخر کرتا ہے اور ملائکہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۶ ،

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۴ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

گناہوں سے پاک ہیں اور ان کے سامنے انہی پر فخر کیا جا سکتا ہے جو گناہوں سے پاک ہوں، اس لیے اگر قاتل حج کرے تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو اس کی مظلومیت پر کوئی اور جزا عطا فرمائے اور یہ بھی جائز ہے کہ نہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کی پابندی نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی حکم دینے والا نہیں ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران: ۹۷) "جو شخص کعبہ میں داخل ہو گیا وہ بے خوف ہو گیا" اور اس لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے عذاب سے مامون اور محفوظ ہو جائے۔ ابن مبارک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور سورج غروب ہونے والا تھا آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں کو خاموش کرو! حضرت بلال نے کہا لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انھوں نے مجھ پر میرے رب کا سلام پڑھا، اور کہا اللہ تعالیٰ نے اہل عرفات کو بخش دیا اور ان کے بعد کے کاموں کا ضامن ہو گیا۔ حضرت عمر نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ ہمارے لیے خاص ہے؟ فرمایا تمہارے لیے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والوں کے لیے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ کی خیر کثیر ہے اور بہت اچھی ہے، اگر کوئی شخص کہے کہ جہاد سے قرض کے سوا ہر چیز معاف ہو جاتی ہے پس کیا وجہ ہے کہ حج سے ہر چیز معاف ہو جاتی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کو ہم نہیں جان سکتے، ہم نے جو جان لیا ہم اس پر توقف کرتے ہیں اور اس سے باہر نہیں جاتے۔[1]

حدیث میں ہے کہ کبائر کے سوا باقی گناہ وضو سے معاف ہو جاتے ہیں اور قرض کے سوا باقی گناہ جہاد سے معاف ہو جاتے ہیں اور حج مبرور کے بعد انسان نومولود بچہ کی طرح گھر لوٹتا ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی بشارتوں پر ایمان لاتے اور اپنی عقل سے ان احادیث میں قیود لگا کر مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دائرہ تنگ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو توبہ سے بھی معاف کرتا ہے اور اپنے فضل محض سے بھی معاف کرتا ہے۔ اے اللہ! مصنف کے تمام گناہوں کو اور ان سطور کے پڑھنے والوں کے گناہوں کو اور سب مسلمانوں کے گناہوں کو معاف فرما اور ہمیں جنت الفردوس عطا فرما! آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بَابُ نُزُوْلِ الْحُجَّاجِ بِمَكَّةَ وَتَوْرِيْثِ دُوْرِهَا

حجاج کا مکہ میں اترنا اور مکہ کے گھروں کی وراثت کا بیان

۳۱۹۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ مکہ میں اپنے مکان پر اتریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے مکہ میں ہمارا کوئی مکان یا زمین چھوڑی ہے؟ عقیل اور طالب،

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴، ص ۴۴۲ - ۴۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

أَخْبَرَهُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُورٍ وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ.

ابوطالب کے وارث ہوئے تھے، اور حضرت جعفر اور حضرت علی کو ان کے ترکہ سے کچھ نہیں ملا تھا کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے۔

۳۱۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ مِهْرَانَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا وَذَلِكَ فِي حَجَّتِهِ حِينَ دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

۳۱۹۲ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَزَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَا نَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى وَذَلِكَ زَمَنَ الْفَتْحِ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ مَنْزِلٍ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول! انشاء اللہ کل آپ کہاں ٹھہریں گے؟ یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا، آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

مکہ میں مہاجروں کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں جس وقت ابوطالب کی وفات ہوئی اس وقت اس کے دو بیٹے طالب، اور عقیل دونوں کافر تھے، عقیل نے اس کے بعد حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا ایک قول یہ ہے کہ ابوطالب، عبد المطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور زمانہ جاہلیت میں بڑا بیٹا تمام جائیداد کا مالک ہوتا تھا اس لیے ابوطالب نے تمام مکانوں اور زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد عقیل ان تمام مکانوں پر قابض

ہوگئے، داؤدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو عبد المطلب سے جن لوگوں نے ہجرت کی تھی ان سب کے مکانوں کو عقیل نے فروخت کر دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیل کے ان تصرفات کو بااز روئے جود و کرم برقرار رکھا، یا عقیل کی تالیف قلبی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ زمانہ جاہلیت کے تصرفات صحیح ہوتے ہیں، جیساکہ کفار کے کیے ہوئے نکاح صحیح ہوتے ہیں۔[1]

مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں امام شافعی کے مذہب پر دلیل ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، اور اس کے مکانات مکہ والوں کی ملک ہیں اور اس مسئلہ میں اس کا حکم باقی شہروں کی طرح ہے اس میں ان کی وراثت جاری ہوگی اور ان کے لیے اس کو بیچنا، رہن رکھنا، کرایہ پر دینا، ہبہ کرنا، ان کی وصیت کرنا اور باقی تمام تصرفات صحیح ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی اور دوسرے فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور اس میں یہ تمام تصرفات صحیح نہیں ہیں۔[2]

جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب

یہاں دو مسئلے قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ احناف کے نزدیک مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور شوافع کے نزدیک صلح سے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کی املاک پر کفار دار الحرب ہی غلبہ سے قبضہ کر لیں تو ان کا قبضہ درست ہے: اور مسلمان ان میں تصرف نہیں کر سکتے اور امام شافعی کے نزدیک یہ قبضہ درست نہیں اور مسلمان ان املاک میں تصرف کر سکتے ہیں۔ پہلے مسئلہ پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن ابی شریح انہ قال لعمرو بن سعید وھو یبعث البعوث الی مکۃ ایذن لی ایھا الامیر احدثک قولا قام بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغد من یوم الفتح سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی وابصرتہ عینای حین تکلم بہ حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان مکۃ حرمھا اللہ ولم یحرمھا الناس فلا یحل لامری یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسفک بھا دما ولا یعضد

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ میں فوج بھیج رہا تھا: اے امیر مجھے اجازت دیں میں آپ کو ایک حدیث سناؤں، جس کو کل میرے سامنے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کانوں نے اس کو سنا دل نے محفوظ رکھا اور میری آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے اور لوگوں نے حرم نہیں بنایا، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اس کے لیے

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۷، ۴۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

بما شجرتها فان احد ترخص لقتال رسول اللہ فیہا فقولوا ان اللہ قد اذن لرسولہ ولم یأذن لکم وانما اذن لی فیہا ساعۃ من نہار، ثم عادت حرمتہا الیوم کحرمتہا بالامس ولیبلغ الشاہد الغائب۔[1]

مکہ میں خون بہانا اور اس کے درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ کی جنگ کی وجہ سے رخصت طلب کرے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو جنگ کی اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے دن میں ایک ساعت کے لیے جنگ کی اجازت ملی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی طرح پھر لوٹ آئی ہے، شاہد غائب کو یہ حدیث پہنچا دے۔

اور دوسرے مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم (الآیۃ)۔ "ان فقراء مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے"۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء فرمایا ہے اور فقیر حقیقۃً وہ ہوتا ہے جس کی کوئی ملک نہ ہو اور اگر مہاجرین کے اموال پر مشرکین کے غلبہ سے ملکیت صحیح نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو فقراء نہ فرماتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت اسامہ نے کہا تھا کہ کیا آپ اپنے گھر نہیں جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ عقیل نے ہمارے لیے گھر کب چھوڑا ہے اصلاً مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں گھر تھا جو آپ کو حضرت خدیجہ سے وراثت میں ملا تھا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد عقیل نے قبضہ کر لیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ استیلاء (غلبہ) ایک ایسا سبب ہے جس کی وجہ سے مسلمان کافر کے مال کا مالک ہو جاتا ہے، اسی طرح کافر بھی مسلمان کے مال کا مالک ہو جائے گا۔[2]

مکہ کے مکانوں کی خرید وفروخت اور انھیں کرایہ پر دینے کا جواز

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟" اس میں اس بات پر ظاہر دلیل ہے کہ عقیل ان مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی ملک ثابت ہو گئی اور اس کا ان مکانوں کو بیچنا صحیح تھا، اگر یہ سوال ہو کہ امام طحاوی اور امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا یحل بیع بیوت مکۃ ولا اجارتہا" "مکہ کے مکانات کو بیچنا اور کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ معارضہ میں دو حدیثوں کو قوت سند کے لحاظ سے مساوی ہونا ضروری ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث باب مذکور کی حضرت اسامہ کی حدیث کے مساوی نہیں ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ہے جس کو یحییٰ اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(الی قولہ) علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فہو آمن۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ مامون ہے۔“ آپ نے گھر کی اضافت ابوسفیان کی طرف کی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر کا گھر تھا، حضرت زبیر کا گھر تھا، حضرت حکیم بن حزام کا گھر تھا اور کثیر تعداد میں صحابہ کے مکہ میں گھر تھے، بعض گھر بیچ دیے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں گھر خریدا، حضرت معاویہ نے حضرت حکیم بن حزام سے مکہ میں دو گھر خریدے، ایک ساٹھ ہزار درہم میں اور دوسرا چالیس ہزار درہم میں اور یہ مشہور واقعات ہیں جن کا انکار نہیں کیا گیا، پس ان پر اجماع ہو گیا، لہٰذا باقی زمینوں کی طرح مکہ کی زمینوں کا بھی بیچنا جائز ہے (الی قولہ) علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: سواء العاکف فیہ والباد۔ ”حرم میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا برابر ہے“ اس آیت کی بناء پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ کی زمین سب کے لیے ہے اور اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بیت اللہ یا مسجد حرام مراد ہے اور تمام مکہ کی زمین مراد نہیں ہے، لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھایا وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے[1]

علامہ عینی نے مکہ کے مکانوں کو کرایہ پر دینے کی حرمت میں جو اثر بیان کیا ہے یہ حضرت اسامہ کی اس صحیح روایت کے مزاحم نہیں ہو سکتا اس لیے مکہ کے مکانوں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا صحیح ہے، علامہ ابن قدامہ کے قول کے مطابق اس پر اجماع ہے اور اجماع ایک قوی دلیل ہے۔

بَابُ ۲۲ اِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ

مہاجر کا مکہ میں قیام کرنا

۳۱۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ وَاَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَسْاَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ هَلْ سَمِعْتَ فِي الْاِقَامَةِ بِمَكَّةَ شَيْئًا فَقَالَ السَّائِبُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِلْمُهَاجِرِ اِقَامَةُ ثَلَاثٍ بَعْدَ الصَّدَرِ بِمَكَّةَ كَاَنَّهُ يَقُوْلُ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا۔

عبدالرحمان بن حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سائب بن یزید سے پوچھا: کیا تم نے مکہ میں اقامت کرنے کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ حضرت سائب نے کہا: میں نے علاء بن حضرمی سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجر منیٰ سے لوٹنے کے بعد تین دن تک مکہ میں رہ سکتا ہے، آپ کی مراد یہ تھی کہ تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کرے۔

۳۱۹۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ حُمَيْدٍ

عبدالرحمان بن حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا مکہ میں اقامت کے

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۸ - ۲۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ لِجُلَسَآئِهٖ مَا سَمِعْتُمْ فِيْ سُكْنٰى مَكَّةَ فَقَالَ السَّآئِبُ بْنُ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ الْعَلَآءَ اَوْ قَالَ الْعَلَآءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيْمُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَآءِ نُسُكِهٖ ثَلَاثًا.

بارے میں تم نے کوئی حدیث کئی ہے؟ حضرت سائب ابن یزید نے کہا کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجر مناسک حج ادا کرنے کے بعد تین دن تک مکہ میں قیام کر سکتا ہے۔

٣١٩٥ - وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَسْاَلُ السَّآئِبَ بْنَ يَزِيْدَ فَقَالَ السَّآئِبُ سَمِعْتُ الْعَلَآءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلَاثُ لَيَالٍ يَمْكُثُهُنَّ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ الصَّدَرِ.

حضرت علاء بن حضرمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپسی سے پہلے کے بعد مہاجر تین رات تک مکہ میں رہ سکتا ہے۔

٣١٩٦ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ وَاَمْلَاهُ عَلَيْنَا اِمْلَآءً قَالَ اَخْبَرَنِيْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ السَّآئِبَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْعَلَآءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ اَخْبَرَهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَكْثُ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَآءِ نُسُكِهٖ ثَلَاثًا.

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج سے فارغ ہونے کے بعد مہاجر مکہ میں تین دن تک قیام کر سکتا ہے۔

٣١٩٧ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔

ف: جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، ان پر مکہ میں اقامت کرنا اور مکہ کو

وطن بنانا حرام ہو گیا تھا، البتہ حج اور عمرہ سے فراغت کے بعد تین دن تک مکہ میں رہنے کی انھیں اجازت دی گئی تھی۔

بَابُ تَحْرِيمِ صَيْدِ مَكَّةَ وَغَيْرِهٖ [۲۲۳]

مکہ مکرمہ میں شکار وغیرہ کی حرمت کا بیان

۳۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا وَقَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب (مکہ سے) ہجرت نہیں ہے، البتہ جہاد اور نیت باقی ہے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو جاؤ، فتح مکہ کے دن آپ نے یہ بھی فرمایا: آسمان اور زمین کی پیدائش کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنا دیا تھا، اور یہ اس خداداد حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں جنگ کرنا جائز نہیں تھا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں جنگ جائز ہوئی تھی۔ اور اب اس خداداد حرمت کی بنا پر یہ شہر قیامت تک کے لیے حرم ہے، اس کے کانٹے کاٹے جائیں نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے، اور کوئی شخص یہاں گری پڑی چیز کو نہیں اٹھا سکتا، ماسوا اس شخص کے جو اس چیز کا اعلان کرکے اس کو مالک تک پہنچا دے، اور یہاں کی گھاس بھی نہیں کاٹی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ یہ لوہاروں اور سناروں کے کام آتی ہے اور اس سے گھر بنائے جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا اذخر مستثنیٰ ہے۔

۳۱۹۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا مُفَضَّلٌ عَنْ مَنْصُورٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَقَالَ بَدَلَ الْقِتَالِ الْقَتْلَ وَقَالَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا

ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت ہے لیکن اس میں آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور قتال (جنگ) کی جگہ قتل کا لفظ ہے اور "یلتقط لقطتہ الا من عرفہا" مذکور ہے۔

۳۲۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي

سعید بن ابی سعید کہتے ہیں کہ جس وقت عمرو بن سعید (مدینہ منورہ کا اموی حاکم) مکہ مکرمہ میں فوج روانہ

شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو ابْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ أَنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ .

کر رہا تھا (حضرت ابن الزبیر پر حملے کے لیے) تو اس وقت حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جو فتح مکہ کے دن صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی جس کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ رکھا ہے اور وہ منظر بھی میرے سامنے ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث بیان فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے انسانوں نے حرم نہیں بنایا۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خون بہائے یا یہاں کا درخت کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کی بناء پر یہاں قتال جائز سمجھتا ہو تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی، اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی تھی۔ اور آج پھر مکہ کی حرمت پہلے کی طرح لوٹ آئی ہے جیسی کل تھی جو اس وقت حاضر ہے وہ غائب کو یہ حدیث پہنچا دے حضرت ابوشریح سے پوچھا گیا کہ پھر عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انھوں نے فرمایا اس نے کہا اے ابوشریح میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں! حرم کسی معصیت کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا، قتل یا چوری کر کے بھاگنے والے کو۔

۳۲۰۱ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنِ الْوَلِيدِ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَكَّةَ قَامَ فِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے اصحاب فیل کو روک دیا تھا، مگر اپنے رسول اور مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ عطا کر دیا، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ کو حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی صرف ایک

النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِيْ وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّفْدٰى وَاِمَّا اَنْ يُّقْتَلَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ فِيْ قُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَقَامَ اَبُوْ شَاهٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ قَالَ الْوَلِيْدُ فَقُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهٗ اكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةُ الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۳۳۰۲ - **حَدَّثَنِيْ** اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ اَلَا وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ اَلَا وَاِنَّهَا سَاعَتِيْ هٰذِهٖ حَرَامٌ

ساعت کے لیے مکہ حلال ہوا ہے، اور اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہے، لہٰذا یہاں کے شکار کو بھگایا جائے نہ یہاں کے کانٹے کاٹے جائیں، نہ یہاں کی گری پڑی چیز کسی کے لیے حلال ہے البتہ اعلان کرنے والا کوئی چیز اٹھا کر مالک کو دے سکتا ہے اور جس شخص کا کوئی آدمی قتل کیا جائے اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا اس کی دیت (خون بہا) لے لے یا اس کو قصاص میں قتل کر دے، حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔ تب یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے یہ خطبہ لکھوا دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشاہ کو لکھ دو! ولید بیان کرتے ہیں میں نے اوزاعی سے دریافت کیا کہ ابوشاہ کے اس قول کا کیا مطلب ہے یا رسول اللہ میرے لیے یہ لکھوا دیجئے! انھوں نے کہا وہ خطبہ جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو لیث نے بنو خزاعہ کا ایک شخص قتل کیا ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دن اس مقتول کے بدلہ بنو خزاعہ نے بنو لیث کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے اونٹنی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو مکہ سے روک دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ عطا فرما دیا مگر مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا، اور اب مکہ حرم ہے یہاں کے کانٹے کاٹے جائیں گے نہ یہاں کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے گی، ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے اور

لَا يُخْبَطُ شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا اِلَّا مُنْشِدٌ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُعْطٰى يَعْنِي الدِّيَةَ وَاِمَّا اَنْ يُقَادَ اَهْلُ الْقَتِيْلِ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ اَبُوْشَاهٍ فَقَالَ اكْتُبْ لِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا الْاِذْخَرَ فَاِنَّا نَجْعَلُهُ فِيْ بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخَرَ۔

جس کا کوئی آدمی قتل کیا جائے، اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو اس کو دیت دی جائے گی یا وہ قاتل سے قصاص لے گا، پھر یمن کا ایک شخص آیا جس کو ابوشاہ کہتے تھے اور کہنے لگا یارسول اللہ مجھے یہ لکھ دیجئے، آپ نے فرمایا ابوشاہ کو لکھ دو پھر قریش کے ایک شخص نے کہا اذخر (ایک قسم کی گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ اس کو ہم اپنے گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہوگئی یا قیامت تک باقی ہے؟

اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا "اب ہجرت نہیں ہے۔" اور ابوسعید خدری اور رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، حالانکہ سنن ابوداؤد اور نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة ولا تنقطع التوبة حتى تطلع الشمس من مغربها۔ "جب تک توبہ منقطع نہ ہو اس وقت تک ہجرت منقطع نہیں ہوگی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہوگی۔" اس وجہ سے ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ علامہ عینی نے اس اشکال کے جواب میں لکھا کہ علامہ خطابی اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی مستحب ہوگئی، پس جو ہجرت منقطع ہوگئی وہ فرض ہے اور جو ہجرت باقی ہے وہ مستحب ہے۔ علاوہ ازیں حضرت معاویہ کی حدیث کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے فرمایا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی ہے ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا اور اسے اپنے مال میں سے کچھ واپس نہیں ملتا تھا مکہ فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت منقطع ہوگئی۔ دوسری ہجرت وہ ہے جو اعرابی کرتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ان صحابہ کی طرح ہجرت نہیں کرتے تھے جنھوں نے اپنا مال اور اہل وعیال کو چھوڑ کر ہجرت کی تھی اور یہی وہ ہجرت ہے جو توبہ منقطع ہونے تک منقطع نہیں ہوگی۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ہجرت انقطاع توبہ تک باقی رہے گی۔ یہ ہجرت برے اعمال کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مسند احمد میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہجرت برائیوں کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی جائے اور ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا توبہ قبول ہوتی رہے گی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو جس شخص کے دل میں جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ

اسی پر مہر لگا دے گا اور لوگوں کا عمل کافی ہوگا" نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مسند احمد میں روایت ہے "ایک اعرابی نے آکر کہا یا رسول اللہ! آپ کی طرف ہجرت کس جگہ کرنی ہے؟ آیا کسی معروف اور معین جگہ ہجرت ہے یا جس جگہ بھی آپ ہوں وہاں ہجرت کرنی ہے؟ کیا کسی خاص قوم کے لیے ہجرت ہے یا جب آپ کا وصال ہو جائے گا تو ہجرت نہیں رہے گی؟ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو ہجرت کے بارے میں سوال کر رہا تھا؟ اس نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تک تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو، اور حضرت ابن عمرو سے ایک روایت میں ہے تم ظاہری اور باطنی برائیوں سے ہجرت کرو (چھوڑ دو) اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو جاؤ۔[1]

علامہ عینی کے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ہجرت منقطع ہو گئی یہ وہ ہجرت ہے جس پر جنت کی بشارت ہے جو صحابہ نے رسول اللہ کے لیے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کی اور جو ہجرت منقطع نہیں ہوگی یہ برائیوں سے نیکیوں کی طرف ہجرت ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت قیامت تک باقی ہے اور اس حدیث کی تاویل میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فتح کے بعد اب مکہ سے آنا ہجرت نہیں رہا کیونکہ اب مکہ دار الاسلام ہوگیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کی وہ فضیلت نہیں رہی جو فتح مکہ سے پہلے تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یستوی منکم من انفق قبل الفتح و قتل "جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا تم میں سے کوئی شخص ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔"[2]

ہجرت کی اقسام ہجرت کی تین اقسام ہیں (ا) دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت، یہ فرض ہے جیسے فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت (ب) دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت، جیسے فتح مکہ سے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت یا اب بھارت سے انگلینڈ یا امریکہ کی طرف ہجرت (ج) دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت جیسے انگلینڈ سے پاکستان کی طرف ہجرت۔ اہل طریقت کہتے ہیں کہ معصیت کو ترک کر کے اطاعت کی طرف آنا ہجرت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المهاجر من هجر ما نهى الله عنه[3] "مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے ہجرت کی" اور صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ ماسوا اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف آنا حقیقت میں ہجرت ہے۔ ہجرت کی پہلی تین اقسام شریعت کے اعتبار سے ہیں اور بعد کی دو اقسام طریقت اور حقیقت کے اعتبار سے ہیں۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ص ۱۳۰-۱۲۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ص ۶، مطبوعہ " " " ۱۳۸۱ھ

انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ دار الکفر ہیں یا دار الحرب؟

ہم نے ذکر کیا ہے کہ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اس لیے دار الحرب کی تعریف سمجھنا ضروری ہے۔

علامہ سرخسی نے دار الحرب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔

والحاصل ان عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالٰی انما تصیر دارھم دار الحرب بثلاث شرائط احدھا ان تکون متاخمة ارض الترک لیس بینھا وبین ارض الحرب دار للمسلمین والثانی ان لا یبقی فیھا مسلم امن بایمانہ ولا ذمی بامانہ والثالث ان یظھر و احکام الشرک فیھا۔[1]

حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کافروں کا ملک تین شرطوں سے دار الحرب ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ ملک، کفار کی سرزمین سے متصل ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے محفوظ نہ ہو اور نہ ہی کسی ذمی کو امان ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہاں احکام شرک کا غلبہ ہو۔

دار الحرب میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمان کو اس کے اسلام اور ایمان کی وجہ سے اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کا خطرہ ہو اور اس ملک میں وہ بحیثیت مسلمان کے نہ رہ سکتا ہو اور مسلمان کے ساتھ وہاں عملاً جنگ اور غضب کی کیفیت ہو جیسے کسی زمانہ میں اسپین تھا ایسے ملک سے اس پر ہجرت کرنا فرض ہے اور انگلینڈ اور امریکہ اور جرمنی وغیرہ دار الکفر ہیں دار الحرب نہیں ہیں، ان ممالک سے ہجرت کرنا فرض نہیں ہے اور چونکہ ان ممالک میں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی ہے اس لیے ان ممالک میں جمعہ اور عیدین وغیرہ جائز ہیں اور کفار سے سود لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، اس مسئلہ پر مکمل بحث، ان شاء اللہ ہم کتاب الربٰو میں بیان کریں گے۔

مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد؟

اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۰۰ میں ہے "مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے انسانوں نے حرم نہیں بنایا" اور اس کے چند ابواب کے بعد حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حرم مکة[2] "حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا ہے"، اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم بنانے کا اسناد اللہ تعالٰی کی طرف حقیقی ہے اور حضرت ابراہیم کی طرف اسناد مجازی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے کہ آسمان اور زمین کے بنانے کے دن ہی اللہ تعالٰی نے مکہ کو حرم بنایا تھا، اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں مکہ کو حرم بنایا گیا، علامہ نووی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ابتداء آفرینش سے مکہ کو حرم بنایا گیا تھا جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے لیکن لوگوں پر اس کی تحریم مخفی رکھی گئی اور لوگ اس کے ساتھ حلال کا معاملہ کرتے رہے "تا آنکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد اس کی تحریم ظاہر کی گئی اور بعض علماء نے اس باب کی حدیث میں تاویل کی ہے اور کہا ہے

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

کہ اس کا معنی یہ ہے کہ لوح محفوظ میں مکہ کی تحریم ابتداء آفرینش سے تھی لیکن تحریم کا حکم حضرت ابراہیم کی بعثت کے بعد جاری کیا گیا۔[1]

حرم میں حدود جاری کرنے میں مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۰۰ میں ہے "جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے" علامہ عینی فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جو شخص حرم میں پناہ حاصل کرے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ جس شخص نے قتل، زنا اور چوری میں سے کوئی ایسا کام کیا، جس پر حد واجب ہوتی ہے، اس میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء اور شعبی یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے حرم (مکہ) میں یہ جرم کیے ہیں تو اس پر حد لگائی جائے گی اور اگر غیر حرم میں یہ جرم کیے تھے اور پھر حرم میں پناہ لے لی تو جب تک وہ حرم سے باہر نہیں آئے گا اس پر حد نہیں لگائی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن دخلہ کان آمنا۔ "جو حرم میں داخل ہو وہ مامون ہو گیا" اور حضرت ابن الزبیر، حسن اور مجاہد کا نظریہ یہ ہے کہ جس شخص نے جرم کر کے حرم میں پناہ لے لی اس کو حرم سے باہر نکال کر حد لگائی جائے گی۔ اور عمرو بن سعد کا نظریہ یہ ہے کہ جو شخص جرم کر کے حرم میں پناہ حاصل کرے اس پر بھی حد لگا دی جائے گی" اور علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حرم میں قتل کرے اس سے قصاص لیا جائے گا اور جو شخص خارج از حرم قتل کرے پھر حرم میں پناہ حاصل کرے اس کے متعلق امام ابوحنیفہ اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا نہ حد لگائی جائے گی اور امام شافعی اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اس پر حد لگائی جائے گی۔ شیخ ابن حزم نے صحابہ اور تابعین سے یہ نقل کیا ہے کہ جو خارج از حرم جرم کر کے حرم کی پناہ میں آجائے اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ پھر ابن حزم نے امام مالک اور امام شافعی کی سخت مذمت کی ہے کہ انھوں نے صحابہ کے موقف کی مخالفت کی ہے۔ بعض علماء نے امام مالک اور امام شافعی کے نظریہ پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا خواہ وہ خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہو، اس کے متعدد جوابات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا۔ اس نے مسلمان کو قتل کیا تھا اور وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو کرتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ امان میں داخل نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا استثناء کیا تھا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، خواہ وہ کعبہ کے پردوں میں معلق ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو قتال کر رہے تھے، اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اسے اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا جس ساعت میں آپ کے لیے حرم میں قتال کرنا مباح کر دیا گیا تھا۔[2]

مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل

اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے "مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں جنگ کرنا جائز نہیں تھا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں جنگ جائز ہوئی تھی" اس حدیث میں احناف کی دلیل ہے جن کا یہ نظریہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۳۔۱۴۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

ہے اس کے برخلاف شوافع کا یہ نظریہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، یہ حدیث شوافع پر حجت ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور جمہور اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کی ضرورت پیش آتی تو آپ کے لیے قتال جائز تھا لیکن آپ کو جنگ اور قتال کی ضرورت پیش نہیں آئی۔[1]

علامہ عینی، علامہ نووی کی اس تاویل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ ہے: فان احد ترخص لقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کرنے سے استدلال کرے" یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مکہ میں بالفعل جنگ ہوئی ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فھو امن "جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اس کو امان ہے" اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ صرف جنگ کا جواز نہیں مکہ میں بالفعل جنگ ہوئی تھی۔[2]

احادیث لکھنے پر دلیل

حدیث نمبر ۳۲۰۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ احکام ابوشاہ کو لکھ دو۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں قرآن مجید کے علاوہ علمی امور کو لکھنے کی دلیل ہے اور یہ جمہور علماء اور فقہاء اسلام کے نزدیک جائز ہے۔ بعض احادیث میں غیر قرآن کو لکھنے سے ممانعت آئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی منسوخ ہے۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب قرآن مجید مشہور نہیں ہوا تھا اور یہ خدشہ تھا کہ قرآن مجید غیر قرآن سے مختلط نہ ہو جائے اور جب قرآن مجید مشہور اور معروف ہو گیا تو یہ خدشہ نہیں رہا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے جو شخص احادیث کو یاد کر سکتا ہے وہ یاد کرے اور نہ لکھے اور جو یاد نہیں کر سکتا وہ لکھ لے۔[3]

اس حدیث کے بقیہ فوائد اور احکام میں سے یہ ہے کہ عالم پر فرض ہے کہ جب لوگ غلط کام کر رہے ہوں تو ان کو ٹوکے اور ان کو اسلام کا صحیح حکم بتائے جیسا حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے کیا اور یہ کہ مکہ کے درختوں کا کاٹنا جائز نہیں، نہ مکہ کے جانوروں کو شکار کرنا جائز ہے، البتہ چیل، چوہا، کتا، سانپ، بچھو اور کاٹنے والے کتے کا حدیث میں استثناء کیا گیا ہے۔ ان کو حرم اور غیر حرم میں مارنا جائز ہے، نیز اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اشیاء کے حرام اور حلال کرنے کا اختیار اور اجازت دی ہے کیونکہ آپ نے حضرت عباس کے کہنے سے اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیا۔

بَابُ ۲۳۳ النَّهْيِ عَنْ حَمْلِ السِّلَاحِ بِمَكَّةَ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ

مکہ مکرمہ میں بغیر حاجت کے ہتھیار اٹھانے کی ممانعت

۳۲۰۳ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

قال نا ابن اعین قال نا معقل عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحل لاحدکم ان یحمل بمکۃ السلاح۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے لیے مکہ مکرمہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے۔

ف: جمہور فقہاء اسلام کا عمل اس حدیث کے مطابق ہے۔

باب ۴۳۳ جواز دخول مکۃ بغیر الاحرام

بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا

۳۲۰۴ ـ وحدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ القعنبی ویحیی بن یحیی وقتیبۃ بن سعید اما القعنبی فقال قرأت علی مالک بن انس واما قتیبۃ فقال نا مالک وقال یحیی واللفظ لہ قلت لمالک حدثک ابن شہاب عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ عام الفتح وعلی راسہ مغفر فلما نزعہ جاءہ رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلوہ فقال مالک نعم۔

یحیی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کیا آپ کو ابن شہاب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے درآں حالیکہ آپ کے سر پر خود تھا۔ جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے ہے آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو! امام مالک نے کہا ہاں!

۳۲۰۵ ـ حدثنا یحیی بن یحیی التمیمی وقتیبۃ بن سعید الثقفی قال یحیی انا وقال قتیبۃ نا معاویۃ بن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ وقال قتیبۃ دخل یوم فتح مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء بغیر احرام وفی روایۃ قتیبۃ قال ابو الزبیر عن جابر۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے (قتیبہ کی روایت میں ہے) آپ فتح مکہ کے دن بغیر احرام باندھے داخل ہوئے درآں حالیکہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

۳۲۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ أَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔

۳۲۰۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے لوگوں کو خطبہ دیا۔

۳۲۰۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ قَالَ حَدَّثَنِي وَفِي حَدِيثِ الْحُلْوَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ عَلَى الْمِنْبَرِ

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہیں اور عمامہ کے دونوں کنارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان لٹک رہے ہیں۔

مکہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے سر پر خود تھا یا سیاہ عمامہ؟

بعض روایات میں ہے کہ آپ کے سر پر خود تھا اور بعض میں ہے سیاہ عمامہ تھا، قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پہلے آپ کے سر پر خود تھا پھر آپ نے سیاہ عمامہ باندھ لیا تھا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۲۰۵ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوئے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی نیت حج یا عمرے کی نہ ہو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے خواہ تجارت کے لیے جائے یا زیارت کے لیے اور احناف کے نزدیک جو شخص حدود حرم سے باہر رہتا ہو وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں نہیں داخل ہو سکتا خواہ تجارت اور زیارت کے لیے جائے یا حج اور عمرہ کے لیے اس پر مفصل بحث احرام کے باب میں گذر چکی

ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر احرام کے جانا آپ کی خصوصیت تھا جس کا آپ نے خود اظہار فرمایا ہے۔

ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۲۰۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا تھا اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو قتل کر دیا تھا۔ اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور آپ کو گالیاں دیتا تھا اور اس کی دو لونڈیاں تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو گالیاں دیتی تھیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ حرم میں اقامت حدود جائز ہے[1] لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاً تو وہ مرتد تھا ثانیاً اس کو اس ساعت میں قتل کیا گیا ہے جس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال جائز تھا۔

بَابُ ۲۲۵ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَدُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا بِالْبَرَكَةِ وَ بَيَانِ تَحْرِيْمِهَا وَتَحْرِيْمِ صَيْدِهَا وَبَيَانِ حُدُوْدِ حَرَمِهَا

مدینہ منورہ کی فضیلت اور حرم مدینہ کی حدود کا بیان

۳۲۰۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِأَهْلِهَا وَإِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَإِنِّيْ دَعَوْتُ فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلَيْ مَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيْمُ لِأَهْلِ مَكَّةَ۔

عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور مکہ والوں کے لیے دعا کی تھی، اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کے صاع اور مد میں (برکت کے لیے) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دو چند دعا کرتا ہوں۔

۳۲۱۰ - حَدَّثَنِيْهِ أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

وہیب کی روایت میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جتنی دعائیں کی تھیں میں اس کی دو چند دعائیں کرتا ہوں اور عبدالعزیز بن مختار کی روایت میں ہے جتنی دعائیں حضرت ابراہیم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،

خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا حَدِيثُ وُهَيْبٍ فَكَرِوَايَةِ الدَّرَاوَرْدِيِّ مِثْلَيْ مَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَأَمَّا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ فَفِي رِوَايَتِهِمَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

نے کی تھی اتنی دعائیں کرتا ہوں۔

۳۲۱۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْمَدِينَةَ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں اس کے دونوں پتھریلے کناروں یعنی مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔

۳۲۱۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ خَطَبَ النَّاسَ فَذَكَرَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا فَنَادَاهُ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ مَا لِي أَسْمَعُكَ ذَكَرْتَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَلَمْ تَذْكُرِ الْمَدِينَةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَقَدْ حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا وَذٰلِكَ عِنْدَنَا فِي أَدِيمٍ خَوْلَانِيٍّ إِنْ شِئْتَ أَقْرَأْتُكَهُ قَالَ فَسَكَتَ مَرْوَانُ ثُمَّ قَالَ قَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ۔

نافع بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے خطبہ پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ کا مکہ کے رہنے والوں کا اور مکہ کی حرمت کا ذکر کیا، حضرت رافع بن خدیج نے اس کو پکار کر کہا، کیا سبب ہے کہ میں یہ سن رہا ہوں کہ تم مکہ مکرمہ کا، مکہ میں رہنے والوں کا اور مکہ کی حرمت کا تذکرہ کر رہے ہو اور تم مدینہ منورہ کا، مدینہ میں رہنے والوں کا اور مدینہ کی حرمت کا تذکرہ نہیں کر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھریلی زمین کی دونوں جانبوں کے درمیان کو حرم قرار دیا ہے۔ اور ہمارے پاس یہ حکم خولانی چمڑے پر لکھا ہوا موجود ہے، اگر تم چاہو تو پڑھ کر سنا دوں۔ مروان خاموش ہو گیا اور کہنے لگا میں نے بھی اس میں سے کچھ سنا ہے۔

۳۲۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي أَحْمَدَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَسَدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے گا۔

۳۲۱۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ أَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَبْدَلَ اللهُ فِيهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَلَا يَثْبُتُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا وَجَهْدِهَا إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں یہاں کے خاردار درختوں کو کاٹا جائے گا نہ شکار کو قتل کیا جائے گا اور فرمایا کاش اہل مدینہ اس بات کو جان لیں کہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے مدینہ کی سکونت کو ترک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایسے شخص کو مدینہ کا ساکن کر دے گا جو اس سے بہتر ہوگا، اور جو شخص بھی مدینہ کی بھوک پیاس اور محنت و مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۱۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ وَلَا يُرِيدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ أَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ.

ایک اور سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں اتنی زیادتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے یا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

٣٢١٦ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنِ الْعَقَدِيِّ قَالَ عَبْدٌ أَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ سَعْدًا رَكِبَ إِلَى قَصْرِهٖ بِالْعَقِيقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْ عَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ مَعَاذَ اللهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبٰى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ۔

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے مکان پر گئے وہاں دیکھا کہ ایک غلام درخت کاٹ رہا تھا یا اس کے کانٹے توڑ رہا تھا، حضرت سعد نے اس کا سامان چھین لیا جب حضرت سعد واپس آئے تو اس کے مالکوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی، تاکہ آپ نے اس غلام سے جو سامان لیا ہے وہ انہیں یا اس غلام کو واپس کر دیں، حضرت سعد نے فرمایا معاذ اللہ میں وہ چیزیں واپس کر دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں، اور ان کو سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

٣٢١٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ الْتَمِسْ لِي غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَاءَهُ فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا نَزَلَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتّٰى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهٖ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے کوئی لڑکا لاؤ جو میری خدمت کرے۔ حضرت ابو طلحہ مجھے اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی اترتے تھے میں آپ کی خدمت کرتا تھا، اسی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے تھے حتیٰ کہ جب اُحد پہاڑ آپ پر ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، اے اللہ اہل مدینہ کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔

بَارِكْ لَهُمْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ ۔

۳۲۱۸ - **وَحَدَّثَنَاهُ** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۲۱۹ - **وَحَدَّثَنَاهُ** حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ مَا بَيْنَ كَذَا إِلَى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا قَالَ ثُمَّ قَالَ لِي هٰذِهِ شَدِيدَةٌ مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا قَالَ ابْنُ أَنَسٍ أَوْ آوَى مُحْدِثًا

عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک، پس جس شخص نے مدینہ میں کوئی جرم کیا پھر مجھ سے کہا یہ بہت سخت گناہ ہے۔ پھر فرمایا جو شخص اس میں جرم کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل ابن انس نے کہا یا کسی مجرم کو پناہ دی۔

۳۲۲۰ - **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ هِيَ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۔

عاصم احول بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ یہاں کی گھاس تک نہیں کاٹی جائے گی اور جس شخص نے ایسا کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

۳۲۲۱ - **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کے پیمانے میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ان کے صاع میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ان کے مد میں برکت عطا فرما۔

فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ۔

۳۳۲۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّامِيُّ قَالَا نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ جتنی برکتیں مکہ میں نازل کی ہیں اس کی دوگنی برکتیں مدینہ میں نازل فرما۔

۳۳۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَأُهُ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيفَةَ قَالَ وَصَحِيفَةٌ مُعَلَّقَةٌ فِي قِرَابِ سَيْفِهِ فَقَدْ كَذَبَ فِيهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا وَانْتَهٰى حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ وَزُهَيْرٍ

ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا درآں حالیکہ ان کی نیام کے ساتھ ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا حضرت علی نے اس صحیفہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور صحیفہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو وہ شخص جھوٹا ہے۔ اس صحیفہ میں نو اونٹوں کی عمروں کا بیان ہے اور کچھ زخموں کی دیت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہاڑ) عیر سے لے کر (پہاڑ) ثور تک مدینہ حرم ہے لہٰذا جو شخص مدینہ میں کوئی جرم کرے گا یا کسی مجرم کو پناہ دے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل تمام مسلمانوں کا ایک ذمہ ہے اور ایک (عام) مسلمان بھی کسی شخص کو پناہ دے سکتا ہے اور جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مالک کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل، ابوبکر کی روایت اس جگہ ختم ہو گئی اور زہیر کی روایت وہاں ختم ہے جہاں عام مسلمان کے پناہ دینے کا ذکر ہے

عِنْدَ قَوْلِهِ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا مُعَلَّقَةٌ فِي قِرَابِ سَيْفِهِ۔

اور اس کے بعد کا اس میں ذکر نہیں ہے اور ان دونوں روایتوں میں صحیفہ کے نیام میں لٹکنے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۳۲۴ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ إِلَى آخِرِهِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ وَكِيعٍ ذِكْرُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ایک اور سند کے ساتھ ابوکریب کی روایت حسب سابق منقول ہے البتہ اس میں یہ زیادتی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پناہ توڑے اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل، ان دونوں روایتوں میں اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب ہونے کا ذکر نہیں ہے، اور وکیع کی روایت میں قیامت کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

۳۳۲۵ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَوَكِيعٍ إِلَّا قَوْلَهُ مَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ وَذِكْرَ اللَّعْنَةِ لَهُ۔

ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت منقول ہے لیکن اس میں اپنے مالک کے علاوہ کسی کو مالک بنانے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۳۲۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے لہٰذا جو شخص اس میں کوئی جرم کرے گا یا کسی جرم کرنے والے کو پناہ دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی، اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۳۳۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ أَبُو النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ

ایک اور سند کے ساتھ اعمش سے یہ روایت منقول ہے اس میں قیامت کا ذکر نہیں ہے اور اس میں

عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزَادَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ۔

یہ اضافہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہی ہے، اور ایک عام مسلمان کے پناہ دینے کا بھی اعتبار کیا جا سکتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پناہ کو توڑے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔

۳۲۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَاَيْتُ الظِّبَآءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِيْنَةِ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنیاں چرتے دیکھوں تو انھیں ہراساں نہیں کروں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، دو پتھریلی زمینوں کی درمیانی جگہ حرام ہے۔

۳۲۲۹۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَلَوْ وَجَدْتُ الظِّبَآءَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا مَا ذَعَرْتُهَا وَجَعَلَ اثْنَيْ عَشَرَ مِيْلًا حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ حِمًى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیا ہے، اگر میں ان پتھریلے کناروں کے درمیان ہرنیاں دیکھوں تو انھیں ہراساں نہیں کروں گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ارد گرد بارہ میل تک حدود حرم مقرر فرمادی تھی۔

۳۲۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ اِذَا رَاَوْا اَوَّلَ الثَّمَرِ جَآءُوْا بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ پہلا پھل دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول کرنے کے بعد فرماتے، اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما۔ ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام

فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَبْدُكَ وَخَلِیْلُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنِّیْ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِیْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ قَالَ ثُمَّ یَدْعُوْ اَصْغَرَ وَلِیْدٍ لَهٗ فَیُعْطِیْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ۔

۳۲۳۱۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِیُّ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُؤْتٰی بِاَوَّلِ الثَّمَرِ فَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَفِیْ ثِمَارِنَا وَفِیْ مُدِّنَا وَفِیْ صَاعِنَا بَرَكَةً مَعَ بَرَكَةٍ ثُمَّ یُعْطِیْهِ اَصْغَرَ مَنْ یَحْضُرُهٗ مِنَ الْوِلْدَانِ۔

۳۲۳۲۔ وَحَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ عُلَیَّةَ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ وُهَیْبٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ اِسْحَاقَ اَنَّهٗ حَدَّثَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ مَوْلَی الْمَهْرِیِّ اَنَّهُمْ اَصَابَهُمْ بِالْمَدِیْنَةِ جَهْدٌ وَشِدَّةٌ وَاَنَّهٗ اَتٰی اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ اِنِّیْ كَثِیْرُ الْعِیَالِ وَقَدْ اَصَابَتْنَا شِدَّةٌ فَاَرَدْتُ اَنْ اَنْقُلَ عِیَالِیْ اِلٰی بَعْضِ الرِّیْفِ فَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ لَا تَفْعَلْ اَلْزَمِ الْمَدِیْنَةَ فَاِنَّا خَرَجْنَا مَعَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَظُنُّ اَنَّهٗ قَالَ حَتّٰی قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَاَقَامَ بِهَا لَیَالِیَ فَقَالَ النَّاسُ وَاللّٰهِ مَا نَحْنُ هٰهُنَا فِیْ شَیْءٍ وَاِنَّ عِیَالَنَا لَخُلُوْفٌ مَا نَاْمَنُ عَلَیْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِیْ یَبْلُغُنِیْ مِنْ

تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے، اور میں تیرا بندہ، اور تیرا نبی ہوں، انھوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی تھی میں ان کی دعاؤں کے برابر اور اس سے ایک مثل زائد مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں (یعنی مدینہ میں مکہ سے دو گنی برکتیں نازل فرما) پھر آپ کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو وہ پھل دے دیتے۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلا پھل پیش کیا جاتا تو آپ فرماتے: الٰہی ہمارے مدینہ، ہمارے پھلوں اور ہمارے مُد اور صاع میں برکت در برکت فرما پھر وہ پھل موجود بچوں میں سے چھوٹے بچے کو دے دیتے۔

مہری کے غلام ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ قحط اور تنگی میں مبتلا ہوئے تو مہری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرے بال بچے بہت ہیں اور ہمیں تنگی کا سامنا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو کسی سرسبز اور شاداب جگہ پر لے جاؤں حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: ایسا مت کرو اور مدینہ کو مت چھوڑو، کیونکہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر گئے۔ جب مقام عسفان میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چند رات قیام فرمایا، لوگ کہنے لگے یہاں تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور پیچھے ہمارے بچوں کی نگہداشت کے لیے کوئی نہیں ہے ہمیں ان کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں کس قسم کی باتیں سن رہا ہوں؟ راوی

حَدِيثِكُمْ فَمَا أَدْرِي كَيْفَ قَالَ وَالَّذِي أَحْلِفُ بِهِ أَوْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ إِنْ شِئْتُمْ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَ لَآمُرَنَّ بِنَاقَتِي تُرْحَلُ ثُمَّ لَا أَحُلُّ لَهَا عُقْدَةً حَتَّى أَقْدَمَ الْمَدِينَةَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَمًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَازِمَيْهَا أَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا يُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلْفٍ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنَ الْمَدِينَةِ شِعْبٌ وَلَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتَّى تَقْدَمُوا إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ ارْتَحِلُوا فَارْتَحَلْنَا فَأَقْبَلْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَوَالَّذِي نَحْلِفُ بِهِ أَوْ يُحْلَفُ بِهِ الشَّكُّ مِنْ حَمَّادٍ مَا وَضَعْنَا رِحَالَنَا حِينَ دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ حَتَّى أَغَارَ عَلَيْنَا بَنُو عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ غَطَفَانَ وَمَا يَهِيجُهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ شَيْءٌ

٣٢٢٣ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے کیا الفاظ فرمائے تھے آپ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم چاہو تو میں اونٹنی پر پالان کسنے کا حکم دوں اور جب تک مدینہ نہ پہنچوں اس کی گرہ نہ کھولوں پھر فرمایا: اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا، اور میں مدینہ منورہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے یہاں خونریزی کی جائے نہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لیے پتے نہ توڑے جائیں۔ اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ ہمارے صاع میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے مد میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے مد میں برکت نازل فرما، اے اللہ! اس میں (مکہ سے) دوگنی برکت کر دے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مدینہ کی ہر گھاٹی اور ہر درہ پر دو فرشتے رہتے ہیں اور تمہاری واپسی تک اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا، کوچ کرو، پھر ہم روانہ ہوئے اور مدینہ کی طرف چل پڑے، پس قسم اس ذات کی جس کی ہم قسم کھاتے ہیں ابھی ہم نے مدینہ منورہ پہنچ کر سامان سفر نہیں اتارا تھا کہ غطفانیوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان میں کسی قسم کی بے چینی نہیں پائی جاتی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں (مکہ کی) ایک برکت کے مقابلہ میں دو برکتیں عطا فرما۔

قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا وَصَاعِنَا وَاجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ۔

۳۲۳۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا شَيْبَانُ ح وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا حَرْبٌ يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۲۳۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ اَنَّهٗ جَاءَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ فَاسْتَشَارَهٗ فِي الْجَلَاءِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَشَكٰى اِلَيْهِ اَسْعَارَهَا وَكَثْرَةَ عِيَالِهٖ وَاَخْبَرَهٗ اَنْ لَا صَبْرَ لَهٗ عَلٰى جَهْدِ الْمَدِيْنَةِ وَلَاْوَائِهَا فَقَالَ لَهٗ وَيْحَكَ لَا اٰمُرُكَ بِذٰلِكَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَصْبِرُ اَحَدٌ عَلٰى لَاْوَائِهَا فَيَمُوْتُ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِذَا كَانَ مُسْلِمًا۔

ابوسعید مولیٰ مہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ حرہ کے زمانے میں وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مدینہ سے چلے جانے کے بارے میں مشورہ کیا اور مدینہ کی مہنگائی اور اپنے اہل بچوں کی کثرت کی شکایت کی اور کہا کہ اب میں مدینہ منورہ کی مشکلات کو برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ کی تکلیفوں پر صبر کر کے مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۳۲۳۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیا ہے، جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں اگر کسی آدمی کے ہاتھ میں پرندہ دیکھ لیتے تو اس کے ہاتھ سے چھڑا کر اسے آزاد کر دیتے۔

وَالسَّلَامُ مَكَّةَ قَالَ ثُمَّ كَانَ اَبُوْسَعِيْدٍ يَاخُذُ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَجِدُ اَحَدُنَا فِيْ يَدِهِ الطَّيْرَ فَيَفُكُّهُ مِنْ يَدِهِ ثُمَّ يُرْسِلُهُ.

۳۲۳۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ اَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّهَا حَرَمٌ اٰمِنٌ.

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا یہ حرم ہے اور امن کی جگہ ہے۔

۳۲۳۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ وَبِيْئَةٌ فَاشْتَكٰى اَبُوْبَكْرٍ وَاشْتَكٰى بِلَالٌ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكْوٰى اَصْحَابِهِ قَالَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَحَوِّلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو وہاں وبائی بخار آیا ہوا تھا، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال بیمار ہو گئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی بیماری دیکھی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ جس طرح تو نے ہمارے نزدیک مکہ محبوب کیا ہے مدینہ کو بھی اسی طرح محبوب کر دے یا اس سے بھی زیادہ محبوب کر دے، اور مدینہ کو صحت کی جگہ بنا دے اور ہمارے صاع اور مد میں برکت کر دے اور اس کے بخار کو مقام جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

۳۲۳۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

مدینہ منورہ کے حرم ہونے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۲۱۳ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا، اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں، مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان نہ کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے گا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک اور امام شافعی مدینہ کے درختوں کے کاٹنے کو اور مدینہ کے جانوروں کے شکار کو حرام قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مباح قرار دیا ہے، اور اس حدیث میں امام شافعی، امام مالک اور ان کے موافقین کے قول پر دلیل ہے۔ (حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کریں)۔

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک مدینہ حرم ہے اس کے درختوں کو کاٹنا اور اس کے جانوروں کو شکار کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ مدینہ مکہ کی طرح حرم نہیں ہے پس مدینہ کے جانوروں کا شکار کرنے سے اور مدینہ کے درختوں کو کاٹنے سے منع نہیں کیا جائے گا. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کے جانوروں کے شکار سے منع کیا ہے اور درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے وہ بطور تحریم کے نہیں فرمایا، بلکہ اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ مدینہ کی زینت باقی رہے، کیونکہ امام طحاوی نے روایت کیا ہے حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کی عمارات کو نہ گراؤ کیونکہ یہ مدینہ کی زینت ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کے ام سلیم سے ایک بیٹے تھے۔ ابوعمیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو اس سے مزاح فرماتے تھے، ان کے پاس ایک پرندہ تھا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ابوعمیر کو غمگین دیکھا۔ آپ نے پوچھا کہ ابوعمیر کیوں اداس ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ ان کا پرندہ مرگیا آپ نے فرمایا: یا ابا عمیر ما فعل النغیر. یہ حدیث صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی اور دوسری کتب صحاح میں ہے۔ شوافع نے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ پرندہ حل یعنی مدینہ کے باہر سے لایا گیا تھا، لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حل سے اگر کوئی جانور حرم میں لایا جائے تو اس کا حکم بھی حرم کے جانور کا ہے اور اس کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک وحشی جانور تھا جو گھر میں کھیلتا تھا اور بھاگتا پھرتا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو ٹھہر جاتا اور چھلانگیں نہیں لگاتا تھا، اور امام طحاوی نے تین سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شکار کرتے تھے اور شکار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے، ایک دن انہیں دیر ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کا سبب پوچھا انھوں نے کہا یا رسول اللہ! شکار ہم سے بھاگ گیا اور ہم تیبت سے لے کر قناۃ تک شکار کا پیچھا کرتے رہے آپ نے فرمایا اگر تم عقیق میں شکار کرتے تو میں بھی تمہارے ساتھ جاتا، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مدینہ میں شکار کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ میں شکار کرنے کی جگہ حضرت سلمہ کو بتائی ہے۔[1]

احناف کہتے ہیں کہ اصل میں درختوں کا کاٹنا اور شکار کرنا حلال ہے مکہ مکرمہ میں دلائل قطعیہ سے ان کو حرام کر دیا گیا۔ اور مدینہ میں شکار اور درختوں کو کاٹنے کی حرمت پر دلیل قطعی نہیں پائی گئی اور جن احادیث میں درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے سے منع کیا ہے وہ تحریم کی بناء پر نہیں بلکہ مدینہ کی زینت کو باقی رکھنے کے لیے ہے کیونکہ درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے کا ثبوت دوسری صحیح احادیث میں ہے، اس لیے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ کی طرح حرم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مدینہ میں داخل ہونے کے لیے احرام نہیں باندھا جاتا۔

ل۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۳۰-۲۲۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اہل مدینہ کی شفاعت

حدیث نمبر ۳۲۱۳ میں ہے کہ جو شخص مدینہ کی بھوک پیاس اور محنت و مشقت کو برداشت کرے گا میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں "یا" شک کے لیے نہیں تنویع کے لیے ہے یعنی بعض اہل مدینہ کے حق میں آپ گواہی دیں گے اور بعض کی شفاعت کریں گے۔ یعنی نیکو کاروں کی نیکیوں پر گواہی دیں گے اور گنہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کی خصوصی شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے درجات زیادہ بلند ہوں گے یا ان پر حساب آسان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو عرش کے سایہ میں رکھ کر ان کی عزت افزائی کرے گا، یا وہ نورانی منبروں پر ہوں گے یا وہ جنت میں جلد جائیں گے۔

احد پہاڑ کی محبت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۲۱۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے بارے میں فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں: علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ میں ایسا علم اور ادراک پیدا کر دیا جس سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے اور آپ سے محبت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان منہا لما یھبط من خشیۃ اللہ "بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر جاتے ہیں، اور جیسا کہ ستون حنانہ آپ کے فراق میں رو دیا، اور جیسے کنکریوں نے تسبیح کی اور جیسے پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے بھاگا۔ اور جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ پر سلام کرتا تھا اور جیسے آپ نے درختوں کو بلایا اور وہ آپ کے بلانے پر آ گئے اور آپ نے حرا سے فرمایا اے حرا ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے اور صدیق ہے اور گوشت کے زہر آلود ٹکڑے نے آپ سے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے"۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اہل احد ہم سے محبت کرتے ہیں۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ پتھر بھی حضور سے محبت کرتے ہیں جو انسان آپ سے محبت نہ کرے وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے، پتھر کی حقیقت میں محبت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس کو کسی سے محبت نہ ہو اس کو سنگدل کہتے ہیں حضور کا کمال اعجاز یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت میں محبت نہیں ہے آپ نے اس میں بھی اپنی محبت جاری کر دی، پھر اگر پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو مسلمان اگر آپ سے محبت کرے تو آپ کب اسے اپنی محبت سے محروم کریں گے اور جو پتھر کے دل میں چھپی ہوئی محبت کو جان لیتے ہیں ان سے کائنات کی کون سی چیز مخفی رہ گی۔!

اہل مدینہ کو ایذاء دینے والوں پر لعنت

حدیث نمبر ۳۲۱۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے، قاضی عیاض نے فرمایا اس مضمون کی تمام احادیث میں یہی مراد ہے کہ جن لوگوں نے اہل مدینہ کو ایذاء پہنچائی اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں آگ میں پگھلائے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اہل مدینہ کو ایذاء دیں اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں مہلت نہ دے اور انھیں طاقت اور اقتدار نہ دے، بلکہ عنقریب ان پر موت طاری کر دے جیسا کہ بنو امیہ کی حکومت کے دور میں واقعہ حرہ کے فوراً بعد مسلم بن عقبہ ہلاک ہو گیا اور اس کے

چند ماہ بعد مسلم بن عقبہ کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا۔ باب نمبر ۳۰۹ میں ہم نے واقعہ حرہ اور یزید بن معاویہ اور مسلم بن عقبہ کے بارے میں تفصیلاً لکھ دیا ہے اور یزید بن معاویہ اور اس پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں ہم نے فقہاء اسلام کی آراء بیان کر دی ہیں۔

امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت

حدیث نمبر ۳۲۳۸ میں ہے جب ہم مدینہ پہنچے تو وہاں پر وبائی بخار پھیلا ہوا تھا اس پر یہ سوال ہے کہ حدیث صحیح میں وباء والی جگہ پر جانے سے منع فرمایا ہے۔ قاضی عیاض نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ ہے کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے اور وباء والے علاقے میں جانے سے آپ نے بعد میں منع فرمایا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس وقت ہوتی ہے جب وہ وباء تیزی سے پھیل رہی ہو جیسے طاعون وغیرہ اور یہ بخار اس طرح نہیں تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امراض متعدی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بیماری کے جو اسباب پیدا فرمائے ہیں ان میں سے ایک سبب امراض متعدیہ ہیں، اور جن احادیث میں تعدی کی نفی ہے جیسے من اجرب البعیر الاول: "پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی" اس سے مراد یہ ہے کہ تعدی امراض بنفسہ نہیں ہوتی۔ اور یہ سبب حقیقی نہیں ہے۔

کفار کے لیے دعاء ضرر

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے" اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے لیے مرض اور ہلاکت کی دعا کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کے لیے صحت اور سلامتی کی دعا کرنا مستحب ہے۔ بعض جاہل صوفیاء کہتے ہیں کہ دعا کرنا توکل کے خلاف ہے اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ جب پہلے تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے پھر دعا بے فائدہ ہے یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دعا کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں اور صراط مستقیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور قرآن مجید پر عمل کرنا ہے۔

مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے؟

حدیث نمبر ۳۲۳۲ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما" اور حدیث نمبر ۳۲۳۸ میں آپ کی یہ دعا ہے: "اے اللہ! مدینہ کو ہمارے نزدیک مکہ سے زیادہ محبوب کر دے"۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے تاہم مکہ کی یہ افضلیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے ماسوا میں ہے، اور ان احادیث کے پیش نظر حق یہ ہے کہ خواہ مکہ افضل ہو لیکن اجر و ثواب اور خیر و برکات مدینہ میں مکہ سے دو چند ہیں، اور مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب ہے نیز فتح مکہ کے بعد بھی حضور پر مدینہ میں رہنا فرض تھا اگر مکہ افضل ہوتا تو حضور کو مکہ میں رہنے کا حکم دیا جاتا۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے ایک بار فرمایا جب میں پہلی بار حج کے لیے گیا تو مجھ سے حضرت شاہ جمالی رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لیے آئے اور کہا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں، فقہاء کہتے ہیں کہ جب حج کے لیے جائے تو پہلے مکہ جا کر حج کرے اور پھر مدینہ منورہ میں آپ کے روضہ پر حاضر ہو اور علامہ سمہودی نے یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ کے روضہ پر جائے پھر جا کر حج کرے ان میں سے کس کی بات صحیح ہے

آپ نے فرمایا دونوں صحیح کہتے ہیں فقہاء نے ہم ایسے گنہگاروں کے لیے لکھا ہے کہ پہلے حج کر کے پاک ہو لیں پھر روضہ منورہ کی حاضری کے لیے مدینہ جائیں اور علامہ سمہودی نے آپ ایسے نیک لوگوں کے لیے لکھا ہے جو پہلے ہی پاک ہوتے ہیں وہ پہلے مدینہ منورہ جا کر آپ کے دربار پر حاضری دیں اور پھر حج کریں، علامہ اقبال کہتے ہیں:

تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم — دگر نہ جز تو مارا منزلے نیست

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے — اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اس پر تفصیلی گفتگو "مکہ افضل ہے یا مدینہ" کے تحت عنقریب آ رہی ہے۔

باب ۴۲۶ التَّرْغِيبِ فِي سُكْنَى الْمَدِينَةِ وَفَضْلِ الصَّبْرِ عَلَى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا

مدینہ منورہ کی تکالیف پر صبر کا بیان

۳۳۳۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کی سختیوں پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۳۳۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ قَطَنِ بْنِ وَهْبِ بْنِ عُوَيْمِرِ بْنِ الْأَجْدَعِ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي الْفِتْنَةِ فَأَتَتْهُ مَوْلَاةٌ لَهُ تُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَقَالَتْ إِنِّي أَرَدْتُ الْخُرُوجَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اشْتَدَّ عَلَيْنَا الزَّمَانُ فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللّٰهِ اقْعُدِي لَكَاعِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصْبِرُ عَلَى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یحنس مولیٰ زبیر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں فتنہ کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں آپ کی آزاد کردہ باندی حاضر ہوئی آ کر سلام کیا اور کہا اے ابو عبد الرحمان میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں، کیونکہ اس وقت حالات بہت خراب ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے وقوف عورت یہیں رہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۳۳۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ

قَطَنٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى مُصْعَبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَبَرَ عَلٰى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهُ شَهِيْدًا أَوْ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ۔

کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۳۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَأْوَاءِ الْمَدِيْنَةِ وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِيْ إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَوْ شَهِيْدًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو شخص بھی مدینہ کی تنگی اور سختی پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ أَبِيْ هَارُوْنَ مُوْسَى بْنِ أَبِيْ عِيْسٰى سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ الْقَرَّاظَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۲۴۵۔ وَحَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلٰى لَأْوَاءِ الْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا...... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حرمین طیبین میں اقامت گزیں ہونے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء اسلام نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث میں مدینہ کے مصائب پر صبر کے اجر اور مدینہ منورہ کی فضیلت کا بیان ہے اور مدینہ منورہ کی یہ فضیلت قیامت تک باقی ہے، مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل کا قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مستقل

رہائش اختیار کرنا مکروہ ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ پھر دل میں مکہ کا وقار اور احترام کم ہو جائے گا اور وہاں گناہ ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں گناہ کرنا باقی جگہوں کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نیکی کا زیادہ ثواب ہے، اور جو مستحب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہاں کی نمازوں کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے اور دیگر عبادات کا بھی بہت اجر ہے اور اقرب الی الصواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں میں رہائش اختیار کرنا افضل اور مستحب ہے البتہ جس شخص کو برائیوں اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اس کے حق میں مکروہ ہے سلف صالحین میں سے بہت سے لوگوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی اور جو شخص وہاں رہنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ برائیوں اور ان کے اسباب سے دست کش ہو جائے۔

باب ۴۲۷ صِيَانَةِ الْمَدِينَةِ مِنْ دُخُولِ الطَّاعُونِ وَالدَّجَّالِ إِلَيْهَا

طاعون اور دجال سے مدینہ منورہ کے محفوظ رہنے کا بیان

۳۲۴۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتا۔

۳۲۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا وہ مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا حتی کہ اُحد پہاڑ کے پیچھے اترے گا اور فرشتے وہیں سے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں (شام میں) ہلاک ہو جائے گا۔

باب ۴۲۸ الْمَدِينَةِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَتُسَمَّى طَابَةَ وَطَيْبَةَ

خبیث چیزوں کو مدینہ کا نکال دینا اور مدینہ کا طیبہ ہونا

۳۲۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ ایسا

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهٖ وَقَرِيْبَهٗ هَلُمَّ اِلَى الرَّخَاءِ هَلُمَّ اِلَى الرَّخَاءِ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْهُ اَلَا اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَالْكِيْرِ تُخْرِجُ الْخَبِيْثَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِيَ الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ ۔

۳۲۴۹ ۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحُبَابِ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ ۔

۳۲۵۰ ۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ الْخَبَثَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَدِيْدَ ۔

۳۲۵۱ ۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِيْنَةِ

آئے گا کہ لوگ اپنے عمزاد بھائیوں اور رشتہ داروں کو بلا کر کہیں گے کہ جہاں آسانی اور سہولت ہو اس جگہ چلو! عیش و عشرت کی طرف چلو! کاش کہ وہ اس بات کو جان لیتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے چلا جائے گا اللہ اس سے بہتر شخص کو لا کر مدینہ میں آباد کر دے گا۔ سنو! مدینہ ایک بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ خبیث لوگوں کو نکال کر باہر نہیں کر دے گا جیسا کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال پھینکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے، لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے اور وہ بُرے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے جیسے بھٹی میل کو دور کرتی ہے اور اس میں لوہے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس اعرابی کو مدینہ میں شدت سے بخار آنے لگا، وہ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا "میری بیعت واپس کر دو" رسول اللہ صلی

فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طِيبُهَا۔

اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا، وہ پھر آیا اور کہنے لگا میری بیعت واپس کر دو، آپ نے پھر انکار کیا وہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد! میری بیعت واپس کر دو، آپ نے پھر انکار فرما دیا، وہ اعرابی چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے، مدینہ میں آ سے بُرے میل کو دور کرتا ہے اور پاک چیز کو خالص اور صاف کرتا ہے۔

۳۲۵۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ وَإِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ طیبہ ہے اور میل کچیل کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح چاندی کے میل کو آگ دور کرتی ہے۔

۳۲۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوا نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

کیا مدینہ میں بدعقیدہ لوگوں کا رہنا اس کے بھٹی ہونے کے منافی ہے؟

حدیث نمبر ۳۲۴۸ میں ہے کہ مدینہ میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے، قاضی عیاض، علامہ نووی، علامہ عینی اور دیگر شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے یعنی آپ کے عہد میں مدینہ منورہ میں جو منافقین تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا، اور آپ کے عہد کے بعد مدینہ منورہ کا یہ وصف نہیں ہے کیونکہ آپ کے وصال کے بعد بہت سارے اخیار مدینہ منورہ سے چلے گئے، پہلے حضرت معاذ، حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابن مسعود اور سعد بن عبادہ گئے اور ان کے بعد حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عمار اور دوسرے صحابہ اور اخیار تابعین مدینہ سے چلے گئے، لیکن اس جواب پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت

تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ اپنے میل کو باہر نہیں نکال دے گا، اس کے جواب میں علامہ نووی، علامہ عینی اور علامہ وشتانی مالکی نے یہ لکھا ہے کہ قرب قیامت میں دجال کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا یہ وصف بھی ظاہر ہوگا، ایک سوال یہ ہے کہ روافض اور دوسرے بے دین لوگ بھی مدینہ میں رہتے ہیں، علامہ وشتانی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اگر یہ وصف عہد رسالت کے ساتھ خاص ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے اگر یہ وصف عام ہو تو اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کی بدعقیدگیوں کو مدینہ میں فروغ نہیں ہوگا[1] بعض علماء متاخرین نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ مرنے کے بعد مدینہ منورہ سے بدعقیدہ لوگوں کو قبروں سے نکال کر دوسرے علاقہ میں ڈلوا دیا جائے گا اور نیک لوگوں کو مدینہ منورہ منتقل کر دیا جائے گا۔ لیکن اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ کفار منافقین اور بدعقیدہ لوگوں کا اخراج صرف عہد رسالت اور قرب قیامت کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثم ترجف المدینۃ باھلھا ثلث رجفات یخرج اللہ کل کافر ومنافق[2]۔ (دجال کے زمانہ میں) "پھر مدینہ اپنے رہنے والوں کو تین جھٹکے دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو نکال کر باہر کر دے گا" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دجال کے خروج سے پہلے مدینہ میں کفار اور منافقین رہ رہے ہوں گے اور خروج دجال کے بعد تین زلزلوں سے ان کا اخراج کیا جائے گا اور اس سے واضح ہو گیا کہ بدعقیدہ لوگوں کا مدینہ منورہ سے اخراج یا زمانہ رسالت میں تھا اور یا قرب قیامت میں ہوگا اور اگر اب بدعقیدہ لوگ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں تو یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی رائے ہے۔[3]

مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

حدیث نمبر ۳۲۴۹ میں ہے کہ مدینہ ایسی بستی ہے جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے، علامہ نووی نے فرمایا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کے لشکروں کا مرکز ہے اور تمام ممالک سے اموال غنیمت مدینہ منورہ میں لائے جاتے ہیں، امام مالک نے فرمایا مدینہ منورہ تمام شہروں کے فضائل کا جامع ہے اور اس کی فضیلت تمام شہروں سے زیادہ ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے۔[4]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں مسند ابو یعلیٰ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نبی پر اس جگہ موت طاری کی جاتی ہے جو جگہ نبی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے" اور جو

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۸۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے اور جو جگہ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب ہوگی وہی جگہ سب سے زیادہ افضل ہوگی، اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ منورہ بشمول مکہ تمام شہروں سے افضل ہے اور مدینہ منورہ کیوں نہ افضل ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی ہے: "اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور میں مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں، جن چیزوں کے لیے ابراہیم نے دعا کی تھی، ان کی، اور اتنی ہی اور دعا کرتا ہوں۔" اور اس میں کیا شک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت ابراہیم کی دعا سے افضل ہے کیونکہ دعا کا مرتبہ دعا کرنے والے کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ جتنا محبوب بنا دے بلکہ اس سے زیادہ محبوب بنا دے" اور آپ کی یہ دعا قبول ہوئی کیونکہ حاکم کی روایت ہے کہ جب آپ مدینہ کو دیکھتے تو مدینہ کی محبت سے سواری کو تیز کر دیتے، نیز حاکم کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کا حکم دیا ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اب مجھے اس شہر میں بسانا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مدینہ محبوب ہے۔ اس استدلال پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے: ان مکۃ خیر بلاد اللہ "تمام شہروں سے بہتر مکہ ہے" اور ایک روایت میں ہے: ان مکۃ احب ارض اللہ الی اللہ "وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے"۔ علامہ سمہودی نے ان احادیث کے جواب میں فرمایا ہے کہ یہ احادیث ہجرت سے پہلے کے زمانہ پر محمول ہیں کیونکہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ سب سے زیادہ محبوب ہوگیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ میں اقامت فرض کی اور آپ نے اپنی امت کو مدینہ میں رہنے اور وہیں مرنے پر ابھارا، پس مدینہ کیونکر نہ افضل ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مسجد نبوی میں نماز کا اجر پچاس ہزار گنا ہوتا ہے اور کعبہ میں ایک لاکھ گنا ہوتا ہے" غرض۔ مکہ میں عبادات کا مدینہ سے دوگنا اجر ہوتا ہے لہٰذا مکہ، مدینہ سے افضل ہوا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی میں دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا اجر ہے اور مسجد حرام میں دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا اجر ہے۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۶، لہٰذا دونوں کا اجر مساوی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اس کا دوسرا جواب وہ ہے جو علامہ قسطلانی نے علامہ سمہودی سے نقل کیا ہے کہ اجر میں زیادتی مفضولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو شخص میدان عرفات جا رہا ہے اس کے لیے منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اگرچہ اجر مسجد حرام میں زیادہ ہے۔ حضرت عمر مسجد حرام میں اجر کی زیادتی کے قائل تھے اس کے باوجود وہ مدینہ کو افضل قرار دیتے تھے، اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما" اور آپ کی یہ دعا دنیاوی اور دینی امور دونوں کو شامل ہے، اس دعا کا تقاضہ

یہ ہے کہ اگر مکہ میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے تو مدینہ میں دو لاکھ نمازوں کا اجر ملے گا اور چوتھا جواب یہ ہے کہ مان لیجئے کہ مکہ میں ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مدینہ میں پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے لیکن مدینہ میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر بلحاظ عدد کم ہے لیکن قدر و قیمت کے اعتبار سے یہ پچاس ہزار نمازیں مکہ کی ایک لاکھ نمازوں سے بہت زیادہ ہیں جیسے سو روپے کا ایک نوٹ ایک ایک کے دس لوٹوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اور پانچواں جواب یہ ہے کہ مسجد حرام میں نمازوں کے اجر کی زیادتی افضلیت مدینہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مدینہ مسجد حرام کے علاوہ باقی مکہ پر افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عیاش مخزومی سے کہا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ، مدینہ سے افضل ہے؟ عبد اللہ نے کہا یہ اللہ کا حرم اور امن کی جگہ ہے اور اس میں بیت اللہ ہے، حضرت عمر نے فرمایا میں اللہ کے حرم اور اس کے بیت کے بارے میں نہیں کہہ رہا۔ حضرت عمر نے پھر اپنی بات دہرائی عبد اللہ نے پھر وہی جواب دیا۔ حضرت عمر نے پھر فرمایا میں اللہ کے حرم اور اس کے بیت کے بارے میں نہیں کہہ رہا پھر عبد اللہ کو اشارہ کیا گیا اور وہ چلے گئے۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ اگر مکہ میں حج کی فضیلت ہے تو اس کے مقابلہ میں مدینہ میں زیارت نبوی کی فضیلت ہے، مکہ میں مسجد حرام کی فضیلت ہے تو مدینہ میں مسجد نبوی کی فضیلت ہے، مکہ میں عمرہ کی فضیلت ہے تو مدینہ میں مسجد قبا کی فضیلت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چند کہ مدینہ میں مکہ سے کم عرصہ اقامت کی ہے۔ لیکن دین اسلام کے اظہار اور اعزاز کا سبب مدینہ ہے، اکثر فرائض اور ارکان اسلام کا نزول مدینہ میں ہوا۔ حضرت جبرائیل کا زیادہ نزول بھی مدینہ میں ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لیے مدینہ کو اپنا مستقر بنا لیا۔ حضرت امام مالک سے پوچھا گیا آپ مکہ میں رہنا پسند کریں گے یا مدینہ میں؟ حضرت امام مالک نے فرمایا میں مدینہ کو کیوں نہ ترجیح دوں کہ اس کے ہر راستہ پر حضور چلے ہیں اور جبرائیل نازل ہوتے ہیں طبرانی میں ہے: المدینۃ خیر من مکۃ "مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔" جندی کی روایت ہے: المدینۃ افضل من مکۃ "مدینہ مکہ سے افضل ہے۔" بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی تم اس کو یثرب کہتے ہو اور وہ مدینہ ہے وہ لوگوں کا میل کچیل اس طرح دور کرتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے۔

قاضی عبد الوہاب نے کہا اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ مدینہ تمام بستیوں کے فضائل کو جامع ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ مدینہ کے فضائل تمام بستیوں کے فضائل پر غالب ہیں یہاں تک علامہ سمہودی کا کلام ہے، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو مکہ سے افضل قرار دینے میں طویل بحث کی ہے، حالانکہ ہمارے امام، امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مکہ، مدینہ سے افضل ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہر شخص ایسی جگہ کو افضل کہتا ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے۔ (مصنف کا بھی یہی نظریہ ہے)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں، کہ امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی تم میں سے موت تک مدینہ میں رہ سکتا ہو وہ موت تک مدینہ میں رہے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ مدینہ کے خواص میں سے یہ ہے کہ مدینہ کا غبار، برص اور جذام بلکہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے اور امام رزین عبدری نے اپنی جامع میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ مدینہ کی کھجور زہر کا علاج ہے، ابن النجار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تعلیقاً روایت کیا ہے

کہ ہر شہر تلوار سے فتح ہوا اور مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے۔ اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مدینہ اسلام کا گنبد اور ایمان کا گھر ہے، ہجرت کی سرزمین اور حلال اور حرام کا مرکز ہے، مدینہ کے گرد و غبار، مدینہ کی گلیاں اور راستے، مدینہ کے مکان اور ماحول سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت شامل ہے۔[1]

مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت

حدیث نمبر ۳۲۴۹ میں ہے لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور یہ مدینہ ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص مدینہ کو یثرب کہے وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے۔ مدینہ کو یثرب کہنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ تثریب کے معنی ہیں ملامت کرنا، میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا مدینہ کو یثرب اس وجہ سے کہتے تھے کہ جو شخص مدینہ جاتا بیمار ہو جاتا اور لوگ اس کو ملامت کرتے تو وہاں گیوں گیا جو بیمار ہو گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد جو جگہ دار الوبا تھی وہ دار الشفاء بن گئی پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے اب بیمار جاتے ہیں تو صحت مند ہو جاتے ہیں پہلے لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے اور اب اگر کوئی حج کے لیے جائے اور مدینہ جائے بغیر لوٹ آئے تو لوگ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں!

مدینہ کا لفظ یا تو دین سے ماخوذ ہے جس کے معانی اطاعت ہیں اس کو مدینہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اطاعت الٰہی کا سب سے پہلا مرکز ہے یا یہ لفظ مدن سے ماخوذ ہے اور مدن کے معنی اجتماعیت کے ہیں اور مدینہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا سب سے پہلا مرکز ہے، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ہے: ومن اهل المدينة (توبہ: ۱۰۱) مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبہ اور طابہ فرمایا اس کے معنی خوشبو، پاکیزگی اور راحت کے ساتھ رہنے کے ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ إِرَادَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بِسُوْءٍ وَأَنَّ مَنْ أَرَادَهُمْ بِهِ أَذَابَهُ اللّٰهُ

اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے پر وعید

۳۲۵۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يُحَنَّسَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ بِسُوْءٍ يَعْنِي الْمَدِينَةَ أَذَابَهُ اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس شہر والوں یعنی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

---

[1] علامہ احمد بن محمد ابوبکر قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۰۲-۳۹۶، ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

۳۲۵۵ ۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا نَا حَجَّاجٌ ح وَحَدَّثَنِيهِ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَرَّاظَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ يُرِيدُ الْمَدِينَةَ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِي حَدِيثِ ابْنِ يُحَنَّسَ بَدَلَ قَوْلِهِ بِسُوءٍ شَرًّا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

۳۲۵۶ ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَارُونَ مُوسَى بْنِ أَبِي عِيسَى ح وَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو جَمِيعًا سَمِعَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۵۷ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ أَخْبَرَنِي دِينَارٌ الْقَرَّاظُ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔

۳۲۵۸ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نُبَيْهٍ الْكَعْبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بِدَهْمٍ أَوْ بِسُوءٍ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ نَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْقَرَّاظِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَعْدًا يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي مُدِّهِمْ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوْءٍ أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اہل مدینہ کے مُد میں برکت نازل فرما اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

ف: ان احادیث کی تشریح کے لیے حدیث نمبر ۳۲۱۵ کا مطالعہ کر لیا جائے۔

بَابُ ۲۳ تَرْغِيبِ النَّاسِ فِي سُكْنَى الْمَدِينَةِ عِنْدَ فَتْحِ الْأَمْصَارِ

فتوحات کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی ترغیب

۳۲۶۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ الشَّامُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَخْرُجُ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔

سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ملک شام فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، کاش وہ جانتے، پھر یمن فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، کاش وہ جانتے، پھر عراق فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی اور کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔

۳۲۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی۔ اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے، پھر شام فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور غلام کو لے کر شام چلی جائے گی اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان

فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ يُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

کے لیے بہتر ہے۔ پھر عراق فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل و عیال اور غلام کو لے کر چلی جائے گی اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔

بَابُ ۲۳ اِخْبَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَرْكِ النَّاسِ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ لوگ مدینہ کو خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے۔

۳۲۶۲ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ صَفْوَانَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيَّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَدِيْنَةِ لَيَتْرُكَنَّهَا اَهْلُهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ مُذَلَّلَةً لِلْعَوَافِيْ يَعْنِي السِّبَاعَ وَالطَّيْرَ قَالَ مُسْلِمٌ اَبُوْ صَفْوَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ يَتِيْمُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَشْرَ سِنِيْنَ كَانَ فِيْ حَجْرِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے خیر اور بہتر ہونے کے باوجود لوگ مدینہ کو درندوں اور پرندوں کے لیے چھوڑ دیں گے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ابو صفوان عبد اللہ بن عبد الملک یتیم تھے اور انھوں نے ابن جریج کی گود میں دس سال پرورش پائی ہے۔

۳۲۶۳ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ مدینہ منورہ کو اس کے خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور درندے اور پرندے اس میں رہیں گے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ پہنچنے کے ارادے سے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ عَوَافِي السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ رَاعِيَانِ مِنْ مُّزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا حَتّٰى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا۔

اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے آئیں گے اور مدینہ میں وحشی جانور دیکھیں گے، جب ثنیۃ الوداع کے پاس پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ مدینہ منورہ چھوڑنے کا یہ واقعہ قرب قیامت میں ہوگا اور اس کی وضاحت مزینہ کے ان دو چرواہوں سے ہوتی ہے جو قیامت آنے پر منہ کے بل گر پڑیں گے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ عصر اول میں گزر چکا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ جب مسلمان دین اور دنیا کے لحاظ سے بہت بہتر تھے، ان میں علماء، صلحاء اور زہاد موجود تھے اور فتوحات کی کثرت تھی اور مال و دولت کی فراوانی تھی اس وقت انھوں نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ اور دمشق کو دار الخلافت بنا لیا۔

بَابُ ۴۳۲ فَضْلِ مَا بَيْنَ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْبَرِهٖ وَفَضْلِ مَوْضِعِ مِنْبَرِهٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کی فضیلت

۳۲۶۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۳۲۶۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ مِنْبَرِيْ وَبَيْتِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۳۲۶۶۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

قبر انور کی فضیلت کے متعلق روایات

حدیث نمبر ۳۲۶۶ میں ہے: ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ فقط ابن عساکر کی روایات میں یہ حدیث ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة کے الفاظ سے ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بیت کی جگہ قبر کا لفظ خطا ہے،[1] تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام بزار نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔ اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔[1] ہوسکتا ہے حافظ ابن حجر کی مراد یہ ہو کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بیت کی جگہ قبر کا ذکر کرنا خطا ہے۔ بہرحال علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ قبر کے لفظ کو خطاء قرار دینا خود خطاء ہے کیونکہ امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ قبر کا لفظ روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں رجال ثقات کے ساتھ اس لفظ کو روایت کیا ہے اور بیت اور قبر کے لفظ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بیت سے مراد بیت عائشہ ہے اور اسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے۔[2]

ہر چند کہ بیت اور قبر کے لفظوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، تاہم قبر کے لفظ کے ساتھ اس روایت کو ہم باحوالہ پیش کرتے ہیں۔

حافظ نور الدین الہیثمی امام بزار کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة بنت سعد عن ابیھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما بین بیتی و منبری، او قبری و منبری روضة من ریاض الجنة۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت اور منبر کے درمیان یا میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

علامہ علی متقی ہندی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اور خطیب اور امام ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ[1]

میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

نیز علامہ علی متقی ہندی لکھتے ہیں امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

"مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ[2]

میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

امام بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مابین قبری و منبری وفی روایۃ ابن عبید قال مابین منبری و بیتی روضۃ من ریاض الجنۃ[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ اور ابن عبید کی روایت میں ہے میرے منبر اور بیت کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

کیا قبر انور حقیقۃً جنت کا باغ ہے؟

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بیت (یا میری قبر) اور منبر کے درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے چونکہ اس جگہ کو جنت پر محمول کرنا خلاف ظاہر تھا اس لیے فقہاء اسلام نے اس حدیث کی متعدد تاویلات کی ہیں: علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ جگہ نزول رحمت اور حصول سعادات میں جنت کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ عبادت کرنا دخول جنت کا سبب ہے یا یہ جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی۔[4]

علامہ ابوعبد اللہ وشتانی مالکی نے ان تمام تاویلات کا رد کیا ہے اور اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے، علامہ وشتانی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ ابوعبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی امتناع یا استبعاد نہیں ہے کہ یہ جگہ بنفسہٖ جنت کا ایک ٹکڑا ہو، یہ امر ممکن ہے اور شارع علیہ السلام نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے اس لیے اس پر ایمان لانا ضروری ہے) شیخ پر اعتراض کیا گیا کہ اس جگہ کے جنت ہونے سے مانع یہ چیز ہے کہ حدیث میں جنت کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ اس جگہ نہیں پائی جاتیں۔ شیخ نے فرمایا یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں پر وہ صفات ہوں اور ہمیں نظر نہ آتی ہوں، شیخ پر اعتراض کیا گیا کہ حکماء نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے دریا اور پہاڑ ہیں جو ہمیں نظر نہیں آ رہے تو اس کا یہ قول فاسد ہے۔ شیخ نے فرمایا اگر نبی علیہ السلام یہ فرمائیں کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور دریا ہیں جو ہمیں نظر نہیں آ رہے تو ہمیں اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۶۰، مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] ،، ،، ،، ،، کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۶۱

[3] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۴۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

مجھے اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ دکھائی گئی اور آپ کا یہ فرمانا حقیقت پر محمول ہے۔[1]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی نے اپنے شیخ رحمہ اللہ کی جو یہ تقریر نقل کی ہے یہی حق اور صواب ہے۔

قبر انور کعبہ اور عرش سے افضل ہے

اس مقام پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی افضلیت کا مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے سوا تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

ولا خلاف ان موضع قبره افضل بقاع الارض۔[2]

اس بات میں علماء کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

تمام علماء تسلسل اور تواتر کے ساتھ قبر انور کی تمام روئے زمین پر فضیلت کا اظہار کرتے رہے تا آنکہ آٹھویں صدی میں شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کا سب سے پہلے انکار کیا۔ شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

جس مٹی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں کہ کسی نے اس کو مسجد حرام (کعبہ) مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ سے افضل کہا ہو، البتہ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے اور ہماری معلومات کے مطابق ان سے پہلے یہ کسی نے نہیں کہا[3] اور اس اجماع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن تمام مساجد سے افضل ہے۔ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے یا جس جگہ مدفون ہوئے اس کا افضل ہونا لازم نہیں ہے اور اس کا افضل ہونا لازم نہیں جس سے آپ پیدا ہوئے، کیونکہ کوئی شخص بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ (حضرت) عبد اللہ کا بدن انبیاء (علیہم السلام) کے ابدان سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ، نوح نبی کریم ہیں اور ان کا بیٹا کافر تھا جو غرق کیا گیا اور ابراہیم خلیل الرحمن ہیں اور ان کا باپ آزر کافر تھا (حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارخ تھا) اور جن عبارات کی ان میں مسجد ہونے پر دلالت ہے وہ مطلق ہیں اور ان میں کوئی استثنیٰ نہیں ہے، نہ انبیاء کی قبروں کا استثناء ہے نہ صالحین کی قبروں کا اور اگر قاضی عیاض کی بات حق ہو تو ہر نبی بلکہ ہر نیک آدمی کا مدفن ان مساجد سے افضل ہو جو اللہ کے گھر ہیں اور اس طرح مخلوقین کے گھر خالق کے ان گھروں سے افضل قرار پائیں گے جنہیں بلند کرنے اور ان میں اللہ کا نام لینے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ قول دین میں بدعت ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے۔[4]

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۲۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

۳۔ قاضی عیاض سے پہلے علامہ ابن عقیل حنبلی اور علامہ ابو الولید باجی مالکی نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر آئندہ آ رہا ہے۔

۴۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۳۸، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے اس نظریہ پر جو دلائل قائم کیے ہیں یہ ان کی اس مشہور بدعت پر مبنی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کے قائل ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے (آسمان سے) نازل ہونے کی حدیث بیان کی پھر منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر بیان کیا کہ میرے اس اترنے کی طرح (اللہ تعالیٰ اترتا ہے) اس وجہ سے یہ کہا گیا کہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا قائل ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے جس طرح انبیاء علیہم السلام کی قبروں اور مساجد میں تقابل بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ انبیاء کی قبریں افضل ہوں اور اللہ کے گھر مفضول ہوں اس سے اسی عقیدہ تجسیم کی بو آتی ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے فاسد عقائد

شیخ ابن تیمیہ کو جن بدعات اور بد عقیدگیوں کی وجہ سے بار بار قید خانہ میں ڈالا گیا اور تا دم مرگ وہ قید خانہ ہی میں رہے ان بدعات اور بد عقیدگیوں کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں شیخ ابن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے، اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا میں یہ نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے اسی وجہ سے ابن تیمیہ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تحیز اور انقسام کا قائل ہے۔ بعض لوگوں نے ابن تیمیہ کو زندقہ (بے دینی اور گمراہی) کی طرف منسوب کیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد نہیں مانگنی چاہیے۔ اس قول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے اور آپ کی تعظیم کا انکار ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ابن تیمیہ منافق ہے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا تھا کہ آپ نے سترہ مقامات پر خطاء کی اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وہ جہاں بھی گئے انھوں نے شکست کھائی، انھوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے، اور ان کی جنگ حکومت کے لیے تھی دین کے لیے نہیں تھی اور ابن تیمیہ نے کہا کہ عثمان مال سے محبت کرتے تھے حضرت ابوبکر کے بارے میں کہا وہ بوڑھے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی کے بارے میں کہا کہ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا[2] اور حضرت علی سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

ہم نے شیخ ابن تیمیہ کی ان بدعات اور فاسد عقائد کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی تعظیم میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جس اجماعی عقیدہ کا ذکر کیا ہے اس کو بدعت اور خلاف اسلام کہنے والے شخص کی اپنی شرعی حیثیت کا تعین کیا جا سکے اور اس پر غور کیا جا سکے کہ آیا شیخ ابن تیمیہ کو اسلام کی نمائندگی کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اس درمیانی بحث کے بعد ہم پھر اصل بحث کی طرف لوٹتے ہیں۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ، الدرر الکامنہ ج ١ ص ١٥٤، مطبوعہ دار الجیل بیروت

[2] ״ ״ ״ الدرر الکامنہ ج ١ ص ١٥٥، ״

کعبہ اور عرش پر قبر انور کی فضیلت کے بارے میں فقہاء اسلام کی تصریحات

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تمام روئے زمین سے افضل ہے اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور صرف تمام روئے زمین سے ہی افضل نہیں، بلکہ تمام آسمانوں سے، عرش سے اور کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور آپ کی عالی قدر ہے۔ علامہ قرافی نے قواعد میں لکھا ہے کہ فضیلت کے کئی اسباب ہوتے ہیں، کبھی کسی چیز کی ذات میں فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ علم میں ہے کبھی کثرت عبادت کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے۔ کبھی ظرف کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے کبھی مجاورت (قرب اور اتصال) کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی جلد کی قرآن مجید کی وجہ سے فضیلت ہے اور کبھی کسی جگہ مقام کرنے کی وجہ سے اس مقام کی فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی فضیلت تمام روئے زمین پر ہے لہذا شفاء میں جو لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سب سے افضل ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ افضلیت کا مدار اعمال ہیں اور قبر پر کوئی عمل نہیں ہے اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ صرف قرآن مجید افضل ہو اور اس کی جلد افضل نہ ہو اور اس بات کا باطل ہونا بالکل بدیہی ہے۔ علامہ سبکی نے اس کی موافقت میں فرمایا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر روئے زمین میں سب سے افضل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے تو اس سے قبر انور مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ یہ اشعار ہیں:

جزم الجميع بأن خير الأرض ما ——— قد أحاط ذات المصطفى وحواها

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ روئے زمین میں سب سے افضل جگہ وہ ہے جہاں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوں

ونعم لقد صدقوا بساكنها علت ——— كالنفس حين زكت زكى مأواها

اور انہوں نے کیا ہی سچی بات کہی ہے کیونکہ جب کوئی شخص عظیم ہو تو اس کے رہنے کی جگہ بھی عظیم ہوتی ہے۔

اور علامہ ابن عبد السلام نے فرمایا کہ عمل کے علاوہ اور وجوہات سے بھی فضیلت ہوتی ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تمام جگہوں سے افضل ہے کیونکہ آپ کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضوان اور فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اس لیے یہ دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ وہاں اعمال کر رہے ہیں اور آپ کے اعمال کا بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے ہر چند کہ یہ بات صحیح ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ قبر میں فی نفسہٖ کوئی فضیلت نہیں ہے تب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں رہنے کی وجہ سے اس کی فضیلت ہے اور احناف میں سے علامہ سروجی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی فضیلت کے سبب یہ کافی ہے کہ ہر شخص اس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے (علامہ خفاجی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے جن کی قبریں آپ کی قبر کے ساتھ ہیں، عوارف المعارف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجزاء بدنی زمین کی ناف سے لیے گئے ہیں جو کعبہ کی جگہ ہے اور وہی جگہ تکوین کی اصل

ہے اور تمام کائنات اس کے تابع ہے اور جب طوفان نوح آیا تو وہ مٹی بہہ کر مدینہ میں اس جگہ آ گئی جہاں آپ کی قبر ہے۔ لیکن یہ بات تعجب خیز ہے اور بغیر نقل کے ثابت نہیں ہوگی، اور اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ کی زیارت کی اور یہ خبر دی کہ عنقریب آپ کو اس جگہ دفن کیا جائے گا پھر بنی اسرائیل کے چار سو خبر دینے والے آپ کی بعثت کا انتظار کرتے رہے اور جب آپ مبعوث ہو گئے تو انہوں نے نہیں پہچانا فلعنة اللہ علی الکافرین، اور اس مقام پر یہ بحث کی جاتی ہے کہ قبر کی جو جگہ آپ کے جسد اطہر سے متصل ہے جب وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ بغیر کسی اختلاف کے مدینہ، مکہ سے افضل ہو کیونکہ اسی زمین کے ٹکڑے کا کچھ زیادتی کے ساتھ نام مدینہ ہے اور نیز کی زیادتی بھی خیر ہوتی ہے۔ پھر فقہاء اسلام نے مدینہ کی فضیلت میں کیوں اختلاف کیا؟ علاوہ ازیں ہم یہ کہیں گے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور وہاں رہائش اختیار کی تو مدینہ مکہ سے افضل ہو گیا کیونکہ مکان کا شرف مکین سے ہوتا ہے اور ہمارے شیخ علامہ قاسم کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے اس جگہ کی فضیلت آپ کے دفن بلکہ آپ کے وصال بلکہ آپ کی ہجرت سے بھی پہلے ثابت ہے اور اس جگہ کی کعبہ، عرش، اور کرسی پر فضیلت آپ کے دفن کے بعد ہوئی ہے، پھر ایک بحث یہ ہے کہ جنت میں جو آپ کا مقام ہوگا کیا یہ جگہ اس سے بھی افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ اس جگہ ہیں یہ جگہ افضل ہے اور جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے تو جنت افضل ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جگہ جنت سے نقل کی گئی ہے یا جنت اس جگہ منتقل کر دی جائے گی۔ [1]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے وہ تمام روئے زمین حتیٰ کہ کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ امام ابن عساکر، علامہ باجی اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے (یاد رہے کہ قاضی عیاض کی وفات ۵۴۴ھ میں ہے، امام ابن عساکر کی وفات ۵۷۱ھ میں ہے اور علامہ ابو الولید باجی کی وفات ۴۹۴ھ میں ہے، اس لیے شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قاضی عیاض سے پہلے یہ اجماع کسی نے ذکر نہیں کیا، لگتا ہے کہ امام ابن عساکر اور علامہ ابو الولید باجی کی تصریحات شیخ ابن تیمیہ کی نظر سے نہیں گزریں، سعیدی) بلکہ تاج الدین سبکی نے بھی یہ اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ سید سمہودی نے فضائل مدینہ میں ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور علامہ فاکہانی نے تصریح کی ہے کہ "یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے اور ان کی عبارت یہ ہے کہ ہر چند کہ کسی نے اس کا صراحت سے ذکر نہیں کیا تاہم علماء امت پر یہ بات پیش کی جاتی تو ان کا اس میں اختلاف نہ ہوتا کہ یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے جبکہ احادیث میں وارد ہے کہ آسمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ مشرف کیا گیا بلکہ اگر یہ بھی کہا جائے کہ تمام زمین کے حصے تمام آسمانوں سے افضل ہیں تو مستبعد نہیں ہے کیونکہ زمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں آپ فروکش ہیں بلکہ میرے نزدیک یہی متعین ہے۔" اور بعض علماء نے یہ حکایت کی ہے کہ زمین کی مٹی سے انبیاء علیہم السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں دفن ہوئے اھ

[1] علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۳۲-۵۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

لیے زمین آسمانوں سے افضل ہے، لیکن علامہ نووی شافعی نے یہ لکھا ہے کہ جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہیں یعنی زمین کے ان حصوں کے ماسوا سے جن میں انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ جس جگہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن متصل ہے وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ زمان و مکان کے تمام حصص اور افراد فی ذاتہٖ متساوی ہیں اور ان کی فضیلت ان میں کیے جانے والے اعمال سے ہوتی ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اعمال کے علاوہ بھی زمان اور مکان کو فضیلت حاصل ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضوان اور فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اس جگہ اور اس میں رہنے والے کو جو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہے اس کا ادراک کرنے سے عقول عاجز ہیں، علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور وہاں آپ کے اعمال دوگنے چوگنے ہو رہے ہیں اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہیں اس کی فضیلت دو اعتبار سے ہے ایک اس لحاظ سے کہ آپ اس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور دوسرے اس لحاظ سے کہ اس جگہ فرشتوں کا اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور ہم یہ نہیں مانتے کہ اس جگہ کی فی نفسہٖ کوئی فضیلت ہے، بلکہ اس جگہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ آپ اس جگہ آرام فرما ہیں۔[1]

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: قاضی عیاض اور دوسرے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جس جگہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک متصل ہے وہ کعبہ سے بھی افضل ہے، اور اختلاف قبر مبارک کے ماسوا میں ہے، اور ابن عقیل حنبلی نے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور فاکہانی نے تصریح کی ہے کہ یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے، اور کہا ہے کہ ظاہر اور متعین یہ ہے کہ تمام روئے زمین تمام آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آرام فرما ہیں اور اس لیے بھی کہ انبیاء علیہم السلام زمین سے پیدا ہوئے اور زمین میں دفن ہوئے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ جمہور کا موقف یہ ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہے یعنی اس جگہ کے ماسوا جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے۔[2]

علامہ علائی لکھتے ہیں کہ جو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ متصل ہے وہ مطلقاً افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔[3]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ صاحب لباب نے کہا ہے کہ جو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل ہے وہ جگہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔[4]

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی لکھتے ہیں: علامہ ابو الولید باجی اور قاضی عیاض وغیرہ نے لکھا ہے کہ جو جگہ نبی صلی

---

[1] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۲۹۶-۲۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ ۱۳۹۰ھ

[3] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی هامش الرد ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ

[4] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ۔

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل ہے وہ کعبہ سے افضل ہے، اسی طرح علامہ ابوالیمن بن عساکر نے تحفہ میں لکھا ہے اور ابو محمد عبداللہ بن ابی عمر بسکری نے بھی اس پر یقین کیا ہے بلکہ قاضی تاج الدین سبکی نے ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے [1]

نوٹ: یاد رہے کہ علامہ ابوالولید باجی کا سن وفات ۴۹۴ھ ہے اور ابن عقیل حنبلی کا سن وفات ۵۱۳ھ ہے ان دونوں نے تصریح کی ہے کہ یہ جگہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے اور یہ دونوں قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ سے مقدم ہیں، اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ لکھنا کہ قاضی عیاض سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا، خلاف واقع کذب اور غلط بیانی ہے۔

نیز علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی فضیلت کا باعث ہیں، یہ امت خیر امت آپ ہی کی وجہ سے ہے تو پھر آپ کی قبر انور تمام روئے زمین سے افضل کیوں نہیں ہو گی جبکہ آپ منبع فیض و خیرات ہیں اور آپ کی قبر شریف پر آنا اور آپ کی زیارت کرنا، آپ کی شفاعت اور آپ کے وسیلہ کا سوال کرنا تمام عبادات سے افضل ہے اور آپ کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں پھر آپ کی قبر افضل کیوں نہ ہو گی جبکہ وہ ان خیرات کا سبب ہے اور وہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہے بلکہ افضل ریاض الجنۃ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں ایک کمان جتنی جگہ بھی مل جائے تو دنیا و ما فیہا سے افضل ہے [2]

قبر انور کے افضل از عرش ہونے پر دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی افضلیت پر میرے شیخ علامہ سید سید احمد کاظمی قدس سرہ نے یہ دلیل دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں، اور وہ اللہ کے شکر گزار بندے ہیں کیونکہ تمام انبیاء شاکرین ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
لئن شکرتم لازیدنکم (ابراہیم: ۷) "اگر تم شکر کرو تو میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا" اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو زمین سے چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گیا اگر اس سے زیادہ بلندی اور عظمت عرش پر ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر لے جاتا کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو زمین پر لا کر قرب قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کرائے گا، معلوم ہوا کہ عظمت اور بلندی عرش پر نہیں آپ کے قرب اور جوار میں ہے اور اس جگہ ہے جہاں آپ مدفون ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قبر انور عرش معلیٰ سے افضل ہے۔

میرے استاذ علامہ عطا محمد بندیالوی مدظلہ نے فرمایا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا اقسم بھذا البلد۔ وانت حل بھذا البلد (بلد: ۱-۲) "میں اس شہر کی قسم صرف اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں" تو مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ کی وجہ قسم بننے کی عزت اور کرامت صرف اس وجہ سے ملی ہے کہ آپ اس شہر میں ہیں اور جب آپ مدینہ منورہ گئے تو وہ فضیلت مدینہ کو حاصل ہو گئی، جب آسمانوں پر گئے، تو آسمانوں کو عزت ملی، عرش پر پہنچے تو عرش کو کرامت ملی اور اب جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ سب سے افضل ہے۔

---

[1] علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳، ص ۵۱۴ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ قاہرہ، ۱۳۹۵ھ
[2] " " " " سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳، ص ۴۵۵-۴۵۶ "

مجھے یہ وجہ سمجھ آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ مدفون ہیں (خواہ اس کو بیت قرار دیں یا قبر) اس کے متعلق آپ نے فرمایا یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے (اس حدیث کے حوالے اس باب کی شرح میں آ چکے ہیں) اور جنت کے بارے میں حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا۔ [1] "ایک چابک کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے" اس سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے پس کعبہ، بیت المقدس، وغیرہ ہر جگہ ــــــ سے افضل وہ جگہ ہے جہاں آپ آرام فرما ہیں۔

مواجہ اقدس میں سلام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب زائر منہ کرے یا پیٹھ؟

جس وقت زائرین سلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ کی طرف زائرین منہ کریں تو قبلہ کی جانب پیٹھ ہوتی ہے۔ اہل اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ زائر کا منہ آپ کی جانب ہونا چاہیے، خواہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ایسا مسئلہ ہوتا تو آپ ہی کی طرف منہ کیا جاتا خواہ قبلہ کو پیٹھ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی قبر انور میں زندہ ہیں، اس لیے اب بھی آپ ہی کی طرف منہ کرنا چاہیے اور جب مسجد میں علماء کرام خطبہ دیتے ہیں یا تقریریں کرتے ہیں یا دعا کرتے ہیں تو ان کا منہ لوگوں کی جانب ہوتا ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے تو جب عام لوگوں کی رعایت سے ان کی طرف منہ کیا جاتا ہے خواہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت اور آپ کے ادب کے پیش نظر آپ کی طرف منہ کیوں نہیں کیا جائیگا اور آپ کی طرف پیٹھ کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے سوا تمام اہل اسلام کا یہی نظریہ ہے، شیخ ابن تیمیہ یہ کہتے ہیں کہ زائر آپ کی طرف پیٹھ کر کے آپ کو سلام کرے اور منہ کعبہ کی طرف کرے، لکھتے ہیں:

وتنازعوا فی السلام علیہ فقال الاکثرون کمالک واحمد وغیرھما: یسلم علیہ مستقبل القبر وھو الذی ذکرہ اصحاب الشافعی اظنہ منقولا عنہ وقال ابو حنیفۃ واصحابہ بل یسلم علیہ مستقبل القبلۃ بل نص ائمۃ السلف علی انہ لا یوقف عندہ للدعاء مطلقا [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، امام مالک، امام احمد اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ آپ کی قبر کی طرف منہ کرے، امام شافعی اور ان کے اصحاب سے بھی یہی منقول ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے بلکہ ائمہ متقدمین نے اس کی تصریح کی ہے کہ دعا کے لیے قبر پر مطلقاً نہ ٹھہرے۔

شیخ ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ کی طرف جو یہ منسوب کیا ہے کہ وہ قبر کو پیٹھ اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ کذب اور خلاف واقع ہے، امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں قبر انور کی طرف منہ کرنے کی روایت بیان کی ہے اور

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۴۔ ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۱۱۶، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود سعودی عربیہ

تمام احناف کا یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں:

عن نافع عن ابن عمر قال من السنۃ ان تأتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلۃ وتجعل ظهرك الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجھك ثم تقول السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آؤ تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور منہ قبر انور کی طرف کرو پھر کہو السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[۱]

"پھر قبر شریف پر آئے اور اس کی دیواروں کی طرف منہ کرے اور قبلہ کو پیٹھ کرے اور قبر کے سر کی جانب سے آئے چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور ابو اللیث سے جو یہ منقول ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے یہ اس لیے مردود ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاؤ تو قبر کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرو پھر کہو السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[۲]

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

پھر ہاتھ باندھ کر ادب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو اور آپ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ کرے خواہ اس سے قبلہ کی طرف پیٹھ ہو۔[۳]

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے اور دعا مانگے تو قبلہ کی بجائے آپ کی قبر کی طرف منہ کرے۔[۴]

علامہ ابن الحاج مالکی لکھتے ہیں کہ ابن وہب کی روایت ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ جب زائر آپ کو سلام کرے اور دعا مانگے تو قبلہ کی بجائے قبر کی طرف منہ کرے۔[۵]

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

پھر قبر پر آؤ اور کعبہ کی طرف پیٹھ پھیر لو اور قبر کے وسط کی طرف منہ کرکے کہو السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[۶]

علامہ نووی لکھتے ہیں: پھر قبر کریم پر آئے اور قبلہ کو پیٹھ کرے اور قبر کی دیوار کی طرف منہ کرے۔[۷]

۱۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم مع شرحہ للقاری ص ۱۰۳، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور۔

۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۳۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۴۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

۵۔ علامہ محمد بن محمد ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ، المدخل ج ۱ ص ۲۶۱، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

۶۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۸ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ قسطلانی آداب زیارت کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زائر کو چاہیے کہ دعا اور عاجزی اور استغاثت اور تشفع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے میں کثرت کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شفاعت طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے حق میں شفیع بنا دیتا ہے۔"[1]

بَابُ ۲۳۳ فَضْلِ اُحُدٍ

اُحد پہاڑ کی فضیلت

۳۲۶۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا وَادِيَ الْقُرٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ مُسْرِعٌ فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فَلْيُسْرِعْ مَعِيْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَمْكُثْ فَخَرَجْنَا حَتّٰى اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ وَهُوَ جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے جب ہم واپس آئے اور وادی قُریٰ میں پہنچے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جلدی ہے تم میں سے جو شخص چاہے وہ میرے ساتھ جلد چلے اور جو ٹھہرنا چاہے وہ ٹھہر جائے، ہم آپ کے ساتھ چل دیے، جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا یہ طابہ ہے اور یہ احد ہے، یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۳۲۶۸ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُحُدًا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۳۲۶۹ - وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ نَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ فَقَالَ اِنَّ اُحُدًا جَبَلٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

---

[1] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ .

باب ۴۲۵۱، حدیث نمبر ۳۲۱۱ کی تشریح میں ان احادیث کی تشریح آچکی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

بَابُ ۴۳۴ فَضْلِ الصَّلٰوةِ بِمَسْجِدَيْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت

۳۲۷۰ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے ماسوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔

۳۲۷۱ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْ غَيْرِهٖ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے ماسوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔

۳۲۷۲ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِمْصِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ مَوْلَى الْجُهَنِيِّيْنَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ

ابو سلمہ بن عبد الرحمان اور ابو عبد اللہ اغر کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد میں نماز سے ایک ہزار گنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء اور آپ کی مسجد آخر المساجد ہے۔ ابو سلمہ اور ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابو ہریرہ بروشنے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حیثیت

صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ مَسْجِدَهُ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ وَأَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ نَشُكَّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَقُوْلُ عَنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَا ذٰلِكَ أَنْ نَسْتَثْبِتَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حَتّٰى إِذَا تُوُفِّيَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ تَذَاكَرْنَا ذٰلِكَ وَتَلَاوَمْنَا أَنْ لَا نَكُوْنَ كَلَّمْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى يُسْنِدَهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ سَمِعَهُ مِنْهُ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ جَالَسَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ وَالَّذِيْ فَرَّطْنَا فِيْهِ مِنْ نَصِّ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّيْ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ مَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔

سے بیان کیا تھا، ہم اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ کی سند کے ساتھ یقینی طور پر نہیں معلوم کر سکے، حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، بعد میں ہم کو یہ حدیث یاد آئی پھر ہم کو افسوس ہوا کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تحقیق کیوں نہ کر لی تاکہ وہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کر کے سناتے، ہم اسی مسئلہ میں بات کر رہے تھے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ آ کر بیٹھ گئے، ہم نے اس حدیث کی سند کے بارے میں ان سے وہ سوال کیا جو ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنا تھا۔ عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

٣٢٧٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَأَلْتُ أَبَا صَالِحٍ هَلْ سَمِعْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَذْكُرُ فَضْلَ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابوصالح سے دریافت کیا: کیا تم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے تھے، انھوں نے کہا نہیں، لیکن میں نے عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا

اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ اَوْ كَاَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔

مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

۳۳۷۴ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالُوْا نَا يَحْيَى الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۳۷۵ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

۳۳۷۶ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

حضرت عبید اللہ سے بھی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

۳۳۷۷ - وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مُوْسَى الْجُهَنِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

۳۳۷۸ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت بیان کی گئی ہے۔

۳۲۷۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ امْرَأَةً اشْتَكَتْ شَكْوَى فَقَالَتْ إِنْ شَفَانِيَ اللهُ لَأَخْرُجَنَّ فَلَأُصَلِّيَنَّ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَبَرَأَتْ ثُمَّ تَجَهَّزَتْ تُرِيدُ الْخُرُوجَ فَجَاءَتْ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَأَخْبَرَتْهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ اجْلِسِي فَكُلِي مَا صَنَعْتِ وَصَلِّي فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَلٰوةٌ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ الْكَعْبَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کچھ بیمار ہو گئی وہ کہنے لگی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں بیت المقدس جا کر نماز پڑھوں گی، کچھ دنوں کے بعد وہ ٹھیک ہو گئی اور اس نے وہاں جانے کی تیاری شروع کر دی اور زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام عرض کرنے کے بعد اپنا حال بیان کیا، انھوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور تم نے جو کھانا پکایا ہے اس کو کھاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھ لو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد کعبہ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں؟

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت مسجد نبوی میں نماز پڑھنا لاکھوں نمازوں سے افضل ہے، اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۷۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔" اس حدیث میں مسجد حرام کے استثناء کا بیان کرتے ہوئے علامہ سمہودی فرماتے ہیں: اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ باقی مساجد سے مسجد نبوی کی ایک نماز ہزار درجہ افضل ہے اور مسجد حرام سے بھی افضل ہے لیکن ایک ہزار درجہ افضل نہیں ہے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجد حرام کی نماز باقی مساجد سے سو گنا افضل ہے لہٰذا مسجد نبوی کی نماز باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہوئی اور مسجد حرام سے نو سو درجہ زیادہ ہوئی۔[1]

اسی بحث میں علامہ سمہودی نے مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد

[1] علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ ھ

کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس سے یعنی مسجد مدینہ سے (بروایت ابن خزیمہ) ایک سو نمازوں سے افضل ہے، اور ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ زیادہ افضل ہے۔" اور شیخ ابن حزم ظاہری اور علامہ ابن عبد اللہ مالکی کا یہی رجحان ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا، مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہو اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے۔[1]

علامہ سمہودی نے مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کے بارے میں احادیث نقل کر دی ہیں اور یہ دونوں حدیثیں بظاہر متعارض ہیں اور کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہے اس سلسلہ میں آسان بات یہ ہے کہ علامہ عینی نے ابن ماجہ کے حوالے سے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوٰۃ فی مسجدی افضل من مأۃ الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلوٰۃ فی المسجد الحرام افضل من مأۃ الف صلوٰۃ فیما سواہ۔ "میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مسجدوں کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔[2] اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللّٰھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ[3] "اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں مدینہ میں اس کی دوگنی برکتیں نازل فرما۔" اور یہ دعا دین اور دنیا کی تمام برکتوں کو شامل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کے لفظ کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں عموم اور شمول ہی مناسب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کے لیے مکہ سے زیادہ محبوب ہونے کی دعا فرمائی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے، علامہ سمہودی، علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی[4] اور دیگر اہل محبت کا یہی نظریہ ہے اس کے برخلاف بعض معاصرین نے لکھا ہے:

"اگر یہ سوال ہو تو اس دعا کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں نماز کا ثواب بھی مکہ مکرمہ میں نماز کے ثواب سے دگنا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ برکت کا لفظ دین اور دنیا کی برکت میں محتمل ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت دے" نے اس کو دنیا کی برکت سے خاص کر دیا یا دنیاوی برکت مراد ہے، یا خارجی دلیل سے نماز خاص کر لی گئی ہے۔[5]"

بعض معاصرین کا یہ کلام متعدد وجوہ سے باطل ہے اول اس وجہ سے کہ ضعفین، ضعف کا تثنیہ ہے اور ضعف کا

---

[1] ۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۱۹ - ۴۱۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۸ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[5] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۴۸، الجدوہ پرنٹرز فیصل آباد

معنی دوگنا ہے، علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں ضعف الشئ مثلاہ[1] کسی شئ کا ضعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں اور ضعفین کا معنی ہے دو ضعف اس لیے لغت اور قواعد عرب سے ضعفین کا معنی چار گنا ہوا اس لیے ان کا اس کے ترجمہ میں دوگنا لکھنا غلط ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ انھوں نے برکت کے لفظ کو مجمل قرار دیا ہے حالانکہ مجمل اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے متعدد معانی ہوں جو ایک دوسرے سے متعارض ہوں جن کی وجہ سے ایسا اشتباہ پیدا ہو جائے جو مخاطب سے تفسیر معلوم کیے بغیر نفس عبارت سے دور نہ ہو[2] اور یہاں پر برکت کے متعدد معانی نہیں ہیں بلکہ متعدد افراد ہیں دنیاوی برکت اور دینی برکت اور جس لفظ کے متعدد افراد ہوں وہ مجمل نہیں عام ہوتا ہے، علامہ جیون لکھتے ہیں: اما العام فما یتناول افرادا متفقة الحد وعلی سبیل الشمول[3] لفظ عام ایسے افراد کو اجتماعی طور پر شامل ہوتا ہے جن کی تعریف ایک ہو" اسی لیے برکت کے لفظ کو عام کے بجائے مجمل قرار دینا غلط ہے اور عدم تدبر کا نتیجہ ہے، دراصل ابتداءً شیخ ابن حزم ظاہری نے اس حدیث میں برکت کے لفظ کے عموم کا انکار کیا جس کو علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی اور علامہ عینی وغیرہم نے نقل کیا اور یہ صاحب بالعموم علامہ عینی ہی کی عبارت سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کی شرح کے بعض حصوں کا لفظی ترجمہ پیش کر دیتے ہیں لیکن غالباً ان سے یہاں چوک ہو گئی، انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ علامہ عینی نے آگے چل کر ابن حزم کا رد بھی نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقال ابن حزم لاحجة فی حدیث الباب لهم لان تکثیر البرکة بها لایستلزم الفضل فی امور الآخرة ورده القاضی عیاض بان البرکة اعم من ان تکون فی امور الدین او الدنیا لانها بمعنی النماء والزیادة فاما فی الامور الدینیة فلما یتعلق بها من حق الله من الزکوٰت والکفارات ولاسیما فی وقوع البرکة فی الصاع والمد۔[4]

اس باب کی حدیث میں افضلیت مدینہ کے قائلین کی دلیل نہیں ہے کیونکہ برکت میں کثرت سے یہ لازم نہیں ہے کہ اخروی امور میں بھی اجر حاصل ہو، قاضی عیاض نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ یہاں برکت عام ہے خواہ دین میں ہو یا دنیا میں ہو، کیونکہ برکت کے معنی بڑھنا اور زیادتی ہے، اور مدینہ کی دینی برکت یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور دنیاوی برکت یہ ہے کہ صاع اور مد کی پیداوار والی چیزوں میں زیادتی ہوتی ہے۔

باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ دوسرے قرائن سے یہاں برکت کو خاص کر لیا جائے گا اور برکت سے مراد دنیاوی برکت ہوگی سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ مکہ میں جو برکتیں ہیں ان کو مدینے میں چوگنا کر دے اور مکہ میں دنیاوی برکت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دینی برکت پر دلیل ہے کیونکہ مکہ کے صاع اور مد میں برکت اور زیادتی کا ثبوت

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۲۰۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ
[2] علامہ احمد جیون متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۹۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی۔
[3] " " " نور الانوار ص ۶۷
[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱۰ ص ۲۲۸ - ۲۲۷، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نہیں ہے بلکہ نمازوں کے اجر میں زیادتی کا ثبوت ہے اس لیے اس دعا کا ثمرہ یہی ہے کہ مکہ میں نمازوں کا جتنا اجر ہوتا ہے مدینہ میں اس کا چار گنا زیادہ ہو جائے۔ اے اللہ اس کتاب کے مصنف اور اس کے قارئین کو مسجد نبوی اور مسجد حرام کی نمازوں کی لذت اور برکت عطا فرما! (آمین)

مدینہ منورہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دعائیں منقول ہیں ایک دعا میں صاع اور مد کے الفاظ ہیں اے اللہ اہل مدینہ کے صاع اور مد میں برکت دے (صاع اور مد، ناپنے کے پیمانے ہیں) اور دوسری دعا میں برکت کا لفظ عام ہے۔ علامہ باجی نے ان دونوں دعاؤں کی تشریح عمومی برکت کے ساتھ کی ہے جس کو قارئین کی علمی ضیافت کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

علامہ باجی صاع اور مد میں برکت والی حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برکت سے دنیا اور آخرت کی برکت مراد ہو۔ دنیاوی برکت یہ ہے کہ جس طعام کی ان پیمانوں سے پیمائش کی جائے، اس میں برکت ہو کہ وہ طعام اتنے لوگوں کو کافی ہو جائے جتنے لوگوں کو دوسرے پیمانوں سے حاصل شدہ طعام کافی نہیں ہوتا، یا ان پیمانوں سے تجارت میں برکت اور غیر معمولی نفع حاصل ہو یا ان پیمانوں کا مظروف مراد ہے یعنی ان کے پھلوں اور غلوں کی پیداوار میں برکت ہو اور دینی برکت اس عشر اور زکوٰۃ میں ہے جو ان پھلوں سے ادا کی جائے گی اور ان کی وجہ سے جو مالی عبادات اور کفارات ادا کیے جائیں گے، ان میں برکت مراد ہے اور یہ دینی برکت ہے۔[1]

قاضی ابوالولید باجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی ادعوک للمدینۃ بمثل ما دعاک بہ لمکۃ ومثلہ معہ۔ "اے اللہ! میں تجھ سے مدینہ کے لیے ان چیزوں کی دعا کرتا ہوں جن چیزوں کی حضرت ابراہیم نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور اس جیسی ایک اور مثل کی دعا کرتا ہوں۔" علامہ باجی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ مدینہ کے لیے آپ نے دگنی دعائیں اسی لیے مانگی ہیں کہ اس کو وہ فضیلت حاصل ہو جس سے مکہ قاصر ہے۔ علامہ باجی فرماتے ہیں کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بالخصوص اہل مکہ کی دنیا کے لیے دعا مانگی اور کہا وارزق اھلہ من الثمرات "اہل مکہ کو پھل عطا فرما۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے اس کی دعا کی ہے اور اس کے ساتھ ایک اور مثل بھی مانگی ہے اور اس دوسری مثل سے ہو سکتا ہے اہل مدینہ کی آخرت کے لیے دعا ہو اور مدینہ میں بھی نیکیاں اسی طرح دگنی ہو جائیں جس طرح مکہ میں ہوتی ہیں۔[2]

قاضی ابوالولید باجی کے اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لیے جو برکت کی دعا کی ہے اس سے مراد عام ہے دینی برکت ہو یا دنیاوی برکت، اور صحیح بخاری میں چونکہ یہ الفاظ ہیں اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ۔[3] "اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں نازل فرمائی ہیں مدینہ

---

[1] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۷ ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الفکر العربی۔

[2] " " " " ، المنتقی ج ۷ ص ۱۸۸

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

میں اس سے چار گنی برکتیں نازل فرما"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد حرام میں پڑھی ہوئی نمازوں کا جتنا اجر ہوتا ہے مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر اس سے چار گنا زیادہ ہوگا۔ اہل محبت کا یہی مختار ہے۔

کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟

مسجد نبوی میں جو نمازوں کا اجر و ثواب بڑھا دیا جاتا ہے آیا یہ اضافہ صرف اس جگہ کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں مسجد تھی یا اس توسیع کو بھی شامل ہے جو بعد میں کی گئی ہے علامہ نووی فرماتے ہیں یہ اس جگہ کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد تھی اور نمازیوں کو اسی جگہ نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جو بعد میں توسیع کی گئی ہے اس میں نماز پڑھنے سے بھی وہی اضافہ ہوگا، اس اختلاف کی وجہ اس اصول میں اختلاف ہے کہ جب کسی چیز کا نام لیا جائے اور اس کی طرف اشارہ بھی کیا جائے تو اعتبار نام کا ہوتا ہے یا اشارے کا، احناف کے نزدیک نام کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے جس جگہ کا نام مسجد نبوی ہے اس میں نماز پڑھنے سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا، اور شوافع کے نزدیک اشارے کا اعتبار ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میری اس مسجد میں ...... اس لیے اس وقت جو جگہ مسجد نبوی تھی اس میں اجر و ثواب کے اضافہ کا اعتبار ہے اور مسجد حرام میں آپ نے اشارہ کا ذکر نہیں کیا صرف نام لیا ہے اس لیے مسجد حرام میں جتنی توسیع کی گئی ہے اس سب کو یہ بشارت شامل ہے۔

کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضا نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس نماز کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اس سے فرض نماز مراد ہے جیسا کہ امام طحاوی کا نظریہ ہے یا عام نمازیں مراد ہیں خواہ فرض ہوں یا نفل، مطرف مالکی کا یہی نظریہ ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عام نمازیں مراد ہیں خواہ فرض ہوں یا نفل نیز ان مساجد کی فضیلت سے نماز کے صرف اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، اجر و ثواب کا یہ اضافہ فوت شدہ اور قضاء نمازوں کا بدل نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص پر دو نمازیں ہوں، اور وہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھ لے تو وہ ایک نماز ان دو نمازوں سے کافی نہیں ہوگی، اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔[1]

ایک دفعہ ایک عالم نے میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ سے یہ سوال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی دس گنا جزا دیتا ہے تو کیا ایک نماز دس نمازوں سے کفایت کر جائے گی؟ شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس نماز کا مکلف کیا ہے وہ ایسی نماز ہے جس کا اجر دس گنا یا دس مثلوں کے برابر ہے اور ان دس مثلوں میں سے کوئی مثل دس مثلوں کے برابر نہیں ہے۔ لہٰذا ایک نماز کی ادائیگی سے دس نمازیں ساقط نہیں ہوں گی فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

آخر المساجد پر قادیانیوں کے ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۳۲۷۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے، مرزائی حضرات اس حدیث سے اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مسجد نبوی کے بعد اور مساجد کا بننا مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے کے خلاف نہیں ہے تو آپ کے بعد دیگر انبیاء کی بعثت آپ کے آخر الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب ہے: د مسجدی آخر مساجد الانبیاء میری مسجد نبیوں کی آخری مسجد ہے، اس جواب کی تائید میں مسند بزار کی یہ حدیث ہے: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء" میں خاتم النبیین ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ)

حدیث نمبر ۳۲۷۹ کی سند پر محدثین نے بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے نہیں بلکہ میمونہ عن ابن عباس سے مروی ہے، اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نذر مان لے تو وہیں نماز پڑھنا ضروری ہے، البتہ اگر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بھی نذر پوری ہو جائیگی[1]

بَابُ ۳۵ فَضْلِ الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ

تین مسجدوں کی فضیلت

۳۲۸۰ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں، میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔

۳۲۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ ان تین مساجد کے لیے کجاوے کسے جائیں۔ (سامان سفر باندھا جائے)۔

۳۲۸۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُوْنُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ أَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف ان تین مسجدوں کے لیے سفر کیا جائے۔ مسجد الکعبہ، میری

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اَنَسٍ حَدَّثَنَا اَنَّ سُلَيْمَانَ الْاَغَرَّ حَدَّثَنَا اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يُسَافَرُ اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ وَ مَسْجِدِيْ وَ مَسْجِدِ اِيْلِيَا۔

مسجد اور مسجد ایلیاء (یعنی بیت المقدس)۔

گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم

اس باب کی احادیث میں ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا سامان سفر نہ باندھا جائے، شیخ ابن تیمیہ نے ان احادیث کے پیش نظر یہ لکھا ہے کہ قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرنا ناجائز ہے۔ میری نظر سے شیخ ابن تیمیہ کے بعض رسائل گذرے ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرتا ہے اس کا یہ سفر معصیت اور حرام ہے اور اس سفر میں نمازوں کی قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: جب کسی شخص کا سفر کرنے سے یہ ارادہ ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرے گا اور اس سفر میں آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت نہ کی ہو تو یہ اکثر ائمہ اور علماء کے نزدیک ناجائز ہے اور نہ اس کا حکم کیا گیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صرف تین مسجدوں کے لیے سامان سفر باندھا جائے مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنے میں اختلاف ہے، جیسے زندہ اور فوت شدہ صالحین کی زیارت کے لیے سفر کرنا، یا متبرک مقامات سے برکت حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا اور وہاں نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر کرنا۔ شیخ ابو محمد جوینی نے اس حدیث کے پیش نظر کہا کہ ان مساجد کے علاوہ شد رحال (سفر کرنا) حرام ہے، قاضی حسین، قاضی عیاض اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بصرہ غفاری نے حضرت ابوہریرہ کے کوہ طور پر جانے کو برا جانا اور کہا اگر جانے سے پہلے آپ مجھے مل جاتے تو میں آپ کو نہ جانے دیتا، امام الحرمین اور دیگر ائمہ شافعیہ کے نزدیک یہ سفر حرام نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں اول یہ کہ: مکمل فضیلت ان مساجد کے لیے شد رحال میں ہے اور ان مساجد کے غیر کے لیے شد رحال ہر چند کہ جائز ہے لیکن اس میں کامل فضیلت نہیں ہے اور اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے ہوتی ہے "ان مساجد کے علاوہ سواری نہیں لے جانی چاہیے"۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی زیارت کے لیے نذر نہ مانے اگر اس نے نذر مان لی تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کے لیے شد رحال (سفر) سے منع کیا ہے مطلقاً سفر سے منع نہیں کیا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہے جس کو امام احمد نے شہر بن حوشب کی سند سے روایت کیا

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۲۷-۲۶ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود۔

ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الی مسجد تبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصٰی و مسجدی۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھنے کے ارادے سے نمازی کو مسجد حرام، مسجد اقصٰی اور میری مسجد کے علاوہ کسی مسجد کے لیے شد رحال نہیں کرنا چاہیے" اور شہر بن حوشب میں اگرچہ کچھ ضعف بھی ہے لیکن ان کی یہ حدیث حسن ہے، چوتھا جواب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد میں اعتکاف کے لیے شد رحال نہ کرے، امام مالک، امام احمد، امام شافعی اور بویطی یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تین مساجد میں سے کسی مسجد میں جانے کی نذر مان لے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً واجب نہیں ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں شام کے شہروں میں اس مسئلہ میں بہت مناظرے ہوئے ہیں اور جانبین سے رسالے لکھے گئے ہیں (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کا اشارہ ان کتابوں کی طرف ہے جو شیخ تقی الدین سبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے رد میں لکھی ہیں اور ابن تیمیہ کی موافقت میں شمس الدین بن عبد الہادی نے لکھی ہیں، ہمارے شہروں میں یہ کتابیں مشہور ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان علماء نے ابن تیمیہ پر یہ الزام کیا ہے کہ وہ حدیث شد رحال کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ ناگوار صورت حال ہے دونوں جانب سے اس کے دلائل کے ذکر کرنے میں طوالت ہے اور ابن تیمیہ سے جو انتہائی مکروہ مسائل منقول ہیں یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے[1]

شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں لیکن عقل اور نقل کے مطابق یہی جواب ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے نہیں منع کیا گیا ورنہ طلب علم، ماں باپ اور رشتہ داروں کی زیارت اور تجارت وغیرہ کے لیے تمام سفر ممنوع ہوں گے احسن یہی صحیح بات یہی ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے کی ممانعت ہے مطلقاً سفر کی نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل نے جو شہر بن حوشب سے روایت بیان کی ہے اس میں بھی اسی کی تائید ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شیخ ابن تیمیہ کے اس نظریہ کو (من ابشع المسائل) انتہائی مکروہ قرار دیا ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اسی بناء پر شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کو صحیح قرار دیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وقد فرط ابن تیمیۃ من الحنابلۃ حیث حرم السفر لزیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما افرط غیرہ حیث قال کون الزیارۃ قربۃ معلومۃ بالضرورۃ وجاحدہ محکوم علیہ بالکفر ولعل الثانی اقرب الی الصواب لان

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے کیونکہ انھوں نے کہا کہ زیارت کا عبادت ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور اس کا منکر کافر

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳، ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

تحریمه اجمع العلماء فیه بالاستحباب یکون کفرا لانه فوق تحریم المباح المتفق علیه فی هذا الباب۔[1]

ہے اور دوسرا قول (یعنی ابن تیمیہ کی تکفیر کا) صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بطریق اولیٰ کفر ہوگا۔

یاد رہے کہ ملا علی قاری رحمہ الباری کی کتاب مرقاۃ شرح المشکوٰۃ، شرح الشفاء سے پہلے لکھی گئی ہے کیونکہ شرح الشفاء میں وہ مرقاۃ کے حوالے دیتے ہیں اس لیے مرقاۃ میں جو انہوں نے ابن تیمیہ کو اس امت کے اولیاء سے لکھا ہے وہ ان کی پہلی رائے تھی۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو نامراد کیا، اس کو گمراہ کیا، اس کو اندھا اور بہرا کیا اور ذلیل و رسوا کیا، اس کی تصریح ان ائمہ کی ہے جنہوں نے ابن تیمیہ کے احوال کا فساد دکھا اور اس کے اقوال کا کذب بیان کیا، اور جو شخص یہ جاننا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ شیخ ابوالحسن سبکی کی ان کتابوں کا مطالعہ کرے جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کی جلالت علمی پر سب کا اتفاق ہے اور وہ مرتبہ اجتہاد کے بزرگ ہیں اسی طرح ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی، امام عز بن جماعۃ اور دیگر شافعی مالکی، اور حنفی علماء جو ان کے معاصر تھے ان سب نے ابن تیمیہ کی خرابیوں کو بیان کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے صرف متاخرین صوفیہ پر اعتراضات کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا کلام بے وزن ہے اور پھینک دیے جانے کے لائق ہے اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کرنے والا، جاہل اور دین میں غلو کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عدل کرے اور ہمیں اس کے عقیدہ، طریقہ اور فعل سے محفوظ رکھے۔[2] (آمین)

نیز علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم اور ان جیسے لوگوں کی کتابوں سے اپنے آپ کو بچانا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا، اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو باوجود اس کے علم کے گمراہ کر دیا، اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے، اور اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا تھا۔ ان بے دینوں نے کس طرح حدود کو پھلانگا، شریعت سے تجاوز کیا اور طریقت اور حقیقت کے لباس کو تار تار کر دیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں، نہیں! بلکہ وہ انتہائی گمراہی پر ہیں اور غضب الٰہی اور آخرت کی رسوائی ان کا انجام ہے۔[3]

قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات

حدیث شد رحال کے ضمن میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۹۹، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۵۶ھ۔

[3] " " " " الفتاوی الحدیثیہ ص ۲۰۳، "

کی قبر مبارک کی زیارت کی بحث آگئی ہے اس سے اور ملا علی قاری کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زیارت قبر نبوی کے لیے سفر جائز ہے اس سے ہم وہ احادیث بیان کر رہے ہیں جن میں قبر انور کی زیارت کے استحباب کا بیان ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج فزار قبری بعد وفاتی کانما زارنی فی حیاتی۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے[2] حافظ الہیثمی نے معجم اوسط اور معجم صغیر کے حوالے سے بیان کیا ہے[3] اور علامہ علی متقی ہندی نے بھی طبرانی اور دار قطنی کے حوالے سے بیان کیا ہے[4]۔ حافظ دیلمی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے[5]

عن حاطب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الآمنین یوم القیامۃ۔[6]

حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا کہ میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک جگہ فوت ہوا، وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا۔

اس حدیث کو علامہ علی متقی ہندی نے بھی ذکر کیا ہے[7]

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔[8]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار نشر السنۃ ملتان۔

[2] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۴۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۱۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[5] حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۷ھ

[6] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۱۳۵۔۱۳۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[8] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

حافظ الہیثمی نے اس کو امام بزار کے حوالہ سے ذکر کیا ہے [1] حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن ابراہیم غفاری ضعیف راوی ہے [2]

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی. [3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت کے لیے نہیں آیا اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔"

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کا بیان کیا ہے [4]

بَابٌ ۲۳۶ بَیَانِ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی

اس مسجد کا بیان جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے

۳۲۸۳ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ حُمَیْدٍ الْخَرَّاطِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ مَرَّ بِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ کَیْفَ سَمِعْتَ اَبَاکَ یَذْکُرُ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی قَالَ قَالَ لِیْ اَبِیْ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِ بَعْضِ نِسَآئِهٖ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْمَسْجِدَیْنِ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی قَالَ فَاَخَذَ کَفًّا مِّنْ حَصْبَآءٍ فَضَرَبَ بِهِ الْاَرْضَ ثُمَّ قَالَ هُوَ مَسْجِدُکُمْ هٰذَا مَسْجِدُ الْمَدِیْنَةِ قَالَ فَقُلْتُ اَشْهَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ اَبَاکَ

ابو سلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ عبد الرحمان بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے پوچھا جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی آپ نے اس کے متعلق اپنے والد سے کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی کے گھر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ ان دو میں سے وہ کونسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ آپ نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لے کر زمین پر ماری اور فرمایا: وہ تمہاری یہی مسجد ہے، مدینہ منورہ کی مسجد! میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے والد سے اسی طرح سنا ہے۔

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۳ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

[4] علامہ علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۱۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

هٰكَذَا اَيُّذُ كُرُهُ۔

۳۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ قَالَ سَعِيْدٌ اَنَا وَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ نَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ سَعِيْدٍ فِي الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی کا مصداق مسجد نبوی ہے یا مسجد قبا؟

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ قرآن مجید میں جس مسجد کے بارے میں اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی وارد ہے اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ حضرت ابن عباس اور ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت مسجد قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس وجہ سے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت مسجد قبا کے بارے میں ہے لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی، اور سنن نسائی وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسجد مدینہ ہے۔ علامہ سمہودی نے ان کے درمیان اس طرح تطبیق دی ہے کہ دونوں مسجدوں کی تاسیس تقویٰ پر ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا: لمسجد اسس على التقوى من اول يوم احق ان تقوم فيه۔ (توبہ: ۱۰۸) "جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں قیام کریں" اور اس سے پہلے مسجد ضرار کے بارے میں فرمایا ہے: لا تقم فيه ابدا۔ (توبہ: ۱۰۷) "اس میں کبھی نہ قیام کریں" اور یہ تاکید اس بات کو مستلزم ہے کہ جس مسجد کی تاسیس تقویٰ پر ہے اس میں ہمیشہ قیام کریں اور آپ کا دائمی قیام مسجد نبوی میں رہا ہے نہ کہ مسجد قبا میں اس سے پتہ چلا کہ یہ آیت مسجد نبوی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1]

بَابُ[۴۳] فَضْلِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَفَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْهِ وَزِيَارَتِهٖ

مسجد قبا کی فضیلت اور اس کی زیارت کا بیان

۳۲۸۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْجَعْفَرٍ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لیے کبھی پیدل جاتے اور کبھی سواری پر۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۰-۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

قُبَاءَ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا۔

٣٢٨٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّ أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فِيْ رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیدل مسجد قباء جاتے تھے، کبھی سواری پر اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

٣٢٨٧ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيْ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدل اور سواری پر مسجد قباء جاتے تھے

٣٢٨٨ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ زَيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الثَّقَفِيُّ بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيَى الْقَطَّانِ۔

ایک اور حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مثل سابق مروی ہے۔

٣٢٨٩ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيْ قُبَاءَ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جاتے تھے۔

٣٢٩٠ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جاتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ قُبَاءً رَاكِبًا وَّمَاشِيًا۔

۳۲۹۱ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَأْتِيْ قُبَاءً كُلَّ سَبْتٍ وَّكَانَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْهِ كُلَّ سَبْتٍ۔

عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہفتہ کے دن قباء جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

۳۲۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيْ قُبَاءً كُلَّ سَبْتٍ كَانَ يَاْتِيْهِ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے، آپ پیدل بھی تشریف لے جاتے اور سواری پر بھی، ابن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۳۲۹۳ - وَحَدَّثَنِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ كُلَّ سَبْتٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی عبداللہ بن دینار سے ایسی ہی روایت ہے۔ لیکن اس میں ہفتہ کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

مسجد قباء اور اس کے فضائل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مطالع میں ہے کہ قباء مدینہ سے تین میل ہے، یاقوت نے کہا کہ مدینہ سے بائیں جانب مکہ جاتے ہوئے قباء دو میل پر واقع ہے یہ مدینہ کا بالائی علاقہ ہے، یہاں قباء نام کا ایک کنواں ہے اسی وجہ سے اس مسجد کو مسجد قباء کہتے ہیں، جس مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بنایا تھا وہ یہی مسجد ہے اور لمسجد اسس علی التقوی کا مصداق یہ مسجد ہے یا مسجد نبوی؟ اس میں اختلاف ہے۔ عمر بن شبیہ نے اسناد صحیح کے ساتھ اخبار مدینہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مجھے مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیت المقدس میں دو بار جا کر نماز پڑھوں، اور اگر یہ لوگ جان لیں کہ قباء میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہوتا ہے، تو وہ اونٹوں کا جگر پگھلاتے ہوئے سفر کر کے قباء آئیں[1]

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنے سے عمرہ کے برابر اجر ہوتا ہے، اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد قباء جا کر نماز پڑھی اس کو عمرہ کے برابر اجر ہوگا اور امام طبرانی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

طرح وضو کیا، پھر صرف مسجد قبا میں نماز پڑھنے کے ارادے سے مسجد قبا گیا اور وہاں چار رکعات نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھی تو اس کو بیت اللہ میں عمرے کا اجر ملے گا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسجدوں کے علاوہ شدِ رحال سے منع فرمایا ہے حالانکہ آپ ہر ہفتے کے دن قبا جاتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کی نذر نہ مانی جائے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کے لیے دور دراز سے سفر کر کے جانے کی ممانعت ہے مطلقاً سفر یا آنے جانے کی ممانعت نہیں ہے۔

ہفتہ کے دن مسجد قبا جانے کی خصوصیت

حدیث نمبر ۳۲۹۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔ ہفتہ کے دن کی خصوصیت اور حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں: ابتداءِ ہجرت میں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا بنائی، پھر اس کے بعد مسجد مدینہ بنائی اور اسی میں آپ جمعہ پڑھاتے تھے اور اہل قباء اور مدینہ کے بالائی علاقہ کے تمام لوگ، مدینہ آکر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور مسجد قباء میں جمعہ کے وقت نماز نہیں ہوتی تھی اور وہ بالکل معطل ہو جاتی تھی۔ اس کی تلافی اور تدارک کے لیے آپ ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لاتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہفتہ کے دن آپ فارغ ہوتے تھے اس لیے اپنے احباب سے ملاقات کے لیے قبا تشریف لے جاتے تھے تیسری وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل قباء جمعہ کے دن مدینہ چلے جاتے اور آپ کی زیارت سے شاد کام ہوتے اور بعض لوگ کسی عذر کی بنا پر مدینہ نہیں جا سکتے تھے وہ آپ کی زیارت سے محروم رہتے تھے اس لیے آپ کرم فرما کر خود قبا تشریف لے جاتے تاکہ جو لوگ نہیں جا سکے تھے وہ بھی آپ کی زیارت سے شاد کام ہوں۔

اعمال صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ نفلی عبادات کو بعض ایام کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے، البتہ جن ایام میں آپ نے کسی عبادت سے منع کر دیا ہے وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں جیسے آپ نے جمعہ کی شب کو عبادت کے ساتھ خاص کر لینے سے منع کیا ہے، یا خصوصیت کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور عمرو بن شبہ نے اخبار مدینہ میں حضرت عائشہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ستائیس رمضان کی صبح کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے اور دراوردی نے شریک بن عبد اللہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن قبا تشریف لے جاتے تھے، صاحب المفہم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کسی عبادت کو کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا مکروہ ہے الا یہ کہ شریعت میں اس خصوصیت کا ثبوت ہو، لیکن باقی ائمہ کے نزدیک اس میں کراہت نہیں ہے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض اعمال کو بعض ایام کے ساتھ خاص کر

---

[1] حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹-۲۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " " ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹

لینا جائز ہے اور ان اعمال پر مداومت اور ہمیشگی کرنا بھی جائز ہے۔[1]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض ایام کو زیارت کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے۔[2]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عبادت کے ساتھ کسی دن کو خاص کر لینا جائز ہے، البتہ ابن مسلمہ نے اس کو اس خیال سے مکروہ قرار دیا ہے کہ کہیں لوگ اس کو سنت سمجھ لیں، شاید ان تک یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی اور ائمہ اور صالحین جو اپنے بھائیوں کی زیارت کے لیے ایک دن خاص کر لیتے ہیں اس کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔[3]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لیے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لیے ہو جائز ہے، جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لیے گھنٹے متعین ہوتے ہیں اور اگر باعتقاد قربت ہو منہی عنہ ہے پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداعی کی صورت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے فائدہ پہنچانا ہے بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لیے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں ہے اس لیے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے۔ البتہ جزم جائز نہیں بہرحال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین ہو تو فی نفسہ جائز ہے۔[4]

شیخ تھانوی، اپنے شیخ حاجی امداد اللہ کا ملفوظ بیان کر کے اس کی تشریح کرتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:

جب منکر نکیر آتے ہیں مقبولان الٰہی سے کہتے ہیں "نم کنومة العروس" عرس کہ رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے، اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔

تھانوی صاحب کا حاشیہ: تعیین یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے باقی اس تعیین کو مثل احکام مقصود کے سمجھنا غلط ہے۔[5]

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،
۲۔ علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ
۳۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴، ص ۴۸۳ - ۴۸۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۴۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر النوادر ص ۴۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۲ء،
۵۔ " " " ، امداد المشتاق، ص ۸۹ ، ۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

الحمد للہ کتاب الحج کا ترجمہ اور شرح مکمل ہوئی۔ الہ العلمین مصنف اور قارئین کو حج اور عمرہ کی سعادت عطا فرما اور بیت اللہ، مسجد نبوی، اور گنبد خضراء کے انوار و تجلیات سے بہرہ مند فرما، ایمان پر خاتمہ فرما، تمام گناہوں کو معاف فرما، سکرات موت کو آسان کر دے، ہر قسم کے عذاب اور بالخصوص عذاب نار سے بچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے سرفراز فرما۔ آمین یا رب العلمین بحرمۃ حبیبک سید المرسلین خاتم النبیین سید الاولین والاخرین وبوسیلۃ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

۱۹ر جمادی الثانیہ، ۱۴۰۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح

نکاح کا معنی

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: ازہری نے کہا ہے کہ کلام عرب میں نکاح کا معنی عمل ازدواج ہے اور تزویج (شادی) کو بھی نکاح اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہے، جوہری نے کہا ہے کہ نکاح کا اطلاق عمل ازدواج پر ہوتا ہے اور کبھی عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے[1]

نکاح کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام غزالی فرماتے ہیں کہ نکاح کی فضیلت میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے نکاح کی فضیلت میں مبالغہ کیا اور کہا تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے نکاح افضل ہے، اور بعض دوسرے علماء نے کہا کہ نکاح میں فضیلت ہے لیکن عبادت الٰہی سے افضل نہیں ہے اور نفلی عبادات نکاح سے افضل ہیں تاوقتیکہ خواہشات نفسانیہ اتنی بڑھ جائیں جن سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔[2]

قرآن مجید کی روشنی میں نکاح کی فضیلت

امام غزالی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانکحوا الایامی منکم۔ "اپنے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کرو" یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نیز فرمایا: ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن "(مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح سے نہ روکو" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح سے روکنے کی ممانعت فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی مدح میں فرمایا: ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا و ذریۃ ــــــ "ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے ازواج اور اولاد کے رشتے قائم کیے" اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان کے طور پر ذکر فرمایا، نیز فرمایا: والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی یہ دعا بطور تحسین کے ذکر کی ہے۔

احادیث اور آثار کی روشنی میں نکاح کی فضیلت

احادیث میں بھی نکاح کی ترغیب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۶۲۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

فقد رغب عنی ۔ (ابن عساکر) "نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس نے مجھ سے اعراض کیا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النکاح سنتی فمن احب فطرتی فلیستن بسنتی (مسند ابو یعلیٰ) "نکاح میری سنت ہے جو میرے طریقے سے محبت رکھے وہ میری سنت پر عمل کرے"۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تناکحوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ حتی بالسقط۔ (المعرفۃ للبیہقی وتفسیر ابن مردویہ) "نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن فخر کروں گا خواہ یہ کثرت نامکمل بچے کی وجہ سے حاصل ہو"۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من رغب عن سنتی فلیس منی و ان من سنتی النکاح فمن احبنی فلیستن بسنتی۔ (بیہقی و ابن عساکر) "جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے، نکاح کرنا میری سنت ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے"۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ترک التزویج مخافۃ العیلۃ فلیس منا (مسند الفردوس للدیلمی بسند ضعیف، مسند دارمی والمعجم للبغوی) "جس شخص نے فقر کے خدشہ سے شادی نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ امام غزالی فرماتے ہیں رسول اللہ نے خدشۂ فقر کی بناء پر شادی نہ کرنے کی مذمت کی ہے مطلقاً شادی نہ کرنے کی مذمت نہیں فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من کان ذا طول فلیتزوج ۔ (سنن ابن ماجہ ومسند احمد) "جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے"

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج و من لا فلیصم فان الصوم لہ وجاء ۔۔۔۔۔۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) "تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ نکاح سے نظر نہیں بہکتی اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کی ترغیب کا سبب آنکھ اور شرمگاہ میں گناہ واقع ہونے کا خوف ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا اتاکم من ترضون دینہ و امانتہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر (بیہقی) "جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے جس کی دینداری اور امانتداری پسندیدہ ہو تو اس کے ساتھ شادی کر دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فساد واقع ہوگا" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ ۔ (الادب المفرد للبخاری) "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، البتہ تین اعمال منقطع نہیں ہوتے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، تیسرا نیک اولاد کی دعا"۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں آثار بھی بکثرت ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نکاح نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں عجز یا گناہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تک انسان شادی نہ کرے اس کی عبادت مکمل نہیں ہوتی، حضرت ابن عباس کا ارادہ یہ تھا کہ انسان شادی کے بغیر وساوس شہوانیہ سے محفوظ نہیں رہتا اور جب تک وساوس شہوانی سے دل محفوظ نہیں ہوگا خضوع و خشوع سے عبادت نہیں کر سکے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر میری عمر میں دس روز بھی باقی ہوں گے تو میں نکاح کرنا پسند کروں گا، کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ میں غیر شادی شدہ ہوں۔[1]

نکاح کے فوائد

نکاح کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ اولاد کا حصول ہے، اسی مقصد کے لیے نکاح کو مشروع کیا گیا ہے، اس سے مطلوب نسل انسانی کی بقا اور اس کا فروغ ہے، انسان میں شہوت اس لیے رکھی گئی ہے کہ مذکر بیج کا اخراج کرے اور مؤنث کی کھیتی میں اس کی کاشت کرے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے بغیر بھی نسل انسانی کی افزائش کو عمل میں لا سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اسباب کا مسببات پر ترتب ہو، انسان حصول اولاد کے لیے جو کوشش کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت کا دخل ہے کیونکہ وہ اس کے حکم کی اطاعت میں طلب اولاد کی کوشش کرتا ہے، دوسرے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی محبت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت میں تکثیر کے لیے جدوجہد کرتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ نیک اولاد کی دعا سے برکت حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے، چوتھے یہ کہ وہ اولاد کی عمدہ تربیت کر کے ملک وملت کی تعمیر اور اس کے استحکام کے لیے افراد مہیا کرتا ہے، پانچویں یہ کہ اولاد کی وجہ سے آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس حصہ پر عمل کا موقع ملتا ہے جس کا تعلق اولاد سے ہے، چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے جن احکام کا تعلق اولاد سے ہے اولاد کی وجہ سے ان احکام پر عمل کا موقع ملتا ہے، ساتویں یہ کہ اولاد کی تربیت اور پرورش کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر ہو جاتا ہے، آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اولاد اس کی دست وبازو بن جاتی ہے، نواں فائدہ یہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے انسان کا گھر میں دل بہلتا ہے، بیمار ہو جائے تو بچے اس کی تیمارداری کرتے ہیں، بچوں کی کفالت کی وجہ سے انسان کے دل میں زیادہ سے زیادہ کمانے اور محنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس سے ملک وملت کی تعمیر اور ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔ بچوں کی وجہ سے انسان کے دل میں رحم اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ معاشرہ میں وہ الگ تھلگ نہیں رہتا اور اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے نیز اولاد کی وجہ سے انسان کی تمدنی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے، اولاد کی شادی، بیاہ کے معاملات کی وجہ سے نئے نئے لوگوں سے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور دسواں فائدہ یہ ہے کہ اولاد اگر بچپن میں فوت ہو جائے تو ماں باپ کی شفاعت کرتی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان السقط ليراغم ربه اذا ادخل ابويه النار فيقال ايها السقط المراغم ربه ادخل ابويك الجنة فيجرهما بسرره حتى يدخلهما الجنة۔[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک ناتمام (کچے) بچے کے ماں باپ کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو وہ بچہ اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا پھر کہا جائے گا اے جھگڑالو ناتمام بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے! پھر وہ بچہ اپنی ناف کے ذریعہ اپنے ماں باپ کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا، گیارہواں فائدہ یہ ہے کہ ماں باپ کی تعلیم سے اولاد جو نیکیاں کرتی ہے ان کا اجر ماں باپ کو ملتا رہتا ہے، بارہواں فائدہ یہ ہے کہ بسا اوقات اولاد کی نیکیوں سے

۱؎ - امام محمد بن غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

۲؎ - امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ماں باپ کی مغفرت ہو جاتی ہے، امام رازی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ایک قبر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، جب دوبارہ اس قبر سے گزرے تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس نور کے طباق لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ یہ دیکھ کر حیران ہوئے انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی، اے عیسیٰ! یہ شخص گناہ گار تھا اور جب سے مرا ہے عذاب میں گرفتار تھا، جب یہ مرا تھا تو اس کی بیوی امید سے تھی اس کا بچہ پیدا ہوا اور جب بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اس کو مدرسہ میں داخل کر دیا اور عالم نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اس سے مراد یہ الفاظ نہیں اس کا معنی مراد ہے خواہ کسی الفاظ میں ہو) پڑھائی، پھر مجھے اس بات سے حیا آئی کہ میں اس شخص کو زمین کے نیچے عذاب دوں جس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا ہے[۱]!

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کی شہوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور شہوانی خرابیوں کا سدباب ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر پاکیزہ ہوتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے بچی رہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نکاح کر لیتا ہے وہ اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیتا ہے پس باقی نصف دین کو محفوظ کرنے کے لیے خدا سے ڈرنا چاہیے۔ (طبرانی) جو شخص بغیر نکاح کے مجردانہ زندگی گزارتا ہے اس کو معاشرے میں زیادہ عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ایسے شخص کو بسا اوقات کسی مہذب سوسائٹی میں رہنے کے لیے مکان کے حصول میں بھی بڑی دشواری ہوتی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے لیے حضرت حوا کو زوج بنانے کی حکمت بیان فرمائی لیسکن الیہا (اعراف: ۱۸۹) "تاکہ حضرت آدم کو حوا سے سکون حاصل ہو" اور جب انسان بیوی کے ساتھ بات چیت اور ملاعبت میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو راحت ملتی ہے اور اس کے بعد وہ عبادات کو یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ بیوی اس کی زندگی کے تمام معاملات میں رفیق ہوتی ہے، محرمِ راز ہوتی ہے مونس اور غمگسار ہوتی ہے، ذہنی اور جسمانی قرب جس قدر انسان کو اپنی بیوی سے ہوتا ہے کسی اور سے نہیں ہوتا۔ سنن نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں خوشبو اور عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نکاح کی وجہ سے انسان کی قوت عمل میں اضافہ ہوتا ہے اس پر بیوی اور بچوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کے حقوق اور فرائض اس کے ساتھ متعلق ہو جاتے ہیں، وہ ان کی بہتری کے لیے کوشش کرتا ہے ان کو برے اور ناجائز کاموں سے دور رکھتا ہے اور ان کے لیے نیکی اور اچھائی کے حصول کی کوشش کرتا ہے، بسا اوقات ان کی ناگوار اور ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرتا ہے اور صبر کا اجر لامحدود ہے: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (زمر: ۱۰) "صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا" وہ اپنے اہل اور اولاد کا والی، راعی اور حاکم ہوتا ہے، اور ولایت اور حکومت کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[۱] امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۸۹۔۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ۔

وسلم نے فرمایا: عادل والی (حاکم) کا ایک دن ستر سال کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔ (طبرانی) نیز آپ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کی طرف سے جواب دہ ہوگا (بخاری ومسلم) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ (تحریم: ۶) "اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کے عذاب سے بچا کر" اور جو شخص اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح میں مصروف ہو اس کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو صرف اپنی اصلاح میں مشغول ہو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح نماز پڑھتا ہو، اس کے بچے زیادہ ہوں اور مال کم ہو اور وہ شخص مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو، میں اور وہ جنت میں ایک ساتھ ہوں گے (مسند ابو یعلی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بال بچوں کے غم میں مبتلا کر دیتا ہے (مسند احمد) حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف روزی کی طلب سے ہو جاتا ہے۔ (طبرانی)

خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کی وجہ سے زوجہ کا انس اور اس کی رفاقت حاصل ہوتی ہے اور انسان کو معاشرہ میں ایک باعزت مقام ملتا ہے اور نکاح کی وجہ سے اس کو اولاد کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور اولاد کی تربیت سے انسان کو دنیا اور آخرت کی بہت سی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں اور نکاح ہی کی وجہ سے انسان اپنے بال بچوں کی ذمہ داریاں سنبھالتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صرف اپنے لیے جینا اور کسب کمال کرنا اتنی اہم چیز نہیں ہے جتنا اوروں کے لیے جینا اور انھیں باکمال بنانا ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنِ اسْتَطَاعَ

صاحب استطاعت کے لیے نکاح کرنے کا استحباب

۳۲۹۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بِمِنًى فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علقمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں جا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عبداللہ، حضرت عثمان سے کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے، حضرت عثمان نے حضرت عبداللہ سے کہا اے ابو عبدالرحمن کیا ہم تمہاری شادی ایک ایسی نوجوان لڑکی سے نہ کر دیں جو تمہیں گزرے ہوئے دنوں کی یاد دلا دے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے آنکھوں میں حیاء آتی ہے اور شرمگاہ گناہ سے

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے، کیونکہ روزے شہوت کو توڑ دیتے ہیں۔

۳۲۹۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ إِنِّي لَأَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمِنًى إِذْ لَقِيَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ فَقَالَ هَلُمَّ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَاسْتَخْلَاهُ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللّٰهِ أَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ قَالَ قَالَ لِي تَعَالَ يَا عَلْقَمَةُ قَالَ فَجِئْتُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ أَلَا نُزَوِّجُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ جَارِيَةً بِكْرًا لَعَلَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ۔

علقمہ کہتے ہیں کہ میں منیٰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا، اس وقت ان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عثمان نے کہا اے ابو عبدالرحمان! ادھر آؤ! اور ان کو خلوت میں لے گئے جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ دیکھا کہ انہیں کوئی خاص کام نہیں ہے تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے علقمہ تم بھی آجاؤ! حضرت عثمان نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمن ہم تمہارا نکاح ایک کنواری لڑکی سے نہ کر دیں، تاکہ تمہارے گزرے ہوئے دنوں کی یاد پھر تازہ ہو جائے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۲۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے آنکھوں میں حیا آتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزوں سے شہوت ٹوٹتی ہے۔

۳۲۹۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے چچا علقمہ اور اسود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس

عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعَمِّيْ عَلْقَمَةُ وَالْأَسْوَدُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَأَنَا شَابٌّ يَوْمَئِذٍ فَذَكَرَ حَدِيْثًا رَأَيْتُ أَنَّهُ حَدَّثَ بِهٖ مِنْ أَجْلِيْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَزَادَ وَلَمْ أَلْبَثْ حَتّٰى تَزَوَّجْتُ۔

گئے میں ان دنوں میں نوجوان تھا حضرت ابن مسعود نے ایک حدیث بیان کی اور میرا خیال ہے کہ وہ حدیث میری وجہ سے بیان کی تھی، اور وہ حدیث مثل سابق ہے اس کے بعد میں نے نکاح کرنے میں تاخیر نہیں کی۔

٣٢٩٨ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَنَا أَحْدَثُ الْقَوْمِ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فَلَمْ أَلْبَثْ حَتّٰى تَزَوَّجْتُ۔

ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مثل سابق حدیث مروی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ کے پاس گیا اور میں سب سے کم سن تھا۔

٣٢٩٩ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوْا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهٖ فِي السِّرِّ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا آكُلُ اللَّحْمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا أَنَامُ عَلٰى فِرَاشٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوْا كَذَا وَكَذَا لٰكِنِّيْ أُصَلِّيْ وَأَنَامُ وَأَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کے اعمال معلوم کیے، پھر ایک نے کہا میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا۔ اور ایک نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور ایک نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ (یہ سن کر) آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس طرح کہتے ہیں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور (دن میں) افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جو شخص میری سنت سے اعراض کریگا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

٣٣٠٠ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُبَارَكٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ أَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون نے جب عورتوں سے علیحدہ رہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو رد کر دیا، اور اگر آپ ان کو اس کی

سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا۔

اجازت دے دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

۳۳۰۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ رُدَّ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلُ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے عورتوں سے علیحدگی کے ارادے کو رد کر دیا اور اگر آپ اسے اجازت دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

۳۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ أَرَادَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنْ يَتَبَتَّلَ فَنَهَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ أَجَازَ لَهُ ذٰلِكَ لَاخْتَصَيْنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے علیحدگی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اگر آپ ان کو اس کی اجازت دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

نکاح کی اقسام میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۲۹۲ میں ہے "تم میں سے جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے" جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے، علامہ نووی کہتے ہیں کہ جس شخص کو زنا کا خطرہ ہو اور نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے بھی نکاح کرنا مستحب ہے، شوافع کا یہی مذہب ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ داؤد ظاہری کے نزدیک ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے اور امام احمد کے نزدیک ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ نکاح کرے یا لونڈی رکھے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے اور لونڈی رکھنے میں اختیار دیا ہے کیونکہ ارشاد ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ (نساء: ۳) "جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، اور اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو ایک عورت سے شادی کرو یا لونڈیوں سے (حظ نفس حاصل کرو) اس کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں: لوگوں کے اعتبار سے نکاح کی چار قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت بھی ہو اور نکاح کرنے کی طاقت بھی ہو، اس شخص کے لیے نکاح کرنا

مستحب ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت ہو نہ نکاح کی طاقت ہو، اس کے حق میں نکاح مکروہ ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت ہو اور نکاح کی طاقت نہ ہو اس کے حق میں بھی نکاح مکروہ ہے۔ اور اس شخص کو اپنی شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے چاہئیں اور چوتھی قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت نہ ہو اور نکاح کی طاقت ہو۔ جمہور شافعیہ کے نزدیک اس کے حق میں نکاح مکروہ تو نہیں ہے لیکن اس کے لیے افضل یہ ہے کہ نکاح نہ کرے اور عبادت کے لیے خلوت اختیار کرے، اور امام ابوحنیفہ، بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کے لیے نکاح کرنا افضل ہے۔ [1]

علامہ نووی نے امام ابوحنیفہ کا جو مذہب بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جس شخص پر شہوت کا غلبہ ہو اس کے لیے نکاح کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب نہیں واجب ہے۔ اور جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ علامہ آلوسی، علامہ نووی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپ کو معلوم ہوگا کہ احناف کی کتابوں میں امام اعظم کا جو مذہب بیان کیا گیا ہے وہ علامہ نووی کے ذکر کردہ بیان کے خلاف ہے، "تنویر الابصار" اور اس کی شرح "در مختار" میں ہے کہ غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے اور اگر اس کو یقین ہو کہ اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے اسی طرح نہایہ میں لکھا ہے یہ اس وقت ہے کہ جب وہ مہر ادا کرنے اور بیوی کا خرچ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو ورنہ نکاح نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح بدائع میں ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ نکاح سنت مؤکدہ ہے اور اس کے ترک سے انسان گنہگار ہوگا اور جب اسے مہر، بیوی کے خرچ اور عمل ازدواج پر قدرت ہو اور وہ پاکیزگی اور اولاد کے حصول کے لیے نکاح کرے تو اس کو ثواب ملے گا۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن فرس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو نکاح کو بعینہٖ واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے اور لونڈیاں رکھنے کے درمیان اختیار دیا ہے، اور لونڈیاں رکھنا بالاتفاق واجب نہیں ہے، پس اگر نکاح واجب ہوتا تو نکاح اور لونڈیوں کے درمیان اختیار نہ دیا جاتا کیونکہ واجب اور غیر واجب کے درمیان اختیار صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سے واجب، واجب نہیں رہتا اور اس کا تارک گنہگار نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی شخص لونڈیاں رکھنے کو بھی واجب مانے اور دو چیزوں میں سے کسی ایک کو واجب قرار دے تو اس پر یہ دلیل جاری نہیں ہوگی، بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عورتوں کے ذکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خنثیات سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب کسی چیز کا ذکر کسی نکتہ اور فائدہ پر مبنی ہو تو جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ علامہ سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح کے قصد سے عورت کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اپنی پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرو اور بغیر دیکھے کو ... پسند نہیں کی جا سکتی۔

1۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

2۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

3۔ " " " روح المعانی ج ۴ ص ۱۹۶، " " "

نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھنا نکاح کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدح میں فرمایا و سیدا و حصورا ''وہ سردار ہیں اور عورتوں سے بچنے والے'' یعنی وہ قدرت کے باوجود عورتوں کے قریب نہیں جاتے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے، اور اگر نکاح کرنا افضل ہوتا تو اللہ ان کی مدح نہ فرماتا، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بھی انبیاء سابقین کی شریعت مطلقاً حجت نہیں ہے پس اس چیز سے ان کا استدلال کس طرح صحیح ہوگا جو ان کے نزدیک بھی حجت نہیں ہے۔ البتہ انبیاء سابقین کی شریعت اس وقت حجت ہوتی ہے جب ہماری شریعت میں اس کے خلاف دلیل نہ ہو، امام شافعی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ نکاح معاملات میں سے ایک معاملہ ہے اس لیے یہ (نفلی) عبادات سے افضل نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح اپنی معنویت کے اعتبار سے نفلی عبادات سے افضل ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے انسان گناہوں سے بچتا ہے اور نکاح کے سبب سے انسان نیک اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور بیوی اور بچوں کے لیے کسب کرتا ہے اور ان کا پیٹ پالتا ہے، اسی اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے، اس نکتہ پر صرف امام ابوحنیفہ متنبہ ہوئے اور وہ علماء جو امام ابوحنیفہ کے متبع ہیں۔[1]

ترک سنت کے دو محمل

حدیث نمبر ۳۲۹۹ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا ذکر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے من ترك سنتي فليس مني۔ اس حدیث کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ جس شخص نے سستی غفلت یا کوتاہی کی بناء پر میری سنت کو ترک کیا وہ میرے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے میری سنت کو حقیر اور بے کار جان کر ترک کیا وہ میرے طریقہ یعنی دین اسلام پر نہیں ہے۔

تبتل کا معنی

حدیث نمبر ۳۳۰۰ میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبتل کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اس کو مسترد کر دیا۔ تبتل کا لغوی معنی ہے انقطاع، امام طبری نے کہا کہ دنیا کی لذات اور شہوات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہونا تبتل ہے۔ عیسائیت میں یہ امر جائز تھا اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ صحابہ کا خیال یہ تھا کہ اگر حضرت عثمان بن مظعون کو تبتل کی اجازت مل جاتی تو وہ خصی ہو جاتے کیونکہ تبتل میں کمال خصی ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

بَابُ نَدْبِ مَنْ رَأَى امْرَأَةً فَوَقَعَتْ فِي نَفْسِهِ إِلَى أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَتَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ فَيُوَاقِعَهَا

اگر کسی عورت کو دیکھ کر نفس مائل ہو تو اپنی اہلیہ سے خواہش پوری کر لے!

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

۳۳۰۳ - حدثنا عمرو بن علی قال نا عبد الاعلی قال نا ہشام بن ابی عبد اللہ عن ابی الزبیر عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای امراۃ فاتی امراتہ زینب وھی تمعس منیئۃ لھا فقضی حاجتہ ثم خرج الی اصحابہ فقال ان المراۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان فاذا ابصر احدکم امراۃ فلیات اھلہ فان ذلک یرد ما فی نفسہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عورت پر نظر پڑ گئی تو آپ فوراً اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ اس وقت ایک کھال کو رنگ رہی تھیں آپ نے ان سے اپنی خواہش پوری کی، پھر آپ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی جاتی ہے جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے تو اپنی اہلیہ کے پاس جائے یہ عمل اس کے خیالات کو دور کر دے گا۔

۳۳۰۴ - حدثنا زہیر بن حرب قال نا عبد الصمد بن عبد الوارث قال نا حرب بن ابی العالیۃ قال نا ابو الزبیر عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای امراۃ فذکر بمثلہ غیر انہ قال فاتی امراتہ زینب رضی اللہ تعالی عنھا وھی تمعس منیئۃ ولم یذکر تدبر فی صورۃ شیطان۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں ہے کہ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ کھال کو رنگ رہی تھیں، البتہ اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا عورت شیطان کی شکل میں جاتی ہے۔

۳۳۰۵ - وحدثنی سلمۃ بن شبیب قال نا الحسن بن اعین قال نا معقل عن ابی الزبیر قال قال جابر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا احدکم اعجبتہ المراۃ فوقعت فی قلبہ فلیعمد الی امراتہ فلیواقعھا فان ذلک یرد ما فی نفسہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو کوئی عورت اچھی لگے اور دل میں اس کا خیال آئے تو اسے چاہیے کہ اپنی اہلیہ کے پاس جائے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرے اس طرح اس کے دل سے وہ خیال جاتا رہے گا۔

عورت کو دیکھ کر شیطانی وسوسہ سے بچنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۳۳۰۳ میں ہے "آپ نے فرمایا کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی جاتی ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو آتے جاتے دیکھ کر شیطانی خیالات پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ مرد کی فطرت میں عورت کی طرف میلان ہے اور عورتوں کو دیکھ کر ان سے لذت محسوس ہوتی ہے اور شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا

عمل یہ بتلایا ہے کہ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت کو دیکھ کر یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو وہ اپنی اہلیہ کے پاس جا کر اپنی خواہش پوری کرے اس طرح اس کے دل میں جو شیطانی وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ دور ہو جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی یہ ہدایت دی اور اس پر عمل بھی کیا تاکہ مسلمانوں کو اس عمل میں بھی آپ کی اقتدا ہو اور سنت کا ثواب مل جائے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ دن میں بھی عمل ازدواج کرنا جائز ہے.

بَابُ ۲۲۰ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَبَيَانِ اَنَّهٗ اُبِيْحَ ثُمَّ نُسِخَ ثُمَّ اُبِيْحَ ثُمَّ نُسِخَ وَ اسْتَقَرَّ تَحْرِيْمُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

۳۳۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ وَ وَكِيْعٌ وَ ابْنُ بِشْرٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا نِسَآءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ.

۳۳۰۷ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَلَمْ يَقُلْ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ.

۳۳۰۸ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ كُنَّا وَنَحْنُ شَبَابٌ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَسْتَخْصِيْ وَلَمْ يَقُلْ نَغْزُوْ.

۳۳۰۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُحَمَّدٍ

حرمت متعہ کا بیان

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جاتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم خصی نہ ہو جائیں؟ آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا پھر آپ نے ہم کو اس کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض ایک مدت معین کے لیے نکاح (یعنی متعہ) کر لیں۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

(ترجمہ:) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اس آیت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے.

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ ہم جوان تھے اور ہم نے کہا یا رسول! ہم خصی نہ ہو جائیں؟ اور یہ نہیں کہا کہ ہم جہاد کے لیے جاتے تھے.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ہمارے سامنے آ کر اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

يُحَدِّثَانِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ قَالَا خَرَجَ عَلَيْنَا مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَذِنَ لَكُمْ اَنْ تَسْتَمْتِعُوْا يَعْنِيْ مُتْعَةَ النِّسَآءِ۔

تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

۳۳۱۰۔ **وَحَدَّثَنِيْ** اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامِ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانَا فَاَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں متعہ کی اجازت دی۔

۳۳۱۱۔ **وَحَدَّثَنَا** حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ عَطَاءٌ قَدِمَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مُعْتَمِرًا فَجِئْنَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَسَاَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ اَشْيَاءَ ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ نَعَمْ اِسْتَمْتَعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔

عطا کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عمرہ کرنے آئے تو ہم ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے لوگوں نے آپ سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا، پھر لوگوں نے متعہ کا مسئلہ چھیڑا، حضرت جابر نے کہا ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا

۳۳۱۲۔ **حَدَّثَنِيْ** مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقُبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالدَّقِيْقِ الْاَيَّامَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى نَهٰى عَنْهُ عُمَرُ فِيْ شَاْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے عہد میں ایک مٹھی چھوہاروں یا ایک مٹھی آٹے کے عوض متعہ کر لیا کرتے تھے حتی کہ حضرت عمر نے عمرو بن حریث کے واقعہ سے اس کی ممانعت کا اعلان کر دیا۔

۳۳۱۳۔ **حَدَّثَنَا** حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنْ

ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ ایک آنے والا

عاصم عن أبي نضرة قال كنت عند جابر بن عبد الله فأتاه آت فقال ابن عباس وابن الزبير اختلفا في المتعتين فقال جابر فعلناهما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم نهانا عنهما عمر فلم نعد لهما۔

آیا اور اس نے کہا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کے درمیان عورتوں سے متعہ اور حج تمتع کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے ساتھ متعہ بھی کیا ہے اور حج تمتع بھی کیا ہے، پھر حضرت عمر نے ہمیں ان دونوں سے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے ان دونوں کاموں کو نہیں کیا۔

٣٣١٤ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا يونس بن محمد قال نا عبد الواحد بن زياد قال نا أبو عميس عن إياس بن سلمة عن أبيه قال رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم عام أوطاس في المتعة ثلاثا ثم نهى۔

ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس (فتح مکہ) کے سال ہمیں تین دن متعہ کرنے کی اجازت دی پھر آپ نے اس سے منع کر دیا۔

٣٣١٥ - وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا ليث عن الربيع بن سبرة الجهني عن أبيه أنه قال أذن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمتعة فانطلقت أنا ورجل إلى امرأة من بني عامر كأنها بكرة عيطاء فعرضنا عليها أنفسنا فقالت ما تعطيني فقلت ردائي وقال صاحبي ردائي وكان رداء صاحبي أجود من ردائي وكنت أشب منه فإذا نظرت إلى رداء صاحبي أعجبها وإذا نظرت إلي أعجبتها ثم قالت أنت ورداؤك يكفيني فمكثت معها ثلاثا ثم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان عنده شيء من هذه النساء التي يتمتع فليخل سبيلها۔

ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دی تو میں اور ایک شخص بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے وہ عورت نوجوان اور دراز گردن تھی۔ ہم نے اس پر اپنے آپ کو پیش کیا وہ کہنے لگی کیا دو گے؟ میں نے کہا میری چادر حاضر ہے، میرا ساتھی بولا میری بھی چادر حاضر ہے اصل میں میرے ساتھی کی چادر میری چادر سے اچھی تھی مگر میں اپنے ساتھی سے زیادہ جوان تھا تو وہ عورت جب میرے ساتھی کی چادر دیکھتی تو اس کو پسند کرتی اور جب میری طرف دیکھتی تو میں اسے اچھا لگتا، پھر مجھ سے کہنے لگی تو اور تیری چادر مجھے کافی ہے، پھر میں اس کے پاس تین دن رہا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا جس کے پاس متعہ والی عورتیں ہوں وہ ان کو چھوڑ دے۔

٣٣١٦ - حدثنا أبو كامل فضيل بن

ربیع بن سبرہ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے فتح مکہ

حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ أَنَّ أَبَاهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتْحَ مَكَّةَ قَالَ فَأَقَمْنَا بِهَا خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ فَأَذِنَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَخَرَجْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنْ قَوْمِي وَلِي عَلَيْهِ فَضْلٌ فِي الْجَمَالِ وَهُوَ قَرِيبٌ مِنَ الدَّمَامَةِ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَّا بُرْدٌ فَبُرْدِي خَلَقٌ وَأَمَّا بُرْدُ ابْنِ عَمِّي فَبُرْدٌ جَدِيدٌ غَضٌّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَسْفَلِ مَكَّةَ أَوْ بِأَعْلَاهَا فَتَلَقَّتْنَا فَتَاةٌ مِثْلُ الْبَكْرَةِ الْعَنَطْنَطَةِ فَقُلْنَا هَلْ لَكِ أَنْ يَسْتَمْتِعَ مِنْكِ أَحَدُنَا قَالَتْ وَمَا تَبْذُلَانِ فَنَشَرَ كُلُّ وَاحِدٍ بُرْدَهُ فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ وَيَرَاهَا صَاحِبِي يَنْظُرُ إِلَى عِطْفِهَا فَقَالَ إِنَّ بُرْدَ هٰذَا خَلَقٌ وَبُرْدِي جَدِيدٌ غَضٌّ فَتَقُولُ بُرْدُ هٰذَا لَا بَأْسَ بِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اسْتَمْتَعْتُ مِنْهَا فَلَمْ أَخْرُجْ حَتَّى حَرَّمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۳۳۱۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ بِشْرٍ وَزَادَ قَالَتْ وَهَلْ يَصْلُحُ ذَاكَ وَفِيهِ

کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ان کے والد نے کہا کہ ہم مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دے دی، میں اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ گیا مجھے اپنے ساتھی پر خوبصورتی کی فضیلت حاصل تھی اور میرا ساتھی بدصورتی کے قریب تھا، ہم دونوں میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک چادر تھی مگر میری چادر پرانی تھی اور اس کی چادر نئی اور اچھی تھی، جب ہم مکہ کی ایک جانب پہنچے تو ایک عورت سے ملاقات ہوئی وہ عورت جوان تندرست اور دراز گردن تھی ہم نے اس سے کہا تم ہم میں سے ایک کے ساتھ متعہ کر سکتی ہو؟ اس عورت نے کہا تم کیا خرچ کرو گے؟ ہم میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی چادر دکھا دی، وہ عورت ہم دونوں کو بغور دیکھنے لگی۔ میرا ساتھی اس کی توجہ کا منتظر تھا، کہنے لگا اس کی چادر پرانی ہے اور میری چادر نئی اور عمدہ ہے۔ اس عورت نے دو یا تین بار کہا اس کی چادر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے اس عورت سے متعہ کیا، پھر میں اس عورت کے پاس سے اس وقت تک نہیں گیا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام نہیں کر دیا۔

ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ گئے اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس عورت نے کہا کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور اس کے ساتھی نے کہا اس کی چادر پرانی اور بے کار ہے۔

قَالَ اِنَّ بُرْدَ هٰذَا خَلَقٌ مَحٌّ۔

۳۳۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا۔

ربیع بن سبرہ جہنی کہتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک متعہ کو حرام کر دیا ہے پس جس شخص کے پاس متعہ والی عورت ہو وہ اس کو چھوڑ دے اور جو کچھ اس عورت کو دے چکے ہو وہ اس سے واپس نہ لو۔

۳۳۱۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

اسی سند کے ساتھ روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبہ کے رکن اور دروازے کے درمیان کھڑے ہوئے فرما رہے تھے... حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۲۰ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُتْعَةِ عَامَ الْفَتْحِ حِيْنَ دَخَلْنَا مَكَّةَ ثُمَّ لَمْ نَخْرُجْ حَتّٰى نَهَانَا عَنْهَا۔

عبد الملک بن ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کا حکم دیا پھر مکہ سے واپس ہونے سے پہلے آپ نے ہمیں متعہ سے منع فرما دیا۔

۳۳۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الرَّبِيْعِ ابْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ رَبِيْعَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال اپنے اصحاب کو عورتوں سے متعہ کرنے کا حکم دیا، میں اور بنو سلیم سے میرا ایک ساتھی گئے، حتیٰ کہ ہمیں بنو عامر کی ایک لڑکی ملی،

نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالتَّمَتُّعِ مِنَ النِّسَاءِ قَالَ فَخَرَجْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ حَتَّى وَجَدْنَا جَارِيَةً مِنْ بَنِي عَامِرٍ كَأَنَّهَا بَكْرَةٌ عَيْطَاءُ فَخَطَبْنَاهَا إِلَى نَفْسِهَا وَعَرَضْنَا عَلَيْهَا بُرْدَيْنَا فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ فَتَرَانِي أَجْمَلَ مِنْ صَاحِبِي وَتَرَى بُرْدَ صَاحِبِي أَحْسَنَ مِنْ بُرْدِي فَآمَرَتْ نَفْسَهَا سَاعَةً ثُمَّ اخْتَارَتْنِي عَلَى صَاحِبِي فَكُنَّ مَعَنَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِهِنَّ.

وہ نوجوان اور کنواری لگتی تھی۔ ہم نے اس سے متعہ کی درخواست کی اور اس پر اپنی اپنی چادریں پیش کیں، کبھی وہ لڑکی مجھے غور سے دیکھتی کیونکہ میں اپنے ساتھی سے زیادہ خوبصورت تھا، اور کبھی میرے ساتھی کی چادر کو دیکھتی کیونکہ اس کی چادر میری چادر سے زیادہ اچھی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر میرے ساتھی کے مقابلہ میں مجھے پسند کر لیا، وہ لڑکی میرے ساتھ تین دن رہی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ والی عورتوں سے علیحدہ ہونے کا حکم دے دیا۔

۳۳۲۲ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ.

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

۳۳۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى يَوْمَ الْفَتْحِ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ.

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

۳۳۲۴ - وَحَدَّثَنِيهِ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ أَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ زَمَانَ الْفَتْحِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَأَنَّ أَبَاهُ كَانَ تَمَتَّعَ بِبُرْدَيْنِ أَحْمَرَيْنِ.

ربیع بن سبرہ جہنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے زمانہ میں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرما دیا تھا اور ان کے والد نے دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا۔

۳۳۲۵ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ اِنَّ نَاسًا اَعْمَى اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ كَمَا اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ يُفْتُونَ بِالْمُتْعَةِ يُعَرِّضُ بِرَجُلٍ فَنَادَاهُ فَقَالَ اِنَّكَ لَجِلْفٌ جَافٍ فَلَعَمْرِي لَقَدْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ تُفْعَلُ فِي عَهْدِ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ يُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَجَرِّبْ بِنَفْسِكَ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَاَرْجُمَنَّكَ بِاَحْجَارِكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ بْنِ سَيْفِ اللّٰهِ اَنَّهُ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَاهُ فِي الْمُتْعَةِ فَاَمَرَهُ بِهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ اَبِي عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَهْلًا قَالَ مَا هِيَ وَاللّٰهِ لَقَدْ فُعِلَتْ فِي عَهْدِ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ قَالَ ابْنُ اَبِي عَمْرَةَ اِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي اَوَّلِ الْاِسْلَامِ لِمَنِ اضْطُرَّ اِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ ثُمَّ اَحْكَمَ اللّٰهُ الدِّيْنَ وَنَهٰى عَنْهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي رَبِيْعُ ابْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ اَنَّ اَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدْ كُنْتُ اسْتَمْتَعْتُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ امْرَاَةٍ مِّنْ بَنِي عَامِرٍ بِبُرْدَيْنِ اَحْمَرَيْنِ ثُمَّ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُتْعَةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَسَمِعْتُ رَبِيْعَ

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے دلوں کو اس طرح اندھا کر دیا ہے جس طرح ان کی آنکھیں اندھی ہیں، یہ لوگ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، حضرت ابن الزبیر ایک شخص پر طنز کر رہے تھے اس شخص نے حضرت ابن الزبیر سے با آواز بلند کہا تم بے وقوف اور کم علم ہو، مجھے اپنی زندگی کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متعہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابن الزبیر نے کہا تم متعہ کر کے دیکھو میں تم کو سنگسار کرا دوں گا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ نے مجھے خبر دی کہ میں ایک شخص کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور اس نے اس شخص سے متعہ کا حکم دریافت کیا اس شخص نے اس کو متعہ کی اجازت دے دی۔ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ٹھہرو! اس شخص نے کہا کیا بات ہے! قسم بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں متعہ کیا ہے، حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ابتداء اسلام میں ضرورت کی وجہ سے متعہ کی اجازت تھی۔ جیسے ضرورت کے مطابق مردار خون اور خنزیر کی اجازت ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو محکم کر دیا اور متعہ سے منع فرما دیا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے ربیع بن سبرہ جہنی نے بتایا کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنو عامر کی ایک عورت سے دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا، پھر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے روک دیا، ابن شہاب کہتے ہیں کہ میرے سامنے ربیع بن سبرہ نے یہ حدیث عمر بن عبد العزیز کو سنائی۔

بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَاَنَا جَالِسٌ۔

۳۳۲۶۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَبْلَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ اَلَا اِنَّهَا حَرَامٌ مِّنْ يَّوْمِكُمْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ كَانَ اَعْطٰى شَيْئًا فَلَا يَاْخُذْهُ۔

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی ممانعت کر دی اور فرمایا سنو! آج سے قیامت تک کے لیے متعہ حرام ہے اور جس شخص نے متعہ کے عوض کچھ دیا ہے وہ اس میں سے واپس نہ لے

۳۳۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

۳۳۲۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ سَمِعَ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لِفُلَانٍ اِنَّكَ رَجُلٌ تَائِهٌ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا تو ایک ایسا شخص ہے جو راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (متعہ سے) منع فرمایا ہے۔

۳۳۲۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ حَسَنٍ وَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے ہمیں منع فرما دیا تھا۔

عَبْدِ اللّٰهِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ نِکَاحِ الْمُتْعَةِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ۔

۳۳۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ اَبْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُلَیِّنُ فِیْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ مَهْلًا یَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهَا یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عورتوں سے متعہ کے مسئلہ میں نرم گوشہ رکھتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: اے ابن عباس ٹھہرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کو کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

۳۳۳۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اَبِیْهِمَا اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ یَقُوْلُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت ابن عباس سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ پر استدلال

فقہ جعفری میں متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور متعہ کرنے والے کے لیے مغفرت اور اجر و ثواب کی بشارت ہے۔ شیخ کلینی متعہ پر استدلال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

عن ابی بصیر قال: سالت ابا جعفر علیہ السلام عن المتعۃ فقال نزلت فی القرآن فما استمتعتم بہ منھن فآتوھن اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ متعہ کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: تم نے عورتوں سے جو متعہ کیا سو ان سے جسمانی لذت حاصل

من بعد الفريضة۔

(نساء : ۲۴)

کی ہے تو ان کو اس کا معاوضہ ادا کرو اور اگر معاوضہ مقرر کرنے کے بعد تم کسی مقدار کی ادائیگی پر باہم رضامند ہو جاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء اہل سنت کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی بیوی سے عمل ازدواج کا فائدہ حاصل کر لو خواہ ایک باری ہو تو تم پر اس کا پورا مہر ادا کرنا لازم ہے اور مہر مقرر ہونے کے بعد اگر تم باہمی رضامندی سے مہر کی مقدار کم یا زیادہ کر دو یا مہر کو بالکل ساقط کر دو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس آیت کے سیاق و سباق میں ازدواج کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔
(سعیدی غفرلہٗ)

عن عبد الله بن سليمان قال سمعت ابا جعفر عليه السلام يقول كان علي عليه السلام يقول لولا ما سبقني به بنو الخطاب ما زنى الا شقي۔ [1]

عبد اللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ علی علیہ السلام فرماتے تھے اگر ابن الخطاب مجھ پر سبقت حاصل نہ کرتے تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا۔

(یعنی اگر حضرت عمر متعہ کے منسوخ ہونے کو قرآن اور حدیث سے واضح نہ کرتے اور متعہ کی ممانعت پر سختی سے عمل نہ کراتے تو زنا بالکل ختم ہو جاتا اور سوائے ازلی بدبخت کے اور کوئی زنا نہ کرتا کیونکہ جو شخص بھی باہمی رضامندی سے زنا کرنا چاہتا وہ بجائے زنا کے متعہ کر لیتا کیونکہ اجرت اور وقت کے تعین کے بعد زنا اور متعہ میں سوائے نام کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کی فضیلت

فقہ جعفری سے دلائل نقل کرنے کے بعد اب ہم بیان کر رہے ہیں کہ فقہ جعفری میں متعہ پر کتنا اجر و ثواب ملتا ہے، شیخ قمی روایت کرتے ہیں:

روى صالح بن عقبة عن ابيه عن ابي جعفر عليه السلام قال قلت له للمتمتع ثواب؟ قال: ان كان يريد بذلك وجه الله تعالى وخلافا على من انكرها لم يكلمها كلمة الا كتب الله له بها حسنة ولم يمد يده اليها الا كتب الله له حسنة فاذا دنى منها غفر الله تعالى له بذلك ذنبا فاذا اغتسل غفر الله له بعدد ما مر من الماء على شعره قلت بعدد الشعر قال نعم بعدد الشعر [2]

عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا کیا متعہ کرنے والے کو اجر ملتا ہے؟ انھوں نے کہا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور منکرین کی مخالفت کے لیے متعہ کرے تو اجر ملے گا جب وہ عورت سے بات کرے گا تو ایک نیکی ملے گی، اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو دوسری نیکی ملے گی اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ بخش دے گا اور جب وہ غسل کرے گا تو اس کے جسم کے بالوں کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی، ج ۵ ص ۴۴۸، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۲ھ
[1] " " " " الفروع من الکافی، ج ۵ ص ۴۴۸ " "
[2] شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۵، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۱ھ

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کے احکام

فقہ جعفریہ کی روشنی میں جس عورت سے نفسانی خواہش پوری کرنی مقصود ہو اس سے متعہ کر لیا جائے اور متعہ کا رکن یہ ہے کہ عورت سے وقت اور مدت کا تعین کیا جائے کہ کتنے پیسوں کے عوض وہ عورت کتنے وقت کے لیے اپنا جسم حوالے کرے گی، وقت پورا ہو جانے کے بعد متعہ از خود ختم ہو جاتا ہے طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ممتوعہ عورت کے لیے مسلمان یا اہل کتاب ہونا ضروری نہیں ہے مجوسی عورت سے بھی متعہ ہو سکتا ہے، عقد متعہ کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ممتوعہ عورتوں میں تعداد کی کوئی حد ہے حتی کہ بیک وقت ستر عورتوں سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے، ممتوعہ عورت وراثت کی حقدار نہیں ہوتی نہ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ ان احکام کے ثبوت میں ائمہ جعفریہ کی حسب ذیل روایات ہیں:

شیخ ابوجعفر طوسی بیان کرتے ہیں:

عن زرارة عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا تکون متعة الا بامرین باجل مسمی و باجر مسمی۔[1]

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا متعہ صرف دو چیزوں سے منعقد ہوتا ہے، مدت کا تعین ہو اور اجرت کا تعین ہو۔

شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر طوسی روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن اسماعیل عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام قال، قلت لہ الرجل یتزوج متعة سنة واقل واکثر قال: اذا کان بشیء معلوم الی اجل معلوم قال: قلت وتبین بغیر طلاق قال! نعم۔[2]

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابو الحسن رضا علیہ السلام سے پوچھا ایک شخص ایک سال یا اس سے کم یا زیادہ کے لیے متعہ کر سکتا ہے؟ کہا جب مدت اور اجرت معلوم ہو تو کر سکتا ہے، میں نے پوچھا کیا وہ اس سے بغیر طلاق کے علیحدہ ہو جاتی ہے؟ کہا ہاں!

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمیر عن هشام بن سالم قال: قلت کیف یتزوج المتعة؟ قال تقول یا امة اللہ اتزوجک کذا وکذا یوما بکذا وکذا درهما فاذا مضت تلک الایام کان طلاقها فی شرطها ولا عدة لها علیک۔[3]

ابو عمیر کہتے ہیں میں نے ہشام بن سالم سے متعہ کا طریقہ پوچھا انہوں نے کہا تم یوں کہو اے اللہ کی بندی میں اتنے پیسوں کے عوض اتنے دنوں کے لیے تم سے متعہ کرتا ہوں، جب وہ ایام گذر جائیں گے تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اس کی کوئی عدت نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر طوسی روایت کرتے ہیں:

---

[1] شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

[2] " " " ، استبصار ج ۳ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۰ھ

[3] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۴۵۶-۴۵۵، مطبوعہ " " ، ۱۳۶۲ھ

عن منصور الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا بأس بالرجل ان یتمتع بالمجوسیۃ۔ [1]

منصور صیقل بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مجوسی (آتش پرست) عورت سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ روایت کرتے ہیں:

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ذکرت لہ المتعۃ أھی من الاربع قال: تزوج منھن الفاً فانھن مستأجرات۔ [2]

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا متعہ صرف چار عورتوں سے کیا جا سکتا ہے؟ انھوں نے کہا متعہ اجرت کے عوض ہوتا ہے خواہ ہزار عورتوں سے کرلو۔

شیخ قمی روایت کرتے ہیں:

وسألہ محمد بن النعمان الاحول فقال: ادنی ما یتزوج بہ الرجل متعۃ؟ قال کفین من بر یقول لھا تزوجینی نفسک متعۃ علی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ نکاحا غیر سفاح علی ان لا ارثک ولا ترثنی ولا اطلب ولدک الی اجل مسمی فان بدا لی زدتک وزدتنی۔ [3]

محمد بن نعمان نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا کم از کم کتنی چیز کے عوض متعہ ہو سکتا ہے؟ انھوں نے کہا دو مٹھی گندم سے، تم اس سے کہو کہ میں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق متعہ کرتا ہوں جو نکاح ہے زنا نہیں ہے اس شرط پر کہ میں تمہارا وارث ہوں اور نہ تم میری وارث ہو نہ میں تم سے اولاد کا مطالبہ کروں گا یہ نکاح ایک معین مدت تک ہے پھر اگر میں نے چاہا تو میں اس مدت میں اضافہ کر دوں گا اور تم بھی اضافہ کر دینا۔

اور شیخ الطائفہ نے عمر بن حنظلہ کی روایت میں لکھا ہے:

ولا یکون بینھما میراث۔ [4]

متعہ میں فریقین کے درمیان میراث نہیں ہوتی۔

شیخ روح اللہ خمینی متعہ کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۲۴۲۱) متعہ والی عورت اگرچہ حاملہ ہو جائے خرچ کا حق نہیں رکھتی۔

(۲۴۲۲) متعہ والی عورت (چار راتوں میں سے ایک رات) ایک بستر پر سونے اور شوہر سے ارث پانے اور شوہر بھی اس کا وارث بننے کا حق نہیں رکھتا۔

(۲۴۲۳) متعہ والی عورت کو اگرچہ علم نہ ہو کہ وہ اخراجات اور اکٹھا سونے کا حق نہیں رکھتی تب بھی اس کا عقد صحیح ہے اور

---

[1] شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ

[2] " " " " الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۷، " " "

[3] شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۴، " " ۱۳۶۷ھ

[4] شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۵۳، " " ۱۳۶۵ھ

نہ جاننے کی وجہ سے بھی شوہر پر کوئی حق نہیں رکھتی۔[1]

علامہ نووی شافعی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں متعہ کے متعلق صحیح مسلم میں مختلف روایات ہیں، اس میں ایک روایت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو متعہ کی ممانعت کر دی، اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے دن متعہ کی ممانعت کی، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ سے اباحت متعہ کے متعلق احادیث مروی ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہم سے اباحت متعہ کے بارے میں احادیث مروی ہیں لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وطن میں تمتع کی اجازت دی گئی ہو۔ ان تمام احادیث میں یہ ہے کہ متعہ کی اجازت سفر میں دی گئی تھی جہاں ان صحابہ کی بیویاں نہیں تھیں جبکہ وہ گرم علاقے تھے اور عورتوں کے بغیر ان کا رہنا مشکل تھا، اس سبب سے جہاد کے مواقع پر بربنا ضرورت متعہ کی اجازت دی گئی، اور حضرت ابن ابی عمر کی روایت میں یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں ضرورت کی بناء پر متعہ کی اجازت تھی۔ جیسے ضرورت کے وقت مردار کا کھانا مباح ہو جاتا ہے، سلمہ بن اکوع نے فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی اباحت روایت کی ہے اسی طرح حضرت سبرہ بن معبد نے روایت کیا ہے اور انھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ اسی دن سے متعہ حرام کر دیا گیا، حضرت علی کی روایت میں فتح مکہ سے پہلے جنگ خیبر کے دن حرمت متعہ کی روایت بیان کی گئی ہے، اسحاق بن راشد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر متعہ کو حرام کیا گیا، موطا امام مالک میں یوم خیبر کے وقت حرمت کی روایت ہے اور سنن ابو داؤد میں حجۃ الوداع کے وقت ممانعت کی روایت ہے، تاہم صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر متعہ کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اس کی حرمت کو تاکیداً دہرایا ہے۔

صحیح اور صواب یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو بار واقع ہوئی، خیبر سے پہلے مباح تھا پھر خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا، پھر فتح مکہ کے دن مباح کیا گیا اور یہی یوم اوطاس ہے پھر قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا گیا اور اس کی حرمت قائم رہی، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متعہ میں ایک مدت کے لیے عقد ہوتا ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور بغیر طلاق کے اس میں انقطاع ہو جاتا ہے اور سوائے شیعہ کے تمام علماء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے، حضرت ابن عباس سے متعہ کی اباحت منقول ہے لیکن ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا۔[2]

صحیح مسلم میں حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد اسانید کے ساتھ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا ہے یہ اس پر محمول ہے کہ ان تک حرمت متعہ کے احکام نہیں پہنچے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی اچھی طرح تبلیغ کرنے کے بعد متعہ کی حرمت اور ممانعت پر سختی سے عمل کرایا اور بدکاری کے ارتکاب کے لیے اس چور دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

---

[1] شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل اردو، ۲۶۹، ۲۷۸، ۴۷۳، مطبوعہ سازمان تبلیغات

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

علامہ وشتانی مالکی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ ابن عربی کہتے ہیں کہ متعہ اولاً مباح کیا گیا پھر حرام کیا گیا۔ پھر مباح کیا گیا پھر حرام کیا گیا اباحت اولی یہ ہے کہ شروع اسلام میں لوگ اپنی عادت کے مطابق متعہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے سکوت فرمایا پھر خیبر کے موقع پر متعہ حرام کر دیا گیا جیسا کہ احادیث میں ہے پھر حضرت جابر کی روایت کے مطابق فتح مکہ کے دن متعہ پھر مباح کیا گیا پھر چند دن بعد قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا گیا جیسا کہ حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اصحاب مالک کے درمیان اس چیز میں اختلاف ہے کہ متعہ کرنے والے پر آیا وہ حد لگائی جائے گی جو کنوارے زانی پر لگائی جاتی ہے یا وہ حد لگائی جائے گی جو شادی شدہ زانی پر لگائی جاتی ہے یا عقد میں شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے اس سے حد ساقط کر دی جائے گی البتہ اس کو سخت سزا دی جائے گی، امام مالک سے یہی مروی ہے[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس عقد میں مدت اور معاوضہ کا تعین ہو اس کو متعہ کہتے ہیں خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول (جیسے فصل کی کٹائی تک عقد کیا جائے) امام احمد نے تصریح کی ہے کہ متعہ حرام ہے۔ علامہ ابو بکر نے کہا ہے کہ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ متعہ مکروہ ہے کیونکہ ابن منصور کے جواب میں امام احمد نے فرمایا میرے نزدیک متعہ سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے علامہ ابو بکر کے علاوہ باقی اصحاب نے امام احمد سے ممانعت اور تحریم کی روایت کی ہے، اور کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد سے صرف ایک روایت ہے اور وہ تحریم کی ہے، جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے تحریم متعہ کی احادیث مروی ہیں، علامہ ابن عبد البر نے فرمایا اہل حجاز میں سے امام مالک، اہل کوفہ میں سے امام ابو حنیفہ، اہل شام میں سے امام اوزاعی اور اہل مصر میں سے امام شافعی اور امام لیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متعہ حرام ہے، البتہ امام زفر نے یہ کہا ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے اور تعیین مدت کی شرط باطل ہے۔

حضرت ابن عباس کا نظریہ یہ تھا کہ متعہ جائز ہے اور ان کے تلامذہ میں سے عطاء، طاؤس، ابن جریج کا بھی یہی خیال ہے، حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری سے بھی جواز کی روایت ہے، شیعہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو متعہ جائز تھے عورتوں سے متعہ اور حج کا متعہ (تمتع) کیا میں ان سے منع کروں گا اور ان پر سزا دوں گا؟ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ کرائے کی طرح ایک عقد منفعت ہے۔

تحریم متعہ پر جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ربیع بن سبرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ میرے باپ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں متعہ سے منع فرما دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا، (سنن ابو داؤد) اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! میں نے تم کو متعہ کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کے لیے متعہ کو حرام کر دیا ہے اور موطا امام امام مالک اور سنن نسائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت اور عورتوں سے متعہ کی ممانعت کر دی، بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے خیبر کے دن منع کیا، اور عورتوں سے متعہ کرنے کو منع فرمایا، اور اس کا وقت نہیں بیان کیا اور ربیع بن سبرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر منع فرمایا (بلکہ فتح مکہ کے موقع پر ابدی ممانعت فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقع پر اس ممانعت کو تاکیداً دہرایا جیسے قتل وغیرہ اور دیگر کاموں کی حرمت کو آپ نے اس موقع پر دہرایا۔ سعیدی) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر متعہ کو حرام کیا اور فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ کو مباح کیا اور پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا، متعہ کی حرمت اس وجہ سے بھی ہے کہ طلاق، ظہار، لعان اور وراثت وغیرہ نکاح کے احکام میں سے متعہ میں کوئی حکم نہیں ہے اس لیے باقی باطل نکاحوں کی طرح یہ بھی باطل نکاح ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے متعہ کے جواز کے قول سے رجوع کر لیا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا خون، مردار اور خنزیر کے گوشت کی طرح متعہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی اور پھر اس کو منسوخ کر دیا۔[1]

علامہ سرخسی حنفی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک غزوہ میں جب صحابہ پر ازواج سے علیحدگی بہت شاق ہو گئی تو آپ نے تین دن کے لیے متعہ کو مباح کر دیا پھر آپ نے متعہ سے ممانعت کر دی، متعہ کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اتنے پیسوں کے عوض اتنی مدت کے لیے فائدہ حاصل کروں گا اور یہ ہمارے نزدیک باطل ہے اور امام مالک بن انس کے نزدیک جائز ہے (امام مالک کے نزدیک متعہ جائز نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ وشتانی مالکی سے نقل کر چکے ہیں اور عنقریب مدونہ سے امام مالک کی تصریح پیش کریں گے، علامہ شمس الدین سرخسی کو اس معاملہ میں تسامح ہوا ہے۔ سعیدی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن "تم نے اپنی بیویوں سے جو فائدہ اٹھایا ہے تو ان کو اس کی اجرت (مہر) ادا کر دو" اور اس لیے کہ اس پر اتفاق ہے کہ پہلے متعہ مباح تھا اور جو حکم ثابت ہو جب تک اس کا نسخ ظاہر نہ ہو وہ ثابت ہی رہتا ہے، لیکن احادیث مشہورہ سے اس کا منسوخ ہونا ظاہر ہو چکا ہے، محمد بن حنفیہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی، سنو! اللہ اور اس کا رسول تم کو متعہ سے منع کرتے ہیں اور حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے لیے متعہ مباح کر دیا اس کے بعد حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے متعہ کا واقعہ بیان کیا اور کہا جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی "سنو! اللہ اور اس کا رسول تم کو متعہ سے منع کرتے ہیں" اس کے بعد لوگ اس سے رک گئے پھر متعہ میں مطلقاً اباحت ثابت نہیں ہوئی تھی

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۷، ص ۱۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بلکہ متعہ میں تین دن کی مقید اباحت ثابت ہوئی تھی اور تین دن پورے ہونے کے بعد متعہ کی اباحت باقی نہیں رہا کہ اس کے لیے ناسخ کی ضرورت ہو، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ کو طلاق، عدت اور میراث کی آیات نے منسوخ کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اگر تم نے متعہ کیا تو میں تم کو رجم کر دوں گا، اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے متعہ اور صرف سے رجوع کر لیا تھا، پس اجماع صحابہ سے متعہ کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی، والذین ھم لفروجھم حافظون الآیۃ "وہ لوگ جو ازواج اور اپنی باندیوں کے سوا اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں" اور جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ زوجہ نہیں ہے اور نہ ہی باندی ہے، زوجہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ وارث ہوتی ہے نہ اس پر طلاق ہوتی ہے اور نہ اس کے ساتھ ایلاء ہوتا ہے اور زوجہ کے ساتھ یہ تمام معاملات ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں جو ہے فما استمتعتم بہ منھن الآیۃ اس سے مراد ازواج ہیں جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔[1]

متعہ کے عدم جواز اور بطلان پر امام مالک کی تصریح

شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک متعہ جائز ہے اور غالباً انہیں کو دیکھ کر علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے بھی یہی لکھا ہے:

وقال مالک رحمہ اللہ ھو جائز۔[2] امام مالک نے کہا ہے کہ متعہ جائز ہے۔

غالباً اس تسامح کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے مالکیہ کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی بیان مذاہب میں صاحب ہدایہ کا تسامح ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اب ہم مدونہ سے امام مالک کا قول پیش کر رہے ہیں۔

علامہ ابن سحنون تنوخی، امام ابن قاسم سے روایت کرتے ہیں:

(قلت) ارءیت اذا تزوج امرأۃ باذن ولی بصداق قد سماہ تزوجھا الی شھر او سنۃ او سنتین ایصلح ھذا النکاح (قال) قال مالک ھذا النکاح باطل اذا تزوجھا الی اجل من الآجال فھذا النکاح باطل (الی قولہ) قلت ارایت ان قال اتزوجک شھرا ایبطل النکاح ام یجعل النکاح صحیحا و یبطل الشرط (قال) قال مالک النکاح باطل یفسخ و ھذہ المتعۃ

امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا یہ بتلایے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس کے ولی کی اجازت سے مہر مقرر کر کے ایک ماہ، ایک سال یا دو سال کی مدت کے لیے نکاح کرے تو آیا یہ جائز ہے؟ امام مالک نے فرمایا یہ نکاح باطل ہے، جب کوئی شخص کسی مدت معین کے لیے نکاح کرے تو وہ نکاح باطل ہے۔ امام ابن قاسم کہتے ہیں میں نے کہا یہ بتلایے کہ جب کوئی شخص کسی مدت کے لیے نکاح کرے تو آیا

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۵۲-۱۵۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

وقد ثبت عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تحریمہا۔[1]

سرے سے نکاح باطل ہے یا نکاح ہو جائے گا اور مدت کی شرط باطل ہے، امام مالک نے فرمایا نکاح ہی باطل ہے اور وہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ یہ متعہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی تحریم ثابت ہے۔

علامہ ابن ہمام نے بھی صاحب ہدایہ کے اس تسامح کا بیان کیا ہے لکھتے ہیں:

نسبتہ الی مالک غلط۔[2]

امام مالک کی طرف جواز متعہ کی نسبت کرنا غلط ہے۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النسآء واکل لحوم الحمر الانسیۃ۔[3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

علامہ ابو الولید باجی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ابتداء اسلام میں متعہ مباح تھا حضرت ابن عباس کو اباحت کا علم تھا اور تحریم کا علم نہیں تھا، حضرت علی نے ان کے سامنے اباحت کا انکار کیا اور انھیں تحریم کی خبر دی۔[4]

حرمت متعہ پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنی وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ (النساء: ۳)

جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، اور اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ ان کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک نکاح کرو یا اپنی کنیزوں پر اکتفاء کرو۔

یہ آیت سورۂ نساء سے لی گئی ہے جو مدنی سورت ہے، اور ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قضاء شہوت کی صرف دو جائز صورتیں بیان فرمائی ہیں، کہ وہ ایک سے چار تک نکاح کر سکتے ہیں، اور اگر ان میں عدل قائم نہ رکھ سکیں تو پھر اپنی باندیوں سے نفسانی خواہش پوری کر سکتے ہیں اور بس! اگر متعہ بھی قضاء شہوت کی جائز شکل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان دو صورتوں کے ساتھ ذکر فرما دیتا اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا ہی اس بات کا بیان ہے کہ وہ جائز نہیں ہے۔ اوائل اسلام سے لے کر فتح مکہ تک متعہ کی جو شکل معمول اور مباح تھی اس آیت کے ذریعہ

---

[1] علامہ سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۰ - ۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۳۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[4] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقیٰ ج ۳ ص ۳۳۲، دار الفکر العربی، بیروت۔

اس کو منسوخ کر دیا گیا۔

شیعہ حضرات کو اگر شبہ ہو کہ اس آیت میں لفظ نکاح متعہ کو بھی شامل ہے لہٰذا نکاح کے ساتھ متعہ کا جواز بھی ثابت ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کی حد صرف چار عورتوں تک ہے اور متعہ میں عورتوں کی تعداد کے لیے کوئی قید نہیں ہے، اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ نکاح اور متعہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں نکاح میں عقد دائمی ہوتا ہے اور متعہ میں عقد عارضی ہوتا ہے، نکاح میں منکوحات کی تعداد محدود ہے اور متعہ میں متنوعات کی کوئی حد نہیں، نکاح میں نفقہ، سکنی، نسب اور میراث لازم ہوتے ہیں اور ایلاء، ظہار، لعان اور طلاق عارض ہوتے ہیں، اور متعہ میں ان میں سے کوئی امر لازم ہے نہ عارض، لہٰذا نکاح اور متعہ دو متضاد حقیقتیں ہیں اور نکاح سے متعہ کا ارادہ غیر معقول ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات (الی قولہ) ذلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم۔ (نساء: ۲۵)

اور جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان کنیزوں سے نکاح کرے اور یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جسے غلبہ شہوت کی وجہ سے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو، اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے شخص کے لیے صرف دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے، دوسرا یہ کہ وہ ضبط نفس کرے اور تجرد کی زندگی گزارے، اگر متعہ جائز ہوتا تو کنیزوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اس کو متعہ کی ہدایت دی جاتی، لیکن ایسا نہیں کیا گیا پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں سے کرے اور اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا۔ متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ۔ (نور: ۳۳)

اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے ان پر لازم ہے کہ وہ ضبط نفس کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں واضح فرما دیا ہے کہ اگر نکاح نہیں کر سکتے تو ضبط نفس کرو، اگر متعہ جائز ہوتا تو نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں متعہ کی اجازت دے دی جاتی، جب کہ متعہ کی اجازت کی بجائے ضبط نفس کا حکم دیا گیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں متعہ کے جواز کا کوئی تصور نہیں ہے۔

احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال

اس سے پہلے باب کے شروع میں اور اس کی تشریح میں متعہ کے مشروع ہونے اور اس کی تحریم کے سلسلے میں احادیث کا بیان گزر چکا ہے تاہم چند مزید احادیث بیان کی جاتی ہیں:

عن سبرۃ الجہنی قال خرجنا مع رسول

حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح (الى قوله) قال فاستمتع منها فلم نخرج من مكة حتى حرمها رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه احمد ورجاله رجال الصحيح۔ [1]

عن جابر بن عبد الله الانصاري قال خرجنا ومعنا النساء اللاتي استمتعنا بهن حتى اتينا ثنية الركاب فقلنا يا رسول الله هؤلاء النسوة اللاتي استمتعنا بهن فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هن حرام الى يوم القيامة فودعننا عند ذلك فسميت عند ذلك ثنية الوداع وما كانت قبل ذلك الا ثنية الركاب رواه الطبراني في الاوسط۔ [2]

عن سالم بن عبد الله قال اتى عبد الله بن عمر فقيل له ان ابن عباس يامر بنكاح المتعة فقال ابن عمر سبحان الله ما اظن ابن عباس يفعل هذا قالوا بلى انه يامر به قال وهل كان ابن عباس الا غلاما صغيرا اذ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ابن عمر نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما كنا مسافحين۔

رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح خلا المعافى بن سليمان وهو ثقة۔ [3]

عن سعيد بن جبير قال قلت لابن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم فتح مکہ کے دن گئے وہاں حضرت سبرہ نے ایک عورت سے متعہ کیا پھر مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا، اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم گئے اور ہمارے ساتھ وہ عورتیں تھیں جن کے ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا حتی کہ ہم ثنیۃ الرکاب پر پہنچے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عورتیں قیامت تک کے لیے حرام ہیں اس جگہ ان عورتوں کو ہم نے الوداع کہا اس وجہ سے اس جگہ کا نام ثنیۃ الوداع پڑ گیا اور اس سے پہلے اس کا نام ثنیۃ الرکاب تھا (طبرانی فی الاوسط)

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ حضرت ابن عباس متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا میرا گمان ہے کہ حضرت ابن عباس ایسا نہیں کرتے ہوں گے، لوگوں نے کہا نہیں! وہ ایسا ہی کرتے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت ابن عباس بہت چھوٹے تھے پھر حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کر دیا ہے اور ہم زنا کرنے والے نہیں ہیں، اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں معافی بن سلیمان ہر چند کہ غیر صحاح کا راوی ہے لیکن ثقہ ہے اور باقی کتب صحاح کے راوی ہیں۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۴ " " "

[3] " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۵ " " "

عباس أتدري ما صنعت وبما أفتيت سارت بفتياك الركبان (إلى قوله) فقال إنا لله وإنا إليه راجعون ولا ما بهذا أفتيت ولا هذا أردت ولا أحللت منها إلا ما أحل الله من الميتة والدم ولحم الخنزير وفيه الحجاج بن ارطاة وهو ثقة ولكنه مدلس وبقية رجاله رجال الصحيح.[1]

کہا کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے فتوی نے کیا گل کھلایا ہے نوجوان آپ کے فتوی کی وجہ سے شہوت کے گھوڑے پر سوار ہو گئے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون، نہ میں نے یہ فتوی دیا، نہ میرا یہ ارادہ تھا۔ میں نے تو متعہ کو حالت اضطرار میں اس طرح مباح کیا تھا جس طرح حالت اضطرار میں مردار خون اور خنزیر کا گوشت مباح ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے لیکن ثقہ راوی ہے باقی راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

عن الحارث بن غزية قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة يقول متعة النساء حرام ثلاث مرات رواه الطبراني وفيه اسحاق بن عبد الله بن ابي فروة وهو ضعيف.[2]

حارث بن غزیہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا عورتوں سے متعہ حرام ہے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں اسحاق بن عبد اللہ ایک ضعیف راوی ہے۔

ہر چند کہ اس آخری حدیث میں ایک ضعیف راوی ہے لیکن چونکہ اس کی مؤید صحیح الاسانید بہت ساری روایات ہیں اس لیے اس کی تقویت ہو گئی اور اس کا ضعف جاتا رہا اور اسی سبب کے پیش نظر ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

شیعہ حضرات کی احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال

عن زيد بن علي عن آبائه عن علي عليهم السلام قال حرم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم خيبر لحوم الحمر الأهلية ونكاح المتعة.[3]

زید بن علی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات یہ کہیں کہ اگر خیبر کے دن متعہ حرام کر دیا گیا تھا تو پھر فتح مکہ کے موقع پر متعہ کیوں ہوا، اس کا ایک جواب علامہ ابن قدامہ کے حوالے سے گزر چکا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ متعہ خیبر کے موقع پر ہی حرام کر دیا گیا تھا، فتح مکہ کے موقع پر ضرورت کی وجہ سے تین دن کے لیے عارضی رخصت دی گئی اور پھر حرمت مؤبدہ کر دی گئی،

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۶ " " " "

[3] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ

عن زید بن علی عن اٰبائه عن علی علیهم السلام قال حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم لحوم الحمر الاهلیة ونکاح المتعة۔ [1]

زید بن علی اپنے اباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

اس روایت میں یوم خیبر کی قید نہیں ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ متعہ کے لیے جب پہلے رخصت دی گئی تھی وہ اس روایت کے بعد منسوخ کر دی گئی، شیخ ابو جعفر طوسی نے اس حدیث سے جان چھڑانے کے لیے یہ لکھا ہے کہ چونکہ یہ حدیث شیعہ حضرات کے اجماعی موقف کے خلاف ہے اس لیے اس روایت کا محمل یہ ہے کہ یہ تقیۃً بیان کی گئی ہے، شیعہ حضرات کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے کہ ان کی کتابوں میں جو چیز ان کے موقف کے خلاف ہو اس کو تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ روایت بیان کرنے میں تقیہ کا کیا دخل ہے؟ اگر جان بچانے کے لیے حق کو چھپانا ہی ہے تو آپ خاموش رہیئے اور اپنے مخالفین کے خلاف کوئی بات مت کہیے اس بات پر کونسی یقینی اور قطعی شہادت ہے کہ زید بن علی نے جان بچانے کے لیے یہ روایت تقیۃً بیان کی تھی اور اگر یہ روایت بیان نہ کرتے تو ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا! اس بے بنیاد مفروضہ کی وجہ سے اس حدیث کو کیوں ترک کیا جائے۔ جو قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطابق ہے، اصول کافی میں ہے "من لا تقیة له لا دین له [2]" "جو آدمی تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے" اگر ایسا ہی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر کے کیوں جان نہیں بچائی؟ حضرت مسلم بن عقیل نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے اور تقیۃً حضرت حسین کو برا بھلا کہہ کر اپنی جان کیوں نہیں بچائی؟ اور حضرت حسین اور ان کے رفقاء نے جو تقیہ کو ترک کیا تو انہیں کیا کہا جائے گا؟ تقیہ کا اصول تو شہادت حسین کی تمام تر عظمت کو ختم کر کے اس کو بے دینی سے بدل دیتا ہے، العیاذ باللہ!

اس موضوع پر مقالات سعیدی میں بھی ایک مبسوط مقالہ ہے، جس میں اس پہلو سے بحث کی گئی ہے کہ بعض قراءت میں "الی اجل مسمی" کے الفاظ ہیں اور اس سے متعہ ثابت ہوتا ہے، ہم نے یہاں اس بحث کو اس لیے نہیں چھیڑا کہ مقالات سعیدی میں ہم اس بحث کو مکمل بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا فِي النِّكَاحِ

پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت

۳۳۳۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھتیجی اور پھوپھی کو اور بھانجی اور خالہ کو نکاح میں ایک ساتھ نہ جمع کیا جائے۔

[1] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۹۰ھ
[2] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۲ھ۔

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

۳۳۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُنَّ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بھتیجی اور اس کی پھوپھی اور بھانجی اور اس کی خالہ۔

۳۳۳۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ ابْنُ مَسْلَمَةَ مَدَنِيٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ وُلْدِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُنْكَحُ الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ الْأَخِ وَلَا ابْنَةُ الْأُخْتِ عَلَى الْخَالَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھتیجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے پھوپھی سے نکاح نہ کیا جائے اور خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔

۳۳۳۵ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ الْكَعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرَى خَالَةَ أَبِيهَا وَعَمَّةَ أَبِيهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بھتیجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی سے یا بھانجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے نکاح کرے۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ بیوی کے باپ کی پھوپھی اور بیوی کے باپ کی خالہ کا بھی یہی حکم ہے۔

۳۳۳۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى اَنَّهٗ كَتَبَ اِلَيْهِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔

۳۳۳۷ - وَحَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۳۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ وَلَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّمَا لَهَا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ دے، اور اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور کسی عورت سے نکاح کر کے اس کی پھوپھی اور خالہ سے نکاح نہ کیا جائے اور کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کے برتن کو اپنے لیے خاص کر لے، وہ (بغیر شرط کے) نکاح کر لے جو اس کی تقدیر میں ہے اسے مل جائیگا۔

۳۳۳۹ - وَحَدَّثَنِىْ مُحْرِزُ بْنُ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ عَوْنٍ قَالَ نَا عَلِىُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا اَوْ تَسْاَلَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ مَا فِىْ صَحْفَتِهَا فَاِنَّ اللّٰهَ رَازِقُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کے ہوتے ہوئے نکاح کیا جائے یا کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کے برتن کو اپنے لیے خاص کرے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے۔

۳۳۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى وَابْنِ نَافِعٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِىٍّ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کے

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا.

نکاح میں ہوتے ہوئے نکاح کیا جائے۔

۳۳۴۱- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے ان میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۳۴۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر ہے بھتیجی اور پھوپھی کو اور بھانجی اور خالہ کو نکاح میں ایک ساتھ جمع نہ کیا جائے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی حقیقی ہوں یا مجازی ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے، مجازی پھوپھی کی مثال ہے دادا یا پردادا کی بہن اور مجازی خالہ کی مثال ہے نانی کی بہن، ان کی حرمت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ بعض شیعہ اور خوارج نے ان کے نکاح میں جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: واحل لكم ما وراء ذلكم (النساء: ۲۴) "مذکورہ محرمات کے ماسوا تمام عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں" اور مذکورہ محرمات میں پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ خبر واحد سے قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرنا جائز ہے۔ اس لیے اس آیت کا عموم اس حدیث سے منسوخ ہو گیا۔[1]

قرآن مجید کے عموم کی خبر واحد سے منسوخ ہونے کی بحث

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ہے اور عصر اول میں یہ حدیث صحابہ اور تابعین میں مقبول رہی ہے، اور صحابہ کے ایک جم غفیر مثلاً حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اس آیت کا عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ محرمات مذکورہ میں مشرکات اور مجوسیات کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس آیت کے عموم کے اعتبار سے وہ بھی حلال ہو گئیں اور لاتنكحوا المشركات (بقرۃ: ۲۲۱) "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو" نے ان سے نکاح کو ناجائز قرار دیا اور اس آیت کا عموم منسوخ ہو گیا اس لیے اس آیت کے عموم کی تخصیص ہر چند کہ خبر واحد سے ہے لیکن یہ عموم قطعی نہیں ہے ظنی ہے کیونکہ لاتنكحوا المشركات سے اس کا عموم پہلے ہی منسوخ ہو چکا ہے اس لیے یہ نسخ اصول احناف کے خلاف نہیں ہے۔[2]

اس کی پوری بحث مباحث کفو کے ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ان کی تفصیل اور احکام

عالمگیری میں ہے کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جو دو باندیاں آپس میں بہنیں ہوں ان دونوں کے ساتھ وطی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ یہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، ۴۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

دونوں نسباً بہنیں ہوں یا دودھ کے رشتہ سے بہنیں ہوں، (سراج وہاج) اور قاعدہ یہ ہے کہ جن دو عورتوں میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے اور ان کے درمیان جانبین سے نکاح حرام ہو خواہ یہ حرمت دودھ کے رشتہ سے ہو یا نسبی رشتہ سے، ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے (محیط) اس لیے بھانجی اور خالہ اور بھتیجی اور پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے خواہ یہ رشتہ نسب سے ہو یا دودھ سے البتہ کسی عورت اور اس کے سابقہ خاوند کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اگر عورت کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس لڑکی سے اس کا نکاح جائز ہے۔ البتہ اس کے برعکس جائز نہیں ہے۔

اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کر لیا تو دونوں سے اس کی تفریق کر دی جائے گی، اگر عمل ازدواج سے پہلے تفریق ہو گئی تو ان کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر عمل ازدواج کے بعد تفریق ہوئی ہے تو ان دونوں کو مہر مثل ملے گا اور اگر الگ الگ عقد کے ساتھ ان سے نکاح کیا ہے تو بعد والا نکاح فاسد ہو گا اور اس پر دوسری بہن سے علیحدہ ہونا واجب ہے اور اگر قاضی کو علم ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان میں تفریق کر دے۔ اگر عمل ازدواج سے پہلے ان میں تفریق ہو گئی تو عورت کے لیے کچھ واجب نہیں اور اگر عمل ازدواج کے بعد تفریق ہوئی ہے تو مہر مثلی اور مقرر شدہ مہر میں سے جو کم ہو گا اس کا ادا کرنا واجب ہو گا اور اس عورت پر عدت لازم ہو گی اور نسب ثابت ہو گا اور جب تک بیوی کی بہن کی عدت نہیں پوری ہو گی اس وقت تک وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمل ازدواج سے احتراز کرے گا۔[1]

بَابُ تَحْرِيْمِ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ وَكَرَاهَةِ خِطْبَتِهٖ

حالت احرام میں نکاح اور پیغام نکاح کا بیان

۳۳۴۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ بِنْتَ شَيْبَةَ ابْنِ جُبَيْرٍ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ يَحْضُرُ ذٰلِكَ وَهُوَ أَمِيْرُ الْحَجِّ فَقَالَ أَبَانٌ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ۔

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے طلحہ بن عمر کا بنت شیبہ بن جبیر سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ابان بن عثمان کے پاس ایک قاصد بھیجا جو اس وقت امیر حج تھے وہ آئے اور انھوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محرم اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا نہ نکاح کا پیغام دے۔

۳۳۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر اپنے لڑکے کی منگنی شیبہ بن عثمان کی بیٹی سے کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے انھوں نے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۱ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۷۷-۲۷۸، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

يَبْعَثُنِي عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَعْمَرٍ وَكَانَ يَخْطُبُ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ عَلَى ابْنِهِ فَأَرْسَلَنِي إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ فَقَالَ أَلَا أُرَاهُ أَعْرَابِيًّا إِنَّ الْمُحْرِمَ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكَحُ أَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مجھے ابان بن عثمان کے پاس بھیجا جو حج کے امیر تھے، انھوں نے (سوال سن کر کہا) میرا گمان ہے کہ وہ اعرابی ہیں، کیونکہ محرم خود اپنا نکاح کر سکتا ہے نہ دوسرے کا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۳۳۴۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ مَطَرٍ وَيَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكَحُ وَلَا يَخْطُبُ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم اپنا نکاح کر سکتا ہے نہ کسی اور کا، نہ نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔

۳۳۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے۔

۳۳۴۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ نَا أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ أَرَادَ أَنْ يُنْكِحَ ابْنَهُ طَلْحَةَ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ فِي الْحَجِّ

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی خواہش تھی کہ حج کے دوران اپنے بیٹے طلحہ کا نکاح شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے کر دیں۔ اس زمانہ میں ابان بن عثمان امیر حج تھے، ابان نے مجھے ان کے پاس یہ پیغام دینے کے لیے بھیجا کہ میں طلحہ کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، اور میری خواہش ہے کہ آپ بھی اس میں شرکت کریں،

وَاَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْحَاجِّ فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبَانَ اِنِّيْ قَدْ اَرَدْتُّ اَنْ اُنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ فَاُحِبُّ اَنْ تَحْضُرَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ اَبَانُ اَلَا اَرَاكَ عِرَاقِيًّا جَافِيًا اِنِّيْ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ۔

حضرت ابان نے فرمایا میں تو تجھ کو بے وقوف عراقی سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم نکاح نہ کرے۔

۳۳۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاِسْحَاقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ وَهُوَ مُحْرِمٌ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الزُّهْرِيَّ فَقَالَ اَخْبَرَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ الْاَصَمِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ نَكَحَهَا وَهُوَ حَلَالٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کیا۔ ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ زہری نے کہا مجھے یزید بن اصم نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا۔

۳۳۴۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

۳۳۴۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ نَا اَبُوْ فَزَارَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ قَالَ وَكَانَتْ خَالَتِيْ وَخَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا حضرت میمونہ میری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

تعالیٰ عنہما۔

محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ نظریہ ہے کہ محرم کا حالت احرام میں عقد نکاح کرنا شرعاً جائز ہے البتہ حالت احرام میں عمل ازدواج کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو حلال کیا ہے اور کسی وقت میں نکاح سے ممانعت نہیں کی اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور عمل ازدواج اس لیے ناجائز ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کی ممانعت ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت احرام میں محرم کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: محرم کے نکاح میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، ان کا استدلال صحیح مسلم کے اس باب کی احادیث سے ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ محرم کا حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔[1]

امام ابوحنیفہ کے موقف پر علامہ نووی کے اعتراضات

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے واقعہ سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث کے متعدد جوابات ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ حلال تھے۔ اکثر صحابہ نے اسی طرح روایت کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تاویل ہے اور بحالت احرام نکاح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حرم میں نکاح کیا تھا اور جو شخص حرم میں ہو اس پر بھی محرم کا اطلاق کیا جاتا ہے خواہ وہ حلال ہو، چنانچہ یہ شعر مشہور ہے ۔

قتلوا ابن عفان الخلیفۃ محرما ای فی حرم المدینۃ "ابن عفان خلیفہ مسلمین کو قتل کر دیا در آں حالیکہ وہ محرم تھے یعنی حرم مدینہ میں تھے، تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ ہے: "محرم خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح کرے (مسلم)" اور آپ کا فعل یہ ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور اصولیین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔[2]

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ بدر الدین عینی حنفی علامہ نووی کے پہلے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں اکثر صحابہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید اور موافقت میں روایات ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت معاذ اور حضرت ابو عبد اللہ بن مسعود سے اسی طرح روایت ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے تھے محرم کے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

[2] شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳

ابی بکر نے حضرت انس بن مالک سے محرم کے نکاح کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں عقد نکاح بیع کی طرح ایک عقد ہے، اور امام طحاوی نے روایت کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا دراں حالیکہ آپ محرم تھے، اسی طرح امام طحاوی نے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے نیز اس روایت کو امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اور حضرت معاذ کی روایت کو ابن حزم نے روایت کیا ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جنہوں نے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اہل علم اصحاب ہیں۔ سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عکرمہ اور جابر بن زید یہ سب حضرات فقہاء ہیں ان کی آراء اور روایات سے استدلال کیا جاتا ہے اور جن راویوں نے ان سے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی اہل علم اور ثقہ حضرات ہیں، مثلاً عمرو بن دینار، ایوب سختیانی، عبداللہ بن ابی نجیح وغیرہ یہ وہ ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث کے معارضہ میں امام مسلم نے جو یزید بن اصم کی روایت ذکر کی ہے (دیکھئے صحیح مسلم ج اص ۴۵۳، ایضاً حدیث نمبر ۳۳۴۹، ۳۳۴۷، سعیدی غفرلہ) اس کو عمرو بن دینار نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک اعرابی تھا جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا، ہر چند کہ زہری نے اس کی روایت سے استدلال کیا ہے لیکن اس استدلال کی وجہ سے عمرو بن دینار کی جرح اس سے ساقط نہیں ہوتی اور امام ترمذی نے جو اس کے معارض حدیث ذکر کی ہے اس میں مطر وراق نام کا راوی ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مطر وراق، مخالفین کے نزدیک بھی لائق استدلال نہیں ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ مطر بن طہمان وراق قوی نہیں ہے امام احمد نے کہا اس کا حافظہ خراب تھا، اور یہ حدیث کسی حیثیت سے بھی ایسی نہیں ہے جو حضرت ابن عباس کی روایت کے مزاحم ہو سکے، علامہ عینی، علامہ نووی کے دوسرے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ محرم کی یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص حرم میں ہو خواہ وہ حلال ہو اس لیے صحیح نہیں ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجہا وہو محرم وبنی بہا وہو حلال ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا دراں حالیکہ آپ محرم تھے اور ان کو اپنے گھر میں لائے دراں حالیکہ آپ حلال تھے۔“ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ علامہ نووی کی تفسیر درست نہیں اور محرم سے مراد ساکن حرم نہیں بلکہ صاحب احرام ہے اور علامہ نووی کا تیسرا اعتراض کہ نبیہ بن وہب کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے المحرم لا ینکح ولا ینکح ولا یخطب ”محرم خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے۔“ اور عمرو بن دینار کی روایت جس میں حضرت ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا آپ کا فعل ہے اور قول اور فعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہو گا جب دونوں حدیثیں سند کے اعتبار سے مساوی ہوں اور عمرو بن دینار کی روایت نبیہ بن وہب سے قوی ہے وہ امام بخاری کے رجال سے ہیں اور نبیہ بن وہب رجال مسلم میں سے ہیں اور بخاری کی روایت کو مسلم کی روایت پر ترجیح ہے اور اگر بالفرض دونوں روایات مساوی ہوں تو مسلم کی حدیث میں تاویل ہے اور نکاح کا حقیقی معنی وطی مراد ہے یعنی محرم

نہ وطی کرے نہ کسی کو وطی کرنے دے یا یہ نہی کراہت تنزیہی کے لیے ہے اور صحیح بخاری میں جو حضرت ابن عباس کی روایت ہے وہ بیان جواز کے لیے ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عقد نکاح مباشرت کا سبب ہے اس لیے حالت احرام میں اس سے منع کیا اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ منگنی (پیغام نکاح) کی بھی ممانعت کر دی۔ حالانکہ منگنی کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے خواہ بالکراہت ہو لہٰذا اپنا نکاح یا دوسرے کا نکاح کرنا مع الکراہت جائز ہوگا، اور چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت میمونہ سے نکاح کرنے کو آپ کی خصوصیت پر محمول کرنا چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔[1]

بَابُ تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ

بلا اجازت کسی کی منگنی پر منگنی کرنے کی ممانعت

۳۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا يَخْطُبُ بَعْضُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ بَعْضٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع کرے نہ دوسرے کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۳۵۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ بِهَذَا

ایک اور سند سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۱۔۱۱۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الْاِسْنَادِ۔

۳۳۵۴- وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ اَوْ يَتَنَاجَشُوْا اَوْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِيْهِ اَوْ يَبِيْعَ عَلٰی بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا تَسْئَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِیَ مَا فِیْ اِنَائِهَا اَوْ مَا فِیْ صَحْفَتِهَا زَادَ عَمْرٌو فِیْ رِوَايَتِهٖ وَلَا يَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰی سَوْمِ اَخِيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ شہر والا گاؤں والے کا مال (اس کو شہر کا نرخ بتائے بغیر) خریدے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو پھانسنے کے لیے کسی چیز کی قیمت بڑھائے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے یا اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی عورت اپنی بہن (سوکن) کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اپنے لیے انڈیل لے، اور عمرو کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرے۔

۳۳۵۵- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ الْمَرْءُ عَلٰی بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَلَا يَخْطُبُ الْمَرْءُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا تَسْئَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ الْاُخْرٰی لِتَكْتَفِیَ مَا فِیْ اِنَائِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے قیمت نہ بڑھاؤ (جبکہ خود خریدنے کا ارادہ نہ ہو) اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور شہری (بھاؤ بتائے بغیر) دیہاتی کا مال نہ بیچے اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے اور نہ کوئی عورت اس لیے اپنی بہن (سوکن) کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اپنے لیے انڈیل لے۔

۳۳۵۶- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيْعًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِیْ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ وَلَا يَزِدِ الرَّجُلُ عَلٰی بَيْعِ اَخِيْهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے اس میں ہے کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر قیمت نہ بڑھائے۔

۳۳۵۷- حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ الْمُسْلِمِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَتِهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی قیمت پر قیمت نہ لگائے نہ اس کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۸۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ وَسُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۳۵۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنَّهُمْ قَالُوا عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ وَخِطْبَةِ أَخِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور نہ اس کی منگنی پر منگنی کرے

۳۳۶۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ وَغَيْرِهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُمَاسَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَبْتَاعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتّٰى يَذَرَ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن، مومن کا بھائی ہے اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے یا اس کی منگنی پر منگنی کرے حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے۔

منگنی پر منگنی کرنے میں مذاہب

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب منگنی کرنے والے کا پیغام صراحۃً منظور کر لیا جائے اور وہ اس رشتہ کو ترک نہ کرے تو اب کسی اور شخص کے لیے پیغام دینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے اس صورت میں پیغام دیا اور نکاح کر لیا تو گنہ گار ہوگا لیکن

نکاح صحیح ہے اور فسخ نہیں ہوگا، اور داؤد ظاہری یہ کہتے ہیں کہ نکاح فسخ ہو جائے گا امام مالک سے اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں، بعض اصحاب مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہو جائے گا اور دخول کے بعد نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ منگنی پر منگنی کی تحریم اس صورت میں ہے جب رشتہ منظور کر لیا گیا ہو اور اگر رشتہ یا پیغام منظور نہ کیا ہو تو منگنی پر منگنی جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ انہیں ابوجہم اور معاویہ دونوں نے نکاح کا پیغام دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ آپ نے انہیں حضرت اسامہ کے لیے ایک تیسرا پیغام دیا۔ ابن قاسم مالکی نے کہا کہ فاسق کی منگنی اگر منظور بھی کر لی گئی ہو پھر بھی نکاح کا پیغام دینا جائز ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں عموم اور اطلاق ہے۔[1]

اس باب کی احادیث میں بیوع کے جو احکام آگئے ہیں ان کو تفصیل سے انشاء اللہ ہم کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

بَابُ تَحْرِيمِ نِكَاحِ الشِّغَارِ وَبُطْلَانِهِ

نکاح شغار کی حرمت کا بیان

۳۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے اس کی بیٹی کے عوض کر دے (یعنی وہ بھی اپنی بیٹی کا نکاح پہلے شخص سے کر دے) اور ان کے درمیان مہر نہ ہو۔

۳۳۶۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا الشِّغَارُ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۶۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّرَّاجِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

۳۳۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں شغار نہیں ہے۔

۳۳۶۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ وَزَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَالشِّغَارُ أَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ وَأُزَوِّجُكَ ابْنَتِيْ أَوْ زَوِّجْنِيْ أُخْتَكَ وَأُزَوِّجُكَ أُخْتِيْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا، ابن نمیر کی روایت میں ہے شغار یہ ہے کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کردوں گا یا تم اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کردو اور میں اپنی بہن کا نکاح تم سے کردوں گا۔

۳۳۶۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ زِيَادَةَ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۳۶۷ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

شغار میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ لغت میں شغار کا معنی ہے اٹھانا، جب کتا پیشاب کے لیے ٹانگ اٹھاتا ہے تو کہتے ہیں شغر الکلب (اس صورت میں اس کی نکاح شغار کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس عقد میں دونوں نکاح کرنے والے ایک دوسرے سے تقاضائے مہر اٹھا لیتے ہیں، سعیدی) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے خالی ہونا، جب شہر خالی ہو جائے تو کہتے ہیں شغر البلد؛ اس صورت میں مناسبت یہ ہے کہ یہ

نکاح مہر سے خالی ہوتا ہے، شغار جاہلیت کا نکاح ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح ممنوع عنہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس نہی سے نکاح باطل ہوتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہوگا اور دخول کے بعد فسخ نہیں ہوگا اور ایک روایت یہ ہے کہ ہر صورت میں نکاح فسخ ہو جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوگا اور مہر مثل لازم ہوگا امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا کسی شخص سے اس کی بیٹی یا بہن کے ساتھ اپنے نکاح کے عوض میں نکاح کرے اور ہر ایک کا عقد دوسرے عقد کے عوض میں ہو یہ نکاح صحیح ہے اور اس میں مہر مثل واجب ہے [2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حدیث میں نکاح شغار کی ممانعت ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے بلا مہر نکاح کرنے اور بضع کو مہر قرار دینے سے منع فرمایا ہے اور ہم بھی اس کو باطل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چیز شرعاً مہر نہیں ہے پس یہ ایسا نکاح ہو گیا جس میں ایسی چیز کو مہر بنایا گیا جو مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی جیسے کوئی شخص خمر یا خنزیر کو مہر مقرر کر کے نکاح کرے تو ایسی صورت میں بالاتفاق نکاح ہو جائے گا اور خمر یا خنزیر کی جگہ مہر مثل دینا واجب ہوگا، نکاح شغار بھی اسی طرح ہے [3]

بَابُ الْوَفَاءِ بِالشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ

شرائط نکاح کو پورا کرنے کا بیان

۳۳۶۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَقَّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرائط میں سے جو شرط سب سے زیادہ پوری کی جانے کی مستحق ہے یہ وہ ہے جس کی وجہ سے تم عورتوں کو اپنے لیے حلال کرتے ہو۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵-۴۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

الشَّرْطِ اَنْ یُّوْفٰی بِہٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِہِ الْفُرُوْجَ هٰذَا لَفْظُ حَدِیْثِ اَبِیْ بَکْرٍ وَابْنِ مُثَنّٰی غَیْرَ اَنَّ ابْنَ مُثَنّٰی قَالَ الشُّرُوْطِ۔

حقوق زوجین علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء اور فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح کے مقتضٰی کے خلاف نہیں ہیں یعنی ایسی شرائط مراد ہیں جو نکاح کے تقاضوں اور اس کے مقاصد کے مطابق ہیں جیسے اچھائی کے ساتھ زندگی گزارنا، اور بیوی کو کھانے کپڑے اور رہائش کا خرچ دستور کے مطابق ادا کرنا، شوہر بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے اگر دو بیویاں ہوں تو دونوں کے پاس باری باری رہے، اور عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ جائے، اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اس سے پوچھے بغیر گھر میں کسی کو آنے نہ دے اور اس کے مال میں اس کی مرضی کے بغیر تصرف نہ کرے اور جو شرائط تقاضائے نکاح کے خلاف ہیں وہ یہ ہیں مثلاً بیوی کو خرچ نہ دے، اس کی باری میں اس کے پاس نہ رہے اس کو اپنے ساتھ سفر میں نہ لے جائے۔[1]

بَابُ اِسْتِئْذَانِ الثَّیِّبِ فِی النِّکَاحِ بِالنُّطْقِ وَالْبِکْرِ بِالسُّکُوْتِ [۲۶]

نکاح میں بیوہ کی زبان سے اجازت اور کنواری کے سکوت کا کافی ہونا

۳۳۶۹ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَیْسَرَۃَ الْقَوَارِیْرِیُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَۃَ قَالَ نَا اَبُوْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی سے مشورہ لیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے اور کنواری کی اجازت لیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کنواری کی اجازت کس طرح ہے؟ فرمایا اس کی خاموشی!۔

۳۳۷۰ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مُوسٰی قَالَ اَنَا عِیْسٰی یَعْنِیْ ابْنَ یُوْنُسَ عَنِ
الْاَوْزَاعِیِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ
قَالَ نَا حُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَیْبَانُ ح
قَالَ وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ
رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ ح قَالَ
وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ
قَالَ اَنَا یَحْیَی بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِیَةُ
کُلُّهُمْ عَنْ یَّحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ بِمِثْلِ مَعْنٰی
حَدِیْثِ هِشَامٍ وَّشَیْبَانَ وَمُعَاوِیَةَ بْنِ
سَلَّامٍ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ۔

۳۳۷۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ
قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ ح
قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ
رَافِعٍ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَاللَّفْظُ لِابْنِ
رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ
قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ مُلَیْکَةَ یَقُوْلُ قَالَ
ذَکْوَانُ مَوْلٰی عَائِشَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ
اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَارِیَةِ یُنْکِحُهَا
اَهْلُهَا اَتُسْتَاْمَرُ اَمْ لَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ تُسْتَاْمَرُ
فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهٗ فَاِنَّهَا تَسْتَحْیِیْ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
فَذٰلِكَ اِذْنُهَا اِذَا هِیَ سَکَتَتْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جب گھر والے لڑکی کا نکاح کریں تو اس سے اجازت لینی چاہیے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اجازت لینی چاہیے۔ حضرت عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اس کو شرم آئے گی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا خاموش ہو جانا ہی اس کی اجازت ہے۔

۳۳۷۲۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّ
قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا
یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کی بہ نسبت غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔

اور باکرہ سے بھی اس کے بارے میں اجازت لینی چاہیے اور اس کی اجازت خاموشی ہے۔

۳۳۷۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ اپنے ولی کی بہ نسبت اپنی زیادہ حقدار ہے، اور کنواری لڑکی سے بھی اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

۳۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَرُبَّمَا قَالَ وَصَمْتُهَا اِقْرَارُهَا۔

اسی سند سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولی کی بہ نسبت بیوہ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔ کنواری سے بھی اس کا باپ اجازت لے۔ اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے اس کی خاموشی اس کا اقرار ہے۔

ولی کے بغیر عورت کے عقد نکاح کے بارے میں شوافع کا نظریہ

حدیث نمبر ۳۳۷۲ میں ہے "ولی کی بہ نسبت غیر شادی شدہ لڑکی اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے" علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا نکاح کی صحت کے لیے ولی شرط ہے یا نہیں؟ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ولی شرط ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بیوہ یا مطلقہ اور بالغہ کنواری کے نکاح کی صحت کے لیے ولی کی اجازت شرط نہیں ہے اور وہ ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کر سکتی ہیں، داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ کنواری کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور بیوہ یا مطلقہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: لا نکاح الا بولی۔ "ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا" اور اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو، داؤد ظاہری کا استدلال اس حدیث سے ہے جو اس باب میں مذکور ہے کہ ثیبہ (بیوہ) اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور باکرہ (کنواری) سے اجازت لی جائے گی" اور ہمارے اصحاب نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ بھی حق میں ولی کے ساتھ شریک ہے لیکن اس پر جبر نہیں کیا جائے گا اور شوہر کے انتخاب میں اس کا زیادہ حق ہے، اور امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ کو بیع وغیرہ پر قیاس کیا ہے یعنی جب عورت ولی کی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کر سکتی ہے تو ولی کی اجازت

کے بغیر اپنا عقد بھی کر سکتی ہے اور جس حدیث میں ہے: "ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا" اس کو امام ابوحنیفہ صغیرہ (نابالغہ) پر محمول کرتے ہیں اور اس حدیث کے عموم کو قیاس سے خاص کرتے ہیں اور عموم کو قیاس سے خاص کرنا اکثر اصولیین کے نزدیک جائز ہے۔ شیخ داؤد ظاہری نے اس مختلف فیہ مسئلہ میں ایک نئے قول کو اختیار کیا ہے اور یہ خود ان کے اپنے مذہب کے خلاف ہے۔[1]

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اشہب کی روایت یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک ولی کی اجازت شرط ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہے، اور ابن القاسم کی روایت یہ ہے کہ ولی کی شرط سنت ہے فرض نہیں ہے کیونکہ امام مالک سے روایت ہے کہ بغیر ولی کے زوجین میں وراثت ہو جاتی ہے اور غیر شریفہ (غیر سیدہ) عورت اپنے نکاح کے لیے کسی بھی شخص کو ولی بنا سکتی ہے اور ثیبہ کے عقد کے لیے ولی کو امام مالک مستحب قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک ولی کی شرط صحت نکاح کے لیے نہیں کمال نکاح کے لیے ہے، البتہ بغداد کے مالکی علماء نے اس کو نکاح کی صحت کی شرط قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شرط کے ثبوت میں قرآن مجید کی کوئی صریح آیت ہے نہ سنت مشہورہ ہے اور اس سلسلے میں طرفین سے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ قطعی الدلالۃ نہیں ہیں۔[2]

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں ہوتا، اور عورت اپنا یا کسی اور کا نکاح کرنے کی مالک نہیں ہے، نہ اپنے نکاح کے لیے غیر ولی کو ولی بنا سکتی ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے، اور سعید بن مسیب، حسن، عمر بن عبدالعزیز، جابر بن زید، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، ابن المبارک، عبداللہ العنبری، شافعی، اسحاق اور ابو عبید کا یہی نظریہ ہے۔ اور ابن سیرین، قاسم بن محمد، حسن بن صالح، ابوصالح اور ابویوسف سے روایت ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے اپنا نکاح خود کرنا جائز ہے اور کسی کو نکاح میں وکیل بنانا بھی جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (البقرہ ۲۳۲)" (مطلقہ عورتوں کو اپنے خاوندوں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے نہ روکو)۔ اس آیت میں نکاح کرنے کا اسناد عورتوں کی طرف کیا ہے اور ان کو روکنے سے منع کیا ہے اور اس لیے بھی کہ یہ خالص ان کا حق ہے کیونکہ وہی اہل مباشرت ہیں اس لیے ان کا یہ تصرف صحیح ہے جس طرح عورت کا اپنی باندی کو بیچنا صحیح ہے اور اس لیے کہ جب وہ اپنی باندی کی بیع کی مالک ہے اور یہ اس کے سارے جسم کے منافع پر تصرف ہے تو اپنے ایک عضو کے تصرف پر وہ بطریق اولیٰ مالک ہوگی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح الا بولی "(ولی کی اجازت) کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا" امام احمد اور یحییٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۶-۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی سے کر دیا، اس کے اولیاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پیش کر دیا انھوں نے اس نکاح کو جائز قرار دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت اپنا نکاح خود کرے، یا غیر ولی سے اپنا نکاح کرنے کے لیے کہے تو اس کا نکاح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کا اسی روایت پر عمل ہے خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ اور جب اس نے اپنا نکاح کر لیا تو اس کا نکاح جائز ہے خواہ خاوند اس کا کفو (ذات اور برادری کا شخص) ہو یا نہ ہو، نکاح صحیح ہے، البتہ اگر خاوند اس کا کفو نہیں ہے تو اس کے اولیاء (باپ، دادا، بھائی، چچا وغیرہ) کو اس نکاح پر اعتراض کا حق ہے، اور حسن رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اگر خاوند اس کا کفو ہے تو نکاح جائز ہے اور اگر کفو نہیں ہے تو نکاح ناجائز ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا پہلے قول یہ تھا کہ جب عورت کا ولی ہو تو وہ از خود اپنا نکاح کفو میں کرے یا غیر کفو میں جائز نہیں ہے، پھر انھوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا اگر وہ کفو میں نکاح کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں، اس کے بعد اس قول سے پھر رجوع کیا اور کہا عورت کا از خود نکاح کرنا صحیح ہے خواہ کفو میں نکاح کرے یا غیر کفو میں، اور امام طحاوی نے امام ابو یوسف کا قول اس طرح ذکر کیا ہے اگر زوج کفو ہو تو قاضی ولی کو حکم دے کہ وہ عقد کی اجازت دیدے اگر ولی نے اجازت دیدی تو عقد جائز ہے اور اگر ولی نے اجازت نہیں دی تو عقد فسخ نہیں ہوگا اور قاضی کی اجازت سے جائز ہو جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر عورت نے از خود نکاح کیا تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر اس نے اجازت دیدی تو جائز ہے ورنہ نہیں خواہ یہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں، البتہ اگر کفو میں نکاح کیا ہو اور ولی اجازت نہ دے تو قاضی دوبارہ عقد کر سکتا ہے اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ عورت کا از خود نکاح کرنا ہر حال میں باطل ہے (ہم قاضی ابن رشد مالکی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام مالک کے دو قول ہیں۔ امام مالک کا مسلک نقل کرنے میں علامہ سرخسی اور علامہ نووی دونوں کو تسامح ہوا ہے۔ سعیدی) اور عورت کا کیا ہوا نکاح اصلا منعقد نہیں ہوتا خواہ اپنا نکاح کرے، اپنی بیٹی کا نکاح کرے یا اپنی باندی کا نکاح کرے یا کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کرے، اور بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جب عورت مالدار اور سیدہ (آل رسول) ہو تو اس کا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے اور اگر نادار کم حیثیت یا کم ذات کی ہو تو ولی کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح کر سکتی ہے، اور بعض فقہاء نے کنواری اور ثیبہ کا فرق کیا ہے یہ لوگ غیر مقلدین ہیں، جن فقہاء نے صحت نکاح کے لیے ولی کی شرط عائد کی ہے انھوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن "اور (مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع نہ کرو" امام شافعی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ولی کو منع کرنے سے منع فرمایا اور ولی کو نکاح سے منع کرنا اس وقت متحقق ہوگا جب نکاح کا معاملہ ولی کے اختیار میں ہو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل "جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، تو اس کو مہر (مثل) دینا ہوگا نہ کم نہ زیادہ اور یہ اس کے جسم کو بطور حلال استعمال کرنے کا معاوضہ ہے اور اگر وہ جھگڑا کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا سلطان ولی ہے" اور حدیث مشہور یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا نکاح الا بولی "بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا" حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نکاح میں (یہ) چار نہ ہوں وہ زنا ہے، نکاح کا پیغام دینے والا، ولی اور دو گواہ۔ اور حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کسی اور عورت کا نکاح کرے نہ اپنا، صرف زنا کرنے والی عورت ہی اپنا عقد خود کرتی ہے (یعنی اجرت طے کرتی ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کی تقریب میں شریک ہوتیں اور نکاح کا پیغام دیتیں فرماتیں عقد کرو کیونکہ عورتیں عقد نہیں کرتیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے قصور فطری کی بناء پر عقد نکاح نہیں کر سکتیں جس طرح صغیرہ اور مجنونہ اپنا نکاح نہیں کر سکتیں، کیونکہ نکاح ایک عقد عظیم ہے اس کے مقاصد بہت بلند ہیں اور اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ عقود کے برخلاف شریعت نے نکاح میں دو گواہوں کی شرط عائد کی اور اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے نکاح کے معاملہ کا اختیار مردوں کو دیا جن کی عقل اور رائے عورتوں کی بہ نسبت کامل اور پختہ ہوتی ہے کیونکہ از روئے حدیث عورتوں کا دین اور ان کی عقل ناقص ہے اور عورتیں اپنی عقل میں کمی کی وجہ سے صغیرہ (نابالغہ) کے قائم مقام ہیں اسی لیے امام محمد نے فرمایا عورت کا کیا ہوا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہے جس طرح صغیرہ (نابالغہ) کا کیا ہوا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اور امام شافعی کے مذہب میں عورت کا کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا جس طرح ان کے نزدیک نابالغہ کا تصرف اصلاً معتبر نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس پر عورت کے اولیاء (باپ دادا وغیرہ) کو اعتراض کا حق ہے اگر عورت اس عقد کے تصرف میں خود مختار ہوتی تو اس کے عقد پر اعتراض کا حق نہ ہوتا جس طرح مرد کے کیے ہوئے عقد پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہوتا، نیز عورت کو حق ہے کہ وہ ولی سے اپنے نکاح کا مطالبہ کرے اگر وہ خود مختار ہوتی تو ایسا نہ ہوتا، اور عورت کے ناقص العقل ہونے کی بناء پر عقد نکاح کے ارتفاع یعنی طلاق کا اختیار عورت کو نہیں دیا گیا بلکہ یہ معاملہ کلیۃً مرد کے اختیار میں ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جو فقہاء بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس آیت سے ہے: فلا جناح علیہن فیما فعلن فی انفسہن "عورتوں نے اپنے بارے میں جو تصرف کیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور آیت کے اس ٹکڑے سے بھی استدلال کیا ہے حتی تنکح زوجا غیرہ "حتی کہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح کرے" ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقد کی اضافت عورتوں کی طرف کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو نکاح کرنے کا اختیار ہے اور فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجہن کا جواب یہ ہے کہ ان کو حسی طور پر منع نہ کرو یا اس طور کہ ان کو گھروں میں بند کر دیا جائے اور نکاح سے روکا جائے اور اس آیت میں ان کے سابق شوہروں سے خطاب ہے، کیونکہ آیت کے شروع میں ہے واذا طلقتم النساء "جب تم عورتوں کو طلاق دے دو" اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گزر گئی تو اب اس کے سابق شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو دوسرے شوہر کے ساتھ شادی کرنے سے منع کرے، اور احادیث سے استدلال اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایم احق بنفسہا من ولیہا "ایم اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے" اور ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ کنواری ہو یا بیوہ، اہل لغت کے نزدیک یہی معنی صحیح ہے اور کرخی رحمہ اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے انہوں نے کہا کہ ایم عورتوں میں ایسی ہے جیسے مردوں میں اعزب ہے۔ البتہ امام محمد نے کہا کہ ایم بیوہ کو کہتے ہیں اور ہم نے شرح الجامع میں اس کا بیان کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس للولی

مع الثیب امر" (نکاح کے معاملے میں) بیوہ پر ولی کا حکم لاگو نہیں ہو گا، اور خنساء نے عورتوں کو بتلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا لیس الی الاباء من امور بناتھم شیء "بیٹیوں کے معاملات میں ان کے آباء کو اختیار نہیں ہے" اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ اس وقت ان کے اولیاء موجود نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اولیاء میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جو میرے ساتھ نکاح پر ناخوش ہو، اے عمر اٹھو اور اپنی ماں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرو۔ آپ نے یہ حکم عمر بن ابی سلمہ کو دیا تھا اور ان کی عمر اس وقت سات سال کی تھی اور حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن کا منذر بن الزبیر سے نکاح کیا، حالانکہ اس وقت عبد الرحمان موجود نہیں تھے، جب وہ لوٹے تو انھوں نے شکایۃً کہا کیا مجھ جیسے شخص کی غیر موجودگی میں اور اس سے پوچھے بغیر اس کی بیٹی کا نکاح کیا جا سکتا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو، قسم بخدا تم خود بھی اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا معاملہ کر دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سے اس کے برخلاف جو احادیث مروی ہیں وہ غیر صحیح ہیں، کیونکہ جب کسی راوی کا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے اور مخالفین کی حدیثوں کا مدار زہری پر ہے اور زہری ولی کی شرط کا انکار کرتے ہیں اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور بالفرض اگر یہ روایت (لا نکاح الا بولی، ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں) صحیح ہو تو یہ باندی پر محمول ہے کیونکہ باندی کا اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا صحیح نہیں ہے، یا صغیرہ اور مجنونہ پر محمول ہے کیونکہ ولی کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح صحیح نہیں ہے) اس سلسلہ میں جس قدر احادیث بیان کی گئی ہیں ان سب کا یہی محمل ہے اور یا یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں یعنی مستحب یہ ہے کہ عورت بغیر ولی کے از خود نکاح نہ کرے، کیونکہ یہ خالص عورت کا حق ہے اور عورت کے سوا کسی اور کو اس کا ضرر لاحق نہیں ہوتا اس لیے اس عقد میں اس کا تصرف اسی طرح نافذ ہو گا جیسے مال میں اس کا تصرف نافذ ہوتا ہے اور اگر عورت کے ناقص العقل ہونے کا اس کے عقد میں دخل ہوتا اور اس وجہ سے اس کا کیا ہوا نکاح صحیح نہ ہوتا تو اس کا خاوند کو اختیار کرنا اور نکاح کا اقرار بھی صحیح نہیں ہوتا اور اگر عورت بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو اس کا اقرار نکاح صحیح نہ ہوتا اور ولی کے تصرف میں عورت کی رضامندی شرعاً معتبر ہوتی ہے، اگر عورت بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو اس کی رضامندی کا اعتبار نہ ہوتا، اگر عورت اپنے ولی سے نکاح کا مطالبہ کرے تو ولی پر اس کا نکاح کرنا واجب ہے اور اگر وہ بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو یہ مطالبہ پورا کرنا واجب نہ ہوتا، ولی سے نکاح کا مطالبہ کرنا بھی اسی لیے ہے کہ اگر عورت بغیر ولی کے خود اپنا نکاح کرے تو یہ اس کی روایتی شرم و حیا اور تہذیب کے خلاف ہے اور اس کو معاشرے میں معیوب سمجھا جاتا ہے تاہم اگر وہ از خود اپنا عقد کر لے تو یہ شرعاً درست اور نافذ العمل ہو گا، البتہ اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس سے اس کے اولیاء کو ضرر اور عار لاحق ہو گا چنانچہ دفع ضرر کے لیے ان کو اس عقد پر اعتراض کا حق دیا گیا ہے، جیسا کہ شفیع کو دفع ضرر کی وجہ سے شفعہ کا حق دیا جاتا ہے [57]

۵۷۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۳۔۱۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ

عورت کے از خود نکاح کرنے کے ثبوت میں احادیث

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایم احق بنفسہا من ولیہا۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حقدار ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنہا قال ان تسکت۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ عرض کیا یا رسول اللہ اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ فرمایا اس کی خاموشی۔

عن خنساء بنت خذام الانصاریۃ ان اباہا زوجہا وہی ثیب فکرہت ذلک فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد نکاحہا۔ [3]

حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا درآں حالیکہ وہ بیوہ تھیں اور ان کو یہ نکاح ناپسند تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن قال: جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت، یا رسول اللہ! ان عم ولدی خطبنی فردہ ابی وزوجنی وانا کارہۃ قال: فدعا اباہا فسالہ عن ذلک فقال: انی انکحتہا ولم ال ما خیرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح اذہبی فانکحی من شئت۔ [4]

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بیٹے کے چچا (دیور) نے مجھے نکاح کا پیغام دیا اور میرے باپ نے اس کو مسترد کر دیا اور میرا نکاح وہاں کر دیا جہاں مجھے پسند نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد کو بلایا اور اس سے یہ معاملہ دریافت فرمایا، اس کے باپ نے کہا میں نے اس نکاح میں کسی بہتری کو ترک نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نکاح نہیں ہوا، اور (عورت سے فرمایا) جاؤ جس سے چاہو نکاح کر لو۔

1۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

2۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۷۱، 〃 〃 ۱۳۸۱ھ

3۔ 〃 〃 صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۷۸-۷۷۰ 〃 〃

4۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۶-۱۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

عن القاسم بن محمد ان عائشة انكحت حفصة ابنة عبد الرحمٰن بن ابي بكر المنذر بن الزبير وعبد الرحمٰن غائب فلما قدم عبد الرحمٰن غضب وقال: اي عباد الله! امثلي يفتات عليه في بناته؟ فغضبت عائشة وقالت اترغب عن المنذر؟ [1]

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے عبدالرحمان بن ابی بکر کی بیٹی حفصہ کا نکاح منذر بن الزبیر سے کر دیا اس وقت عبدالرحمان موجود نہیں تھے، جب وہ آئے تو انہوں نے ناراض ہو کر کہا اے خدا کے بندو! کیا مجھ ایسے شخص کی بیٹی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عائشہ نے ناراض ہو کر فرمایا: کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو؟

عن علي انه اجاز نكاح امرأة بغير ولي انكحتها امها برضاها۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک ایسی عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا جس کا نکاح بغیر ولی کے اس کی ماں نے اس کی مرضی سے کیا تھا۔

عن معمر قال سألت الزهري عن الرجل يتزوج بغير ولي قال: ان كان كفوا لم يفرق بينهما۔ [3]

معمر کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ کوئی شخص بغیر ولی کے نکاح کرے (تو آیا یہ صحیح ہے) ؟ انہوں نے کہا اگر کفو میں نکاح کیا جائے تو ان کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی۔

نکاح کی گواہی میں مذاہب

نکاح کے منعقد اور صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کیا جائے، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کے نزدیک گواہوں کے بجائے اعلان شرط ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال البغايا اللاتي ينكحن انفسهن بغير بينة۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدکار عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کرتی ہیں۔

حافظ زیلعی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

قال عليه السلام لا نكاح الا بشهود۔ [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲، ص ۱۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " المصنف ج ۴/۲ ص ۱۳۴ " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] حافظ جمال الدین محمد عبداللہ زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ مجلس علمی ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

دو مسلمانوں کی گواہی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا خواہ نکاح کرنے والے عورت اور مرد دونوں مسلمان ہوں یا صرف مرد مسلمان ہو، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت ذمیہ ہو تو دو ذمیوں کی گواہی سے بھی نکاح ہو جائے گا۔[1]

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ لا نکاح الا بشھود۔ "گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا" اور ہمارے علماء (حنفیہ) اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، اور عثمان بتی رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ نکاح میں گواہ شرط نہیں ہیں بلکہ اعلان شرط ہے حتیٰ کہ بچوں اور مجنونوں کے سامنے بھی نکاح کا اعلان کر دیا تو نکاح درست ہو گا اور اگر گواہوں کو یہ حکم دیا کہ وہ گواہی ظاہر نہ کریں تو نکاح درست نہیں ہو گا۔[2]

ٹیلیفون پر نکاح کا حکم

بعض اوقات لڑکا ایک ملک میں اور لڑکی دوسرے ملک میں ہوتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کا نکاح کر کے اس کو لڑکے کے پاس بھیج دیں مثلاً لڑکی پاکستان میں اور لڑکا انگلینڈ میں ہے ایسے مواقع پر لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا ٹیلیفون پر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ نکاح میں یہ ضروری ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کیا جائے، اور جب لڑکا انگلینڈ میں ٹیلیفون پر قبول کر رہا ہے، تو اس کا یہ قبول کرنا، مجلس میں موجود دو گواہوں کے سامنے نہیں ہے، اور وہ شرعاً اور قانوناً لڑکے کے قبول کرنے کی گواہی نہیں دے سکتے، اس لیے ٹیلیفون پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

لڑکی ایک ملک میں اور لڑکا دوسرے ملک میں ہو تو نکاح کیسے ہو گا؟

سطور بالا میں یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جب لڑکا مثلاً انگلینڈ میں ہو اور لڑکی پاکستان میں ہو اور ٹیلیفون کے ذریعہ ان کا نکاح نہیں ہو سکتا نکاح کی صورت یہ ہے کہ لڑکا خط یا ٹیلیفون کے ذریعہ کسی شخص کو اپنا وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے پاکستان میں ایجاب و قبول کر لے اور یہ ایجاب و قبول حسب دستور دو گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ہو اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کو لڑکے کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: اگر غائب کسی عاقل شخص کو وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکی کا نکاح اس غائب شخص سے کر دے تو نکاح صحیح ہے۔ (الی قولہ) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف خط لکھا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا اور نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام حبیبہ کا نکاح کر دیا، کیونکہ وہ سلطان ہونے کے اعتبار سے حضرت ام حبیبہ کا ولی تھا۔[3]

باب ۴۴: جَوَازِ تَزْوِيجِ الْأَبِ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ — باپ کے لیے نابالغہ لڑکی کے نکاح کرنے کا جواز

---

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۳۱، دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[3] " " " " " " ، المبسوط ج ۵ ص ۱۴ - ۱۵

۳۳۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنَةُ سِتِّ سِنِينَ وَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعِ سِنِينَ قَالَتْ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَوُعِكْتُ شَهْرًا فَوَفَى شَعْرِي جُمَيْمَةً فَأَتَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَأَنَا عَلَى أُرْجُوحَةٍ وَمَعِي صَوَاحِبِي فَصَرَخَتْ بِي فَأَتَيْتُهَا وَمَا أَدْرِي مَا تُرِيدُ بِي فَأَخَذَتْ بِيَدِي فَأَوْقَفَتْنِي عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ هَهْ هَهْ حَتَّى ذَهَبَ نَفَسِي فَأَدْخَلَتْنِي بَيْتًا فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَغَسَلْنَ رَأْسِي وَأَصْلَحْنَنِي فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى فَأَسْلَمْنَنِي إِلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر چھ سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ایک ماہ تک مجھے بخار آتا رہا، اور کانوں تک میرے بال رہ گئے، میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے پر تھی کہ حضرت ام رومان نے مجھے پکارا، میں ان کے پاس گئی دراں حالیکہ مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دروازے پر لے جا کر کھڑا کر دیا میں ہاہ ہاہ کہتی رہی حتی کہ میرا سانس رک گیا، انھوں نے مجھے ایک کمرے میں داخل کر دیا جس میں انصار کی کچھ عورتیں بیٹھی تھیں، انھوں نے خیر اور برکت کی دعا دی، حضرت ام رومان (حضرت عائشہ کی والدہ) نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انھوں نے میرا سر دھو کر میرا بناؤ سنگھار کیا میں اس وقت ڈر گئی جب چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ان عورتوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔

۳۳۷۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَبَنَى بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر چھ سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی

۳۳۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی، دراں حالیکہ میری گڑیاں بھی میرے ساتھ تھیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ۔

ہوا اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی

۳۳۷۸ - **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور جب آپکا وصال ہوا تو میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر کا بیان

حدیث نمبر ۳۳۷۵، ۳۳۷۶ اور ۳۳۷۸ میں ہے جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی، صحیح بخاری[1] میں بھی اسی طرح روایت ہے البتہ صحیح مسلم کی روایت نمبر ۳۳۷۷ میں ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی، علامہ بدر الدین عینی حنفی ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہوا اس وقت ان کی عمر چھ سال اور کچھ ماہ تھی۔ ایک روایت میں ان مہینوں کو ساقط کر کے چھ سال فرمایا اور دوسری روایت میں ان مہینوں کو تغلیباً ایک سال قرار دے کر سات سال فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے چھ اور سات کے دو قول اندازے سے بتلائے ہیں تحقیقاً نہیں بتلائے[2]

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ صاحب الکمال فی اسماء الرجال کی تصریح کے مطابق آپ کی بہن اسماء رضی اللہ عنہا آپ سے دس سال بڑی تھیں اور اصابہ اور اسد الغابہ میں تصریح ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ستائیس سال تھی اس حساب سے ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سترہ سال قرار پاتی ہے اور نکاح کے وقت چودہ سال، لیکن یہ تاریخی روایات ہیں جن کی سند میں جانچ پڑتال کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا، جس قدر احادیث کی اسناد میں راویوں کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جب صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر چھ سال تھی تو اس کے خلاف جو تاریخی روایات ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

نابالغہ لڑکی کے نکاح کا اختیار

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ اور دادا نابالغہ لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں اور بالغہ ہونے کے بعد اس لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، امام مالک، امام شافعی اور تمام فقہاء حجاز کا یہی مسلک ہے اور اہل عراق کے نزدیک اس کو خیار بلوغ ہوتا ہے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

امام مالک، امام شافعی اور جمہور کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی کے لیے نابالغہ کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ نابالغہ لڑکی کے دوسرے ولی بھی اس کا نکاح کر سکتے ہیں لیکن لڑکی کے لیے خیار بلوغ ہوتا ہے البتہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے لیے خیار بلوغ نہیں ہے۔[1]

گڑیوں سے کھیلنے کا حکم

اس حدیث میں لڑکیوں کے گڑیوں سے کھیلنے کا بھی جواز ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ایا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ کے ساتھ خاص ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تصویر بنانے کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہو۔

بَابُ ٤٣٨ اِسْتِحْبَابِ التَّزَوُّجِ فِي شَوَّالٍ وَالدُّخُولِ فِيهِ

شوال میں نکاح کرنے کا استحباب

۳۳۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ وَبَنٰى بِي فِي شَوَّالٍ فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ أَحْظٰى عِنْدَهُ مِنِّي قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخِلَ نِسَاءَهَا فِي شَوَّالٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے مہینہ میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال کے مہینہ ہی میں میری رخصتی ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ اور کون تھا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ پسند تھا کہ عورتوں کی رخصتی شوال میں کی جائے۔

۳۳۸۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِعْلَ عَائِشَةَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ف: زمانہ جاہلیت میں شوال کے مہینہ میں نکاح اور رخصتی کو برا سمجھا جاتا تھا، چنانچہ دور جاہلیت کے اوہام کی تردید کے لیے شوال میں نکاح اور رخصتی کرنا پسندیدہ امر ہے۔

بَابُ ٤٣٩ نَدْبِ مَنْ أَرَادَ نِكَاحَ امْرَأَةٍ إِلٰى أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا قَبْلَ خِطْبَتِهَا

جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کا چہرہ دیکھنے کا جواز

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

٣٣٨١ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا قَالَ لَا قَالَ فَاذْهَبْ فَانْظُرْ فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا جاؤ جا کر دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔

٣٣٨٢ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي عُيُونِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا قَالَ قَدْ نَظَرْتُ إِلَيْهَا قَالَ عَلٰى كَمْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ عَلٰى أَرْبَعِ أَوَاقٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَرْبَعِ أَوَاقٍ كَأَنَّمَا تَنْحِتُونَ الْفِضَّةَ مِنْ عُرْضِ هٰذَا الْجَبَلِ مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِيكَ وَلٰكِنْ عَسٰى أَنْ نَبْعَثَكَ فِي بَعْثٍ تُصِيبُ مِنْهُ قَالَ فَبَعَثَ بَعْثًا إِلٰى بَنِي عَبْسٍ فَبَعَثَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فِيهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ایک شخص نے عرض کیا: میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا؟ کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔ اس نے عرض کیا جی! میں نے اس کو دیکھ لیا تھا، آپ نے فرمایا تم نے اس سے کتنے مہر کے عوض نکاح کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ چار اوقیہ چاندی پر! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار اوقیہ چاندی پر؟ کیا تم اس پہاڑ کی پہنائی سے چاندی کھرچ لیتے ہو؟ ہمارے پاس تو تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، البتہ ہم تمہیں اپنے آدمیوں کے ساتھ بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں کچھ مل جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبس کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس میں اس شخص کو بھی بھیجا تھا۔

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ نکاح سے پہلے اس عورت کو دیکھ لے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یہ مکروہ ہے، لیکن یہ قول خطاء پر مبنی ہے اور اس باب کی احادیث کے خلاف ہے نیز امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، مثلاً خرید و فروخت یا شہادت کے وقت۔ نکاح کے

لیے صرف عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں ہے نیز چہرے سے عورت کے حسین ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہاتھوں سے بدن کی خصوصیات کا اندازہ لگایا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا یہی نظریہ ہے اور شیخ داؤد ظاہری (غیر مقلدین کے امام) نے یہ کہا ہے کہ عورت کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے یہ قول غلط اور فاحش ہے اور اصول سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔ پھر ہمارا اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کو دیکھنے کے لیے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ عورت کو اطلاع دیے بغیر اس کی لاعلمی میں اس کو دیکھ لینا چاہیے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کی لاعلمی میں دیکھنا مکروہ ہے، مبادا اس کی شرمگاہ پر نظر پڑ جائے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر اسے دیکھنا جائز نہیں ہے، لیکن یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کی مطلقاً اجازت دی ہے اور اجازت طلب کرنے کی شرط نہیں لگائی، اور اس لیے بھی کہ اجازت لینے سے عورت کو شرم آئے گی اور ہو سکتا ہے کہ عورت اسے پسند نہ آئے اور وہ اس سے نکاح کا ارادہ ترک کر دے اور اگر عورت سے اجازت لینے کے بعد اس کو دیکھ کر مسترد کیا جائے تو یہ اس عورت کی دل شکنی کا موجب ہوگا اور اگر اس کی لاعلمی میں اسے دیکھا اور ناپسند کیا تو اس سے اس عورت کو پتہ چلے گا نہ رنج ہوگا، اسی وجہ سے ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ منگنی کرنے سے پہلے عورت کو دیکھ لینا چاہیے، تاکہ منگنی کے بعد اس کو مسترد کرنا لازم نہ آئے جس سے عورت کی دل آزاری ہو۔[1]

بَابُ[۴۵] الصَّدَاقِ وَجَوَازِ كَوْنِهِ تَعْلِيمَ قُرْاٰنٍ وَّ خَاتَمَ حَدِيْدٍ وَّغَيْرَ ذٰلِكَ

کیا تعلیم قرآن اور لوہے کی انگوٹھی کو بھی مہر قرار دیا جا سکتا ہے؟

۳۳۸۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ اَهَبُ لَكَ نَفْسِيْ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيْهَا وَصَوَّبَهٗ ثُمَّ طَاْطَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا، جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ پھر آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس سے میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۷-۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا فَقَالَ فَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي قَالَ سَهْلٌ مَا لَهُ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ هَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ وَحَدِيثُ يَعْقُوبَ يُقَارِبُهُ فِي اللَّفْظِ

انھوں نے کہا یا رسول اللہ! بخدا! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ گھر جاؤ! شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے، وہ گھر گئے اور لوٹ آئے اور آکر کہا: خدا کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ ڈھونڈو، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو، وہ گئے اور لوٹ آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! خدا کی قسم مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، میرے پاس صرف یہ میری چادر ہے، آدھی چادر میں اس عورت کو دے دوں گا۔ راوی سہل کہتے ہیں کہ اس کے پاس اوپر والی چادر نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ چادر کیا کرے گی، اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اور اگر یہ پہن لے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ وہ مجبوراً بیٹھ گئے اور جب کافی دیر گزر گئی تو کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں جاتے ہوئے دیکھا تو انہیں بلانے کا حکم دیا، جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے فلاں، فلاں سورتیں یاد ہیں اور وہ سورتیں گن کر بتلائیں۔ آپ نے پوچھا: تم یہ سورتیں زبانی پڑھ سکتے ہو؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا جاؤ تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔

۳۳۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کچھ کمی اور بیشی کے ساتھ ایسی ہی روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا، اب اس کو قرآن مجید کی تعلیم دو۔

زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زَائِدَةَ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ.

٣٣٨٥ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشٌّ قَالَتْ أَتَدْرِي مَا النَّشُّ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ أُوقِيَّةٍ فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَهَذَا صَدَاقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَزْوَاجِهِ.

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی ازواج کا) مہر کتنا رکھتے تھے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش رکھتے تھے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ نش کی کتنی مقدار ہے؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا نصف اوقیہ اور یہ (کل مقدار) پانچ سو درہم ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر ہے۔

٣٣٨٦ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هَذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بدن پر زرد رنگ کی خوشبو کے آثار دیکھے تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت سے کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن سونے کے عوض نکاح کر لیا ہے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، اب ولیمہ کرو، خواہ ایک بکری سے۔

۳۳۸۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا، آپ نے ان سے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

۳۳۸۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَكِيعٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کسی عورت سے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہو۔

۳۳۸۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُمَيْدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے۔

۳۳۹۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَا أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَآنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ بَشَاشَةُ الْعُرْسِ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن پر شادی کے آثار دیکھے میں نے عرض کیا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کرلی ہے، آپ نے پوچھا تم نے اس کا کتنا مہر مقرر کیا ہے؟ میں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا۔

اِمْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ کَمْ اَصْدَقْتَہَا فَقُلْتُ نَوَاۃً وَّ فِیْ حَدِیْثِ اِسْحٰقَ مِنْ ذَہَبٍ۔

۳۳۹۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ قَالَ شُعْبَۃُ وَاسْمُہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَاَۃً عَلٰی وَزْنِ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَہَبٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا۔

۳۳۹۲ - وَحَدَّثَنِیْہِ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا وَہْبٌ قَالَ نَا شُعْبَۃُ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ وُّلْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مِّنْ ذَہَبٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے، حضرت عبدالرحمن کے لڑکوں میں سے کسی ایک نے سونے (کی گٹھلی) کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کی تعیین

حدیث نمبر ۳۳۸۳ میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو بلا مہر بھی اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں، اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے کسی اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے: وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبي ان اراد النبي ان يستنكحها خالصة لك من دون المؤمنين (احزاب: ۵۰) "اگر کوئی مسلمان عورت اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے اور نبی اس کو اپنے نکاح میں لانا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو اس کی اجازت نہیں ہے" اس اجازت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۷ھ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عقد کر لیا تھا لیکن آپ نے یہ پسند نہیں کیا کہ مہر کے بغیر ان سے فائدہ اٹھائیں، اس لیے آپ نے ان کی کسی خواہش اور مطالبہ کے بغیر ان کو مہر عطا فرمایا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کوئی موہوبہ بیوی نہ تھی مگر اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ آپ نے ہبہ کرنے والی بیوی کو بھی مہر دیے بغیر نہیں رکھا تھا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کرنے والی عورت کو اپنے نکاح میں لیا ہے البتہ ہبہ کرنے والی کی تعیین میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس، قتادہ اور عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا ہیں، مواہب میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تو وہ ایک اونٹ پر سوار تھیں، انہوں نے پیغام سن کر کہا "اس اونٹ پر جو کچھ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے" یہ غزوہ خیبر کے بعد سات ہجری کا واقعہ ہے، مکہ سے دس میل پر مقام سرف میں ان کی رخصتی عمل میں آئی، حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما، ضحاک اور مقاتل سے روایت ہے کہ غزیہ بنت جابر بن حکیم الدوسیہ نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا، صاحب صفوہ نے لکھا ہے کہ اکثر

علماء کا اس پر اتفاق ہے جس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا وہ یہی عورت ہے آپ نے اس کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ اس کی وفات ہو گئی، در منثور میں منیر بن عبد اللہ الدوسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا تھا، عروہ اور شعبی سے روایت ہے کہ یہ زینب بنت خزیمہ انصاریہ تھیں، زمانہ جاہلیت میں ان کو ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگوں کو کھانا کھلاتی تھیں، یہ تین ہجری کا واقعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھوڑا عرصہ رہیں پھر ان کا وصال ہو گیا، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ جس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا وہ خولہ بنت حکیم تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت عثمان بن مظعون نے ان سے عقد کر لیا، بعض علماء نے کہا ہے کہ ہبہ کرنے والی عورتیں متعدد تھیں، کیونکہ بخاری اور مسلم میں عروہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ حضرت عائشہ نے کہا اس عورت کو حیا نہیں آتی جو اپنا نفس مرد کو ہبہ کرتی ہے، اور جب یہ آیت نازل ہوئی ترجی من تشاء منھن — "اے نبی تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس رکھو" تو حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ ہبہ کرنے والی عورتیں متعدد تھیں کیونکہ اس میں ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا۔[1]

تعلیم قرآن کے مہر ہونے کا حکم

حدیث نمبر ۳۳۸۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا تم کو جو قرآن مجید یاد ہو اس کے سبب میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر بنانا درست ہے اور قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا صحیح ہے، یہ دونوں امور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک جائز ہیں۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا امام ابو حنیفہ کے علاوہ تمام فقہاء کے نزدیک صحیح ہے۔[2]

امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر نہیں بنایا بلکہ اس سبب سے اس کا نکاح اس عورت سے کیا کہ اس کو قرآن مجید یاد تھا اور یہ اسلام کی علامت ہے یعنی یہاں "با" عوض کی نہیں بلکہ سببیت کی ہے، اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اگر "با" عوض کی ہو پھر بھی احناف کو مضر نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہوگا۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم

تعلیم قرآن پر اجرت لینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اسی وجہ سے متاخرین احناف نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور متقدمین احناف نے جو اس کو ناجائز کہا ہے اس سلسلہ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے پیش نظر یہ احادیث نہیں تھیں مثلاً صحیح بخاری میں ہے:

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۱-۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ [۱] جن چیزوں پرتم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ پر اجرت لینے کا سب سے زیادہ حق ہے۔"

حدیث نمبر ۳۳۸۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر پانچ سو درہم تھا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا اس کا جواب علامہ نووی نے یہ دیا ہے کہ یہ زائد مقدار نجاشی نے اپنی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے پیش نظر دی تھی۔

بَابُ [۴۵۲] فَضِيْلَةِ إِعْتَاقِهِ أَمَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

۳۳۹۳- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ قَالَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُوْ طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيْفُ أَبِيْ طَلْحَةَ فَأَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِيْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْحَسَرَ الْإِزَارُ عَنْ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّيْ لَأَرٰى بَيَاضَ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ وَقَدْ خَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوْا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ قَالَ وَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً وَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَهُ دِحْيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اپنی باندی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرنے کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں جہاد کے لیے گئے حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم نے وہاں منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوطلحہ (اپنی اپنی سواریوں پر) سوار ہوئے۔ میں حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو خیبر کی گلیوں میں دوڑایا اس وقت میرا گھٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کی ران سے سرک گئی اور میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی پر پڑ گئی، جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر، خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جنھیں وعید سنائی گئی ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے آپ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے حضرت انس نے کہا لوگ اس وقت اپنے کام کاج کے لیے جا رہے تھے، انھوں نے کہا محمد اور ان کا لشکر آ چکا ہے۔ ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کر لیا اور قیدیوں کو جمع کر لیا گیا۔ دحیہ کلبی حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ان قیدیوں میں سے مجھے بھی ایک باندی عنایت کیجئے

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عَنْهُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوهُ بِهَا قَالَ فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ وَبَسَطَ نِطَعًا قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْأَقِطِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ فَحَاسُوا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٣٣٩٣ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَشُعَيْبِ بْنِ حَبْحَابٍ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَ

آپ نے فرمایا: اچھا ایک باندی لے لو! انہوں نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے نبی اللہ! آپ نے قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حیی دحیہ کو دے دی، وہ آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے، آپ نے فرمایا دحیہ اور اس باندی کو بلاؤ، دحیہ ان کو لے کر آئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا، تو آپ نے فرمایا، ان کے علاوہ اور کوئی باندی لے لو، اور آپ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان کے ساتھ شادی کر لی، حضرت انس سے ثابت نے پوچھا: اے ابو حمزہ! حضرت صفیہ کا مہر کتنا تھا؟ حضرت انس نے کہا ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار پایا تھا، آپ نے راستہ میں ان سے نکاح کیا، راستہ ہی میں رات کو حضرت ام سلیم نے ان کو تیار کر کے آپ کے پاس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت عروسی صبح کی اور آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔ اور چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا، کوئی شخص پنیر لے کر آیا اور کوئی کھجوریں اور کوئی گھی لے کر آیا، ان سب چیزوں کو ملایا گیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

چند مختلف سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کے آزاد کرنے ہی کو ان کا مہر قرار دیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کیا اور ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار پایا۔

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ وَعُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسٍ كُلُّهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَفِي حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ تَزَوَّجَ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَأَصْدَقَهَا عِتْقَهَا۔

٣٣٩٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يُعْتِقُ جَارِيَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا لَهُ أَجْرَانِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی باندی کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔

٣٣٩٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ أَبِي طَلْحَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدَمِي تَمَسُّ قَدَمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَتَيْنَاهُمْ حِينَ بَزَغَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ أَخْرَجُوا مَوَاشِيَهُمْ وَخَرَجُوا بِفُؤُوسِهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ وَمُرُورِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَ وَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَوَقَعَتْ فِي سَهْمِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن میں حضرت ابوطلحہ کی سواری کے پیچھے بیٹھا تھا اور میرا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے مَس کر رہا تھا۔ ہم جس وقت خیبر پہنچے تو سورج چمک رہا تھا، اس وقت لوگ اپنے مویشی اور کدالیں ٹوکریاں اور بیلچے لے کر جا رہے تھے انہوں نے کہا محمد لشکر کے ساتھ آگئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر برباد ہو گیا، ہم جب قوم کے صحن اترتے ہیں تو جنہیں وعید سنائی گئی ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے، حضرت انس نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی، حضرت دحیہ کے حصہ میں ایک خوبصورت باندی آئی، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باندیوں

دِحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تُصَنِّعُهَا وَتُهَيِّئُهَا قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا وَهِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَ وَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيمَتَهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ فُحِصَتِ الْأَرْضُ أَفَاحِيصَ وَجِيءَ بِالْأَنْطَاعِ فَوُضِعَتْ فِيهَا وَجِيءَ بِالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَشَبِعَ النَّاسُ قَالَ وَقَالَ النَّاسُ لَا نَدْرِي أَتَزَوَّجَهَا أَمِ اتَّخَذَهَا أُمَّ وَلَدٍ قَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَ حَجَبَهَا فَقَعَدَتْ عَلَى عَجُزِ الْبَعِيرِ فَعَرَفُوا أَنَّهُ قَدْ تَزَوَّجَهَا فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَفَعْنَا قَالَ فَعَثَرَتِ النَّاقَةُ الْعَضْبَاءُ وَنَدَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَدَرَتْ فَقَامَ فَسَتَرَهَا وَقَدْ أَشْرَفَتِ النِّسَاءُ فَقُلْنَ أَبْعَدَ اللّٰهُ الْيَهُودِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا حَمْزَةَ أَوَقَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَاللّٰهِ لَقَدْ وَقَعَ قَالَ أَنَسٌ وَشَهِدْتُ وَلِيمَةَ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا وَكَانَ يَبْعَثُنِي فَأَدْعُو النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ وَتَبِعْتُهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلَانِ اسْتَأْنَسَ بِهِمَا الْحَدِيثُ لَمْ يَخْرُجَا فَجَعَلَ يَمُرُّ عَلَى نِسَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَيْفَ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ بِخَيْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

کے عوض خرید لیا۔ اور انھیں حضرت ام سلیم کے سپرد کر دیا، تاکہ وہ انھیں بنا سنوار کر تیار کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے ان کے سپرد اس لیے کیا تھا تاکہ وہ ان کے گھر میں عدت پوری کریں، اور وہ باندی حضرت صفیہ تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ولیمہ میں چھوارے، پنیر اور گھی کا کھانا تیار کیا، زمین کو کھود کر اس میں چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا، اس میں پنیر اور گھی رکھا گیا، لوگوں نے سیر ہو کر کھایا، لوگ کہنے لگے ہمیں پتا نہیں آپ نے ان سے شادی کی ہے یا ان کو ام ولد بنایا ہے، لوگوں نے کہا اگر آپ ان کا پردہ کرائیں تو وہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پردہ نہ کرائیں تو ام ولد ہیں۔ جب آپ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے لیے پردہ لگا دیا، اور وہ اونٹ کے پچھلے حصہ پر بیٹھ گئیں، اس لیے لوگوں نے جان لیا کہ آپ نے ان سے شادی کر لی ہے، جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور نے اونٹنی دوڑائی، ہم نے بھی اپنی سواریاں دوڑائیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء نے ٹھوکر کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ گر پڑے، آپ نے کھڑے ہو کر ان کا پردہ کیا، عورتیں دیکھ کر کہنے لگیں "اللہ تعالیٰ یہودیہ کو دور کرے"۔ راوی نے حضرت انس سے پوچھا اے ابو حمزہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! خدا کی قسم آپ گر پڑے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے موقع پر حاضر تھا، آپ نے لوگوں کو روٹی اور گوشت سے سیر کر دیا تھا، لوگوں کو بلانے کے لیے آپ مجھے بھیجتے تھے جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے گیا۔ کھانے کے بعد دو آدمی باتیں کرتے رہ گئے تھے، اور محبت سے باتیں کر رہے تھے، آپ اپنی ازواج

كيف وجدت أهلك فيقول بخير فلما فرغ رجع ورجعت معه فلما بلغ الباب إذا هو بالرجلين قد استأنس بهما الحديث فلما رأياه قد رجع قاما فخرجا فوالله ما أدري أنا أخبرته أم أنزل عليه الوحي بأنهما قد خرجا فرجع ورجعت معه فلما وضع رجله في أسكفة الباب أرخى الحجاب بيني وبينه وأنزل الله هذه الآية لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم.

(مطہرات) کے پاس گئے۔ ان میں سے ہر ایک سے فرماتے السلام علیکم اے اہل بیت! تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہتیں یا رسول اللہ! خیریت ہے۔ آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا اچھی ہیں، جب آپ فارغ ہو کر لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا وہ دونوں شخص ہنوز باتوں میں مصروف ہیں، جب انھوں نے دیکھا کہ آپ لوٹ آئے ہیں تو وہ نکلنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ خدا کی قسم مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے ان کے جانے کی خبر دی تھی یا آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ وہ جا چکے ہیں، آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا جب آپ نے دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھا تو میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا اس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم۔ "نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو۔"

۳۳۹۷۔ حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا شبابة قال نا سليمان عن ثابت عن أنس ح قال وحدثني عبد الله بن هاشم بن حيان واللفظ له قال نا بهز قال نا سليمان بن المغيرة عن ثابت قال نا أنس رضي الله تعالى عنه قال صارت صفية رضي الله تعالى عنها لدحية في مقسمه وجعلوا يمدحونها عند رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ويقولون ما رأينا في السبي مثلها قال فبعث إلى دحية فأعطاه بها ما أراد

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کے حصہ میں آئی تھیں لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی تعریف کی، حضرت انس کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہم نے باندیوں میں ایسی عورت نہیں دیکھی۔ حضور نے حضرت دحیہ کو بلوایا، اور حضرت صفیہ کے عوض جو کچھ انھوں نے مانگا انہیں دے دیا۔ پھر حضرت صفیہ کو میری والدہ کے سپرد کر کے فرمایا ان کا بناؤ سنگھار کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے روانہ ہوئے حتی کہ خیبر آپ کے پیچھے رہ گیا آپ اترے پھر آپ نے حضرت صفیہ کے لیے خیمہ لگوایا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس کھانا

ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّي فَقَالَ أَصْلِحِيهَا قَالَ ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا جَعَلَهَا فِي ظَهْرِهِ نَزَلَ ثُمَّ ضَرَبَ عَلَيْهَا الْقُبَّةَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَأْتِنَا بِهِ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِفَضْلِ التَّمْرِ وَفَضْلِ السَّوِيقِ حَتَّى جَعَلُوا مِنْ ذٰلِكَ سَوَادًا حَيْسًا فَجَعَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ ذٰلِكَ الْحَيْسِ وَيَشْرَبُونَ مِنْ حِيَاضٍ إِلَى جَنْبِهِمْ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ قَالَ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى إِذَا رَأَيْنَا جُدُرَ الْمَدِينَةِ هَشِشْنَا إِلَيْهَا فَرَفَعْنَا مَطِيَّنَا وَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطِيَّتَهُ قَالَ وَصَفِيَّةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا خَلْفَهُ قَدْ أَرْدَفَهَا قَالَ فَعَثَرَتْ مَطِيَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُرِعَ وَصُرِعَتْ قَالَ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَلَا إِلَيْهَا حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَتَرَهَا قَالَ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ لَمْ نُضَرَّ قَالَ فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ فَخَرَجَ جَوَارِي نِسَائِهِ يَتَرَاءَيْنَهَا وَيَشْمَتْنَ بِصَرْعَتِهَا۔

بچا ہوا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے حضرت انس کہتے ہیں کہ لوگ اپنی بچی کھجوریں اور بچے ہوئے ستو لیکر آئے حتیٰ کہ اس سے کھانے کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ لوگوں نے اس طعام سے کھایا اور ان کے پہلو میں ایک حوض تھا جس میں بارش کا پانی جمع تھا، اس سے پانی پیا، حضرت انس نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کی دیواریں دیکھیں تو ہمیں مدینہ پہنچنے کا اشتیاق دامن گیر ہوا، ہم نے اپنی سواریاں دوڑائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی سواری دوڑائی، در آں حالیکہ آپ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری لڑکھڑائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ گر پڑے، لوگوں میں سے کسی شخص نے حضور کی طرف دیکھا نہ حضرت صفیہ کی طرف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور حضرت صفیہ کو حجاب میں لیا۔ ہم آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے اور آپ کی ازواج مطہرات کی کنیزیں آکر حضرت صفیہ کو دیکھنے لگیں اور ان کے گرنے پر افسوس کرنے لگیں۔

ران کے شرمگاہ ہونے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۳۹۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کی ران سے سرک گئی، حضرت انس کہتے ہیں میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر پڑی، صحیح البخاری میں محمد بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الفخذ عورۃ "ران شرمگاہ ہے" [1] علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے اصحاب مالک وغیرہ نے یہ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

استدلال کیا ہے کہ ران شرمگاہ نہیں ہے اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ ران شرمگاہ ہے اور اس حدیث کا انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد اور اختیار کے بغیر چادر سرک گئی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نظر اتفاقاً پڑ گئی تھی اسی طرح بھیڑ کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گھٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے سے لگ گیا تھا[1] احناف کے نزدیک بھی ران شرمگاہ ہے اس لیے علامہ عینی حنفی نے اس حدیث کی یہ توجیہ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کو تیز دوڑا رہے تھے، اس تیزی کی وجہ سے یا بھیڑ کی وجہ سے آپ کی ران سے چادر سرک گئی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نظر اتفاقاً پڑ گئی تھی[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی؟

حدیث نمبر ۳۳۹۲ میں ہے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باندی لینے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: ایک باندی لے لو، انھوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا، بعد میں جب دوسرے صحابہ کو اعتراض ہوا کہ انھوں نے سب سے اچھے حسب و نسب کی لونڈی کو لے لیا ہے تو آپ نے ان سے حضرت صفیہ کو واپس لے لیا، اور فرمایا ان کے بدلہ میں اور لونڈی لے لو، حدیث کے اس ٹکڑے پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اس سوال کے متعدد جوابات ہیں اوّل یہ کہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باندیوں کے عوض حضرت صفیہ کو ان سے خرید لیا تھا، ثانی یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کوئی باندی لے لو اس کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی باندی لے لو نہ یہ کہ سب سے افضل باندی کو لو چونکہ انھوں نے آپ کی اجازت کے تقاضے پر عمل نہیں کیا تھا اس لیے آپ نے ان سے حضرت صفیہ کو واپس لے لیا، ثالث یہ کہ ہر چند کہ ہبہ واپس لینا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ہبہ واپس نہ لینے کی صورت میں اس سے بڑی خرابی متوقع تھی اور وہ تھی فتنہ اور فساد، کیونکہ حضرت صفیہ بنت حیی بہت حسین و جمیل خاتون تھیں اور بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں اگر یہ حضرت دحیہ کو دی جاتیں تو دوسرے صحابہ کو یہ برا لگتا اور یہ خطرہ تھا کہ اس وجہ سے کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا، لہٰذا آپ نے اس فتنہ کے سد باب کے لیے یہ ہبہ واپس لے لیا اور یہ تعلیم دی کہ فتنہ اور فساد کے خطرہ کی بنا پر ہبہ واپس لیا جا سکتا ہے، رابع یہ ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے ہبہ واپس کر لیا، خامس یہ کہ والد کا اولاد سے ہبہ واپس لینا بلاکراہت جائز ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ والد ہیں اس لیے آپ کے ہبہ واپس لینے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے، سادس یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کی جانوں اور ان کے اموال کے مالک ہیں، بلکہ مسلمانوں کو ان کی اپنی جانوں اور اموال پر اتنا تصرف اور اختیار نہیں ہے جتنا تصرف اور اختیار آپ کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم (احزاب: ۶) "نبی مسلمانوں کی جانوں کے ان سے زیادہ مالک ہیں"

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ا ص ۴۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

لونڈی کے آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب

جس شخص نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گا اور اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے گا، جمہور کا قول یہ ہے کہ اس لونڈی پر اس شخص سے شادی کرنا لازم نہیں ہے اور نہ یہ شرط صحیح ہے؛ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، محمد بن الحسن شیبانی اور امام زفر کا یہی قول ہے، امام شافعی کہتے ہیں: اگر اس لونڈی نے اس شرط کو قبول کر لیا اور وہ آزاد کر دی گئی پھر بھی اس لونڈی کو اس شخص کے ساتھ شادی کرنا لازم نہیں ہے، البتہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت مالک کو ادا کرے کیونکہ مالک اس کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرنے پر راضی نہیں تھا۔ اور امام احمد اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی کو اس شرط پر آزاد کرے کہ وہ اس سے نکاح کرے گا اور اس لونڈی پر لازم ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے اور اس کے آزاد کرنے کو اپنا مہر مان لے جیسا کہ بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور جمہور کے نزدیک اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو بغیر کسی عوض اور بغیر کسی شرط کے تبرعاً آزاد کر دیا تھا پھر آپ نے حضرت صفیہ کی مرضی سے بغیر مہر کے ان سے نکاح کر لیا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ بغیر مہر کے شادی کر سکتے ہیں [1] علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بغیر مہر کے شادی کر سکتے ہیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ آزاد کرنے کو مہر قرار دے دیں البتہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں اگر وہ ایسا کرے گا تو آزاد کرنا مہر نہیں ہوگا بلکہ اس کو مہر مثل ادا کرنا لازم ہوگا۔ [2]

بَابُ زَوَاجِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَنُزُولِ الْحِجَابِ وَإِثْبَاتِ الْوَلِيمَةِ

حضرت زینب کے نکاح، نزول حجاب اور ولیمہ کا بیان

٣٣٩٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ نَا بَهْزٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَا جَمِيعًا نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهٰذَا حَدِيثُ بَهْزٍ قَالَ لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ قَالَ فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتّٰى أَتَاهَا وَهِيَ تُخَمِّرُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا: حضرت زینب سے میرا ذکر کرو۔ جس وقت حضرت زید حضرت زینب کے پاس گئے تو وہ اپنے آٹے کا خمیر کر رہی تھیں۔ زید کہتے ہیں کہ جب میں نے انھیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی اس قدر عظمت پیدا ہوئی کہ میں ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا۔ میں ایڑیوں کے بل

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ٤٥٩، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٧٥ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ، عمدۃ القاری ج ٢، ص ٨٨ - ٨٧، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر

عَجِينَهَا قَالَ فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي حَتَّى مَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي وَنَكَصْتُ عَلَى عَقِبِي فَقُلْتُ يَا زَيْنَبُ أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ قَالَتْ مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا وَنَزَلَ الْقُرْآنُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ قَالَ فَقَالَ وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَنَا الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ حِينَ امْتَدَّ النَّهَارُ فَخَرَجَ النَّاسُ وَبَقِيَ رِجَالٌ يَتَحَدَّثُونَ فِي الْبَيْتِ بَعْدَ الطَّعَامِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعْتُهُ فَجَعَلَ يَتَتَبَّعُ حُجَرَ نِسَائِهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيَقُلْنَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ قَالَ فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ قَدْ خَرَجُوا أَوْ أَخْبَرَنِي قَالَ فَانْطَلَقَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ مَعَهُ فَأَلْقَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَنَزَلَ الْحِجَابُ قَالَ وَوُعِظَ الْقَوْمُ بِمَا وُعِظُوا بِهِ زَادَ ابْنُ رَافِعٍ فِي حَدِيثِهِ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ

گھوما اور پشت پھیر کر کہا: اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پیغام بھیجا ہے، حضرت زینب نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کرتی، وہ اپنے مصلے پر کھڑی ہو گئیں، قرآن مجید نازل ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت ان کے گھر آئے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روٹیاں اور گوشت خوب کھلایا سب لوگ چلے گئے اور چند آدمی کھانے کے بعد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ نکلا، آپ ازواج مطہرات کے حجرات میں گئے، انھیں سلام کیا، ازواج نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنا اہل کو کیسا پایا؟ راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی تھی یا آپ نے بتایا تھا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں پھر آپ گھر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ساتھ گیا، آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور حجاب کے احکام نازل ہو گئے اور لوگوں کو جو نصیحت کی جانی تھی وہ کی گئی۔ ابن رافع نے اپنی روایت میں اس آیت کا ذکر کیا ہے۔ (ترجمہ:) نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو . . . اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے میں حیا نہیں فرماتا۔

٣٣٩٩ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَقُتَيْبَةُ قَالُوا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حضرت زینب کے نکاح پر ولیمہ کیا تھا کسی اور زوجہ کے نکاح پر ایسا ولیمہ نہیں کیا آپ

عَنْ اَنَسٍ وَّفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كَامِلٍ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلَى امْرَاَةٍ وَّقَالَ اَبُوْ كَامِلٍ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ نِّسَائِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ فَاِنَّهٗ ذَبَحَ شَاةً۔

۳۴۰۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدٌ وَّهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنْ نِّسَائِهٖ اَكْثَرَ اَوْ اَفْضَلَ مِمَّا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بِمَا اَوْلَمَ قَالَ اَطْعَمَهُمْ خُبْزًا وَّلَحْمًا حَتّٰى تَرَكُوْهُ۔

۳۴۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ وَعَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى كُلُّهُمْ عَنْ مُّعْتَمِرٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ حَبِيْبٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ نَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ قَالَ فَاَخَذَ كَاَنَّهٗ يَتَهَيَّاُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ مِنَ الْقَوْمِ زَادَ عَاصِمٌ وَّابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى فِيْ حَدِيْثِهِمَا قَالَ فَقَعَدَ ثَلٰثَةٌ وَّاِنَّ النَّبِيَّ

نے حضرت زینب کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ولیمہ سے بڑھ کر اور عمدہ ولیمہ کسی اور زوجہ سے نکاح کے موقع پر نہیں کیا۔ راوی نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ میں کیا کھلایا تھا انھوں نے کہا لوگوں کو اس قدر روٹیاں اور گوشت کھلایا کہ لوگوں نے کھانا چھوڑ دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو لوگوں کو بلا کر کھانا کھلایا، لوگ کھانا کھانے کے بعد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھنے کے لیے تیار ہوئے مگر پھر بھی وہ لوگ نہیں اُٹھے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے جب آپ کھڑے ہو گئے تو لوگوں میں سے جنھوں نے اٹھنا تھا وہ کھڑے ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین آدمی بیٹھے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر جانے کے لیے تشریف لائے لیکن وہ لوگ ہنوز بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، اور میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور میں بھی داخل ہونے لگا کہ آپ نے اپنے اور میرے درمیان

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ لِيَدْخُلَ فَاِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ اِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقُوْا قَالَ فَجِئْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا قَالَ فَجَآءَ حَتّٰى دَخَلَ فَذَهَبْتُ اَدْخُلُ فَاَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ قَالَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔

۳۴۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ لَقَدْ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْاَلُنِيْ عَنْهَا قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِيْنَةِ فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ مَعَهٗ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتّٰى قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشٰى فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ثُمَّ ظَنَّ اَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَا هُمْ جُلُوْسٌ مَّكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ حُجْرَةَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَا هُمْ قَدْ

حجاب ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو نہ کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوا کرو، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا۔ ان ذلکم کان عند اللہ عظیما تک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں احکام حجاب کے بارے میں باقی لوگوں سے زیادہ واقف ہوں، حضرت ابی بن کعب بھی احکام حجاب کے بارے میں مجھ سے سوال کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اس حال میں کی کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی ہوئی تھی آپ نے ان سے مدینہ میں نکاح کیا تھا اور دن چڑھنے کے بعد آپ نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور سب لوگوں کے جانے کے بعد آپ کے ساتھ کچھ آدمی بھی بیٹھ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک گئے پھر خیال فرمایا کہ شاید لوگ چلے گئے ہوں گے، آپ لوٹ پڑے، میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا، وہ لوگ اس وقت بھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے، آپ پھر واپس چل پڑے، میں بھی واپس ہوا، آپ دوبارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک گئے، اس کے بعد پھر آپ واپس (گھر) گئے، میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا، اس بار وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر آپ نے میرے اور اپنے درمیان حجاب

قاموا فضرب بيني وبينه الستر و أنزل آية الحجاب۔

۳۳۰۳ - **وحدثنا** قتيبة بن سعيد قال نا جعفر يعني ابن سليمان عن الجعد أبي عثمان عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخل بأهله قال فصنعت أمي أم سليم حيسا فجعلته في تور فقالت يا أنس اذهب بهذا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقل بعثت بهذا إليك أمي وهي تقرئك السلام وتقول إن هذا لك منا قليل يا رسول الله قال فذهبت بها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت إن أمي تقرئك السلام وتقول إن هذا لك منا قليل فقال ضعه ثم قال اذهب فادع لنا فلانا وفلانا ومن لقيت وسمى رجالا قال فدعوت من سمى ومن لقيت قال قلت لأنس عدد كم كانوا قال زهاء ثلاثمائة وقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أنس هات التور قال فدخلوا حتى امتلأت الصفة والحجرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليتحلق عشرة عشرة وليأكل كل إنسان مما يليه قال فأكلوا حتى شبعوا قال فخرجت طائفة ودخلت طائفة حتى أكلوا كلهم فقال لي يا أنس ارفع قال فرفعت فما أدري حين وضعت كان أكثر أم حين رفعت

ڈال دیا اور آیت حجاب نازل ہو گئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا، اور اپنی زوجہ مطہرہ کے پاس گئے، میری والدہ ام سلیم نے حیس (کھجور، ستو اور گھی سے بنایا ہوا کھانا) پکایا، اسے ایک طباق میں رکھ کر کہا "اے انس اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور جا کر عرض کرو" اس کو میری ماں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور سلام عرض کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ یا رسول اللہ! یہ ہماری طرف سے آپ کی خدمت میں ایک تھوڑا سا نذرانہ ہے۔" حضرت انس کہتے ہیں کہ میں وہ کھانا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور کہا "میری ماں آپ کو سلام کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ آپ کے لیے تھوڑا سا نذرانہ ہے۔" آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو، پھر آپ نے فرمایا جاؤ فلاں فلاں کو بلا لاؤ، اور جو تم کو ملیں ان کو اور چند لوگوں کا نام لیا، جن لوگوں کا آپ نے نام لیا تھا میں انہیں بلا لایا اور جو لوگ مجھے ملے انہیں بھی بلا لایا۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت انس سے پوچھا ان لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ انہوں نے کہا اندازاً تین سو آدمی تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس وہ طباق لے آؤ، پھر وہ لوگ اندر آئے حتیٰ کہ چبوترہ اور کمرہ بھر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس، دس آدمی ایک حلقہ بنالیں اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے حضرت انس کہتے ہیں ان لوگوں نے اس قدر کھایا کہ وہ سیر ہو گئے ایک گروہ کھا کر جاتا پھر دوسرا آجاتا، جب سب لوگ کھا چکے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے انس: اس برتن کو اٹھاؤ حضرت انس کہتے ہیں میں نہیں فیصلہ کر سکا کہ جس وقت میں نے برتن رکھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا جب میں نے وہ برتن اٹھایا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا۔" بعض لوگوں نے کھانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ وَجَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ يَتَحَدَّثُونَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَزَوْجَتُهُ مُوَلِّيَةٌ وَجْهَهَا إِلَى الْحَائِطِ فَثَقُلُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَلَمَّا رَأَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَجَعَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوا عَلَيْهِ قَالَ فَابْتَدَرُوا الْبَابَ فَخَرَجُوا كُلُّهُمْ وَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَرْخَى السِّتْرَ وَدَخَلَ وَأَنَا جَالِسٌ فِي الْحُجْرَةِ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى خَرَجَ عَلَيَّ وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ الْجَعْدُ قَالَ أَنَسٌ أَنَا أَحْدَثُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٰذِهِ الْآيَاتِ وَحُجِبْنَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے گھر میں بیٹھ کر باتیں شروع کر دیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ کی زوجہ مطہرہ دیوار کی طرف چہرہ کیے ہوئے بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں کا بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے اپنی ازواج مطہرات کو سلام کیا اور واپس آ گئے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے ہیں تب انہوں نے سمجھا کہ ان کا یہاں بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بار گزر رہا ہے، وہ سب جلدی سے دروازے کی طرف بڑھے اور چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے پردہ گرا دیا۔ آپ حجرہ میں تشریف لائے وہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ تھوڑی دیر ٹھہرے پھر میرے پاس آ گئے درآں حالیکہ آپ کے اوپر یہ آیت نازل ہوئی تھی پھر آپ نے باہر آ کے لوگوں پر وہ آیات پڑھیں: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو نہ کھانے کا وقت دیکھتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوا کرو، تمہاری ان حرکتوں سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا، جعد بن کہتے ہیں کہ حضرت انس نے کہا کہ ان آیات کے نازل ہونے کا واقعہ مجھے سب سے زیادہ یاد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کیلئے پردے کے احکام نازل ہو گئے۔

۳۴۰۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَهْدَتْ لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ فَقَالَ أَنَسٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو (میری والدہ) حضرت ام سلیم نے آپ کے لیے ایک طباق میں حیس (ستو گھی اور کھجور سے بنایا ہوا کھانا) بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور مسلمانوں میں سے تمہیں جو ملے اس کو بلا لاؤ، لہٰذا مجھے جو ملا اس کو میں بلا لایا، وہ لوگ گھر میں داخل ہوتے، کھانا کھاتے اور

فَادْعُ لِي مَنْ لَقِيتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَدَعَوْتُ لَهُ مَنْ لَقِيتُ فَجَعَلُوا يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ وَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى الطَّعَامِ فَدَعَا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَلَمْ أَدَعْ أَحَدًا لَقِيتُهُ إِلَّا دَعَوْتُهُ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَخَرَجُوا وَبَقِيَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَطَالُوا عَلَيْهِ الْحَدِيثَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحْيِي مِنْهُمْ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ شَيْئًا فَخَرَجَ وَتَرَكَهُمْ فِي الْبَيْتِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ قَالَ قَتَادَةُ غَيْرَ مُتَحَيِّنِينَ طَعَامًا وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا حَتَّى بَلَغَ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

نکل جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ کھانے پر رکھا اور دعا فرمائی اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ کلمات آپ نے دعا میں کہے مجھے جو شخص بھی ملا تھا میں اس کو لے آیا تھا ان سب نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے، کچھ لوگ بیٹھے رہے، انھوں نے لمبی باتیں شروع کر دیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کچھ کہنے سے حیاء کرتے تھے، آپ گھر سے باہر آگئے وہ وہیں بیٹھے رہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کر چلے جایا کرو، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے، اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا آخر آیت تک۔

حضرت زینب سے نکاح کی تفصیل

حدیث نمبر ۳۳۹۸ میں ہے جب حضرت زید نے حضرت زینب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کروں گی اور مصلے کی طرف بڑھ گئیں، ان کا مقصد یہ تھا کہ میں استخارہ کروں گی، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سب کاموں کے لیے استخارہ کی تعلیم دیتے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استخارہ اس لیے کیا تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی میں ان سے تقصیر نہ ہو جائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت لیے ان کے پاس چلے گئے، یعنی جب یہ آیت نازل ہو گئی: فلما قضى زيد منها وطرا زوجنكها (احزاب: ۳۷) "جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے ان سے آپ کا نکاح کر دیا" اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضرت زینب آپ کے عقد میں آ گئیں، اس نکاح میں ایجاب و قبول کا عقد تھا، نہ گواہ تھے نہ کوئی ولی تھا۔ غالباً اس عظیم نعمت پر شکر ادا کرنے کے لیے ہی آپ نے حضرت زینب سے نکاح کا ولیمہ بہت اہتمام سے کیا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بھی ذکر ہے کہ آپ کا ہاتھ لگانے سے اور آپ کی دعا کی برکت سے تھوڑا سا کھانا، تین سو کے قریب آدمیوں کے لیے کافی ہو گیا اور ان کے سیر ہونے کے باوجود کھانا اتنا ہی باقی تھا حضرت انس فرماتے ہیں میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ کھانا اب زیادہ ہے یا پہلے زیادہ تھا۔

مساوات سے بے پردگی پر استدلال

پردہ سے متعلق قرآن مجید میں جو احکام دیئے گئے ہیں اور احادیث میں جن کی وضاحت کی گئی ہے ان کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا، ان سے بات چیت کرنا اور میل جول رکھنا سب ناجائز ہیں اسی طرح مردوں کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا ان سے بات کرنا اور ان سے میل جول رکھنا سب ناجائز ہیں۔ عورتوں کا پردہ کے بغیر گھر سے نکلنا ناجائز ہے، بازاروں میں شاپنگ کرنا اور سیر و تفریح کے لیے گھومنا جائز نہیں ہے۔ عورت اصل میں چراغ خانہ ہے، شمع محفل نہیں ہے۔ اس کے برعکس آج کے معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں برقع اور کسی بھی قسم کے پردہ سے آزاد تنگ اور چست، نیم عریاں اور شوخ و شنگ لباس پہنے سڑکوں اور بازاروں میں دعوت نظارہ دیتی پھرتی ہیں، دوپٹہ سے سر اور سینے کو نہیں ڈھانپا جاتا بلکہ مفلر کی طرح گلے میں ڈالا جاتا ہے، کوئی دن جاتا ہے کہ برقع کی طرح دوپٹہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ مخلوط تعلیم عام ہے اور لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ اسکولوں میں پڑھتے ہیں، اسکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھانے والے بھی مخلوط ہیں مرد اور عورتیں دونوں پڑھاتے ہیں۔ بینکوں، پی آئی اے اور دوسرے محکموں اور دفاتر میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی نظر آتی ہیں، اور پولیس اور فوج میں بھی عورتیں کام کر رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مرد اور عورت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں دونوں کو مل جل کر کام کرنا چاہیے۔ اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے اس لیے معیشت کا بوجھ اٹھانے کے لیے دونوں کو مساوی جد و جہد کرنی چاہیے۔ وہ دن گئے جب عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید رکھا جاتا تھا۔ اب آزادی نسواں کا دور ہے عورت کو گھر میں غلام بنا کے رکھنا روح مساوات کے خلاف ہے۔

مرد اور عورت میں مساوات کا دائرہ

یہ صحیح ہے کہ انسان ہونے میں مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں۔ تہذیب و تمدن کی تعمیر و تشکیل اور انسانیت کی خدمت میں دونوں برابر ہیں۔ دل و دماغ، عقل، جذبات، خواہشات اور بشری تقاضے دونوں رکھتے ہیں، سوسائٹی اور معاشرہ کی فلاح و بہبود دونوں کی فکری اور نظری صلاحیتوں پر موقوف ہے، اس اعتبار سے مساوات کا دعویٰ بالکل صحیح ہے اور ہر صالح معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی فطری استعداد اور صلاحیت کے مطابق اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کا موقع دے۔ لیکن مساوات کا جو پہلو آج زیر بحث ہے کہ مرد اور عورت دونوں کا ایک حلقہ عمل ہو، دونوں ایک نوعیت کے کام کریں۔ دونوں معیشت کے تمام شعبوں کی ذمہ داریوں کو یکساں قبول کریں، یہ رائے اس وقت تک صحیح ثابت نہیں ہوگی جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ دونوں کے نظام جسمانی بھی ایک جیسے ہیں۔ دونوں پر فطرت نے ایک جیسی خدمات کا بار ڈالا ہے اور دونوں کی نفسی کیفیات بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔

عورت کو معاش اور تہذیب کی سرگرمیوں میں شریک رکھنا مساوات کے خلاف ہے

علم الحیات کی رو سے ثابت ہو چکا ہے کہ عورت اپنی شکل و صورت اور ظاہری اعضاء سے لے کر اپنے جسم کی ساخت کے ہر ہر مرحلہ میں مرد سے مختلف ہے، اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ فطرت نے مرد اور عورت دونوں پر یکساں بار نہیں ڈالا۔ بقائے نوع کی خدمت میں مرد کے ذمہ تخم ریزی کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے اس کے بعد وہ زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے کے لیے آزاد ہے، اس کے برخلاف فطرت نے عورت پر اس خدمت کی مکمل ذمہ داری ڈال دی ہے، اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے عورت

کہ اس وقت سے تیار کیا گیا ہے جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں محض گوشت کا ایک لوتھڑا تھی، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس کے جسم کی ساری مشینری موڑ دی گئی، اسی لیے اس پر جوانی کے زمانہ میں ایام حیض کے دور آتے ہیں جو ہر مہینہ میں تین سے لے کر سات دن یا دس دن تک اس کو کسی بڑی ذمہ داری کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں رکھتے۔ جن کی وجہ سے وہ اس دوران کوئی قابل ذکر جسمانی یا دماغی محنت نہیں کر پاتی، حمل اور اس کے بعد پورا ایک سال اسے سختیاں جھیلتے گذرتا ہے جس میں درحقیقت وہ نیم جاں ہوتی ہے، اس کے بعد وہ رضاعت کے پورے دو سال اس طرح گذرتے ہیں کہ وہ اپنے خون سے کشت انسانیت کو سیراب کرتی ہے، بچے کی ابتدائی پرورش کے کئی سال اس طرح محنت اور مشقت میں گذرتے ہیں کہ اس پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی راحت، اپنے آرام و آسائش اپنی ہر خوشی اور ہر خواہش کو آنے والی نسل پر قربان کر دیتی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر غور کیجئے کہ عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ان فطری ذمہ داریوں کی بجا آوری کے باوجود عورت سے معاش اور تہذیب و ثقافت کی ان ذمہ داریوں کا مطالبہ بھی کیا جائے جن کو پورا کرنے کے لیے مرد فطرت کی تمام تر ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے۔ عورت سے یہ کہا جائے کہ تم ولادت سے متعلق ساری فطری ذمہ داریاں بھی برداشت کرو اور ہمارے شانہ بشانہ روزی کمانے کی مشقت بھی اٹھاؤ، سیاست اور عدالت صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، قیام امن اور مدافعت وطن کی خدمات میں بھی برابر کا حصہ لو۔ ریڈیو، ٹی وی، فلم آرٹ گیلری اور ثقافتی شو کے ذریعہ ہمارے لیے تفریح کا سامان بھی مہیا کرو، ہوٹلوں، کلبوں اور سوسائٹی کی محافل میں آ کر ہمارا دل بھی بہلاؤ اور ہمارے لیے عیش و مسرت اور لطف و لذت کے سامان بھی فراہم کرو، یہ عدل نہیں ظلم ہے!! مساوات نہیں صریح نامساوات ہے، عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس پر فطرت نے کوئی بار نہیں ڈالا اس پر تمدن کی اہم اور زیادہ محنت طلب ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جائے اور اسی کے سپرد یہ خدمت ہو کہ وہ خاندان کی پرورش اور حفاظت کرے اور جس پر فطرت نے بہت زیادہ بوجھ رکھا ہے اس کو تمدن کے ہلکے اور سبک کام سپرد کیے جائیں، اور مساوات کا یہ تقاضا اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب عورت پردے میں رہے اور اسلامی احکام کے مطابق چادر اور چار دیواری میں زندگی گذارے۔ مساوات سے قطع نظر بے پردگی کے نتیجہ میں عورت ہوا و ہوس کا نشانہ بنتی ہے جس سے بے حیائی اور فحاشی کے لاتعداد پہلو نکلتے ہیں جن کی وجہ سے اسقاط حمل، ناجائز اولاد اور گھناؤنی بیماریاں وجود میں آتی ہیں۔

بَابُ ۲۵۳ الْاَمْرِ بِالْاِجَابَةِ الدَّاعِيْ اِلٰى دَعْوَتِهٖ

دعوت قبول کرنے کا حکم

۳۴۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَاْتِهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کسی شخص کو ولیمے میں بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

خالد بن الحارث عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إذا دعي أحدكم إلى الوليمة فليجب قال خالد فإذا عبيد الله ينزله على العرس.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو جب شادی کی دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۷ - حدثنا ابن نمير قال نا أبي قال نا عبيد الله عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إذا دعي أحدكم إلى وليمة عرس فليجب.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو جب شادی کی دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۸ - حدثني أبو الربيع وأبو كامل قالا نا حماد قال نا أيوب ح قال وحدثنا قتيبة قال نا حماد عن أيوب عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتوا الدعوة إذا دعيتم.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں دعوت میں مدعو کیا جائے تو جایا کرو۔

۳۴۰۹ - وحدثني محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال أنا معمر عن أيوب عن نافع أن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يقول عن النبي صلى الله عليه وسلم إذا دعا أحدكم أخاه فليجب عرسا كان أو نحوه.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی دعوت کرے تو اس کو قبول کرنی چاہیے خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا اس جیسی کسی اور تقریب کی۔

۳۴۱۰ - وحدثني إسحق بن منصور قال نا عيسى بن المنذر قال نا بقية قال نا الزبيدي عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من دعي إلى عرس أو نحوه فليجب.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو شادی یا اس جیسی کسی تقریب کی دعوت دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے۔

۳۴۱۱ - حدثني حميد بن مسعدة

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

الباهلي قال نا بشر بن المفضل قال نا إسماعيل بن أمية عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتوا الدعوة إذا دعيتم

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں دعوت دی جائے تو اس میں جاؤ۔

۳۴۱۲ ۔ وحدثني هارون بن عبد الله قال نا حجاج بن محمد عن ابن جريج قال أخبرني موسى بن عقبة عن نافع قال سمعت عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أجيبوا هذه الدعوة إذا دعيتم لها قال وكان عبد الله يأتي الدعوة في العرس وغير العرس ويأتيها وهو صائم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں مدعو کیا جائے تو دعوت کو قبول کرو، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شادی وغیرہ کی دعوت میں روزہ دار ہونے کے باوجود چلے جاتے تھے۔

۳۴۱۳ ۔ وحدثني حرملة بن يحيى قال انا ابن وهب قال حدثني عمر بن محمد عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن دعيتم إلى كراع فأجيبوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم بکری کے پائے کی بھی دعوت دی جائے تو اس کو ضرور قبول کرو۔

۳۴۱۴ ۔ وحدثنا محمد بن مثنى قال نا عبد الرحمن بن مهدي ح قال وحدثنا محمد بن عبد الله بن نمير قال نا أبي قالا نا سفيان عن أبي الزبير عن جابر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دعي أحدكم إلى طعام فليجب فإن شاء طعم وإن شاء ترك ولم يذكر ابن مثنى إلى طعام۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے وہ اس کو ضرور قبول کرے، خواہ کھائے یا نہ کھائے۔

۳۴۱۵ ۔ وحدثنا ابن نمير قال نا أبو عاصم عن ابن جريج عن أبي الزبير بهذا الإسناد مثله۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۱۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی دعوت کی جائے تو وہ ضرور قبول کرے اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ نہ ہو تو کھالے۔

۳۴۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ يَحْيٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰی اِلَيْهِ الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِيْنُ فَمَنْ لَّمْ يَاْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص دعوت میں نہیں گیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

۳۴۱۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِلزُّهْرِیِّ يَا اَبَا بَكْرٍ كَيْفَ هٰذَا الْحَدِيْثُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْاَغْنِيَاءِ فَضَحِكَ فَقَالَ لَيْسَ هُوَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْاَغْنِيَاءِ قَالَ سُفْيَانُ وَكَانَ اَبِیْ غَنِيًّا فَاَفْزَعَنِیْ هٰذَا الْحَدِيْثُ حِيْنَ سَمِعْتُ بِهٖ فَسَاَلْتُ عَنْهُ الزُّهْرِیَّ فَقَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ ۔

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا یہ حدیث کس طرح ہے کہ بدترین کھانا امیروں کا کھانا ہے؟ انھوں نے ہنس کر کہا اس طرح حدیث نہیں ہے کہ بدترین کھانا امیروں کا کھانا ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ میرے والد امیر تھے اس لیے مجھے اس حدیث سے بہت پریشانی رہتی تھی، جب میں نے زہری سے پوچھا تو انھوں نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے...... اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۳۴۱۹ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے اس کے بعد حسب سابق ہے۔

قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت ہے۔

۳۴۳۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نَحْوَ ذَلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین کھانا اس دعوت ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہتا ہے اسے روک دیا جاتا ہے اور جو نہیں آنا چاہتا اسے بلایا جاتا ہے اور جو دعوت میں نہیں گیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

۳۴۳۱۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْأَعْرَجَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولَهُ۔

ولیمہ کے حکم میں مذاہب

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ظاہریہ (غیر مقلدین) کے نزدیک ولیمہ کرنا فرض عین ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب مشہور ہے، امام احمد کے نزدیک ولیمہ مستحب ہے، بعض شافعیہ کے نزدیک ولیمہ واجب ہے، بعض مالکیہ کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے۔[1] احناف میں سے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ولیمہ کرنا سنت ہے۔[2]

عام دعوت اور ولیمہ قبول کرنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے البتہ کسی عذر کی بناء پر فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ یہ قول خاص شادی کی دعوت کے بارے میں ہیں، بقیہ دعوتوں میں امام مالک اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے ظاہریہ کہتے ہیں کہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور ہر دعوت کو قبول کرنا واجب ہے بعض عذروں کی وجہ سے دعوت قبول کرنے کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں طعام مشتبہ ہونا، دعوت کا امیروں کے ساتھ مخصوص ہونا، اس جگہ کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے جانے والے کو تکلیف پہنچے یا مدعو کو کسی خوف یا لالچ کی بناء پر بلایا گیا ہو یا مدعو کر کسی حرام

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کام اور سرور کے لیے بلایا گیا ہو یا اس دعوت میں شراب، گانا بجانا، ریشم کا فرش، جاندار کی تصاویر، اسراف، چاندی کے برتن یا کوئی اور شرعی خرابی ہو، ان امور میں سے کوئی ایک بھی ہو تو دعوت قبول کرنے کا وجوب یا استحباب ساقط ہو جاتا ہے، بلکہ ایسی دعوت کو قبول کرنا مکروہ ہے۔[1]

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں، ہندیہ میں تمرتاشی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور عام فقہاء نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ شادی کی دعوت ہو تو قبول کرے ورنہ اسے اختیار ہے اور قبول کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے، جب دعوت میں چلا گیا تو حکم پر عمل ہو گیا خواہ کھانا کھائے یا نہ کھائے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے اور جابیہ میں یہ ہے کہ دعوت کو قبول کرنا سنت ہے، خواہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور تقریب ہو، البتہ جس دعوت میں دکھاوا، نام آوری اور خود ستائی مقصود ہو، اس میں نہیں جانا چاہیے۔ خصوصاً علماء کو اس سے احتراز کرنا چاہیے، اور "اختیار" میں ہے کہ شادی کی دعوت (ولیمہ) سنت قدیمہ ہے اگر اس کو قبول نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے دعوت نہیں قبول کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی" اگر روزہ دار ہو تو دعوت میں جائے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہیں ہے تو کھائے اور دعا کرے اور اگر اس نے نہ کھایا اور نہ دعا کی تو وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے میزبان کی توہین کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے بکری کے کھر کی بھی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کروں گا، اس عبارت کا مقتضی یہ ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور شارحین ہدایہ نے تصریح کی کہ ولیمہ کو قبول کرنا واجب کے قریب ہے، تتارخانیہ میں ینابیع سے نقل ہے کہ اگر دعوت میں معصیت اور بدعت نہ ہو تو دعوت کو قبول کرنا واجب ہے اور ہمارے زمانہ میں کسی دعوت کا معصیت اور بدعت سے محفوظ ہونا مشکل ہے۔[2]

بَابُ[۲۵۲] لَا تَحِلُّ الْمُطَلَّقَةُ ثَلٰثًا لِمُطَلِّقِهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَيَطَأَهَا ثُمَّ يُفَارِقَهَا وَتَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بغیر تحلیل شرعی کے حلال نہیں ہے

۳۴۲۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتِ امْرَاَةُ رِفَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں رفاعہ کے نکاح میں تھی انہوں نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی۔ میں نے عبد الرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، اور ان

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الزَّبِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ قَالَتْ وَأَبُوْ بَكْرٍ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدٍ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَنَادٰى يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ هٰذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٣٤٢٣ - حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ نَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلَاقَهَا فَتَزَوَّجَتْ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ رِفَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ فَتَزَوَّجَتْ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ وَأَخَذَتْ بِهُدْبَةٍ مِنْ جِلْبَابِهَا قَالَ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا فَقَالَ لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَأَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَالِسٌ

کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی طرح تھا (یعنی وہ نامرد تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کیا تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم ان کی مٹھاس نہ چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس نہ چکھ لیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر حضور کے پاس تھے اور حضرت خالد بن سعید دروازے پر اجازت کے منتظر تھے، حضرت خالد نے پکار کر کہا اے ابوبکر کیا آپ نہیں سن رہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیسی باتیں کر رہی ہے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی، ان کے بعد انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھی انہوں نے مجھے آخری تین طلاقیں دے دیں، میں نے اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور وہ خدا کی قسم! انہوں نے اپنی چادر کا پلو پکڑ کر کہا، ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر فرمایا: شاید تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو، نہیں! جب تک کہ وہ تمہاری لذت نہ چکھ لے اور تم اس کی لذت نہ چکھ لو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت کے منتظر تھے، پھر حضرت خالد نے حضرت ابوبکر سے باآواز بلند کہا: اے ابوبکر تم اس عورت کو ڈانٹتے کیوں نہیں! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کہہ رہی ہے!

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَالِسٌ بِبَابِ الْحُجْرَةِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ قَالَ فَطَفِقَ خَالِدٌ يُنَادِيْ اَبَا بَكْرٍ اَلَا تَزْجُرُ هٰذِهٖ عَمَّا تَجْهَرُ بِهٖ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۳۴۲۴- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَآءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَهَا اٰخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا: یا رسول اللہ حضرت رفاعہ نے مجھے آخری تین طلاقیں دے دیں ...... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَرْاَةِ يَتَزَوَّجُهَا الرَّجُلُ فَيُطَلِّقُهَا فَتَتَزَوَّجُ رَجُلًا اٰخَرَ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا اَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ قَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک عورت نے ایک شخص سے شادی کی، اس شخص نے اس کو طلاق (مغلظہ) دے دی، پھر اس نے دوسرے شخص سے شادی کر لی اور اس نے اس کو قبل از دخول کے پہلے طلاق دے دی، کیا اب وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ اس کی لذت نہ چکھ لے۔

۳۴۲۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۳۴۲۷۔ **وَحَدَّثَنَا** اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاَتَهٗ ثَلٰثًا فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَاَرَادَ زَوْجُهَا الْاَوَّلُ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخِرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْاَوَّلُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس نے عمل ازدواج سے پہلے اسے طلاق دے دی، اور اس کا پہلا شوہر پھر اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ دوسرا شوہر اس لذت کو نہ چکھ لے جو پہلے شوہر نے چکھی تھی۔

۳۴۲۸۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت عائشہ سے ایسی روایت منقول ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّقُوْلَهٗ عِنْدَ الْجِمَاعِ

جماع کے وقت کی دعا

۳۴۲۹۔ **وَحَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَا اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْتِيَ اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنَّهٗ اِنْ يُّقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ اَبَدًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے (ترجمہ) "اللہ کے نام سے" اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) ہمیں دے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ"۔ پس اگر ان کے لیے کوئی بچہ مقدر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ شیطان کے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔

۳۴۳۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيْعًا عَنِ الثَّوْرِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِمَعْنَى حَدِيْثِ جَرِيْرٍ غَيْرَ أَنَّ شُعْبَةَ لَيْسَ فِي حَدِيْثِهِ ذِكْرُ بِسْمِ اللّٰهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ بِسْمِ اللّٰهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ مَنْصُوْرٌ أُرَاهُ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

ف: علامہ نووی فرماتے ہیں اس کی برکت سے بچہ شیطان کے سینگ مارنے سے محفوظ رہے گا کیونکہ ہر وہ پیدا ہونے والے بچے کے سینگ مارتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ شیطانی وساوس سے محفوظ رہے گا۔

بَابُ[456] جَوَازِ جِمَاعِهِ امْرَأَتَهُ فِي قُبُلِهَا مِنْ قُدَّامِهَا وَمِنْ وَّرَائِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلدُّبُرِ

بیوی کے اندام نہانی میں ہر طرف سے جماع کی اجازت

۳۴۳۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود یہ کہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی عورت کے اندام نہانی میں پیچھے سے جماع کرے گا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ): تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتوں میں جس طرف سے چاہو تخم ریزی کرو۔

۳۴۳۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود یہ کہتے تھے کہ جب عورت کے اندام نہانی میں پشت کی جانب سے جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ يَهُوْدَ كَانَتْ تَقُوْلُ اِذَا اُتِيَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ دُبُرِهَا فِيْ قُبُلِهَا ثُمَّ حَمَلَتْ كَانَ وَلَدُهَا اَحْوَلَ قَالَ فَاُنْزِلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔

ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل کی گئی (ترجمہ) ——— تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس جانب سے چاہو تخم ریزی کرو۔

۳۴۳۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ عَنْ اَيُّوْبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ وَّهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالُوْا نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ رَاشِدٍ يُّحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَهُوَ ابْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ كُلُّ هٰٓؤُلَآءِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ النُّعْمَانِ عَنِ الزُّهْرِيِّ اِنْ شَآءَ مُجَبِّيَةً وَاِنْ شَآءَ غَيْرَ مُجَبِّيَةٍ غَيْرَ اَنَّ ذٰلِكَ فِيْ صِمَامٍ وَّاحِدٍ۔

چھ اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے اس میں زہری نے یہ اضافہ کیا ہے شوہر عورت کو الٹا لٹائے یا سیدھا مجامعت اندام نہانی میں ہی ہونی چاہیے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ امْتِنَاعِهَا مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا

عورت کو اپنے شوہر کا بستر چھوڑنے کی ممانعت

۳۴۳۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت

جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

اپنے شوہر سے علیحدہ بستر پر رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

۳۴۳۵ - وَحَدَّثَنِيْهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ حَتّٰى تَرْجِعَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جب تک وہ شوہر کے بستر پر واپس نہ جائے (فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں)۔

۳۴۳۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيْدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهَا فَتَاْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، جس شخص کی بیوی اپنے شوہر کے بلانے پر انکار کر دیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

۳۴۳۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا جَرِيْرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاْتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد بیوی سے ناراض ہو تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

زوجین کے حقوق و فرائض

بیوی پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے اور خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے مال و دولت اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نیک بیویوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغيب بما حفظ الله۔
(نساء: ۳۴)

نیک عورتیں (خاوند کی) فرمانبرداری کرتی ہیں اور خاوند کی غیر موجودگی میں (ان کے مال اور عزت کی) حفاظت کرتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کی عزت یعنی اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرنا اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنا عورت پر فرض ہے اور یہ عورت پر شوہر کا حق ہے، شوہر کے حقوق کی مزید تفصیل درج ذیل احادیث میں ہے:

عن ابن عباس قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اريت النار فاذا اكثر اهلها النساء يكفرن قيل ايكفرن بالله قال يكفرن العشير ويكفرن الاحسان لو احسنت الى احداهن الدهر ثم رأت منك شيئا قالت ما رأيت منك خيرا قط۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جہنم کی آگ دکھائی گئی، جہنم میں ان عورتوں کی تعداد زیادہ تھی جو ناشکری کرتی ہیں، پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں اور اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتیں، اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ احسان کرتے رہو اور صرف ایک دن وہ تم سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھیں تو کہتی ہیں کہ مجھے تم سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے احسانات پر اس کا شکر ادا کرنا عورت پر واجب ہے۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو امرت احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه ولا تجد امرأة حلاوة الايمان حتى تؤدي حق زوجها ولو سألها نفسها وهي على ظهر قتب۔ رواه البزار واحمد ورجاله رجال الصحيح۔[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا بہت عظیم حق ہے اور کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی چاشنی نہیں پا سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے اگر وہ سفر کے لیے جا رہی ہو اور اس کا خاوند اسے مقاربت کے لیے بلائے تو سفر چھوڑ کر چلی آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی تعظیم و توقیر کرنا واجب ہے اور اگر شوہر اس کو کوئی ایسا حکم دے جس کی تعمیل

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۹ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

اس کے منصوبہ اور پروگرام کے خلاف ہو تو اپنے پروگرام کو چھوڑ کر شوہر کی اطاعت کرے۔

عن عبدالرحمن بن عوف قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وحفظت فرجها واطاعت زوجها قیل لها ادخلی من ای ابواب الجنة شئت رواه احمد والطبرانی فی الاوسط وفیه ابن لهیعة وحدیثه حسن وبقیة رجاله رجال الصحیح۔[1]

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت پانچ وقت کی نمازیں پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرم گاہ (عصمت) کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔ یہ حدیث مسند احمد اور معجم طبرانی میں ہے اور اس کے راوی حسن اور صحیح ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت اور شوہر کی اطاعت بیوی پر فرض ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان حق الزوج علی زوجته ان سألها نفسها وهی علی ظهر بعیر ان لا تمنعه نفسها ومن حق الزوج علی الزوجة ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولا یتقبل منها ولا تخرج من بیتها الا باذنه فان فعلت لعنتها ملائكة السماء وملائكة الرحمة وملائكة العذاب حتی ترجع الحدیث رواه البزار فیه حسین بن قیس وهو ضعیف وقد وثقه حصین بن نمیر وبقیة رجاله ثقات۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ جب خاوند اسے (مقاربت کے لیے) بلائے تو وہ فوراً آجائے خواہ اس وقت وہ سفر کے لیے اونٹ کی پشت پر ہو اور بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اور اگر رکھے تو وہ قبول نہیں ہوں گے وہ صرف بھوک اور پیاس ہے، اور گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے، اگر گئی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے جب تک کہ وہ لوٹ کر نہیں آتی۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس حدیث کی سند میں حسین بن قیس کی ثقاہت میں اختلاف ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزے رکھنا اور گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حق الزوج

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کا حق بیوی پر

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۷

على زوجته لو كانت به قرحة فلحستها او انتثر منخراه صديدا او دما ثم ابتلعته ما ادت حقه رواه البزار ورجاله رجال الصحيح[1]

یہ ہے کہ اگر خاوند کو چاٹا ہو اور بیوی اس کو چاٹ لے یا اس کے نتھنوں سے خون یا پیپ بہ رہا ہو اور وہ اس کو نگل لے پھر بھی خاوند کا حق ادا نہیں ہوا۔ (بزار)

خون اور پیپ شرعاً نجس اور حرام ہیں اور ان کا پینا ناجائز ہے اس حدیث میں یہ ارشاد بطور مبالغہ ہے یعنی اگر عورت بالفرض خاوند کے زخموں کا خون اور پیپ بھی پی لے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ خاوند اگر بیمار ہو تو بیوی پر اس کی تیمارداری فرض ہے۔

عن تميم الداري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال حق الزوج على الزوجة ان لا تهجر فراشه وان تبر قسمه وان تطيع امره وان لا تخرج الا باذنه وان لا تدخل عليه من يكره رواه الطبراني[2]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ بیوی خاوند کے بستر کو نہ چھوڑے، خاوند کی قسم پوری کرے، اس کا حکم مانے، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور جس کو خاوند ناپسند کرتا ہو اس کو گھر میں نہ آنے دے۔ (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر نہ گھر سے جائے نہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے خلاصہ یہ ہے کہ بیوی پر فرض ہے کہ وہ شوہر کی فرمانبرداری کرے، اس کا شکر ادا کرے، اس کی تعظیم و توقیر کرے، اس کے مال کی حفاظت کرے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے، شوہر اگر بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرے، اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اس کی اجازت کے بغیر نہ گھر سے جائے نہ گھر میں کسی کو بلائے اور شوہر کو ناراض نہ کرے کیونکہ جو عورت شوہر کو ناراض رکھتی ہے اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ (طبرانی)

مردوں کے عورتوں پر حقوق بیان کرنے کے بعد اب ہم عورتوں کے مردوں پر حقوق بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا۔ (نساء: ۱۹)

اپنی بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو، ہو سکتا ہے تم ان کی کسی بات کو ناپسند کرو، اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو۔

ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة۔ (بقرہ: ۲۲۸)

اور عورتوں کے مردوں پر وہی حقوق ہیں جو دستور کے مطابق مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن

اور جس کا بچہ ہے اس پر حسب دستور عورتوں کو

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۷، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۲

بالمعروف لا تکلف نفس الا وسعها (بقرہ: ۲۳۳)

کھانا اور کپڑا دینا لازم ہے، کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا۔

عن عائشة قالت جاءت هند بنت عتبة فقالت يا رسول الله ان اباسفيان رجل مسيك فهل علي حرج ان اطعم من الذي له عيالنا قال لا الا بالمعروف۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی) ہندہ آئیں اور کہنے لگیں ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں اگر میں ان کے مال میں سے کچھ رقم لے کر (ان کو بتائے بغیر) بچوں پر خرچ کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا اگر دستور کے مطابق مال سے لے کر خرچ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سورہ بقرہ کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے کھانے، کپڑے اور رہائش کا خرچ اٹھانا مرد پر فرض ہے، نیز بچوں کا خرچ اٹھانا بھی مرد پر فرض ہے، اور صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر مرد پورا خرچ نہ دے تو عورت کو یہ حق ہے کہ مرد کے مال سے از خود بقدر ضرورت لے کر خرچ کر سکتی ہے۔

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا انفقت المرأة من كسب زوجها عن غير امره فلها نصف اجره۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت مرد کی کمائی سے اس کے کہے بغیر خرچ کرے تو آدھا اجر عورت کو ملتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد سے پوچھے بغیر بھی عورت اس کی کمائی سے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کر سکتی ہے البتہ یہ اس وقت ہے کہ جب عورت کو یہ علم ہو کہ مرد عورت کے اس تصرف پر ناراض نہیں ہوگا۔

عن حكيم بن معاوية عن ابيه ان رجلا سأل النبي صلى الله عليه وسلم ما حق المرأة على الزوج قال ان يطعمها اذا طعم وان يكسوها اذا اكتسى ولا يضرب الوجه ولا يقبح ولا يهجر الا في البيت۔ [3]

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا جب مرد خود کھائے تو اپنی بیوی کو کھلائے جب خود پہنے تو عورت کو پہنائے۔ اس کے چہرے پر مارے نہ اس کی برائی بیان کرے اور (اگر سزا دینی ہو تو) صرف گھر میں اس سے علیحدگی کرے۔

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۷

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن سلیمان بن عمرو بن الاحوص حدثنی ابی انہ شہد حجۃ الوداع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ووعظ ثم قال استوصوا بالنساء خیرا فانھن عندکم عوان لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرح فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان لکم من نسائکم حقا ولنسائکم علیکم حقا فاما حقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یأذن فی بیوتکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن [۱]

سلیمان بن عمرو بن احوص کہتے ہیں مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو، وہ تمہارے ہاتھوں میں مقید ہیں، تم سوا اس کے اور کسی بات کا حق نہیں رکھتے، البتہ اگر وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں تو انہیں ان کی خواب گاہوں میں علیحدہ کرو، اور ان کو معمولی طور پر مار بھی سکتے ہو پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر الزام تراشی مت کرو، عورتوں کا تم پر اور تمہارا عورتوں پر حق ہے، عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہیں اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور سنو تمہاری بیویوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھا کھانا اور اچھے کپڑے مہیا کرو۔

ان احادیث میں یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی بہتری اور فلاح و بہبود کی کوشش کرے اس کو اچھا کھانا اور اچھے کپڑے پہنائے اگر کسی بات پر سرزنش کرنی ہو تو خوابگاہ میں علیحدہ کر دے اور حتی الامکان مار پیٹ سے گریز کرے اور ناگزیر حالات میں معمولی طور پر مارنے کی اجازت ہے۔ آپ نے عورت پر تہمت لگانے اور الزام تراشی سے بھی منع فرمایا ہے۔

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وھی یستمتع بھا علی عوج رواہ احمد والطبرانی۔ [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اس سے اس کی کجی کے ساتھ ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ (احمد، طبرانی)

عن الزبیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا عسی احدکم ان یضرب امرأتہ ضرب الامۃ الا خیرکم خیرکم لاھلہ رواہ البزار۔ [۳]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارنے لگا، سنو تم میں اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہو۔ (بزار)

---

[۱] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

[۳] 〃 〃 〃 مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا وخيارهم لنسائهم رواه احمد۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں میں ان لوگوں کا ایمان کامل ہوگا جن کے اخلاق اچھے ہوں اور جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہوں۔

ان آیات اور احادیث میں جو شوہر کے فرائض اور بیوی کے حقوق بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ بیوی کے شوہر پر اتنے ہی حقوق ہیں جتنے شوہر کے بیوی پر ہیں لیکن شوہر کو بیوی پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے اور شوہر پر یہ لازم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ نیکی اور اچھائی کے ساتھ رہے اور شوہر پر بیوی اور بچوں کے کھانے، کپڑے اور رہائش کی ذمہ داری ہے۔ بیوی کو یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے پوچھے بغیر اس کی آمدنی کو نیکی کے کاموں میں صرف کر سکتی ہے بشرطیکہ اس پر خاوند کی رضامندی کا اسے علم ہو، اگر خاوند اپنے اہل وعیال پر دستور کے مطابق خرچ نہ کرتا ہو تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ از خود بقدر ضرورت شوہر کے مال سے لے کر خرچ کر سکتی ہے، بیوی کو مارنے پیٹنے سے اسلام میں منع کیا ہے، البتہ تادیب کے لیے انہیں ان کی خواب گاہوں میں علیحدہ چھوڑا جا سکتا ہے اور معمولی سی مار کے ساتھ تادیب بھی جائز ہے لیکن چہرہ پر مارنے سے گریز کیا جائے یہ اجازت صرف ناگزیر حالات میں ہے۔ آپ نے بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنے کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ اِفْشَاءِ سِرِّ الْمَرْاَةِ

عورت کا راز ظاہر کرنے کی ممانعت

۳۴۳۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ الْعُمَرِيِّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلَ يُفْضِيْ اِلَى امْرَاَتِهٖ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی عورت کے قریب جائے، عورت اپنا جسم اس کے حوالے کر دے پھر وہ اس کا راز افشاء کر دے۔

۳۴۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ إِنَّ أَعْظَمَ.

کہ مرد اپنی عورت کے قریب جائے عورت اپنا جسم اس کے حوالے کر دے اور پھر مرد اس بھید کو ظاہر کر دے۔

ف: یعنی عورت کے مخصوص اعضاء اور ان کی ساخت کے بارے میں کسی کو بتائے یا جماع کے وقت جو بات چیت ہوتی ہے یا جس قسم کے افعال ہوتے ہیں ان کا کسی سے ذکر کرے۔

بَابُ [۴۵۹] حُكْمِ الْعَزْلِ

۳۵۴۴ ۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو الصِّرْمَةِ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَسَأَلَهُ أَبُو الصِّرْمَةِ فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْعَزْلَ فَقَالَ نَعَمْ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ بِالْمُصْطَلِقِ فَسَبَيْنَا كَرَائِمَ الْعَرَبِ فَطَالَتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَرَغِبْنَا فِي الْفِدَاءِ فَأَرَدْنَا أَنْ نَسْتَمْتِعَ وَنَعْزِلَ فَقُلْنَا نَفْعَلُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا لَا نَسْأَلُهُ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

عزل کا حکم

ابن محیریز بیان کرتے کہ میں اور ابوصرمہ دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ابوصرمہ نے ان سے پوچھا کہ اے ابوسعید خدری! کیا آپ نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سنا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں گئے۔ اور ہم نے عرب کی معزز عورتوں کو قید کر لیا، ہمیں عورتوں سے الگ ہوئے کافی دن گزر چکے تھے، ہم نے چاہا کہ مشرکین سے فدیہ لے کر ان عورتوں کو چھوڑ دیں اور ہم نے یہ بھی چاہا کہ ان عورتوں سے (جسمانی) فائدہ بھی حاصل کریں اور عزل کر لیں (یعنی انزال کے وقت عضو تناسل باہر نکال لیں تا کہ حمل قائم نہ ہو) پھر ہم نے سوچا کہ ہم عزل کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں تو کیوں نہ آپ سے اس کا حکم معلوم کریں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے جس روح کے پیدا ہونے کے بارے میں لکھ دیا ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

إِلَّا سَتَكُونُ۔

۳۴۴۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي مَعْنَى حَدِيثِ رَبِيعَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ مَنْ هُوَ خَالِقٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قیامت تک پیدا کرنے والا ہے اس کو اس نے لکھ دیا ہے۔

۳۴۴۲ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ فَقَالَ أَصَبْنَا سَبَايَا فَكُنَّا نَعْزِلُ ثُمَّ سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَنَا وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک جنگ میں کچھ عورتیں قید کر لیں ہم ان سے عزل کرتے تھے، پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تم ضرور ایسا کرو گے! تم ضرور ایسا کرو گے! تم ضرور ایسا کرو گے! قیامت تک جو روح پیدا ہونے والی ہے وہ بہر حال پیدا ہو کر رہے گی۔

۳۴۴۳ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَعَمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوا فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم عزل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ہر چیز مقدر ہو چکی ہے۔

۳۴۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ

حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کے بارے میں فرمایا: اگر تم یہ نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے، ہر چیز مقدر ہو چکی ہے۔

قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبَهْزٌ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْعَزْلِ لَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوْا ذٰلِكُمْ فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ وَفِيْ رِوَايَةِ بَهْزٍ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لَهُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَعَمْ۔

٣٣٣٥ - حَدَّثَنِيْ أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَدَّهُ إِلَى أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ لَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوْا ذَاكُمْ فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَقَوْلُهُ لَا عَلَيْكُمْ أَقْرَبُ إِلَى النَّهْيِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر نہ کرو تو کیا حرج ہے یہ تو تقدیر کی بات ہے۔

٣٣٣٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ فَرَدَّ الْحَدِيْثَ حَتّٰى رَدَّهُ إِلَى أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَمَا ذَاكُمْ قَالُوا الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْمَرْأَةُ تُرْضِعُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ وَالرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْأَمَةُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ قَالَ فَلَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوْا ذَاكُمْ فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الْحَسَنَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ هٰذَا زَجْرٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا تم عزل کیوں کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کسی وقت آدمی کے پاس ایک عورت ہوتی ہے جو بچہ کو دودھ پلاتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔ کسی شخص کے پاس ایک باندی ہوتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کا حاملہ ہونا ناپسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ نہ کرو تو کیا حرج ہے! کیونکہ یہ (حمل ہونا) تو تقدیر کی بات ہے۔ حسن نے یہ حدیث سن کر کہا بخدا اس میں عزل پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

۳۴۴۷۔ حَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثْتُ مُحَمَّدًا عَنْ إِبْرَاهِیْمَ بِحَدِیْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ یَعْنِیْ حَدِیْثَ الْعَزْلِ فَقَالَ إِیَّایَ حَدَّثَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۴۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰی قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ قُلْنَا لِأَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ فِی الْعَزْلِ شَیْئًا قَالَ نَعَمْ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ ابْنِ عَوْنٍ إِلٰی قَوْلِهِ الْقَدَرُ۔

معبد بن سیرین کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں کچھ سنا ہے، انھوں نے کہا ہاں اور بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۳۴۴۹۔ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ أَنَا سُفْیَانُ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ذُکِرَ الْعَزْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَلِمَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ أَحَدُکُمْ وَلَمْ یَقُلْ فَلَا یَفْعَلْ ذٰلِکَ أَحَدُکُمْ فَإِنَّهٗ لَیْسَتْ نَفْسٌ مَخْلُوْقَةٌ إِلَّا اللّٰهُ خَالِقُهَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہ کرو، کیونکہ جو نفس بھی پیدا ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کر کے رہے گا۔

۳۴۵۰۔ حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْأَیْلِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ مُعَاوِیَةُ یَعْنِی ابْنَ صَالِحٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ أَبِی الْوَدَّاکِ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہر پانی (منی) سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

كُلِّ الْمَاءِ يَكُونُ الْوَلَدُ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَيْءٌ.

۳۴۵۱ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْبَصْرِيُّ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْهَاشِمِيُّ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۵۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لِي جَارِيَةً هِيَ خَادِمُنَا وَسَانِيَتُنَا وَأَنَا أَطُوفُ عَلَيْهَا وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَبِلَتْ فَقَالَ قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری ایک باندی ہے جو ہمارے گھر کا کام کاج کرتی ہے اور پانی لاتی ہے اور میں اس سے مقاربت کرتا ہوں اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے عزل کر لو، لیکن جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ باندی حاملہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تم سے کہا تھا کہ جو تقدیر میں ہونے والا ہے وہ ہو جائے گا۔

۳۴۵۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي جَارِيَةً لِي وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمْ يَمْنَعْ شَيْئًا أَرَادَهُ اللّٰهُ تَعَالَى قَالَ فَجَاءَ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْجَارِيَةَ الَّتِي كُنْتُ ذَكَرْتُهَا لَكَ حَمَلَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میری ایک باندی ہے کیا میں اس سے عزل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے عزل اس کو روک نہیں سکتا، کچھ دنوں بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جس باندی کا ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔

۳۴۵۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ حَسَّانَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس کے بعد حسب سابق

قَالَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ عِيَاضِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ النَّوْفَلِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ سُفْيَانَ۔

حدیث ہے۔

۳۳۵۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ زَادَ اِسْحَاقُ قَالَ سُفْيَانُ لَوْ كَانَ شَيْئًا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهَانَا عَنْهُ الْقُرْاٰنُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن مجید نازل ہوتا رہتا تھا۔ سفیان نے کہا اگر عزل برا کام اور ممنوع ہوتا تو قرآن ہم کو اس سے روک دیتا۔

۳۳۵۶ - وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ لَقَدْ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے۔

۳۳۵۷ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ يَعْنِی ابْنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔

عزل کا معنی | علامہ ابن اثیر عزل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مرد اپنے پانی کو عورت کی فرج میں داخل ہونے سے علیحدہ کرے" [1] علامہ عینی نے لکھا ہے حمل سے بچنے کے لیے انزال کے وقت مرد کا اپنے آلہ کو فرج سے باہر نکال لینا عزل ہے [2]

تنگی رزق کی بناء پر عزل یا ضبط تولید ناجائز ہے | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔۔۔ لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم

[1] علامہ مجد الدین محمد جزری متوفی ۶۰۶ھ، النہایہ ج ۳ ص ۲۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

ان قتلهم كان خطأً كبيرًا (اسراء: ۳۱) "تنگی رزق کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو، ان کو اور تم کو ہم رزق دیتے ہیں، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔"

موجودہ دور میں ضبط تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کے جو طریقے رائج ہیں ان میں سے کوئی طریقہ بھی قتل ولد کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ ولد تو نطفہ کے استقرار کے نو ماہ بعد وجود میں آتا ہے اور ضبط تولید کا عمل استقرار نطفہ کے وقت کیا جاتا ہے جب ولد کا کسی قسم کا وجود نہیں ہوتا پس جب ولد ہی نہیں ہے تو قتل ولد کا کیسے تحقق ہوگا! لیکن اللہ تعالیٰ نے قتل ولد کی حرمت کی جو علت بیان کی ہے وہ تنگی رزق کا ڈر ہے پس جو شخص ضبط تولید کا عمل تنگی رزق کی بناء پر کرتا ہے اس کا یہ فعل بلاشبہ حرام ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد کو حرام کرنے کی یہی علت بیان فرمائی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والے ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کو کم کرنے کے لیے تنگی رزق سے ڈرا کر ضبط تولید کی ترویج کرتے ہیں اور ان کے تمام تر اشتہارات اور ترغیبات کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ بچے کم ہوں گے تو خوشحال گھرانہ ہوگا اور یہ فکر قرآن مجید کے بیان کردہ حکم کے یکسر خلاف ہے۔

عزل یا ضبط تولید کی جائز وجوہات

عزل کی ایک وجہ تو یہی ہے جس کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا اور یہ از روئے قرآن مجید حرام ہے، دوسری وجہ ہے عورت کی بیماری کیونکہ بعض صورتوں میں عورت کو ایام حمل میں اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ جاتی ہے، تیسری وجہ ہے بچے کا پیٹ میں اُلٹا ہونا یا ہڈی کا تنگ ہونا جس کی وجہ سے آپریشن کے ذریعہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور دو یا تین بار کے بعد مزید آپریشن کی گنجائش نہیں رہتی، اس کے بعد عورت کے حیض والی نس کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے اور یہ بھی ضبط تولید کا ایک طریقہ ہے، اور چوتھی وجہ ہے دودھ پینے والے بچے کی تربیت اور نگہداشت میں خلل کیونکہ اگر گھر میں صرف ایک عورت ہے، ابھی بچہ کو دودھ پلا رہی ہے اور نو، دس ماہ کے بعد اس کے ہاں ایک اور بچہ ہو جائے تو وہ دونوں بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش صحیح نہیں کر سکتی اس لیے ان کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے یہ چاروں وجہیں جائز ہیں۔ اور ان صورتوں میں عزل بھی کیا جا سکتا ہے اور ضبط تولید کے کسی طریقہ پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ہم اس بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔ عزل کے بارے میں بالعموم فقہاء کے دو قول ہیں جواز اور کراہت، اور کراہت کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر آلہ کو باہر نکال کر انزال کیا جائے تو اس سے عورت کے لطف اور لذت میں کمی آتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمل بظاہر تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے اور اکثر احادیث سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، اب ہم اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء پیش کر رہے ہیں۔

عزل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا تم لوگ عزل کیوں کرتے ہو؟ یہ نہیں فرمایا عزل نہ کیا کرو۔" اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے عزل کو صراحت سے منع نہیں فرمایا، صرف یہ اشارہ فرمایا ہے کہ عزل کو ترک کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ پیدائش کے خدشہ سے عزل کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے پیدائش مقدر کر دی ہے تو وہ عزل سے نہیں رک سکتی، کیونکہ عزل کرنے والے کی لاشعوری میں پانی کے کچھ قطرے رحم میں چلے جائیں گے جس سے نطفہ ٹھہر جائے گا اور بچہ پیدا ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قضاء کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

بچہ کی پیدائش سے احتراز کئی اسباب کی بناء پر ہوتا ہے ایک وجہ یہ کہ بیوی لونڈی ہوتی ہے اور شوہر یہ نہیں

چاہتا کہ اولاد غلام بنے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت بچہ کو جس زمانے میں دودھ پلاتی ہے۔ اس زمانہ میں استقرار حمل سے اس بچہ کو ضرر ہوتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آمدنی کے ذرائع کم ہوں اور مرد تنگ دست ہو تو کثرت اولاد سے گھبراتا ہے، اور یہ تمام وجوہ مدعا پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عزل کے بارے میں سوال کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پانی سے بچہ نے پیدا ہونا ہے اگر تم اس کو پتھر پر بھی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا کر دے گا، معجم کبیر اور معجم اوسط میں اس حدیث کی تائید میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔

عزل کی جو وجوہات ذکر کی گئی ہیں ان میں راجح وجہ یہ ہے کہ حمل کی وجہ سے دودھ پینے والے بچہ کو ضرر ہوتا ہے کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسی صورت میں بچہ کو ضرر ہوتا ہے لیکن مسلم کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں عزل مفید نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ غیر اختیاری طور پر حمل ہو جائے، اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میں اپنے بچہ پر شفقت کی وجہ سے اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو کوئی حرج نہیں، اہل فارس اور اہل روم کو اس (عزل نہ کرنے) سے ضرر نہیں پہنچا" نیز عزل کرنے سے عورت کو ضرر پہنچتا ہے کیونکہ اس سے اس کی لذت میں کمی آتی ہے۔

متقدمین فقہاء کا عزل میں اختلاف رہا ہے، حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے، کیونکہ جماع کرنا بیوی کے حقوق میں سے ہے وہ جماع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جماع میں معروف یہی ہے کہ اس میں عزل نہ ہو۔ علامہ ابن ہبیرہ نے بھی اس اجماع کو نقل کیا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ فقہاء شافعیہ کے نزدیک معروف یہ ہے کہ عورت کا جماع میں کوئی حق نہیں ہے۔ نیز اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف مشہور ہے وہ کہتے ہیں کہ آزاد عورت (بیوی) کی اجازت کے بغیر عزل جائز ہے۔ امام غزالی وغیرہ نے اس جواز کی تصریح کی ہے اور متاخرین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نھٰی عن العزل عن الحرۃ الا باذنھا "آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل سے منع کیا گیا ہے۔" فقہاء شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب عورت منع کرے تو عزل کرنا جائز نہیں اور جب راضی ہو تو دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور یہ تمام احکام آزاد عورت کے بارے میں ہیں، رہی باندی تو اگر وہ بیوی ہے تو اس کا حکم آزاد عورت پر مرتب ہے، اگر آزاد عورت سے عزل جائز ہے تو باندی سے بطریق اولیٰ جائز ہے اور اگر آزاد عورت سے عزل ناجائز ہے تو باندی (جو بیوی ہو) میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ آدمی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی اولاد غلام بنے، اور اگر وہ باندی بیوی نہیں ہے یعنی محض لونڈی ہے تو اس سے عزل کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ علامہ رویانی عزل کو مطلقاً ممنوع کہتے ہیں اور یہ ابن حزم کا مذہب ہے اور اگر اس کی باندی ام ولد ہو تو راجح قول یہ ہے کہ اس سے عزل مطلقاً جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا حکم شادی شدہ باندی کا ہے۔

مذاہب ثلاثہ (حنفی، مالکی اور حنبلی) اس پر متفق ہیں کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے، اور باندی سے بلا اجازت عزل کیا جا سکتا ہے اور جو باندی کسی کی بیوی ہو امام مالک کے نزدیک اس کے مالک کی

اجازت سے عزل جائز ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے امام ابویوسف اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس باندی سے اجازت لی جائے گی۔ امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مطلقاً عزل جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے عزل مطلقاً منع ہے بعض فقہاء نے آزاد عورت اور باندی سے عزل کے احکام میں فرق کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: تستأمر الحرة فی العزل ولا تستأمر الامة السرية فان كانت تحت حر فعليه ان يستأمرها "آزاد عورت سے عزل میں اجازت لی جائے گی اور محض باندی سے اجازت نہیں طلب کی جائے گی اور اگر باندی آزاد مرد کے نکاح میں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس سے عزل کی اجازت لے"۔ یہ حدیث مسئلہ عزل میں بالکل واضح اور صریح ہے اور اگر یہ حدیث مرفوع ہے تو اس کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عربی مالکی نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ جب مرد عورت کو ضرر پہنچانے کے قصد سے عزل کو ترک کرے تو عورت عزل کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ عورت کو صرف ایک بار وطی کا حق ہے تاکہ اس کا مہر پختہ ہو جائے اور جب ایک بار سے زیادہ اس کے لیے وطی کا حق نہیں ہے تو عزل کا حق کیسے ہوگا! علامہ ابن عربی نے جو امام شافعی کا قول نقل کیا ہے وہ غیر معروف ہے۔ امام شافعی کے اصحاب کے ہاں معروف یہ ہے کہ عورت کا اصلاً کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں ابن حزم نے یہ بات ذکر کی ہے کہ عورت سے وطی (مقاربت کرنا) واجب ہے اور عزل حرام ہے اور ان کا استدلال صحیح مسلم کی اس روایت سے ہے جس کو جدامہ بنت وہب نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ذلك الوأد الخفی "یہ مخفی بچہ کو زندہ درگور کرنا ہے"۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحیح حدیثوں کے معارض ہے، ایک وہ ہے جس کو جامع ترمذی اور سنن نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: كانت لنا جواري وكنا نعزل فقالت اليهود ان تلك الموؤدة الصغرى فسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كذبت اليهود لو اراد الله خلقه لم تستطع رده "ہمارے پاس لونڈیاں تھیں ہم ان سے عزل کرتے تھے۔ یہود نے کہا یہ حکماً بچہ کو زندہ درگور کرنا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود جھوٹ بولتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ بچہ پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو باز نہیں رکھ سکتے"۔ سنن نسائی میں ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جدامہ بنت وہب کی روایت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور حضرت جابر اور ابوہریرہ کی روایت بیان جواز پر محمول ہے یہ امام بیہقی کا جواب ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جدامہ ضعیف ہے کیونکہ وہ ان احادیث کے معارض ہے جو زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہیں۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت جدامہ کی حدیث حضرت جابر کی روایت سے منسوخ ہے، یہ جواب امام طحاوی کا ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت جدامہ کی حدیث کی سند مضطرب ہے اس لیے اس کے مقابلہ میں حضرت جابر کی روایت کو ترجیح ہے۔ ابن حزم نے حضرت جدامہ کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ اس کے مخالف احادیث اباحت اصلیہ کے موافق ہیں اور حضرت جدامہ کی حدیث عزل کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس ممانعت کے بعد عزل کو مباح کیا گیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس اباحت پر دلیل پیش کرے۔ ابن حزم کی دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت جدامہ کی حدیث

مخالعت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ زندہ درگور کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عزل حرام ہو، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حاملہ عورت سے عزل کرنا حکماً زندہ درگور کرنا ہے کیونکہ حاملہ عورت سے جب وطی کی جاتی ہے تو منی سے پیٹ کے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور جب حاملہ عورت سے عزل کیا جائے گا تو بچہ کمزور ہو کر مرجائے گا اور یہ حکماً زندہ درگور کرنا ہے، اور مصنف عبدالرزاق میں ایک سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عزل زندہ درگور کرنا نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا منی نطفہ بنتی ہے پھر جما ہوا خون بنتی ہے پھر بوٹی بنتی ہے پھر اس پر گوشت چڑھایا جاتا ہے اور عزل ان تمام مراحل سے پہلے ہے۔ امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔؎

عزل کے بارے میں فقہاء حنابلہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: عزل مکروہ ہے اس کی کراہت حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، کیونکہ اس میں نسل کو کم کرنا ہے اور عورت کی لذت کو منقطع کرنا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت اولاد پر برانگیختہ کیا ہے، آپ نے فرمایا: تناکحوا تناسلوا تکثروا "نکاح کرو نسل بڑھاؤ اور تعداد بڑھاؤ" اور آپ نے فرمایا: سوداء ولود خیر من حسناء عقیم "بچہ پیدا کرنے والی کالی عورت، حسین بانجھ عورت سے بہتر ہے"۔ البتہ ضرورت کے وقت جائز ہے۔ مثلاً دار الحرب میں اس کو وطی کی ضرورت پیش آئے تو وہ وطی کرے اور عزل کرے۔ خرقی نے اس صورت کا ذکر کیا ہے، یا اس کی بیوی لونڈی ہو اور وہ اپنی اولاد کا غلام ہونا ناپسند کرتا ہو، یا اس کی لونڈی ہو جس کو بیچنا چاہتا ہو۔ روایت ہے کہ حضرت علی اپنی لونڈیوں سے عزل کرتے تھے۔ اگر بغیر ضرورت کے عزل کرے گا تو مکروہ ہے لیکن حرام نہیں ہے۔ صحابہ میں حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوایوب، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت حسن بن علی اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہم سے عزل کی اجازت منقول ہے، تابعین میں سعید بن المسیب، طاؤس، عطاء اور نخعی سے اس کی رخصت مروی ہے، ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے (احناف رحمہم اللہ) نے عزل کی اجازت دی ہے۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ اپنی باندی سے اس کی اجازت لیے بغیر عزل کرنا جائز ہے امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ لونڈی نہ وطی کا حق رکھتی ہے نہ اولاد کا، اور اپنی آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے، بیوی سے اجازت لینے میں امام احمد کے قول کی دو تفسیریں ہیں وجوب اور استحباب، استحباب کی وجہ یہ ہے کہ بیوی کا حق وطی ہے نہ کہ انزال، اجازت لینے کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا ہے۔؎

علامہ علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ جمہور حنابلہ کا منصوص علیہ مذہب یہ ہے کہ آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے اور لونڈی سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے، بلغہ، وجیز، منور، منتخب لازجی

؎ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۱۰-۳۰۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

؎ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۲۶-۲۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

محرر، نظم، رد المحتار، حاوی صغیر، فروع اور مغنی میں اس کو وثوق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ عزل مطلقاً ناجائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عزل مطلقاً مباح ہے۔[1]

عزل کے بارے میں مالکیہ کی رائے

امام مالک فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے اور اپنی باندی سے بغیر اجازت کے عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس شخص کے نکاح میں کسی قوم کی لونڈی ہو وہ ان کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے۔[2]

علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے جو ذکر کیا ہے فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہی ہے کیونکہ عورت کو لذت اندوزی اور طلب نسل دونوں کا حق ہے اور جب مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ عورت سے وطی سے اجتناب کرے تو وطی کی تکمیل سے اجتناب کرنا بھی جائز نہیں ہے (اس لیے آزاد بیوی سے عزل کی اجازت ضروری ہے) اور مالک اپنی لونڈی سے سرے سے وطی نہ کرے تو یہ جائز ہے اس لیے اس سے عزل کرنا بھی جائز ہے اور جو کسی شخص کی لونڈی ہو اس کے مالکوں کا حق اس لونڈی کی اولاد سے متعلق ہوتا ہے اس لیے وہ ان کی اجازت کے بغیر اس سے عزل نہیں کر سکتا۔[3]

علامہ زرقانی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول بھی امام مالک کے موافق ہے اور امام شافعی نے عزل کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔[4]

عزل کے بارے میں احناف کی رائے

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی فرماتے ہیں: اپنی لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کر سکتا ہے اور بیوی سے اجازت لیے بغیر عزل نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی سے بلا اجازت عزل کرنے سے منع فرمایا ہے اور لونڈی کے مالک سے فرمایا اگر چاہو تو عزل کر لو، اور اس لیے کہ وطی آزاد بیوی کا حق ہے تاکہ اس کی شہوت پوری ہو اور اولاد کا حصول ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر نامرد ہو تو وہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے (اس لیے عورت کی اجازت ضروری ہے) اور لونڈی کا وطی میں کوئی حق نہیں ہے اس لیے اس سے بلا اجازت وطی کر سکتا ہے۔[5]

محمد بن حسین طوری نے بھی اسی طرح احناف کا مذہب نقل کیا ہے۔[6]

ضبط تولید کے بارے میں مصری علماء کی تحقیق

دار الافتاء المصریہ کے علماء نے اس سلسلے میں پانچ نکات پر بحث کی ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ علامہ علاؤ الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرادی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۸ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۰ھ

۲۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، الموطا ص ۵۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

۳۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۴۳، مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت۔

۴۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموطا ج ۳ ص ۱۰۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر

۵۔ علامہ ابوالحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۲-۴۰۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۶۔ علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی، تکملۃ البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

(ا) ضبط تولید کی شرعی بنیاد عزل ہے اور یہ قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

(ب) منع حمل کے لیے جدید آلات اور دوائیوں کا استعمال جائز ہے۔

(ج) ضبط تولید کو از روئے قانون جبراً لاگو کرنا جائز نہیں ہے۔

(د) ضبط تولید کی دعوت اور ترغیبات، اللہ تعالیٰ پر توکل کے خلاف نہیں ہے۔

(ہ) محض ضبط تولید کے لیے عورت اور مرد یا ان میں سے کسی ایک کو بانجھ کرنا جائز نہیں ہے۔

ضبط تولید کی شرعی بنیاد عزل ہے

مصری علماء نے لکھا ہے کہ منع حمل یا نسل کم کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی تصریح نہیں ہے، البتہ احادیث سے بظاہر اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ امام غزالی شافعی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عزل کی اباحت یا کراہت کے بارے میں چار مذہب ہیں۔ بعض علماء نے عزل کو مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے مطلقاً مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت اجازت دے تو جائز ہے ورنہ نہیں، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لونڈیوں سے عزل جائز ہے اور آزاد عورتوں سے جائز نہیں ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں ہمارے نزدیک عزل مباح ہے۔ عزل کے پانچ اسباب ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: (ا) عورت کے حسن و جمال اور اس کی زندگی کو قائم رکھنا تاکہ زچگی (DELIVERY) میں جو خطرہ ہے اس سے عورت محفوظ رہے۔

(ب) کثرت اولاد کی وجہ سے زیادہ حرج نہ ہو اور محنت اور مشقت کا بار کم ہو، اور یہ امور شریعت میں جائز ہیں۔ امام غزالی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ بار معیشت میں زیادتی کے خوف سے اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ عورت کی کشت میں تخم ریزی نہ کی جائے تاکہ حمل نہ ہو، اور وہ عورت کے حسن و جمال کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حنفی اور مالکی علماء نے بھی حمل سے بچنے کے لیے عزل کو جائز کہا ہے۔ فقہ جعفریہ میں بھی اباحت ہے، اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام عزل کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع نہیں فرمایا۔ بنا بریں خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی بنیاد عزل ہے اور یہ کتاب و سنت کی صراحت کے خلاف نہیں ہے۔

منع حمل کے لیے جدید آلات اور دوائیوں کا استعمال جائز ہے

قدیم فقہاء نے صرف عزل کا ذکر کیا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں صرف یہی طریقہ تھا اور اب چونکہ آسان اور نسبتاً زیادہ محفوظ وسیلے ایجاد ہو چکے ہیں اس لیے ان کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ مرد یا عورت میں سے کوئی کلیتاً بانجھ نہ ہو جائے اس لیے عورت کے رحم میں کوئی ایسا حائل رکھنا جائز ہے (مثلاً لوپ وغیرہ) جس سے مرد کا پانی عورت کے رحم میں نہ داخل ہو سکے خواہ اس کو مرد رکھے یا عورت، اسی طرح مانع حمل دوائیں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

بعض حنفی علماء نے لکھا ہے کہ منع حمل کی غرض سے عورت کے لیے رحم کا منہ بند کرنا جائز ہے تاکہ مرد کا پانی اس میں نہ داخل ہو سکے[۱] اس بنا پر جدید طریقوں سے حمل روکنا جائز ہے۔

---

[۱] علامہ شامی لکھتے ہیں: فی النهر ان لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه في البحر من انه يحرم بغير اذن الزوج لكن ينافي ما في الكبرى الا ان يحمل على عدم خوف الفساد تامل ۱۲ سعیدی (رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۰ مطبوعہ استنبول)

ضبط تولید کو از روئے قانون جبراً لاگو کرنا جائز نہیں ہے

فقہاء نے عزل کو فریقین کی رضامندی کی شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، ان میں سے صرف ایک فریق عزل کرنے میں خود مختار نہیں ہے اور جو چیز کسی کے ارادہ پر موقوف ہو وہ سرکاری قانون بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

ضبط تولید کی دعوت اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے

عزل یا دیگر جدید آلات کی وجہ سے حمل کو روکنا اسباب کے ساتھ توکل کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب کے حصول کے بعد توکل فرمایا ہے۔ امام غزالی توکل کے بہت بڑے داعی ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے۔ کثرت اولاد کے سبب سے زیادتی مشقت کی بناء پر عزل کرنا ممنوع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا "جو جاندار بھی روئے زمین پر ہے اس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان حصول رزق کے لیے تگ و دو نہ کرے۔ حضرت عمر نے فرمایا اللہ پر توکل کرنے والا وہ ہے جو بیج ڈال کر اللہ پر توکل کرتا ہے، اور جس طرح حصول رزق کی کوشش توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح ضبط تولید کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے (البتہ یہ ضروری ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والے تنگی رزق کا خوف نہ دلائیں کیونکہ اس کا (خشیۃ املاق کا) حرمت کی علت ہونا منصوص ہے۔ سعیدی غفرلہ)

ضبط تولید کے لیے عورت یا مرد کو بانجھ کرنا جائز نہیں ہے

عورت یا مرد کو کسی دوائی یا آپریشن کے ذریعہ بانجھ کر دینا جائز نہیں ہے، البتہ جب میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک کسی ایسے موروثی مرض میں مبتلا ہو جو خطرناک اور متعدی ہو اور وہ ایسا مرض ہو جس میں مبتلا شخص معاشرے پر بوجھ اور حرج کا موجب ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے، کیونکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ امراض وراثت میں منتقل ہوتے ہیں۔ اس لیے جب ایسا موروثی مرض کسی میں ثابت ہو جائے تو اس کو بانجھ کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مفاد عامہ کی خاطر واجب ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مفاسد کو زائل کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے[1] (جس عورت کا بچہ آپریشن کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے جب اس کے پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ ہو تو اس کو آپریشن سے بانجھ کر دینا بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ سعیدی)

ضبط تولید کے بارے میں پاکستان کے علماء کی آراء

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں قرآن کریم نے نسل کشی کو خطاء کبیر بہت بڑی غلطی کہا ہے۔ اگر اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو فرانس وغیرہ ممالک پر نظر ڈالیے جنھوں نے مصنوعی ذرائع سے ضبط تولید کر کے اپنی تعداد کو گھٹایا۔ اور جب جرمن فوجیں ان پر حملہ آور ہوئیں تو ان کے پاس ایسے جوانوں کی شدید قلت تھی جو مادر وطن کی حفاظت کے لیے میدان جنگ میں سینہ سپر ہو سکیں۔ ایسا اقدام جس سے قوم اور وطن کی آزادی خطرہ میں پڑ جائے اس کو اگر بڑی غلطی نہ کہا جائے تو کیا اسے دانشمندی کہا جائے[2]

---

[1] المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ، الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۹۱ - ۳۰۸۴، ملخصاً مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۰۳ھ

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۶۵۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: قرآن کریم کے اس ارشاد سے اس معاملہ پر بھی روشنی پڑتی ہے جس میں آج کی دنیا گرفتار ہے۔ کثرت آبادی کے خوف سے ضبط تولید اور منصوبہ بندی کو رواج دے رہی ہے، اس کی بنیاد بھی اسی جاہلانہ فلسفہ پر ہے کہ رزق کا ذمہ دار اپنے آپ کو سمجھ لیا گیا ہے، یہ معاملہ قتل اولاد کی برابر گناہ نہ سہی مگر اس کے مذموم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: عزل کے متعلق جو کچھ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اور اس کے جواب میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اس کا تعلق صرف انفرادی ضروریات اور استثنائی حالات سے تھا ضبط ولادت کی کوئی عام دعوت و تحریک ہرگز پیش نظر نہ تھی نہ ایسی کسی تحریک کا مخصوص فلسفہ تھا جو عوام میں پھیلایا جا رہا ہو نہ ایسی تدابیر وسیع پیمانے پر ہر مرد و عورت کو بتائی جا رہی تھیں کہ وہ باہم مباشرت کرنے کے باوجود استقرار حمل کو روک سکیں اور نہ حمل کو روکنے والی دوائیں اور آلات ہر کس و ناکس کی دسترس تک پہنچائے جا رہے تھے عزل کی اجازت میں جو چند روایات مروی ہیں ان کی حقیقت بس یہ ہے کہ کسی اللہ کے بندے نے اپنے ذاتی حالات اور مجبوریاں بیان کیں اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سامنے رکھ کر کوئی مناسب جواب دے دیا۔ اس طرح کے جو جوابات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں منقول ہیں ان سے اگر عزل کا جواز نکلتا بھی ہے، تو وہ ہرگز ضبط ولادت کی اس عام تحریک کے حق میں استعمال نہیں کیا جا سکتا جس کی پشت پر ایک باقاعدہ خالص مادہ پرستانہ اور اباحیت پسندانہ فلسفہ کارفرما ہے، ایسی کوئی تحریک اگر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھتی تو مجھے یقین ہے کہ آپ اس پر لعنت بھیجتے اور اس کے خلاف ویسا ہی جہاد کرتے جیسا شرک و بت پرستی کے خلاف آپ نے کیا۔[2]

تفہیم القرآن میں اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

یہ آیت ان معاشی بنیادوں کو قطعی منہدم کر دیتی ہے جن پر قدیم زمانہ سے آج تک مختلف ادوار میں ضبط ولادت کی تحریک اٹھتی رہی ہے۔ افلاس کا خوف قدیم زمانہ میں قتل اطفال اور اسقاط حمل کا محرک ہوا کرتا تھا اور آج وہ ایک تیسری تدبیر یعنی منع حمل کی طرف دنیا کو دھکیل رہا ہے۔ لیکن منشور اسلامی کی یہ دفعہ انسان کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر ان تعمیری مساعی میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کرے جن سے اللہ کے بنائے ہوئے قانون فطرت کے مطابق رزق میں افزائش ہوا کرتی ہے۔ اس دفعہ کی رو سے یہ بات انسان کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے کہ وہ بار بار معاشی ذرائع کی تنگی کے اندیشے سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ آیت انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد میں آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں کھانے والوں کی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے اتنے ہی بلکہ بارہا اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا خدا کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا

---

[1] مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن ج ۵ ص ۴۶۳، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۳ ص ۲۶۰-۲۶۴، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، بار پنجم ۱۹۷۵ء

دخل اندازیاں حماقت کے سوا کچھ نہیں [1]

ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق

خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ جبراً تمام مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کی اباحت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔ شیخ ابن حزم اور علامہ زبیدی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بلا کراہت اجازت دیتے ہیں وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں، اس لیے خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

(الف) کوئی شخص تنگیٔ رزق (خشیۃ املاق) کے خوف کی وجہ سے ضبط تولید کرے، یہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس کا حرمت کی علت ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔ (لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (اسراء: ۳۰))

(ب) کوئی شخص لڑکیوں کی پیدائش سے احتراز کے لیے ضبط تولید کرے کیونکہ ان کی تزویج میں مشقت اور عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکین عرب کی ہے، قرآن اور حدیث میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جن صورتوں میں مخصوص حالات کے تحت انفرادی طور پر ضبط تولید جائز ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(الف) لونڈیوں سے ضبط تولید کرنا تاکہ اولاد مزید لونڈی اور غلام بننے سے محفوظ رہے، ہر چند کہ اب لونڈی غلاموں کا رواج نہیں ہے لیکن اسلام کے احکام دائمی اور کلی ہیں اگر کسی زمانہ میں یہ رواج ہو جائے تو لونڈیوں کے ساتھ ضبط تولید کا عمل جائز ہوگا۔

(ب) اگر سلسلہ تولید کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو ضبط تولید جائز ہے۔

(ج) اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خدشہ ہو تو وقفے سے پیدائش کے لیے ضبط تولید جائز ہے، کیونکہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس ماہ بعد دوسرا بچہ آجائے تو اس کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔

(د) حمل اور وضع حمل کے وقفوں کے دوران بعض صورتوں میں انسان اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا، اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(ہ) اگر کوئی شخص عورت سے محبت کی وجہ سے اس کو ایام حمل، درد زہ اور زچگی کی تکالیف سے بچانا چاہتا ہو تو یہ جائز ہے۔

(و) عام طور پر بچوں کی پیدائش سے عورت کا حسن و جمال کم یا ختم ہو جاتا ہے اس لیے اگر وہ عورت کے حسن و جمال کو قائم رکھنے کے لیے یہ عمل کرے تو صحیح ہے جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا ہے۔[2]

---

[1] ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۲ ص ۶۱۳، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، بار شانزدہم، ۱۹۸۲ء

[2] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

(ز) زیادہ بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی خاطر انسان کو آمدنی کے لیے زیادہ محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے، انسان دوہری تہری نوکریاں اور اوور ٹائم (OVER TIME) کرتا ہے اور بسا اوقات ناجائز وسیلوں کو بھی اختیار کرتا ہے۔ اپنے آپ کو اس محنت و مشقت سے بچانے اور بار معیشت کو کم کرنے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔ کیونکہ جس قدر آمدنی کے لیے مشقت کم ہوگی وہ اتنا ہی عبادت کے لیے فارغ ہوگا۔ امام غزالی نے بھی یہ وجہ اختیار کی ہے[1]

(ح) بعض عورتوں کو آپریشن سے بچہ ہوتا ہے۔ بیوی کو آپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرہ سے بچنے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔

(ط) جب پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جس سے سلسلہ تولید بالکلیہ بند ہو جائے۔

(ی) اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی تب بھی سلسلہ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔

عزل کے علاوہ ضبط تولید کے حسب ذیل مروج طریقے بھی شرعاً جائز ہیں

(ا) کھانے والی گولیاں اور انجکشن (ب) کیمیاوی اشیاء (CHEMICAL METHODS) مثلاً نرم جیلی اور کریم وغیرہ کا بیرونی استعمال (ج) سافتی (Condom) (د) ڈایافرام (ہ) چھلہ (Loop) (و) نل بندی (Tubal Ligation)

آخر الذکر عمل یعنی نل بندی میں عورت کے بیضہ دان کی نالی کو (Fallopian Tube) کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے، اس عمل کے بعد عورت کبھی بھی بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے ایک اس صورت میں جب عورت کو آپریشن سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے اور دوسری اس صورت میں جب کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ بچہ پیدا ہونے سے یا مزید بچے پیدا ہونے سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ ان صورتوں میں نل بندی صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

ضبط تولید کا ایک طریقہ شرعاً ممنوع ہے اور وہ ہے نس بندی (VASECTOMY) اس عمل میں مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثومے (Sperm) گزرتے ہیں ان نالیوں کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے اس عمل کے بعد مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نس بندی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے مرد بانجھ ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کر لینا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے۔ انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خود کشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے نہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں اعضاء کی پیوند کاری بھی جائز نہیں ہے۔ بنا بریں نس بندی بھی جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بعض صحابہ نے عسرت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

علیہ وسلم سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا۔[1]

استقرار حمل کو روکنے کے لیے گولیاں کھائی جائیں، کیمیائی اشیاء لگائی جائیں یا خارجی حائل (ساتھی اور چھلہ وغیرہ) کا استعمال کیا جائے، ان میں سے کوئی چیز بھی حمل سے رکاوٹ کا یقینی سبب نہیں ہے۔ بسا اوقات دوائیں اور کیمیاوی اشیاء اثر نہیں کرتی، بعض مرتبہ ڈایافرام کے استعمال کے باوجود قطرات رحم میں چلے جاتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات چھلہ کے استعمال کے باوجود حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کنڈوم (ساتھی) پھٹ جاتا ہے اور قطرے رحم میں چلے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے "جس پانی سے بچے نے پیدا ہونا ہے اگر تم اس کو پتھر پر بھی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا کر دے گا"، اور بیرہا مشاہدہ ہوا کہ ضبط تولید کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جڑواں بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام چیزوں کے مضر اثرات بہت زیادہ ہیں، چھلہ اور ڈایافرام کے استعمال سے الرجی اور انفیکشن کی شکایات عام ہیں اور کھانے والی دواؤں سے سنا گیا ہے کہ چھاتی کا کینسر ہو جاتا ہے، انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری اور طبعی نظام سے ہٹ کر کوئی کام کرے گا مشکلات میں گرفتار ہوگا، اس لیے ناگزیر حالات کے علاوہ ضبط تولید سے احتراز کرنا چاہیے۔

امام غزالی نے اپنے زمانے، حالات، ضروریات اور وسائل کے اعتبار سے عزل کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں ایک صورت حرام، ایک بدعت اور تین صورتیں جائز قرار دی ہیں۔[2] اب چونکہ ترقی یافتہ دور ہے، بہت سے نئے اسباب اور وسائل وجود میں آچکے ہیں اور ضروریات اور تقاضے بھی بڑھ گئے ہیں اور مسائل بھی زیادہ ہیں، اس اعتبار سے ہم نے ضبط تولید کی بارہ صورتیں بیان کی ہیں جن میں آٹھ مباح یا جائز ہیں، دو ناجائز ہیں اور دو صورتوں میں سلسلہ تولید ختم کرنا واجب ہے۔ ان میں عورت کی نسوانی انڈوں والی نس (Fallo Pain Tube) کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ یہ نسوانی انڈے رحم میں نہ داخل ہو سکیں اس عمل کو نس بندی (Tubal Ligation) کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها۔ (ھود: ۶) "زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔" اس لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف ہے۔ ایسے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے لیا ہے تو وہ حصول رزق کے لیے نوکریاں اور کاروبار کیوں کرتے ہیں؟ مستقبل کے لیے رقم پس انداز کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہیں؟ پس جس طرح حصول رزق

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] امام غزالی نے کہا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کو عار اور ناپسند سمجھنے کی وجہ سے عزل حرام ہے۔ نفاس کی آلودگیوں اور دودھ پلانے کی مشقت سے بچنے کے لیے عورتوں کا عزل کرنا بدعت ہے۔ عورتوں کے حسن کو قائم رکھنے کے لیے یا معیشت کو کم کرنے کے لیے اور اولاد کے لونڈی غلام بننے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے عزل جائز ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ بیروت) سعیدی غفرلہ

کے ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہے، اسی طرح بار معیشت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر ایمان اور توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض لوگوں کو یہ الجھن ہوتی ہے کہ ضبط تولید کرنا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پھر آپ مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں کرتے ہیں جب تقدیر کا ہونا اٹل ہے اور تقدیر بدل نہیں سکتی تو آپ دعا کریں یا نہ کریں جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، اسی طرح آپ بیمار پڑ جانے پر علاج کیوں کرتے ہیں؟ اگر تقدیر میں بیمار رہنا ہے تو آپ لاکھ علاج کریں، صحت مند نہیں ہو سکتے، لیکن اس موقع پر آپ یہی کہتے ہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا بھی تقدیر ہے۔ اسباب کو اگر اس نیت سے اختیار کیا جائے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر مبرم کو بدل دیں گے تو یہ یقیناً ناجائز اور کھلا ہوا کفر ہے، لیکن اگر اسباب کو اس نیت سے بروئے کار لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نتائج کے حصول کے لیے اسباب کو پیدا کیا ہے اور اسباب کے حصول کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ دراصل تقدیر ہوتی ہے۔ ہم دعا اور علاج تقدیر بدلنے اور نظام قدرت میں مداخلت کے لیے نہیں کرتے بلکہ اس لیے دعا اور علاج کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو راحت اور شفا ہمارے لیے مقدر کی ہے اس کو وجود میں لا سکیں اسی طرح ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے نہیں ہے (اور اگر کوئی اس نیت سے کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں) بلکہ ضبط تولید کا عمل اس رکاوٹ اور پیدائش میں اس وقفہ کو وجود میں لانے کے لیے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کیا ہے۔

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور بچہ کی پیدائش سے احتراز ہی کے لیے کرتے تھے، کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل نہیں تھا اس لیے عزل کرتے تھے یا صحابہ کرام کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا اس لیے عزل کرتے تھے! یا صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے عزل کرتے تھے! ایسی حالت میں سمجھئے کہ جس طرح صحابہ کرام کا عزل کرنا ان خرابیوں کی نیت سے نہیں تھا بلکہ نیت صحیح کی بناء پر تھا اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے عمل کو بھی نیت صحیحہ پر محمول کرنا چاہیے۔

یاد رکھیے اسباب وعلل کو اختیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی سیرت ہے۔ آپ کئی کئی دنوں کے لیے کھانا لے کر غار حرا میں جاتے تھے، ازواج کو ایک سال کے لیے خرچ دیتے تھے، زرہ میں ملبوس ہو کر میدان جنگ میں جاتے رہے ہیں۔ بیماری میں مختلف انواع سے آپ نے علاج کیا ہے اور صحابہ کرام اور مسلمانوں کو علاج کرانے کی ہدایت دی ہے۔ اس لیے کسی ضرورت کے وقت ضبط تولید کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

ہم نے ضبط تولید کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے اور اس کی اباحت کی جو صورتیں بیان کی ہیں یہ خالص علمی اور فقہی نوعیت کی بحث ہے اور اس کو اسی تناظر میں پڑھنا اور سمجھنا چاہیے اور یہ بحث اسلام کے اس عمومی فلسفے پر مبنی ہے کہ اسلام دین یسر ہے اور اس کے مبادیات اور اصولوں میں اتنی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جو ہر دور کے پیش آمدہ مسائل اور پیچیدگیوں کا مثبت حل پیش کر سکتے ہیں، اس سے خالص مادہ پرستانہ اور سیکولر فلسفے پر مبنی خاندانی منصوبہ بندی کی اس بین الاقوامی تحریک کی تائید وحمایت یا حوصلہ افزائی ہرگز مقصود نہیں ہے جو موجودہ دور میں پروپیگنڈے کے سحر اور ترغیب وتحریص کے مختلف طریقوں کو بروئے کار لا کر چلائی جا رہی ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی اضطراری صورت حال، کسی فرد کی ایسی خالص شخصی وجوہ جو معقولیت پر مبنی ہوں

یا واقعی ضرورت کے پیش نظر اسلام کی دی ہوئی رخصتوں کو بیان کر دیا جائے۔

جہاں تک دور جدید کے مادہ پرستانہ نظریہ خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے تو یہ خالص الحاد پر مبنی ہے اور اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نظریہ کا مرکزی نقطہ اور محور یہ ہے کہ انسانی آبادی کے پھیلاؤ کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت محدود کر دیا جائے تاکہ وسائل معاش اور اسباب معیشت کی تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ خالص خود غرضی پر مبنی فلسفہ ہے۔ جس کی اساس یہ ہے کہ ہم اپنی آسائش کے لیے دوسرے انسانوں کا وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تاریخ انسانیت کا مطالعہ اور دور حاضر کے انسانوں کا مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ہر نئے دور میں نسل انسانی کی افزائش کے باوجود بحیثیت مجموعی انسان نے اپنے گزشتہ ادوار کے مقابلہ میں زیادہ سہل اور پرآسائش زندگی بسر کی ہے اور وہ وسائل رزق کے اعتبار سے بھی مرفہ الحال رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون قدرت ہے اور وسائل و اسباب سے بڑھ کر اور بالآخر رزق مخلوق کی حقیقی منصوبہ بندی تو قادر مطلق نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ جب اور جہاں ظاہری طور پر جغرافیائی، موسمی یا سائنسی اور علمی و ذہنی وجوہ کی بنا پر وسائل رزق انسانوں کے کسی گروہ یا کسی ملک یا قوم کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ جمع ہو گئے تو بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ انہوں نے اس سے مخلوق خدا کو فیضیاب کرنے کی بجائے لاکھوں ٹن غلہ سمندر میں بہا دینا یا اسے ضائع کر دینا ([illegible]) زیادہ مناسب سمجھا اور در حقیقت یہی وہ اقوام ہیں جو فلاح انسان اور انسان دوستی کے پرکشش نام پر زر کثیر صرف کر کے خاندانی منصوبہ بندی کی مہم کو پس ماندہ اقوام اور تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلا رہی ہیں حالانکہ آج بھی ایک سادہ لوح دیہاتی سے پوچھا جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ انسان کھانے کے لیے ایک منہ اور کمانے کے لیے دو ہاتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔ گویا قدرت الٰہی اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر تم محنت اور مشقت کرو گے تو روزی کے دروازے کبھی تم پر تنگ نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ (طلاق: ۲) "جس شخص کے دل میں خوف خدا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (عالم غیب سے) راہیں کھول دے گا اور وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

اسقاط حمل کی تحقیق

استقرار حمل کے چار ماہ بعد پیٹ کے بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور وہ حکماً ایک جاندار بچہ ہے اور اس وقت حمل ضائع کرنا پیٹ کے بچہ کو قتل کرنا ہے اور یہ قتل انسان کے حکم میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ استقرار حمل کے چار ماہ بعد بچہ میں روح پھونک دی جاتی اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

قال عبد اللّٰہ حدثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق قال ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللّٰہ ملکا ویؤمر باربع کلمات ویقال لہ اکتب عملہ ورزقہ واجلہ وشقی او سعید

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ بہت سچے ہیں تمہارا نطفہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو جما ہوا خون بنا دیتا ہے پھر چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ اس کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیتا ہے، پھر چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی

ثم ینفخ فیہ الروح۔[1]

عورت اور اس کا برا یا نیک ہونا لکھ دو پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد حمل ساقط کرنا، ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے اور چار ماہ سے پہلے ساقط کرنے کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی عادی بدکار عورت ہے جو حمل کو اپنے جرم کے راستے میں رکاوٹ سمجھتی ہے اور اپنی بدکاریوں کو جاری رکھنے کے لیے اسقاط کراتی ہے تو یہ ناجائز اور گناہ ہے اور اگر ڈاکٹر کو اس کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کا حمل ساقط کرے تو وہ بھی گنہ گار ہوگا، قرآن مجید میں ہے: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ: ۲) "گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔" اور اگر کسی عورت سے کوئی گناہ ہو گیا اور اب وہ اپنی غلطی پر نادم اور تائب ہو ایسی عورت کا اسقاط حمل کرانا جائز ہے (بشرطیکہ استقرار حمل کے بعد چار ماہ نہ گزرے ہوں) اور ڈاکٹر کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ ایسی عورت کا حمل ساقط کر دے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ ومن ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامۃ متفق علیہ۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو وقت پر بے یار و مددگار چھوڑے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی پریشانی دور کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اگر حمل کے چار ماہ گزر گئے ہوں لیکن حمل برقرار رہنے کی وجہ سے عورت کی ہلاکت یقینی ہو، جس کی ماہر ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہو تو چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل جائز ہے بلکہ عورت کی جان بچانے کے لیے ضروری ہے کیونکہ اسقاط نہ کرانے کی صورت میں بچہ اور ماں دونوں کی ہلاکت کا خطرہ ہے، اور پیٹ کا بچہ جس کا جاندار اور زندہ ہونا ظنی ہے اس کی بہ نسبت ماں کی جان جو یقینی اور مشاہد ہے، زیادہ اہم ہے، اس لیے اس صورت میں اسقاط کرانا واجب ہے، علماء مصر کی بھی یہی تحقیق ہے جیسا کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء

قاضی خان حنفی لکھتے ہیں:

واذا استطلق الولد بالعلاج قالوا ان لم

جب عورت علاج کے ذریعہ پیٹ کے بچہ کو

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۲، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

يستبن شيء من خلقه لا تأثم قال رضي الله عنه ولا أقول به فإن المحرم إذا كسر بيض الصيد يكون ضامنا لأنه أصل الصيد فلما كان مؤاخذا بالجزاء ثمه فلا أقل من أن يلحقها إثم ههنا إذا أسقطت بغير عذر إلا أنها لا تأثم إثم القتل وإن أسقطت بعد ما استبان خلقه وجبت الغرة. المرضعة إذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها وليس لأبي الصغير ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاك الولد قالوا يباح لها أن تعالج في استنزال الدم ما دام الحمل نطفة أو علقة أو مضغة لم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوما إنما أباحوا لها إفساد الحمل باستنزال الدم لأنه ليس بآدمي۔ [1]

ساقط کرائے تو اس مسئلہ میں فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر بچہ کی بناوٹ ظاہر نہیں ہوئی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس کا قائل نہیں ہوں کیونکہ محرم جب شکار کا انڈا توڑ ڈالے تو اس کا ضامن ہوتا ہے کیونکہ انڈا جانور کی اصل ہے۔ پس جب جانور کے انڈے کو ضائع کرنے سے مواخذہ ہوتا ہے تو یہاں حمل کو ضائع کرانے سے کم از کم گناہ تو ہوگا، یہ حکم اس وقت ہے جب وہ بلا عذر حمل ساقط کرائے البتہ اس کو قتل کا گناہ نہیں ہوگا اور اگر وہ بچہ کی خلقت ظاہر ہونے کے بعد اس کو ساقط کراتی ہے تو اس کو پانچ سو درہم کا تاوان ادا کرنا ہوگا، دودھ پلانے والی عورت جب حاملہ ہو اور اس کا دودھ اترنا بند ہو جائے اور بچہ کا باپ اجرت پر دودھ پلانے کی وسعت نہ رکھتا ہو اور بچہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو فقہاء نے عورت کو استبراء رحم کی اجازت دی ہے جب تک کہ حمل نطفہ ہو یا جما ہوا خون ہو یا گوشت کا لوتھڑا ہو اور اس کا کوئی عضو نہ بنا ہو اور انہوں نے چار ماہ تک اس مدت کا اندازہ کیا ہے، فقہاء نے عورت کو اس مدت میں اسقاط حمل کی استبراء رحم کے ساتھ اجازت اس وجہ سے دی ہے کہ اس مدت میں حمل آدمی نہیں ہوتا۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

وفي الذخيرة لو أرادت إلقاء الماء بعد وصوله إلى الرحم قالوا إن مضت مدة ينفخ فيه الروح لا يباح لها وقبله اختلف المشائخ فيه والنفخ مقدر بمائة وعشرين يوما بالحديث۔ [2]

ذخیرہ میں ہے اگر عورت رحم میں نطفہ پہنچنے کے بعد اس کے اخراج کا ارادہ کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اگر اتنی مدت گزر گئی ہے جس میں روح پھونک دی جاتی ہے تو جائز نہیں اور اس مدت سے پہلے اخراج کرانے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور حدیث کے مطابق یہ مدت چار ماہ ہے۔

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۱۰ مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ ابن عابدین محمد امین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ویکرہ ان تسعیٰ لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ من عاقلۃ الام تحضر [1]

عورت کے لیے حمل ساقط کرانے کی کوشش کرنا مکروہ ہے اور عذر کی وجہ سے جائز ہے بشرطیکہ بچہ کی صورت نہ بنی ہو اور اگر اس نے کسی دوا کے ذریعہ سے ناتمام (کچے) بچے کا اسقاط کرایا تو ماں کے عاقلہ (ددھیال) کی طرف سے بچہ کے وارثوں کو (ایک سال میں) پانچ سو درہم ادا کیے جائیں گے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

اما اذا القتہ حیا ثم مات فعلی عاقلتہا الدیۃ فی ثلاث سنین ان کانت لہا عاقلۃ والا ففی مالہا وعلیہا الکفارۃ ولا ترث منہ شیئا [2]

اور اگر اسقاط کے نتیجہ میں زندہ بچہ نکلا اور پھر مر گیا تو عورت کے عاقلہ پر اس بچہ کی دیت ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر عورت کے عاقلہ نہ ہوں تو عورت کے مال سے ادا کی جائے گی اور عورت پر (دو ماہ کے مسلسل) روزے فرض ہیں اور عورت اس بچہ کی وارث نہیں ہو گی۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وہل یباح الاسقاط بعد الحبل یباح مالم یتخلق شیء منہ ثم فی غیر موضع قالوا ولا یکون ذلک الا بعد مائۃ وعشرین یوما وہذا یقتضی انہم ارادوا بالتخلیق نفخ الروح والا فہو غلط لان التخلیق یتحقق بالمشاہدۃ قبل ہذہ المدۃ [3]

کیا حمل کے بعد اسقاط کرانا جائز ہے؟ جب تک تخلیقی عمل (نطفہ میں اعضاء کی ساخت کا عمل) شروع نہ ہو جائز ہے پھر فقہاء نے بیان کیا کہ یہ مدت چار ماہ ہے، اس تصریح کا یہ تقاضا ہے کہ تخلیقی عمل سے مراد روح کا پھونکا جانا ہو، ورنہ یہ غلط ہے، کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ تخلیقی عمل چار ماہ سے پہلے شروع ہو جاتا ہے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وینتزع من حکم العزل حکم معالجۃ المرأۃ اسقاط النطفۃ قبل نفخ الروح فمن قال

روح پھونکے جانے سے پہلے عورت نطفہ کے اخراج کے لیے جو علاج کرائے۔ اس کے حکم کو عزل پر

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی الرد ج ۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابن عابدین سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۷۹، " "

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بالمنع هناك ففي هذا اولى، ومن قال بالجواز يمكن ان يلتحق به هذا، و يمكن ان يفرق بأنه اشد لان العزل لم يقع فيه تعاطي السبب ومعالجة السقط تقع بعد تعاطي السبب ويلتحق بهذه المسئلة تعاطي المرأة ما يقطع الحبل من اصله وقد افتى بعض متاخري الشافعية بالمنع وهو مشكل على قولهم باباحة العزل مطلقا۔[1]

قیاس کیا جا سکتا ہے جو فقہاء عزل کو منع کرتے ہیں وہ اس کو بطریق اولیٰ منع کریں گے اور جو فقہاء عزل کو جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک اسقاطِ حمل بھی جائز قرار پائے گا، اور یہ فرق بھی کیا جا سکتا ہے کہ عزل میں کسی خارجی سبب کا دخل نہیں ہے اور اسقاط کرانے میں خارجی اسباب (دوا وغیرہ) کا دخل ہے، اور جو عورتیں سرے سے حمل ساقط کرا دیتی ہیں اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے، بعض متاخرین شافعی علماء نے اسقاط کو ناجائز کہا ہے، لیکن جب وہ عزل کو مطلقاً جائز کہتے ہیں تو اسقاط کو ناجائز قرار دینا مشکل ہے۔

اسقاطِ حمل کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کی آراء

علامہ بہوتی حنبلی لکھتے ہیں:

يباح للمرأة القاء النطفة قبل اربعين يوما بدواء مباح ويؤخذ من هذا الاتجاه من يشرب الدواء المباح في هذه الفترة حكمه الاباحة۔[2]

چالیس دن سے پہلے کسی جائز دوائی سے نطفہ کو گرا دینا جائز ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں کسی جائز دوائی سے اسقاط کرانا بھی جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے خرقی کا قول ذکر کیا ہے:

واذا شربت الحامل دواء فالقت به جنينها فعليها غرة لا ترث منها شيئا وتعتق رقبة۔[3]

جب حاملہ عورت کوئی دوائی کھا کر پیٹ کے بچہ کو گرا دے تو وہ ایک لونڈی یا غلام بطور جرمانہ دے گی، جس میں وہ اس بچے کی وارث نہیں ہوگی اور ایک غلام آزاد کرے گی۔

اسقاطِ حمل کے بارے میں فقہاء مالکیہ کی آراء

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

لا يجوز اخراج المني المتكون في الرحم ولو قبل الاربعين يوما واذا نفخت فيه الروح حرم اجماعا وقيل يكره اخراجه قبل الاربعين۔[4]

رحم میں منی کے استقرار کے بعد اس کو نکالنا جائز نہیں ہے، خواہ چالیس دن سے پہلے نکالا جائے اور جب اس میں روح پھونک دی جائے تو نکالنا حرام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چالیس دن سے پہلے نکالنا مکروہ ہے۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ منصور بن یونس بہوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ، الروض المربع باب العدد ص ۲۲۷ بحوالہ فتاویٰ اسلامیہ ج ۹ ص ۲۰۹۶، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ

[3] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی متوفی ۱۲۳۰ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر ج ۲ ص ۲۶۶ بحوالہ فتاویٰ اسلامیہ ج ۹ ص ۲۰۹۵، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ

استقاط حمل کے بارے میں غیر مقلدین کی آراء

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

عن ابراهیم النخعی انه قال فی امرأة شربت دواء فاسقطت قال: تعتق رقبة وتعطی اباه غرة قال ابو محمد: هذا اثر فی غایة الصحة قال علی: انه کان لم ینفخ فیه الروح فالغرة علیها وان کان قد نفخ فیه الروح فان کانت لم تعمد قتله فالغرة ایضا علی عاقلتها والکفارة علیها وان کانت عمدت قتله فالقود علیها او المفاداة فی مالها[1]

جس عورت نے کوئی دوا کھا کر حمل ساقط کر دیا اس کے بارے میں ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ وہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کے باپ کو ایک لونڈی یا غلام دے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ قول بہت صحیح ہے، ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر نطفہ میں روح نہیں پھونکی گئی تھی تو اس پر ایک لونڈی یا غلام ہے اور اگر اس میں روح پھونک دی گئی تھی اور اس نے بچہ کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو عورت کے عاقلہ لونڈی یا غلام دیں گے اور عورت پر کفارہ ہے (دو ماہ کے مسلسل روزے) اور اگر اس نے بچہ کو قتل کرنے کے ارادے سے اسقاط کیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا اس کے مال سے تاوان لیا جائے گا۔

استقاط حمل کے بارے میں مصری علماء کا نظریہ

مصری علماء کے مرتب کردہ فتاوی میں ہے:

تدل اقوال فقهاء المذاهب جمیعاً علی ان اسقاط الجنین دون عذر بعد نفخ الروح ای بعد الشهر الرابع الرحمی محظور وقد نصوا علی انه تجب فیه عقوبة جنائیة فاذا اسقطت المرأة جنینها وخرج منها میتا بعدان کان الروح قد سرت فیه، وجب علیها ما اطلق علیها الفقهاء اصطلاح الغرة وکذلک الحکم اذا اسقطه غیرها والفصل عنها میت۔ لوکان ابوه هو الذی اسقطه وجبت علیه الغرة ایضا وبعض الفقهاء اوجب مع ذلک کفارة ومقتضی هذا ان هناک اثما وجریمة فی اسقاط الجنین بعد

تمام فقہاء مذاہب کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں کہ بغیر عذر کے پیٹ کے بچہ کو روح پھونکے جانے کے بعد یعنی استقرار حمل کے چار ماہ بعد، ساقط کرنا جائز نہیں ہے اور انھوں نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس پر جرمانہ ہے۔ جب کوئی عورت اپنے پیٹ کے بچے کو ساقط کر دے اور روح آنے کے بعد بچہ مردہ نکلے تو اس عورت پر غرۃ (جرمانہ) دینا واجب ہے اور اگر کوئی اور شخص اس بچہ کو ساقط کرے پھر بھی یہی حکم ہے جبکہ بچہ مردہ نکلے اور اگر بچہ کے باپ نے اسقاط کیا ہو تو اس پر بھی جرمانہ واجب ہے اور بعض فقہاء نے اس کے ساتھ کفارے (دو ماہ کے روزوں) کو بھی واجب کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے

---

[1] شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۳۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

نفخ الروح فیه، وهذا أحق لأنه قتل انسان وجدت فیه الروح الانسانیة فكان هذا الجزاء الدینی بالاثم والكفارة والجزاء الجنائی بالتعزیر وهو الغرة أما إذا قامت ضرورة تحتم الاجهاض كما إذا كانت المرأة عسرة الولادة ورأى الأطباء المختصون أن بقاء الحمل فی بطنها ضار بها فعندئذ یجوز الاجهاض بل یجب إذا كان یتوقف علیه حیاة الأم عملا بقاعدة ارتكاب أخف الضررین وأهون الشرین ولا مراء فی أنه إذا دار الأمر بین موت الجنین وموت أمه كان بقاؤها أولى لأنها أصله وقد استقرت حیاتها ولها حظ مستقل فی الحیوة كما أن لها وعلیها حقوقا فلا یضحى بالأم فی سبیل جنین لم تستقل حیاته ولم تتأكد.[1]

کہ روح پھونکے جانے کے بعد پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنا جرم ہے اور گناہ بھی، اور یہ صحیح ہے کیونکہ اس نے ایک ایسے انسان کو قتل کیا ہے جس میں انسانی روح آچکی تھی، جس کی دینی سزا گناہ اور کفارہ ہے اور دنیاوی سزا جرمانہ ہے (اس کو فقہاء غرہ سے تعبیر کرتے ہیں دیت کا بیسواں حصہ ہے یعنی پانچ سو درہم) لیکن جب اسقاط کی شدید ضرورت ہو مثلاً عورت سے بہت مشکل سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس وقت حمل کا باقی رہنا عورت کی زندگی کے لیے خطرہ ہے اس وقت اسقاط حمل جائز ہے بلکہ اگر اسقاط پر عورت کی جان کا بچنا موقوف ہو تو اسقاط حمل واجب ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جن دو چیزوں میں سے ایک میں کم ضرر ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیٹ کے بچہ کی موت اور ماں کی موت کے درمیان امر دائر ہو تو ماں کو بچانا زیادہ اہم ہے، کیونکہ ماں بچہ کی اصل ہے اور اس کی حیات ثابت اور مستقل ہے اس لیے جس بچہ کی حیات غیر مستقل اور غیر ثابت ہے اس کی وجہ سے ماں کی قربانی نہ دی جائے۔

کیا میڈیکل ٹیسٹ (Medical test) سے بچہ کا نقص معلوم ہونے کی بناء پر اسقاط جائز ہے؟

آج کل سائنسی آلات کے ذریعہ پیٹ میں موجود بچہ کے بارے میں تمام معلومات حاصل ہو جاتی ہیں پس اگر ٹیسٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ بچہ میں کوئی خلقی عیب ہے یا کوئی موروثی مرض ہے تو اس صورت میں کیا عورت کے لیے حمل کو ساقط کرانا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں مصری علماء نے اپنے مرتب کردہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ: قرآن اور حدیث کی تصریحات کے مطابق بچہ میں روح پھونکے جانے کے بعد اس کے کسی خلقی یا موروثی عیب کی وجہ سے حمل کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نفخ روح کے بعد وہ انسان ہو گیا اور شرعاً قتل سے محفوظ ہو گیا اور جس طرح زمین پر چلنے والے انسان میں اگر کوئی خلقی عیب یا مرض ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح پیٹ کے اس بچہ کو بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے[2] البتہ اگر استقرار حمل کے بعد چار ماہ گزرنے سے پہلے میڈیکل ٹیسٹ سے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر بچہ

[1] المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۹۹، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ
[2] ، الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۱۰۸، " " "

پیدا ہو تو اس میں کوئی غیر معمولی خلقی عیب یا مرض ہوگا مثلاً ہیموفیلیا (Hemophilia) کی بیماری ہو جس میں جسم سے خون نکلنے کے بعد جمتا نہیں ہے یا مونسٹر (Monster) ہو جس میں کھوپڑی میں پورا پورا دماغ نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اسقاط کرا دینا چاہیے۔

ضبط تولید اور اسقاط حمل کے بارے میں ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کی آراء اور قواعد فقہ کی روشنی میں انتہائی غور و فکر کرکے یہ احکام بیان کیے ہیں اور موجودہ دور میں انسانوں کو جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کا اسلامی قواعد کے مطابق حل بیان کیا ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ اسلام کے احکام ناقابل عمل یا دو بھر ہیں یا عصری تقاضوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے وہ ہماری نیت کو جانتا ہے، الہ العلمین اس سعی کو اپنی بارگاہ میں مشکور فرما، اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق عطا کر، اس کو قبول عام سے نواز اور اس کے مصنف اور اس کے پڑھنے والوں کی مغفرت فرما اور انھیں اپنی رحمتوں اور برکتوں سے محروم نہ کر! امین یارب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بَابُ ۲۲ تَحْرِيْمِ وَطْءِ الْحَامِلِ الْمَسْبِيَّةِ

حاملہ قیدی عورتوں سے جماع کرنیکی ممانعت

۳۴۵۸ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اُتِيَ بِامْرَاَةٍ مُجِحٍّ عَلٰى بَابِ فُسْطَاطٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّلِمَّ بِهَا فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهُ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهُ قَبْرَهُ كَيْفَ يُوَرِّثُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسی عورت (باندی) پیش کی گئی جس کا زمانہ ولادت بالکل قریب تھا، آپ نے فرمایا شاید وہ شخص اس سے مجامعت کرنا چاہتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو قبر میں بھی اس کے ساتھ جائے، وہ اس بچہ کا کیسے وارث ہوگا جبکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں! اور وہ بچہ کو کیسے غلام بنائے گا حالانکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں!

۳۴۵۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے۔

کشت غیر میں تخم ریزی سے ممانعت کی حکمت

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولادت چھ ماہ مؤخر ہو جائے اور اس وقت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ اس شخص کا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے نطفہ سے یہ بچہ ہو اگر یہ پہلے نطفہ کا بچہ ہے تو وہ اس کو وارث نہیں بنا سکتا اور اگر اس کا بچہ ہے تو اس کو غلام نہیں بنا سکتا، خلاصہ یہ ہے

کہ اگر وہ حاملہ باندی سے جماع کرتا رہا تو یہ واضح نہیں ہو سکے گا کہ یہ اس کا بچہ ہے یا کسی اور کا بچہ ہے اس لیے حاملہ باندی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے، اس کی نظیر یہ حدیث ہے۔ من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسق ماءه ولد غيره ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ پرائے کھیت میں پانی نہ ڈالے“۔[1]

اگر کسی شخص کی ملک میں باندی آ جائے تو وہ ایک ماہواری گزرنے تک اس سے جماع کرنے سے احتراز کرے گا حتیٰ کہ استبراء رحم ہو جائے اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس سے جماع نہیں کرے گا حتیٰ کہ وضع حمل ہو جائے، (لونڈیوں اور غلاموں کے مسئلہ پر بحث ان شاء اللہ جلد رابع کتاب العتق میں آئے گی)۔

اگر کوئی شخص کسی ایسی زانیہ عورت سے نکاح کرے جس نے کسی اور شخص سے زنا کرایا تھا تو وہ ایک حیض گزرنے سے پہلے اس سے جماع نہیں کرے گا اور اگر وہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے اس سے جماع نہیں کرے گا تاکہ کشت غیر میں تخم ریزی لازم نہ آئے جس کے نتیجہ میں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کس کا بچہ ہے اور اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔

باب (۴۶) جَوَازِ الْغِيلَةِ وَهِيَ وَطْءُ الْمُرْضِعِ وَكَرَاهَةِ الْعَزْلِ

دودھ پلانے والی کے ساتھ جماع کا جواز اور عزل کی کراہت

۳۳۶۰ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ حَتّٰى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ وَأَمَّا خَلَفٌ فَقَالَ عَنْ جُذَامَةَ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ مُسْلِمٌ وَالصَّحِيحُ مَا قَالَهُ يَحْيٰى بِالدَّالِ غَيْرِ مَنْقُوطَةٍ۔

حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے چاہا کہ دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ جماع سے منع کر دوں، پھر مجھے خیال آیا کہ روم اور فارس دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا۔ امام مسلم نے کہا کہ خلف کی روایت میں یہ لفظ جذامہ (ذال کے ساتھ) ہے اور صحیح جدامہ (دال کے ساتھ) ہے۔

۳۳۶۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ

حضرت جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان کرتی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بن أبي عمر قالا نا المقرئ قال نا سعيد بن أبي أيوب قال حدثني أبو الأسود عن عروة عن عائشة عن جدامة بنت وهب أخت عكاشة رضي الله تعالى عنها قالت حضرت رسول الله صلى الله عليه وسلم في أناس وهو يقول لقد هممت أن أنهى عن الغيلة فنظرت في الروم وفارس فإذا هم يغيلون أولادهم فلا يضر أولادهم ذلك شيئا ثم سألوه عن العزل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك الوأد الخفي زاد عبيد الله في حديثه عن المقرئ وهي وإذا الموءودة سئلت.

٣٤٦٢ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا يحيى بن إسحاق قال نا يحيى بن أيوب عن محمد بن عبد الرحمن بن نوفل القرشي عن عروة عن عائشة عن جدامة بنت وهب الأسدية رضي الله تعالى عنها أنها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر بمثل حديث سعيد بن أبي أيوب في العزل والغيلة غير أنه قال الغيال.

٣٤٦٣ - حدثني محمد بن عبد الله بن نمير وزهير بن حرب واللفظ لابن نمير قالا نا عبد الله بن يزيد قال نا حيوة قال حدثني عياش بن عباس أن أبا النضر حدثه عن عامر بن سعد أن أسامة بن زيد أخبر والده سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه أن رجلا جاء إلى رسول الله

ہیں کہ میں کچھ آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ فرما رہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع سے منع کروں پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا یہ مخفی زندہ درگور کرنا ہے۔

حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ اس شخص نے کہا کہ گود کے بچے کے ضرر سے ایسا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ فعل مضر ہوتا تو اس سے روم اور فارس والوں کو ضرر ہوتا۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْزِلُ عَنِ امْرَأَتِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ أُشْفِقُ عَلَى وَلَدِهَا أَوْ عَلَى أَوْلَادِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَالرُّومَ وَقَالَ زُهَيْرٌ فِي رِوَايَتِهِ إِنْ كَانَ لِذٰلِكَ فَلَا مَا ضَارَ ذٰلِكَ فَارِسَ وَلَا الرُّومَ

ف: باب ۹۵۴ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے اس باب کی احادیث پر مکمل بحث گزر چکی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الرضاع

دودھ کے رشتوں کے احکام

۳۴۶۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے میں نے ایک آواز سنی کوئی شخص حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آنا چاہتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص آپ کے حجرے میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی (دودھ شریک) چچا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو میرا رضاعی چچا تھا تو کیا وہ بھی میرے پاس آسکتا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۶۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ الْبَرِيدِيُّ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَۃِ۔

۳۴۶۶ - وَحَدَّثَنِیْہِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِیْثِ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے۔

۳۴۶۷ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّ اَفْلَحَ اَخَا اَبِی الْقُعَیْسِ جَاءَ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْھَا وَھُوَ عَمُّھَا مِنَ الرَّضَاعَۃِ بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَ الْحِجَابُ قَالَتْ فَاَبَیْتُ اَنْ اٰذَنَ لَہٗ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرْتُہٗ بِالَّذِیْ صَنَعْتُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰذَنَ لَہٗ عَلَیَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا ابو القعیس کے بھائی افلح آئے اور مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اور یہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، میں نے انھیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا انھیں آنے کی اجازت دے دینا۔

۳۴۶۸ - وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَتَانِیْ عَمِّیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ اَفْلَحُ بْنُ اَبِیْ قُعَیْسٍ فَذَکَرَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ مَالِکٍ وَزَادَ قُلْتُ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِی الْمَرْاَۃُ وَلَمْ یُرْضِعْنِی الرَّجُلُ قَالَ تَرِبَتْ یَدَاکِ اَوْ یَمِیْنُکِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا افلح بن ابی قعیس مجھ سے ملنے آئے باقی حسب سابق ہے، اس روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا، آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں!

۳۴۶۹ - وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّہٗ جَاءَ اَفْلَحُ اَخُوْ اَبِی الْقُعَیْسِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد ابو قعیس کے بھائی افلح آئے اور مجھ سے ملنے کی اجازت طلب کی، ابو قعیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک افلح

عَنْهُ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ أَبَا عَائِشَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا آذَنُ لِأَفْلَحَ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَتُهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَنِي يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَكَرِهْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى أَسْتَأْذِنَكَ قَالَ فَقَالَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنِي لَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَبِذٰلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ۔

کو اجازت نہیں دوں گی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں، کیونکہ مجھے ابوالقعیس نے نہیں اس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوقعیس کے بھائی افلح مجھ سے ملنے آئے تھے، میں نے انھیں اجازت دینے کو ناپسند کیا تاوقتیکہ آپ سے پوچھ نہ لوں، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ اسی بناء پر فرماتی تھیں جن رشتوں سے نسب کو حرام قرار دیتے ہو ان رشتوں کو رضاعت سے بھی حرام قرار دو۔

۳۳۷۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ جَاءَ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَفِيهِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ زَوْجَ الْمَرْأَةِ الَّتِي أَرْضَعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔

اسی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوقعیس رضی اللہ عنہ کے بھائی افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئے اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ (آپ نے فرمایا) تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں وہ تمہارے چچا ہیں اور ابوالقعیس رضی اللہ عنہ اس عورت کے خاوند تھے جس نے حضرت عائشہ کو دودھ پلایا تھا۔

۳۳۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا أَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى أَسْتَأْمِرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا آئے وہ مجھ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر انھیں اجازت دینے سے انکار کر دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا میرے رضاعی چچا نے مجھ سے ملنے کی اجازت مانگی اور میں نے

جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اِنَّ عَمِّیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ اسْتَاْذَنَ عَلَیَّ فَاَبَیْتُ اَنْ اٰذَنَ لَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیَلِجْ عَلَیْکِ عَمُّکِ قُلْتُ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِی الْمَرْاَۃُ وَلَمْ یُرْضِعْنِی الرَّجُلُ قَالَ اِنَّہٗ عَمُّکِ فَلْیَلِجْ عَلَیْکِ۔

عَنْ ھِشَامٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ: اَنَّ اَخَا اَبِی قُعَیْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسْتَاْذَنَ عَلَیْھَا فَذَکَرَ نَحْوَہٗ۔

۳۳۷۲ - وَحَدَّثَنَاہُ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنْ ھِشَامٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَہٗ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ اسْتَاْذَنَ عَلَیْھَا اَبُو الْقُعَیْسِ۔

۳۳۷۳ - وَحَدَّثَنِیْ حَسَنُ بْنُ عَلِیِّ الْحُلْوَانِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ عَطَآءٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَآئِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ قَالَتْ اسْتَاْذَنَ عَلَیَّ عَمِّیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ اَبُو الْجَعْدِ فَرَدَدْتُہٗ قَالَ لِیْ ھِشَامٌ اِنَّمَا ھُوَ اَبُو الْقُعَیْسِ فَلَمَّا جَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرْتُہٗ ذٰلِکَ قَالَ فَھَلَّا اَذِنْتِ لَہٗ تَرِبَتْ یَمِیْنُکِ اَوْ یَدُکِ۔

۳۳۷۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ عِرَاکٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ عَمَّھَا مِنَ الرَّضَاعَۃِ یُسَمّٰی اَفْلَحَ اسْتَاْذَنَ عَلَیْھَا فَحَجَبَتْہُ فَاَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَھَا لَا تَحْتَجِبِیْ مِنْہُ فَاِنَّہٗ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَا یَحْرُمُ

انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا چچا تمہارے پاس آسکتا ہے، میں نے کہا مجھے عورت نے دودھ پلایا تھا مرد نے دودھ نہیں پلایا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارا چچا ہے اور تمہارے پاس آسکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو قعیس رضی اللہ عنہ کے بھائی اجازت طلب کرتے تھے۔

اسی سند سے روایت ہے کہ حضرت ابو قعیس رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ سے ملنے کی اجازت طلب کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا ابو الجعد نے مجھ سے آنے کی اجازت طلب کی میں نے ان کو واپس کر دیا، ہشام نے کہا کہ یہ ابو القعیس تھے (حضرت عائشہ کہتی ہیں) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں! تم نے ان کو کیوں نہیں آنے دیا!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ افلح نامی ان کے رضاعی چچا نے ان سے ملنے کی اجازت طلب کی میں نے ان سے پردہ کر لیا، (پھر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: ان سے پردہ مت کرو کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔

مِنَ النَّسَبِ

۳۳۷۵- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ بْنُ قُعَيْسٍ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَأَرْسَلَ إِنِّي عَمُّكِ أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِيَدْخُلْ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت افلح بن قعیس نے مجھ سے (گھر) آنے کی اجازت طلب کی، میں نے انھیں آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، انھوں نے پیغام بھیجا میں تمہارا رضاعی چچا ہوں میرے بھائی کی بیوی نے تمہیں دودھ پلایا ہے، میں نے پھر بھی انھیں آنے کی اجازت نہیں دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا آپ نے فرمایا وہ تمہارے پاس آ سکتا ہے کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے۔

۳۳۷۶- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوْا نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ تَنَوَّقُ فِي قُرَيْشٍ وَتَدَعُنَا فَقَالَ وَعِنْدَكُمْ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ بِنْتُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ آپ قریش کی طرف مائل ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں! آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی رشتہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

۳۳۷۷- وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَرِيْرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۳۴۷۸ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدَ عَلَى ابْنَةِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الرَّحِمِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کر لیجئے! فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے اور رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مِهْرَانَ الْقُطَعِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِ هَمَّامٍ سَوَاءً غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ شُعْبَةَ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ وَإِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ وَفِي رِوَايَةِ بِشْرِ بْنِ عُمَرَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ.

ایک اور سند سے یہ روایت اس طرح ہے: آپ نے فرمایا وہ میری بھتیجی ہے اور جو رشتے رضاعت سے حرام ہوتے ہیں وہ نسب سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۸۰ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے عقد کرنے کا خیال نہیں ہے یا یہ عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی صاحبزادی کو نکاح کا پیغام کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔

أَبْنَةِ حَمْزَةَ أَوْ قِيلَ أَلَا تَخْطُبُ بِنْتَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ إِنَّ حَمْزَةَ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

۳۴۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ لَكَ فِي أُخْتِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ أَفْعَلُ مَاذَا قُلْتُ تَنْكِحُهَا قَالَ أَوَ تُحِبِّينَ ذٰلِكِ قُلْتُ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِي فِي الْخَيْرِ أُخْتِي قَالَ فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي قُلْتُ فَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ۔

۳۴۸۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ح قَالَ وَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ نَا زُهَيْرٌ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَوَاءً۔

۳۴۸۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ شِهَابٍ كَتَبَ يَذْكُرُ أَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ زَيْنَبَ

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بہن بنت ابی سفیان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا میں کیا کروں؟ میں نے عرض کیا آپ ان سے نکاح کر لیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا میں آپ چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس خیر میں میری بہن بھی شریک ہو جائے! آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے درہ بنت ام سلمہ کو نکاح کا پیغام دیا ہے آپ نے فرمایا ام سلمہ کی بیٹی؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اگر وہ میری گود پالی نہ ہوتی تب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی، وہ میری بھتیجی ہے، مجھے اور اس کے باپ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم لوگ مجھے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا پیغام نہ دیا کرو۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ میری بہن عزہ سے شادی کر لیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم

بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ انْكِحْ أُخْتِي عَزَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُحِبِّينَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرَكَنِي فِي خَيْرٍ أُخْتِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَحِلُّ لِي قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ ابْنَتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا أَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ۔

۳۳۸۴۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الزُّهْرِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْهُ نَحْوَ حَدِيثِهِ وَلَمْ يُسَمِّ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي حَدِيثِهِ عَزَّةَ غَيْرُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ۔

اس کو پسند کرتی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! لیکن میں آپ کو نہیں چھوڑوں گی البتہ میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ اس خیر میں شریک ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہ کہتی ہیں میں نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابو سلمہ کی بیٹی سے؟ حضرت ام حبیبہ نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا وہ اگر میری گود پالی نہ ہوتی پھر بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی، وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اس کے باپ ابو سلمہ کو اور مجھے ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ مجھ پر اپنی بہنیں اور بیٹیاں نہ پیش کیا کرو۔

اور اسانید سے بھی یہ روایت ہے اور یزید بن ابی حبیب کی سند کے علاوہ اور کسی روایت میں عزہ کا نام نہیں ہے۔

۳۴۸۵ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح قَالَ وَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُوَيْدٌ وَزُهَيْرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِي فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي كَانَتْ لِي امْرَأَةٌ فَتَزَوَّجْتُ عَلَيْهَا أُخْرٰى فَزَعَمَتِ امْرَأَتِي الْأُولٰى أَنَّهَا أَرْضَعَتِ امْرَأَتِي الْحُدْثٰى رَضْعَةً أَوْ رَضْعَتَيْنِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اس وقت آپ میرے حجرے میں تھے، اس نے کہا یا نبی اللہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی میں نے اس کے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لیا، میری پہلی بیوی یہ کہتی ہے کہ اس نے اس دوسری بیوی کو ایک چسکی یا دو چسکیاں دودھ پلایا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۷ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ ح قَالَ وَثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو عامر بن صعصعہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا ایک چسکی سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا

قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هَلْ تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ الْوَاحِدَةُ قَالَ لَا۔

نہیں!

۳۴۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَدَّثَتْ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ أَوِ الرَّضْعَتَانِ أَوِ الْمَصَّةُ أَوِ الْمَصَّتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ عَبْدَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا إِسْحَاقُ فَقَالَ كَرِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ أَوِ الرَّضْعَتَانِ أَوِ الْمَصَّتَانِ وَأَمَّا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فَقَالَ وَالرَّضْعَتَانِ وَالْمَصَّتَانِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۹۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةُ وَالْإِمْلَاجَتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۹۱۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

الاَدَمِیُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتُحَرِّمُ الْمَصَّةُ فَقَالَ لَا۔

شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں!

۳۴۹۲۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِیْمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَّعْلُوْمَاتٍ یُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَّعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ فِیْمَا یُقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن مجید میں یہ نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم آتی ہے پھر وہ منسوخ ہو گیا۔ پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن مجید میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔

۳۴۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِیُّ قَالَ نَا سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ یَحْیٰی وَهُوَ ابْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَةَ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ وَهِیَ تَذْكُرُ الَّذِیْ یُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا نَزَلَ فِی الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَّعْلُوْمَاتٍ ثُمَّ نَزَلَ اَیْضًا خَمْسٌ مَّعْلُوْمَاتٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن مجید میں دس چسکیوں سے حرمت کا حکم نازل ہوا پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم نازل ہوا۔

۳۴۹۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیَی بْنَ سَعِیْدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ عَمْرَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۹۵۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ

أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرٰى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ وَهُوَ حَلِيفُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ فَقَالَتْ وَكَيْفَ أُرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ زَادَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! سالم کے (گھر میں) آنے سے میں ابو حذیفہ کے چہرہ پر ناگواری کے اثرات محسوس کرتی ہوں حالانکہ وہ ان کا حلیف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے دودھ پلا دو، انھوں نے عرض کیا میں اس کو کیسے دودھ پلاؤں وہ جوان مرد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ جوان مرد ہے، عمرو کی روایت میں ہے کہ سالم بدری صحابی تھے اور ابن ابی عمر کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

۳۴۹۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ سَالِمًا مَوْلٰى أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ مَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ فَأَتَتْ تَعْنِي بِنْتَ سُهَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام سالم، حضرت ابو حذیفہ کے مکان میں ان کے ساتھ رہتا تھا، حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا سالم دوسرے مردوں کی طرح جوان ہو گیا ہے اور ان باتوں کو سمجھنے لگا ہے جن کو مرد سمجھتے ہیں، وہ ہمارے گھر آتا جاتا ہے اور میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ حضرت ابو حذیفہ کو یہ ناگوار لگتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو دودھ پلا دو تاکہ تم اس پر حرام ہو جاؤ، پھر ابو حذیفہ کے دل میں جو اس سے ناگواری آتی ہے وہ جاتی رہے گی۔ وہ دوبارہ آئیں اور کہا میں نے اس کو دودھ پلا دیا اور ابو حذیفہ کے دل میں جو ناگواری تھی وہ جاتی رہی۔

أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ وَيَذْهَبِ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ فَرَجَعَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُهُ فَذَهَبَ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ.

۳۴۹۷- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ سَالِمًا مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ مَعَنَا فِي بَيْتِنَا وَقَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَلِمَ مَا يَعْلَمُ الرِّجَالُ قَالَ أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ قَالَ فَمَكَثْتُ سَنَةً أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا لَا أُحَدِّثُ بِهِ رَهْبَةً لَهُ ثُمَّ لَقِيتُ الْقَاسِمَ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا مَا حَدَّثْتُهُ بَعْدُ قَالَ مَا هُوَ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ فَحَدِّثْهُ عَنِّي أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْنِيهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سہلہ بنت سہیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہمارے ساتھ ہمارے مکان میں رہتے ہیں وہ دوسرے مردوں کی طرح بالغ ہو گئے اور مردوں کی باتوں کو سمجھنے لگے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، تم اس پر حرام ہو جاؤ گی۔ حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے ڈر کے مارے ایک سال تک کسی سے یہ روایت بیان نہیں کی، پھر میری قاسم سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا تم نے مجھے ایک حدیث بیان کی تھی وہ مارے خوف کے میں نے آج تک کسی سے بیان نہیں کی۔ میں نے انہیں وہ حدیث سنائی انہوں نے کہا اس حدیث کو بے خوف ہو کر مجھ سے روایت کرو۔

۳۴۹۸- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا إِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكِ الْغُلَامُ الْأَيْفَعُ الَّذِي مَا أُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا

زینب بنت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تمہارے پاس ایک نوجوان لڑکا آتا ہے، میں یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ میرے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اسوہ حسنہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہا کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

أَمَا لَكِ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ قَالَتْ إِنَّ امْرَأَةَ أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ سَالِمًا يَدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ وَفِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْءٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ حَتّٰى يَدْخُلَ عَلَيْكِ۔

کہا یا رسول اللہ! سالم میرے پاس آتا ہے اور وہ مرد ہو چکا ہے۔ اور میں حضرت ابو حذیفہ کے دل میں اس سے ناگواری محسوس کرتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو دودھ پلا دو تا کہ وہ تمہارے پاس آ سکے۔

۳۴۹۹۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ نَافِعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ لِعَائِشَةَ وَاللّٰهِ مَا تَطِيبُ نَفْسِي أَنْ يَرَانِي الْغُلَامُ قَدِ اسْتَغْنٰى عَنِ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ لِمَ قَدْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرٰى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ فَقَالَتْ إِنَّهُ ذُو لِحْيَةٍ فَقَالَ أَرْضِعِيهِ يَذْهَبْ مَا فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا عَرَفْتُهُ فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا خدا کی قسم میں اس کو پسند نہیں کرتی کہ مجھے کوئی ایسا لڑکا دیکھے جو دودھ پینے سے مستغنی ہو چکا ہو حضرت عائشہ نے فرمایا کیوں؟ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا تھا کہ: یا رسول اللہ سالم کے آنے کی وجہ سے میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر ناگواری محسوس کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، سہلہ نے عرض کیا وہ تو ڈاڑھی والا ہے! آپ نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، ابو حذیفہ کے چہرے پر جو ناگواری ہے وہ جاتی رہے گی حضرت سہلہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں نے حضرت ابو حذیفہ کے چہرے پر ناگواری محسوس نہیں کی۔

۳۵۰۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج نے اس قسم کی رضاعت کے ساتھ کسی کے گھر آنے سے انکار کیا اور سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ اَنَّ اُمَّهٗ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَقُوْلُ اَبٰى سَائِرُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ اَحَدًا بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ وَاللّٰهِ مَا نَرٰى هٰذَا اِلَّا رُخْصَةً اَرْخَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ خَاصَّةً فَمَا هُوَ بِدَاخِلٍ عَلَيْنَا اَحَدٌ بِهٰذِهِ الرَّضَاعَةِ وَلَا رَائِيْنَا۔

کی قسم یہ ایک خاص خصوصیت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم کو عطا فرمائی تھی اور یہ صرف سالم کی خصوصیت تھی۔ اس رضاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ہمارے سامنے نہیں لائے نہ ہم اس کو جائز خیال کرتے ہیں۔

۳۵۰۱۔ وَحَدَّثَنِيْ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ رَجُلٌ قَاعِدٌ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ فَقَالَ انْظُرْنَ اِخْوَتَكُنَّ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے در آں حالیکہ میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، آپ کو یہ ناگوار گزرا اور میں نے آپ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار دیکھے حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا رضاعی بھائی ہے! آپ نے فرمایا اپنے رضاعی بھائیوں کو دیکھ لیا کرو کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہے جو بھوک کے ایام (یعنی ایام رضاعت) میں ہو۔

۳۵۰۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اَشْعَثَ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ بِإِسْنَادِ أَبِي الْأَحْوَصِ كَمَعْنَى حَدِيثِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَالُوا مِنَ الْمَجَاعَةِ۔

رضاعت کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ لغت میں رِضاع اور رَضاع دونوں طرح ہے اور اس کا معنی ہے "عورت کا پستان چوسنا" اور اصطلاح فقہ میں اس کا معنی ہے "عورت کے پستان سے مدت رضاعت میں بچہ کے پیٹ میں دودھ پہنچنا خواہ بچہ منہ کے ذریعہ دودھ چوسے یا بچہ کی ناک کے ذریعہ دودھ پہنچایا جائے۔" لہٰذا مدت رضاعت میں بچہ خود دودھ چوسے یا اس کے حلق میں دودھ ٹپکایا جائے یا ناک کے راستہ اس کے پیٹ میں دودھ پہنچایا جائے ان سب طریقوں سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اس کے علاوہ کسی اور سوراخ سے دودھ ڈالا گیا تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔[1]

مدت رضاعت میں مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: مدت رضاعت دو سال ہے، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا یہی نظریہ ہے، اور مجتہدین میں سے امام شعبی، امام ابن شبرمہ، امام اوزاعی، امام شافعی، امام اسحاق، امام ابو یوسف، امام محمد، امام ابو ثور کا یہی نظریہ ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے دو سال کے اوپر ایک یا دو ماہ کا اضافہ ہو جائے، پھر بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت تیس ماہ یعنی ڈھائی سال ہے۔[2]

مدت رضاعت میں نظریہ احناف کی وضاحت

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ مدت رضاعت میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ مدت تیس ماہ ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ (بقرہ: ۲۳۳) "مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہے" اور تکمیل کے بعد اضافہ نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وفصالہ فی عامین (لقمٰن: ۱۴) "اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے" اور دودھ چھوٹنے کے بعد دودھ نہیں پلایا جاتا، اور ظاہر یہ ہے کہ دو سال کے اندر بچے کو دودھ کفایت کرتا ہے اور دو سال کے بعد اس کو دودھ کفایت نہیں کرتا اور دو سال کے بعد بچہ رضاعت کے حق میں بڑوں کی مثل ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا (احقاف: ۱۵) "اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے" اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے دونوں میں سے ہر ایک مدت تیس ماہ ہے لیکن چونکہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ حمل کی مدت دو سال سے زیادہ نہیں ہوتی اس لیے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ پر ہی محمول کرنی چاہیے۔

1۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

2۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

نیز اللہ تعالیٰ نے (حولین کاملین کے بعد) فرمایا: فان ارادا فصالا عن تراض منهما وتشاور (البقرہ: ۲۳۳) پھر اگر (میاں بیوی) دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں ہے۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد باہمی مشورے سے دودھ چھڑایا جاتا ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دو سال کے بعد بھی دودھ پلانا جائز ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم (البقرہ: ۲۳۳) "اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔" اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس آیت سے مراد دو سال کے بعد دودھ پلوانا ہے اور اس لیے بھی کہ دودھ جس طرح دو سال سے پہلے غذا بنتا ہے دو سال کے بعد بھی بنتا ہے اور دودھ دو سال کے بعد فوراً ہی نہیں چھڑایا جا سکتا بلکہ تدریجاً چھڑایا جاتا ہے، حتیٰ کہ بچہ دودھ بھول جائے اور کھانا کھانے پر آمادہ ہو جائے۔ اس لیے دو سال پر کچھ مدت کا اضافہ کرنا ضروری ہے اور جب اضافہ کرنا ضروری ہوا تو ہم نے ادنیٰ مدت حمل کا اضافہ کیا جو چھ ماہ ہے اور دودھ پلانے کی انتہا کو حمل کی ابتدا پر قیاس کیا، امام زفر یہ کہتے ہیں کہ جب اضافہ کرنا ہی ہے تو پورے سال کا اضافہ کیا جائے اس لیے وہ مدت رضاعت تین سال قرار دیتے ہیں۔[1]

رضاعت کے احکام

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے تمام اصول اور فروع حرام ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ نسباً اصول و فروع ہوں یا رضاعاً حتیٰ کہ اگر دودھ پلانے والی کے ہاں اس کے موجودہ شوہر سے یا کسی اور شوہر سے اولاد ہو خواہ دودھ پلانے سے پہلے ہو یا دودھ پلانے کے بعد ہو یا وہ کسی اور بچہ کو دودھ پلائے یا دودھ پلانے والی کے شوہر کی کسی اور بیوی سے اولاد ہو خواہ اس کو دودھ پلانے سے پہلے ہو یا بعد تو یہ سب دودھ پینے والے کے بھائی اور بہن ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہیں دودھ پلانے والی کے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور دودھ پلانے والی کا بھائی اس کا ماموں ہے اور بہن اس کی خالہ ہے، اسی طرح دادا اور دادی اور نانا اور نانی کے رشتے ہیں۔ رضاعت کی وجہ سے سسرالی رشتوں کی حرمت بھی ہوتی ہے حتیٰ کہ دودھ پلانے والی کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہے اور دودھ پینے والے کی بیوی اس کے رضاعی باپ پر حرام ہے باقی سسرالی رشتوں کی تفصیل بھی اسی قیاس پر ہے، ماسوا دو مسئلوں کے جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔[2]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ دودھ پینے والا، دودھ پلانے والی کا محرم ہے اس کے ساتھ اس کا نکاح دائمی طور پر حرام ہے، اس کو دیکھنا اس کے لیے حلال ہے اور اس کے ساتھ خلوت جائز ہے اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے، لیکن نسب کے تمام احکام رضاعت میں جاری نہیں ہوتے، ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی اور نہ ان میں سے کسی کا دوسرے پر نفقہ واجب ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کی اولاد بھی ایک دوسرے پر حرام ہے۔[3]

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رضاعت کے حقوق

دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ سے بچہ کے جسم کی گوشت کو سیراب کرتی ہے اس کے جسم کی تعمیر اور تشکیل میں اس کے دودھ کا بڑا دخل ہے اس لیے اسلام نے دودھ پلانے والی عورت کو حقیقی اور نسبی ماں کا درجہ دیا ہے۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ بنت عبد اللہ یوم حنین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور چادر بچھائی جس پر حضرت حلیمہ بیٹھ گئیں ۔[1] اور حافظ عبد الرزاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ غزوہ حنین سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن (شیما) سعدیہ آپ سے ملنے آئی آپ نے ان کو دیکھ کر مرحبا کہا اور ان کے لیے چادر بچھائی تاکہ وہ اس پر بیٹھ جائیں۔ انھوں نے ادباً اس سے احتراز کیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر وہ بیٹھ گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حتیٰ کہ آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس کے حالات دیکھ کر اس پر رحمت کی وجہ سے، اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ رضاعت کا حق ادا کرنے کے لیے وہ سونا دیدے تو رضاعت کا حق ادا نہیں کر سکتا، پھر فرمایا (اس مال غنیمت میں سے) جو میرا حصہ ہے وہ تمہیں پیش کرتا ہوں اور مسلمانوں کا مال میں نہیں لوں گا الا یہ کہ وہ خوشی سے دیدیں، پھر مسلمانوں میں سے ہر شخص نے خوشی سے اپنا حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا۔[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رضاعی بہن کا نام شیما تھا اور اپنی ماں حلیمہ سعدیہ کے ساتھ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں شیما کا تذکرہ اور چادر بچھانے کا واقعہ لکھا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ ابن مندہ نے شیما کا صحابیات میں تذکرہ کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکی تعظیم و تکریم کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کے بعد وہ آپ کے پاس آتی تھیں اور مدینہ بھی آتی رہیں آپ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے، فتح خیبر کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ بھی ان کی تکریم کرتی تھیں ۔[3]

رضاعی رشتوں میں احتیاط

حدیث نمبر ۳۴۶۷ میں ہے کہ حضرت عائشہ سے ان کے رضاعی چچا حضرت افلح ملنے کے لیے آئے تو حضرت عائشہ نے ملنے کی اجازت نہیں دی تاوقتیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہیں لیا، اس پر یہ سوال ہے کہ جب حضرت حفصہ کے رضاعی چچا کے واقعہ سے حضرت عائشہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رضاعی چچا محرم ہے اور وہ آ سکتا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۴۶۲ میں مذکور ہے تو پھر حضرت عائشہ نے حضرت افلح کو آنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟ اس کا جواب یہ ہے ان دونوں کے چچا ہونے کی حیثیت مختلف تھی۔ حضرت حفصہ کے واقعہ میں وہ چچا حضرت عمر کے رضاعی بھائی تھے اور حضرت عائشہ کے واقعہ میں افلح حضرت عائشہ کے والد کے حقیقی بھائی نہ تھے کیونکہ حضرت ابو القعیس کی بیوی نے حضرت عائشہ کو دودھ پلایا تھا حضرت عائشہ نے اس کو اس لیے قیاس نہیں کیا کہ

---

[1] حافظ ابو عمرو ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۴۹۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[3] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جا سکتا ہے اور اس لیے بھی کہ مسئلہ حجاب میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

رضاعت میں مرد کی تاثیر کے بارے میں حضرت عائشہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۳۴۶۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت حفصہ کے رضاعی چچا ان سے ملنے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا اور حدیث نمبر ۳۴۶۶ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کو ان سے ملنے کی اجازت دی اسی بناء پر جمہور صحابہ اور تابعین کا موقف یہ ہے کہ رضاعت کے حکم میں مرد کی بھی تاثیر ہے اور دودھ پلانے والی کا شوہر اور اس کا باپ اور بھائی بھی دودھ پینے والے کے محرم ہیں، لیکن اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مؤطا امام مالک میں قاسم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ کی بہنوں نے اور بھتیجیوں نے جن کو دودھ پلایا تھا وہ تو حضرت عائشہ کے پاس آتے تھے اور ان کے بھائیوں کی بیویوں نے جن کو دودھ پلایا تھا وہ حضرت عائشہ کے پاس نہیں آتے تھے۔[1] اس بناء پر یہ خیال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ مسئلہ رضاعت میں مرد کی تاثیر کی قائل نہیں تھیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ مؤطا امام مالک میں ہے: قالت عائشة يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة۔[2] ''حضرت عائشہ نے فرمایا جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں وہ تمام رشتے رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا وہی نظریہ ہے جو اس مسئلہ میں جمہور کا نظریہ ہے اور بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے نسباً محرم ہیں اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصریح کے مطابق رضاعاً بھی محرم ہوں گے، اور مؤطا امام مالک کی جس روایت کی وجہ سے اشکال پیدا ہوا ہے اس کا بہترین جواب حافظ ابن عبد البر مالکی نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت عائشہ کو اختیار تھا کہ وہ اپنے محارم میں سے جن کو چاہتیں ملنے کی اجازت دیتیں اور جن کو چاہتیں اجازت نہ دیتیں، اور علامہ باجی نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس روایت میں راوی کو وہم ہوا ہے۔[3] نیز مؤطا کی یہ روایت حضرت عائشہ کی اپنی تصریح کے خلاف ہے جس کو ہم نے مؤطا ہی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ روایت بخاری میں بھی ہے اس لیے حضرت عائشہ کے نظریہ کو سمجھنے کے لیے ان کی اپنی تصریح پر اعتماد کرنا چاہیے جو زیادہ مستند کتابوں میں ہے۔

ثبوت رضاعت کے لیے چسکیوں کی مقدار میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۴۸۵ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور حدیث نمبر ۳۴۸۶ سے لے کر ۳۴۹۱ تک یہی روایت حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے ہے، اس لیے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۵۳۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] ,, ,, ,, ,, المؤطا ص ۵۳۵

[3] قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت

علامہ نووی لکھتے ہیں کتنی چسکیوں سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ پانچ چسکیوں سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ ایک قطرہ چوسنے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ داؤد ظاہری کا یہ نظریہ ہے کہ تین قطروں سے کم میں رضاعت نہیں ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ (حدیث نمبر ۳۴۹۲ میں) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن مجید میں یہ نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم ہوتی ہے پھر وہ منسوخ ہو گیا، پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن مجید میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا"۔ امام مالک (اور اسی طرح امام ابو حنیفہ کا) استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: وامھاتکم اللاتی ارضعنکم (تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے) اور اس میں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً دودھ پلانے سے عورت رضاعی ماں بن جاتی ہے۔ جمہور کا استدلال قرآن مجید کے اطلاق اور عموم سے ہے۔ عورت خواہ ایک چسکی پلائے یا زیادہ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ سعیدی غفرلہ) اصحاب شافعی نے مالکیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت اگر اس طرح ہوتی: اللاتی ارضعنکم اصفا تکم۔ "جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے وہ تمہاری مائیں ہیں" تب تمہاری دلیل ہوتی اب یہ اعتراض کچھ قوت نہیں رکھتا کیونکہ جمہور کا استدلال ارضعنکم کے عموم اور اطلاق سے ہے۔ سعیدی غفرلہ) اصحاب مالک نے شافعیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محققین اصولیین بلکہ خود تمہارے اصول کے مطابق بھی حضرت عائشہ کی اس روایت سے استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید خبر واحد سے نہیں ثابت ہوتا اور جب اس کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوا تو خبر واحد ہونا بھی ثابت نہیں ہوا کیونکہ جب خبر واحد میں کوئی طعن ہو تو وہ موجب للعمل نہیں رہتی۔ شافعیہ نے مالکیہ پر ان احادیث سے اعتراض کیا ہے جن میں ایک چسکی اور دو چسکیوں سے حرمت نہ ہونے کا ذکر ہے، مالکیہ نے ان احادیث کے متعدد جوابات دیے ہیں جو سب باطل ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں، یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ یہ بلا دلیل دعویٰ ہے۔ (نہیں بلکہ اس دعویٰ کی دلیل مصنف عبد الرزاق کی احادیث ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے۔ سعیدی غفرلہ) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ پر موقوف ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ یہ احادیث حضرت ام الفضل سے بھی مروی ہیں (مالکیہ نے غالباً صرف پانچ چسکیوں والی حدیث کو حضرت عائشہ پر موقوف قرار دیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث مضطرب ہیں اور یہ بداہتہً غلط ہے، کیونکہ عدد کی شرط میں احادیث بہت کثرت سے مشہور ہیں[1] (جن لوگوں نے ان احادیث کو مضطرب کہا ہے انہوں نے پانچ چسکیوں، سات چسکیوں والی احادیث کے پیش نظر کہا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام شافعی کا مذہب وضاحت کے ساتھ علامہ نووی نے بیان کر دیا ہے، امام مالک کا مذہب بھی علامہ نووی نے بیان کیا ہے اور علامہ وشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ علامہ مازری مالکی کہتے ہیں کہ مذہب یہ ہے کہ ایک چسکی سے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت پانچ چسکیوں سے ثابت ہوتی ہے اور ایک روایت ہے کہ قلیل یا کثیر مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[2] اور احناف کا یہ نظریہ ہے کہ ایک چسکی دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[3] علامہ نووی کی عبارت کے درمیان ہم نے امام شافعی کے دلائل کے جوابات ذکر کر دیے ہیں، اب ہم امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔

مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت کے ثبوت پر فقہاء احناف کے دلائل

احناف کے نزدیک مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ ایک چسکی پی جائے اور اس پر دلیل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

وامھاتکم اللاتی ارضعنکم۔ اور تمہاری مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔

(النساء: ۲۳)

اس آیت میں بغیر کسی مقدار کی قید کے دودھ پلانے والی عورتوں کو مائیں فرمایا ہے۔ علامہ نووی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ استدلال اس وقت ہوتا جب یہ آیت اس طرح ہوتی: اللاتی ارضعنکم امھاتکم، "جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے وہ تمہاری مائیں ہیں۔" اولاً یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ احناف کا استدلال آیت کے عموم اور اطلاق سے ہے۔ ثانیاً اس آیت کی تاویل یہ ہے: اللاتی ارضعنکم محرمات لاجل انھن ارضعنکم۔ "تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے محرم ہیں کیونکہ انہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واخواتکم من الرضاعۃ۔ اور تمہاری رضاعی بہنیں (محرم) ہیں۔

(النساء: ۲۳)

آیت کے اس جز میں بھی رضاعت کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے اور مطلقاً ایک عورت کا دودھ پینے والیوں کو رضاعی بہنیں فرمایا ہے خواہ ایک قطرہ دودھ پیا ہو اور جن اخبار آحاد میں یہ ہے کہ چسکی سے حرمت رضاعت نہیں ہوتی وہ قرآن مجید کی ان آیات کے مزاحم اور معارض نہیں ہو سکتیں، ان کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان احادیث کا حکم منسوخ ہو گیا ورنہ قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مقابلہ میں ان احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور آثار سے بھی احناف نے استدلال کیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۷۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

عن عقبة بن الحارث قال: تزوجت امرأة، فجاءتنا امرأة سوداء فقالت قد ارضعتكما فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت تزوجت فلانة بنت فلان فجاءتنا امرأة سوداء فقالت لي اني قد ارضعتكما وهي كاذبة فاعرض عنه فاتيته من قبل وجهه قلت انها كاذبة قال كيف بها وقد زعمت انها قد ارضعتكما دعها عنك [1]

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، ہمارے پاس ایک حبشی عورت آئی اور کہنے لگی میں نے تم کو دودھ پلایا ہے، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا میں نے فلاں عورت سے شادی کی، پھر ہمارے پاس ایک حبشی عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، میں نے پھر آپ کے سامنے آکر کہا حضور وہ جھوٹی ہے، آپ نے فرمایا تم اس کو جھوٹا کیسے کہتے ہو حالانکہ وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اس عورت کو چھوڑ دو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر پانچ چسکیوں کی قید ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کہ اس عورت سے معلوم کرو کہ اس نے کتنی چسکیاں پلائی ہیں؟ اگر پانچ چسکیوں سے کم پلائی ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ مطلقاً رضاعت کا سن کر فرمایا "اس عورت کو چھوڑ دو" اس سے ثابت ہوا کہ رضاعت کے ثبوت کے لیے پانچ چسکیوں کی قید نہیں ہے، بلکہ مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

امام نسائی نے روایت کیا ہے:

عن قتادة قال: كتبنا الى ابراهيم النخعي نسأله عن الرضاع فكتب ان شريحا حدثنا ان عليا وابن مسعود كانا يقولان: يحرم من الرضاع قليله وكثيره، [2]

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم نخعی سے لکھ کر دریافت کیا کہ کس قدر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ انھوں نے لکھا کہ شریح نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ قلیل اور کثیر دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے [3]

امام محمد روایت کرتے ہیں:

أخبرنا مالك اخبرنا ابراهيم بن عقبة انه سأل سعيد بن المسيب عن الرضاعة فقال ما كان في الحولين وان كانت مصة واحدة فهي تحرم

ابراہیم بن عقبہ کہتے ہیں کہ انھوں نے سعید بن مسیب سے رضاعت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا: دو سال کے اندر بچہ خواہ ایک چسکی بھی پیئے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۲۸۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، طبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

وما کان بعد الحولین فانما ھو طعام یأکلہ [1]

جائے گی اور دو سال کے بعد طعام ہے۔

عن النخعی ان علیاً و ابن مسعود قالا یحرم من الرضاع قلیلہ و کثیرہ رواہ الطبرانی واسنادہ منقطع۔ [2]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: رضاعت خواہ قلیل ہو یا کثیر اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دینار قال جاء رجل الی ابن عمر قال ان ابن الزبیر یزعم انہ لا یحرم من الرضاعۃ المصۃ و المصتان فقال ابن عمر قضاء اللہ و رسولہ خیر من قضاء ابن الزبیر قلیل الرضاع و کثیرہ سواء رواہ الطبرانی و فیہ ابراھیم بن یزید الخوزی وھو متروک [3]

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر یہ کہتے ہیں کہ ایک چسکی یا دو چسکیوں سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ابن الزبیر کے فیصلہ سے بہتر ہے، حرمت رضاعت میں قلیل اور کثیر برابر ہے۔

اس حدیث کو حافظ عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے [4]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عطاء قال: قال ابن عمر لما بلغہ عن ابن الزبیر انہ یاثر عن عائشۃ فی الرضاع انہا قالت لا یحرم منہا دون سبع رضعات قال اللہ خیر من عائشۃ قال اللہ تعالی و اخواتکم من الرضاعۃ ولم یقل: رضعۃ ولا رضعتین۔ [5]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کو جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابن الزبیر مسئلہ رضاعت میں حضرت عائشہ کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ کہتی ہیں کہ سات چسکیوں سے کم میں رضاعت نہیں ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عائشہ سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک چسکی یا دو چسکیوں کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا: واخواتکم من الرضاعۃ:

حافظ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن شعبۃ قال: الحکم و حماد قالا: المصۃ تحرم۔ [6]

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ حکم اور حماد کہتے تھے کہ ایک چسکی سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، الموطا ص ۲۷۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

[3] ″ ″ ″ ″ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۱

[4] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۴۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۲ھ

[5] ″ ″ ″ ″ المصنف ج ۷ ص ۴۶۸۔ ۴۶۷

[6] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳/۴ ص ۲۸۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ

عن طاؤس قال سئلت ابن عباس فقال المرة الواحدة تحرم[1]

طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

یہ حدیث امام عبدالرزاق نے بھی روایت کی ہے[2]

اخبرنی طاؤس عن ابیہ قال کان لازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضعات معلومات قال ثم ترک ذلک بعد فکان قلیلہ وکثیرہ یحرم[3]

طاؤس کہتے ہیں کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج چند چسکیوں کی بناء پر حرمت رضاعت کی قائل تھیں، پھر اس پر عمل کو چھوڑ دیا گیا اور قلیل اور کثیر چسکیوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

عن طاؤس قال: قلت انہم یزعمون انہ لایحرم من الرضاع دون سبع رضعات ثم صار ذلک الی خمس، فقال طاؤس قد کان ذلک، فحدث بعد ذلک امر، جاء التحریم المرة الواحدة تحرم[4]

طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا لوگ پہلے کہتے تھے کہ سات چسکیوں سے حرمت ہوتی ہے پھر پانچ چسکیوں سے کہنے لگے پھر نیا حکم نازل ہوا اب ایک چسکی پینے سے بھی حرمت رضاعت ہو جاتی ہے۔

ان احادیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ پانچ چسکیوں کی قید ابتداء میں تھی اور بعد میں منسوخ ہو گئی۔ علامہ نووی کے پیش نظر مصنف عبدالرزاق نہیں تھی ورنہ وہ نسخ کا رد نہ کرتے کیونکہ پہلے مصنف کے چند قلمی نسخے تھے، اب الحمد للہ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ دونوں طبع ہو چکی ہیں اور مسائل کی تحقیق آسان ہو گئی ہے، اس وقت الحمد للہ راقم الحروف کو بکثرت ایسی کتب حدیث دستیاب ہیں جن کا اب سے دس بیس سال پہلے تصور بھی نہیں تھا۔

قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی تحریکات اور تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ حرمت رضاعت میں پانچ چسکیوں کی قید معتبر نہیں ہے اور مطلقاً دودھ پینے سے خواہ وہ ایک چسکی ہو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور اس سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فکر کی گہرائی اور گیرائی ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے حرمت رضاعت میں اس چیز کو معیار بنایا ہے جو قرآن اور حدیث کے عموم اور اطلاق اور صحابہ اور تابعین کے ارشادات کا عین اتباع ہے۔

آیت رضاع سے قرآن مجید پر اعتراض کا جواب

حدیث نمبر ۳۴۹۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک "خمس معلومات" پانچ چسکیوں "سے حرمت" کا حکم قرآن مجید میں پڑھا جاتا رہا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب یہ الفاظ قرآن کریم میں شامل تھے تو کیسے نکال دیے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن مجید کا جز نہیں ہیں، ان کو قرآن مجید میں لکھا گیا نہ ان کی تلاوت کی گئی، اس پر تمام امت

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۳ ص ۲۸۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[2] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۷، ص ۴۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[3] 〃 〃 ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۷، 〃 〃

[4] 〃 〃 ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۷، 〃 〃

کا اجماع ہے کہ یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں اور یہ حدیث خبر واحد ہے اور قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ جن لوگوں تک خمس معلومات کے منسوخ ہونے کا حکم نہیں پہنچا تھا وہ اس کی تلاوت کرتے رہے اور جب اس کا منسوخ ہونا مشہور و معروف ہو گیا تو اس کی تلاوت ترک کر دی گئی۔

بالغ کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۴۹۵ میں حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ حضرت سالم کو دودھ پلا دیں تاکہ وہ ان کا رضاعی بیٹا ہو جائے حالانکہ سالم اس وقت جوان ہو چکے تھے اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک اجنبی مرد کے لیے کیسے جائز ہوگا کہ وہ ایک اجنبی عورت کے پستان سے اپنا منہ لگائے، علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ شاید حضرت سہلہ نے کسی برتن میں دودھ ڈال کر دیا ہو اور سالم نے اس برتن سے وہ دودھ پیا ہو، علامہ ابن ہمام کے جواب کی تائید حسب ذیل روایات سے ہوتی ہے۔ امام ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ کسی ڈراپر قسم کی ڈبیہ یا برتن میں دودھ کی ایک چسکی ڈالی جاتی اور پانچ دن تک روزانہ اس میں سے حضرت سالم کو ایک قطرہ پلایا جاتا [۱] حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام واقدی کے حوالہ سے اس روایت کو بیان کیا ہے [۲]

جمہور صحابہ، تابعین اور مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث سے حکم عام مستنبط نہیں کیا جا سکتا کہ ہر بالغ مرد کو عورت اپنا دودھ پلا کر بیٹا بنا لے یہ صرف حضرت سہلہ بنت سہیل کے لیے رخصت تھی اور حضرت سالم کی خصوصیت تھی (البتہ حضرت عائشہ نے اپنے اجتہاد سے اس کو حکم عام سمجھا اور باقی ازواج مطہرات میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کی موافقت نہیں کی کیونکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما الرضاعة من المجاعة [۳] "رضاعت بھوک سے ہوتی ہے" یعنی جب دودھ پینے سے بھوک مٹ سکے اور یہ دو یا ڈھائی سال کی عمر تک ہوتا ہے اس کے بعد بھوک کھانے سے مٹتی ہے، نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یحرم من الرضاعة الا ما فتق الامعاء فی الثدی وکان قبل الفطام۔ [۴]
"رضاعت سے حرمت اس وقت تک ثابت ہوتی ہے جب پستان کا دودھ بچہ کی انتڑیوں میں سختی سے پہنچے (یعنی اس کی غذا بنے) اور یہ اس کے کھانا کھانے کی عمر سے پہلے ہے۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے سنن ابوداؤد، مسند ابوداؤد طیالسی اور سنن دارقطنی میں اسی مضمون کی روایات ہیں اور تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بالغ کو اگر کوئی عورت دودھ پلا دے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی، البتہ غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم، ابن حزم اور ابن تیمیہ نے اجماع کی مخالفت کی ہے۔

---

[۱] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ
[۲] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۴ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ،
[۳] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[۴] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

ورضاع الکبیر محرم، ولو انہ شیخ کما یحرم رضاع الصغیر و لا فرق۔ [1]

بالغ کو دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ وہ بوڑھا ہو جیسا کہ بچہ کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ سہلہ بنت سہیل کے دودھ پلانے کا واقعہ ذکر کر کے لکھتے ہیں:

مع ان عائشۃ روت عنہ قال الرضاعۃ من المجاعۃ لکنہا رأت الفرق بین ان یقصد رضاعۃ او تغذیۃ فمتی کان المقصود الثانی لم یحرم الا ما کان قبل الفطام وھذا ھو رضاع عامۃ الناس واما الاول فیجوز ان احتیج الی جعلہ ذا محرم و قد یجوز للحاجۃ ما لا یجوز لغیرھا و ھذا قول متوجہ۔ [2]

حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ رضاعت اس وقت معتبر ہو گی جب بھوک مٹا سکے لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ تھی کہ جب دودھ پلانے سے مقصود غذا ہو اور دو سال کے اندر دودھ پلایا جائے تو حرمت ثابت ہو گی اور اگر دو سال کے بعد دودھ پلایا جائے تو حرمت رضاعت نہیں ہو گی اور اگر دودھ پلانے سے مقصود غذا نہ ہو بلکہ کسی ضرورت کی وجہ سے رشتہ رضاعت ثابت کرنا ہو تو دو سال کے بعد بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی کیونکہ ضرورت کی وجہ سے ایسی ایسی چیزیں جائز ہو جاتی ہیں جو بلا ضرورت جائز نہیں ہوتیں۔ اور یہ قول لائق توجہ ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری کا بھی یہی موقف ہے کہ بالغ دودھ پینے سے محرم ہو جاتا ہے [3] قاضی شوکانی نے اس مسئلہ پر بحث کر کے اسی کو ترجیح دی ہے۔ [4]

خلاصہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کا یہی نظریہ ہے کہ دودھ پینے سے بالغ کی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا نظریہ اس کے برخلاف ہے۔

بَابُ جَوَازِ وَطْءِ الْمَسْبِيَّةِ بَعْدَ الْاِسْتِبْرَاءِ وَاِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ اِنْفَسَخَ نِكَاحُهُ بِالسَّبْيِ

استبراء کے بعد باندی سے مجامعت کا جواز

---

[1] شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

[2] شیخ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۴ ص ۶۰ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۳۱۶، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر، ۱۳۹۸ھ

۳۵۰۳ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ وَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ فَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذٰلِكَ ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ أَيْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن ایک لوج اوطاس روانہ کی، ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا انھوں نے اس سے جنگ کی اور اس پر غالب آئے اور ان کی کچھ عورتیں قید کر کے لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے ان کے ساتھ مجامعت سے اس لیے احتراز کیا کہ وہ شادی شدہ تھیں اور ان کے شوہر مشرک تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) "شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں، ماسوا باندیوں کے" یعنی عدت پوری ہونے کے بعد وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔

ف: مکہ سے تین میل دور ایک وادی کا نام اوطاس ہے۔

ف: باندیوں کی عدت ایک حیض (ماہواری) کا گزرنا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے اس کو استبراء کہتے ہیں۔

۳۵۰۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا نَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ أَنَّ أَبَا عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيَّ حَدَّثَ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ يَوْمَ حُنَيْنٍ سَرِيَّةً بِمَعْنَى حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْهُنَّ فَحَلَالٌ لَكُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن ایک لشکر بھیجا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں عدت پوری ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۵۰۵ ۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۰۶ ۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَصَابُوا سَبْيًا يَوْمَ أَوْطَاسٍ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ فَتَخَوَّفُوا فَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ اوطاس میں مسلمانوں نے کچھ عورتوں کو گرفتار کر لیا، وہ شادی شدہ تھیں، صحابہ کرام ان کے ساتھ مجامعت کرنے سے ڈرے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، (ترجمہ:) شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں ماسوا باندیوں کے۔

۳۵۰۷ ۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

شادی شدہ باندیوں کے فسخ نکاح کی تفصیل اور مذاہب فقہاء

امت کا اس پر اجماع ہے کہ حربی عورت کو جب تنہا قید کر لیا جائے تو اس کا اپنے شوہر سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے (بشرطیکہ اس کے ساتھ اس کا خاوند نہ ہو) اور بطور مال غنیمت کے جس شخص کے حصہ میں وہ لونڈی آئی ہو وہ استبراء کے بعد اس سے مجامعت کر سکتا ہے تاہم جمہور کے نزدیک وطی کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ باندی اہل کتاب سے ہو یا گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو گئی ہو اور اگر وہ لونڈی بت پرست یا مجوسیہ ہو تو ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس سے مباشرت جائز نہیں ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ فسخ نکاح کے سبب میں اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک صرف گرفتار ہونا نکاح کے فسخ کا سبب ہے خواہ تنہا گرفتار ہوئی ہو یا اپنے شوہر کے ساتھ گرفتار ہوئی ہو، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف تنہا گرفتار ہونا فسخ کا موجب ہے اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ گرفتار ہوئی ہے تو اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا، امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے، جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے[1] یعنی باب مذکور کی پہلی حدیث (حدیث نمبر ۳۵۰۳)۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ایک شبہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت الا ما ملکت ایمانکم (نساء ، ۲۴) میں عموم ہے جو امام شافعی کے نظریہ کے موافق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس آیت میں عموم مراد ہو تو لازم آئے گا کہ اگر شادی شدہ لونڈی کو کوئی شخص خرید لے یا اس کو ہبہ کر دی جائے تو اس کا نکاح بھی فسخ ہو جائے کیونکہ اب وہ اس لونڈی کا مالک ہو گیا ہے، حالانکہ اس صورت میں امام شافعی بھی فسخ نکاح کے قائل نہیں ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں عموم مراد نہیں ہے کہ جس شادی شدہ لونڈی کا کوئی شخص مالک ہو جائے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے بلکہ وہ خاص صورت مراد ہے جس کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے۔ یعنی کوئی تنہا حربی عورت جہاد میں گرفتار کر لی جائے تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اس جواب پر یہ اعتراض ہو گا کہ احناف کے نزدیک قرآن مجید کے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا نیز احناف کے نزدیک قرآن مجید کے عموم کو خبر واحد کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہاں اس آیت میں الا ما ملکت ایمانکم کے عموم کو احناف نے صحیح مسلم کی اس خبر واحد کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور یہ خصوصیت مورد کا اعتبار کرنا ہے نہ کہ عموم الفاظ کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا عموم لا تنکحوا المشرکات ("مشرک عورتوں سے وطی نہ کرو") سے پہلے ہی خاص ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ بت پرست اور مجوسی شادی شدہ عورتیں گرفتار ہوں تو ان سے وطی جائز نہیں تا وقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں صرف اہل کتاب باندیوں سے وطی جائز ہے یا بت پرست بعد میں مسلمان ہو جائیں تب ان سے وطی جائز ہو گی اور اس باب کی احادیث بھی اس صورت پر محمول ہیں کہ وہ عورتیں مسلمان ہو گئی تھیں اس کے بعد صحابہ نے ان سے جماع کیا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے اور ایسے عام کی خبر واحد سے تخصیص جائز ہے اور اس میں خصوصیت مورد کا اعتبار بھی جائز ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ دار الاسلام میں جب کوئی شخص کسی لونڈی کو خرید لے تو کیا خریدنے سے اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا؟ اور خریدار اس باندی سے وطی کر سکتا ہے؟ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک دار الاسلام میں شادی شدہ باندی کو خریدنے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جمہور کا استدلال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور ان کے خریدنے سے حضرت بریرہ کا حضرت مغیث سے نکاح سابق فسخ نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو مغیث کے نکاح میں رہیں اور چاہیں تو اس نکاح کو فسخ کر دیں، حضرت بریرہ نے فسخ کو اختیار کیا تھا، اگر لونڈی کو بیچنے سے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ کو فسخ کا اختیار نہ دیتے[1]

لونڈیوں سے وطی کے جواز کے مسئلہ میں عام طور پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اسلام نے بغیر نکاح کے لونڈیوں سے وطی کی اجازت کیسے دی؟ اس کی مفصل بحث انشاء اللہ ہم کتاب العتق میں بیان کریں گے۔

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر علی ہامش فتح البیان ج ۲ ص ۴۹ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ

بَابُ ٢٦٣ الْوَلَدِ لِلْفِرَاشِ وَتَوَقِّي الشُّبُهَاتِ

٣٥٠٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ انَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ اَخِي عُتْبَةَ ابْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ ابْنُهُ اُنْظُرْ اِلٰى شَبَهِهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هٰذَا اَخِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَبَهِهِ فَرَاٰى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ قَالَتْ فَلَمْ يَرَ سَوْدَةَ قَطُّ وَلَمْ يَذْكُرْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَوْلَهُ يَا عَبْدُ۔

٣٥٠٩ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَاَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ انَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ انَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ اَنَّ مَعْمَرًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِمَا الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

٣٥١٠ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ

بچہ صاحب فراش کا ہے اور شبہات سے بچنا چاہیئے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کا ایک بچہ میں جھگڑا ہوا۔ حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا لڑکا ہے میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ میرا لڑکا ہے، آپ اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت ملاحظہ فرمائیں، اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے میرے والد کے بستر پر ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص سے بہت زیادہ مشابہ تھا، آپ نے فرمایا اے عبد! یہ لڑکا تمہارا (بھائی) ہے، بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں، اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس لڑکے سے پردہ کیا کرو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضرت سودہ کو اس لڑکے نے پھر کبھی نہیں دیکھا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور یہ جملہ نہیں ہے کہ زانی کے لیے پتھر ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بچہ

بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

۳۵۱۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ وَّعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ اَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَمَّا ابْنُ مَنْصُوْرٍ فَقَالَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَاَمَّا عَبْدُ الْاَعْلٰى فَقَالَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ اَوْ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنْ سَعِيْدٍ اَوْ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ كِلَاهُمَا اَوْ اَحَدُهُمَا عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ مَرَّةً عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ وَّاَبِي سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ سَعِيْدٍ اَوْ اَبِي سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

زمانہ جاہلیت میں باندیوں کی اولاد کے نسب کے ثبوت کا طریقہ

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی لونڈیاں زنا کراتی تھیں، اس دوران ان کے مالک بھی ان سے وطی کرتے تھے۔ جب لونڈیوں کے پاس بچہ ہوتا تو کبھی مالک اس بچہ کا دعویٰ کرتا اور کبھی زانی اس بچہ کا دعویٰ کرتا، اگر مالک اس حال میں مر جاتا کہ اس نے بچہ کا دعویٰ کیا تھا نہ اس کے نسب کا انکار کیا تھا، لیکن اس کے ورثاء اس بچے کا دعویٰ کرتے تو اس بچے کو مالک کے نسب سے لاحق کر دیا جاتا مگر اس کو وارث نہیں قرار دیتے تھے الا یہ کہ وراثت کی تقسیم سے پہلے اس کو نسب کے ساتھ لاحق کر دیا جائے اور اگر مالک مرنے سے پہلے اس کا انکار کر دیتا تو بچے کو اس کے نسب کے ساتھ لاحق نہیں کیا جاتا تھا۔

اسلام میں ثبوت نسب کا طریقہ

زمعہ بن قیس، ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے ان کی لونڈی بھی زمانہ جاہلیت کی لونڈیوں کی طرح تھی، زمعہ بھی اس سے وطی کرتے تھے، وہ حاملہ ہو گئی جس کے بارے میں یہ گمان کیا گیا کہ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا حمل ہے، عتبہ حالت کفر میں مر گیا تھا، اس نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی حضرت سعد سے وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی سے جو بچہ پیدا ہو

اس کو میرے نسب کے ساتھ لاحق کر دینا۔ فتح مکہ کے بعد جب حضرت سعد نے اس بچہ کو اپنے بھائی کے نسب کے ساتھ لاحق کرنا چاہا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے اختلاف کیا، حضرت سعد زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے مرنے سے پہلے اس کی وصیت کی ہے، اور عبد بن زمعہ کہتے تھے کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور ان کا استدلال اسلام کے اس اصول پر مبنی تھا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے اصول کے مطابق عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور رسم جاہلیت کو مٹا دیا۔[1]

عبد بن زمعہ کے بھائی کے نسب کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور اس لڑکے کو عبد بن زمعہ کے پاس رہنے دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو، لیکن کیا آپ نے حقیقۃً اس کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا تھا؟ اس میں تحقیق یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا نسب حقیقۃً عتبہ سے لاحق تھا، اسی وجہ سے آپ نے حضرت سودہ کو حکم دیا کہ اس سے پردہ کرنا، ورنہ اگر آپ اس کو حقیقۃً زمعہ کا بیٹا قرار دیتے تو وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی بھائی ہوتا، ہر چند کہ امام بخاری نے مغازی میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں: هو لك هو اخوك يا عبد بن زمعة[2] "اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے، تمہارا بھائی ہے۔" لیکن اس کے برخلاف سند صحیح کے ساتھ مسند احمد[3] اور سنن نسائی[4] میں یہ الفاظ ہیں: ليس لك باخ۔ "آپ نے حضرت سودہ سے فرمایا" یہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔" درحقیقت وہ لڑکا عتبہ بن ابی وقاص کے نطفہ زنا سے پیدا ہوا تھا لیکن چونکہ زمعہ بن قیس کے بستر پر پیدا ہوا تھا اس لیے اصول اسلام کے مطابق اس کو عبد بن زمعہ کے حوالے کر دیا لیکن وہ حقیقۃً زمعہ کا بیٹا نہیں تھا اور اس کا حکماً بیٹا تھا اسی وجہ سے بخاری کی روایت میں اس کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا اور نسائی اور احمد کی روایت میں حضرت سودہ کے بھائی ہونے کی نفی کی اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کو عبد بن زمعہ کا بھائی بھی قرار دیا اور حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا بھی حکم دیا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو تفسیر المشبہات میں ذکر کیا ہے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ چونکہ اس لڑکے کا معاملہ حضرت سودہ کے محرم ہونے یا نہ ہونے کے درمیان متردد تھا اس لیے آپ نے سد ذرائع کی خاطر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ حضرت سودہ کے لیے نامحرم کو دیکھنے کی سبیل نہ نکل سکے لیکن یہ وجہ صحیح نہیں ہے آپ کو قطعاً علم تھا کہ وہ حضرت سودہ کا بھائی نہیں ہے اور نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے علامہ ابن حجر نے بھی سد ذرائع کی توجیہ کو مستبعد قرار دیا ہے۔[5]

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر دلیل

امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک نطفہ زنا سے بھی مصاہرت کے احکام ثابت ہوتے ہیں، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۴ ص ۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] امام عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اس حدیث سے جمہور کے قول پر استدلال ہو سکتا ہے کیونکہ اگر نطفہ زنا کا اعتبار نہ ہوتا تو آپ حضرت سودہ کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم نہ دیتے۔ علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب وہ نطفہ زنا سے پیدا ہوا تو وہ حضرت سودہ کے حق میں اجنبی قرار پایا۔ اس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق کہ زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کی ماں زانی پر حرام ہو جاتی ہے لیکن علامہ نووی نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس استدلال کا نقطہ یہ ہے کہ اس حدیث میں نطفہ زنا کا احکام شرعیہ میں اعتبار کیا گیا ہے۔

علامہ نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ زنا سے جو لڑکی پیدا ہو تو امام شافعی کے نزدیک زانی اپنی اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے[1]۔ العیاذ باللہ! پھر انسانوں اور جانوروں میں کیا فرق رہے گا۔!

ثبوت نسب میں امکان وطی کی شرط میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ آزاد عورت عقد نکاح سے فراش (بستر) بن جاتی ہے بشرطیکہ وطی اور حمل کا امکان ہو، پس جب عقد نکاح ہو جائے اور وطی اور حمل ممکن ہو تو بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور غیر کے دعوی سے اس کے نسب کی نفی نہیں ہو سکتی الا یہ کہ لعان ہو جائے، اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ عقد کے فوراً بعد شوہر بیوی کو حاکم اور گواہوں کے سامنے طلاق دے، اور اس کے چھ ماہ بعد اس کے ہاں بچہ ہو جائے امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ وہ عورت اس شخص کا فراش نہیں ہے کیونکہ یہاں وطی کا امکان نہیں تھا کیونکہ وطی سے پہلے طلاق ہو گئی تھی، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ عورت اس شخص کا فراش ہے اور اس بچہ کا اس شخص سے نسب ثابت ہوگا[2]۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ثبوت نسب اور عورت کے فراش ہونے کے لیے امکان وطی کی شرط ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف امکان حمل کی شرط ہے امکان وطی کی شرط نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الولد للفراش کے بعد فرمایا للعاھر الحجر "بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں" اس سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے زمعہ کے پانی سے پیدا نہیں ہوا اس کے باوجود آپ نے اس بچے کو زمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ ثبوت نسب صاحب نسب کے پانی اور اس کی وطی پر موقوف نہیں ہے بلکہ فراش پر موقوف ہے، جس کا فراش ہوگا اس کا نسب ہوگا خواہ اس نے وطی کی ہو یا نہ کی ہو، یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے فراش کے لیے امکان وطی کی شرط نہیں رکھی، علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اس بات کو ثابت کرنا کہ فلاں شخص فلاں کے پانی سے پیدا ہوا ہے مشکل اور مخفی چیز ہے اسی طرح وطی بھی مخفی چیز ہے لیکن شرعاً قدرت کو وطی کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ وطی کا سبب ظاہر ہے[3]

ثبوت نسب کی اس بحث میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test tube Baby) کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۷ ص ۱۵۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

شرعی احکام بیان کریں فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی تحقیق

عورت کے بیضہ دان سے جو نالی رحم (Uterus) کی طرف جارہی ہے... (Fallopian tube) ماہواری کے چودہویں دن اس میں سے انڈا نکلتا ہے، اس وقت عمل تزویج کرنے سے مرد کا تولیدی جرثومہ (Sperms) بیضہ دان کی اس نالی میں پہنچ کر نسوانی انڈے (Ovum) میں داخل ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس انڈے میں خلیے (Cells) بننے کا عمل شروع ہوتا ہے اور وہ کاشت شدہ انڈا (Fertilized egg) اس نالی سے رحم کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے نو دن کے بعد اس انڈے میں سولہ خلیے بن جاتے ہیں اور خلیات کا وہ مجموعہ رحم میں پہنچ جاتا ہے اور اس کے بعد بچہ بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اگر کسی خرابی کی وجہ سے یہ کاشت شدہ انڈا خلیات میں منتقل ہو کر رحم میں نہ آسکے تو اس مرحلہ کے حصول کے لیے ٹیسٹ ٹیوب (Test tube) کی ضرورت پیش آتی ہے، یہ خرابی مرد کی بھی ہو سکتی ہے اور عورت کی بھی۔ مرد کے جرثومہ اور نسوانی انڈے کو ایک ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور اس ٹیسٹ ٹیوب میں جدید میڈیکل سائنس نے ایسی صلاحیت پیدا کر دی ہے کہ اس ٹیوب میں نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) کی طرح عمل ہوتا ہے مرد کا جرثومہ نسوانی انڈے میں داخل ہو جاتا ہے اور اس میں خلیات بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور جب اس میں سولہ خلیات بن جاتے ہیں تو ان کو عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے اور اگر عورت کے رحم میں کوئی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو تو کسی اور عورت کے رحم میں (جو اس کی پیشکش کرے) اس انڈے کو رکھ دیا جاتا ہے۔ اب ہم مرد اور عورت کی الگ الگ خرابیاں بیان کریں گے جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی (TEST TUBE BABY) کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے

مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے کاشت شدہ انڈا خلیات میں منتقل ہو کر رحم میں نہ پہنچ سکے حسب ذیل ہیں:

(ا) مرد میں تولیدی جرثومے ہوں لیکن وہ کسی خرابی کی وجہ سے عمل تزویج پر قادر نہ ہو، اس صورت میں مرد کے تولیدی جرثومے اور عورت کے انڈے حاصل کر کے ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور جب اس میں مطلوبہ خلیات بن جاتے ہیں تو ان کو رحم میں منتقل کر دیتے ہیں۔

(ب) مرد عمل تزویج پر قادر ہو لیکن اس کے جرثوموں میں تولیدی صلاحیت نہ ہو، یا سرے سے جرثومے نہ ہوں، اس صورت میں کسی اور مرد کے جرثومے اور عورت کے انڈے لے کر ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور اس کے بعد رحم میں منتقل کر دیتے ہیں۔

(ج) مرد میں تولیدی جرثومے بھی ہوں اور وہ عمل تزویج پر قادر بھی ہو لیکن کسی خرابی کے باعث وہ جرثومے نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) تک نہ پہنچ سکتے ہوں اس صورت میں مرد کے جرثومے اور عورت کے انڈے کو ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

عورت کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے

عورت کی جن خرابیوں کی بنا پر حصول ولادت کے لیے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے حسب ذیل ہیں:

(ا) عورت میں سرے سے وہ عضو (OVARY) نہ ہو جس سے انڈے خارج ہوتے ہیں، اس صورت میں تولید کے لیے کسی اور عورت کی ضرورت ہوگی اور مرد کے جرثومے اور دوسری عورت کے انڈوں کا ٹیوب میں ملاپ کرا کر اس مادے کو عورت کے رحم میں رکھ دیا جائے گا۔

(ب) اس عضو (OVARY) میں کوئی پیدائشی خرابی ہو جس کی وجہ سے انڈے خارج نہ ہوں۔

(ج) اس عضو (OVARY) میں رسولی ہو۔

(د) نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) سکڑ جائے جس کی وجہ سے کاشت شدہ انڈے رحم کی طرف سفر نہ کر سکیں، تو پھر مرد کے جرثوموں اور عورت کے انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

(ہ) اس نالی میں انفیکشن (Infection) یا کوئی اور خرابی ہو تب بھی عورت کے انڈوں اور مرد کے جرثوموں کو ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

(و) رحم کی ساخت میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے مرد کا جرثومہ نسوانی نالی میں نہ پہنچ سکے، ایسی صورت میں بھی ٹیوب کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(ز) عورت کے رحم میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو ایسی صورت میں خلیات میں منتقل انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب سے نکال کر کسی اور عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جبکہ اس عورت نے اس مقصد کے لیے پیش کش کر دی ہو۔

قارئین کی معلومات کے لیے ہم یہ خبر نقل کر رہے ہیں۔

جوہنسبرگ (اے ایف پی) دنیا کی پہلی نانی نے یہاں ایک ہسپتال میں متبادل ماں کی حیثیت سے دو صحت مند نواسوں اور ایک نواسی کو جنم دیا ہے، ولادت آپریشن کے ذریعہ ہوئی۔ اپنے نواسوں اور نواسی کی ولادت کے لیے ۴۸ سالہ خاتون پیٹ انتھونی کو ان کے دوستوں کے بقول ۳۸ ہفتے کے دوران نہایت مشکلات سے گزرنا پڑا، خاص طور پر آخری مہینوں میں انھیں بے حد تکلیف کا سامنا رہا۔ انھیں اپنے نواسوں اور نواسی کی سنسنی خیز ولادت کے لیے تین ہفتے تک یہاں ایک نجی کلینک میں رہنا پڑا۔ مسز انتھونی کی بیٹی بانجھ ہو چکی تھی اسے بچے کی خواہش تھی، اس کا یہ حل نکالا گیا کہ بیٹی اور داماد کے ملاپ سے ایک ٹیوب میں نطفہ تیار کیا گیا جسے بعد ازاں مسز انتھونی کے جسم میں رکھ دیا گیا، مقررہ مدت کے بعد تین جڑواں بچے پیدا ہوئے۔[1]

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولید کا شرعی حکم

حسب ذیل صورتوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ عمل تولید شرعاً جائز ہے۔

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی، ہفتہ ۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء

(ا) شوہر میں تولیدی جرثومے ہوں لیکن وہ کسی بیماری کی وجہ سے عمل تزویج پر قادر نہ ہو ایسی صورت میں شوہر کے تولیدی جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کے ٹیوب میں ملاپ کے بعد ملاقات کے لیے اس کی بیوی کے رحم میں ان انڈوں کو رکھنا جائز ہے۔

(ب) شوہر میں تولیدی جرثومے بھی ہوں اور وہ عمل تزویج پر بھی قادر ہو لیکن کسی خرابی کے باعث وہ تولیدی جرثومے نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) تک نہ پہنچ سکیں اس صورت میں بھی شوہر کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کے کر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل کرنا اور بعد ازاں بیوی کے رحم میں منتقل کرنا جائز ہے۔

(ج) نسوانی نالی سکڑ جائے یا اس میں انفیکشن ہو یا کوئی اور خرابی ہو جس کی وجہ سے کاشت شدہ انڈے رحم کی طرف سفر نہ کر سکیں ایسی صورت میں مرد کے جرثوں اور بیوی کے انڈوں کا ٹیسٹ ٹیوب میں ملاپ کرانا اور خلیات میں تشکل کرانے کے بعد بیوی کے رحم میں رکھنا جائز ہے۔

(د) بیوی کے رحم کی ساخت میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے مرد کے جرثومے نسوانی نالی میں نہ پہنچ سکیں پھر بھی دونوں کے مادوں کا ٹیوب میں ملاپ کرانا جائز ہے۔

فقہاء اسلام نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ بغیر مجامعت کے مرد کے پانی کو عورت کی اندام نہانی میں پہنچا دیا جائے جس سے عورت حاملہ ہو جائے، یہ عمل اگرچہ نادر ہے لیکن اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ بعینہٖ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جزئیہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے انھوں نے اب سے کئی سو برس پہلے ایسے اصول اور قواعد بیان کر دیے جس سے کئی سو برس بعد پیش آنے والے مسائل حل ہو گئے۔ فجزاهم الله تعالى عنا احسن الجزاء۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وما قيل لا يلزم من ثبوت النسب منه وطئوه لان الحبل قد يكون بادخال الماء الفرج دون جماع فنادر [1]

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ کسی شخص سے ثبوت نسب سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے جماع بھی کیا ہو کیونکہ بغیر جماع کے بھی عورت کی اندام نہانی میں نطفہ پہنچانے سے عورت حاملہ ہو جاتی ہے، تو یہ نادر الوقوع ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم [2] اور علامہ شبلی [3] نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔

عالمگیری میں ہے:

وان كان الزوج مجبوبا ولم تعلم بحاله فجاءت بولد فادعاه واثبت القاضي نسبه ثم علمت بحاله وطلبت

اگر شوہر کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو اور عورت کو اس کا پتا نہ ہو اور اس کو بچہ ہو جائے اور خاوند اس بچے کا دعویٰ کرے اور قاضی اس سے نسب ثابت کر دے پھر عورت

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۷۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۱۴۹، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] علامہ شبلی، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۳۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

الفرقة فيما ذلك لان الولد لزمه بغير جماع كذا في المحيط ۔[1]

کو اس کے حال کا علم ہو اور وہ علیحدگی طلب کرے تو اس کے لیے جائز ہے، کیونکہ بچہ اس سے بغیر جماع کے پیدا ہو گیا۔

جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو وہ جماع نہیں کر سکتا ایسے شوہر کا نطفہ بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے عورت کی اندام نہانی میں پہنچے گا اور بچہ پیدا ہو جائے گا اور اس کا نسب عورت کے شوہر سے ثابت ہو گا اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کر سکتا اس لیے فقہاء نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دے دی۔

بہرحال محیط اور عالمگیری کی عبارت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ اگر شوہر نے بغیر جماع کے اپنا نطفہ عورت کی اندام نہانی میں پہنچا دیا اور بچہ ہو گیا تو اس کا شوہر سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ علامہ شمس الدین سرخسی[2]، علامہ حصکفی[3] اور علامہ ابن عابدین شامی[4] نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ فقہاء اسلام کی یہ عبارات مذکور الصدر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے جواز کی واضح دلیل ہیں۔

حسب ذیل صورتوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے ولادت شرعاً جائز نہیں ہے۔

(ا) شوہر عمل تزویج پر قادر ہو لیکن اس کے جرثوموں میں تولیدی صلاحیت نہ ہو یا سرے سے جرثومے نہ ہوں اس صورت میں کسی اور مرد کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کا ٹیوب میں ملاپ کرایا جائے اور بعد ازاں ان کو بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔

(ب) عورت کے رحم میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو، ایسی صورت میں شوہر کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کا ملاپ ٹیوب میں کرایا جائے اور بعد ازاں کسی اور عورت کے رحم میں اس مادے کو منتقل کر دیا جائے جو اس بچہ کو جنم دے۔

(ج) عورت کا وہ عضو (ovary) نہ ہو، (د) عضو (ovary) میں پیدائشی خرابی ہو جس کی وجہ سے انڈے خارج نہ ہوں، (ه) اس عضو (ovary) میں رسولی ہو۔

موخر الذکر تینوں صورتوں میں کسی دوسری عورت کے انڈے حاصل کر کے ان کا مرد کے جرثوموں کے ساتھ ٹیوب میں ملاپ کرایا جاتا ہے۔

یہ تینوں صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ مرد اپنے جرثوموں کا اس عورت کے انڈوں سے ملاپ کرا رہا ہے جو اس کی منکوحہ نہیں ہے اور اس کو ایک اجنبی عورت کے انڈوں میں تصرف کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، نہ وہ عورت اس بات کی مالک ہے کہ اپنے انڈے ایک اجنبی مرد کو پیش کر دے۔

اور پہلی دونوں صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ مرد اپنے نطفہ کی کاشت کے لیے اس عورت کے رحم کو استعمال کر رہا ہے جو اس کی منکوحہ نہیں ہے اور اس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۵۲۵، مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۵ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی الرد ج ۲ ص ۸۱۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۱۷ " " "

عن رويفع بن ثابت الانصاری قال قام فینا اما انی لا اقول لكم الا ما سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یوم حنین قال لا یحل لامری یؤمن بالله والیوم الآخر ان یسقی ماءه زرع غیره[1]

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تمہیں وہ حدیث بیان کر رہا ہوں جو میں نے یوم حنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی آپ نے فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی غیر کی کھیتی میں ڈالے۔

اس حدیث کے مطابق غیر کی کھیتی میں پانی ڈالنا حرام ہے، لہٰذا جب بیوی کے رحم میں شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے جرثومے رکھے جائیں گے تو وہ از روئے حدیث حرام ہوگا، اور جب بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں شوہر اور بیوی کا مادہ رکھا جائے گا تب بھی وہ عورت غیر کی کھیتی ہے اس لیے اس کے رحم میں شوہر کا مادہ رکھنا ناجائز ہوگا، مغربی ممالک میں جہاں ان دو طریقوں سے بچے پیدا کیے جاتے ہیں وہ بھی اس بچہ کو ناجائز بچہ کہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ ولادت کی چار صورتیں جائز ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور دو صورتیں ناجائز ہیں جن میں شوہر اور بیوی کے علاوہ غیر کے نطفہ یا رحم کا دخل ہے۔

مصنوعی عمل تولید کا شرعی حکم

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے تجربات ابھی یورپ، امریکہ، افریقہ اور بعید ایشائی ممالک وغیرہ میں ہو رہے ہیں، ۲۰ جولائی ۱۹۸۹ء کو پاکستان میں بھی اس کا پہلا کامیاب تجربہ ہو گیا[2]۔ نیز یہاں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ انجکشن کے ذریعہ مرد کے جرثومے عورت کے رحم میں پہنچا دیے جاتے ہیں، اگر شوہر کا نطفہ بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے تو یہ شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ ہم فتح القدیر، البحر الرائق اور حاشیۃ الشلبی کے حوالوں سے ذکر چکے ہیں اور اگر کسی اجنبی مرد کا جرثومہ بیوی کے رحم میں داخل کیا جائے تو وہ سنن ابو داؤد کی مذکور الصدر حدیث کی رو سے ناجائز ہے یورپ میں بھی ایسے بچے کو ناجائز کہا جاتا ہے۔

کسی شخص کی بیوی کے رحم میں کسی اجنبی مرد کا نطفہ پہنچایا جائے خواہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے گزارنے کے بعد یا براہ راست انجکشن کے ذریعہ ایسا کیا جائے، اس صورت میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ ناجائز ہوگا اس کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا نہ نطفہ فراہم کرنے والے مرد سے ثابت ہوگا، بچہ ان میں سے کسی کا وارث نہیں ہوگا نہ اس کا ان میں سے کوئی وارث ہوگا، نہ عورت نہ اس کا شوہر اور نہ نطفہ فراہم کرنے والا۔

فتاویٰ اسلامیہ مصر یہ اور پاکستان کے مشہور اور معروف، قدیم و جدید فتاویٰ میں سے کسی نے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی۔ ۱۹۸۰ء کے اخیر میں اسلامی نظریاتی کونسل کے علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی تھی، اس کونسل کے ایک رکن میرے پاس مشورے کے لیے آئے تھے، میں نے انہیں البحر الرائق سے یہ حوالہ بھی نکال کر دیا کہ خارجی ذریعہ سے شوہر کا پانی اس کی بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے تو ہر چند کہ یہ طریقہ نادر الوقوع ہے لیکن اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

---

[2] ۲۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو دنیا میں پہلی بار ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام لوئی براؤن رکھا گیا۔ دنیا میں اب تک پانچ ہزار سے زیادہ بچے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ پیدا ہو چکے ہیں۔

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مکتبہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

کیا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل فطرت اللہ اور خلق اللہ کے خلاف ہے؟

بعض علماء ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کا اللہ تعالیٰ نے جو فطری طریقہ پیدا کیا ہے جس میں مرد اور عورت کے اختلاط کے بعد نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے اور پہلے علقہ بنتا ہے اور پھر مضغہ بنتا ہے اور پھر اس میں جان ڈال دی جاتی ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل اس فطری طریقے کے خلاف ہے اور اس سے فطرت اللہ اور خلق اللہ اور سنت اللہ کی تبدیلی لازم آتی ہے۔ اس لیے "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا یہ عمل مطلقاً ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس عمل سے قرآن مجید کی حسب ذیل آیات کی مخالفت لازم آتی ہے۔

(۱) فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ۔

(روم: ۳۰)

(اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (سرشت) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت میں کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

(۲) ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

(احزاب: ۶۲)

اور آپ اللہ کے دستور کے لیے ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

(۳) ولاضلنہم ولامنینہم ولامرنہم فلیبتکن اٰذان الانعام ولامرنہم فلیغیرن خلق اللہ ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا۔

(نساء: ۱۱۹)

(شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا) اور مجھے قسم ہے میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا، اور ضرور ان کے دلوں میں جھوٹی آرزوئیں پیدا کروں گا اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ یقیناً مویشیوں کے کان چیر دیں گے، اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا کہ تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا تو اس نے کھلا ہوا نقصان اٹھایا۔

اس تیسری آیت میں جانوروں کے کان کاٹنے کو بھی خلق اللہ میں تغییر قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطانی عمل اور اخروی نقصان کا موجب قرار دیا ہے، پس نطفہ کا استقرار اور اس کی پرورش کا رحم میں ہونا تو سنت اللہ اور فطرت اللہ اور خلق اللہ کے مطابق ہے اور رحم کے بجائے ٹیوب میں اس کا استقرار اور پرورش، سنت اللہ، فطرت اللہ اور خلق اللہ کو تبدیل کرتا ہے اور قرآن مجید کے مطابق یہ شیطان کے حکم پر عمل کرنا اور اللہ کو چھوڑنا ہے لہٰذا اس کے ناجائز ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے!

الجواب: پہلی آیت میں فطرت اللہ سے مراد انسانی پیدائش کا عادی اور فطری عمل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دین اسلام ہے یہ پوری آیت اس طرح ہے۔

فاقم وجہک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔

(روم: ۳۰)

تو آپ سب سے الگ اور صرف اسی کے ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لیے قائم رکھیں، (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (سرشت، یعنی دین اسلام) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت میں کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

اس پوری آیت کو پڑھنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ فطرت اللہ سے مراد دین اسلام ہے ۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ کثیر علماء نے فطرت کی تفسیر میں لکھا ہے اس سے مراد حق کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد ہے ۔ ابن مردویہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حماد بن عمار کہتے ہیں میں نے قتادہ سے پوچھا "فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا" کی کیا تفسیر ہے انہوں نے کہا مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا" اللہ تعالیٰ کا دین ہے ۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت تھی بایں طور کہ اگر وہ صحیح طرح غور وفکر کریں گے تو دین اسلام کو قبول کرلیں گے ۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں ۔ الحدیث[1]

پوری آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہوگیا کہ اس آیت میں فطرت اللہ سے مراد دین اسلام ہے اور اس کا تعلق انسان کی پیدائش کے فطری اور عادی عمل سے نہیں ہے لہٰذا اس آیت سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ عمل تولید کے بطلان پر استدلال ساقط ہوگیا ۔

دوسری آیت میں سنت اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ کسی قوم کی طرف نبی کو بھیجے اور اس پر حجت تمام کرنے کے بعد بھی اگر وہ قوم اللہ پر ایمان نہ لائے اور زمین پر فساد کرے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں ان فسادیوں کو قتل کرا دیتا ہے اور جلا وطن کرا دیتا ہے ۔ چنانچہ پوری آیت اس طرح ہے:

والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینك بهم ثم لا یجاورونك فیها الا قلیلا ○ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ○ سنة الله فی الذین خلوا من قبل ج ولن تجد لسنة الله تبدیلا ○

(احزاب: ۶۲ – ۶۰)

(اے نبی!) ہم آپ کو ضرور ان لوگوں پر مسلط کریں گے جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے اور جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں پھر اس کے بعد (ان میں سے) بہت کم آپ کے پاس ٹھہر سکیں گے ۔ وہ جہاں کہیں بھی جائیں گے ان پر لعنت کی جائے گی ان کو پکڑ لیا جائے گا اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا یہ پچھلی امتوں میں (بھی) اللہ کا دستور تھا ، اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کے لیے ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ۔

اس پوری آیت کو اس کے سیاق کے ساتھ پڑھنے سے بھی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اس آیت کا انسان کی پیدائش کے فطری اور عادی عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ۔ علامہ سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں یہ دستور بنا دیا تھا کہ جو لوگ زمین میں فساد پھیلائیں ان سے جنگ کی جائے اور ان کو جلا وطن کیا جائے ، اور وہ جہاں بھی جائیں ان کو مغلوب کیا جائے ۔[2]

---

[1] علامہ شہاب الدین ابوالفضل محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی جلد ۲۱ ص ۴۰ ۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۔

[2] " " " " " " روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۹۱

مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۔

اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ سنت اللہ کا مطلب بالعموم امور عادیہ نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ دستور ہے جو پچھلی امتوں کے فسادیوں کو قتل کرنے اور جلا وطن کرنے سے متعلق ہے۔

تیسری آیت جس میں مویشیوں کے کان چیرنے اور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کے تبدیل کرنے کو شیطان کی اتباع قرار دیا ہے اس سے بھی مطلق اللہ کی بنائی ہوئی صورت میں تبدیلی کی ممانعت مراد نہیں ہے۔ اس کی وضاحت حسب ذیل تفسیر سے ہوتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:۔

اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب اونٹنی کے پانچ بچے ہو جاتے اور پانچواں بچہ مذکر ہوتا تو وہ اس اونٹنی پر سوار ہونے کو اس پر بوجھ لادنے اور اس سے دیگر اقسام کے نفع اٹھانے کو حرام قرار دیتے ہیں اور بطور علامت اس اونٹنی کا کان چیر دیتے تھے۔ [1]

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ اونٹنی جب پانچ مرتبہ بیاہ لیتی تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفع اٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لیے کر لیتے اور اس کو بحیرہ کہتے تھے، شیطان نے ان کے دل میں یہ ڈال دیا تھا کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔ نیز صدر الافاضل لکھتے ہیں مردوں کا عورتوں کی شکل میں زنانہ لباس پہننا عورتوں کی طرح بات چیت اور حرکات کرنا جسم کو گود کر سرمہ یا سیندور وغیرہ جلد میں پیوست کر کے نقش و نگار بنانا یا بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی جٹیں بنانا بھی اس میں داخل ہے۔ (خزائن العرفان ص ۱۵۶)

دراصل کافروں کا یہ دستور تھا کہ گائے، بکری یا اونٹ کا بچہ بتوں کے ساتھ نامزد کر دیتے، اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے تھے۔ اور صورت بدلنے سے مراد یہ ہے کہ جس تبدیلی سے شریعت میں ممانعت ہے وہ تبدیلی نہ کی جائے یا جس تبدیلی سے کفار کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ وہ تبدیلی نہ کی جائے، مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا جسم گودوانا، بالوں میں بال جڑوانا۔ سر پر کسی کے نام کی چوٹی رکھنا اور ڈاڑھی منڈوانا اس ممانعت میں داخل ہے اور صورت کی ایسی تبدیلی جس میں کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یا کفار کے ساتھ مشابہت نہ ہو وہ تبدیلی جائز ہے مثلاً مردوں کا سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا، مونچھیں کم کرانا۔ ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنا، زیر ناف اور بغل کے بالوں کو منڈوانا، سفید بالوں پر مہندی لگانا۔ ناخن ترشوانا، جانوروں کے بال منڈوانا، کھانے کے لیے جانوروں کو خصی کرنا ان تمام امور میں اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنا ہے اور یہ تمام امور بالاجماع جائز ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس جانور کو کھایا نہ جاتا ہو اس کو خصی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا، اور جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کو کم عمری میں خصی کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے ایک غرض ہے۔ اور وہ اس کے گوشت کا ذائقہ دار ہونا ہے اور جب جانور بڑا ہو جائے تو اس کو خصی کرنا جائز نہیں ہے اور انسانوں کو خصی کرنا جائز نہیں ہے۔ تغییر خلق اللہ کی ممانعت سے ختنہ کرنا ضرورت کے لیے گودوانا۔ ڈاڑھی کو رنگنا اور سنت سے زائد ڈاڑھی کو کاٹنا مستثنیٰ ہے۔ [2]

---

[1] علامہ شہاب الدین ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی جلد ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ” ” ” ” ” روح المعانی جلد ۵ ص ۱۵۰ ” ” ”

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں:

(۱) خلق اللہ کی تغییر سے مراد اللہ کے دین کی تغییر ہے، یہ سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، حسن، ضحاک، مجاہد، سدی، نخعی اور قتادہ کا قول ہے اور اس قول کی وضاحت دو طرح ہو سکتی ہے۔ اول اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے تمام انسانوں کی ارواح کو نکال کر ان کو اس پر گواہ کیا کہ وہ ان کا رب ہے، پھر انسانوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ پس اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول کرنا اس فطرت کو تبدیل کرنا ہے جس پر اللہ نے پیدا کیا ہے، اور اس کی دوسری وضاحت اس طرح ہے کہ حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا تغییر خلق اللہ ہے۔

(ب) تغییر خلق اللہ سے ظاہری صورت میں تبدیلی کرنا مراد ہے، حسن بصری نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ بالوں میں بال جڑوائے جائیں یا جسم کو گودوایا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال پر لعنت کی ہے اور حضرت انس، شہر بن حوشب، عکرمہ اور ابو صالح سے روایت ہے کہ تغییر خلق اللہ سے خصی کرنا، کان کاٹنا اور آنکھ پھوڑنا مراد ہے۔ اسی وجہ سے حضرت انس بکرے کو خصی کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور عربوں کی عادت تھی کہ جب ان کے اونٹ ایک ہزار ہو جاتے تو نر کی آنکھ پھوڑ دیتے تھے اور اس کو کانا کر دیتے تھے۔

(ج) ابن زید نے کہا اس سے تخنث مراد ہے یعنی مرد عورت کی مشابہت کرے اور عورت مرد کی مشابہت کرے۔

(د) زجاج نے علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو پیدا کیا تاکہ ان پر سواری کی جائے اور ان کو کھایا جائے، مشرکین نے اس کو بدل کر بحائر، سوائب اور وصائل کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کو اس لیے پیدا کیا کہ لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں اور انسانوں کے لیے ان کو مسخر کیا اور مشرکین نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی یہ تغییر خلق اللہ ہے۔[۱]

امام رازی نے جو یہ چار تفسیریں ذکر کی ہیں ان چاروں کا حاصل یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کرنے میں کفر یا کسی حرام یا مکروہ تحریمی کام کا ارتکاب ہو تو وہ ممنوع ہے ورنہ نہیں ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں:

المعنی انہ اذا فعل ما امرہ الشیطان بہ وترک ما امرہ الرحمان بہ صار کانہ اتخذ الشیطان ولیا لنفسہ وترک ولایۃ اللہ تعالیٰ[۲]

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب انسان شیطان کے حکم پر عمل کرے اور رحمان کے حکم کو چھوڑ دے تو گویا اس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی ولایت کو چھوڑ دیا

اب یہ دیکھیے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل میں اللہ اور رسول کے کسی حکم کی مخالفت ہے؟ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ اس عمل سے کسی صورت کی تبدیلی لازم نہیں آتی جیسے کہ کان چیرنے یا کاٹنے، یا جانوروں کو خصی کرنے یا جسم کو گودوانے یا بالوں میں دوسرے بال ملا کر جڑوانے سے اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی ہوتی ہے، اب اگر اس عمل کو تغییر خلق اللہ قرار دیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور شیطان کے حکم کے موافق ہے یعنی اس میں کسی قسم کا کفر، کفار کی بدعقیدگی یا کوئی معصیت داخل ہے۔

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[۲] " " " " " " " " " تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۱۷، " " " " " " " " "

اس لیے یہ تغییر خلق اللہ ہے اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل میں ہوتا یہ ہے کہ اگر عورت یا مرد کی کسی خرابی کی وجہ سے کاشت شدہ انڈا خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ آسکے تو مرد کے مادہ تولید اور عورت کے نسوانی انڈوں کو ایک ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور جب اس میں سولہ خلیات بن جاتے ہیں تو اس مادے کو پھر عورت کے رحم میں رکھ دیتے ہیں اور پھر عورت کے رحم میں ہی بچہ بننے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اب اس میں کون سی چیز خلاف شریعت ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ ——— مرد کے مادہ تولید کو حاصل کرنے کا طریقہ یعنی استمناء بالید غیر شرعی طریقہ ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مرد کا بیوی یا باندی کے ہاتھ سے مادہ تولید نکلوانا جائز ہے[1] نیز مرد بیوی کے ساتھ مجامعت کرے اور اس کو پر کنڈوم (ساتھی یا فرینچ لیدر) چڑھالے اور اس کے ذریعے مادہ تولید حاصل کرے اس میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے۔ اسی طرح مرد بیوی کے ساتھ مجامعت کرے اور کسی چیز میں عورت کے انڈے حاصل کرے تو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے۔ اب چند دنوں کے لیے اس مادہ کو ٹیوب میں رکھنا تو یہ بھی شرعاً جائز ہے کیونکہ یہ علاج کی ایک صورت ہے حضرت ابن شریک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تداووا فان الله تعالى لم يضع داء الا وضع له دواء غير داء واحد الهرم۔[2]

علاج کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں بنائی مگر اس کے لیے دوا بنائی ہے سوا ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔"

نیز احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کے لیے جسم سے خون نکلوایا چنانچہ فصد کرانا یعنی جسم سے خون نکلوانا جائز ہے اور جب خون نکلوانا جائز ہے تو علاج کے لیے مادہ منویہ نکلوانا بھی جائز ہوگا۔ علاج کی خاطر انسان کا اپنے منہ سے دانت نکلوانا جائز ہے جو کہ حقیقۃً اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی ہے تو عورت یا مرد کے کسی جسمانی نقص یا مرض کی وجہ سے مادہ تولید یا نسوانی انڈے خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ پہنچ سکیں تو اس کے علاج کے لیے اس مادہ کو جسم سے نکال کر چند دنوں کے لیے ٹیوب میں رکھنا اور پھر رحم میں رکھ دینا کس طرح تغییر خلق اللہ یا ناجائز ہوگا جب کہ علاج کے لیے مثلاً منہ سے دانت نکلوانا جائز ہے اور بغیر کسی عذر کے سر کے بال کٹوا دینا جائز ہے، بھیڑوں کے بال مونڈ دینا جائز ہے جس میں حقیقتاً اور صورۃً اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت بدل جاتی ہے نیز جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ خون نکلوا دینا بھی جائز ہے اور جب یہ تمام امور جائز ہیں اور تغییر خلق اللہ کا مصداق نہیں ہیں تو علاج کی ضرورت کی بناء پر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل بھی کسی طرح ناجائز نہیں ہے ورنہ ان اللہ کی بنائی ہوئی صورت کے بدلنے کا مصداق ہے۔

جمہور فقہاء اسلام کے قواعد کی روشنی میں بھی ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل جائز ہے کیونکہ اس عمل میں تو مرد اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور مباشرت کے بعد حاصل ہونے والے اجزاء کو کچھ عرصہ ٹیوب میں رکھنے کے بعد رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جبکہ جمہور فقہاء اسلام کی تصریحات کے مطابق بغیر وطی اور مباشرت کے بھی اگر مرد کے اجزاء منویہ کو بیوی کے رحم میں رکھ دیا جائے تو یہ عمل جائز ہے اور اس سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اس سے نسب کا ثبوت بھی بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ زین الدین حنفی، علامہ شہاب الدین احمد شبلی حنفی اور فتاویٰ عالمگیری کی تصریحات ہم اس

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار جلد ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

پہلے پیش کر چکے ہیں، اب ہم فقہاء احناف کے مزید حوالوں کے علاوہ دیگر فقہاء اسلام کی تصریحات پیش کر رہے ہیں ان تصریحات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انجکشن کے ذریعہ مادہ تولید کو رحم میں پہنچانا بھی جائز ہے۔

فقہاء اہلسنت کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز:

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

وقد قيل ان المرأة تحمل من غير وطء بان يدخل ماء الرجل في فرجها اما بفعلها او فعل غيرها۔ [1]

ایک قول ہے کہ عورت بغیر وطی اور جماع کے بھی حاملہ ہو جاتی ہے بایں طور کہ مرد کا پانی عورت کی اندام نہانی میں داخل کیا جائے خواہ عورت خود داخل کرے یا کوئی اور۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

وذكر القاضي ان ظاهر كلام احمد ان الولد يلحق به لانه قد يتصور منه الانزال بان يحك موضع ذكره بفرجها فينزل، فعلى هذا القول يلحق به الولد وتنقضي به العدة۔ [2]

قاضی حنبلی نے کہا ہے کہ امام احمد کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجبوب الذکر (جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو) کے بچہ کو اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا، کیونکہ اس کا انزال بھی ہو سکتا ہے بایں طور کہ وہ اپنے آلہ کو عورت کی اندام نہانی کے ساتھ رگڑے اور اس سے انزال ہو جائے اس قول پر بچہ اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور بچہ ہونے سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

ہر چند کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس جزئیہ سے اختلاف کیا ہے لیکن امام احمد کا ظاہر قول یہی ہے، قاضی اور جمہور فقہاء حنبلیہ کا بھی یہی موقف ہے علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

والمسئلة الثانية ان يكون مجبوبا، بان يقطع ذكره وتبقى انثياه. فقال جماهير الاصحاب يلحقه نسبه وهو المذهب وهو ظاهر كلامه في الوجيز وقدمه في الفروع والى قوله ولو كان عنينا لم يلحقه نسبه، والصحيح من المذهب انه يلحقه وهو ظاهر كلام اكثر الاصحاب۔ [3]

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مجبوب الذکر ہو بایں طور کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہو اور اس کے خصیتین باقی ہوں تو جمہور اصحاب کا قول یہ ہے کہ اس کا نسب ثابت ہو جائے گا وجیز میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور فروع میں اسی کو مقدم کیا ہے اور اگر کوئی شخص نامرد ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہو گا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کا بچہ بھی اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور یہی جمہور اصحاب کا موقف ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح الکبیر جلد ۱ ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] " " " " " " " " المغنی جلد ۸ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ الانصاف جلد ۹ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

ان حوالہ جات سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بغیر جماع اور دخول کے بھی شوہر کا پانی بیوی کے رحم میں پہنچ جانے سے نسب ثابت ہو جاتا ہے لہذا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے بطریق اولیٰ نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ اس کے عمل کے جواز کی واضح دلیل ہے۔ اس طرح انجکشن کے ذریعہ رحم میں مادہ تولید پہنچانا بھی جائز ہوگا۔ اور فقہاء احناف میں سے بہت بڑے فقیہ علامہ شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

وحيث قال تجب العدة اراد فی مجبوب له ماء يسحق فينزل فتجب العدة احتياطا وان لم يكن دخل بها اذا جاءت بولد الى سنتين يثبت النسب منه لان ثبوت النسب باعتبار الانزال بالسحق۔ [1]

اگر قاضی نے مجبوب الذکر اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی تو اس کی بیوی پر عدت واجب ہوگی اور یہ اس وقت ہے جب آلہ کو رگڑنے سے اس کو انزال ہوتا ہو تو خواہ جماع اور دخول نہ ہو پھر بھی احتیاطاً عدت واجب ہوگی اور اگر تفریق کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوگا تو اس کا نسب مجبوب الذکر سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ نسب کا ثبوت اس وجہ سے ہے کہ آلہ کو (بیوی کی فرج پر) رگڑنے سے شوہر کا پانی نکل آیا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

لان المجبوب ينزل بالسحق ويثبت نسب ولده على ما هو المختار۔ [2]

رگڑنے سے مجبوب الذکر کو انزال ہو جاتا ہے اور مختار مذہب پر اس کے بچہ کا اسی سے نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

اور محرر مذہب شافعی علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں:

واما مجبوب الذكر باقى الانثيين فيلحقه الولد فتعتد امراته عن الوفاة بوضع الحمل، ولا يلزمها عدة الطلاق لعدم الدخول۔ [3]

جس شخص کا آلہ کٹا ہوا ہو اور خصیتین سلامت ہوں، اس کے بچہ کو اس کے ساتھ لاحق کیا جائے گا اور وضع حمل کے بعد اس کی بیوی کی عدت وفات گزارے گی اور طلاق کی تقدیر پر اس کی بیوی کو عدت طلاق لازم نہیں ہوگی۔ کیونکہ دخول اور جماع نہیں ہوا۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بغیر دخول اور جماع کے شوہر کا پانی بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے اور بچہ ہو جائے تو بچہ کا اس شخص سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

فقہاء مالکیہ میں سے علامہ دسوقی مالکی علامہ قرافی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان انزل الخصى او المجبوب اعتدت زوجتهما بسبب خلوتهما كما انهما

اگر خصی یا مجبوب الذکر کو انزال ہوتا ہو تو ان کی بیویاں عدت وفات گزاریں گی اور اگر ان کی بیویوں کو حمل ہو جائے اور ان کے شوہر

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط جلد ۵ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۰۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین جلد ۸ ص ۳۷۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

يلاعنان لنفي الحمل وان لم ينزلا فلا لعان عليهما ولا عدة على زوجتهما ؎

اس حمل کی نفی کریں تو ان میں لعان بھی ہوگا، اور اگر ان کو انزال نہ ہوتا ہو تو پھر لعان نہیں ہوگا، (کیونکہ اب حمل متصور ہی نہیں ہے اور عورت کو رجم کر دیا جائے گا کیونکہ اس کا زنا متعین ہوگیا۔) اور ان کی بیویوں پر عدت وفات بھی نہیں ہوگی۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی بغیر دخول اور جماع کے مجبوب الذکر کی بیوی انزال کی وجہ سے حاملہ ہو سکتی ہے اور اس پر شرعی احکام مرتب ہوں گے۔

یہاں تک کہ ہم نے فقہاء اہلسنت کے حوالوں سے یہ واضح کیا ہے کہ حمل کے جواز اور بچہ کے نسب کے ثبوت کے لیے وطی اور جماع ضروری نہیں ہے لہٰذا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل ہو یا انجکشن کے ذریعہ مرد کا مادہ تولید عورت کے رحم میں پہنچا دیا جائے دونوں طریقے جائز اور مشروع ہیں۔ اب ہم اس مسئلہ میں اہل تشیع کے موجودہ امام شیخ خمینی کی رائے پیش کرتے ہیں۔

اہل تشیع کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز:

شیخ خمینی لکھتے ہیں:

(۲۸۷۰) مرد کی منی اس کی بیوی کے رحم میں آلات کے ذریعہ پہنچانا مثلاً پچکاری اشکال نہیں رکھتا، البتہ حرام سے اجتناب کرے پس اگر مرد عورت کی اجازت سے یہ عمل خود انجام دے اور اپنی منی حلال طریقہ سے حاصل کرے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۸۷۱) اگر مرد کی منی اس کی بیوی کے رحم میں داخل کریں چاہے حلال طریقہ سے ہو یا حرام سے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ بچہ اسی مرد اور عورت کا ہے اور تمام بیٹے والے احکام اس پر جاری ہوں گے۔

(۲۸۷۲) اجنبی مرد کی منی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کرنا جائز نہیں۔ چاہے عورت کی اجازت سے ایسا ہو یا بغیر اجازت کے، چاہے وہ عورت شوہر دار ہو یا بے شوہر، چاہے اس کے شوہر کی اجازت ہو یا نہیں۔

(۲۸۷۳) اگر ایک مرد کی منی کسی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کریں اور یہ معلوم ہو کہ بچہ اسی منی سے پیدا ہوا ہے تو اگر یہ عمل بطور شبہ ہو مثلاً مرد کا گمان تھا کہ یہ میری بیوی ہے اور عورت بھی گمان رکھتی ہے کہ یہ میرے شوہر کی منی ہے اور عمل کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے شوہر کی نہیں تو کوئی اشکال نہیں کہ یہ بچہ اسی مرد و عورت کا ہے اور تمام بیٹے والے احکام اس پر جاری ہوں گے البتہ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا جائے تو محل اشکال ہے اور تمام مسائل میں احتیاط سے کام لیا جائے لیکن اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اگر یہ بچہ لڑکی ہو تو وہ شخص اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ اور اگر لڑکا ہو تو وہ عورت اس سے شادی نہیں کر سکتی ؎

فقہاء اسلام کے ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہوگیا کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور انجکشن کے ذریعے طریقہ تولید کا عمل مطلقاً ناجائز نہیں ہے۔ عورت یا مرد کی کسی بیماری یا کمزوری یا نقص کی وجہ سے اگر عام معروف طریقہ سے تولید نہ ہو سکے تو یہ طریقے جائز ہیں بشرطیکہ بیوی کے رحم میں اس کے شوہر کا مادہ منویہ پہنچایا جائے خواہ براہ راست یہ مادہ تولید رحم میں داخل کیا جائے یا ٹیسٹ ٹیوب کے

؎ شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی ۱۲۱۹ھ، حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر جلد ۲ ص ۴۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

؎ شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل ص ۴۵۳، ۴۵۲ مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران ۱۴۰۴ھ

رکھنے کے بعد اور اس میں یہ شرط بھی ملحوظ ہے کہ اس میں کسی حرام قطعی فعل کے ارتکاب کا دخل نہ ہو۔ اس موضوع پر میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ تحریر ابتداءً اور ارتجالاً لکھا ہے اور میرے سامنے اس موضوع پر کوئی اور تحقیق نہیں ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی نقص یا خطا کا پہلو ہے۔ بہر حال میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ حق اور صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر اس میں کوئی سقم اور خطا ہے تو اس کا سبب میرا ناقص مطالعہ اور پر سوء فہم ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین اللھم اغفر لمصنفہ وقارئہ آمین۔ ۴ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۸۸ء

بَابُ الْعَمَلِ بِإِلْحَاقِ الْقَائِفِ الْوَلَدَ

بچہ کے نسب کے ثبوت میں قیافہ شناسی کا اعتبار

۳۵۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ إِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْأَقْدَامِ لَمِنْ بَعْضٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ دراں حالیکہ خوشی سے آپ کا چہرہ انور دمک رہا تھا آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ایک قیافہ شناس نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدموں کو دیکھ کر بتلایا ہے کہ ان میں سے ایک قدم دوسرے قدم کا جزء ہے۔

۳۵۱۳ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی میرے پاس

يَعْمَرٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مَسْرُوْرًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَأَى أُسَامَةَ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيْفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوْسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ

تشریف لائے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایک قیافہ شناس مدلجی میرے پاس آیا تھا۔ اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا درآں حالیکہ ان کے سروں پر ایک چادر تھی اور ان کے پیر کھلے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا ان میں سے بعض قدم بعض کا جز ہیں۔

۳۵۱۴- وَحَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ أَبِيْ مُزَاحِمٍ قَالَ نَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ قَائِفٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْجَبَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک قیافہ شناس آیا۔ درآں حالیکہ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے کہا ان میں سے بعض قدم بعض کا جز ہیں، اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی اور آپ نے پھر اس کی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی دی۔

۳۵۱۵- وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَكَانَ مُجَزِّزٌ قَائِفًا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

حضرت اسامہ بن زید کے نسب پر طعن کی وجہ

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا سخت کالا رنگ تھا اور ان کے والد کا رنگ دھنکی ہوئی روئی سے زیادہ سفید تھا۔ اس وجہ سے مشرکین عرب ان کے نسب پر طعن کرتے تھے اور نسب کی شناخت کے معاملہ میں زمانہ جاہلیت کے عرب قیافہ شناس کے قول کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس وجہ سے جب مجزز مدلجی (قیافہ شناس) نے حضرت اسامہ اور حضرت زید کے قدموں کو دیکھ کر ان کے نسب کی تصدیق کر دی کہ حضرت اسامہ، زید ہی کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے خوشی ہوئی کہ اہل عرب کے اپنے معیار کے اعتبار سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت ہو گیا اور اب کسی عرب کے لیے حضرت اسامہ کے نسب میں طعن کرنے کی گنجائش نہیں رہی[1]

قیافہ شناسی کے اعتبار میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: قیافہ شناس کے قول کو قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قیافہ شناس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے امام شافعی اور جمہور علماء قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں، امام مالک لونڈیوں کے حق میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد کے حق میں نہیں کرتے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ آزاد اور غلام دونوں میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل مجزز کی حدیث ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے کہ امت میں ایسے لوگ ہیں جو اشتباہ نسب کے وقت نسب کو متمیز کر دیتے ہیں اور اگر قیافہ شناسی باطل ہوتی تو آپ کو اس کے حصول پر خوشی نہ ہوتی[2]

قیافہ شناسی، فال نکالنے اور نجومیوں کے کاروبار میں فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قیافہ شناسی کا بالکل اعتبار نہیں کرتے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تقف ما لیس لک بہ علم (اسراء: ۳۶) "اور اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے" اور اس حدیث میں قیافہ کے اعتبار کرنے کا شرعی حکم نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت زید بن حارثہ سے نسب بغیر کسی تردد کے ثابت تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نسب کے ثبوت کے سلسلے میں کسی کے قول کے محتاج نہیں تھے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجزز کی اصابت رائے سے تعجب اور خوشی ہوئی جیسے کسی شخص کو اس بات پر تعجب ہو کہ کوئی شخص اپنے گمان سے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچ جائے اور اس کا رد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے نہیں کیا کہ صرف اس کے کہنے کی وجہ سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت نہیں ہوا تھا بلکہ پہلے ہی سے ثابت تھا[3]

راقم الحروف کا یہ نظریہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا محض اس وجہ سے تھا کہ کفار پر حجت قائم ہو جائے، کیونکہ قیافہ شناسی سے نسب کا متمیز ہونا کفار کے قواعد میں سے تھا یہ اسلام کا کوئی قاعدہ نہیں ہے اس کی مثال

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ص ۴۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۶ص ۱۱۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

یہ ہے کہ اسلام میں چاند کا حکم رویت ہلال یا شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ علم فلکیات کے قواعد سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین کسی دن رویت ہلال کا اعلان کرے اور علم فلکیات کے حساب سے بھی وہی پہلی تاریخ ہو تو اس سے مسلمان خوش ہوں گے لیکن اس خوشی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علم فلکیات کے حساب کو علماء نے حجت شرعی مان لیا ہے۔

اور قیافہ شناسی کے عدم جواز کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے: ولا تقف ما لیس لک بہ علم (اسراء: ۳۶) "جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو" اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ فال نکالنے والوں اور نجومیوں کا کاروبار حرام ہے اور ان سے مستقبل کا حال دریافت کر کے اجرت دینا بھی حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ قیافہ شناس کے قول کے بطلان پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی میں بچے کے نسب کا جھگڑا ہو، بیوی یہ کہے کہ میں نے کوئی بدکاری نہیں کی یہ تمہارا بیٹا ہے اور خاوند اس نسب کا انکار کرے اور اس پر بدکاری کی تہمت لگائے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان لعان کو مشروع کیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ قیافہ شناس کے پاس جا کر پوچھو وہ باپ اور متنازعہ بیٹے کو دیکھ کر بتا دے گا کہ یہ لڑکا شوہر کا بیٹا ہے یا نہیں، اگر قیافہ شناس کا قول شرعاً حجت اور معتبر ہوتا تو لعان کرنے کی بجائے قیافہ شناس کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا۔[1]

قیافہ شناس کا قول اس لیے بھی باطل ہے کہ وہ غیب کی بات کو اپنے قیافہ یا اٹکل پچو سے بیان کرتا ہے اور اس علم کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ویعلم ما فی الارحام۔ اور قیافہ شناس مافی الارحام کے علم کا دعویٰ بغیر کسی برہان اور دلیل کے کرتا ہے اور محض اٹکل پچو سے یا تو وہ نسب کی نفی کر کے پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا اور یا اولاد کی نسبت غیر آباء کی طرف کرے گا اور محض چہروں کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا قیافہ شناسی کے لیے کافی نہیں ہے۔ کبھی بچہ کی مشابہت باپ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی دادا، پردادا بلکہ اس سے بھی دور کے رشتہ دار سے ہوتی ہے۔[1]

اس لیے اللہ عزوجل کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ کون کس کا بیٹا ہے؟ البتہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کے علم میں سے کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ سے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے پوچھا: من ابی یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ابوک حذافۃ "تمہارا باپ حذافہ ہے" (لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: ابوک سالم مولی شیبۃ "تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا غلام ہے"۔[2]

ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ آپ کا یہ علم اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے سامنے ایسا بھی نہیں ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو اور تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو۔

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۷ ص ۷۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۰-۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بَابُ قَدْرِ مَا تَسْتَحِقُّهُ الْبِكْرُ وَالثَّيِّبُ مِنْ إِقَامَةِ الزَّوْجِ عِنْدَهَا عَقِبَ الزِّفَافِ

شب زفاف کے بعد کنواری اور بیوہ دلہنوں کے پاس شوہر کے ٹھہرنے کا نصاب

۳۵۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے کے بعد ان کے پاس تین دن رہے پھر فرمایا تم اپنے شوہر کی نظروں سے اتری نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس ایک ہفتہ قیام کر لوں اور اگر میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہا تو میں اپنی تمام ازواج کے پاس ایک ایک ہفتہ رہوں گا۔

۳۵۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَإِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ ثُمَّ دُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ۔

ابو بکر بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا اور صبح کے وقت ان سے فرمایا تم اپنے شوہر کی نظر سے اتری نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات روز رہوں اور اگر تم چاہو تو تین روز رہوں اور پھر ہر روز گھومتا رہوں (یعنی باری باری سب ازواج کے پاس جاؤں) حضرت ام سلمہ نے فرمایا: آپ تین روز رہیے۔

۳۵۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ رضی

بن حميد عن عبد الملك بن ابي بكر عن ابي بكر بن عبد الرحمن رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حين تزوج ام سلمة فدخل عليها فاراد ان يخرج اخذت بثوبه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان شئت زدتك وحاسبتك به للبكر سبع وللثيب ثلاث۔

اللہ عنہا سے نکاح کیا اور کچھ وقت رہنے کے بعد ان کے پاس سے جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس اس سے زیادہ قیام کروں اور مدت کا حساب رکھوں۔ کنواری کے پاس (ابتداءً) سات راتیں اور بیوہ کے پاس تین راتیں گزارنا چاہئیں۔

۳۵۱۹ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال انا ابو ضمرة عن عبد الرحمن بن حميد بهذا الاسناد مثله۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۲۰ - حدثني ابو كريب محمد بن العلاء قال نا حفص يعني ابن غياث عن عبد الواحد بن ايمن عن ابي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها ذكرت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوجها وذكر اشياء هذا فيه قال ان شئت ان اسبع لك واسبع لنسائي وان سبعت لك سبعت لنسائي۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت کی کئی چیزیں بیان کیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہوں تو دوسری ازواج کے پاس بھی ایک ایک ہفتہ رہنا ہوگا کیونکہ اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں گا تو سات سات دن دوسری ازواج کے پاس بھی رہوں گا۔

۳۵۲۱ - حدثنا يحيى بن يحيى قال انا هشيم عن خالد عن ابي قلابة عن انس رضي الله تعالى عنه قال اذا تزوج البكر على الثيب اقام عندها سبعا فاذا تزوج الثيب على البكر اقام عندها ثلاثا قال خالد ولو قلت انه رفعه لصدقت ولكنه قال السنة كذلك۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی بیوہ کے اوپر کنواری کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور جب کنواری کے اوپر بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے۔ خالد (راوی) نے کہا کہ اگر میں کہوں کہ یہ حدیث مرفوع ہے، تو کہہ سکتا ہوں، لیکن انہوں نے کہا کہ سنت اسی طرح ہے۔

۳۵۲۲- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوْبَ وَخَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُقِيْمَ عِنْدَ الْبِكْرِ سَبْعًا قَالَ خَالِدٌ وَلَوْ شِئْتُ قُلْتُ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ کنواری کے پاس (ابتداءً) سات راتیں قیام کرنا چاہیے خالد راوی نے کہا اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

نئی دلہن اور پرانی بیویوں میں باریوں کی تقسیم میں مذاہب

جمہور علماء امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک نئی بیوی کا پرانی بیوی سے شب زفاف کے بعد زیادہ حصہ ہے اگر نئی بیوی کنواری ہے تو شوہر اس کے ساتھ سات دن رہے گا اور اس کے بعد شوہر باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا اور اگر نئی بیوی بیوہ ہے تو اس کے ساتھ پہلے تین دن رہے گا اس کے بعد باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا۔ امام ابوحنیفہ بیویوں کے دنوں کی تقسیم کے معاملے میں نئی اور پرانی کا فرق نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں بیویوں میں تقسیم واجب ہے اگر نئی بیوی کے ساتھ تین دن رہے گا تو باقی بیویوں میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین دن رہے گا۔

باریوں کی تقسیم میں امام اعظم کے موقف پر دلائل

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بیویوں کے درمیان نئی اور پرانی بیوی کا فرق کیے بغیر عدل کرنے کا حکم دیا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ (نساء: ۳)

اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک بیوی سے نکاح کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ (نساء: ۱۲۹)

اور تم عورتوں کے درمیان (محبت میں) ہرگز عدل نہ کر سکو گے خواہ تمہیں اس کی کتنی حرص ہو پھر ایسا تو نہ کرو کہ ایک کی طرف بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو بیچ میں لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے درمیان نئی اور پرانی عورتوں کا فرق کیے بغیر عدل کو واجب کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کے معاملہ میں اپنی ازواج میں عدل فرماتے تھے:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذہ قسمتی فیما املک فلا تلمنی فیما

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عدل کے ساتھ اپنی ازواج میں باریوں کی تقسیم کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ! جن چیزوں کا میں مالک ہوں (یعنی معاملات، باریوں کی تقسیم وغیرہ) ان میں میری یہ عدل کے ساتھ

تملك ولا املك ۔[1]

تقسیم ہے اور جن چیزوں کا میں مالک نہیں ہوں (یعنی محبت، میں کمی بیشی) اور تو مالک ہے ان میں تو مجھ پر ملامت نہ فرمانا۔

اور جن احادیث میں کنواری کے لیے سات دن اور ثیبہ (بیوہ) کے لیے تین دن کا ذکر ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ باری باری سب ازواج کے ہاں سات دن یا تین دن گزارے جائیں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا اگر میں نے تمہارے پاس سات دن گزارے تو باقی ازواج کے پاس بھی سات سات دن گزاروں گا اور یہ جو حدیث نمبر ۳۵۱۰ میں ہے: وان شئت ثلثت ثم درت "اگر تم یہ چاہو تو پہلے تمہارے پاس تین دن رہوں اس کے بعد باریاں شروع کروں" یہ زیادتی تمام روایات میں نہیں ہے اس لیے مدرج ہے یعنی راوی کا قول ہے۔ اس زیادتی کا ذکر سنن دارقطنی میں بھی ہے لیکن اس کی سند کا مدار بھی واقدی پر ہے اس لیے ضعیف ہے اور قرآن مجید سے جب کوئی صریح حکم ثابت ہو جائے تو ضعیف روایات کو لے کر قرآن مجید کے حکم صریح کو رد نہیں کرنا چاہیے۔

بَابُ (۲۶) الْقَسْمِ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ وَبَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اَنْ تَكُوْنَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ لَيْلَةٌ مَّعَ يَوْمِهَا

سنت کے مطابق بیویوں میں ایام کی تقسیم

۳۵۲۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَكَانَ اِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ لَا يَنْتَهِيْ اِلَى الْمَرْاَةِ الْاُوْلٰى اِلَّا فِيْ تِسْعٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ بَيْتِ الَّتِيْ يَاْتِيْهَا فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَجَاءَتْ زَيْنَبُ فَمَدَّ يَدَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَتْ هٰذِهٖ زَيْنَبُ فَكَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَتَقَاوَلَتَا حَتّٰى اسْتَخَبَتَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں آپ جب ان میں ایام کی تقسیم فرماتے تو پہلی بیوی کے پاس نو دن کے بعد پہنچتے تھے، اس لیے ہر رات تمام ازواج مطہرات اس زوجہ کے ہاں اکٹھی ہو جاتی تھیں جہاں آپ قیام فرما ہوتے تھے، ایک دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ حضرت عائشہ نے کہا یہ زینب ہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، دونوں ازواج میں بحث چھڑ گئی اور آواز بلند ہونے لگی، اسی اثناء میں نماز کی اقامت ہو گئی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے، انھوں نے ان دونوں

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَمَرَّ أَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى ذٰلِكَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَهُمَا فَقَالَ اُخْرُجْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَى الصَّلٰوةِ وَاحْثُ فِيْ أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ الْآنَ يَقْضِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ فَيَجِيْءُ أَبُوْ بَكْرٍ فَيَفْعَلُ بِيْ وَيَفْعَلُ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ أَتَاهَا أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا قَوْلًا شَدِيْدًا وَقَالَ أَتَصْنَعِيْنَ.

کی آوازیں سنیں۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نماز کے لیے تشریف لے جائیے اور ان کے منہ میں مٹی ڈال دیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے گئے، حضرت عائشہ کہنے لگیں، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر آئیں گے اور حضرت ابوبکر بھی آئیں گے اور وہ مجھ ہی کو برا بھلا کہیں گے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کے پاس آئے اور انھیں بہت سخت سست کہا اور کہا تم ایسا کرتی ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد اور ان سے عقد کی تفصیلات، تعدد ازدواج کی حکمتیں اور اس پر اعتراضات کے جوابات ان سب کے باحوالہ بیان سے ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ اس بحث کو شرح صحیح مسلم جلد ثالث ص ۳۰۶۔ ۳۰۳، میں ملاحظہ کریں۔

کاشانۂ رسالت کا ایک دلچسپ گھریلو واقعہ

حدیث نمبر ۳۵۲۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لاشعوری میں ہاتھ حضرت زینب کی طرف بڑھایا تھا جب حضرت عائشہ نے بتلایا کہ یہ حضرت زینب ہیں تو آپ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ ہی کی طرف بڑھایا تھا جب حضرت زینب آگئیں تو حضرت عائشہ نے ان کے آنے پر متنبہ کیا اور آپ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

حضرت عائشہ اور حضرت زینب میں جو بحث اور تکرار ہوئی یہ بظاہر مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور حسن خلق کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اپنی اولاد پر شفقت کا بیان ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا ثبوت ہے کہ وہ اسلام کے رشتہ سے حضرت ابوبکر کی ماں تھیں اور ان پر حضرت عائشہ کی تکریم و تعظیم لازم تھی لیکن انھوں نے جسمانی رشتہ کا لحاظ کر کے حضرت عائشہ کو ڈانٹا، حضرت عائشہ نے ایک باادب بیٹی کی حیثیت سے سب کچھ سن لیا اور اپنی اسلامی اہمیت کا تذکرہ نہیں کیا۔

تعدد ازدواج پر مخالفین اسلام کے اعتراض کے جوابات

جو شخص چار تک ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی جسمانی اور مالی اہلیت رکھتا ہو اس کو اسلام نے بشرط عدل و انصاف چار تک ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسلام کے اس مسئلہ پر ایک طرف تو غیر مسلم مستشرقین اعتراض کرتے ہیں کہ یہ عورتوں کے ساتھ نا روا زیادتی ہے دوسری طرف مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو اللہ اور رسول سے زیادہ حقوق انسانیت کا محافظ سمجھتے ہیں اور کچھ آزاد خیال عورتیں ہیں جو آئے دن تعدد ازدواج کے مسئلہ کو ہدف طعن بناتی رہتی ہیں، انھی بیگمات کے زور کی وجہ سے پاکستان میں عائلی قانون بنائے گئے اور بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کے لیے دوسری شادی کو از روئے قانون ممنوع قرار دے دیا گیا، سہا لہا سال سے تادم تحریر یہ قانون اس ملک میں نافذ ہے اور ملک کے تمام اہل فتویٰ علماء اس قانون کو رد کر چکے ہیں، حد یہ ہے کہ سابق صدر ایوب کے دور حکومت میں زنا بالرضا جرم

نہیں تھا اور بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا قابل دست اندازی پولیس جرم تھا۔

سید قطب شہید نے تعدد ازدواج کے مسئلہ کو عقلی اعتبار سے واضح کیا ہے ہم تلخیص کے ساتھ سید قطب شہید کے دلائل پیش کر رہے ہیں: سید قطب شہید لکھتے ہیں کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عورتوں کی اوسط پیدائش مردوں کی اوسط پیدائش سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے تاہم مجموعی طور سے یہ فرق کبھی ایک اور چار کی نسبت سے متجاوز نہیں ہوا۔ اب اگر ہر مرد ایک عورت سے شادی کرے تو سوال یہ ہے کہ جو عورتیں بچ جائیں گی ان کے لیے کیا طریقہ تجویز کیا جائے گا۔ اس مسئلہ کے حل کی صرف تین صورتیں ہیں۔

(ا) باقی عورتیں تمام عمر بغیر شادی کے گزار دیں اور اپنی جنسی خواہش کو کبھی کسی مرد سے پورا نہ کریں۔

(ب) باقی عورتیں بغیر شادی کے ناجائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کریں۔

(ج) باقی عورتوں سے وہ مرد دوسری شادی کر لیں جو مالی اور جسمانی اعتبار سے اس کے اہل ہوں۔

پہلی صورت فطرت کے خلاف ہے اور عام بشری طاقت سے باہر ہے، دوسری صورت دین اور قانون دونوں اعتبار سے ناجائز اور گناہ ہے اس لیے قابل عمل، معروف، فطری اور پسندیدہ صورت صرف تیسری صورت ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ بالعموم مرد ساٹھ سال کی عمر تک جنسی عمل کا اہل اور تروتازہ رہتا ہے جبکہ عورت بالعموم دس بارہ بچے جن کر چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد جنسی عمل کی اہل نہیں رہتی۔ اب اگر صرف ایک بیوی کی اجازت ہو تو مرد اپنی زندگی کے بیس سال عورت کے بغیر گزارے گا اس مسئلہ کے حل کی بھی تین صورتیں ہیں۔

(ا) بیس سال تک مرد اپنی جنسی خواہش کو پورا نہ کرے۔

(ب) اس عرصہ میں مرد ناجائز طریقے سے اپنی خواہش پوری کرے۔

(ج) اس عرصہ کے لیے یا اس سے کچھ پہلے مرد دوسری شادی کر لے۔

پہلی صورت غیر فطری ہے۔ دوسری دین اور قانون کے اعتبار سے ناجائز ہے اس لیے قابل عمل صرف تیسری صورت ہے، اگر یہ کہا جائے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ عورت اور مرد کی اہلیتوں میں بیس سال کی کمی اور بیشی بالعموم ہوتی ہے تب بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض اوقات یہ مشکل بہرحال پیش آتی ہے اور تعدد ازدواج کے جواز کے سوا اس کا اور کوئی قابل قبول حل نہیں ہے۔

سید قطب شہید نے تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ بعض اوقات کسی شخص کی بیوی بانجھ ہوتی ہے اور اس کے جسمانی نقص کی وجہ سے اولاد نہیں ہو سکتی اور انسان اپنی نسل بڑھانے اور اپنا سلسلہ نسب آگے منتقل کرنے کے لیے طبعی طور پر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے، اس مشکل کے حل کی بھی صرف دو صورتیں ہیں۔

(ا) پہلی بیوی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے شادی کرے۔

(ب) پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کرے۔

اور عدل و انصاف کے مطابق اور انسانی ہمدردی کے قریب تر صرف دوسری صورت ہے جو اسلام کے تعدد ازدواج کے فلسفہ پر مبنی ہے کیونکہ جو عورت بانجھ ہو اس کو خود بھی اولاد کی پیاس ہوتی ہے اور شوہر کی اولاد سے

بھی اس ایک گونہ تسکین ہو جاتی ہے[1]

تعدد ازدواج پر ایک عیسائی مستشرق اور ایک مسلم سکالر کا مباحثہ

شام کے ایک محقق علامہ مصطفیٰ سباعی نے "المرأۃ بین الفقہ والقانون" میں تعدد ازدواج کے موضوع پر اپنا ایک مباحثہ ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں: ۱۹۵۶ء میں جب وہ دمشق یونیورسٹی کے ایک وفد کے ساتھ ایک تعلیمی و تحقیقی سفر کے تحت لندن گئے تو وہاں ان کی ملاقات پروفیسر انڈرسن سے ہوئی جو لندن یونیورسٹی کے شعبہ مشرقی میں عائلی قوانین کے صدر تھے اور ان دونوں کے درمیان تعدد ازدواج کے موضوع پر جو گفتگو ہوئی وہ کچھ وضاحت کے ساتھ درج ذیل ہے:۔

انڈرسن: تعدد ازدواج کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

مصطفیٰ سباعی: یہ ایک صالح نظام ہے جو معاشرہ کی اکثر و بیشتر صورتوں میں مفید ہے بشرطیکہ شوہر دوسری بیوی کے نفقہ کی استطاعت رکھتا ہو اور دونوں بیویوں کے درمیان اسلامی ہدایات کے مطابق عدل و انصاف قائم رکھ سکے۔

انڈرسن: کیا آپ جیسا آدمی بھی موجودہ دور میں تعدد ازدواج کا حامی ہو سکتا ہے؟

مصطفیٰ سباعی: آپ یہ بتلائیے کہ اگر کسی شخص کی بیوی ایک متعدی مرض یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس کی شفایابی کی کوئی امید ہی نہ رہ گئی ہو اور وہ شخص نوجوان بھی ہو تو وہ کیا کرے؟ اس کے سامنے صرف تین راستے ہیں: (ا) اس کو طلاق دے دے (ب) ناجائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرے۔ (ج) دوسری شادی کرے۔ اور عدل و انصاف اور انسانیت کے ناطے سے اس مشکل کا حل تعدد ازدواج سے ہی نکل سکتا ہے۔

انڈرسن: اس صورت میں ایک چوتھا راستہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ صبر کرے اور اپنے نفس کو حرام سے بچائے!

مصطفیٰ سباعی: کیا ہر شخص اپنے آپ کو حرام سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟

انڈرسن: ہم مسیحی اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے نفوس میں ایمان کی تاثیر موجود ہے!

مصطفیٰ سباعی: حیرت ہے کہ آپ ایک مغربی ملک کے باشندے ہوتے ہوئے بھی یہ بات کہہ رہے ہیں! اگر یہ بات کوئی مسلمان یا مشرقی عیسائی کہتا تو یا ور کیا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو حرام سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے کیونکہ ان کے معاشرے اور ماحول میں ہر وقت اور ہر جگہ عورت اور مرد کا عام آزادانہ میل جول اور اختلاط نہیں ہے، جبکہ دوسری طرف تم مغربیوں کا حال یہ ہے کہ تم نے عورت کی معیت میں رہنے اور اس سے اختلاط کا کوئی طریقہ بھی نہیں چھوڑا اور عورت کے بغیر تم ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتے۔ تمہارے ہوٹلوں، کلبوں، تفریح گاہوں، شراب خانوں اور رقص گاہوں میں مرد محرم عورتوں کے ساتھ آزادانہ گھومتے ہیں، شراب پیتے ہیں، ناچتے گاتے ہیں اور داد عیش دیتے پھرتے ہیں۔ شاہراہوں پر نوجوان جوڑے برسر عام بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں، ساحل سمندر پر، پارکوں اور دیگر تفریح گاہوں میں عریاں جوڑے کھلے عام ایک دوسرے سے ہم آغوش پڑے ہوتے ہیں اور تمہاری سڑکیں حرامی بچوں سے بھری ہوئی ہیں

[1] علامہ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۲، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۳۸۶ھ

ان حالات میں تم کس طرح یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ تمہارا دین تمہیں ناجائز جنسی عمل سے روکتا ہے! چار بیویوں کی بات تو ایک طرف رہی، تندرست، نوجوان اور خوبصورت بیویوں کے ہوتے ہوئے بدکاریوں کی خبروں سے تمہارے اخبارات اور رسائل کے کالم سیاہ رہتے ہیں اور اس قسم کے واقعات کے خلاف دعاوی سے تمہاری عدالتیں بھری رہتی ہیں!

انڈرسن: میں صرف اپنی بات کر رہا تھا کہ میں اپنے نفس کو حرام سے روکنے پر قادر ہوں!

مصطفےٰ سباعی: یہ بتلائیے کہ آپ ایسے لوگ جو نفس پر قابو رکھ سکتے ہیں اور جو لوگ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتے ان کے درمیان کیا اوسط اور کیا تناسب ہے؟

انڈرسن: مجھے اس سے انکار نہیں کہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

مصطفےٰ سباعی: یہ بتلائیے کہ قانون ان لوگوں کے اعتبار سے بنانا چاہیے جن کی تعداد بہت کم ہو یا ان کے اعتبار سے جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور اس قانون کا کیا فائدہ جس کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہو سکے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکے!

اس پر انڈرسن خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دے سکا۔

بَابُ جَوَازِ هِبَتِهَا نَوْبَتَهَا لِضَرَّتِهَا

اپنی باری سوکن کو ہبہ کرنے کا جواز

۳۵۲۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ امْرَاَةً اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ مِنِ امْرَاَةٍ فِيْهَا حِدَّةٌ قَالَتْ فَلَمَّا كَبِرَتْ جَعَلَتْ يَوْمَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَ يَوْمَ سَوْدَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عزیز تھیں، میری یہ تمنا تھی کہ کاش ان کے جسم میں میں ہوتی، حضرت سودہ بنت زمعہ کے مزاج میں تیزی تھی، جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔

۳۵۲۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے البتہ اس میں یہ زیادتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ نَا زُهَيْرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَرِيكٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ جَرِيْرٍ وَزَادَ فِي حَدِيْثِ شَرِيْكٍ قَالَتْ وَكَانَتْ اَوَّلَ امْرَاَةٍ تَزَوَّجَهَا بَعْدِيْ۔

۳۵۲۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّاتِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقُوْلُ اَوَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ قَالَتْ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ لَكَ فِيْ هَوَاكَ۔

۳۵۲۷ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ اَمَا تَسْتَحْيِيْ امْرَاَةٌ تَهَبُ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ فَقُلْتُ اِنَّ رَبَّكَ لَيُسَارِعُ لَكَ فِيْ هَوَاكَ۔

۳۵۲۸ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ

جس عورت سے سب سے پہلے نکاح کیا وہ حضرت سودہ تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر غصہ آتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے آپ کو ہبہ کر دیتی تھیں، میں کہتی تھی کیا عورت بھی اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے! لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) اے نبی! آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں پیچھے ہٹائیں (الگ کر دیں) اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں (الگ نہ کریں) اور جسے آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اس کو اگر آپ بلانا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے کہا بخدا آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمائی تھیں کیا عورت کو اس بات سے حیا نہیں آتی کہ وہ اپنا نفس کسی مرد کو ہبہ کرتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اے نبی آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں (الگ نہ کریں) اور جسے آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اس کو اگر آپ بلانا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے، میں نے کہا آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔

عطاء کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس کی معیت میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ کے جنازے میں مقام سرف میں حاضر ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، جب تم ان کی نعش

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا جِنَازَةَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَرِفَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا هٰذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوا وَلَا تُزَلْزِلُوا وَارْفُقُوا فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعٌ فَكَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَاءٌ الَّتِي لَا يَقْسِمُ لَهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ۔

اٹھاؤ تو اس کو زیادہ حرکت اور جھٹکے مت دینا، اور انتہائی سکون اور آرام کے ساتھ جنازہ لے کر چلنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں، جن میں سے آٹھ کی باری مقرر تھی اور ایک کی باری مقرر نہیں تھی، عطاء کہتے ہیں کہ جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ صفیہ بنت حیی بنت اخطب تھیں۔

۳۵۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ عَطَاءٌ وَكَانَتْ آخِرَهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِينَةِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں عطاء کا یہ قول زائد ہے کہ حضرت میمونہ نے تمام امہات المومنین کے بعد مدینہ میں وفات پائی تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کے سلسلے میں متعارض روایات میں تطبیق

علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ قاسم بن ابی بزہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق بھیجی، جب حضرت سودہ کو طلاق مل گئی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو جانے والے راستہ میں بیٹھ گئیں، جب انھوں نے حضور کو دیکھا تو کہا میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتی ہوں جس نے آپ پر اپنی کتاب نازل کی اور آپ کو رسولوں میں سے افضل رسول بنایا۔ آپ نے مجھے طلاق کیوں دی ہے؟ کیا آپ کو مجھ پر کوئی رنج اور غصہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، حضرت سودہ نے کہا میں آپ کو اسی طرح قسم دے کر کہتی ہوں کہ آپ مجھ سے رجوع کر لیں، میں اب بوڑھی ہو چکی ہوں اور اب مجھے مردوں کی خواہش نہیں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میرا حشر قیامت کے دن آپ کی ازواج میں ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیا۔ حضرت سودہ نے کہا میں اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ کو دے دیتی ہوں جو آپ کو بہت پیاری ہیں۔[1] سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق دی نہیں تھی، انھیں طلاق کا خوف تھا اس لیے انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی تھی۔[2]

---

[1] علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ
[2] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

طبقات ابن سعد میں اور اسی طرح مصنف عبد الرزاق میں طلاق دینے اور پھر حضرت سودہ کی درخواست پر طلاق واپس لینے کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد میں ہے آپ نے طلاق نہیں دی تھی لیکن حضرت سودہ کو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے طلاق کا خدشہ تھا، اس وجہ سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ ان روایات میں تعارض ہے، ملا علی قاری نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق رجعی دے دی تھی جیسا کہ طبقات ابن سعد اور مصنف عبد الرزاق وغیرہ میں ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت پوری ہو جائے اور آپ رجوع نہ کریں تو پھر حضرت سودہ نے رجوع کی درخواست کی اور اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی۔ حضور نے ان کی درخواست کو قبول کر کے رجوع فرمالیا، سنن ابوداؤد میں مذکور روایت سے یہی مراد ہے [۲]

حضرت سودہ کو طلاق دینے کی حکمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تھی اس سے آپ کی مراد یہ نہیں تھی کہ آپ ان کو بالکل علیحدہ کر دیں لیکن آپ چونکہ کتاب الہٰی کے شارح تھے اور احکام الٰہیہ پر عمل کا نمونہ آپ کے اسوۂ حسنہ سے وابستہ تھا اس لیے آپ کا حضرت سودہ کو طلاق دینا اور اس سے رجوع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمانوں کے عمل کے لیے نمونہ ہو اور طلاق اور رجوع کے باب میں بھی مسلمانوں کو آپ کی اقتداء کا شرف اور آپ کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب مل جائے۔

فقہاء احناف کا عمل بالحدیث کو ترجیح دینا

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنی باری کسی سوکن کو ہبہ کر سکتی ہے کیونکہ یہ اس کا حق ہے [۳]، فقہاء احناف میں سے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ ہبہ کرنے والی نے اپنا حق ساقط کر دیا اب خاوند کی مرضی ہے کہ وہ اس باری کو جس پر چاہے صرف کرے [۴]۔

علامہ شامی نے مشائخ حنفیہ کے موقف کو رد کر کے فقہاء شافعیہ کے موقف کی تائید کی ہے لکھتے ہیں: صاحب نہر نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کرنے والی کی باری میں تصرف کا حق شوہر کو دینا کہ وہ جس پر چاہے اس باری کو صرف کرے، یہ صحیح نہیں ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے کہ جس سوکن کو باری دے دی گئی ہے یہ اس کا حق ہے خواہ وہ اس باری کو لے یا ترک کر دے (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ محقق ابن ہمام نے شافعیہ کا موقف ذکر کر کے اس کو برقرار رکھا ہے، البتہ یہ کہا کہ اگر ہبہ کرنے والی کی رات، اس سوکن کی رات سے متصل ہے تو خاوند اس کے پاس دو راتیں رہے اور اگر یہ رات اس کے ساتھ متصل نہیں ہے تو درمیان میں جس عورت کی باری ہے اس سے منتقل کرے اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں، علامہ شامی کہتے ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس بیوی کی باری درمیان میں آ رہی ہے اس سے اجازت لیے بغیر نقل نہ کرے [۵]

---

[۱] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۴۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[۲] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۶ ص ۲۴۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[۳] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۴] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۱، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[۵] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۲، ۵۵۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ علامہ شامی، علامہ ابن ہمام اور صاحب نہر وغیرہ نے اس مسئلہ میں مشائخ حنفیہ کا قول چھوڑ کر فقہاء شافعیہ کا قول اس لیے اختیار کیا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا قول حدیث کے زیادہ قریب ہے اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف تقلید میں جامد اور متعصب نہیں ہیں اور وہ درحقیقت قرآن اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں جہاں مشائخ حنفیہ کے اقوال قرآن اور حدیث کے مطابق ہوں تو قرآن اور حدیث کی اتباع میں ان اقوال پر عمل کرتے ہیں اور جہاں مشائخ حنفیہ کے اقوال قرآن اور حدیث کے مطابق نہ ہوں تو وہ قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور ان اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ٣٥٢٦ میں ان عورتوں کا ذکر ہے جو اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تھیں، ان عورتوں کی تفصیل ہم اس سے پہلے کتاب النکاح میں بیان کر چکے ہیں۔

ازواج میں باریوں کی تقسیم حضور پر واجب تھی یا نہیں؟

حدیث نمبر ٣٥٢٦ میں سورہ احزاب کی جس آیت کا ذکر ہے علامہ ابن حجر نے اس کی تفسیر میں تین قول بیان فرمائے ہیں:

(ا)۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں ایام کی تقسیم واجب نہیں تھی آپ کو اختیار تھا کہ جس زوجہ کے پاس جتنے دن چاہیں رہیں۔ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس، مجاہد، حسن، قتادہ اور ابو رزین سے یہ تفسیر روایت کی ہے۔

(ب)۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا ہے جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

(ج)۔ یہ آیت ان عورتوں کے بارے میں ہے جو اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کر لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں[1]

تمام اہل سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تقسیم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر عمل نہیں کیا، اور تمام ازواج کے ہاں باری باری جاتے تھے۔

حضرت صفیہ کی باری مقرر نہ کرنے کے سلسلے میں عطاء اور ابن جریج کا مغالطہ

حدیث نمبر ٣٥٢٨ میں ہے جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ حضرت صفیہ بنت حیی تھیں۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ قاضی عیاض نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے۔ ملا علی قاری نے ابن جریج کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ اور لکھا ہے:

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ وہم ہے جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ حضرت سودہ تھیں اور اس مسئلہ میں حدیث کے راوی ابن جریج نے مغالطہ کھایا ہے۔[2]

علامہ ابن سعد نے بھی عطاء کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی کی باری مقرر نہیں کی تھی پھر انہوں نے اس کے رد میں زہری کی سند سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صفیہ آپ کی ازواج میں سے تھیں اور آپ دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کرتے تھے پھر ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پردہ ڈالا اور دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ، فتح الباری ج ٨ ص ٥٢٦، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ١٤٠١ ھ

[2] علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ ھ، المرقات ج ٦ ص ٢٦٣، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ١٣٩٠ ھ

روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو حجاب میں لیا اور دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کیں[1]۔

حضرت میمونہ حضرت میمونہ بنت الحارث، ام المؤمنین ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے ابو رہم بن عبد العزیٰ کے عقد میں تھیں۔ علامہ محمد بن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ سے دس میل دور مقام سرف میں حضرت میمونہ سے عقد کیا، حضرت میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں ان کے بعد آپ نے کسی زوجہ سے عقد نہیں کیا۔

حضرت میمونہ کی نماز جنازہ حضرت ابن عباس نے پڑھائی۔ یزید بن معاویہ کی خلافت کے اخیر ۶۱ھ میں حضرت میمونہ کا انتقال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں آپ کا انتقال سب سے آخر میں ہوا، جس وقت آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر ۸۰ یا ۸۱ سال تھی[2]۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ نِكَاحِ ذَاتِ الدِّيْنِ

دیندار عورت سے نکاح کرنے کا استحباب

۳۵۳۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار وجوہ کی بناء پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت کے حصول کی کوشش کرو۔

کفو کا لغوی معنی علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: کفئ کا معنی ہے "نظیر"، کفاء، کفوء اور کفالت کا بھی یہی معنی ہے، لا کفاء لہ کا معنی ہے لا نظیر لہ، کفاء کا معنی ہے نظیر اور مساوی، کفاءۃ فی النکاح کا معنی ہے زوج کا عورت کے دین، نسب اور بیت وغیرہ میں مساوی ہونا[3]۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کفوء کا معنی ہے مثل۔ ہر چیز کی مثال کو کفوء کہتے ہیں[4]۔

کفو کا اصطلاحی معنی کفو کا معنی ہے صفات مخصوصہ ممتازہ میں مساوی اور نظیر ہونا، نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے کیونکہ جو لڑکی صفات مخصوصہ ممتازہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہو

---

[1] علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۳۰-۱۳۲، ملخصاً، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] علامہ جمال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[4] السید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

وہ اس لڑکے کا فریق بننے کو ناپسند کرے گی جو اس سے صفات میں ادنیٰ ہو اور لڑکی کے وارث اور والی بھی اس بات کو اپنے لیے موجب عار سمجھتے ہیں کہ ان کی لڑکی ایسے گھرانے میں بیاہی جائے جن کا گھرانا حسب و نسب، مال و دولت، دینداری، اور صنعت و حرفت کے اعتبار سے ان کے ہم پلہ نہ ہو یا ان سے بہت کم ہو۔ کفو میں چھ چیزوں کا لحاظ کیا جاتا ہے (۱) اسلام (۲) نسب یعنی کسی شخص کے جد اعلیٰ کا سید، شیخ، مرزا یا مغل ہونا یا جیسے کوئی حضرت ابوبکر کی اولاد ہے، کوئی حضرت عمر کی، کوئی حضرت عثمان کی اور کوئی حضرت علی کی۔ (۳) تقویٰ اور دینداری۔ (۴) حریت یعنی آزاد ہو غلام نہ ہو (۵) مال و دولت (۶) صنعت و حرفت یعنی پیشہ۔[۱]

کفو کی تحقیق

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کفو میں نسب کا اعتبار کرتے ہیں، اور سفیان ثوری کفو میں نسب کا مطلقاً اعتبار نہیں کرتے، سفیان ثوری کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں اور کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے فضیلت صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ ابوطیبہ نے بنو بیاضہ کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے اس کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطیبہ سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بڑا فتنہ اور فساد ہوگا، انھوں نے کہا ہاں ہم بخوشی کریں گے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرب کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ میرا نکاح کر دو، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا انھوں نے یہ پیغام منظور کر لیا تھا، بعد میں کسی اور وجہ سے یہ نکاح نہیں ہوا۔

علامہ سرخسی ایک طویل بحث کے بعد سفیان ثوری کی دوسری دلیل میں پیش کردہ احادیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

وتاویل الحدیث الآخر الندب الی التواضع وترك طلب الكفاءة لا الالزام وبه نقول ان عند الرضا يجوز العقد.[۲]

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو میں) نکاح کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔ والحمد للہ۔

علامہ سرخسی نے جو کچھ بیان کیا ہے یہی اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔ اصل چیز اسلام اور اعمال صالحہ ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ علم اور تقویٰ کی فضیلت عارضی ہے اور سادات کی نسبی فضیلت ذاتی ہے، عارضی فضیلت زائل ہو سکتی ہے اور ذاتی فضیلت کا زوال نہیں ہو سکتا، لیکن ان بزرگوں نے یہ غور نہیں کیا کہ سادات کی نسبی فضیلت اسلام اور اعمال صالحہ کے بغیر غیر معتبر اور کالعدم ہے العیاذ باللہ اگر کوئی سید مرتد ہو جائے تو کیا اس کی نسبی فضیلت زائل نہیں ہو جائے گی؟ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب ایمان نہیں لایا تو کیا اسے یہ نہیں فرمایا گیا: انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح (ہود: ۴۶) "یہ تمہارا اہل نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال نیک نہیں ہیں"۔

آج دنیا میں کالے اور گورے کی تفریق پر نسلی امتیاز برتتے جا رہے ہیں اور سفید فام اقوام سیاہ فاموں کو اپنے برابر کے حقوق دینے پر تیار نہیں ہیں، بھارت میں برہمن اونچی ذات کا سمجھا جاتا ہے اور شودر نیچ ذات

---

[۱] السید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

[۲] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۳، (ملخصاً) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

کا سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک زمانہ میں غلاموں کو آزاد لوگوں کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا، آج بھی امیروں اور غریبوں میں تفریق رکھی جاتی ہے آج بھی جولاہوں، حجاموں اور موچیوں کو نیچ سمجھا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جولاہے نہ ہوں تو ہم سر عام برہنہ نظر آئیں موچی نہ ہوں تو ہم اپنے پیروں کو گندگی اور گرمی سے بچا نہ سکیں، حجام نہ ہوں تو ہم اپنے بالوں کی درستگی نہ کرا سکیں۔ سلام ہو اس نبی امی پر جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کی مرمت کر لی کہ کہیں تم جوتی گانٹھنے والوں کو حقیر نہ سمجھ لینا جس نے عرب کے معزز گھرانے میں ایک غلام کا رشتہ کرا کے انسانیت اور مساوات کا جھنڈا بلند کیا جس نے خود اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم یکے بعد دیگرے ایک غیر ہاشمی اموی نوجوان کے نکاح میں دیں اور یہ کوئی ضرورت اور اضطرار کا مسئلہ نہ تھا کیونکہ آپ کے سامنے ہاشمی خاندان کے بھی رشتے تھے لیکن وہ انسان کامل اور محسن انسانیت خود اپنی صاحبزادیوں کا رشتہ غیر کفو میں کر کے یہ مثال اور نمونہ قائم کرنا چاہتا تھا کہ جب میں افضل خلق علی الاطلاق ہو کر رشتہ کے معاملہ میں نسب کے مقابلہ میں اسلام اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہوں تو تم بھی نسبی خصوصیات کی بجائے اسلام اور تقویٰ کو ترجیح دینا اور نسب، مال و دولت اور صنعت و حرفت کی بناء پر کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھنا۔

افضل اور انسب تو یہی ہے کہ رنگ و نسل اور صنعت و حرفت کے امتیازات سے بالا ہو کر صرف اسلام اور تقویٰ کی بنیاد پر رشتے کیے جائیں لیکن اسلام دین فطرت ہے، اور اسلام نے لوگوں کے مزاج، ان کے ماحول اور ان کی نفسیات کو بھی پیش نظر رکھا، چونکہ خاوند اور بیوی نے ساری زندگی ایک ساتھ گزارنی ہوتی ہے اس لیے ان کے ماحول اور مزاج میں مکمل یگانگت ہونی چاہیے، اگر ان کے درمیان کسی وجہ سے منافرت آ جائے تو اس دائمی رشتہ میں ناخوشگواریوں کے آنے کا خطرہ ہے اور جس گھرانے اور خاندان کی لڑکی کو عرف اور معاشرہ میں اعلیٰ درجہ کا قرار دیا جاتا ہو اس کی شادی اگر ایسے لڑکے سے کر دی جائے جس کو عرف اور معاشرہ میں گھٹیا سمجھا جاتا ہو تو یہ لڑکی اور اس کے سرپرستوں کے لیے باعث ننگ و عار ہوگا اور ایسے گھر میں اس لڑکی کا زندگی گزارنا دوبھر اور دشوار ہو جائے گا۔ اس لیے جمہور فقہاء نے اپنے اجتہاد سے ایک متوسط قول کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت ترجیح تو تقویٰ اور پرہیزگاری کو دو لیکن اس کے ساتھ ساتھ حسب نسب اور صنعت و حرفت کی خصوصیات کو بھی پیش نظر رکھو۔ لیکن اگر لڑکی کے اولیاء اور وہ بالغ لڑکی کی مرضی سے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیں تو وہ صحیح اور جائز ہے یا لڑکی اپنی مرضی سے از خود غیر کفو میں نکاح کرے اور اطلاع ملنے پر لڑکی کے اولیاء اس نکاح کی اجازت دے دیں پھر بھی نکاح جائز اور صحیح ہے اور اگر لڑکی کے اولیاء اس کی اجازت نہ دیں تو وہ اس نکاح کو قاضی سے فسخ کرا سکتے ہیں۔ تاہم امام مالک اور محققین فقہاء احناف کے نزدیک نکاح میں صرف دینداری میں کفاءت شرط ہے اور کسی قسم کی کفاءت نکاح میں شرط نہیں ہے قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال سے یہی ثابت ہے اور یہی ہمارا مختار ہے، ہم پہلے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث بیان کریں گے پھر مذاہب ائمہ بیان کریں گے اور ائمہ میں مخالفین کے دلائل پر تبصرہ کریں گے اور اس پر تفصیلی گفتگو اس کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

بعض متاخرین بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر غیر کفو میں نکاح خواہ لڑکی اور اس کے اولیاء اور وارثوں کی اجازت سے ہو پھر بھی حرام ہے اور یہ نکاح زنا کے مترادف ہے لیکن ان بزرگوں نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام عورتوں کا ذکر فرما دیا جو نسب، رضاعت، صہر، جمع فی النکاح اور منکوحہ غیر ہونے کے اعتبار سے حرام ہیں اس کے بعد فرمایا و احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین (نساء: ۲۴) "اور ان محرمات (مذکورہ) کے ماسوا سب عورتیں تمہارے

لیے حلال ہیں، بشرطیکہ تم مال (مہر) کے معاوضہ میں اپنی پاکبازی کے تحفظ کی خاطر ان سے عقد کرو در آں حالیکہ تم زنا کرنے والے نہ ہو۔" اس آیت میں لفظ "ما" استعمال کیا ہے اور "ما" کا استغراق اور عموم قطعی ہے جس کی حدیث صحیح سے بھی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ پھر بادشما کے خیال میں اتنی طاقت کب ہے کہ اس عموم کی تخصیص کرے یہ کیونکہ یقین کہ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بیان فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ تمام عورتوں کو مسلمانوں پر حلال کر دیا ہے۔ اس میں مزید تخصیص ہے، محرمات مذکورہ کے ماسوا تمام عورتیں حلال نہیں ہیں، بلکہ ایک عورت مزید حرام ہے اور یہ وہ ہے جس کا کفو مرد کے کفو سے اعلیٰ ہو۔

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربٰع (النساء: ۳) "جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو۔ دو، دو سے، تین تین سے اور چار چار سے" اس آیت میں بھی لفظ "ما" ہے جو عموم کے لیے ہے (یعنی محرمات مذکورہ کے ماسوا) جو عورتیں تمہیں پسند آئیں خواہ غیر کفو سے ہوں ان کی رضامندی کے ساتھ ان سے نکاح کر لو۔

قرآن مجید میں ہے: یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہاری شناخت کے لیے الگ الگ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: امام ابو داؤد نے مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت ابی ہند کے بارے میں نازل ہوئی، امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ایک عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: تنزوج بناتنا موالینا؟ "ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کر دیں؟" اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا الآیۃ۔ زہری کہتے ہیں کہ یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1]

علامہ آلوسی نے مراسیل ابو داؤد،[2] ابن مردویہ اور سنن بیہقی[3] کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ ابو الہند کے ساتھ اپنی ایک عورت کی شادی کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کر دیں؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یا یھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ ۔ الآیۃ۔ زہری نے کہا کہ یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فصد لگانے والا غلام تھا۔[4]

غور فرمائیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عورت سے ایک فصد لگانے والے غلام کا نکاح کرا کے صنعت و حرفت اور حسب و نسب

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

۲۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد، ص ۱۲، مطبوعہ نور محمد اینڈ سنز کراچی۔

۳۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۴۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کی برائی کے سارے بت زمیں بوس کر ڈالے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا۔ (احزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم دے دیں تو کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو اس حکم پر عمل نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑے گا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبد اللہ ابن جحش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت زینب حضور کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام دیا، حضرت سیدہ زینب نے یہ پیغام سن کر کہا یا رسول اللہ! میں اپنی قوم میں معزز ہوں، آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں میں اس غلام سے نکاح نہیں کر سکتی! اور ایک روایت میں ہے حضرت سیدہ زینب نے فرمایا میں حسب اور نسب کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے بھی یہی کہا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا الآیة۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد دونوں بھائی بہن کے سر تسلیم خم ہو گئے وہ اس نکاح پر راضی ہو گئے۔ رضی اللہ عنہما[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معزز آزاد عرب لڑکی کا نکاح ایک غلام سے کر دیا اور یوں کفو کی برائی کے بتوں کے توڑنے کی ابتداء آپ نے اپنے خاندان سے کی، سلام ہو اس نبی پر جس نے اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح ایک غلام سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا، صرف زبان سے نہیں کہتے تھے "اے لوگو سنو! تمہارا رب واحد ہے، تمہارا باپ واحد ہے، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے!" آپ نے لوگوں کو انسانی مساوات کی جو تعلیم دی تھی اس پر عمل کر کے دکھایا اور عمل کی ابتداء اپنے گھرانے سے کی تھی! امام رازی نے بھی اس آیت کا یہی شان نزول بیان کیا ہے[2] امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔[3]

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید کی اس آیت میں سب سے زیادہ صراحت ہے:

لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم۔ (بقرہ: ۲۲۱)

اور مسلمان عورتوں کی مشرک کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں خواہ وہ مشرک تمہیں (حسب و نسب اور مال و دولت کے لحاظ سے) اچھے کیوں نہ معلوم ہوں، اور بے شک غلام مسلمان آزاد مشرک سے بہتر ہے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۶-۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتادیا ہے کہ مسلمان آزاد لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے کرنا جائز ہے حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہوتا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آزاد مسلمان لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے جائز قرار دیا ہے۔

یہاں تک ہم نے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں غیر کفو میں نکاح کا جواز بیان کیا ہے اس کے بعد اب ہم احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا حکم بیان کریں گے۔

احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا جاء کم من ترضون امانتہ وخلقہ فانکحوہ کائنا من کان، فان لا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیرا وقال: عریض [۱]

یحیی بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں بہت زیادہ فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

یہ حدیث جامع ترمذی میں امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوحاتم سے روایت کی ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے [۲]، امام حاکم نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجہ [۳] "بخاری اور مسلم نے یہ حدیث نہیں لی ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے"؛ امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے [۴]۔ علامہ علی متقی ہندی نے اس حدیث کو امام نسائی، امام بیہقی، امام ابن عدی اور امام ابن ابی حاتم مزنی کے حوالوں سے روایت کیا ہے [۵]، اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے [۶]۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکحت المقداد وزیدا لیکونا اشرفکم عند اللہ احسنکم اسلاما انکح المقداد

شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مقداد اور زید کا نکاح کیا تاکہ جو اللہ کے نزدیک مرتبہ والے ہیں وہ تمہارے نزدیک بہترین مسلمان ہوں،

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ
۲۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
۳۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۵، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔
۴۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
۵۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۷، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ
۶۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد ایجوکیشنل کراچی۔

ضباعة ابنة الزبير بن عبد المطلب وانكح زيد بن حارثة زينب بنت جحش وكان المقداد قد اصابه سباء [1]

حضرت مقداد کا نکاح حضرت زبیر بن عبد المطلب کی لڑکی ضباعہ سے کیا، اور زید بن حارثہ کا نکاح زینب بنت جحش سے کیا، مقداد دشمنوں کی قید میں رہ چکے تھے۔

حضرت مقداد بن عمر حضر موت کے رہنے والے تھے بچپن ہی مختلف ہاتھوں میں پرورش پائی نوجوانی میں اسود بن عبد یغوث نے بیٹا بنا لیا اسی وجہ سے مقداد بن اسود کہلائے[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچا زاد بہن ہاشمی خاتون کا نکاح ایک غیر قرشی، غریب الدیار نوجوان سے حسب و نسب اور کفو کا خیال کیے بغیر کر دیا، کیونکہ آپ کے نزدیک وہ اچھا مسلمان تھا اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اور اپنی سگی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کا نکاح یمن سے لائے ہوئے ایک غلام کے ساتھ کر دیا اور حسب و نسب کی عظمت کے سارے اصول اور پیمانے بدل ڈالے!

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا،[3] اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کو صحیح بخاری (ج ۲ ص ۷۶۲) میں بیان کیا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال يا بنی بياضة انكحوا ابا هند وانكحوا اليه قال وكان حجاما هذا حديث صحيح علی شرط مسلم ولم يخرجاه [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو بیاضہ اپنی عورت کا ابوہند سے نکاح کر دو، ابوہند، بنو بیاضہ کا فصد لگانے والا غلام تھا امام حاکم کہتے ہیں کہ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

بنو بیاضہ معزز لوگ تھے ابوہند ان کے غلام تھے اور فصد لگاتے تھے، انھوں نے اس رشتہ کو ناپسند کیا تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی الآیۃ پھر وہ لوگ راضی ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کی عورت سے ابوہند کا نکاح کر دیا اور حسب و نسب پر تفاخر کے سارے جام و سبو توڑ ڈالے!

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے مراسیل میں[5] اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں[6] زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے نیز علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[7]

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۲، مطبوعہ نور محمد اینڈ سنز کراچی

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۸، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ایران، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن الحکم بن عیینۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسل بلالا الی اھل بیت من الانصار یخطب الیھم فقالوا عبد حبشی قال بلال لولا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان اٰتیکم لما اٰتیتکم فقالوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرک قال نعم قالوا قد ملکت فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فادخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعۃ من ذھب فاعطاہ ایاھا فقال سق ھذا الی امرأتک وقال لاصحابہ اجمعوا الی اخیکم فی ولیمتہ۔ [1]

حکم بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے گھر بھیجا تاکہ وہ اپنے رشتہ کا پیغام دیں، ان انصاری کے گھر والوں نے کہا یہ تو حبشی غلام ہے! حضرت بلال نے کہا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لیے نہ کہا ہوتا تو میں کبھی نہ آتا، انھوں نے کہا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے؟ حضرت بلال نے کہا ہاں! انھوں نے کہا تم اس رشتہ کے مالک ہو! حضرت بلال نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا ٹکڑا آیا، آپ نے وہ حضرت بلال کو عطا فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کے پاس لے جانا اور حضرت بلال کے دوستوں سے فرمایا تم اپنے بھائی کے ولیمہ کی تیاری کرو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عربی عورت کا ایک حبشی غلام کے ساتھ نکاح کر کے یہ تعلیم دی ہے کہ حسب ونسب اور صنعت وحرفت اصل چیز نہیں ہیں، اصل چیز کسی شخص کا اچھا مسلمان ہونا ہے کہ اگر کوئی شخص حسب ونسب اور صنعت وحرفت میں کفو نہ ہو لیکن وہ اچھا مسلمان ہو تو اس کو رشتہ دے دینا چاہیے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن فاطمۃ بنت قیس ان ابا عمرو بن حفص طلقھا البتۃ وھو غائب فارسل الیھا وکیلہ بشعیر فسخطتہ فقال واللہ مالک علینا من شیء فجاءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذلک لہ فقال لیس لک علیہ نفقۃ

حضرت فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے مجھے طلاق بائن دے دی، درآں حالیکہ وہ غائب تھا، اس کے وکیل نے حضرت فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے، وہ ناراض ہو گئیں، وکیل نے کہا قسم بخدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے، پھر آپ نے

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۲-۱۱، مطبوعہ نور محمد اینڈ سنز کراچی۔

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

فامرها ان تعتد فی بیت ام شریك ثم قال تلك امرأة یغشاها اصحابی اعتدی عند ابن ام مکتوم فانه رجل اعمی تضعین ثیابك فاذا حللت فاذنینی قالت فلما حللت ذکرت له ان معاویة بن ابی سفیان و اباجهم خطبانی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما ابو جهم فلا یضع عصاه عن عاتقه و اما معاویة فصعلوك لا مال له انکحی اسامة بن زید فکرهته ثم قال انکحی اسامة فنکحته فجعل الله فیه خیرا واغتبطت[1]

انھیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدت گزاریں، پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے صحابہ آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ وہ کہتی ہیں جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں ہے۔ اور رہے معاویہ تو وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے۔ تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ میں نے ان کو ناپسند کیا (شاید ان کے کالے رنگ اور غلام زادہ ہونے اور عدم کفو کی وجہ سے) آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو۔ میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی اور عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں

حضرت فاطمہ بنت قیس قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید ان کے کفو نہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر کے یہ واضح کیا کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے اور بسا اوقات غیر کفو کے نکاح میں بڑی خیر ہوتی ہے۔

یہ حدیث امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے[2] امام نسائی نے بھی اس کو روایت کیا ہے[3]۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے[4] امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[5] امام مالک نے بھی اس کو روایت کیا ہے[6] امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔[7]

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۲۔ ۳۱۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ،

[3] امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۳۔ ۱۸۲، مطبوعہ " "

[5] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۴، " " " "

[6] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، الموطا ص ۵۲۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[7] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان زوج بریرة كان عبدا يقال له مغيث كانى انظر اليه يطوف خلفها يبكى ودموعه تسيل على لحيته فقال النبى صلى الله عليه وسلم لعباس يا عباس الا تعجب من حب مغيث بريرة ومن بغض بريرة مغيثا فقال النبى صلى الله عليه وسلم لو راجعتيه قالت يا رسول الله تأمرنى قال انما اشفع قالت فلا حاجة لى فيه۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بریرہ کے خاوند ایک غلام تھے جن کا نام مغیث تھا۔ گویا میں ان کی طرف دیکھتا تھا وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے پھرتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کیا تمہیں اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا کاش تم مغیث سے نکاح کر لو! حضرت بریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں! حضرت بریرہ نے کہا پھر مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے حضرت بریرہ یہودیوں کی لونڈی تھیں اور ان کا نکاح حضرت مغیث سے ہو چکا تھا حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو یہودیوں سے خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت مغیث حسب سابق غلام رہے اور یہ اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب شادی شدہ لونڈی آزاد کر دی جائے اور اس کا خاوند غلام ہو تو اس آزاد شدہ لونڈی کو خیار عتق دیا جاتا ہے کہ آیا وہ اس غلام کے نکاح میں رہنا چاہتی ہے یا نہیں، حضرت بریرہ کو جب یہ اختیار دیا گیا تو انھوں نے حضرت مغیث کو مسترد کر دیا، حضرت مغیث کی حضرت بریرہ سے فراق میں جو حالت زار ہوئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آیا اور آپ نے انھیں حضرت مغیث سے نکاح کا مشورہ دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت بریرہ آزاد تھیں اور مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ کا کفو نہ تھے اگر غیر کفو میں نکاح ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نکاح کا مشورہ کیوں دیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ کو حضرت مغیث کے ساتھ نکاح کا مشورہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز اور مشروع ہے البتہ چونکہ یہ حضور کا صرف مشورہ تھا جس کی حیثیت سفارش کی تھی کوئی تشریعی امر نہیں تھا اس لیے حضرت بریرہ نے اپنے حق خیار کو استعمال کیا؛ اور یہ شرعاً قابل مواخذہ نہیں ہے تاہم خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

آثار صحابہ و تابعین سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان ابا حذيفة بن عتبة بن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

ربیعة بن عبد شمس و کان ممن شهد بدرا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم تبنی سالما فانکحه بنت اخیه هند بنت الولید بن عتبة بن ربیعة و هو مولی لامراة من الانصار۔[1]

ربیعہ بن عبدالشمس کے بیٹے ابوحذیفہ جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوحذیفہ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے۔ حضرت ابوحذیفہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا۔

یہ نکاح بھی غیر کفو میں کیا گیا کیونکہ آزاد قریشی خاتون کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی ہے۔[2] اور یہ حدیث سنن بیہقی میں بھی ہے۔[3] امام عبدالرزاق نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔[4]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن سیرین قال: قال عمر بن الخطاب ما فی شیء من امر الجاهلیة غیر شیئین: غیر انی لست ابالی ای المسلمین انکحت و بایهن انکحت۔[5]

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ زمانہ جاہلیت کی صرف دو چیزیں میں نے باقی رکھی ہیں، ایک یہ کہ میں کسی مسلمان کے ساتھ بھی رشتہ کر دوں مجھے اس میں عار نہیں۔ دوسری یہ کہ میں کسی مسلمان عورت سے نکاح کر لوں مجھے اس میں عار نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی سادات اور اشراف کے ساتھ خصوصیت کی تحقیق

حضرت علامہ ابن حجر مکی سے یہ سوال کیا گیا کہ حضرت زینب بنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد بکثرت موجود ہے کیا ان کی اولاد کا بھی وہی حکم ہوگا جو ان کے بھائیوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کا ہے اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے تو آپ کی نواسیوں کی اولاد آپ کی طرف کیوں منسوب نہیں ہوتی؟

علامہ ابن حجر مکی نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت زینب کی اولاد کے لیے یہ حکم تو ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، آپ کی اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا نسب آپ سے ثابت نہیں ہے کیونکہ فقہاء کہتے ہیں کہ کسی شخص کی اولاد میں اس کی بیٹی کی اولاد بھی شامل ہوتی ہے لیکن اس کی نسل اور نسب میں صرف بیٹے اور پوتے شامل ہوتے ہیں، اور علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہے یعنی ان سے آپ کا نسب ثابت ہے اور نواسیوں کی اولاد کا آپ سے نسب ثابت نہیں ہے یعنی حضرت ام کلثوم زوجہ عمر بن

---

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] امام عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[4] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ
[5] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے، اور حضرت زینب اور حضرت حسن اور حضرت حسین ان چاروں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب ثابت ہے اور حضرت حسن اور حضرت حسین کی اولاد کا نسب اولاً حضرت حسن اور حضرت حسین سے ثابت ہے اور ان کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نسب ثابت ہے بر خلاف حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم کی اولاد کے کیونکہ ان کا نسب ان کے والدوں حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ سے ثابت ہے ان کا نسب نہ ان کی ماں حضرت فاطمہ سے ثابت ہے نہ ان کے نانا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ اولاد نسب میں اپنے باپ کے تابع ہوتی ہے نہ کہ ماں کے، فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور یہ ان کی خصوصیت ہے اور یہ حکم حضرت حسن اور حضرت حسین کی اولاد میں منحصر ہے کیونکہ حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے "لکل بنی ام عصبة الا ابنی فاطمة فانا ولیھما وعصبتھما" ہر ماں کے بیٹوں کا ایک عصبہ ہوتا ہے سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے ان کا ولی اور عصبہ میں ہوں"، پس آپ کا نسب اور عصبیت دونوں حضرت حسنین کے ساتھ خاص ہیں اور ان کی بہنوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، اس لیے تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شریفہ (سیدہ) کا جو بیٹا غیر شریف (غیر سید) سے ہوگا وہ غیر شریف (غیر سید) ہوگا (الی قولہ) اوائل میں شریف کا اطلاق عام تھا اور تمام اہل بیت کو شریف کہتے تھے خواہ وہ عباسی ہو یا عقیلی بعد میں جب فاطمیین مصر کے حاکم ہو گئے تو شریف کا لفظ صرف حضرت حسن اور حضرت حسین کی ذریت میں منحصر ہو گیا[1] (برصغیر میں شریف کو سید کہتے ہیں، سعیدی)

نیز علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جو شرف حضرت فاطمہ زہراء کی اولاد کو حاصل ہوا ہے (یعنی ان کا حضور سے نسب ثابت ہے اور ان پر زکوٰۃ حرام ہے اور ان سے محبت اور تکریم ایمان کی علامت ہے) یہ صرف حضرت فاطمہ کی اولاد کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوالعاص سے نسل فرما رہتی اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کی حضرت عثمان سے نسل زندہ رہتی تو ان کو بھی وہی شرف اور سیادت حاصل ہوتی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل کے لیے ثابت ہے لیکن قضاء الٰہی باقی صاحبزادیوں کی نسل کا سلسلہ نہیں چل سکا[2]

سادات لڑکیوں کا غیر سادات سے نکاح کا جواز از روئے احادیث و آثار

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل اوحی الی ان ازوج کریمتی من عثمان. (رواہ الطبرانی فی الصغیر و الاوسط)[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی تھی کہ میں اپنی دونوں صاحبزادیوں کا نکاح عثمان سے کر دوں۔

احناف کے نزدیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کا کفو ہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک ہاشمی اور مطلبی کا کفو کوئی دوسرا قبیلہ نہیں ہے اور حضرت عثمان اموی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا کفو نہیں تھے اس کے باوجود آپ نے اپنی

---

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۲۲-۱۲۳، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] " " " " الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۲۳

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے ایک اموی نوجوان سے عقد کیا، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اذ قد یقول یجوز کونہ لا یستقاط حقہ فی الکفاءۃ لنظر الی مصلحۃ اخری۔ [1] امام شافعی فرماتے ہیں اپنا حق ساقط کرکے غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے جبکہ وہاں کوئی اور مصلحت ہو۔ یہ صحیح ہے کہ احناف کے نزدیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کا کفو ہیں لیکن اہل ذوق اور اہل فہم پر مخفی نہیں کہ کفو کے معنی ہیں نسب میں مساوات اور شرف میں ایک دوسرے کا نظیر ہونا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے تمام تر فضائل کے باوجود شرف نسب میں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کے ہرگز کفو نہیں تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کا پرچم بلند کرنے کے لیے اور امت کے لیے اسوہ قائم کرنے کی خاطر حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔ فصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ صلوۃ دائما ابدا۔

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن اسلم مولی عمر قال دعا عمر بن الخطاب علی بن ابی طالب فسارہ ثم قام علی فجاء الصفۃ فوجد العباس وعقیلا والحسین فشاورھم فی تزویج عمر ام کلثوم فغضب عقیل وقال یا علی ما تزیدک الایام والشھور والسنون الا العمی فی امرک واللہ لئن فعلت لیکونن ولیکونن لاشیاء عددھا ومضی یجر ثوبہ فقال علی للعباس واللہ ما ذلک منہ نصیحۃ ولکن درۃ عمر احرجتہ الی ما تری اما واللہ ما ذلک رغبۃ فیک یا عقیل ولکن اخبرنی عمر بن الخطاب یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی فضحک عمر فقال ویح عقیل سفیہ احمق رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔ [2]

حضرت عمر کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علی بن ابی طالب سے چپکے سے کوئی بات کی، پھر حضرت علی چبوترہ پر گئے اور وہاں حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے حضرت ام کلثوم (بنت علی بن فاطمہ) کا حضرت عمر کے ساتھ نکاح کے بارے میں مشورہ کیا، یہ سن کر عقیل غضبناک ہو گئے اور کہا اے علی جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں، تمہاری اپنے معاملات میں بے وقوفی بڑھتی جاتی ہے، اگر تم نے یہ نکاح کر دیا تو ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، یہ کہہ کر عقیل اپنا کپڑا گھسیٹتے چلے گئے۔ حضرت علی نے حضرت عباس سے کہا عقیل نے خیر خواہی کی بات نہیں کی، یہ حضرت عمر کے درّہ سے خوف زدہ ہے، اے عقیل بخدا عمر یہ رشتہ کسی رغبت کی وجہ سے نہیں مانگ رہے، مجھے عمر نے یہ حدیث سنائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر رشتہ ازدواج اور ہر نسب منقطع ہو جائے گا سوا اس رشتہ کے جو مجھ سے قائم ہو اور سوا اس نسب کے جو مجھ سے قائم ہو، (یعنی حضرت عمر نے اس بشارت کے حصول کے لیے یہ رشتہ طلب کیا تھا نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں) پھر حضرت عمر ہنسے اور فرمایا افسوس عقیل احمق اور جاہل ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۲-۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثہ ۱۴۰۲ھ

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کفو میں رشتہ کرنے کے لیے لڑکی کے تمام اولیاء اور ورثاء کا راضی ہونا ضروری نہیں ہے۔ صرف ولی اقرب کی رضامندی ضروری ہے اور یہ کہ لڑکی اور اس کا ولی اقرب راضی ہو تو سیدزادی کا نکاح غیر کفو میں ہو سکتا ہے۔ حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ثعلبة بن ابی مالك ان عمر بن الخطاب قسم مروطا بين نساء من نساء المدينة فبقي مرط جيد فقال له بعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم التي عندك يريدون ام كلثوم بنت علي فقال عمر ام سليط احق وام سليط من نساء الانصار ممن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد[1]

ثعلبہ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مدینہ کی مستورات میں چادریں تقسیم کیں، ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ بعض اہل مجلس نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ کے نکاح میں ہیں ان کی مراد ام کلثوم بنت علی تھیں۔ حضرت عمر نے فرمایا حضرت ام سلیط اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں حضرت ام سلیط ایک انصاری خاتون تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، حضرت عمر نے کہا جنگ احد میں وہ ہمارے لیے اپنی پیٹھ پر مشکیزے لاد کر لاتی تھیں۔

حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر کے نکاح کو شیعہ محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔ شیخ کلینی رازی روایت کرتے ہیں:

عن زرارة عن ابی عبد الله عليه السلام فی تزويج ام كلثوم فقال ان ذلك فرج غصبناه[2]

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے حضرت ام کلثوم کے نکاح کے بارے میں کہا: ہم سے اس فرج کو چھین لیا گیا!

اس کے بعد دوسری روایت ہے:

عن هشام بن سالم عن ابی عبد الله عليه السلام قال لما خطب اليه قال له امير المؤمنين انها صبية قال فلقي العباس فقال له ما لي ابي باس؟ قال وما ذاك قال خطبت الى ابن اخيك فردني اما والله لاعورن زمزم ولا ادع

ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا جب حضرت عمر نے حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی نے فرمایا وہ (ام کلثوم) ابھی کم سن ہے، حضرت عمر حضرت عباس سے ملے اور کہا کیا سبب ہے کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ حضرت عباس نے پوچھا آپ ایسا کیوں کہتے ہیں، حضرت عمر نے کہا میں نے تمہارے بھتیجے کو نکاح کا پیغام دیا تھا انہوں نے اس کو مسترد کر دیا، سنو! بخدا! میں زمزم کو بند کرا دوں گا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ ھ، صحیح البخاری ج ١ ص ٤٠٣، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ١٣٨١ ھ

[2] ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ٣٢٨ ھ، الفروع من الکافی ج ٥ ص ٣٤٦، مطبوعہ دار الکتب اسلامیہ تہران، الطبعۃ الثانیہ ١٣٦٢ ھ

لكم مكرمة الا هد متها ——
ولا قيمن عليه شاهدين بانه
سرق ولا قطعن يمينه فاتاه
العباس وسالہ ان يجعل الامر
اليه فجعله اليه۔[1]

تمہارے مکانات گروا دوں گا، میں دو گواہ قائم کروں گا، کہ علی نے چوری کی اور اس کا دایاں ہاتھ کٹوا دوں گا، حضرت عباس، حضرت علی کے پاس گئے اور ان کو سمجھایا کہ یہ رشتہ منظور کر لیں، پھر حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا۔[2]

بعض بزرگ جو غیر کفو میں سیدزادیوں کے نکاح کو ناجائز کہتے ہیں اور اس نکاح کو زنا سے تعبیر کرتے ہیں (العیاذ باللہ) ان پر جب حضرت ام کلثوم کے نکاح سے معارضہ کیا جاتا ہے تو وہ اس واقعہ کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ من گھڑت بات اور بے اصل روایت ہے، حالانکہ یہ واقعہ تواتر سے ثابت ہے۔ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، تاریخ کامل، اصابہ، اسد الغابہ، استیعاب اور سینکڑوں تصانیف میں اس کا ذکر ہے حتیٰ کہ شیعہ محدثین اور مورخین نے بھی اس نکاح کو تسلیم کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم نے زیادہ حوالہ جات پیش نہیں کیے۔

فاطمہ بنت حسین کا پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی حسن بن حسن سے ہوا ان کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ بنت حسین کے بیٹے عبداللہ بن حسن نے ان کے حکم سے ان کا نکاح حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے کر دیا اور یہ غیر سید سے سیدہ کے نکاح کی دوسری واضح مثال ہے، امام ابن سعد لکھتے ہیں:

فاطمة بنت حسين بن على ابن ابى طالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصى، وامها ام اسحاق بنت طلحة بن عبيد الله بن عثمان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم. تزوجها ابن عمها حسن بن حسن بن على بن ابى طالب فولدت له عبد الله وابراهيم وحسن وزينب، ثم مات عنها فخلف عليها عبد الله بن عمرو بن عثمان بن عفان زوجها اياه ابنها عبد الله بن حسن بامرها فولدت له القاسم و محمدا۔[3]

فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور ان کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ہیں، حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنے چچا زاد بھائی حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے شادی کی اور ان سے چار بچے پیدا ہوئے عبداللہ، ابراہیم، حسن، زینب پھر ان کے خاوند حسن بن حسن فوت ہو گئے اور ان کے بعد حضرت فاطمہ بنت حسین کے حکم سے ان کے بیٹے عبداللہ بن حسن نے ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے کر دیا جن سے ان کے دو بچے ہوئے قاسم اور محمد۔

---

[1] ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۲ھ،

[2] شیعہ محدثین نے حضرت عمر سے ام کلثوم کے نکاح کو جو رنگ دے کر بیان کیا ہے اس سے حضرت علی کے وقار میں کسی طرح اضافہ نہیں ہوا، پہلی روایت سے یہ لازم آیا کہ حضرت علی اس قدر کمزور تھے کہ ان سے حضرت عمر ان کی بیٹی چھین کر لے گئے۔ دوسری روایت سے یہ لازم آیا کہ ہاتھ کٹنے کے ڈر سے بیٹی کا رشتہ دے دیا اور کسی غیرت مند آدمی سے یہ باتیں متصور نہیں ہیں۔ حضرت علی کا مقام ان باتوں سے بہت بلند ہے۔

[3] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۳ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

سیدہ فاطمہ بنت حسین کا جو نکاح حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا ہے اس کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی [1] اور شیخ ولی الدین عراقی نے بھی کیا ہے۔ [2]

حضرت حسین کی دوسری صاحبزادی سیدہ سکینہ کے یکے بعد دیگرے چار نکاح ہوئے اور چاروں غیر سادات سے ہوئے پہلا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، ان کی شہادت کے بعد دوسرا نکاح عبداللہ بن عثمان سے ہوا ان کے انتقال کے بعد تیسرا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، ان کی وفات کے بعد چوتھا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے ہوا، امام ابن سعد لکھتے ہیں:

سکینۃ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب وامھا الرباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب الی قولہ تزوجھا مصعب بن الزبیر بن العوام ابتکرھا فولدت لہ فاطمۃ ثم قتل عنھا فخلف علیھا عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی فولدت لہ عثمان الذی یقال لہ قرین وحکیما وربیحۃ فھلک عنھا فخلف علیھا زید بن عمرو بن عثمان بن عفان فھلک عنھا فخلف علیھا ابراھیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزھری کانت ولتہ نفسھا فتزوجھا۔ [3]

سکینہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب، ان کی والدہ رباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب تھیں، سیدہ سکینہ سے مصعب بن الزبیر بن العوام نے شادی کی در آں حالیکہ آپ باکرہ تھیں، آپ سے فاطمہ نام کی لڑکی پیدا ہوئی، مصعب کی شہادت کے بعد آپ سے عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام نے شادی کی ان سے دو لڑکے عثمان (جس کو قرین کہتے تھے) اور حکیم اور ایک لڑکی ربیحہ پیدا ہوئی ان کی وفات کے بعد زید بن عمرو بن عثمان بن عفان نے شادی کی اور ان کی وفات کے بعد آپ نے از خود ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے شادی کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی چھ پوتیوں کا نکاح غیر سادات سے ہوا جس کی تفصیل یہ ہے!

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وھؤلاء ولد الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب (الی قولہ) وکان للحسن بن الحسن من البنات زینب شقیقۃ عبداللہ وابراھیم والحسن تزوجھا الولید بن عبدالملک بن مروان وام کلثوم شقیقتھم ایضا تزوجھا ابن عمھا محمد بن علی بن الحسین، فاطمۃ بنت الحسن بن الحسن تزوجھا معاویۃ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف

یہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد ہے، حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ ایک زینب تھیں جو عبداللہ ابراہیم اور حسن کی بہن تھیں ان کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا، دوسری ام کلثوم تھیں۔ ان کا نکاح ان کے چچا زاد بھائی محمد بن علی بن حسین سے ہوا۔ تیسری فاطمہ تھیں ان کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا۔ بعد میں اس فاطمہ کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبداللہ بن الولید بن الولید بن مغیرہ سے ہوا، چوتھی ملیکہ

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۳ - ۴۴۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۷ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۳، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[3] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

علی فاطمۃ هذه ایوب بن مسلمۃ بن عبد اللہ بن الولید بن الولید بن مغیرۃ، ملیکۃ بنت الحسن بن الحسن شقیقۃ جعفر و داؤد تزوجها جعفر بن المصعب بن الزبیر وام القاسم بنت الحسن بن الحسن شقیقۃ ملیکۃ تزوجها مروان بن ابان بن عثمان بن عفان الخ[1]

تھیں یہ جعفر اور داؤد کی بہن تھیں ان کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا، پانچویں ام قاسم تھیں یہ ملیکہ کی بہن تھیں، ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں جن میں سے چار کا نکاح غیر سادات سے ہوا، سیدہ زینب کا ولید بن عبد الملک سے، سیدہ فاطمہ کا نکاح معاویہ بن عبد اللہ سے، سیدہ ملیکہ کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا اور سیدہ ام قاسم کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وولد اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم المذکور محمد الاکبر والحسین اسحاق ومسلمۃ امهم خدیجۃ بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب ومحمد الاصغر والولید ویزید امهم حمادۃ بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب خلف علیها بعد بنت عمها المذکورۃ[2]

اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم کی اولاد میں محمد اکبر، حسین، اسحاق، مسلمہ ان کی والدہ خدیجہ بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب تھیں، اور ان کی اولاد میں محمد اصغر، ولید اور یزید ہیں، ان کی والدہ حمادہ بنت الحسن بن الحسن بن ابی طالب تھیں جن سے اسماعیل بن عبد الملک نے ان کی چچازاد بہن کی وفات کے بعد شادی کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسین بن حسن اور حسن بن حسن کی دو صاحبزادیوں خدیجہ بنت الحسین بن الحسن اور حمادہ بنت الحسن بن الحسن سے اسماعیل بن عبد الملک بن حارث بن الحکم نے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ اور یہ شخص غیر سادات سے تھا۔

اعتبار کفو میں احادیث و آثار

جمہور فقہاء نے نکاح میں کفو کا اعتبار کیا ہے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔ تاہم انسب اور اولیٰ یہی ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے تاکہ خاندان کے اتحاد اور مخصوص عادات، ماحول اور مزاج کی یکسانیت کی وجہ سے زوجین میں رفاقت رہے اور وہ خوشگوار زندگی گذار سکیں۔ حسب ذیل احادیث اور آثار میں کفو کا اعتبار کرنے کے دلائل ہیں۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکحوا النساء الامن الاکفاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح صرف ان کے کفو

---

[1] ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، جمہرۃ انساب العرب ص ۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ۔
[2] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۴،

ولا یزوجهن الا الاولیاء ولا مهر دون عشرة دراهم رواه ابو یعلی وفیه مبشر بن عتیك وهو متروك [1]

میں کیا جائے اور ان کا نکاح صرف ان کے اولیاء کریں اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی مبشر بن عتیک ہے اور وہ متروک ہے یعنی ضعیف۔

صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء نے اعتبار کفو کے سلسلے میں اسی حدیث کو ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، حافظ زیلعی نے بھی اس کے ضعف کی صراحت کی ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن الحارث بن عمران الجعفری عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء وانکحوا الیهم تابعه عکرمة ابن ابراهیم [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو، خود بھی کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو، عکرمہ بن ابراہیم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ہر چند کہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لیکن تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حارث سے مروی ہے اور وہ متہم ہے اور عکرمہ نے اس کی متابعت کی ہے اور اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے[3]۔ یہ وہ ضعیف الاسناد احادیث مرفوعہ ہیں جن پر کفو کے اس عظیم الشان مسئلہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اعتبار کفو میں حضرت عمر کا ایک ضعیف اثر بھی پیش کیا جاتا ہے جس پر سیر حاصل بحث ہم نے اس کتاب کے ضمیمہ میں کر دی ہے۔

احادیث کفو کی فنی حیثیت

صاحب ہدایہ نے اعتبار کفو کے لیے جو حدیث پیش کی ہے: لا تنکحوا النساء الا الاکفاء الحدیث (عورتوں کا صرف کفو میں نکاح کرو)، حافظ زیلعی اس کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبشر بن عبید ہے، دارقطنی نے کہا مبشر بن عبید متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ مبشر بن عبید کی روایات جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں، ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ سوائے اظہار تعجب کے اس کی احادیث کو کتاب میں لکھنا جائز نہیں ہے، عقیلی نے بھی امام احمد سے نقل کیا کہ اس کی احادیث موضوع ہیں۔ بیہقی نے کہا کفو کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے اکثر حجت نہیں ہیں ان روایات میں سے حضرت علی کی یہ روایت ہے۔ ثلاثة لا تؤخرها وفیه والایم اذا وجدت کفوا۔ "تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا اور اس میں یہ بھی ہے کہ غیر شادی شدہ عورت کا کفو مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر مت کرو۔" اس حدیث کو ترمذی نے روایت کر کے کہا: رما اس ٤١

1. حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ
2. حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، دار النشر والتوزیع مکہ مکرمہ
3. علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

اسنادہ متصلا "میرے خیال میں یہ حدیث منقطع ہے" حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔ صاحب ہدایہ نے بھی اس حدیث سے کفو کے اعتبار پر استدلال کیا ہے، ابن جوزی نے کفارہ کے اعتبار پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء "اپنی اولاد کے لیے رشتوں کو پسند کرو اور کفو میں ان کا نکاح کرو" یہ حدیث جتنی اسانید سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں۔[1]

حافظ زیلعی کی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتبار کفو کے سلسلہ میں صرف حضرت علی کا یہ اثر سند صحیح سے مروی ہے: تین چیزوں میں تاخیر مت کرو ... جب غیر شادی شدہ لڑکی کا کفو مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر مت کرو۔

کفو میں فقہاء حنبلیہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ صحت نکاح کے لیے کفو کی شرط میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ کفو صحت نکاح کے لیے شرط ہے، اگر کوئی غلام، عرب عورت سے نکاح کرے تو یہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا، یہ سفیان کا قول ہے، امام احمد نے کہا جو شخص شرابی ہو وہ عورت کا کفو نہیں ہے اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائیگی اسی طرح اگر جولاہا نکاح کرے تو اس کی بھی تفریق کر دی جائے گی، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صاحب شرف عورتوں کا نکاح غیر کفو میں کرنے میں منع کروں گا۔[5]

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ نکاح میں کفو شرط نہیں ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب الرائے (امام ابو حنیفہ) کا یہی نظریہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات: ۱۳) "تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ وہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور ان سے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید کا نکاح کر دیا حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کا نکاح اسامہ سے کر دیا حالانکہ فاطمہ قرشیہ تھیں اور اسامہ غلام زادے تھے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کے باپ زید بن حارثہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے کر دیا حالانکہ زید بن حارثہ غلام تھے اور حضرت ابن مسعود نے اپنی بہن سے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے شادی کرنا خواہ وہ گورے رنگ کا رومی ہو یا کالے رنگ کا حبشی اور اس لیے کہ کفو سے عورت اور اس کے اولیاء کا حق متعلق نہیں ہوتا اس لیے نکاح میں کفو کی شرط نہیں ہے جیسا کہ نکاح میں عیب سے سلامتی کی شرط نہیں ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح میں کفاءت شرط نہیں ہے عورت اور اس کے تمام اولیاء راضی ہو جائیں تو نکاح صحیح ہے اور اگر بعض اولیاء راضی نہ ہوں تو کیا نکاح باطل ہو جائے گا یا نکاح صحیح رہے گا؟

---

[1] حافظ ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۷-۱۹۶ ملخصا، مطبوعہ مجلس علمی سورت، ۱۳۵۷ھ

[5] یہ اثر مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۱۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ / ۴ ص ۲۱۸ اور سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۳ میں ہے، لیکن چونکہ یہ اثر حضرت عمر کے مسلک اور ان سے مروی دوسرے آثار کے خلاف ہے اس لیے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ سعیدی غفرلہ

اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور امام شافعی کے بھی دو قول ہیں۔

امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ یہ نکاح باطل ہے کیونکہ کفاءۃ تمام اولیاء کا حق ہے اور عقد کرنے والا ان کی رضا کے بغیر تصرف کر رہا ہے اس لیے صحیح نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ جب ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرافعہ کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیا اور نکاح کو باطل نہیں کیا۔ اس روایت کی بناء پر جو راضی نہ ہو وہ فسخ کر سکتا ہے، امام شافعی اور امام مالک کا یہی قول ہے (علامہ ابن قدامہ کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص لڑکی کو اختیار دیا ہے اور لڑکی اولیاء کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کی مرضی کے بغیر اگر کفو میں بھی نکاح کر دیا جائے تو اس کو فسخ کا اختیار ہے اس لیے اس حدیث کا علامہ ابن قدامہ کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام شافعی اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کے بعض اولیاء راضی ہو جائیں تو باقی اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اولیاء میں سے ہر ایک کی رضامندی ضروری ہے، اگر ولی اقرب مثلاً باپ نے غیر کفو میں نکاح کر دیا اور بھائی اس پر راضی نہیں ہیں تو وہ نکاح فسخ کرا سکتے ہیں اور امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب ولی اقرب نے نکاح کر دیا تو دوسرے اولیاء کے لیے فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کا کوئی اختیار نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کی مرضی غیر معتبر ہے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ عورت اور اس کے تمام اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح اور ناقابل فسخ ہے اور اگر بعض اولیاء راضی نہ ہوں تو عقد صحیح ہے لیکن وہ نکاح فسخ کرا سکتے ہیں نیز علامہ ابن قدامہ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جن اولیاء کا اختلاف ہو وہ بوقت عقد اختلاف کا اظہار کر دیں اگر بعد میں اختلاف کا اظہار کیا تو نکاح باطل نہیں ہو گا۔

کفو میں مالکیہ کی رائے

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حضرت اسامہ سے نکاح کی تشریح میں علامہ زرقانی مالکی، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ تھیں اور حضرت اسامہ غلام تھے۔[2]

قاضی ابو الولید باجی مالکی نے بھی اس حدیث کے تحت یہی تقریر کی ہے۔[3]

علامہ وشتانی مالکی نے مسئلہ کفاءۃ پر طویل بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں: کفاءۃ صفات معتبرہ میں تقارب کو کہتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ کفاءۃ کا کس چیز میں اعتبار ہوتا ہے تو امام مالک نے فرمایا کفاءۃ کا اعتبار دین میں ہوتا ہے اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں، حتیٰ کہ غلام قرشیہ کا کفو ہے حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے اسی طرح مروی ہے۔[4]

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۷-۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموطا ج ۳ ص ۶۵ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر

[3] قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۳۲ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

امام سحنون بن سعید التنوخی مالکی، امام عبد الرحمٰن بن قاسم مالکی سے دریافت کرتے ہیں!

(قلت) ارایت ان کانت ثیبا فخطب الخاطب الیها نفسها فابی والدها او ولیها ان یزوجها فرفعت ذلک الی السلطان وهو دونها فی الحسب والشرف الا انه کفوٌ فی الدین فرضیت به وابی الولی (قال) یزوجها السلطان ولا ینتظر الی قول الاب والولی اذا رضیت به وکان کفوا فی دینه قال وهذا قول مالک (قلت) ارایت ان کان کفوا فی الدین ولم یکن کفوا فی المال فرضیت به وابی الولی ان یرضی ایزوجها منه السلطان ام لا (قال) لم اسمع منه فی ذلک شیئا الا انی سألت مالکا عن نکاح الموالی فی العرب فقال لا بأس بذلک الا تری الی ما فی کتاب الله تبارک وتعالیٰ یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقاکم (قلت) ارأیت ان رضیت بعبد وهی امرأة من العرب وابی الاب او الولی ان یزوجها وهی ثیب ایزوجها منه السلطان ام لا (قال) لم اسمع من ذلک فیه الا ما اخبرتک قال ولقد قیل لمالک ان بعض هؤلاء القوم فرقوا بین عربیة ومولی فاعظم ذلک اعظاما شدیدا وقال اهل الاسلام کلهم بعضهم لبعض اکفاء لقول الله فی التنزیل یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی و

میں نے کہا یہ بتلایئے کہ اگر بیوہ عورت کو کوئی شخص نکاح کا پیغام دے، اور اس کا والد یا ولی اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کرے، اور وہ یہ مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے اور پیغام دینے والا حسب اور شرف میں ہر چند کہ لڑکی سے کم ہو لیکن دین میں اس کا کفو ہو اور لڑکی اس سے نکاح پر راضی ہو اور ولی راضی نہ ہو؟ امام ابن قاسم نے جواب دیا کہ قاضی اس شخص سے نکاح کر دے اور لڑکی کی رضامندی کے بعد باپ اور ولی کے قول کی طرف نہ دیکھے، وہ دین میں اس کا کفو ہے، امام ابن قاسم نے کہا، امام مالک کا یہی قول ہے۔ میں نے کہا یہ بتلایئے کہ اگر وہ دین میں اس کا کفو ہو اور مال میں اس کا کفو نہ ہو، لڑکی اس کے ساتھ نکاح پر راضی ہو اور اس کا ولی راضی نہ ہو ایسی صورت میں قاضی اس عورت کا اس شخص سے نکاح کرے یا نہیں؟ امام ابن قاسم نے کہا میں نے امام مالک سے یہ مسئلہ نہیں سنا لیکن ان سے یہ مسئلہ کہ غلاموں کا عرب عورتوں سے نکاح جائز ہے، امام مالک نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شناخت کے لیے تمہیں گروہوں اور قبائل میں بانٹ دیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، میں نے کہا یہ بتلایئے کہ اگر ایک عرب عورت کسی غلام سے نکاح پر راضی ہو اور اس کا باپ یا ولی راضی نہ ہو حالانکہ وہ عورت بیوہ ہو کیا قاضی اس کا نکاح کر سکتا ہے؟ امام ابن قاسم نے کہا اس کا بھی وہی جواب ہے یعنی کر سکتا ہے۔ امام مالک سے کہا گیا بعض لوگ غلاموں اور عربوں میں فرق کرتے ہیں تو امام مالک نے اسے بہت بھاری سمجھا اور فرمایا تمام اہل اسلام ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت

جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔[1]

سے پیدا کیا ہے اور شناخت کے لیے قبائل اور گروہوں میں بانٹ دیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی یا سلطان یا قاضی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے، دراصل امام مالک مسلمانوں کے درمیان کفو کے لحاظ سے تفریق کے قائل ہی نہیں ہیں وھتم ما قال!

کفو میں فقہاء شافعیہ کی رائے

امام شافعی مسئلہ کفو پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وان کان الولی اقرب ممن دونہ فزوجہ غیر کفاء باذنہا، فلیس لمن بقی من الاولیاء الذی ھو اولی منھم ردہ لانہ لاولایۃ لھم معہ قال ولیس نکاح غیر الکفاء محرما فاردہ بکل حال انما ھو نقص علی المزوجۃ والولاۃ فاذا رضیت المزوجۃ ومن لہ الامر معا بالنقص لم اردہ۔[2]

جب ولی اقرب لڑکی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کر دے تو باقی اولیاء کو اس نکاح کے مسترد کرانے کا حق نہیں ہے، جن کی بہ نسبت یہ ولی اقرب ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ان کی ولایت نہیں ہے، امام شافعی نے کہا کہ غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہوتا، جو مطلقاً رد کر دیا جائے، غیر کفو کی وجہ سے لڑکی اور اس کے اولیاء پر نقص ہے اور جب وہ اس نقص کو برداشت کرنے پر تیار ہیں تو میں اس نکاح کو رد نہیں کروں گا۔

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی فرماتے ہیں:

ومن ذلک قول الائمۃ الثلاثۃ انہ اذا اتفق الاولیاء والمرأۃ علی نکاح غیر کفاء صح مع قول احمد انہ لا یصح۔[3]

ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح ہے اور امام احمد کے قول میں صحیح نہیں ہے۔

امام شعرانی نے امام احمد کا مذہب پورا نقل نہیں کیا، امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے تمام اولیاء غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ ہم مغنی ابن قدامہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

کفو میں فقہاء حنفیہ کی رائے

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

(قال) واذا تزوجت المرأۃ غیر کفاء

امام محمد فرماتے ہیں کہ جب عورت غیر کفو میں شادی

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبری ج ۲ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۵ ص ۱۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۳ھ

[3] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبری ج ۲ ص ۱۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

فرضی به احد الاولیاء جاز ذٰلك ولا یکون لمن هو مثله فی الولایة او ابعد منه ان ینقضه الا ان یکون اقرب منه فحینئذ له المطالبة بالتفریق۔[1]

کرے اور اس کے اولیاء میں سے کوئی ایک راضی ہو تو نکاح جائز ہے اور اس جیسا یا اس سے دور کا ولی اس نکاح کو منسوخ کرانے کا مجاز نہیں ہے، البتہ اگر اس سے زیادہ قریب ولی اختلاف کرے تو وہ تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قاضی خان میں بھی بعینہ یہی لکھا ہے[2]، ہدایہ[3]، فتح القدیر[4] اور کفایہ[5] میں بھی اسی کی تائید ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ عالم عربی، قرشی اور علوی کا کفو ہے[6] اسی طرح خلاصۃ الفتاویٰ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے[7]

علامہ داماد آفندی حنفی لکھتے ہیں:

ولو تزوجت المرأة غیر کفو فللولی ان یفرق (الی قوله) وان رضی احد الاولیاء فلیس لغیره الاعتراض۔[8]

اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے ولی کو تفریق کرانے کا حق ہے اور اگر اولیاء میں سے ایک بھی راضی ہو جائے تو دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اس کی شرح درالمنتقیٰ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔[9]

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

من نکحت غیر کفوء فرق الولی لما ذکرنا والنکاح ینعقد صحیحا فی ظاهر الروایة (الی قوله) ورضاء بعض الاولیاء کرضاء کلهم حتی لا یتعرض احد منهم بعد ذٰلك الا اذا کان اقرب منه۔[10]

جو عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی اس کی تفریق کرا سکتا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق نکاح صحیح ہے اور اگر بعض ولی راضی ہو جائیں تو یہ کل کی رضا کے برابر ہے الا یہ کہ ولی اقرب راضی نہ ہو۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی نے جو لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ لڑکی اور اولیاء کی مرضی سے غیر کفو میں نکاح جائز ہے

۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

۲۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۴۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ 〃 〃 〃

۵۔ علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ 〃 〃 〃

۶۔ علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۸ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۱۱۷، مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۷۔ شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۲، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ

۸۔ علامہ داماد آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۹۔ شرح درالمنتقیٰ علی ہامش مجمع الانہر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۰۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

اور اگر اولیاء راضی نہ ہوں تو ان کو فسخ کا اختیار ہے۔[1] ملا مسکین نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[2]

عالم گیری میں ہے

ثم المرأة اذا زوجت من غیر کفاء صح النکاح فی ظاهر الروایة عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی وهو قول ابی یوسف رحمه الله تعالی اخرا وقول محمد رحمه الله تعالی اخرا ایضا (الی قوله) ولکن للاولیاء حق الاعتراض[3]

جب عورت از خود غیر کفو میں نکاح کرے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح صحیح ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا آخری قول یہی ہے البتہ اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

نوادر کی روایت سے غیر کفو میں نکاح کے بطلان پر استدلال کی تحقیق

بعض متاخرین بزرگوں نے نوادر کی ایک روایت کی بنا پر سیدہ کے ساتھ غیر سید کے نکاح کو باطل قرار دیا ہے اور اس پر عرب و عجم کا اتفاق بتلایا ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ثم فی ظاهر الروایة لا فرق بین الکفاء وغیر الکفاء ولکن للولی الاعتراض فی غیر الکفاء وعن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله انه لا یجوز فی غیر الکفاء[4]

پھر ظاہر روایہ میں یہ ہے کہ کفو اور غیر کفو میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن ولی کو نکاح غیر کفو میں اعتراض کا حق ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ہے۔

اور علامہ شامی نے لکھا ہے:

و تعتبر الکفاءة للزوم النکاح ای علی ظاهر الروایة ولصحته علی روایة الحسن المختارة للفتوی۔[5]

ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح کے لزوم میں کفاءت معتبر ہے اور حسن کی روایت یہ ہے کہ کفاءت نکاح کی صحت کی شرط ہے اور یہی مفتیٰ بہ ہے۔

ہر چند کہ ظاہر الروایۃ میں صحت نکاح کے لیے کفو کا اعتبار نہیں ہے لیکن نوادر کی روایت جو حسن بن زیاد سے مروی ہے اس میں صحت نکاح کے لیے کفو کی شرط ہے۔ علامہ شامی نے اسی روایت کو فتویٰ کے لیے اختیار کیا ہے۔ علامہ شامی اور بعض دوسرے مشائخ کا ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں نوادر کی روایت پر فتویٰ دینا اصول کے خلاف ہے اور صحیح نہیں ہے۔

خود علامہ شامی لکھتے ہیں:

---

1. علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ١٠٨٨ھ، الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ٢ ص ٣٢٦، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ١٣٢٨ھ
2. علامہ معین الدین الہروی المعروف محمد ملا مسکین، شرح الکنز ج ٢ ص ٣٨، مطبوعہ مطبعۃ جمعیۃ المعارف مصر ١٢٨٧ھ
3. ملا نظام الدین متوفی ١١٥٠ھ، عالم گیری ج ١ ص ٢٩٣، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ١٣١٠ھ
4. علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ٥٩٣ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ٣ ص ١٢٠ - ١٥٩، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
5. سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، رد المحتار ج ٢ ص ٣٢٦، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ١٣٢٧ھ

صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاہر الروایۃ۔[1]

البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں تصریح ہے کہ جب کسی فتویٰ کا ظاہر الروایۃ سے تعارض ہو تو ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوتی ہے۔

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں یہ صحت سے ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ امام محمد کی تصانیف ہیں یا وہ امام محمد کی تصانیف نہیں ہیں؟ بلکہ حسن بن زیاد وغیرہ کی تصانیف ہیں[2]۔ دوسری بات یہ ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ یا نوادر کی روایت پر بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے ورنہ اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ ہی پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ مسکین اس بحث میں لکھتے ہیں:

وکثیر من مشائخنا افتوا بظاہر الروایۃ۔

ہمارے اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور نوادر کے اختلاف سے ان بزرگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ یہ بزرگ اس بات کے قائل ہیں کہ غیر کفو میں سادات لڑکیوں کا نکاح ناجائز ہے خواہ لڑکی اور ولی راضی ہوں اور یہ بات نوادر سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ظاہر الروایۃ کا مفاد یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہے ولی چاہے تو فسخ کرا سکتا ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ اور قاضی کے پاس فسخ کرانے کی ضرورت نہیں نکاح از خود باطل ہو جائے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولی راضی ہو تو یہ نکاح صحیح ہے۔ ہدایہ میں حسن بن زیاد کی روایت مجملاً مذکور ہے۔ البحر الرائق میں اس کی تفصیل ہے جس سے کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔

علامہ زین الدین ابن نجیم فرماتے ہیں:

وان المفتی بہ روایۃ الحسن عن الامام من عدم الانعقاد اصلا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضاء بعدہ۔[4]

حسن بن زیاد نے جو امام ابوحنیفہ سے روایت بیان کی اس پر فتویٰ اس صورت میں ہے جب لڑکی کا ولی ہو اور وہ عقد سے پہلے غیر کفو میں راضی نہ ہو تو اصلاً نکاح نہیں ہوگا کیونکہ بعد کی رضا کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حسن بن زیاد کی روایت ذکر کرنے کے بعد قاضی خان نے اخیر میں امام ابو یوسف کا قول ذکر کیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ غیر کفو میں نکاح ہونے یا نہ ہونے میں ولی کی رضا شرط ہے۔

قاضی خان لکھتے ہیں:

[1] سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] رد المحتار ج ۱ ص ۶۴،

[3] علامہ معین الدین الھروی المعروف بملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ مطبعہ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

قال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ الاحوط ان یجعل العقد موقوفا علی اجازة الولی الا ان الزوج اذا لم یکن کفاء یصح فسخ الولی وان کان کفاء لا یصح فسخه۔[1]

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عقد کو ولی کی اجازت پر موقوف رکھا جائے البتہ اگر زوج کفو نہیں ہے تو ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے اور اگر کفو ہے تو اس کا فسخ کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ علائی حصکفی لکھتے ہیں:

(ویفتی) فی غیر الکفاء (بعدم جوازه اصلا) وهو المختار للفتوی لفساد الزمان۔[2]

غیر کفو میں نکاح پر مطلقاً عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور زمانہ کے خراب حالات کی وجہ سے یہی قول فتویٰ میں مختار ہے۔

بعض بزرگ درمختار کی اس عبارت کو پیش کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ غیر کفاء میں نکاح مطلقاً باطل ہے خواہ ولی راضی ہو یا ناراض، لیکن اس قول کی تشریح میں جو علامہ شامی نے لکھا اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

هذه رواية الحسن عن ابی حنیفة وهذا اذا کان لها ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعده بحر، واما اذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا لان وجه عدم الصحة علی هذه الروایة دفع الضرر عن الاولیاء اما هی فقد رضیت باسقاط حقها فصح۔[3]

یہ قول حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے اور یہ اس صورت پر محمول ہے جب اس عورت کا ولی ہو اور وہ اس نکاح پر عقد سے پہلے راضی نہ ہو تو بعد میں اس کی رضا غیر معتبر ہوگی، (بحر) لیکن جب عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو یہ نکاح بالاتفاق صحیح اور نافذ العمل ہے۔ کیونکہ اس روایت کی بناء پر نکاح کے صحیح نہ ہونے کی وجہ اس کے ولی سے ضرر کو دفع کرنا ہے، لیکن جب وہ عورت خود اپنا حق ساقط کر کے غیر کفو میں نکاح کرنے پر راضی ہے تو نکاح صحیح ہوگا (فتح القدیر)۔

صاحب البحر اور علامہ شامی کی وضاحت سے یہ واضح ہو گیا کہ ظاہر الروایۃ ہو یا حسن بن زیاد کی مفتیٰ بہ روایت دونوں کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہو تو وہ نکاح صحیح ہے، اور یہی قرین قیاس ہے ظاہر الروایۃ اور حسن بن زیاد کی روایت سے قطع نظر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محققین احناف نے کفو کو تسلیم نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا کفو ہے اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے شادی کر سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الهندیہ ج ۱ ص ۳۵۳، مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۲ ص ۴۰۹، ۴۰۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار علی هامش الدر المختار ج ۲ ص ۴۰۹، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

وفی حاشیۃ الدر للعلامۃ نوح ان الامام ابا الحسن الکرخی والامام ابا بکر جصاص وھما من کبار علماء العراق ومن تبعھما من مشائخ العراق لم یعتبروا الکفاءۃ ولو لم تثبت عندھم ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃ لما اختاروھا۔[1]

علامہ نوح نے حاشیہ درر میں لکھا ہے کہ امام ابوالحسن الکرخی اور امام ابوبکر جصاص یہ دونوں عراق کے بہت بڑے عالم تھے اور جو مشائخ عراق ان کے تابع ہیں ان سب نے کہا ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ان اماموں کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ایسا قول نہ ہوتا تو وہ اس قول کو اختیار نہ کرتے۔

خیال رہے کہ امام ابوالحسن الکرخی مجتہد فی المسائل ہیں اور فقہاء کے تیسرے طبقہ سے ہیں اور ابوبکر جصاص رازی اصحاب تخریج اور فقہاء کے چوتھے طبقہ سے ہیں۔[2]

امام شامی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کفو کے غیر معتبر ہونے میں امام ابوحنیفہ کا بھی قول موجود ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی حلت اور حرمت کا مدار کفو پر نہیں رکھا۔ علامہ شامی نے امام کرخی اور امام جصاص کے جس قول کا ذکر کیا ہے کہ نکاح میں کفو معتبر نہیں ہے۔ اس کو علامہ طحطاوی[3]، ملا مسکین[4] اور علامہ خوارزمی[5] نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ کاسانی کا بھی جمہور فقہاء حنفیہ کی طرح یہی مسلک ہے کہ غیر کفو میں لزوم نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اس کے باوجود انھوں نے امام ابوالحسن کرخی کا نظریہ بہت فراخ دلی سے بیان کیا ہے لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے کفو کو نکاح کے لزوم کے لیے شرط قرار دیا ہے اور امام کرخی حنفی نے کہا ہے کہ کفو نکاح کے لیے اصلاً شرط نہیں ہے، امام مالک، سفیان ثوری اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ نے بنی بیاضہ کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے نکاح سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطیبہ سے نکاح کراؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، اور روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے حضرت بلال کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرو، حالانکہ حضرت بلال غیر کفو تھے، اگر نکاح میں کفو شرط ہوتا تو آپ حضرت بلال کو غیر کفو میں نکاح کا حکم نہ دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، سوائے پرہیزگاری کے، اور یہ اس پر نص صریح ہے کہ نکاح میں کفاءت شرط نہیں ہے۔ اور اگر کفاءت شرط ہوتی تو اس کا سبب سے زیادہ اعتبار قصاص میں کیا جاتا کیونکہ جتنی احتیاط قصاص کے باب میں ہوتی ہے اور

---

[1] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۳۴۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " " ، ردالمحتار ج ۱ ص ۷۲ - ۷۱ " " " "

[3] علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۸، دارالمعرفت بیروت ۱۳۹۵ھ

[4] علامہ معین الدین الھروی ملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ جمعیۃ المعارف مصر ۱۲۸۷ھ

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کسی باب میں نہیں ہوتی اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ شخص کو ادنیٰ شخص کے بدلہ میں قتل کر دیا جاتا ہے[لہ] (در اصل اسلام میں مسلمانوں کے درمیان ادنیٰ اور اعلیٰ کا کوئی تصور نہیں ہے آپ نے فرمایا سب مسلمان برابر ہیں، سعیدی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی مسئلہ کفاءت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علماء کا کفاءت میں اختلاف ہے، مہلب نے کہا کہ کفاءت دین میں اتفاق کو کہتے ہیں خواہ نسب میں اختلاف اور باہم تفاضل ہو کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے آباء کے نسب پر جو فخر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا ہے اور شرف دین کو معیار بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" اور ابن بطال نے فرمایا: علماء کا کفاءت میں اختلاف ہے، امام مالک نے صرف دین میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے، اور کہا ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں اس لیے ایک غلام کا قرشیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود عمر بن عبد العزیز، ابن سیرین کا بھی یہی نظریہ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، اور حضرت سالم کی حدیث سے استدلال کیا ہے (سالم آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ابو حذیفہ نے اپنی بھتیجی ہندبنت ولید سے ان کا نکاح کر دیا جو قرشی تھیں، سعیدی غفرلہ) اور آپ نے فرمایا: علیک بذات الدین "نکاح میں دینداروں سے رشتہ کرو" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی کو رشتہ دینے کا عزم کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو بیاضہ ابو ہند سے نکاح کرو، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا غلاموں سے نکاح کر دیں! اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے" یہ حدیث ابو داؤد اور ترمذی میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کو ایسے لوگ نکاح کا پیغام دیں جن کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو ان کے ساتھ نکاح کر دو" اس کے بعد علامہ عینی نے ان احادیث کو ذکر کیا ہے جو کفو کی شرائط میں پیش کی جاتی ہیں اور ان کی سند پر بحث کی ہے بعض کو منقطع، بعض کو منکر اور بعض کو موضوع قرار دیا ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ کفاءت کے اعتبار میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر ثابت نہیں ہیں۔[لے]

مسئلہ کفاءت میں مصنف کا مؤقف

کفاءت کے سلسلہ میں ہم نے بہت طویل بحث کی ہے اور قرآن مجید احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے فقہاء کے اقوال کو تفصیلاً بیان کیا ہے، قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نکاح میں کفو کا اصلاً اعتبار نہیں ہے حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز، سفیان ثوری، ابن سیرین، امام مالک اور فقہاء احناف میں سے امام ابو الحسن کرخی، امام ابو بکر جصاص اور مشائخ عراق کا یہی مسلک ہے اور یہی حق اور صواب ہے، امام شافعی، جمہور فقہاء احناف اور امام احمد کا مختار قول یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے لزوم کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور بعض ضعیف الاسناد احادیث اور آثار سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لڑکی اور ولی کی رضا کے باوجود سادات کا نکاح غیر سادات سے حرام

لہ۔ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۷، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

لے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۴ – ۸۶ (ملخصاً) مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ہے یہ محض بے سند قول ہے اور اللہ اور رسول کے حلال کیے ہوئے کو حرام کرنے کے مترادف ہے ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں اس مسئلہ میں بہت غلو کیا جارہا ہے اور اگر سادات میں سے کوئی شخص غیر کفو میں رشتہ کر دے تو اس کو حرام، زنا اور نجانے کیا کچھ کہا جاتا رہا ہے اور اب تک کسی شخص نے اس مسئلہ پر تحقیق اور تفصیل سے قلم نہیں اٹھایا تھا تو میں نے توفیق الٰہی سے احکام شریعت کے احیاء کی خاطر اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو دلائل سے واضح کیا، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کو میرے لیے توشۂ آخرت کر دے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں ان صفحات پر جو سیاہی خرچ ہوئی ہے وہ یقیناً میری گناہوں کی سیاہی سے بہت کم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کا یہی اسلوب اور طریقہ ہے کہ وہ نیکی کے ایک قطرہ سے گناہوں کی اتنی سیاہی دھو ڈالتا ہے جس کو دھونے کے لیے سمندروں کا تمام پانی بھی ناکافی ہوتا ہے۔ اللھم اغفر للمصنف والمعاون لہ والقاری والعامل بہ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین سید الشافعین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والفقہاء والمحدثین اجمعین۔

مسئلہ کفو کی مزید بحث دیکھنے کے لیے ص ۱۱۵۹ پر ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ ۳۶۹ اِسْتِحْبَابِ نِكَاحِ الْبِكْرِ

کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا استحباب

۳۵۳۱ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِيْ اَخَوَاتٍ فَخَشِيْتُ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُنَّ قَالَ فَذَاكَ اِذًا اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِيْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت سے نکاح کیا، جب میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے پوچھا کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے! آپ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ شادی کی، وہ تم سے کھیلتی تم اس سے کھیلتے! میں نے کہا یا رسول اللہ! میری کچھ بہنیں ہیں مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں وہ میری بہنوں کی پرورش اور میرے درمیان حائل نہ ہو جائے! آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے، عورت سے اس کی دینداری، اس کے مال اور جمال کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دینداری کو مقدم رکھا کرو۔

۳۵۳۲ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے ایک عورت سے شادی کی، مجھ سے رسول اللہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَاَيْنَ اَنْتَ مِنَ الْعَذَارٰى وَلِعَابِهَا قَالَ شُعْبَةُ فَذَكَرْتُهُ لِعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ فَقَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاِنَّمَا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ۔

٣٥٣٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ اَوْ قَالَ سَبْعَ فَتَزَوَّجْتُ امْرَاَةً ثَيِّبًا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَبِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ اَوْ قَالَ تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ اَوْ سَبْعَ وَاِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اٰتِيَهُنَّ اَوْ اَجِيْئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَجِيْئَ بِامْرَاَةٍ تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ قَالَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْ قَالَ لِيْ خَيْرًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِي الرَّبِيْعِ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے! آپ نے فرمایا تم کنواری لڑکیوں اور ان کی دل ربائیوں سے کیونکر غافل رہے؟ (راوی) شعبہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا: میں نے بھی حضرت جابر سے یہ روایت سنی ہے، آپ نے فرمایا تھا تم نے کسی ایسی لڑکی سے شادی کیوں نہ کی جو تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ (حضرت جابر کے والد) فوت ہو گئے اور نو یا سات بیٹیاں چھوڑ گئے (راوی کو شک ہے) میں نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بلکہ بیوہ سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا تم نے کسی کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی یا تم اس سے خوش طبعی کرتے وہ تم سے خوش طبعی کرتی میں نے آپ سے عرض کیا: حضرت عبد اللہ شہید ہو گئے تھے اور انھوں نے نو یا سات بیٹیاں چھوڑی تھیں اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں ان لڑکیوں کے سامنے ان کی ہم عمر لڑکی کو بیاہ کر لے آؤں! بلکہ میں نے یہ چاہا کہ میں نکاح کر کے ایسی عورت لاؤں جو ان کی نگہداشت اور خبر گیری کرے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے یا میرے لیے کوئی اور کلمہ خیر فرمایا۔

٣٥٣٤ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ امْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ قَالَ أَصَبْتَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس کے آخر میں ہے میں نے ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جو میری بہنوں کی کنگھی چوٹی اور ان کی خدمت کرے، آپ نے فرمایا اچھا کیا۔

٣٥٣٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَلَمَّا أَقْبَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْإِبِلِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يُعْجِلُكَ يَا جَابِرُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ فَقَالَ أَبِكْرًا تَزَوَّجْتَهَا أَمْ ثَيِّبًا قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَمْهِلُوا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ قَالَ وَقَالَ إِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد سے واپس آ رہے تھے، میرا اونٹ سست رفتار تھا میں اس کو تیز چلانا چاہ رہا تھا۔ ناگاہ ایک سوار نے پیچھے سے میرے اونٹ کو ایک چھڑی ماری، پھر وہ اونٹ اس قدر تیز چلنے لگا کہ تم نے کبھی —— اتنا تیز اونٹ چلتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا! میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ (چھڑی مارنے والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ نے فرمایا! اے جابر! تمہیں کس بات کی جلدی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے، آپ نے فرمایا: کسی کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ رات آ لینے دو، تاکہ جس عورت کے بال بکھرے ہوئے ہوں وہ کنگھی کر لے اور جس عورت کا شوہر باہر گیا ہوا ہو وہ اپنی شرمگاہ کے بال صاف کر لے، آپ نے فرمایا پھر جب تم جاؤ گے تو سمجھ داری سے کام لینا۔

٣٥٣٦ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَجِيدِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد

الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِيْ جَمَلِيْ فَأَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ أَبْطَأَ بِيْ عَلَيَّ جَمَلِيْ وَأَعْيٰى فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ فَحَجَنَهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبْتُ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَزَوَّجْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا فَقُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ لِيْ أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَا إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيْعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّيْ بِأُوْقِيَةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُهُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْآنَ حِيْنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لِيْ أُوْقِيَةً فَوَزَنَ لِيْ بِلَالٌ فَأَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ قَالَ ادْعُ لِيْ جَابِرًا فَدُعِيْتُ

رہ گیا، میرا اونٹ سست چل رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا جی! فرمایا: کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا میرا اونٹ سست چل رہا ہے اور اس نے مجھے تھکا دیا ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہوں! آپ نے سواری سے اتر کر اپنی ڈھال سے اسے چھڑی کی طرح مارا پھر فرمایا: اب سوار ہو، بخدا! میں نے دیکھا کہ اب میں اس اونٹ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ سے آگے بڑھنے سے روکتا تھا! آپ نے فرمایا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا نہیں! بلکہ بیوہ سے، آپ نے فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی، تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! میں نے عرض کیا میری کچھ بہنیں ہیں میں نے یہ چاہا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کی خبر گیری کرے اور ان کی کنگھی وغیرہ کرے اور ان کی خدمت کرے، آپ نے فرمایا اب تم گھر جا رہے ہو جب تم گھر پہنچو تو سمجھداری سے کام لینا، پھر فرمایا: کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی! آپ نے مجھ سے وہ اونٹ ایک اوقیہ چاندی کے عوض خرید لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور میں بھی صبح پہنچ گیا، میں مسجد میں آیا تو آپ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اپنے اونٹ کو چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعات نماز پڑھو، حضرت جابر کہتے ہیں میں نے مسجد میں جا کر دو رکعات نماز پڑھی، جب میں واپس آیا تو آپ نے بلال سے کہا کہ وہ مجھے ایک اوقیہ چاندی وزن کر کے دے! مجھے بلال نے وزن کر کے چاندی دی اور تول میں جھکتی ہوئی دی حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں چاندی لے کر چلا، ابھی میں نے پیٹھ پھیری ہی تھی کہ آپ نے فرمایا: "جابر کو بلاؤ" میں

فَقُلْتُ الْاٰنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْهُ فَقَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهٗ۔

نے دل میں سوچا اب آپ اونٹ مجھ کو واپس کر دیں گے اور مجھے اس اونٹ کا واپس کیا جانا سخت ناپسند تھا۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ بھی لے لو اور اس کی قیمت بھی رکھو!۔

۳۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ نَا اَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِيْ مَسِيْرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى نَاضِحٍ لِيْ اِنَّمَا هُوَ فِيْ اُخْرَيَاتِ النَّاسِ قَالَ فَضَرَبَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ نَخَسَهٗ اُرَاهُ قَالَ بِشَيْءٍ كَانَ مَعَهٗ قَالَ فَجَعَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَتَقَدَّمُ النَّاسَ يُنَازِعُنِيْ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَكُفُّهٗ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَبِيْعُنِيْهِ بِكَذَا وَكَذَا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ لَكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ اَتَبِيْعُنِيْهِ بِكَذَا وَكَذَا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ لَكَ قَالَ وَقَالَ لِيْ اَتَزَوَّجْتَ بَعْدَ اَبِيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ثَيِّبًا اَمْ بِكْرًا قَالَ قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُضَاحِكُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُلَاعِبُهَا قَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ وَكَانَتْ كَلِمَةً يَقُوْلُهَا الْمُسْلِمُوْنَ اِفْعَلْ كَذَا وَكَذَا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر گئے ہوئے تھے، اور میں ایک پانی پلانے والے اونٹ پر سوار تھا، جو سب لوگوں سے پیچھے تھا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی چیز سے مارا جو آپ کے پاس تھی (مارنے کی دیر تھی) وہ اونٹ سب سواریوں سے آگے نکل گیا، میں اسے روکنے کی کوشش کرتا تھا لیکن وہ میرے قابو میں نہیں آتا تھا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھے یہ اونٹ اتنی اتنی قیمت پر فروخت کرو گے؟ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ میں نے دونوں مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ آپ ہی کا اونٹ ہے! پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد کی وفات کے بعد شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا بیوہ سے، آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے وہ تمہارے ساتھ دل لگی کرتی! ابونضرہ راوی کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا تکیہ کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ تم ایسا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے!۔

حدیث جابر کے فوائد

(۱) کنواری لڑکی سے شادی کرنا افضل ہے۔

(۲) استاذ اور شیخ کو چاہیے کہ اپنے تلامذہ کے احوال دریافت کریں اور ان کے خانگی

اور مصلحت کی طرف راہنمائی کریں۔

(۳) بہنوں کی تربیت کے لیے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کرنا افضل ہے۔

(۴) جو شخص کوئی نیک کام یا عبادت کرے اسے دعا دینی چاہیے۔

(۵) شوہر اور اس کے بھائی بہنوں کی خدمت کرنا جائز ہے اور عورت کی مرضی سے اس سے یہ خدمت لینی چاہیے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر نہیں۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کا معجزہ اگر سب سے سست رفتار اونٹ آپ کے ہاتھ سے چھڑی لگتے ہی سب سے تیز رفتار اونٹ ہو گیا۔

(۷) عورت کو اپنے خاص بال صاف کرنے چاہئیں خواہ کسی طریقے سے صاف کرے۔

(۸) شوہر اگر سفر پر گیا ہو تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے بیوی کو اتنا موقع دے کہ وہ بن سنور کر اس کا استقبال کر سکے۔

(۹) بعض احادیث میں اچانک رات کو گھر میں آنے سے منع کیا ہے، یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ لشکر کی واپسی کی شہرت ہو چکی تھی۔

(۱۰) سفر سے واپس آنے والے کو چاہیے کہ گھر جانے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۱۱) وزن کرتے وقت پلڑا جھکتے ہوئے وزن کرنا مستحب ہے، اسی طرح قرض میں بھی از خود زیادہ دینا مستحب ہے۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا ایسا کرم بیانہ فعل ہے کہ جابر کو اونٹ کی قیمت بھی دی اور ساتھ ہی اونٹ بھی دے دیا۔

(۱۳) استاذ یا شیخ جب شاگرد سے کسی چیز کو خریدیں تو شاگرد کا حق ہے کہ وہ ان کو وہ چیز نذر کر دے۔

(۱۴) بعض روایات میں نو بہنوں کا ذکر ہے، بعض میں سات کا، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ دو شادی شدہ تھیں اور سات کنواری اور کل نو تھیں۔ (حافظ عسقلانی)

(۱۵) صحیح بخاری اور مسند احمد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر جس غزوہ سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یہ غزوہ تبوک تھا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع تھا۔

(۱۶) حضور نے جابر کو گھر جاتے وقت الکیس الکیس فرمایا تھا، کیس کے معنی جماع، اولاد کو طلب کرنا، احتیاط اور عقل ہیں اور یہ چاروں معنی یہاں مناسب ہیں۔

(۱۷) اوقیہ کے معنی چالیس درہم ہیں جو دس تولہ چاندی سے کچھ زیادہ ہے۔

(۱۸) راستہ میں صرف اونٹ کے خریدنے کی بات ہوئی تھی بیع اس وقت ہوئی جب حضرت جابر نے اونٹ حوالے کر کے رقم لی، اس لیے اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیع کے بعد بھی بائع مبیع سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا ایسی کوئی شرط لگا سکتا ہے۔

کیا عہد رسالت کی سادگی کی وجہ سے اس ترقی یافتہ دور کا رنگ و نور ناجائز ہے؟

جسٹس محمد تقی عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ عہد رسالت میں مجلس نکاح قائم کرنے اور اس میں احباب، اکابر اور مشائخ کو دعوت دینے کا رواج نہ تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت جابر نے اپنے نکاح میں حضور کو دعوت نہیں دی کیونکہ آپ

نے پوچھا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ حالانکہ حضرت جابر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت قریبی رابطہ تھا اور آپ نے شادی کی خبر سن کر دعائے خیر کی اور یہ نہیں فرمایا کہ تم نے عقد نکاح میں مجھے کیوں نہیں بلایا، اگر مجلس نکاح کو قائم کرنا اور اس میں متعلقین کو دعوت دینا دین میں مطلوب ہوتا تو حضرت جابر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دینا نہ بھولتے اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف نے بھی اپنے نکاح کی مجلس منعقد کی نہ آپ کو بلایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر رنگ کے آثار دیکھ کر خود ان کی شادی کے بارے میں پوچھا، اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں مجلس نکاح قائم کرنے کا رواج نہ تھا بلکہ عہد صحابہ میں بھی ایسا رواج نہ تھا۔[1]

شیخ محمد تقی عثمانی نے یہ جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح ہے، نکاح کرنا سنت ہے لیکن اس سنت کے لیے مجلس اور محفل کو منعقد کرنے کا رواج خیر القرون میں نہ تھا لیکن اب برس ہا برس سے مسلمانوں میں یہ معمول ہے کہ سنت نکاح کو منعقد کرنے کے لیے محفل کا انعقاد کیا جاتا ہے، رشتہ داروں، احباب، مشائخ و اکابر اور تمام متعلقین کو اس میں دعوت دی جاتی ہے اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ عمل جاری و ساری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عمل بدعت سیئہ نہیں ہے اور تمام دنیا کے مسلمان گمراہی پر مجتمع نہیں ہوئے اور محفل منعقد کرنے والوں میں سے کوئی بھی اس کو فرض یا واجب اور مطلوب فی الدین سمجھ کر نہیں کرتا، بلکہ سب کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ عقد نکاح ایک خوشی کا موقع ہے اور اپنی خوشی میں اپنے احباب کو شریک کرنا اور اس بہانہ ان سے ملاقات کرنا اور احباب اور اکابر کی ضیافت کرنا ایک مستحسن کام ہے فقہی اصطلاح میں اس کو مستحب بھی کہا جا سکتا ہے، عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اس کا رواج اس لیے نہیں تھا کہ وہ بالکل سادہ لوگ تھے اور تہذیب و تمدن کے یہ تقاضے ان کے اں متعارف نہیں تھے، زمانہ جس طرح آگے بڑھتا رہا تہذیب و ثقافت کی نئی اقدار سامنے آتی رہی ہیں ان اقدار میں سے جو چیزیں کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہیں اور جن چیزوں سے شریعت نے منع نہیں کیا ان کو اپنا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے جو چیزیں شریعت کے کسی عام اصول کے تحت ہوں تو وہ یقیناً مستحب ہوں گی اور جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے مثلاً مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع، محفلوں میں عورتوں کا بے پردہ عریاں لباس پہن کر تیز قسم کی خوشبوؤں کو لگا کر جانا، شادی کی محفل میں فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، بارات میں مزامیر اور باجوں کا اہتمام سے انتظام ان چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے اور ان کو حرام قرار دیا ہے اور یہ چیزیں ہر حال میں حرام رہیں گی، مسلمانوں کو ان سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

اسی اصول پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وعظ کی محفلوں کا جس طرح اہتمام ہوتا ہے، سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کیا ہے اور محافل ہائے میلاد کا انتظام اور اہتمام کیا جاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر دینی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ چاند دیکھنے کے لیے رویت ہلال کمیٹی کا انتظام ہے، خیر القرون میں یہ چیزیں نہ تھیں کیونکہ وہ سادگی کا دور تھا وہ لوگ نہ گھڑیوں کے معین اوقات سے نماز پڑھتے تھے نہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھاتے تھے نہ مسجد میں مینار اور محراب بناتے تھے نہ مسجد کی صفوں میں قالین بچھاتے تھے نہ مقدس راتوں اور قومی ایام میں شہر کی عمارتوں اور مسجدوں میں چراغاں کرتے تھے نہ خوشی کے موقع پر جلوس نکالتے تھے۔ یہ سب چیزیں بعد میں تہذیب و تمدن کے تقاضوں کے لیے رائج ہو گئیں ہیں اور شریعت میں ان سے منع بھی نہیں

---

[1] شیخ محمد تقی عثمانی معاصر کراچی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الثانی ۱۴۰۷ھ

کیا گیا لیکن چونکہ کرنے والوں کی نیت صحیح اور مقصد صالح ہوتا ہے اس لیے یہ سب امور مستحسن اور مستحب ہیں البتہ جس جگہ کوئی ناجائز چیز در آئے گی وہ ہر حال میں ناجائز رہے گی۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَآءِ

عورتوں کی خیر خواہی کا بیان

۳۵۳۸ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلٰى طَرِيقَةٍ فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، وہ سیدھا کرنے سے سیدھی نہیں ہو گی، اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ، اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

۳۵۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَإِذَا شَهِدَ أَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ اسْتَوْصُوا بِالنِّسَآءِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان ہے وہ جب کسی چیز کو دیکھے تو یا تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے۔ اور اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی عورتوں سے خیر خواہی کرو۔

۳۵۴۰ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عِمْرَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان مرد، کسی مسلمان عورت کو دشمن نہ رکھے اگر کسی کی کسی ایک عادت سے وہ ناخوش

بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ أَوْ قَالَ غَيْرَهُ۔

ہے تو اس کی دوسری خصلت سے خوش ہو جائے۔

۳۵۴۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۵۴۲ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حوا (خیانت) نہ کرتیں تو کوئی عورت کسی مرد سے خیانت نہ کرتی۔

۳۵۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْبُثِ الطَّعَامُ وَلَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی کوئی کھانا اور گوشت خراب نہ ہوتا، اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

۳۵۴۴ ۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي شُرَحْبِيْلُ بْنُ شَرِيْكٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے ۔

۳۵۴۵ ۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی کی طرح ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے ، اور اگر تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاتے رہو گے ۔

۳۵۴۶ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ سَوَاءً ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

عورت کے پسلی سے پیدا ہونے کے تقاضے

حدیث نمبر ۳۵۴۸ میں ذکر ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے ، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حوا حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی تھیں ۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حوا حضرت آدم کی بائیں چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئیں جس وقت حضرت آدم سوئے ہوئے تھے ۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ عورت مکمل درست ہو جائے گی اور جو شخص اس کے تمام اخلاق سدھارنے کی کوشش کرے گا وہ اس کو کھو دے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ عورت کے اخلاق میں اگر کچھ کجی ہے تو وہ اس کا عیب نہیں ہے جیسا کہ پسلی میں کجی عیب نہیں ہے ۔

حدیث نمبر ۳۵۴۹ میں ہے عورتوں سے خیر خواہی کرو اس میں یہ اشارہ ہے کہ عورت کو پسلی سے تشبیہ دینے کا یہ مقصد

نہیں ہے کہ اس کی اصلاح کی کوشش نہ کی جائے البتہ پیار محبت اور ملائمت سے اس کی اصلاح کرنی چاہیے اگر اس سے کبھی درشتی یا بد اخلاقی صادر ہو تو اس کی طبعی کجی پر محمول کر دیا جائے لیکن اگر وہ کوئی خلاف شرع کام کرے مثلاً نماز نہ پڑھے روزے نہ رکھے یا بے پردہ بازار جائے تو پہلے اس کو ملائمت سے سمجھائے نہ مانے تو پھر سختی کرے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قوا انفسکم و اهلیکم نارا (تحریم : ۶) " اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ " تاہم طلاق دینے سے گریز کرے، طلاق دینا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندہ فعل ہے ۔ بعض لوگ وقتی طور پر مغلوب الغضب ہو کر تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں بعد میں دونوں فریق پشیمان ہوتے ہیں اور بچوں کی تربیت اور پرورش کا معاملہ ابتری کا شکار ہو جاتا ہے۔

حضرت حوا کی خیانت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۵۴۲ میں ہے اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت حوا نے حضرت آدم کو ممنوعہ درخت سے کھانے کی ترغیب دی تھی ۔ اور خیانت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حوا نے شیطان کے وسوسہ کو قبول کر لیا تھا اور اس کے بہکانے میں آگئی تھیں ، اور اپنے خیال میں حضرت آدم کی بہتری کے لیے انہیں اس درخت سے کھانے کی ترغیب دی تھی ، یہ ان کی غلطی تھی ، دانستہ غلط کاری نہیں تھی اس پر خیانت کا اطلاق صورۃً اور مجازاً ہے ۔ جیسے حضرت آدم کی بھول پر صورۃً اور مجازاً عصیان کا اطلاق آیا ہے (فعصی آدم ربه فغوی (طٰہٰ : ۱۲۱) اور چونکہ اولاد میں ماں باپ کا اثر ہوتا ہے اس لیے حوا کی بیٹیوں میں حسب استعداد اس خیانت کا اثر آگیا۔

کھانا خراب ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۳۵۴۳ میں ہے اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی کوئی کھانا اور گوشت خراب نہ ہوتا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے سب سے پہلے کھانے کا ذخیرہ کرنا شروع کیا ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے کھانے پینے کی چیزوں کو لوگ رکھتے تھے لیکن وہ خراب نہیں ہوتی تھیں بنو اسرائیل نے من و سلویٰ کو بچا کر رکھنا شروع کیا تو بطور عذاب ان کے کھانے پینے کی چیزوں کو بدبودار اور خراب کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

طلاق کا لغوی معنی

امام اللغت سید زبیدی طلاق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عباب میں ہے کہ عورت کی طلاق کے دو معنی ہیں (ا) نکاح کی گرہ کو کھول دینا (ب) ترک کر دینا، چھوڑ دینا، لسان العرب میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے۔ طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔[1]

طلاق کا اصطلاحی معنی

علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا انجام کار نکاح کی قید کو اٹھا دینا، طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں، اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے قاضی کی تفریق بھی شامل ہے، طلاق بائنہ کی وجہ سے نکاح کی قید فی الفور اٹھ جاتی ہے اور طلاق رجعی کی وجہ سے نکاح کی قید انجام کار اٹھ جاتی ہے۔[2]

طلاق کی اقسام

طلاق کی تین قسمیں ہیں، احسن، حسن اور بدعی۔

طلاق احسن:۔ جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے، اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے، اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن:۔ جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے تیسری طلاق دی جائے اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے گی تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدعی:۔ اس کی تین صورتیں ہیں: (ا) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاق دیں یا کلمات متعددہ سے مثلاً کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔ (ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔ (ج) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو، ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا

---

[1] سید محمد مرتضیٰ زبیدی نزیل مصر، تاج العروس ج ۶ ص ۴۲۵، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ ھ۔
[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

گنہ گار ہوتا ہے[۱]

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے، مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں بہن کہہ دے، طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جا سکتا ہے، لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی، اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک کا مالک رہ جائے گا، طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے، لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہو سکتا ہے۔ لیکن پچھلی طلاق کا شمار ہو گا۔

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ رشتہ نکاح میں منسلک ہو جائیں ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل وعقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود زوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں منسلک رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے، اس صورت میں ان کی، ان کے رشتہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو طلاق دینے سے نہ روکا جائے۔ طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو فسخ کرنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرا لے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ حکم دو مسلمان حکموں کو نزاعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا و يجعل الله فيه خيرا كثيرا۔

(النساء: ۱۹)

اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عن محارب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احل الله شيئا ابغض اليه من الطلاق۔[۲]

حضرت محارب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

---

[۱] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۸۔۵۰۳، مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[۲] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم ابغض الحلال الی اللہ عزو جل الطلاق۔ [۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیونکہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا ورنہ عدت کے بعد عورت علیحدہ ہو جائے گی، آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور وثیقہ نویس ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو یہ لوگ پشیمان ہوتے ہیں اور مفتیوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حیلہ بتلائیں حتیٰ کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، لیکن بعد میں بچوں کی دربدری اور دوسرے برے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ میری بائیس سالہ افتاء کی زندگی کا تجربہ ہے۔

صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟

طلاق دینے کا حق صرف مرد کو تفویض کیا گیا ہے حالانکہ عقد نکاح عورت اور مرد دونوں کی باہمی رضامندی سے وجود میں آتا ہے تو پھر عورت کو یہ اختیار کیوں نہیں ہے کہ وہ بھی جب چاہے اس عقد کو ختم کر دے؟

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورت مغلوب الغضب ہوتی ہے اور اس کو جلد غصہ آتا ہے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے اختیار میں ہوتا تو وقوع طلاق کی شرح دو چند سے بھی زیادہ بڑھ جاتی، عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ شوہر عورت کے مطالبہ اور اس کی ضد پر طلاق دیتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی قوت فیصلہ کمزور ہوتی ہے۔ خصوصاً حیض کے ایام میں عورت ذہنی اضطراب میں مبتلا ہوتی ہے اور ان ایام میں اس کا ذہن منتشر اور مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے اس لیے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے سپرد کیا جاتا تو شرح طلاق زیادہ ہو جاتی اور اکثر بنتے بستے گھر ویران ہو جاتے، تیسری وجہ یہ ہے کہ عورتیں ناقصات عقل کمل ہیں جیسا صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابو داؤد، مسند احمد بن حنبل اور مستدرک [۲] میں اس کی تصریح ہے اور فسخ نکاح کا معاملہ ناقص العقل کے سپرد کرنے کے لائق نہیں ہے۔

طلاق کا معاملہ مرد کو مفوض کرنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے اس لیے ان حقوق سے دست کش ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا روپیہ خرچ کر کے کوئی چیز حاصل کرتا ہے وہ اس چیز کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور صرف اس وقت اس چیز کو چھوڑتا ہے جب اس کو چھوڑنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔ اس کے برخلاف حقوق زوجیت کو قائم کرنے میں عورت کو کوئی محنت کرنی پڑتی

---

[۱] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[۲] بخاری ج ۱ ص ۴۴، ج ۱ ص ۹۷، ج ۱ ص ۱۳۱، ج ۱ ص ۲۶۱، ج ۱ ص ۴۶۳۔ مسلم ج ۱ ص ۶۰۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۷۔ ترمذی ص ۳۷۵۔ ابن ماجہ ص ۲۸۹ - ۲۸۸، مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۶۷، مستدرک ج ۲ ص ۱۹۰۔

ہے جو پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے اس لیے اگر طلاق کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں دے دی جاتی تو عورت کو طلاق واقع کرنے میں اس قدر سوچ و بچار اور تامل کی ضرورت نہ ہوتی۔ علاوہ ازیں یہ اقدام عدل و انصاف کے بھی خلاف ہوتا۔

طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟

یہ ٹھیک ہے کہ بعض اوقات عورت طلاق لینا نہیں چاہتی اور اپنے اور اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہنا ہی چاہتی ہے لیکن مرد بدمزاج اور ظالم ہوتا ہے اور عورت کی مرضی کے خلاف وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، ایسی صورت میں بعض عورتیں یہ کہتی ہیں کہ جب نکاح کے عقد میں اس کی مرضی کا دخل ہے تو طلاق میں اس کی رضامندی کا دخل کیوں نہیں ہے؟ اور اس کی مرضی کے بغیر طلاق کیوں مؤثر قرار دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عقد کو بھی قائم کرنے کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری ہے (مثلاً وکالت، اجارت، مضاربت وغیرہ) لیکن عقد کو فسخ کرنے کے لیے دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی، کوئی ایک فریق بھی دوسرے کی مرضی کیخلاف عقد توڑ سکتا ہے اس لیے اگر کوئی شخص کسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنے پر آمادہ نہ ہو اور اس کے ساتھ عمل زوجیت پر تیار نہ ہو تو اس سے بزور یہ عمل نہیں کرایا جا سکتا نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم خواہی نخواہی اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھو اور اس کو خرچ دیتے رہو اور چونکہ ازدواجی زندگی کی گاڑی میں اہم رول مرد ادا کرتا ہے کیونکہ عمل زوجیت اور نفقہ کی ادائیگی میں مرد فاعل ہوتا ہے اور عورت اس کے فعل کی محل یا منفعل ہوتی ہے اس لیے عقد نکاح کو قائم رکھنے یا اس کو فسخ کرنے کا اختیار بھی صرف مرد کو دیا گیا ہے۔

خلع

طلاق کو مرد کے اختیار میں دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقوع طلاق میں عورت کا بالکل دخل نہیں ہے عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے اگر عورت کو مرد کی شکل وصورت پسند نہ ہو یا کسی اور طبعی نامناسبت کی وجہ سے وہ مرد کو ناپسند کرتی ہو تو وہ اپنا مہر چھوڑ کر یا کچھ اور دے دلا کر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

سید محمد قطب شہید لکھتے ہیں: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس ابن شماس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں ثابت کے خلق اور اس کے دین کے بارے میں کوئی حرف گیری نہیں کرتی، لیکن میں اسلام کے بعد کفر (یا ناشکری یا شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرنا) کو ناپسند کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ واپس کر دو گی (ثابت نے ان کو مہر میں باغ دیا تھا) انھوں نے کہا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا" باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو"۔[لہ]

اس حدیث کی روشنی میں مجاز یہ ہونا چاہیے کہ جب کسی عورت کو کسی طبعی ناہمواری کی وجہ سے شوہر ناپسند ہو اور یہ نفرت اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اس نفرت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کر سکے تو پھر وہ قاضی اسلام سے رجوع کرے اور قاضی مہر واپس کر کے شوہر سے طلاق دلا دے، یاد رہے کہ یہاں قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا از خود نکاح فسخ نہیں کریگا۔

قاضی اور حکمین کی تفریق

طلاق دینا مرد کے اختیار میں ہے، لیکن اگر مرد عورت پر تعدی اور ظلم کرتا ہے اور اس کو طلاق نہیں دیتا تو عورت کو حق ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ کرالے اور مذہب مالکیہ

لہ۔ سید محمد قطب شہید، فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۶ھ

کے مطابق یہ تفریق نافذ ہو جائے گی، اسی طرح اگر خاوند تنگ کرنے کے لیے عورت کو نفقہ دے نہ طلاق دے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند پاگل ہو جائے اور ٹھیک نہ ہو سکے یا کسی اور ناقابل علاج بیماری میں مبتلا ہو جائے اور حقوق زوجیت ادا نہ کر سکے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند کسی جرم کی وجہ سے لمبی مدت کے لیے سزایاب ہو یا اس کو عمر قید ہو جائے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے اور عورت کے گذر بسر کا ذریعہ نہ ہو تو عدالت تحقیق کے بعد فی الفور تفریق کر دے گی۔ اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو اور وہ حکمین کو مقرر کریں اور حکمین تفریق کا فیصلہ کر دیں تو تفریق ہو جائے گی یہ تمام صورتیں امام مالک کے نزدیک جائز ہیں اور فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل درست ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ قاضی اپنے اجتہاد سے مذہب غیر کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس پر عمل صحیح ہے ان تمام امور کی باحوالہ، مکمل مفصل اور مدلل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث باب: ۲۷۴ (ص ۱۱۲۱-۱۰۹۴) میں بیان کر دی ہیں۔

تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات، مصالح اور حکمتیں

اسلام نے صرف تین طلاقوں کی گنجائش رکھی ہے، پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے لیکن تیسری طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اب اگر وہ مرد اور عورت پھر ملنا چاہیں تو اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے نکاح کرنے کے بعد وہ شخص اس سے عمل زوجیت (صحبت) کرے اور پھر اپنی مرضی سے جب اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کی عدت گذار کر پہلے شوہر کے نکاح میں جا سکتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ ناگوار اور مشکل صورت ہے اس لیے مرد کو تیسری طلاق دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پشیمانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور در در مفتیوں سے حیلے نہ پوچھتے جائیں اور اپنا مذہب چھوڑ کر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑے اسلام نے اسی لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکا ہے اور اس فعل کو معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد

جب کوئی شخص سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے عورت کی پاکیزگی کے ان ایام میں جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے گا اور دوسری طلاق کے لیے اگلی پاکیزگی کے ایام تک رکا رہے گا جو تقریباً ایک ماہ کے برابر ہیں تو اس عرصہ میں وہ اس معاملہ پر سو دفعہ سے زیادہ غور کرے گا اور گمان غالب ہے کہ اس کی رائے بدل جائے گی (کیونکہ میں بائیس سالہ افتاء کی زندگی میں بارہا دیکھ چکا ہوں کہ کل شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اور آج وہ دوڑا چلا آرہا ہے کہ کوئی حیلہ بتلائیں کہ نکاح قائم رہ سکے۔ جب ایک دن میں رائے بدل جاتی ہے حالات بدل جاتے ہیں تو ایک ماہ میں تو بہت گنجائش ہے) اگر بیوی کے مطالبہ یا اس کے غلط طرز عمل کی وجہ سے یہ اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے تو ایک ماہ میں اس کے طرز عمل میں تبدیلی یا مطالبہ طلاق ترک کر دینے کا غالب امکان ہے اس طرح دوسری طلاق پڑنے کا خطرہ ٹل جائے گا اور تیسری طلاق کی نوبت نہیں آئے گی۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احسن طریقہ یہ ہے کہ زمانہ طہر میں بشرط عدم مجامعت صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت کے پورے زمانہ میں دوبارہ

طلاق نہ دی جائے اور عدت کے اس تین ماہ میں طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ موقع رہیگا اور بالفرض رجوع نہیں کیا اور عدت گذر گئی اور عورت بائنہ ہوگئی اور بعد میں حالات سازگار ہوئے تو اب دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش ہے اور کسی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے جب کہ تین طلاقیں دینے کے بعد یہ گنجائش نہیں رہتی۔

طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے

تین طلاق کی تحدید سے دراصل عورت کو نقصان پہنچانا مقصود ہے کیونکہ اگر طلاق میں کوئی تحدید نہ ہوتی تو عورت کی گلو خلاصی کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ زمانہ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا پھر طلاق دے دیتا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا تھا۔

امام رازی نے "الطلاق مرتان" کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ (البقرۃ : ۲۲۹) "طلاق (رجعی) دو بار ہے پھر (عدت میں) حسن سلوک کے ساتھ روک لینا ہے یا (عدت پوری کرنے کے لیے) احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے"۔[1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله وتلک حدود الله یبینها لقوم یعلمون (البقرہ: ۲۳۰) "پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ (عورت) اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ (عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ (عدت کے بعد نکاح کر کے) آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ علم والوں کے لیے بیان فرماتا ہے"۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج

چونکہ تیسری طلاق آخری حد ہے اور اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے اس لیے تیسری طلاق دینے سے پہلے بہت سوچ و بچار اور غور و خوض کرنا چاہیے اور اس آخری قدم اٹھانے سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلام کی ہدایت کے مطابق طلاق وقفہ وقفہ سے دی جائے اگر ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئیں تو پھر بعد میں پریشانی اور پشیمانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا اسی لیے بکثرت احادیث اور آثار میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کو معصیت اور گناہ فرمایا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو اس کو اب صبر و استقامت اور حوصلہ سے اس اقدام کے نتیجہ اور انجام کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں کی ہوئی اس علیحدگی کو قبول کر لینا چاہیے۔ حلالہ کا مکروہ حیلہ اختیار کرے نہ غیر مقلد مولویوں کے خلاف شرع فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے در بدر مارا مارا پھرے، کیونکہ "تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا عقل اور درایت کے بھی خلاف ہے اور قرآن اور حدیث کے بھی خلاف ہے۔ عدی

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

معاملات میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تین یا پانچ یا دس عدد کو ایک عدد قرار دے اور اگر کوئی شخص دس روپوں کو ایک روپیہ قرار دے تو یہ منطق اور قانون دونوں کے خلاف ہے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے وقت ان لوگوں کی منطق کہاں رخصت ہوجاتی ہے۔ آئندہ مباحث میں ہم انشاء اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں پر گفتگو کریں گے، پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف فقہاء بیان کریں گے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین کے دلائل پیش کرکے ان کا جائزہ لیں گے اس کے بعد قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں جمہور فقہاء اسلام کا یہ موقف پیش کریں گے کہ اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کرکے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ بہرحال نافذ ہو جائیں گی۔

۳۵۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَتْرُكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے، پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے حتی کہ حیض (ایام ماہواری) گذر جائے، اس کے بعد ایک اور حیض گذر جانے دے پھر چاہے تو اس کو رکھے اور چاہے تو طلاق دے بشرطیکہ اس طہر میں بیوی سے مقاربت نہ کی ہو اور طلاق دینے کا یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق کا حکم دیا ہے۔

۳۵۴۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ قُتَيْبَةُ نَا لَيْثٌ وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرٰى ثُمَّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ اس طلاق سے رجوع کریں پھر حیض ختم ہونے تک بیوی کو رکھیں پھر جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو ایک اور حیض گزرنے تک انھیں مہلت دیں اور جب وہ اس دوسرے حیض سے پاک ہو جائے اور وہ اس کو طلاق دینا چاہیں تو حیض سے پاکیزگی کے اس دور میں انھیں طلاق دیں۔ بشرطیکہ اس مدت میں بیوی سے مقاربت نہ کی ہو، اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے

يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ حَيْضَتَهَا فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ وَزَادَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهَذَا وَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ وَعَصَيْتَ اللَّهَ فِيمَا أَمَرَكَ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ قَالَ مُسْلِمٌ جَوَّدَ اللَّيْثُ فِي قَوْلِهِ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً

کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ ابن رمح نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے جب سوال کیا جاتا تو فرماتے جب تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں (تو تم رجوع کر سکتے ہو) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس چیز کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو بیوی تم پر حرام ہو گئی حتیٰ کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح کرے، اور تم نے (اس طرح یعنی تین طلاقیں دے کر) اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو طلاق دینے کا طریقہ بتایا تھا، اس کی نافرمانی کی ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ لیث نے اپنی روایت میں ایک طلاق کا لفظ عمدگی سے ذکر کیا ہے۔

٣٥٤٩ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَدَعْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قَبْلَ أَنْ يُجَامِعَهَا أَوْ يُمْسِكْهَا فَإِنَّهَا الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا صَنَعَتِ التَّطْلِيقَةُ قَالَ وَاحِدَةٌ اعْتَدَّ بِهَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی بیوی کو بحالت حیض میں طلاق دی۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا ابن عمر سے کہو کہ اس طلاق کو واپس لے لے پھر اپنی بیوی کو رہنے دے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر ایک اور حیض گزر جائے اور جب وہ اس حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس پاکیزگی کی مدت میں اس سے مقاربت نہ کی ہو، یا چاہے تو اس کو اپنے پاس رہنے دے اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ عبیداللہ کہتے ہیں میں نے نافع سے پوچھا جو طلاق دی گئی تھی اس کا کیا ہوا، انھوں نے کہا اس طلاق کو شمار کیا گیا۔

٣٥٥٠ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن

شَيْبَةَ وَابْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ عُبَيْدِ اللّٰهِ لِنَافِعٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى فِي رِوَايَتِهِ فَلْيَرْجِعْهَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَلْيُرَاجِعْهَا۔

اس میں عبید اللہ کا سوال اور نافع کا جواب مذکور نہیں ہے۔

۳۵۵۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرٰى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ يَقُولُ إِمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا وَاحِدَةً أَوِ اثْنَتَيْنِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرٰى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا وَإِمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ عَصَيْتَ رَبَّكَ فِيمَا أَمَرَكَ بِهِ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ وَبَانَتْ مِنْكَ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے حضرت ابن عمر کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ اس کو ایک اور حیض گذرنے کی مہلت دیں پھر اس دوسرے حیض سے پاک ہونے کی مہلت دیں۔ پھر مقاربت سے پہلے اس کو طلاق دیں، اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے، پھر جب حضرت ابن عمر سے یہ سوال کیا جاتا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی ہے تو وہ فرماتے اگر تو نے ایک طلاق دی ہے یا دو طلاقیں دی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، پھر اس کو مہلت دو حتیٰ کہ اس کا ایک اور حیض گذر جائے اور وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو، اور اگر تم نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا جس طریقہ سے حکم دیا ہے تو نے اس کی نافرمانی کی ہے، اور بیوی تجھ سے بائنہ ہو گئی۔

۳۵۵۲۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت

مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً مُسْتَقْبَلَةً سِوَى حَيْضَتِهَا الَّتِي طَلَّقَهَا فِيهَا فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا مِنْ حَيْضَتِهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا قَالَ فَذَلِكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ طَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً فَحُسِبَتْ مِنْ طَلَاقِهَا وَرَاجَعَهَا عَبْدُ اللَّهِ كَمَا أَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حیض میں طلاق دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے آپ نے فرمایا ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرلے حتیٰ کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے، اس کے سوا ایک اور حیض گزر جائے، پھر اس کے بعد اگر وہ چاہے تو اس کو طلاق دے دے، بشرطیکہ وہ اس حیض سے پاک ہو چکی ہو اور اس نے اس سے مقاربت نہ کی ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طلاق دینے کا وقت ہے (حضرت) عبد اللہ بن عمر نے ایک طلاق دی تھی جو کہ شمار کرلی گئی تھی، اور (حضرت) عبد اللہ بن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس طلاق سے رجوع کر لیا تھا۔

۳۵۵۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرَاجَعْتُهَا وَحُسِبَتْ لَهَا التَّطْلِيقَةُ الَّتِي طَلَّقْتُهَا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول موجود ہے کہ میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا تھا اور میں نے جو طلاق دی تھی اس کو شمار کر لیا گیا تھا۔

۳۵۵۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى أَبِي طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اسے رجوع کرنے کا حکم دو، پھر وہ اس کو حیض سے پاکیزگی یا حالت حمل میں طلاق دے۔

وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا۔

٣٥٥٥ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقُ بَعْدُ أَوْ يُمْسِكُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا اسے اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دو، حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے، پھر ایک اور حیض گزر جائے، پھر پاک ہو جائے، اس کے بعد طلاق دے یا رکھے۔

٣٥٥٦ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ مَكَثْتُ عِشْرِينَ سَنَةً يُحَدِّثُنِي مَنْ لَا أَتَّهِمُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَجَعَلْتُ لَا أَتَّهِمُهُمْ وَلَا أَعْرِفُ الْحَدِيثَ حَتَّى لَقِيتُ أَبَا غَلَّابٍ يُونُسَ بْنَ جُبَيْرٍ الْبَاهِلِيَّ وَكَانَ ذَا ثَبَتٍ فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا قَالَ قُلْتُ أَفَحُسِبَتْ عَلَيْهِ قَالَ فَمَهْ أَوَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ بیس سال تک ایک ثقہ آدمی مجھ سے یہ حدیث بیان کرتا رہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں تین طلاقیں دے دیں اور آپ کو ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، میں اس راوی پر بدگمانی تو نہیں کرتا تھا لیکن مجھے اس حدیث میں اشکال تھا حتیٰ کہ میری ملاقات ابو غلاب یونس بن جبیر باہلی سے ہوئی جو بہت مستند شخص تھے انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو حضرت ابن عمر نے بتلایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ آپ کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، راوی نے پوچھا کہ وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ کہا کیوں نہیں! کیا وہ نا سمجھ تھے۔

٣٥٥٧ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَسَأَلَ عُمَرُ

ایک اور سند سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے انھیں (رجوع کرنے کا) حکم دیا۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ

٣٥٥٨ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَسَأَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا حَتّٰى يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَقَالَ يُطَلِّقُهَا فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا.

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر نے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اپنی بیوی کو حیض سے پاکیزگی کے ان ایام میں طلاق دیں جن میں انھوں نے جماع نہ کیا ہو، اور فرمایا اس مدت کے شروع میں طلاق دے دیں۔

٣٥٥٩ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ يُونُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَإِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ تَسْتَقْبِلَ عِدَّتَهَا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ أَتَعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ فَقَالَ فَمَهْ أَوَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ.

یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی ہے۔ انھوں نے کہا کیا تم عبداللہ بن عمر کو نہیں پہچانتے! انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ دوبارہ عدت شروع کر (راوی کہتے ہیں) پھر میں نے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دے تو کیا وہ طلاق شمار کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! کیا وہ عاجز اور بے وقوف ہے جو اس طلاق کو شمار نہیں کرے گا۔

٣٥٦٠ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ نَا سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى

یونس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں جب

عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَإِنْ شَاءَ فَلْيُطَلِّقْهَا قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَتَحْتَسِبُ بِهَا فَقَالَ مَا يَمْنَعُهُ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ.

وہ (حیض سے) پاک ہو جائیں تو پھر چاہیں تو ان کو طلاق دے دیں، یونس کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کیا وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ابن عمر کو اس طلاق کو شمار کر لینے سے کیا چیز مانع تھی؟ کیا تمہارے خیال میں وہ عاجز اور احمق تھے!

۳۵۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَتِهِ الَّتِي طَلَّقَ قَالَ طَلَّقْتُهَا وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا لِطُهْرِهَا قَالَ فَرَاجَعْتُهَا ثُمَّ طَلَّقْتُهَا لِطُهْرِهَا قُلْتُ فَاعْتَدَدْتَ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ الَّتِي طَلَّقْتَ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مَا لِيَ لَا أَعْتَدُّ بِهَا وَإِنْ كُنْتُ عَجَزْتُ وَاسْتَحْمَقْتُ.

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی بیوی کی طلاق کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے فرمایا میں نے اس کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، پھر میں نے اس واقعہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا، انھوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس سے کہو کہ اس طلاق سے رجوع کرے اور جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو ایام طہر میں طلاق دے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا، پھر اس کو طہر میں طلاق دے دی، میں نے پوچھا آپ نے اس کو حالت حیض میں جو طلاق دی تھی کیا اس کو شمار کر لیا تھا، انھوں نے کہا میں اس طلاق کو کیوں نہ شمار کرتا؟ کیا میں عاجز اور احمق تھا۔

۳۵۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَاحْتَسَبْتَ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ قَالَ فَمَهْ.

انس ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا انھیں رجوع کرنے کا حکم دو، پھر جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے دیں، میں نے پوچھا کیا آپ نے اس طلاق کا شمار کر لیا تھا؟ فرمایا: کیوں نہیں!!

۳۵۶۲ - وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا لِيَرْجِعْهَا وَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَ قُلْتُ لَهُ أَتَحْتَسِبُ بِهَا قَالَ فَمَهْ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے البتہ پہلی سند کے ساتھ روایت میں ہے اس کو اس طلاق سے رجوع کرنا چاہیے اور دوسری سند میں ہے میں نے کہا کیا طلاق شمار ہو گی تو انھوں نے کہا ہشت!۔

۳۵۶۳ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَقَالَ أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَذَهَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا قَالَ لَمْ أَسْمَعْهُ يَزِيدُ عَلٰى ذٰلِكَ لِأَبِيهِ.

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کا حکم دریافت کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، آپ نے فرمایا کیا تم عبداللہ بن عمر کو پہچانتے ہو؟ طاؤس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے اسے رجوع کرنے کا حکم دیا! ابن طاؤس نے کہا: اس نے اپنے والد سے یہ حدیث نہیں سنی تھی۔

۳۵۶۵ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَيْمَنَ مَوْلٰى عَزَّةَ يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَأَبُو الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَسْمَعُ كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَقَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ

عبدالرحمن بن ایمن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کر رہے تھے درآں حالیکہ حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ بھی سن رہے تھے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس طلاق سے رجوع کرے، اور فرمایا جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے دے یا اس کو رکھ لے، حضرت ابن عمر رضی

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طلق امرأته وهي حائض فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ليراجعها فردها وقال اذا طهرت فليطلق او ليمسك قال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وقرأ النبي صلى الله عليه وسلم يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن في قبل عدتهن۔

اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: (اے نبی) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔

۳۵۶۶ - حدثني هارون بن عبد الله قال حدثني ابو عاصم عن ابن جريج عن ابي الزبير عن ابن عمر نحو هذه القصة۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۵۶۷ - وحدثنيه محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال انا ابن جريج قال اخبرني ابو الزبير انه سمع عبد الرحمن بن ايمن مولى عروة يسأل ابن عمر وابو الزبير يسمع بمثل حديث حجاج وفيه بعض الزيادة قال مسلم اخطأ حيث قال مولى عروة انما هو مولى عزة۔

عبد الرحمن بن ایمن نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا درآں حالیکہ حضرت ابو الزبیر بھی سن رہے تھے اس حدیث میں کچھ اضافہ ہے اور عبد الرحمن بن ایمن عروہ کے نہیں عزہ کے غلام تھے۔

حالت حیض میں طلاق دینے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ کو طلاق دینا حرام ہے، اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دی تو طلاق دینے والا گنہ گار ہوگا، لیکن اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس شخص کو طلاق سے رجوع کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ثابت ہے[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حیض سے متصل طہر کے بعد ایک مزید طہر گذروانے کی حکمت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں ہے جس حیض میں طلاق دی ہے اس کے بعد جو طہر گذرے گا پھر حیض گذرے گا اس کے بعد ایک اور طہر گذر جائے تب وہ ایسے طہر میں طلاق دے سکتا ہے جس میں اس نے بیوی سے مقاربت نہ کی ہو، یہاں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور طہر تک طلاق دینے کے امر کو مؤخر کیوں فرمایا؟ علامہ نووی نے اس کے چار جواب دیے ہیں: (ا) تاکہ یہ الزام نہ آئے کہ اس شخص نے طلاق دینے کی غرض سے رجوع کیا ہے، اس لیے طلاق کے متصل طہر کے بعد ایک اور طہر گذر جائے (ب) ایک مزید طہر کا گذارنا طلاق دینے والے شخص کے لیے بمنزلہ سزا ہے (ج) جو طہر حیض سے متصل ہے وہ بھی بمنزلہ حیض ہے اس لیے اس میں طلاق دینے کی اجازت نہیں دی۔ (د) طلاق سے متصل طہر میں اس کو طلاق دینے کی اجازت نہیں دی، تاکہ کچھ مزید وقت گذر جائے اور اس کے دل سے طلاق دینے کا خیال نکل جائے۔

عدت کو حیض قرار دینے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک عورتوں کی عدت طلاق طہر ہے اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ عدت حیض ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء (بقرہ: ۲۲۸) "مطلقہ عورتیں تین قروء تک ٹھہریں" اگر قروء سے مراد طہر ہے تو پورے تین قروء نہیں گذریں گے ڈھائی یا ساڑھے تین ہو جائیں گے، اس لیے اس سے مراد حیض ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ عورت ڈھائی طہر عدت گذارے گی اور قرآن مجید میں اس پر تغلیباً تین کا اطلاق ہے۔ یہ جواب اس لیے درست نہیں ہے کہ جب حقیقت پر عمل ہو سکتا ہے اور قروء کو حیض پر محمول کرنے کی صورت میں پورے تین قروء عدت ہو سکتی ہے تو قرآن مجید کی آیت کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے جس میں مقاربت نہ کی ہو اور فرمایا یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فطلقوهن لعدتهن (طلاق: ۱) "عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو" تو اس سے معلوم ہوا کہ عدت حیض نہیں طہر ہے۔[1] اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق دینے کی عدت کا ایک معنی (وقت یا زمانہ) ہے جس کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرا معنی طلاق کے بعد ٹھہرنے کی عدت ہے جس کا تعلق عورتوں سے ہے، اس آیت میں مردوں کے طلاق دینے کی عدت کا بیان ہے اور یہ طہر ہے اور والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء میں جس عدت کو بیان کیا ہے وہ عورتوں کی عدت ہے جس سے مراد حیض ہے۔

بَابُ طَلَاقِ الثَّلَاثِ

تین طلاقوں کا بیان

۳۵۶۸ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاؤسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ النَّاسَ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ۔

اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، حضرت ابوبکر کے دور خلافت اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں، جو شخص بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا اس کو ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت شروع کر دی ہے جس میں ان کے لیے مہلت تھی تو اگر ہم بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیں، تو بہتر ہوگا پھر انہوں نے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا حکم دیا۔

۳۵۶۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ طَاؤسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتَعْلَمُ اَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّثَلَاثًا مِّنْ اِمَارَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَعَمْ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ابو صہبا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں، بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ہاں!

۳۵۷۰ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاؤسٍ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَاتِ مِنْ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا، آپ کو اس بارے میں کیا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں، بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس

هَنَاتِكَ أَلَمْ يَكُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَاحِدَةً فَقَالَ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَتَابَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَأَجَازَهُ عَلَيْهِمْ۔

نے فرمایا ایسا تھا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے متواتر طلاقیں دینا شروع کر دیں تو انھوں نے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

بیک وقت تین طلاقوں کے بدعی ہونے میں مذاہب

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے، امام شافعی کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا ہر چند کہ مستحب کے خلاف ہے تاہم گناہ نہیں ہے اور امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول میں امام شافعی کے موافق ہیں اور دوسرے قول میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہیں۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی، امام احمد کے دونوں قولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیک وقت تین طلاقوں کے دینے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، حضرت حسن بن علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور شعبی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ حضرت عویمر عجلانی نے جب اپنی بیوی سے لعان کیا تو کہا: یارسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میرا اسے تہمت لگانا جھوٹ ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں۔ (بخاری و مسلم) اور اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار منقول نہیں ہے۔ نیز بخاری اور مسلم میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق البتہ (مغلظہ) دے دی۔ اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے خاوند نے پیغام کے ذریعہ ان کو تین طلاقیں بھیجیں، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب طلاق متفرق طور پر دینا جائز ہے تو ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بھی جائز ہے، امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور حرام ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، اور حضرت ابن عمر کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت علی نے فرمایا جو شخص سنت کے مطابق طلاق دے گا وہ نادم نہیں ہوگا اور ایک روایت میں فرمایا: عورت کو ایک طلاق دے کر تین حیض تک چھوڑے رکھو، اس مدت میں جب چاہو، رجوع کر سکتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایسے شخص کو لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو وہ اس کو خوب پیٹتے تھے۔ مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا "میرے چچا نے اپنی بیوی کو (بیک وقت) تین طلاقیں دے دی ہیں؟" آپ نے فرمایا تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا (یعنی اب وہ رجوع نہیں کر سکتا)۔[1]

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۳۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۲۸۱ - ۲۸۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"بیک وقت تین طلاقیں دے کر عورت کو بدر کر دینا نصوص صریحہ کی بناء پر معصیت ہے۔ علماء امت کے درمیان اس مسئلہ میں جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس امر میں ہے کہ ایسی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں یا تین طلاق مغلظہ کے حکم میں۔ لیکن اس کے بدعت اور معصیت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔"[1]

حالانکہ امام شافعی کا اسی میں اختلاف ہے وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ نہیں بلکہ مباح کہتے ہیں اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ سید ابو الاعلیٰ نے مذاہب فقہاء کی تحقیق کیے بغیر یہ لکھ دیا ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا موقف

جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی خواہ دخول سے پہلے دی ہوں یا دخول کے بعد۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس کا یہی نظریہ ہے، رضی اللہ عنہم، اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا بھی یہی موقف ہے۔[3] قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔[4]

علامہ الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں کہ بار بار لفظ طلاق کا تکرار کرنے سے تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر طلاق دینے والا تاکید کی نیت کرے تو اس کا دیانۃً اعتبار ہوگا۔[5] (یعنی قضاءً اعتبار نہیں ہوگا)۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کا موقف

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک طہر میں ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیں، مثلاً کہا کہ تم کو تین طلاقیں، یا کہا کہ تم کو طلاق ہے تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، یا کہا تم کو تین طلاقیں، یا دس طلاقیں، یا سو طلاقیں، یا ہزار طلاقیں، اس قسم کی عبارات ہیں متقدمین اور متاخرین علماء کے تین نظریات ہیں اور ایک چوتھا قول بھی ہے جو محض من گھڑت اور بدعت ہے، پہلا قول یہ ہے کہ یہ طلاق مباح اور لازم ہے، یہ امام شافعی کا قول ہے امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام اور لازم ہے یہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، یہ قول متقدمین میں بکثرت صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق لازم آتی ہے یہ قول صحابہ میں سے حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبد الرحمن بن عوف سے منقول ہے، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباس کے دو قول ہیں،

---

[1] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، حقوق الزوجین ص ۵۰، ۵۱، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، بائیسویں بار ۱۹۸۶ء

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۲، مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ

تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے طاؤس، خلاص بن عمرو، محمد بن اسحاق سے منقول ہے، داؤد اور ان کے اکثر اصحاب کا یہی قول ہے، ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد کا بھی یہی قول ہے، اسی وجہ سے شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے، چوتھا قول بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کا ہے وہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں پڑتی، سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور تیسرا قول ہی وہ ہے جس پر کتاب وسنت سے دلائل موجود ہیں۔[1]

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں، پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، یہ قول ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے (رضی اللہ عنہم)۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے"۔ اس مذہب کو ابو محمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے، یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے، امام احمد نے کہا یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے، چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے، مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے یہ قول حضرت ابن عباس کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔[2]

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف

جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے بعض شیعہ کا موقف یہ ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی (شرائع الاسلام ج ۳ ص ۵)

اور جمہور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن زرارۃ عن احدھما علیھما السلام قال، سألتہ عن رجل طلق امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد (او اکثر) وھی طاھر قال: ھی واحدۃ۔[3]

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاقیں دیں درآں حالیکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی، انھوں نے کہا یہ ایک طلاق ہو گی۔

عن عمرو بن البراء قال: قلت لابی عبداللہ

عمرو بن براء کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۹،۸، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

[2] شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۴ ص ۵۴، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ

[3] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۲ھ

علیہ السلام ان اصحابنا یقولون ان الرجل اذا طلق امرأۃ مرۃ او مائۃ مرۃ فانما ھی واحدۃ وقد کان یبلغنا عنک وعن ابائک علیھم السلام انھم کانوا یقولون اذا طلق مرۃ او مائۃ مرۃ فانما ھی واحدۃ فقال ھو کما بلغکم[۱]

سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاقیں دے تو وہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور ہمیں آپ سے اور آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الطلاق مرتان" اس سے معلوم ہوا کہ وہ طلاق رجعی جس میں طلاق کے بعد رجوع کیا جاتا ہے ایک بار دینے کے بعد دوسری مرتبہ دی جاتی ہے، جیسے کسی شخص نے کہا جاؤ دو بار تسبیح کرو یا تین بار تسبیح کرو یا سو بار تسبیح کرو، اس پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بار تسبیح کرے کہ یہ عدد پورا ہو جائے، مثلاً کہے سبحان اللہ، سبحان اللہ تو یہ دو بار ہوگا اور اگر اس نے کہا "دو بار سبحان اللہ" (سبحان اللہ مرتان) یا سو بار سبحان اللہ" (سبحان اللہ مائۃ مرۃ) کہا تو یہ ایک تسبیح شمار کی جائے گی علیٰ ہذا القیاس جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تمہیں دو طلاقیں یا تمہیں تین طلاقیں یا تمہیں دس طلاقیں یا تمہیں ہزار طلاقیں تو یہ ایک طلاق شمار کی جائے گی، اس کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ نے ایک یہ مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا ہے کہ نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا جائے، اب اگر کوئی شخص کہے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر عدد خلقہ (اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر) تو یہ صرف ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین طلاقیں لازم کر دی ہوں، اس بارے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن مروی نہیں ہے اور نہ کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل کی گئی ہے، اس سلسلے میں جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ سب ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں، بلکہ موضوع ہیں، بلکہ صحیح مسلم اور دیگر سنن اور مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، حضرت عمر نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت کرنی شروع کر دی ہے جس میں انھیں مہلت دی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا، پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں، اس سلسلے میں دوسری حدیث یہ ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر سخت غمگین ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا

---

[۱] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۶۲ھ

تم نے کس طرح طلاق دی تھی ؟ انھوں نے کہا میں نے اسے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا ایک مجلس میں ؟ انھوں نے کہا جی ! آپ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی ہے اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر حضرت رکانہ نے رجوع کر لیا۔" شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ استفسار فرمایا ایک مجلس میں ؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دی جائیں تو پھر وہ ایک نہیں قرار دی جائیں، اور جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں گی تو وہ ایک قرار دی جائے گی، حضرت رکانہ کی یہ حدیث شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کے حوالے سے بیان کی ہے[1]

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے "الطلاق مرتان" سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر طلاق الگ الگ دی جائے تب وہ متعدد طلاقیں متصور ہوں گی اور اگر کسی نے کہا "تم کو تین طلاقیں" تو چونکہ یہ طلاق ایک بار دی گئی ہے اس لیے یہ ایک طلاق ہی شمار ہو گی، شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال خود انھیں بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس استدلال کا یہ تقاضا ہے اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار کہا، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، تو یہ تین طلاقیں واقع ہونی چاہییں کیونکہ یہ تین طلاقیں تین بار دی گئی ہیں، حالانکہ شیخ کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گذر چکا ہے۔

زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات

شیخ ابن قیم جوزیہ نے زنا کی چار شہادتوں اور قسامت کی پچاس قسموں سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں چار بار گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے، تو اس کی یہ گواہی مردود ہو گی جب تک کہ چار آدمی الگ الگ گواہی نہ دیں، اسی طرح اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں پچاس قسمیں کھاتا ہوں کہ میں نے قتل کیا ہے نہ قاتل کو دیکھا ہے تو اس کی یہ قسم معتبر نہیں ہو گی جب تک کہ پچاس آدمی الگ الگ قسمیں نہ کھائیں، اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں تو یہ تین طلاقیں بھی معتبر نہیں ہوں گی جب تک کہ وہ الگ الگ تین طلاقیں نہ دے[2]

اس استدلال کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ دلیل خود شیخ ابن قیم کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین بار الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جانی چاہییں، حالانکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع نہیں ہوتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زنا کی شہادت اور قسامت پر طلاق کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں زنا کی چار گواہیاں دیتا ہوں یا میں قتل نہ کرنے کی پچاس قسمیں کھاتا ہوں اس کی گواہی اور قسم مطلقاً مردود ہے بخلاف طلاق کے کیونکہ جو شخص کہے میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں اس کی طلاق ان کے نزدیک بھی مطلقاً مردود نہیں ہے بلکہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت سے مستفاد ہے۔

علامہ آلوسی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ شہادات لعان اور رمی جمرات پر طلاق کو قیاس کرنا قیاس

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۳۳ ص ۱۲–۱۱ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز۔
[2] شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۴ ص ۵۵، مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ

مع الفاروق ہے۔ دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، اور ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں طلاق کا معاملہ حلت اور حرمت سے ہے اور اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو تین طلاقیں بیک وقت دی گئی ہیں وہ واقع مان لی جائیں[1] اور یہ مسلّم اصول ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین ایک طلاق قرار دے کر نکاح کو مباح کہتے ہیں اور جمہور ان تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے نکاح کو حرام کہتے ہیں اور اس اصول کے مطابق جمہور کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اباحت اور تحریم کے تعارض میں تحریم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں، حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر خاتون جنت سے فرمایا تھا کہ بیٹی نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو، یہ لونڈیوں سے بہتر ہے اب اگر کوئی شخص سبحان اللہ تینتیس بار (ایک دفعہ) کہہ دے تو کیا وہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہوگا؟[2] (پیر صاحب اس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین طلاقیں کہنے سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں)۔

یہ دلیل سب سے پہلے شیخ ابن تیمیہ نے قائم کی تھی اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ کے متبعین مزید مثالوں کے ساتھ اس کو نقل کرتے چلے گئے ہیں۔

ہم اس دلیل کے چار جواب بیان کر چکے ہیں کہ یہ استدلال ان حضرات کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اگر ایک مجلس میں کلمات متعددہ سے تین بار تین طلاقیں دی جائیں تو اس دلیل کے اعتبار سے وہ نافذ ہونی چاہئیں حالانکہ یہ لوگ اس کو بھی تین طلاق نہیں مانتے بلکہ ایک طلاق کہتے ہیں، دوسرا یہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کی ہوتی ہے تیسرا جواب ہم نے علامہ آلوسی سے نقل کیا جس کا خلاصہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مثلاً یوں کہہ دے کہ سو بار سبحان اللہ تو اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا اور یہ تسبیح فاطمہ نہیں ہوگی اور وہ اس کے اجر کا مستحق نہیں ہوگا اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تم کو تین طلاقیں تو آپ بھی یہ تو مانتے ہیں کہ ایک طلاق ہو جائے گی اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے جو دوسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا حرام کو حلال کرنا ہے اس لیے اس قسم کی ہلکی بدلیل اور ڈھکوسلوں سے اللہ اور رسول کے حرام کردہ کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول بدلنے کے الزام کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا اور حضرت عمر نے یہ کہا کہ اگر ان کو تین طلاق ہی قرار دیا جائے تو بہتر ہوگا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔ جس طرح شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر یعنی ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۰ء

[3] حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری محقق سنی حنفی عالم ہیں اس مسئلہ میں ان کی رائے ائمہ اربعہ کے متفق علیہ موقف سے مختلف ہے لیکن ہماری معلومات کے مطابق انہوں نے اس رائے پر فتویٰ نہیں دیا، لیکن چونکہ غیر مقلد حضرات ان کا رسالہ مسلسل چھاپ رہے ہیں اس لیے ہم نے ان کے دلائل کا جواب ضروری سمجھا تاکہ عوام اہل سنت ان کے حوالے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ (غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

کی صریح مخالفت کی اور تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو قبول کر لیا اگر اس بات کو مان لیا جائے تو حضرت ابوبکر اور ان کے دور میں فوت ہونے والے صحابہ کے علاوہ کوئی صحابی اس قابل نہیں رہے گا کہ اس کے دین پر اعتماد کیا جائے اور اس کی روایت کو قبول کیا جائے یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کا ظاہر معنی نہیں لیا اور اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے

قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کو صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا نیز دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں (جس کا تفصیلی بیان عنقریب آرہا ہے) اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت چونکہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے یہ روایت شاذ اور معلل ہے اور استدلال سے خارج ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل

اس روایت کے شاذ، معلل اور مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

صحیح مسلم کی اس زیر بحث حدیث کو طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی صراحت کے مطابق یہ طاؤس کا وہم ہے اس کی مزید وضاحت امام بیہقی کے بیان سے ہوتی ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے، امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس کی باقی روایات کے مخالف ہے، پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا حضرت ابن عباس نے فرمایا پہلے انسان تین طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا "الطلاق مرتان" نے اس کو منسوخ کر دیا، سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہو گئی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو۔ مجاہد سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، حضرت

لے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کے دس سے زائد جواب دیے ہیں، ہم بغرض اختصار صرف دو جواب پیش کر رہے ہیں سعیدی غفرلہ۔

ابن عباس نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی، تم نے اللہ کا خوف نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا، ان کے علاوہ عطاء، عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہ طاؤس کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں کہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اس کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں اس لیے یہ روایت طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور صحیح نہیں ہے۔[1]

اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے خصوصاً حضرت ابن عباس راوی حدیث کا فتویٰ بھی اس کے خلاف ہے، تو اس روایت پر عمل کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے الی قولہ اس کے متعلق مختصر یہ گذارش ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالیشان کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں، نیز حضرت ابن عباس سے بھی دو روایتیں آئی ہیں ایک وہ جو اوپر گذری دوسری وہ جسے مسند میں امام احمد نے نقل کیا ہے: فکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طہر، حدیث ۲۳۸۷ اور دوسرے صحابہ کرام کے اقوال کا ذکر جا بجا گذر چکا ہے نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ان الاعتبار لروایۃ الراوی لا برأیہ۔ "اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے کا"۔[2]

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہے لیکن یہ کون سی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے۔ اگر مسلم کی حدیث مذکور مراد ہے تو اولاً تو اس میں آپ کے کسی فرمان کا ذکر نہیں ہے، ثانیاً اسی حدیث میں تو بحث ہو رہی ہے کہ یہ ثابت اور صحیح نہیں ہے طاؤس کا وہم ہے، مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ:

قال احمد بن حنبل کل اصحاب ابن عباس رووا عنہ خلاف ما قال طاؤس، سعید بن جبیر ومجاہد ونافع عن ابن عباس بخلافہ۔[3]

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ سعید بن جبیر، مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس سے اس کے برخلاف روایت کی ہے۔

اور چونکہ صحیح مسلم کی یہ روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کے معمول کی مخالفت اور تمام صحابہ پر مداہنت کی تہمت لگانے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک معقول وجہ (طاؤس کے وہم) کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد کر دیا جائے!

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷، ص ۳۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مشمولہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۴۹، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

[3] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۸، ص ۲۲، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ، ۱۳۹۸ھ

پیر کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: "نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی رائے کا"۔ اس کے بارے میں گزارش ہے کہ عام راویوں کے بارے میں بے شک ایسا ہی ہے لیکن جب صحابی رسول کسی حدیث کی روایت کریں اور ان کا عمل یا فتوی اس حدیث کے خلاف ہو تو پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ روایت صحیح نہیں یا اس صحابی کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ صحابی رسول سے یہ متصور نہیں کہ وہ ایک حدیث بیان کرے اور عمل اس کے خلاف کرے۔ کتب صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کو ترک کر دیا اور یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک کسی دلیل سے رفع یدین منسوخ ہو چکا ہو[1] نیز حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے اور خود تین مرتبہ دھوتے تھے، امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن کر اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے۔ اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کی عدالت (نیکوکاری) ساقط ہو جائے گی اور وہ اس قابل بھی نہیں رہیں گے کہ ان کی کوئی بات قبول کی جائے چہ جائیکہ ان کی روایت قبول کی جائے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہو چکی ہے[2]

جب صحابی رسول کا عمل یا فتوی اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی نسبت اس صحابی کی طرف صحیح نہیں ہے یا پھر اس روایت میں کوئی تاویل ہے۔ علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

ان راویہ اذا عمل بخلافہ کان ذلک طعنا فی صحتہ او دلیلا علی انہ منسوخ او مصروف عن الظاہر[3]	راوی کا عمل جب حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے یا اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی یہ حدیث جس کو طاؤس نے بیان کیا ہے، ایسی ہی ہے، قوی ترین بات یہ ہے کہ چونکہ یہ طاؤس کا وہم ہے اس لیے صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس کو منسوخ قرار دے کر بھی جواب دیا ہے اور اس کا ظاہری معنی چھوڑ کر تاویل بھی کی ہے، عنقریب ہم بعض تاویلات کا ذکر کریں گے۔

پیر کرم شاہ صاحب نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ "حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں رمل کرتے تھے اور ان کا قول یہ ہے کہ رمل سنت نہیں ہے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رمل کے معاملہ میں حضرت

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[2] شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳ " " " " "

[3] علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، النبراس ص ۴۴، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۷ھ

ابن عباس کی رائے جمہور کے خلاف ہے اور تین طلاقوں کے مسئلہ میں ان کی روایت دیگر احادیث اور جمہور کے موافق ہے، اور ان کی منفرد رائے کو ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جو روایت جمہور کے موافق ہو اس کو بھی ترک کر دیا جائے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر راوی کا عمل اور فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو غیر مقلدین اور شوافع کا وہی مسلک ہے جو پیر کرم شاہ صاحب نے فتح الباری کے حوالے سے بیان کیا ہے اور نیل الاوطار میں بھی مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے ایسا ہی لکھا ہے[1] اور حق اور صواب احناف اور مالکیہ کا نظریہ ہے جس کو ہم نے امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

طاؤس کی اس روایت کے وہم اور غلط ہونے پر ایک اور واضح قرینہ یہ ہے کہ خود طاؤس کا فتویٰ بھی اس روایت کے خلاف تھا، طاؤس یہ کہتے تھے کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو یہ ایک طلاق ہوگی (کیونکہ وہ پہلی طلاق کے بعد بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کی طلاقوں کا محل نہیں رہتی) طاؤس مدخولہ کی تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن لیث عن طاؤس و عطاء انھما قالا اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بھا فھی واحدة[2]

لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقاً تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے تھے اس لیے طاؤس کی یہ روایت جس کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہم اور مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔

علامہ ماردینی، طاؤس کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وذکر صاحب الاستذکار ان ھذہ الروایة وھم وغلط لم یعرج علیھا احد من العلماء الی قوله ولا یصح ذلک عن ابن عباس لروایة الثقات عنه خلافه۔[3]

علامہ ابن عبد البر (صاحب استذکار) نے کہا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ علماء میں سے کسی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابو جعفر ابن نحاس کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھتے ہیں کہ "طاؤس ہر چند کہ نیک شخص ہیں لیکن وہ حضرت ابن عباس سے بہت سی روایات میں متفرد ہیں، اہل علم ان روایات کو قبول نہیں کرتے، ان روایات میں سے ایک روایت وہ بھی ہے جس میں انھوں نے حضرت ابن عباس سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کی روایت کی ہے، لیکن

---

[1] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، قاہرہ، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

[3] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۷ ص ۳۳۸، ۳۳۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

حضرت ابن عباس اور حضرت علی سے صحیح روایت یہی ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں؟

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور فقہاء اسلام نے اولاً تو اس حدیث کے فنی سقم کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا ثانیاً برسبیل تنزل اس میں تاویل کی اور کہا کہ دور رسالت اور دور صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے بعد میں حضرت عمر کے دور میں لوگوں نے تین طلاقیں دینے کی نیت سے تین بار طلاق کہنا شروع کر دیا اس لیے حضرت عمر نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر کو نہیں بدلا بلکہ اسی چیز کو نافذ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی ہے آپ نے فرمایا تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا تھا؟ میں نے کہا ایک طلاق! آپ نے فرمایا قسم بخدا؟ میں نے کہا قسم بخدا! آپ نے فرمایا پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے۔[1] یہی حدیث اس حدیث کو امام ابوداؤد نے تین اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے[2] امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[3] اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ سے یہ استفسار نہ کرتے کہ تم نے اس لفظ سے کیا مراد لیا ہے اور ان کی مراد پر قسم طلب نہ فرماتے بلکہ صاف فرما دیتے کہ ایک مجلس میں ایک عبارت سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں مؤثر ہو جاتی ہیں، اور حضرت عمر نے جو فیصلہ نافذ کیا وہ اس حدیث کے مطابق تھا اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ بھی اسی حدیث کے تابع ہے۔

حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ سے متعلق ایک دوسری روایت مسند احمد کے حوالے سے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق قرار دیا اور انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کی اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد کی مذکور الصدر روایت پر ترجیح دی ہے لیکن شیخ ابن تیمیہ کا جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی روایت پر مسند احمد کو ترجیح دینا عدل و انصاف سے سخت بعید ہے کیونکہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ مسند احمد میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا اس میں ضعیف، حسن، صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں۔ برخلاف جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کے کیونکہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مسند احمد کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام ابوداؤد کے علم میں بھی مسند احمد کی یہ روایت تھی جس میں طلاق البتہ کی بجائے تین طلاقوں کا ذکر ہے لیکن انھوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی: ھذا اصح من حدیث ابن جریج ان رکانۃ طلق امرأتہ ثلاثا لانھم اھل بیتہ وھم اعلم بہ [1] یہ حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔ امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں اسی طرح امام ترمذی نے بھی یزید بن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے اس کے برخلاف امام احمد نے مسند احمد میں ابن جریج سے حضرت رکانہ کی روایت بیان کی ہے اور یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو ان کے بیٹے نے بیان کیا ہے اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے البتہ والی روایت کو مرجوح قرار دینے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیے بغیر لکھا ہے: امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابو عبید اور ابو محمد بن حزم نے البتہ والی روایت کو ضعیف قرار دیا اور بیان کیا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں، ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔[2]

امام احمد بن حنبل چونکہ اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے ہیں اس لیے وہ ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر ان کی تضعیف بالفرض ہو بھی تو خارج از بحث ہے اور ابن حزم کا حوالہ دینا، شیخ ابن تیمیہ کی مغالطہ آفرینی ہے۔ شیخ ابن حزم نے سنن ابوداؤد کی ایک اور روایت کو بعض بنی ابی رافع کی وجہ سے مجہول لکھا ہے جس کا ذکر با حوالہ آگے آ رہا ہے۔ رہے امام بخاری تو ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے البتہ والی روایت کی تضعیف کی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے مسند احمد والی روایت کو مضطرب اور معلل قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے[3] اور علامہ ابن عبد البر نے اس کو تمہید میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی مسند احمد والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے اور البتہ والی (محتاج مشترکی) روایت صحت کے قریب ہے اور مسند احمد والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے۔[4]

علامہ ابوبکر رازی جصاص نے مسند احمد کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔[5]

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رکانہ کی حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے

1۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

2۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۱۵ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود

3۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۲۱۳، مطبوعہ مصر

4۔ علامہ ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد

5۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی [1]

حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ کی البتہ والی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس حدیث کے راوی مجہول ہیں اور ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔" شیخ ابن تیمیہ کی یہ بات بھی عدل و انصاف اور حقیقت اور صداقت سے بہت دور ہے۔ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے، اور امام ابوداؤد نے اس کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف امام ترمذی کی سند کے راویوں کی عدالت اور ضبط کا حال بیان کر رہے ہیں:۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو از ہناد از قبیصہ از جریر بن حازم از زبیر بن سعید از عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بیان کیا ہے۔ سند کے پہلے راوی ہناد ہیں، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا تم ہناد کو لازم رکھو، ابو حاتم نے کہا وہ بہت سچے ہیں، قتیبہ نے کہا میں نے دیکھا کہ وکیع [illegible] ہناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے، امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں، امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [2]

اس سند کے دوسرے راوی قبیصہ ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حافظ ابو زرعہ سے قبیصہ اور ابو نعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا وہ بہت سچے ہیں، اسحٰق بن سیار نے کہا میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا، امام نسائی نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [3]

اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں جریر بن حازم، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے، عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں۔ دوری کہتے ہیں میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابو الاشہب میں کس کی روایت بہتر ہے انھوں نے کہا جریر کی روایت احسن اور اسند ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ بہت سچے اور نیک ہیں۔ [4]

اس حدیث کے چوتھے راوی زبیر بن سعید ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں، دارقطنی نے کہا یہ معتبر ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [5]

اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ: یہ خود حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہیں۔ امام

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۰، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ

[3] " " تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۴۹ - ۳۴۸، " " " "

[4] " تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۰ " " " "

[5] " تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۵ " " " "

ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے[۱] اور حافظ ابن حجر نے اس کو مقبول رکھا ہے[۲]

حضرت رکانہ سے متعلق سنن ابوداؤد کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان

پیر کرم شاہ صاحب نے سنن ابوداؤد کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے حضرت عبد یزید ابو رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں، آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم اس سے رجوع کر لو![۳]

اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع موجود ہیں، جو مجہول ہیں۔ غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (شیخ ابن تیمیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث کے بارے میں ابن حزم کا حوالہ دیا تھا وہ اصل میں یہ حدیث ہے)

قال ابو محمد: ما نعلم لهم شيئا احتجوا به غير هذا و هذا لا يصح لانه عن غير مسمى من بني ابي رافع ولا حجة في مجهول.[۴]

علماء نے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے، اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ ابو رافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام نہیں لیا گیا، اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مستدرک کی بعض روایات میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کر دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع کے بارے میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے کہا: یہ لیس بشئی ہے۔ ابو حاتم نے کہا: یہ ضعیف الحدیث، منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ کوفہ کے شیعوں میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے، ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا، برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے[۵] یاد رہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے جس شخص کے بارے میں میں یہ کہوں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ امام ابن عدی نے اس کو شیعہ کہا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا شیعہ حضرات کا مسلک ہے۔

اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں ہے، جس سے حلال اور حرام کے مسئلہ میں استدلال ہو سکے، خصوصاً جب کہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہو جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہو اور ائمہ اربعہ اور

۱۔ حافظ محمد بن حبان تیمی متوفی ۳۵۴ھ، کتاب الثقات ج ۷ ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۵، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ

۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۹۔۲۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۴۔ شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۵۲ھ

۵۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۲۱، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ

جمہور مسلمین کا اس کی حرمت پر اتفاق ہو۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے حامیوں کے پاس تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے صرف یہ تین روایات تھیں ایک صحیح مسلم کی روایت جو طاؤس کا وہم اور شاذ روایت ہے، دوسری مسند احمد کی روایت جو مضطرب، منکر، معلل اور ضعیف روایت ہے، تیسری سنن ابوداؤد کی یہ روایت جو مجہول، منکر اور متروک کی روایت ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ دو طلاقوں کے بعد بھی خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو ان طلاقوں سے رجوع کرلے اور چاہے تو رجوع نہ کرے لیکن:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

(بقرہ: ۲۳۰)

پس اگر اس نے اس کو ایک اور طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے "تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔

اس آیت سے پہلے "الطلاق مرتان" کا ذکر ہے یعنی طلاق دو بھی دو مرتبہ دی جاسکتی ہے، اس کے بعد "فان طلقها" الآیۃ فرمایا، اس کے شروع میں حرف فاء ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے اور اب قواعد عربیہ کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد خاوند نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ اس آیت میں اگر حرف "ثم" یا اس قسم کا کوئی اور حرف ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو علی التعیین یہ کہا جاسکتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے گی لیکن قرآن مجید میں "ثم" کی بجائے "فا" کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

قرآن مجید نے "الطلاق مرتان" فرمایا ہے یعنی دو مرتبہ طلاق دی جائے اور دو مرتبہ طلاق دینا اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور اس کے بعد فوراً اگر تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی، اس سے واضح ہوگیا کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں "تین بار" طلاق دی اور بیوی سے کہہ دیا میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی تو یہ تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی۔ غیر مقلدوں کے مشہور، مستند اور ان کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فهذا يقع على الثلاث مجموعة ومفرقة ولا يجوز ان يخص بهذه الآية بعض ذلك دون بعض بغير نص۔[1]

یہ آیت بیک وقت دی گئی تین طلاقوں اور الگ الگ دی گئی طلاقوں دونوں پر صادق آتی ہے اور اس آیت کو بغیر کسی نص کے طلاق کی بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] شیخ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۵۲ھ

قرآن مجید کی اس آیت سے بھی جمہور فقہاء اسلام کا استدلال ہے۔

اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها۔ (احزاب: ۴۹)

جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو، تو ان پر تمہارے لیے کوئی عدت نہیں جس کو تم گنو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا ذکر فرمایا ہے اور طلاق دینے کو اس سے عام رکھا ہے کہ بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں یا الگ الگ طلاقیں دی جائیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مطلق اور عام رکھا ہو اس کو اخبار آحاد اور احادیث صحیحہ سے بھی مقید اور خاص نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ ساوشما کی غیر معصوم آراء اور غیر مستند اقوال سے اس کو مقید کیا جا سکے۔

قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے:

دوسری آیات اور سنت نبوی نے ان کے اطلاق کو مقید کر دیا ہے، اور ان کے احکام اور شرائط کو بیان کر دیا ہے نیز ان آیات میں ایک ساتھ طلاق دینے کی بھی تو کہیں تصریح نہیں۔[1]

قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بیک وقت اجتماعی طور پر دی گئی تین طلاقیں ایک ہوں گی جس کو اس آیت کے عموم کی تخصیص پر قرینہ بنایا جا سکے نہ کسی حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے، ہاں! یہ ضرور ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے اور بدعت اور گناہ ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے اور سنت طریقہ الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دینا ہے لیکن اس میں گفتگو نہیں ہے گفتگو اس میں ہے کہ اگر کسی شخص نے خلاف سنت طریقہ سے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو آیا وہ نافذ ہوں گی یا نہیں! البتہ بکثرت احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جائیں گی (جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا) غیر مقلدوں کے امام ثانی ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثم طلقتموهن الآية عموم لاباحة الثلاث والاثنتين والواحدة۔[2]

اس آیت میں عموم ہے اور تین، دو اور ایک طلاق دینے کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

جمہور فقہاء اسلام نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

وللمطلقات متاع بالمعروف۔ (بقرہ: ۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو رواج کے مطابق متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینا چاہیے۔

شیخ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلم يخص تعالى مطلقة واحدة من

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو عام رکھا ہے

---

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۴۴، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

[2] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۵۲ھ

مطلقۃ۔ اثنتین ومن مطلقۃ ثلاثا۔[1] ہے خواہ وہ ایک طلاق سے مطلقہ ہو یا دو سے یا تین سے اور ان میں سے کسی کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا۔

اس آیت میں مطلقہ عورتوں کو متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینے کی ہدایت کی ہے خواہ وہ عورتیں تین طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا دو طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا ایک سے اور کسی ایک طلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی تخصیص نہیں فرمائی، یہی چیز شیخ ابن حزم نے بیان کی ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے عموم اور اطلاق کی اور بھی آیات ہیں لیکن ہم بغرض اختصار انہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

یک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا سهل بن سعد اخي بني ساعدة ان رجلا من الانصار جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ارايت رجلا وجد مع امراته رجلا ايقتله او كيف يفعل فانزل الله في شانه ما ذكر في القران من امر المتلاعنين فقال النبي صلى الله عليه وسلم قد قضى الله فيك وفي امراتك قال فتلاعنا في المسجد وانا شاهد فلما فرغا قال كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغا من التلاعن ففارقها عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال ذاك تفريق بين كل متلاعنين قال ابن شهاب فكانت السنة بعدهما ان يفرق بين كل المتلاعنين۔[2]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ انصار میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو اس کو قتل کر دے یا کیا کرے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن مجید میں لعان کا مسئلہ ذکر فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا، حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے میرے سامنے مسجد میں لعان کیا، جب وہ لعان سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا اب اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں خود جھوٹا ہوں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے لعان سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی، آپ نے فرمایا سب لعان کرنے والوں کے درمیان یہ تفریق ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں اس کے بعد یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ سب لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی کی شرح مسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وذلك لانه ظن ان اللعان لا يحرمها عليه　　اس نے اس لیے تین طلاقیں دی تھیں کہ اس کا

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۵۲ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

فاراد تحريمها بالطلاق فقال هي طالق ثلثا[1]

گمان یہ تھا کہ لعان سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی تو اس نے کہا "اس کو تین طلاقیں ہیں"۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور مقرر تھی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس شخص نے اپنی بیوی سے تفریق اور تحریم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو تین طلاقیں دیں اگر ایک مجلس میں تین طلاقوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی تو اس صحابی کا یہ فعل عبث تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری مفارقت نہیں ہو گی۔

اس سلسلے میں امام بخاری نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

قال سهل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما فرغا من تلاعنهما قال عويمر كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم[2]

حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا درآں حالیکہ میں بھی لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں پھر حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[3] امام نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[4] اور ابوداؤد میں بھی ہے۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محمد بن ابی صفرہ مالکی نے کہا ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر نفس لعان سے تفریق ہوتی تو حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے، اور شوافع نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا مباح ہے۔[5]

بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے یہ بات بہر حال واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور متفق علیہ تھی کہ تین طلاقوں سے تفریق اور تحریم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رجوع جائز نہیں ہے ورنہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تفریق کے قصد سے اپنی بیوی کو لفظ واحد سے تین طلاقیں نہ دیتے۔

اس واقعہ میں سنن ابوداؤد کی درج ذیل حدیث نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا ہے:

عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ
[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، 〃 〃 〃 ۱۳۷۵ھ
[4] امام عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، 〃 〃 〃 〃

اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

اس حدیث میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابوداؤد میں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد کسی انصاف پسند شخص کے لیے اس مسئلہ میں تردد کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور فقہاء اسلام کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جہاں تک اس حدیث کی سند کا تعلق ہے اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے لیکن کیا اس حدیث سے استدلال درست ہے، تو یہ ذرا تفصیل طلب ہے خود ابوبکر الجصاص اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔[2]

پیر کرم شاہ صاحب کا یہ استدلال سخت حیرت کا باعث ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ تین طلاقیں اگر بیک وقت دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں علامہ ابوبکر جصاص اور علامہ سرخسی نے اس استدلال کا رد نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ شوافع کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے تین طلاقیں دینے پر انکار فرماتے اور آپ کا انکار نہ فرمانا بیک وقت تین طلاقوں کے مباح ہونے کی دلیل ہے۔ علامہ ابوبکر الجصاص اور علامہ سرخسی نے ان کے اس استدلال کا رد فرمایا ہے۔ اب ہم پہلے علامہ ابوبکر الجصاص کی اصل عبارت ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابوبکر الجصاص الرازی فرماتے ہیں:

قال فلما لم ينكر الشارع صلى الله عليه وسلم ايقاع الثلاث دل على اباحته وهذا الخبر لا يصح للشافعي الاحتجاج به لان من مذهبه ان الفرقة قد كانت وقعت بلعان الزوج قبل لعان المرأة فبانت منه ولم يلحقها طلاق فكيف كان ينكر عليها طلاقا لم يقع ولم يثبت حكمه فان قيل فما وجهه على مذهبك

امام شافعی نے فرمایا کہ جب شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقیں بیک وقت دینے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے، (علامہ جصاص فرماتے ہیں) اس حدیث سے امام شافعی کا استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے لعان سے پہلے خاوند کے لعان کرنے سے تفریق ہو جاتی ہے اور عورت اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور اس کے بعد طلاق لاحق نہیں ہوتی، اور جب طلاق واقع ہوئی نہ اس کا حکم ثابت ہوا تو

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۵، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۹ء۔

قيل له جائز ان يكون ذلك قبل ان يسن الطلاق للعدة ومنع الجمع بين التطليقات فى طهر واحد فلذلك لم ينكر عليه الشارع صلى الله عليه وسلم[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیسے انکار فرماتے اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمہارے یعنی احناف کے مذہب پر اس حدیث کی کیا توجیہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ طلاق دینے کا طریقہ اور وقت مقرر کرنے سے پہلے کا واقعہ ہو اور ایک طہر میں تین طلاقوں کو جمع کرنے کی ممانعت سے پہلے انہوں نے تین طلاقیں دی ہوں۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علامہ جصاص کی بحث اس بات میں ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ممنوع ہے یا مباح ہے؟ اس میں بحث نہیں ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد ایک طلاق واقع ہوتی ہے یا تین!

اب ہم آپ کے سامنے علامہ سرخسی کی اصل عبارت پیش کر رہے ہیں، علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وقال الشافعى رحمه الله تعالى لا اعرف فى الجمع بدعة ولا فى التفريق سنة بل الكل مباح وربما يقول ايقاع الثلاث جملة سنة حتى اذا قال لامرأته انت طالق ثلاثا للسنة وقع الكل فى الحال عنده وقال بالاتفاق لو نوى وقوع الثلاث جملة يقع جملة ولو لم يكن سنة لما عملت نيته لان النية بخلاف الملفوظ باطل واستدل فى ذلك بحديث العجلانى فانه لما لاعن امرأته قال كذبت عليها يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امسكتها فهى طالق ثلاثا[2]

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین طلاقوں کے جمع کا بدعت ہونا اور ان کو الگ الگ دینے کا سنت ہونا، میں نہیں جانتا، بلکہ سب طرح طلاق دینا مباح ہے، اور بسا اوقات کہتے ہیں کہ تین طلاقوں کو جمع کر کے دینا سنت ہے حتیٰ کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تم کو سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر وہ اکٹھی تین طلاقوں کی نیت کرے تو تینوں اکٹھی واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ الفاظ کے برخلاف نیت کرنا باطل ہے۔ امام شافعی نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، جب حضرت عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کر لیا تو کہا: یا رسول اللہ! میں نے اگر اب اس عورت کو رکھ لیا تو میں جھوٹا قرار پاؤں گا اس کو تین طلاقیں۔

اس کے بعد علامہ سرخسی نے امام شافعی کے اور بھی دلائل ذکر کیے ہیں اور اخیر میں اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے اور احناف کے مسلک پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان ابن عمر رضى الله تعالى عنه لما طلق امرأته فى حالة الحيض امره رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يراجعها فقال ارأيت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کرنے کا حکم دیا انہوں نے پوچھا یہ بتلایئے کہ اگر

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۶ ص ۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

لو طلقتها ثلاثا اكانت تحل لي فقال صلى الله عليه وسلم لا بانت منك وهي معصية وبهذه الآثار تبين انه انما ترك الانكار على العجلاني في ذلك الوقت شفقة عليه لعلمه انه لشدة الغضب ربما لا يقبل قوله فيكفر فأخر الانكار الى وقت آخر وانكر عليه في قوله اذهب فلا سبيل لك عليها او كراهة ايقاع الثلاث لما فيه من سد باب التلافي من غير حاجة وذلك غير موجود في حق العجلاني لان باب التلافي بين المتلاعنين منسد ما داما مصرين على اللعان والعجلاني كان مصرا على اللعان[1]

یہ اس کو تین طلاقیں دے دوں تو کیا پھر بھی رجوع کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تین طلاق دینا گناہ ہے۔ (یہی احناف کی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہ) ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ نے حضرت عویمر عجلانی کو تین طلاقیں دینے سے اس وجہ سے نہیں روکا تھا کہ وہ اس وقت سخت غصہ میں تھے اور آپ کو علم تھا کہ اس وقت وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے اور اس وجہ سے کافر ہو جائیں گے اس وجہ سے آپ نے از روئے شفقت انکار کو کسی اور وقت کے لیے مؤخر کر دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جاؤ تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے تو یہی آپ کا انکار تھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ تین طلاقوں کو بیک وقت دینا اس وقت ممنوع ہے جب وہ بلا ضرورت ہوں اور ان کی تلافی اور تدارک ممکن ہو اور حضرت عویمر عجلانی کے حق میں یہ وجہ متحقق نہیں تھی کیونکہ جو میاں بیوی لعان کرنے پر مصر ہوں ان کی طلاق کا تدارک نہیں ہو سکتا اور حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ لعان کرنے پر مصر تھے۔

دیکھئے شمس الائمہ سرخسی کیا فرما رہے ہیں اور پیر کرم شاہ صاحب الازہری ان کے حوالے سے کیا سمجھا رہے ہیں؟ فیا للاسف!

صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کا جواب

امام بخاری "باب من اجاز الطلاق الثلاث" جس نے بیک وقت تین طلاقوں کو جائز قرار دیا کے باب" میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للاول قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی، اس نے بھی طلاق دے دی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۶ ص ۴ - ۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۳، مطبوعہ " " ۱۳۷۵ھ

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس شخص نے اس کو تین طلاقیں مجموعی طور پر (ایک مجلس میں) دی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی حدیث کی باب سے مطابقت بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔[2]

صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد تحریم ہو جاتی ہے اور رجوع جائز نہیں رہتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاقیں دی جانے کے بعد فرمایا کہ یہ اس شوہر پر حلال نہیں ہے، اور یہ استدلال بالکل واضح ہے کیونکہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد رجوع کا ناجائز ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے۔

بیک وقت تین طلاقوں کی تحریم میں یہ حدیث بھی بالکل واضح ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور کے استدلال کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی گئی تھیں، بلکہ طلق ثلاثا کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے تین بار طلاقیں دیں، اس لیے اس حدیث سے بھی استدلال درست نہ ہوا۔[3]

جمہور فقہاء اسلام کا اس حدیث سے استدلال بالکل درست ہے اور طلق ثلاثا کا یہی معنی ہے کہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دیں۔ پیر صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ اس کا مطلب ہے اس نے تین بار طلاقیں دیں اس کے لیے طلق ثلاثا کی جگہ طلق ثلث مرات کا لفظ ہونا چاہیے تھا اور اس سے بھی پیر صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین بار طلاق دی جائے تو وہ بھی ان کے نزدیک ایک طلاق ہوتی ہے۔ پیر صاحب کا مدعا تب ثابت ہوتا جب حدیث کے الفاظ یوں ہوتے: طلق ثلاث تطليقات في ثلاثة اطهار "اس نے تین طہروں میں تین طلاقیں دیں" لیکن بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے طلق ثلاثا یعنی انھوں نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور اس سے جمہور فقہاء اسلام ہی کا مدعا ثابت ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث سے جمہور کا استدلال بالکل درست ہے۔

سوید بن غفلہ کی روایت کی تحقیق

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن سويد بن غفلة قال كانت عائشة الخثعمية عند الحسن بن علي رضي الله عنه فلما قتل علي رضي الله عنه قالت لتهنئك الخلافة قال بقتل علي تظهرين الشماتة اذهبي فانت طالق يعني ثلاثا فتلفعت

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس نے حضرت حسن سے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسن نے کہا: تم حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو، جاؤ! تم کو تین طلاقیں دیں! اس نے

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۶، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۰ء

بثيابها وقعدت حتى قضت عدتها فبعث اليها ببقية بقيت لها من صداقها وعشرة آلاف صدقة فلما جاءها الرسول قالت متاع قليل من حبيب مفارق فلما بلغه قولها بكى ثم قال لولا اني سمعت جدي او حدثني ابي انه سمع جدي يقول ايما رجل طلق امراته ثلاثا عند الاقراء او ثلاثا مبهمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره راجعتها۔ [1]

اپنے کپڑے لیے اور بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی، حضرت حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا، جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو انہوں نے کہا مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے۔ جب حضرت حسن تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی یا کہا اگر میرے والد نے یہ بیان نہ کیا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا ہے جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا بیک وقت تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے، تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

یہ حدیث انتہائی واضح اور صریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔

امام دار قطنی نے بھی اس حدیث کو سوید بن غفلہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے [2]

امام الہیثمی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے سوید بن غفلہ اور ابو اسحاق سے روایت کیا ہے [3]

غیر مقلدوں کے عالم شیخ شمس الحق عظیم آبادی امام دار قطنی کی بیان کردہ اس حدیث کی پہلی سند پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں عمرو بن قیس رازی الازرق ہے، یہ راوی بہت سچا ہے لیکن اس کے اوہام ہیں، امام ابو داؤد نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کی حدیث میں خطأ ہے اور اس کی سند میں سلمہ بن فضل قاضی رے ہے۔ ابن راہویہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاری نے کہا اس کی احادیث میں منکر روایات بھی ہیں، ابن معین نے کہا یہ تشیع کرتا تھا میں نے اس کی احادیث لکھی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ابو حاتم نے کہا اس کی احادیث سے استدلال نہیں ہوتا۔ ابو زرعہ نے کہا کہ رے کے لوگ اس کی غلط رائے اور ظلم کی وجہ سے اس کو پسند نہیں کرتے تھے [4]

شیخ عظیم آبادی نے اس حدیث کے دو راویوں کے بارے میں صرف جرح کے اقوال نقل کر دیئے ہیں، حالانکہ ان دونوں کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عمرو بن قیس رازی الازرق سے، امام بخاری نے تعالیق میں روایت

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۱-۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ۔

[4] شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی، التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

کی ہے، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی روایات کو ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے۔ رے کے لوگ امام سفیان ثوری کے پاس گئے اور ان سے احادیث سننے کی درخواست کی۔ انھوں نے فرمایا کیا تمہارے پاس عمرو بن ابی قیس نہیں ہیں؟ امام ابوداؤد نے ایک جگہ کہا کہ ان کی حدیث میں خطاء ہوتی ہے اور دوسری جگہ فرمایا ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبان اور ابن شاہین نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ ان سے حدیث میں کچھ وہم بھی ہے۔ امام بزار نے فرمایا: یہ مستقیم الحدیث ہیں، یعنی ان کی روایت صحیح ہوتی ہے۔[1]

اس حدیث کی سند کے جس دوسرے راوی پر شیخ اعظم آبادی نے جرح کی ہے وہ، ہیں سلمہ بن فضل قاضی رے، حافظ ابن حجر عسقلانی کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ابن معین ان کو ایک روایت میں ثقہ اور ایک میں لیس بہ باس کہتے ہیں ابن سعد ان کو ثقہ اور صدوق کہتے ہیں، محدث ابن عدی فرماتے ہیں ان کی حدیث میں غرائب و افراد تو ہیں۔ لیکن میں نے ان کی کوئی ایسی حدیث نہیں دیکھی جو حد انکار تک پہنچتی ہو، ان کی احادیث متقارب اور قابل برداشت ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں "یخطی و یخالف"۔ امام ابوداؤد ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سند کے دو راویوں عمرو بن ابی قیس رازی اور سلمہ بن فضل قاضی رے (طہران) کے بارے میں جو ائمہ حدیث کی آراء پیش کی ہیں ان میں ان کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے اور ان کے حفظ اور اتقان کی توثیق اور حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی و فی رجالہ ضعف وقد وثقوا[3]

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کے راویوں میں کچھ ضعف ہے لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے

پھر اس حدیث کو طبرانی کی دوسری سند سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی ورجال الاول رجال الصحیح[4]

ان دونوں کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور پہلی حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

حافظ نور الدین الہیثمی کا علم رجال میں بہت اونچا مقام ہے، اور جب انھوں نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو ایک انصاف پسند شخص کو اس کی سند میں تردد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے، دو سندوں سے امام دار قطنی نے روایت کیا ہے، دو سندوں سے امام طبرانی نے روایت کیا ہے امام بیہقی نے لکھا ہے کہ سوید بن غفلہ سے اس کو عمرو بن شمر اور ابراہیم بن عبد الاعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۵ھ
[2] " " " " تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۵۴-۱۵۳، " " "
[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[4] " " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۴۰-۳۳۹، " " "

اس حدیث کی سات اسانید کا بیان آگیا ہے جس سے اس حدیث کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔ [سه]

سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث بھی بہت واضح اور صریح ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن مخرمة عن ابيه قال سمعت محمود بن لبيد قال اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبا ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله [له]

محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں، آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جا رہا ہے، حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں!

اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت میں معمول نہ ہوتا اور تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ———— اس قدر ناراض کیوں ہوئے تھے؟ ظاہر ہے کہ ایک طلاق تو سنت ہے اور اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقیں بھی ایک طلاق کے مترادف ہیں تو وہ بھی حکماً سنت قرار پائیں گی اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں ہے اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضور کا ایسے شخص پر ناراض ہونا جس نے تینوں طلاقیں ایک بار دی تھیں اس امر پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ ایسا کرنا حکم الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ [سله]

یقیناً خلاف ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے اسی لیے وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ کہتے ہیں لیکن پیر صاحب کا مدعا یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے ایک طلاق ہوتی ہے اور وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برخلاف جمہور فقہاء اسلام کا موقف ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ثابت ہو جاتی ہیں۔

سه پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس حدیث کو بیہقی کی ایک سند کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس سند پر جرح کی ہے جب کہ ہم نے سنن دارقطنی کی ایک روایت کی سند کی صحت کو ثابت کیا ہے اور اس کی سند کی جرح کا جواب دیا ہے اور مجمع الزوائد سے اس کی توثیق کی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

له۔ امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

سله۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۱۳۳، مطبوعہ ضیائی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر انه طلق امرأته تطليقة وهی حائض الی قوله فقلت يا رسول الله! لو طلقتها ثلاثا كان لی ان اراجعها قال اذا بانت منك وكانت معصية، رواه الطبرانی وفيه علی بن سعيد الرازی قال الدارقطنی ليس بذالك وعظمه غيره وبقيه رجاله ثقات [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں علی بن سعید ایک راوی ہے دارقطنی نے کہا وہ قوی نہیں ہے اور دوسروں نے اس کو عظیم قرار دیا اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کی فنی حیثیت بھی متعین کر دی ہے کہ امام دارقطنی نے اس کے ایک راوی علی بن سعید رازی کی ثقاہت سے اختلاف کیا ہے اور اس حدیث کے باقی تمام راویوں کی ثقاہت پر اتفاق ہے اور صرف امام دارقطنی کے اختلاف سے اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ فعل گناہ ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن سالم عن ابن عمر قال: من طلق امرأته ثلثا طلقت وعصى ربه [2]

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے: [3]

قال مجاهد عن ابن عباس قال: قال له رجل: يا ابا عباس! طلقت امراتی ثلاثا، فقال ابن عباس: يا ابا عباس! يطلق احدكم فيستحمق، ثم يقول، يا ابا عباس!

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابو عباس! میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے (طنزاً) فرمایا: یا ابا عباس! پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۹۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عصیت ربک و فارقت امرأتک۔[1]

عافت سے طلاق دیتا ہے پھر کہتا ہے اے ابو عباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن واقع بن سحبان قال: سئل عمران بن حصین عن رجل طلق امرأته ثلاثا فی مجلس، قال: اثم بربه وحرمت علیه امرأته۔[2]

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، حضرت عمران بن حصین نے کہا: اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

عن انس قال: کان عمر اذا اتی برجل قد طلق امراته ثلاثا فی مجلس اوجعه ضربا وفرق بینهما۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں تو آپ اس کو مارتے تھے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔

عن الزهری فی رجل طلق امراته ثلاثا جمیعا قال: ان من فعل فقد عصی ربه و بانت منه امراته۔[4]

زہری کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو یک وقت تین طلاقیں دے دیں اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہو گئی۔

عن الشعبی فی رجل اراد ان یبین منه امراته، قال: یطلقها ثلاثا۔[5]

شعبی سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا چاہے؟ انھوں نے کہا اس کو تین طلاقیں دے دے۔

عن علقمة عن عبداللہ انه سئل عن رجل طلق امراته مائة تطلیقة قال: حرمها ثلاث وسبعة وتسعون

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۹۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۳۹۲ھ
[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
[3] " " المصنف ج ۵ ص ۱۱ " " " " "
[4] " " المصنف ج ۵ ص ۱۱ " " " " "
[5] " " المصنف ج ۵ ص ۱۲ " " " " "

عدوان [۱]

اس کی بیوی حرام ہو گئی اور باقی ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

عن حبيب قال : جاء رجل الى على فقال : انى طلقت امراتى الفا قال ، بانت منك بثلاث واقسم سائرها بين نسائك [۲]

حبیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ایک شخص کہنے لگا : میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں ، آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہو گئی ، باقی طلاقیں اپنی بیویوں میں تقسیم کر دو۔

عن معاوية بن ابى يحيى قال جاء رجل الى عثمان فقال : انى طلقت امراتى مائة فقال ثلاث تحرمها عليك و سبعة و تسعون عدوان [۳]

معاویہ بن ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا : میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں ؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی اور باقی ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

عن المغيرة بن شعبة انه سئل عن رجل طلق امراته مائة فقال ثلاث تحرمها عليه و سبعة و تسعون فضل [۴]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا تین طلاقوں نے اس پر اس کی بیوی کو حرام کر دیا اور ستانوے طلاقیں زائد ہیں۔

عن الشعبى عن شريح قال رجل : انى طلقتها مائة قال بانت منك بثلاث وسائرهن اسراف ومعصية [۵]

شعبی کہتے ہیں کہ شریح سے کسی نے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں ، انھوں نے کہا تمہاری بیوی تین طلاق سے علیحدہ ہو گئی اور باقی طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔

جاء رجل الى الحسن فقال انى طلقت امراتى الفا قال ، بانت منك العجوز [۶]

حسن بصری سے ایک شخص نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں ؟ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

عن جابر قال : سمعت ام سلمة سئلت

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ

۱۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۱۲ ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

۲۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۳ ، 〃 〃 〃 〃

۳۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۳ ، 〃 〃 〃

۴۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۲-۱۳ ، 〃 〃 〃

۵۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۴ ، 〃 〃 〃

۶۔ 〃 〃 المصنف ج ۵ ص ۱۴ ، 〃 〃 〃

عن رجل طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها فقالت لا تحل له حتى يطأ زوجها [١]

رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، آپ نے فرمایا اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک دوسرا شوہر اس سے مقاربت نہ کر لے۔

عن ابی هريرة وابن عباس وعائشة فی الرجل يطلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها، قالوا: لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره [٢]

حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

عن ابراهيم قال اذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره [٣]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔

مذکور الصدر تینوں روایات میں غیر مدخولہ پر جن تین طلاقوں کے واقع کرنے کا حکم کیا گیا ہے اس سے مراد یک وقت دی گئی لفظ واحد سے تین طلاقیں ہیں کیونکہ اگر الفاظ متعددہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو پہلی طلاق سے غیر مدخولہ عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بقیہ طلاقوں کا محل نہیں رہتی اور وہ طلاقیں لغو ہو جاتی ہیں، حسب ذیل حدیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے:

عن ابن عباس: اذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره ولو قالها تترى بانت بالاولى [٤]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کوئی شخص دخول سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور اگر اس نے متفرق الفاظ سے یہ طلاقیں دیں تو عورت پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔

١- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ، المصنف ج ٥ ص ٢٢، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ١٤٠٦ھ

٢- المصنف ج ٥ ص ٢٣، " " " " " " "

٣- المصنف ج ٥ ص ٢٣، " " " " " "

٤- المصنف ج ٥ ص ٢٥

ہم نے مذکور الصدر روایات میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر فقہاء اور امہات المؤمنین کے فتاوی اور تصریحات پیش کی ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں اور فقہاء تابعین میں سے، ابن شہاب زہری، شعبی، شریح، حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے فتاوی پیش کیے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت کے بعد جمہور فقہاء اسلام کا موقف انہی نفوس قدسیہ کی اتباع پر مبنی ہے۔

حرف آخر

تین طلاقوں کے مسئلہ میں میں نے اس قدر تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ آج کل غیر مقلدین کی عام روش یہ ہے کہ جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ اس کو ایک طلاق قرار دے کر بکثرت میں طاؤس کی روایت لکھ کر دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے عام مسلمان شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتے ہیں جب میں نے یہ دیکھا کہ جس چیز کو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا ہے اس کو بکثرت حلال کیا جا رہا ہے حتی کہ ملک کے عائلی قانون میں بھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دے دیا گیا ہے تو میں نے اللہ اور اس کے رسول کی قائم کردہ حدود کے علمی تحفظ اور دفاع کے لیے یہ صفحات لکھ دیے!

اے اللہ! اس تحریر کو نفع آور بنا، منکرین کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت اور ماننے والوں کے لیے سبب استقامت کر دے، اس کے مصنف، معاون اور پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرما اور ان کے لیے دارین کی سعادتوں اور کامرانیوں کو مقدر کر دے، والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ امہات المؤمنین اجمعین۔

بَابُ وُجُوبِ الْكَفَّارَةِ عَلَى مَنْ حَرَّمَ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يَنْوِ الطَّلَاقَ

عورت کو اپنے اوپر حرام کرنے والے پر کفارے کا وجوب

۳۵۷۱ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي الدَّسْتَوَائِيَّ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْحَرَامِ يَمِيْنٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اپنی بیوی کو حرام کہنا قسم ہے جس کا کفارہ لازم ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۳۵۷۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيْرِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کرے

عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ يَعْلَى ابْنَ حَكِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ فَهِيَ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ دے، اور فرمایا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۳۵۷۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يُخْبِرُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا قَالَتْ فَتَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَنَّ أَيَّتَنَا مَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُودَ لَهُ فَنَزَلَ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ إِلَى قَوْلِهِ إِنْ تَتُوبَا لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا لِقَوْلِهِ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہر کر شہد پیتے تھے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، وہ یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر (ایک قسم کا گوند جس کی بو آپ کو ناپسند تھی) کی بو آ رہی ہے کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ہم میں سے کسی ایک کے پاس آئے، اور اس نے آپ سے ایسا ہی کہا، آپ نے فرمایا نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں دوبارہ اس کو نہیں پیوں گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: لم تحرم ما احل اللہ لک (الی قولہ تعالی) ان تتوبا۔ یہ آیت حضرت عائشہ اور حفصہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا اس سے مقصود آپ کا یہ فرمانا ہے، نہیں! میں نے شہد پیا تھا۔

۳۵۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹھاس اور شہد کو پسند فرماتے تھے

أبو أسامة عن هشام عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب الحلواء والعسل فكان إذا صلى العصر دار على نسائه فيدنو منهن ودخل على حفصة فاحتبس عندها أكثر مما كان يحتبس فسألت عن ذلك فقيل لي أهدت لها امرأة من قومها عكة من عسل فسقت رسول الله صلى الله عليه وسلم منه شربة فقلت أما والله لنحتالن له فذكرت ذلك لسودة وقلت إذا دخل عليك فإنه سيدنو منك فقولي له يا رسول الله أكلت مغافير فإنه سيقول لك لا فقولي له ما هذه الريح وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشتد عليه أن يوجد منه الريح فإنه سيقول لك سقتني حفصة شربة عسل فقولي له جرست نحله العرفط وسأقول ذلك له وقوليه أنت يا صفية فلما دخل على سودة قالت تقول سودة والذي لا إله إلا هو لقد كدت أن أباديه بالذي قلت لي وإنه لعلى الباب فرقا منك فلما دنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت يا رسول الله أكلت مغافير قال لا قالت فما هذه الريح قال سقتني حفصة شربة عسل قالت جرست نحله العرفط فلما دخل علي قلت له،

عصر کی نماز کے بعد آپ اپنی ازواج (مطہرات) کے پاس جاتے تھے، ایک دن آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے، میں نے اس کی وجہ پوچھی، مجھے یہ بتلایا گیا کہ حفصہ کی قوم کی ایک عورت نے انھیں شہد بھیجا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا تھا، میں نے سوچا خدا کی قسم ہم اب کوئی تدبیر کریں گے، میں نے اس بات کا حضرت سودہ سے ذکر کیا اور کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں اور تمہارے قریب ہوں تو تم کہنا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرمائیں گے نہیں، پھر تم کہنا یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ سے بو آئے، آپ یہی کہیں گے کہ مجھے حضرت حفصہ نے شہد کا شربت پلایا تھا، تم کہنا کہ شاید ان شہد کی مکھیوں نے درخت عرفط کا رس چوسا ہوگا! میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ تم بھی یہی کہنا، جب آپ حضرت سودہ کے پاس آئے تو حضرت سودہ کہتی ہیں، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (تمہارے ڈر سے) میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں وہی بات کہوں جو تم نے مجھے بتائی تھی، ابھی آپ دروازے پر تھے کہ حضرت سودہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت سودہ نے کہا پھر یہ بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا! حضرت سودہ نے کہا شاید اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کے درخت کو چوسا ہوگا، پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا، پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انھوں نے بھی یہی کہا، پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے،

مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰی صَفِيَّةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰی حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَسْقِيْكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ بِهٖ قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِيْ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ بِهٰذَا سَوَاءً۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ نے کہا بخدا ہم نے آپ پر شہد حرام کر دیا (یعنی اس کے استعمال سے روک دیا) میں نے ان سے کہا چپکی رہو!۔

۳۵۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۵۷۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اپنی بیوی کو حرام کہنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ "تو مجھ پر حرام ہے" اس کے بارے میں امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق ہو گی اور اگر اس نے بغیر طلاق اور ظہار کی نیت کے بعینہ اس عورت کی تحریم کی نیت کی ہے تو ان الفاظ کی وجہ سے اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا لیکن یہ قسم نہیں ہے اور اگر اس نے بغیر کسی نیت کے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ قول لغو ہے اور اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہو گا۔[1]

علامہ نووی شافعی نے لکھا کہ امام مالک کا مذہب مشہور یہ ہے کہ ان کلمات سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، خواہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، لیکن اگر اس نے تین سے کم کی نیت کی ہے تو غیر مدخولہ میں اس کی نیت قبول کر لی جائے گی۔ علامہ وشتانی مالکی کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔[2]

علامہ علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اس کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کے تین قول ہیں: (۱) یہ ظہار ہے اور یہی فی الجملہ مذہب ہے، مستوعب، خلاصہ، محرر، رعایتین، حاوی صغیر اور فروع میں اس کو مقدم کیا گیا ہے (ب) یہ کنایہ ظاہرہ ہے اور اس سے تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں، حنبل اور اثرم سے روایت ہے حرام تین طلاقیں ہیں (ج) یہ قسم ہے، علامہ زرکشی نے کہا ہے کہ یہ لفظ قسم میں ظاہر ہے، اگر اس نے یہ لفظ بغیر کسی نیت کے کہا ہے تو یہ قسم ہے اور اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اور مستوعب وغیرہ میں لکھا ہے کہ مشہور فی المذہب یہی قول ہے۔[۱]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس کی نیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر اس نے کہا میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا تو اسی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ یہ اس کے کلام کی حقیقت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ قول بظاہر قسم ہے، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو ان کلمات سے طلاق بائنہ ہوگی الآیہ کہ اس نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا ہو، اور اگر اس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا ہے تو یہ ظہار ہے یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا نظریہ ہے۔ امام محمد یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے ظہار نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں تشبیہ نہیں ہے، اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حرمت کا اطلاق کیا ہے اور ظہار میں بھی حرمت ہوتی ہے، اور اگر وہ کہے کہ میں نے تحریم کا ارادہ کیا ہے یا بلا ارادہ یہ الفاظ کہے ہیں تو یہ ایلاء ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے، اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے بلا نیت یہ الفاظ کہے تو عرف کی بناء پر اس کو طلاق (بائنہ) پر محمول کیا جائے گا۔[۲]

علامہ بابرتی حنفی نے لکھا ہے: ابوبکر اسکاف، ابوجعفر ہندوانی اور ابوبکر سعید نے لکھا ہے کہ فقیہ ابوالیث نے کہا ہے ہم اسی قول پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی یہ عام عادت ہے کہ وہ ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ کرتے ہیں۔[۳]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: یہ مشائخ متاخرین کا اپنے زمانے کے عرف کی بناء پر فتویٰ ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد یہ الفاظ کہتے ہیں اور اگر عورت خاوند سے کہے "تم پر حرام ہوں" تو یہ قسم ہے اور اس کے بعد اس نے خاوند کو مقاربت کا موقع دیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا، یہ کلام ایسے ہے جیسے مرد نے بغیر نیت کے طلاق کے الفاظ کہے تو صریح الفاظ کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور یہاں پر صراحت کا موجب عرف ہے اس بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ کسی شخص نے یہ کلمات کہے اور کہا میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔[۴]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" فقہاء متاخرین کہتے ہیں ان الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے۔[۵]

بعض معاصرین نے اس مسئلہ میں متقدمین کا قول نقل کر دیا ہے[۶] اور اس پر غور نہیں کیا کہ اس مسئلہ میں متاخرین کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ اور رد المحتار کے حوالوں سے واضح کر دیا ہے۔

---

[۱] علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۸ ص ۴۸۷-۴۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

[۲] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶-۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۳] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی حامش فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶ " " " "

[۴] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶ " " " "

[۵] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۱-۴۶۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۶] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۸ ص ۲۹۵، مطبوعہ عبدالمجید پرنٹرز لاہور۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے حیلہ کی توجیہ

حدیث نمبر ۳۵۶۳ میں ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب بنت جحش کے ہاں سے روکنے کے لیے یہ طے کیا کہ آپ سے کہیں گی کہ "آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے"۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے یہ حیلہ کس طرح جائز تھا؟ اور اس کا جواب دیا کہ یہ عورتوں کی غیرت طبعی کی تقاضا تھا اور یہ گناہ صغیرہ ہے جس کا عبادات سے کفارہ ہو جاتا ہے[1] یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر ڈوب گئی تھیں کہ اس حیلہ کے عدم جواز کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۵۶۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شہد نہیں پیوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں کیا "آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے" لم تحرم ما احل اللہ لک" (تحریم: ۱)

امام رازی فرماتے ہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو اس کو حلال کرنا غیر ممکن ہے، کیونکہ حلال کرنے میں حلت کو ترجیح ہے اور حرام کرنے میں حرمت کو ترجیح ہے اور دونوں ترجیحیں جمع نہیں ہو سکتیں، پس قرآن مجید میں لم تحرم ما احل اللہ لک۔ "آپ اس چیز کو کیوں حرام کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے" کا کیا محمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حلال چیز کے نفع سے اپنے آپ کو روکنا مراد ہے، اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو شرعاً حرام کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دینا یا اس کے حرام ہونے کا اعتقاد کرنا کفر ہے، لہٰذا اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے جائز ہو سکتی ہے۔[2]

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ اللہ کے حلال کردہ کو حرام کیوں کرتے ہیں؟ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے، یہ قول باطل ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام نہیں کیا جیسا کہ امام رازی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے اور آپ کا کسی چیز کو حلال کرنا یا حرام کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث (اعراف: ۱۵۷) "(وہ نبی) مسلمانوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں"۔ البتہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا، اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی جلی یا وحی خفی کے کسی اشارہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیئت کو جان کر کسی چیز کو حلال یا حرام کرتے ہیں۔

بعض معاصرین لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا منشا معلوم تھا کہ مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا زینب کے ہاں شہد میں نے پیا ہے

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اس کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ "میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں" صحیح بخاری میں آپ کے یہ الفاظ روایت کیے گئے ہیں ولن اعود له جس کا ترجمہ ان صاحب نے بھی یہ کیا ہے "آئندہ نہیں پیونگا" صحیح مسلم میں بھی یہی الفاظ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ آپ کی طرف خلاف واقع نسبت کرنے پر جہنم میں گھر بنانے کی وعید ہے اور جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا کفر ہے اس لیے یہ لکھنا کہ "میں شہد کو حرام کرتا ہوں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت بڑی جسارت ہے اور مسلمانوں کی دل شکنی کا موجب، اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے!

سید ابوالاعلیٰ مودودی لم تحرم ما احل الله لك کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ دراصل استفہام نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے (الی قولہ) اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔[2]

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جس طرح بار بار حلال کو حرام کرنے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور آپ کے اس فعل کی جس طرح تصویر کھینچی ہے وہ اہل ایمان کے لیے یقیناً دل آزار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آپ کو اس کے استعمال سے روک لیا تھا جیسا کہ امام رازی کی تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: لن اعود له "میں دوبارہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا۔" اور جن چیزوں کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا ہے ان میں مباح کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان کو کھانا اور نہ کھانا دونوں جائز ہیں، آپ کے لیے جس طرح شہد کو پینا جائز تھا اسی طرح اس کو نہ پینا بھی جائز تھا پھر ایک مباح کام کا کرنا کس طرح ناپسندیدہ ہو سکتا ہے! دراصل اس آیت میں نہ آپ کے کسی فعل کے ناپسندیدہ ہونے پر تنبیہ کرنا مقصود ہے نہ آپ کے کسی فعل پر گرفت کی گئی ہے بلکہ آپ کی تعظیم و تکریم اور مقام نبوت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ آپ ازواج کو راضی کرنے کے لیے شہد کو کیوں ترک کر رہے ہیں! آپ کا یہ مقام نہیں کہ آپ ازواج کو راضی کریں، آپ کا مقام یہ ہے کہ ازواج آپ کو راضی کریں! جن کی رضا خود خالق کائنات کو مطلوب ہے انہیں مخلوق میں سے کسی کو راضی کرنے کی کیا ضرورت ہے! اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان تظاهرا عليه فان الله هو مولٰه وجبريل وصالح المؤمنين والملٰئكة بعد ذلك ظهير (تحریم: ۴)

"اگر تم دونوں کی اسی طرح روش رہی (تو جان لو) اللہ نبی کا مولیٰ ہے اور جبرائیل آپ کا مولیٰ ہے اور نیک مسلمان اور فرشتے آپ کے مددگار ہیں"، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ پر واضح کیا کہ اگر تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۸ ص ۲۹۸، مطبوعہ الجدہ پبلشرز لاہور

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۵، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، طبع ششم ۱۹۷۷ء

پھر انہیں چلیں تو انھیں کیا کمی ہوگی جن کا اللہ محب ہے، جبرائیل ان کا موافق ہے، نیک مسلمان اور سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں! اگر ان آیات میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ناپسندیدہ قرار دے کر اس کی گرفت فرما رہا ہوتا تو کیا اس کا یہی انداز ہوتا!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک اور مولیٰ ہے اور جس کی گرفت کرنا چاہے اس پر قادر ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور سلطنت سے محمد (بے حد تعریف کیے ہوئے)، مصطفیٰ اور مجتبیٰ (پسندیدہ اور برگزیدہ) بنایا ہے، آپ کو علی الاطلاق ہدایت کا منبع بنایا ہے، بغیر کسی استثناء کے آپ کے تمام افعال کو مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے، ہر مسلمان کی اخروی فوز و فلاح کے لیے آپ کی اتباع کو مطلقاً لازم کیا ہے، ہر مسلمان پر آپ کی اطاعت مطلقاً فرض کر دی ہے۔ آپ کا کوئی فعل ناپسندیدہ اور گرفت کا موجب نہیں ہے، یقیناً سید مودودی کی یہ تفسیر ہی ناپسندیدہ اور گرفت کی موجب ہے۔

صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۳۴۲۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں، یہ حدیث عبید بن عمیر کی روایت ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے برخلاف حدیث نمبر ۳۴۲۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ، حضرت صفیہ اور حضرت سودہ تھیں، یہ ہشام بن عروہ کی روایت ہے اور بخاری میں بھی ہے، عبید بن عمیر اور ہشام بن عروہ کی روایات باہم متعارض ہیں، امام بدرالدین عینی، علامہ ابن حجر اور علامہ کرمانی نے کہا ہے یہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے[1] اور قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور علامہ نووی کی تحقیق یہ ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت راجح ہے اور ہشام بن عروہ کی روایت مرجوح ہے[2]، ہماری رائے میں یہی صحیح ہے اور اس پر حسب ذیل قرائن ہیں:

(ا) عبید بن عمیر کی سند زیادہ قوی ہے، اس سند کو امام نسائی، اصیلی، علامہ نووی اور حافظ ابن حجر نے ترجیح دی ہے۔

(ب) عبید کی روایت قرآن مجید کے موافق ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے ان تظاهرا عليه یعنی دو ازواج نے یہ کارروائی کی تھی اور دو کا ذکر عبید کی روایت میں ہے، ہشام نے تین کا ذکر کیا ہے۔

(ج) امام بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے، حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ ایک گروہ میں تھیں اور حضرت زینب بنت جحش اور حضرت ام سلمہ دوسرے گروہ میں تھیں[3]، اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ جن کے پاس شہد پینے کے لیے ٹھہرتے تھے وہ حضرت زینب بنت جحش تھیں، اس لیے حضرت عائشہ کو یہ ناگوار ہوا اور ان کو طبعی غیرت لاحق ہوئی، کیونکہ ان کا تعلق حضرت عائشہ کے متقابل گروہ سے تھا۔

(د) عبید بن عمیر کی روایت کی تائید حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ کارروائی کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں۔

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۱، " " " ۱۳۸۱ھ

بَابُ ۴۳ بَيَانِ تَخْيِيرِ لِامْرَأَتِهِ لَا يَكُونُ طَلَاقًا إِلَّا بِالنِّيَّةِ!

۳۵۷۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا لِيَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ قَالَ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝ قَالَتْ قُلْتُ فِي أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ

۳۵۷۷ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُعَاذَةَ

بغیر نیت کے صرف تخییر سے طلاق نہ ہونے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنی بیویوں کو (دنیا یا آخرت کے لینے میں) اختیار دے دو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا: میں تم سے ایک چیز کا ذکر کرنے لگا ہوں اگر تم اس کا فیصلہ کرنے میں عجلت نہ کرو اور والدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی علم تھا کہ میرے والدین آپ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے، حضرت عائشہ نے کہا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ:) اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں دنیوی سامان دے کر عمدگی سے رخصت کر دوں! اور اگر تم اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکو کاروں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا: اس میں والدین سے مشورہ کی کیا بات ہے، میں اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج نے بھی میری طرح فیصلہ کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی زوجہ کی باری ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُنَا إِذَا كَانَ فِيْ يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ مَا نَزَلَتْ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ فَقَالَتْ لَهَا مُعَاذَةُ فَمَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَكِ قَالَتْ كُنْتُ أَقُوْلُ إِنْ كَانَ ذٰلِكَ إِلَيَّ لَمْ أُوْثِرْ أَحَدًا عَلٰى نَفْسِيْ۔

اس سے اجازت طلب کرتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) "آپ ان میں سے جسے چاہیں الگ رکھیں، اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں"، تو معاذہ نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اجازت طلب کرتے تو آپ کیا کہتی تھیں؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا میں یہ کہتی تھی کہ اگر یہ معاملہ میری طرف مفوض ہوتا تو میں اپنی ذات پر کسی کو ترجیح نہ دیتی!۔

۳۵۷۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ الْحَسَنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَنَا عَاصِمٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۷۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ نَا عَبْثَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَعُدَّهٗ طَلَاقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا تھا، ہم اس اختیار کو طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔

۳۵۸۰۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ مَا أُبَالِيْ خَيَّرْتُ امْرَأَتِيْ وَاحِدَةً أَوْ مِائَةً أَوْ أَلْفًا بَعْدَ أَنْ تَخْتَارَنِيْ وَلَقَدْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَتْ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَكَانَ طَلَاقًا۔

مسروق کہتے ہیں جب میری بیوی مجھے اختیار کر چکی ہے تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں (اپنی) بیوی کو ایک بار، سو بار یا ہزار بار اختیار دوں اور میں یہ مسئلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ چکا ہوں، حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق تھی؟

۳۵۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو اختیار دیا تھا لیکن یہ طلاق نہیں تھی۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ نِسَآءَہٗ فَلَمْ یَکُنْ طَلَاقًا۔

۳۵۸۲- وَحَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ وَاِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ خَیَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاہُ فَلَمْ نَعُدَّہٗ طَلَاقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا، ہم نے آپ کو اختیار کر لیا، ہم اس کو طلاق میں شمار نہیں کرتے تھے۔

۳۵۸۳- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْکُرَیْبٍ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ خَیَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاہُ فَلَمْ یَعُدَّھَا عَلَیْنَا شَیْئًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا ہم نے آپ کو اختیار کر لیا، آپ نے اس کو ہمارے حق میں کچھ شمار نہیں کیا۔

۳۵۸۴- حَدَّثَنِیْ اَبُوالرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ زَکَرِیَّا قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ وَعَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ بِمِثْلِہٖ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۵۸۵- وَحَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَۃَ قَالَ نَا زَکَرِیَّا ابْنُ اِسْحَاقَ قَالَ نَا اَبُوالزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِہٖ لَمْ یُؤْذَنْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی کی اجازت چاہی، انھوں نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی، حضرت جابر نے کہا حضرت ابوبکر کو اجازت دے دی گئی اور وہ اندر چلے گئے، پھر حضرت عمر آئے اور انھوں نے اجازت

لِأَحَدٍ مِنْهُمْ قَالَ فَأُذِنَ لِأَبِي بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ أَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهُ نِسَاؤُهُ وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ فَقَالَ لَأَقُولَنَّ شَيْئًا أُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا يَجَأُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ إِلَى حَفْصَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا يَقُولُ تَسْأَلْنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ فَقُلْنَ وَاللَّهِ لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا أَوْ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ثُمَّ نَزَلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ حَتَّى بَلَغَ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا قَالَ فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَتَلَا عَلَيْهَا الْآيَةَ قَالَتْ أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ بَلْ أَخْتَارُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ وَأَسْأَلُكَ أَنْ

طلب کی، انھیں بھی اجازت مل گئی، حضرت عمر نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش اور غمگین بیٹھے ہیں اور آپ کے گرد ازواج بیٹھی ہوئی ہیں، حضرت عمر کہتے ہیں میں نے سوچا کہ میں ضرور ایسی بات کہوں گا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئے گی، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! کاش آپ بنت خارجہ (حضرت عمر کی بیوی کو) دیکھتے اس نے مجھ سے نفقہ کا سوال کیا، میں نے کھڑے ہو کر اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی، اور آپ نے فرمایا یہ جو میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ بھی نفقہ کا سوال کر رہی ہیں، حضرت ابوبکر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر ان کا گلا دبانے لگے، حضرت عمر، حضرت حفصہ کے پاس کھڑے ہو کر ان کا گلا دبانے لگے، اور وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں ہے، انھوں نے کہا بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب کبھی کچھ نہیں مانگیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ایک ماہ یا انتیس دن الگ رہے پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی "اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دیجئے .... آپ نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور فرمایا اے عائشہ میں تم پر ایک چیز پیش کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں عجلت نہ کرو حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو، حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! وہ کیا بات ہے؟ آپ نے حضرت عائشہ پر اس آیت کی تلاوت کی حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں گی؟ نہیں! میں اللہ اور رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں، اور میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ آپ اپنی ازواج کو میرے جواب کی خبر نہ دیں، آپ نے فرمایا مجھ سے جس زوجہ نے بھی تمہارے جواب کے

لَا تُخْبِرِ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَائِكَ بِالَّذِيْ قُلْتُ قَالَ لَا تَسْأَلُنِيْ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا۔

۳۵۸۶۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ سِمَاكٍ أَبِيْ زُمَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اعْتَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا النَّاسُ يَنْكُتُوْنَ بِالْحَصٰى يَقُوْلُوْنَ طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُّؤْمَرْنَ بِالْحِجَابِ قَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ لَأَعْلَمَنَّ ذٰلِكَ الْيَوْمَ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ يَا ابْنَةَ أَبِيْ بَكْرٍ أَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَأْنِكِ أَنْ تُؤْذِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا لِيْ وَمَا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ عَلَيْكَ بِعَيْبَتِكَ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ فَقُلْتُ لَهَا يَا حَفْصَةُ أَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَأْنِكِ أَنْ تُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحِبُّكِ وَلَوْلَا أَنَا لَطَلَّقَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتْ أَشَدَّ الْبُكَاءِ فَقُلْتُ لَهَا أَيْنَ

بارے میں پوچھا میں اس کو بتادوں گا، واللہ تعالیٰ نے مجھے دشواری اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کے ساتھ تعلیم دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کی، میں مسجد میں گیا، میں نے دیکھا کہ لوگ کنکریاں کو الٹ پلٹ کر رہے ہیں، اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا میں آج اس کی تحقیق کروں گا پہلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا اے ابوبکر کی بیٹی! کیا اب تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء دیتی ہو؟ حضرت عائشہ نے کہا: اے ابن خطاب! مجھے تم سے اور تم کو مجھ سے کیا واسطہ؟ تم اپنی گٹھڑی یعنی حضرت حفصہ کی خبر لو، پھر میں حفصہ بنت عمر کے پاس گیا، کہا: اے حفصہ! کیا اب تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء دیتی ہو؟ بخدا تم خوب جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے محبت نہیں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے چکے ہوتے، حضرت حفصہ (یہ سن کر) زیادہ زور و شور سے رونے لگیں، میں نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا وہ بالاخانے کے گودام میں ہیں، جب میں وہاں گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت رباح، بالاخانے کی چوکھٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انھوں نے سیڑھی کے ڈنڈے پر اپنے دونوں پیر لٹکائے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سیڑھی سے چڑھتے اور اترتے

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ هُوَ فِي خِزَانَتِهِ فِي الْمَشْرُبَةِ فَدَخَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبَاحٍ غُلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى أُسْكُفَّةِ الْمَشْرُبَةِ مُدَلٍّ رِجْلَيْهِ عَلَى نَقِيرٍ مِنْ خَشَبٍ وَهُوَ جِذْعٌ يَرْقَى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَنْحَدِرُ فَنَادَيْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ رَبَاحٌ إِلَى الْغُرْفَةِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ قُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ رَبَاحٌ إِلَى الْغُرْفَةِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ رَفَعْتُ صَوْتِي فَقُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَنَّ أَنِّي جِئْتُ مِنْ أَجْلِ حَفْصَةَ وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضَرْبِ عُنُقِهَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهَا وَرَفَعْتُ صَوْتِي فَأَوْمَأَ إِلَيَّ أَنِ ارْقَهْ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى حَصِيرٍ فَجَلَسْتُ فَأَدْنَى عَلَيْهِ إِزَارَهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَإِذَا الْحَصِيرُ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَنَظَرْتُ بِبَصَرِي فِي خِزَانَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَنَا بِقَبْضَةٍ

تھے، میں نے بلند آواز سے کہا: اے رباح! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے حاضر ہونے کی اجازت حاصل کرو، حضرت رباح نے بالاخانے کی طرف دیکھا پھر مجھے دیکھا اور چپ رہے، میں نے پھر کہا اے رباح! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو۔ رباح نے پھر بالاخانے کی جانب دیکھا پھر میری جانب دیکھا اور کوئی جواب نہیں دیا، میں نے پھر بلند آواز سے کہا: اے رباح! میرے لیے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرمایا ہے کہ میں حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں، بخدا! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ کی گردن مارنے کا حکم دیں تو میں اس کی گردن مار دوں گا، یہ بات میں نے بلند آواز سے کہی، اس نے مجھے اشارہ کیا کہ سیڑھی سے چڑھ کر چلا جاؤں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں بیٹھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اپنے اوپر کر لی، اس چادر کے علاوہ آپ کے پاس اور کوئی چادر نہیں تھی، آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گودام پر نظر ڈالی اس میں ایک صاع کے لگ بھگ چند مٹھی جو تھے، ایک کونے میں درخت سلم کے اتنے ہی پتے پڑے ہوئے تھے اور ایک کچا چمڑا لٹکا ہوا تھا جو ابھی طرح رنگا ہوا نہیں تھا، یہ منظر دیکھ کر میری آنکھیں بھر آئیں اور آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ابن خطاب تمہیں کس چیز نے رلایا ہے؟ میں نے کہا یا نبی اللہ! میں کیوں نہ رووں، آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں اور یہ آپ کا گودام ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ میں دیکھ رہا ہوں! اور ادھر قیصر وکسریٰ پھلوں اور نہروں سے مالا مال ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور آپ کا یہ گودام ہے! آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تم

مِّنْ شَعِيْرٍ نَّحْوَ الصَّاعِ وَمِثْلَهَا قَرَظًا فِيْ نَاحِيَةِ الْغُرْفَةِ فَإِذَا أَفِيْقٌ مُّعَلَّقٌ قَالَ فَابْتَدَرَتْ عَيْنَايَ قَالَ مَا يُبْكِيْكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَمَا لِيْ لَا أَبْكِيْ وَهٰذَا الْحَصِيْرُ قَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِكَ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ لَا أَرَى فِيْهَا إِلَّا مَا أَرَى وَذَاكَ قَيْصَرُ وَكِسْرَى فِي الثِّمَارِ وَالْأَنْهَارِ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَفْوَتُهٗ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ لَنَا الْاٰخِرَةُ وَلَهُمُ الدُّنْيَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ حِيْنَ دَخَلْتُ وَأَنَا أَرَى فِيْ وَجْهِهِ الْغَضَبَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَشُقُّ عَلَيْكَ مِنْ شَأْنِ النِّسَآءِ فَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَكَ وَمَلَائِكَتَهٗ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَأَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَّالْمُؤْمِنُوْنَ مَعَكَ وَقَلَّمَا تَكَلَّمْتُ وَأَحْمَدُ اللّٰهَ بِكَلَامٍ إِلَّا رَجَوْتُ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ يُصَدِّقُ قَوْلِيَ الَّذِيْ أَقُوْلُ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اٰيَةُ التَّخْيِيْرِ عَسٰى رَبُّهٗٓ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهٗٓ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَآئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ وَّكَانَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَحَفْصَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَظَاهَرَانِ عَلٰى سَائِرِ نِسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اس بات سے خوش نہیں ہو کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! جب میں داخل ہوا تھا تو آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اپنی ازواج کے بارے میں کیوں پریشانی ہے؟ اگر آپ نے انھیں طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اس کے فرشتے اور جبرائیل اور میکائیل آپ کے ساتھ ہیں میں اور ابوبکر اور تمام مسلمان آپ کے ساتھ ہیں، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب بھی میں کوئی بات کرتا یا اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا تو اللہ تعالیٰ میرے کلام کی تصدیق میں قرآن مجید کی آیت نازل کر دیتا، پھر یہ آیت تخییر نازل ہو گئی (ترجمہ) اگر وہ (نبی) تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا رب تمہارے بدلہ میں ان کے لیے تم سے بہتر ازواج لے آئے گا اور اگر تم دونوں نے نبی کے ساتھ موافقت نہ کی تو اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور جبرائیل اور ان کے بعد سارے فرشتے اور نیک مسلمان ان کے مددگار ہیں، اور حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اور حضرت حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج پر زور ڈالا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے، آپ نے فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں مسجد میں داخل ہوا تھا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے کیا میں نیچے اتر کر ان کو یہ خبر سنا دوں کہ آپ نے ان کو طلاق نہیں دی ہے آپ نے فرمایا: ہاں اگر تم چاہو تو! پھر میں آپ سے مسلسل باتیں کرتا رہا حتیٰ کہ آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ زائل ہو گیا حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ ہنسے، اور ہنستے وقت آپ کے دندان مبارک سب سے خوبصورت معلوم ہوتے تھے، پھر میں کھجور کے تنے کو پکڑے ہوئے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح اترے گویا کہ آپ

أَطَلَّقْتَهُنَّ قَالَ لَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُسْلِمُونَ يَنْكُتُونَ بِالْحَصَى يَقُولُونَ طَلَّقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ أَفَأَنْزِلُ فَأُخْبِرَهُمْ أَنَّكَ لَمْ تُطَلِّقْهُنَّ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَلَمْ أَزَلْ أُحَدِّثُهُ حَتَّى تَحَسَّرَ الْغَضَبُ عَنْ وَجْهِهِ وَحَتَّى كَشَرَ فَضَحِكَ وَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ ثَغْرًا ثُمَّ نَزَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْتُ أَتَشَبَّثُ بِالْجِذْعِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا يَمَسُّهُ بِيَدِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا كُنْتَ فِي الْغُرْفَةِ تِسْعًا وَعِشْرِينَ قَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَنَادَيْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي لَمْ يُطَلِّقْ نِسَاءَهُ وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ فَكُنْتُ أَنَا اسْتَنْبَطْتُ ذَلِكَ الْأَمْرَ وَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّخْيِيرِ.

زمین پر چل رہے ہوں (یعنی لکڑی کا سہارا لیے بغیر) آپ نے اس لکڑی کو بالکل نہیں چھوا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ بالاخانے میں انتیس دن رہے ہیں آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا: آپ نے ازواج کو طلاق نہیں دی ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو وہ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اس خبر کو رسول یا صاحبان امر کے پاس لے جاتے تو اس (کی حقیقت) کو وہ لوگ جان لیتے جو خبر سے (حقیقت کا) استنباط کرتے ہیں اور اس (طلاق کی) خبر سے حقیقت کا کھوج میں نے نکالا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر کو نازل کر دیا۔

۳۵۸۷- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ مَكَثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک یہ ارادہ کرتا رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے میں سوال کروں لیکن ان کے رعب کی وجہ سے سوال نہ کر سکا، ایک مرتبہ حضرت عمر حج کے لیے گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، واپسی میں حضرت عمر اپنی کسی حاجت کے لیے پیلو کے درخت کے پاس گئے، میں ان کے انتظار میں کھڑا رہا جب وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ آيَةٍ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَسْأَلَهُ هَيْبَةً لَهُ حَتَّى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا رَجَعَ فَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ فَوَقَفْتُ لَهُ حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَزْوَاجِهِ فَقَالَ تِلْكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ وَاللهِ إِنْ كُنْتُ لَأُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هَذَا مُنْذُ سَنَةٍ فَمَا أَسْتَطِيعُ هَيْبَةً لَكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ مَا ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِي مِنْ عِلْمٍ فَسَلْنِي عَنْهُ فَإِنْ كُنْتُ أَعْلَمُهُ أَخْبَرْتُكَ قَالَ وَقَالَ عُمَرُ وَاللهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ قَالَ فَبَيْنَمَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَأْتَمِرُهُ إِذْ قَالَتْ لِي امْرَأَتِي لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا فَقُلْتُ لَهَا وَمَا لَكِ أَنْتِ وَلِمَا هَهُنَا وَمَا تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ فَقَالَتْ لِي عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ قَالَ عُمَرُ فَآخُذُ رِدَائِي ثُمَّ أَخْرُجُ مَكَانِي حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا يَا بُنَيَّةُ إِنَّكِ لَتُرَاجِعِينَ

ہو کر آئے تو میں ان کے ساتھ چل پڑا، اور کہا: یا امیر المؤمنین ازواج مطہرات میں وہ کون سی دو عورتیں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نہیں کی تھی انھوں نے کہا وہ حضرت حفصہ اور عائشہ تھیں، میں نے کہا بخدا میں ایک سال سے ان کے بارے میں آپ سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے رعب کی وجہ سے ہمت نہ کر سکا، انھوں نے کہا ایسا نہ کرو، جس چیز کا تمہارے خیال میں مجھے علم ہو وہ مجھ سے پوچھ لیا کرو، اگر مجھے اس چیز کا علم ہوگا تو تمہیں بتاؤں گا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا بخدا ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ حتی کہ اللہ تعالی نے ان کے احکام نازل کیے اور ان کے حقوق اور حصے مقرر کیے۔ ایک دن میں اپنے کسی کام کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا، میری بیوی نے کہا تم اس، اس طرح یہ کام کرو، میں نے کہا تمہیں میرے کاموں میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے، اس نے کہا اے ابن الخطاب تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں کوئی جواب نہ دوں حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہے یہاں تک کہ آپ سارا دن اس سے ناراض رہتے ہیں، حضرت عمر نے کہا یہ سن کر میں نے چادر سنبھالی اور گھر سے نکلا اور سیدھا (حضرت) حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اور کہا بیٹی! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جواب دیتی ہو جس سے آپ سارا دن ناراض رہتے ہیں؟ حضرت حفصہ نے کہا: بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جواب دیتی ہوں، میں نے کہا میں تمہیں اللہ کے عذاب اور اس کے رسول کی ناراضگی سے ڈراتا ہوں، اے بیٹی! تم ان سے دھوکا نہ کھانا جو اپنے حسن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ناز کرتی ہیں، پھر وہاں سے چل کر میں قرابت کے تقاضے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو بھی سمجھایا، حضرت

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَظَلَّ يَوْمَهٗ غَضْبَانًا فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَاللّٰهِ اِنَّا لَنُرَاجِعُهٗ فَقُلْتُ تَعْلَمِيْنَ اَنِّيْ اُحَذِّرُكِ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ وَغَضَبَ رَسُوْلِهٖ يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِيْ قَدْ اَعْجَبَهَا حُسْنُهَا وَحُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهَا ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِيْ مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا فَقَالَتْ لِيْ اُمُّ سَلَمَةَ عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَدْ دَخَلْتَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَبْتَغِيَ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَزْوَاجِهٖ قَالَ فَاَخَذَتْنِيْ اَخْذًا كَسَرَتْنِيْ عَنْ بَعْضِ مَا كُنْتُ اَجِدُ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا وَكَانَ لِيْ صَاحِبٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِذَا غِبْتُ اَتَانِيْ بِالْخَبَرِ وَاِذَا غَابَ كُنْتُ اَنَا اٰتِيْهِ بِالْخَبَرِ وَنَحْنُ حِيْنَئِذٍ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِّنْ مُّلُوْكِ غَسَّانَ ذُكِرَ لَنَا اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يَّسِيْرَ اِلَيْنَا فَقَدِ امْتَلَاَتْ صُدُوْرُنَا مِنْهُ فَاَتٰى صَاحِبِي الْاَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ وَقَالَ افْتَحِ افْتَحْ فَقُلْتُ جَاءَ الْغَسَّانِيُّ فَقَالَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ اعْتَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْوَاجَهٗ قَالَ فَقُلْتُ رَغِمَ اَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ ثُمَّ اٰخُذُ ثَوْبِيْ فَاَخْرُجُ حَتّٰى جِئْتُ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَّهٗ يُرْتَقٰى اِلَيْهَا بِعَجَلِهَا وَغُلَامٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

ام سلمہ نے مجھ سے کہا اے ابن الخطاب! تعجب ہے کہ تم ہر معاملہ میں دخل دیتے ہو حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے معاملہ میں بھی دخل دینا چاہتے ہو؟ حضرت عمر نے کہا ان کی اس بات سے مجھے اس قدر افسوس ہوا کہ میں جو کہنا چاہتا تھا وہ بھی نہ کہہ سکا، میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ ایک انصاری میرا دوست تھا، جب میں رسول اللہ کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ مجھے آکر آپ کی مجلس کی خبریں سناتا تھا اور جب وہ غائب ہوتا تھا تو میں اس کو احوال سناتا تھا۔ ان دنوں ہم کو غسان کے ایک بادشاہ کے حملہ کرنے کا خطرہ تھا جس کے بارے میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس سے ہمارے دل خوفزدہ تھے ایک دن میرا انصاری دوست آیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا اور کہنے لگا کھولو کھولو! میں نے پوچھا کیا غسانی نے حملہ کر دیا؟ اس نے کہا اس سے بھی اہم خبر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج سے علیحدہ ہو گئے۔ میں نے کہا عائشہ اور حفصہ ناک خاک آلودہ ہو۔ پھر میں نے اپنے کپڑے سنبھالے اور چل پڑا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالاخانے پر بیٹھے تھے جس پر ایک سیڑھی رکھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حبشی غلام سیڑھی کے ایک ڈنڈے پر بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا یہ عمر ہے میرے لیے اجازت طلب کرو، حضرت عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قصہ سنایا۔ جب میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے اوپر اور کوئی چیز نہیں تھی، آپ کے سر کے نیچے ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ کے پیروں کی جانب درخت سلم کے پتے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، میں رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدُ عَلَى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ فَأَذِنَ لِي قَالَ عُمَرُ فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيثَ أُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ لَعَلَى حَصِيرٍ مَا بَيْنَهُ شَيْءٌ وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُورًا وَعِنْدَ رَأْسِهِ أُهُبًا مُعَلَّقَةً فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْحَصِيرِ فِي جَنْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ فِيمَا هُمَا فِيهِ وَأَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَكَ الْآخِرَةُ.

رہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کتنی آسائش اور شان و شوکت سے رہتے ہیں اور ایک آپ اللہ کے رسول ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور تمہارے لیے آخرت!

۳۵۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلْتُ مَعَ عُمَرَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ كَنَحْوِ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ شَأْنُ الْمَرْأَتَيْنِ قَالَ حَفْصَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَزَادَ فِيهِ فَأَتَيْتُ الْحُجَرَ فَإِذَا فِي كُلِّ بَيْتٍ بُكَاءٌ وَزَادَ أَيْضًا وَكَانَ آلَى مِنْهُنَّ شَهْرًا فَلَمَّا كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ نَزَلَ إِلَيْهِنَّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا اور جب مر الظہران پہنچا، باقی حدیث حسب سابق ہے، البتہ اس روایت میں یہ زیادہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا میں نے پوچھا وہ دو عورتیں کون ہیں تو حضرت عمر نے کہا حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا، اور یہ بھی زائد ہے کہ جب میں (ازواج مطہرات کے) حجروں کی طرف گیا تو ہر حجرے سے رونے کی آواز آ رہی تھی اور یہ بھی زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ان سے نہ ملنے کی قسم کھائی تھی، جب انتیس دن پورے ہو گئے تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔

۳۵۸۹۔ وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب واللفظ لأبي بكر قالا نا سفيان بن عيينة عن يحيى بن سعيد سمع عبيد بن حنين وهو مولى العباس قال سمعت ابن عباس رضي الله تعالى عنهما يقول كنت أريد أن أسأل عمر عن المرأتين اللتين تظاهرتا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فلبثت سنة ما أجد له موضعا حتى صحبته إلى مكة فلما كان بمر الظهران يقضي حاجته فقال أدركني بإداوة من ماء فأتيته بها فلما قضى حاجته ورجع ذهبت أصب عليه وذكرت فقلت له يا أمير المؤمنين من المرأتان فما قضيت كلامي حتى قال عائشة وحفصة رضي الله تعالى عنهما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ میں حضرت عمر سے ان دو عورتوں کے بارے میں سوال کروں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نہیں کی تھی، میں ایک سال تک انتظار کرتا رہا اور مجھے ان سے سوال کا موقع نہ مل سکا، حتی کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ روانہ ہوا، جب ہم مرّ الظہران پر پہنچے تو حضرت عمر قضاء حاجت کے لیے گئے اور مجھ سے کہا تم پانی کا لوٹا لے کر آؤ۔ میں پانی لے کر آیا، جب وہ حاجت سے فارغ ہو گئے اور واپس لوٹے تو میں ان پر پانی ڈالنے لگا، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین وہ کون دو عورتیں ہیں؟ ابھی میں سوال مکمل نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمر نے کہا: حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

۳۵۹۰۔ حدثنا إسحاق بن إبراهيم الحنظلي ومحمد بن أبي عمر وتقاربا في اللفظ قال ابن أبي عمر نا وقال إسحاق أنا عبد الرزاق قال أنا معمر عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن أبي ثور عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال لم أزل حريصا أن أسأل عمر رضي الله تعالى عنه عن المرأتين من أزواج النبي صلى الله عليه وسلم اللتين قال الله تعالى إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما حتى حج عمر رضي الله تعالى عنه و

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے کافی عرصہ سے یہ بے چینی تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کروں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کون سی وہ خواتین ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو کیونکہ تمہارے دلوں میں کچھ جھکاؤ آ گیا ہے، حتی کہ حضرت عمر نے حج کیا اور میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا، ہم ایک راستہ پر جا رہے تھے کہ حضرت عمر راستہ سے ہٹ کر ایک طرف گئے، میں بھی پانی کا لوٹا لے کر ان کے پاس گیا۔ قضاء حاجت کے بعد وہ میرے پاس آئے اور میں نے پانی ڈال کر ان کو وضو کرایا، میں نے کہا اے امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے وہ کونسی دو عورتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

حَجَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَدَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ أَتَانِي فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاعَجَبًا لَكَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ الزُّهْرِيُّ كَرِهَ وَاللّٰهِ مَا سَأَلَهُ عَنْهُ وَلَمْ يَكْتُمْهُ قَالَ هِيَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ أَخَذَ يَسُوقُ الْحَدِيثَ قَالَ كُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَوْمًا نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ قَالَ وَكَانَ مَنْزِلِي فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ بِالْعَوَالِي فَتَغَضَّبْتُ يَوْمًا عَلَى امْرَأَتِي فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ مَا تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللّٰهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ فَانْطَلَقْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ أَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ أَتَهْجُرُهُ إِحْدَاكُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ

فرمایا ہے تم دونوں اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ تمہارے دلوں میں جھکاؤ آگیا ہے! حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس تم پر تعجب ہے! زہری نے کہا حضرت عمر کو ان کا اتنے عرصہ تک سوال نہ کرنا پسند نہیں آیا حالانکہ حضرت عمر ان سے نہ چھپاتے، پھر فرمایا وہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر واقعہ سنانے لگے کہ ہم قریش کے لوگ ایک ایسی قوم تھے جو عورتوں پر حاوی رہتے تھے، لیکن جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ ان لوگوں پر ان کی عورتیں حاوی ہیں اور ہماری عورتوں نے بھی دیکھا دیکھی اہل مدینہ کی خواتین کی ریس کرنا شروع کر دی، میرا گھر مدینہ کے بالائی علاقہ میں بنو امیہ بن زید میں تھا، ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے بھی پلٹ کر جواب دیا، مجھے اس کے جواب دینے پر حیرت ہوئی، اس نے کہا تمہیں میرے جواب دینے پر تعجب کیوں ہوتا ہے! بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی آپ کو جواب دیتی ہیں! اور ان میں سے کوئی ایک صبح سے رات تک آپ کو چھوڑے رکھتی ہے، میں اٹھ کر سیدھا حضرت حفصہ کے پاس گیا اور پوچھا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے کہا اور تم میں سے کوئی ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح سے رات تک چھوڑے رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے کہا تم میں سے جس نے بھی یہ کیا وہ نامراد ہو گئی اور اس کو خسارہ ہوا، کیا تم میں سے کسی کو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے غضب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کا ڈر نہیں ہے، کہیں وہ ناگہانی ہلاک نہ ہو جائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا تم جواب مت دیا کرو، اور نہ آپ سے کسی چیز کا سوال کیا کرو، تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو اس کا مجھ سے سوال کرو، تم اپنی اس سوکن کے حال سے دھوکا نہ کھانا جو تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہے، حضرت عمر کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں

فعل ذلك منكن وخسر أفتأمن إحداكن أن يغضب الله عليها لغضب رسوله صلى الله عليه وسلم فإذا هي قد هلكت لا تراجعي رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تسأليه شيئا وسليني ما بدا لك ولا يغرنك أن كانت جارتك هي أوسم وأحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم منك يريد عائشة رضي الله تعالى عنها قال وكان لي جار من الأنصار قال فكنا نتناوب النزول إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فينزل يوما وأنزل يوما فيأتيني بخبر الوحي وغيره وآتيه بمثل ذلك فكنا نتحدث أن غسان تنعل الخيل لتغزونا فنزل صاحبي ثم أتاني عشاء فضرب بابي ثم ناداني فخرجت إليه فقال حدث أمر عظيم قلت ماذا أجاءت غسان قال لا بل أعظم من ذلك وأطول طلق النبي صلى الله عليه وسلم نساءه فقلت قد خابت حفصة وخسرت وقد كنت أظن هذا كائنا حتى إذا صليت الصبح شددت علي ثيابي ثم نزلت فدخلت على حفصة وهي تبكي فقلت أطلقكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت لا أدري ها هو ذا معتزل في هذه المشربة فأتيت غلاما له أسود فقلت استأذن

حضرت عمرؓ نے کہا ایک انصاری میرا پڑوسی تھا، ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ایک دن وہ جاتا تھا اور ایک دن میں جاتا تھا۔ ہم آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ غسان کا بادشاہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے۔ ایک رات کو میرا دوست آیا اور دروازے پر دستک دی، پھر مجھے آواز دی، میں باہر آیا تو اس نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا! میں نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ کیا غسان نے حملہ کر دیا؟ اس نے کہا اس سے بہت بڑا اور لمبا حادثہ ہو گیا ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، میں نے کہا حفصہ ناکام و نامراد ہو گئی! اور مجھے اس حادثہ کا پہلے ہی گمان تھا، صبح کی نماز پڑھنے کے بعد میں اپنے کپڑے سے کر روانہ ہوا، اور حفصہ کے پاس پہنچا در آں حالیکہ وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا پتہ نہیں، آپ علیحدہ ہو کر اس بالا خانے میں بیٹھے ہیں، میں آپ کے حبشی غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ عمر کے حاضر ہونے کی اجازت لے کر آؤ، وہ اندر گیا اور پھر واپس آ کر کہا میں نے تمہارا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے، میں چل پڑا اور منبر تک پہنچا اور وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے کچھ رو رہے تھے، میں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ سے نہیں رہا گیا، اور میں اس غلام کے پاس گیا، اور کہا جاؤ عمر کے لیے اجازت لے کر آؤ، وہ اندر جا کر واپس آ گیا اور کہا میں نے تمہارا ذکر کیا تھا، حضور سن کر خاموش رہے، میں واپس جانے لگا، ناگاہ غلام نے مجھے آواز دی اور کہا اندر جاؤ تمہارے لیے اجازت مل گئی ہے، میں اندر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، آپ ایک چٹائی پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے جس سے آپ کے پہلو میں نشان پڑ گئے تھے، میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر

لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ فَقَالَ
قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَانْطَلَقْتُ
حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ
فَإِذَا عِنْدَهُ رَهْطٌ جُلُوسٌ يَبْكِي
بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي
مَا أَجِدُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ
اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ
فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَوَلَّيْتُ
مُدْبِرًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي فَقَالَ
ادْخُلْ فَقَدْ أَذِنَ لَكَ فَدَخَلْتُ
فَسَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ
حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْتُ أَطَلَّقْتَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ
فَقَالَ لَا فَقُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَوْ رَأَيْتَنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَوْمًا
نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ
وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ
فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ
فَتَغَضَّبْتُ عَلَى امْرَأَتِي يَوْمًا فَإِذَا هِيَ
تُرَاجِعُنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ
مَا تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللَّهِ إِنَّ
أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ
إِلَى اللَّيْلِ فَقُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ
ذَلِكَ مِنْهُنَّ وَخَسِرَ أَفَتَأْمَنُ إِحْدَاهُنَّ
أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ
قَدْ هَلَكَتْ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں! میں نے کہا اللہ اکبر! یا رسول
اللہ! دیکھیے ہم قریش لوگ عورتوں پر حاوی رہتے تھے،
جب ہم مدینہ میں آئے تو دیکھا یہاں عورتیں مردوں پر حاوی
رہتی ہیں، ہماری عورتوں نے بھی ان عورتوں کی ریس
کرنا شروع کر دی، ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا
تو اس نے بھی پلٹ کر جواب دیا، مجھے اس کے جواب
دینے پر تعجب ہوا، اس نے کہا: تمہیں میرے جواب دینے
پر تعجب کیوں ہو رہا ہے، بخدا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج
بھی آپ کو جواب دیتی ہیں، اور ان میں سے کوئی ایک
آپ کو صبح سے رات تک چھوڑے رکھتی ہے، میں
نے کہا ان میں سے جس نے بھی یہ کیا وہ ناکام اور نامراد
ہو گئی، کیا ان میں سے کسی کو اپنے اوپر اللہ اور اس کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کا خوف نہیں ہے
کہ وہ اسی وقت ہلاک ہو جائے، یہ سن کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مسکرائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں
حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا تم اپنی سوکن کے حال
سے دھوکا نہ کھانا، وہ تم سے زیادہ حسین ہے اور تم سے
زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہے، آپ پھر مسکرائے
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا دل بہلانے کی کچھ باتیں
کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں بیٹھ گیا اور میں نے سر
اٹھا کر گھر کا جائزہ لینا شروع کیا، بخدا! میں نے گھر میں کوئی
ایسی چیز نہیں دیکھی جس کو دیکھ کر میری نظر ٹھہرتی سوائے تین
بغیر رنگی ہوئی کھالوں کے، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ
دعا کیجیے کہ آپ کی امت پر وسعت کی جائے، کیونکہ فارس
اور روم بہت خوش حال ہیں حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں
کرتے، آپ یہ سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن الخطاب
کیا تمہیں کوئی شک ہے؟ یہ وہ اقوام ہیں جن کی اچھی چیزیں
انہیں دنیا میں ہی دے دی گئیں، میں نے کہا: یا رسول اللہ!
میرے لیے استغفار کیجیے، آپ نے ازواج مطہرات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْسَمَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ فَتَبَسَّمَ أُخْرٰى فَقُلْتُ أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ فَجَلَسْتُ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فِي الْبَيْتِ فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ إِلَّا أُهُبًا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ ادْعُ اللّٰهَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْ يُوَسِّعَ عَلٰى أُمَّتِكَ فَقَدْ وَسَّعَ عَلٰى فَارِسَ وَالرُّومِ وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْتَوٰى جَالِسًا ثُمَّ قَالَ أَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَانَ أَقْسَمَ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حَتّٰى عَاتَبَهُ اللّٰهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَضٰى تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ بِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّكَ دَخَلْتَ مِنْ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ أَعُدُّهُنَّ فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيَّ

پر شدت رنج کی وجہ سے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہیں جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف متوجہ کر دیا، زہری کہتے ہیں مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انتیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے مجھ سے ابتداء کی، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائیں گے اور آپ انتیس روز بعد آ گئے، میں ایک ایک دن گن رہی تھی، آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں تم سے ایک چیز کا ذکر کرنے لگا ہوں اگر تم اس میں عجلت نہ کرو تاوقتیکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دیجئے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بخدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ میرے ماں باپ مجھے آپ سے جدا ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے، میں نے کہا: کیا اس میں، میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کا ارادہ کرتی ہوں، معمر کہتے ہیں کہ مجھے ایوب نے خبر دی کہ حضرت عائشہ نے کہا آپ (دوسری) ازواج کو یہ نہ بتائیں کہ میں نے آپ کو اختیار کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ بنا کر بھیجا ہے، مشقت میں ڈالنے والا نہیں بنایا۔ قتادہ نے کہا صغت قلوبکما کے معنی ہیں تم دونوں کے دل جھک گئے۔

الآية يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ اَجْرًا عَظِيْمًا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْ عَلِمَ وَاللّٰهِ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا لِيَاْمُرَانِيْ بِفِرَاقِهِ قَالَتْ فَقُلْتُ اَوَفِيْ هٰذَا اَسْتَامِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ قَالَ مَعْمَرٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَا تُخْبِرْ نِسَاءَكَ اَنِّي اخْتَرْتُكَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ مُبَلِّغًا وَّلَمْ يُرْسِلْنِيْ مُتَعَنِّتًا قَالَ قَتَادَةُ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا قَالَ مَالَتْ قُلُوْبُكُمَا۔

نفسِ تخییر سے طلاق نہ ہونے میں مذاہبِ فقہاء

حدیث نمبر ۳۵۸۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق تھی؟ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کے نظریہ پر دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو اختیار دیا تو یہ طلاق نہیں ہے اور اس سے تفریق نہیں ہوگی، حضرت علی حضرت زید بن ثابت حسن اور لیث بن سعد سے مروی ہے کہ نفس تخییر سے طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، خواہ وہ زوج کو اختیار کرے یا نہ کرے، خطابی اور نقاش نے اس قول کو امام مالک سے نقل کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، یہ مذہب ان احادیث سے مردود ہے اور جو لوگ اس کے قائل ہیں ان تک یہ احادیث نہیں پہنچیں۔[1]

مرد اگر عورت کو نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دے اور وہ نکاح میں نہ رہنے کو اختیار کرے تو بالاتفاق بائن ہو جائے گی۔

ایلاء کے حکم میں مذاہبِ فقہاء

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایلاء کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا اگر اس نے چار ماہ تک مقاربت نہ کی اور اپنی قسم پوری کر دی تو مدت پوری ہونے کے بعد اس کی عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے دوران اس نے مقاربت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر صرف قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور بیوی پر طلاق نہیں ہوگی، اگر اس نے چار ماہ سے کم مثلاً تین ماہ تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو یہ صرف قسم ہے ایلاء نہیں ہے اگر قسم توڑ دی تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کی تو کچھ نہیں ہوگا، نہ کفارہ لازم ہوگا نہ بیوی پر طلاق پڑے گی، اور اگر چار ماہ سے زائد مثلاً پانچ ماہ مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تو یہ پھر بھی ایلاء ہے[2] امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایلاء میں یہ شرط ہے کہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے اگر چار ماہ کی قسم کھائی تو یہ صرف قسم ہے ایلاء نہیں ہے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۷۵۱-۷۴۹، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ایلاء میں یہ شرط ہے کہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے حضرت ابن عباس، طاؤس، سعید بن جبیر، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، ابوثور اور ابو عبید کا بھی یہی قول ہے، عطاء ثوری اور اصحاب رائے (احناف کثرہم اللہ) کا قول یہ ہے کہ جب چار ماہ یا اس سے زائد کی قسم کھائی تو یہ ایلاء ہے، قاضی ابوالحسین نے کہا ہے کہ امام احمد کا بھی یہ ایک قول ہے[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج سے الگ رہنے کی قسم کھائی تھی اس لیے یہ ایلاء نہیں تھا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایلاء سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایلاء سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے[2]

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ الْبَائِنِ لَا نَفَقَةَ لَهَا

مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ نہ ہونے کا بیان

۳۵۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو عمرو بن حفص نے انھیں طلاق البتہ دے دی، درآں حالیکہ وہ ان کے پاس موجود نہیں تھے، انھوں نے اپنی طرف سے ایک وکیل کے ہاتھ مجھے کچھ جو روانہ کیے حضرت فاطمہ اس پر ناراض ہوئیں تو ان کے وکیل نے کہا بخدا، ہم پر تمہارا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، اور اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا تمہارا اس پر کوئی نفقہ (کھانے اور رہائش کا خرچ) واجب نہیں ہے، اور آپ نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں، پھر فرمایا اس عورت کے ہاں تو میرے اصحاب بکثرت جمع ہوتے ہیں، اس لیے تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو، وہ نابینا شخص ہیں، ان کے ہاں تم کپڑے اتار سکتی ہو، اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم دونوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے،

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۴۱۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

أَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ انْكِحِي أُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے، رہے معاویہ تو وہ مفلس شخص ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، میں نے ان کو ناپسند کیا، آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں خیر رکھ دی اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

۳۵۹۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ أَيْضًا نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ كِلَيْهِمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّهُ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَنْفَقَ عَلَيْهَا نَفَقَةَ دُونٍ فَلَمَّا رَأَتْ ذٰلِكَ قَالَتْ وَاللَّهِ لَأُعْلِمَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ كَانَتْ لِي نَفَقَةٌ أَخَذْتُ الَّذِي يُصْلِحُنِي وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِي نَفَقَةٌ لَمْ آخُذْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَتْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ وَلَا سُكْنٰى.

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور معمولی سا نفقہ دیا، جب انھوں نے وہ نفقہ دیکھا تو کہا بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گی، پھر اگر میں نفقہ کی مستحق ہوئی تو اپنی ضروریات کے مطابق نفقہ لوں گی، اور اگر میں نفقہ کی مستحق نہیں ہوئی تو بالکل نہیں لوں گی، انھوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا تمہارے کھانے کا خرچ اس کے ذمہ ہے نہ رہائش۔

۳۵۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ فَأَخْبَرَتْنِي أَنَّ زَوْجَهَا الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا فَأَبٰى أَنْ يُنْفِقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ إِلٰى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَفَقَةَ لَكِ فَانْتَقِلِي فَاذْهَبِي إِلٰى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَكُونِي عِنْدَهُ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر مخزومی نے ان کو طلاق دے دی، اور ان کو نفقہ دینے سے انکار کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے نفقہ نہیں ہے، تم ابن ام مکتوم کے گھر چلی جاؤ، وہ نابینا ہیں، وہاں تم اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ.

٣٥٩٤ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ لَهَا أَهْلُهُ لَيْسَ لَكِ عَلَيْنَا نَفَقَةٌ فَانْطَلَقَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فِي نَفَرٍ فَأَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَقَالُوا إِنَّ أَبَا حَفْصٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَهَلْ لَهَا مِنْ نَفَقَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنْ لَا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ وَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنَّ أُمَّ شَرِيكٍ يَأْتِيهَا الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ فَانْطَلِقِي إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَإِنَّكِ إِذَا وَضَعْتِ خِمَارَكِ لَمْ يَرَكِ فَانْطَلَقَتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا أَنْكَحَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ.

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوحفص بن مغیرہ مخزومی نے انھیں تین طلاقیں دے دیں اور پھر یمن چلے گئے، ان کے گھر والوں نے حضرت فاطمہ سے کہا تمہارا نفقہ ہم پر واجب نہیں ہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت میمونہ کے گھر آئے اور عرض کیا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو کیا اس عورت کا نفقہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کا نفقہ نہیں ہے، اس پر عدت ہے، اور اس عورت کو پیغام بھیجا کہ تم مجھ سے مشورہ لیے بغیر نکاح نہ کرنا اور یہ حکم دیا کہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں پھر پیغام بھیجا کہ ام شریک کے گھر قدیم مہاجرین آتے رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم نابینا کے ہاں عدت گزارنا، کیونکہ جب تم اپنا دوپٹہ اتارو گی تو وہ تم کو نہیں دیکھیں گے، وہ ابن ام مکتوم کے پاس چلی گئیں، جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید سے ان کا نکاح کر دیا۔

٣٥٩٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں بنو مخزوم کے ایک شخص کے نکاح میں تھی، اس نے مجھے طلاق البتہ دے دی، میں نے اس کے گھر والوں کے پاس آدمی بھیج کر نفقہ کا مطالبہ کیا۔ باقی روایت یحیٰی بن ابی کثیر کی طرح ہے۔

أبي شيبة قال نا محمد بن بشر قال نا محمد بن عمرو قال نا أبو سلمة عن فاطمة بنت قيس قال كتبت ذلك من فيها كتابا قالت كنت عند رجل من بني مخزوم فطلقني البتة فأرسلت إلى أهله أبتغي النفقة واقتصوا الحديث بمعنى حديث يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة غير أن في حديث محمد بن عمرو ولا تفوتينا بنفسك۔

٣٥٩٦ - حدثنا حسن بن علي الحلواني وعبد بن حميد جميعا عن يعقوب بن إبراهيم بن سعد قال نا أبي عن صالح عن ابن شهاب أن أبا سلمة بن عبد الرحمن أخبره أن فاطمة بنت قيس رضي الله تعالى عنها أخبرته أنها كانت تحت أبي عمرو بن حفص بن المغيرة فطلقها آخر ثلاث تطليقات فزعمت أنها جاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم تستفتيه في خروجها من بيتها فأمرها أن تنتقل إلى ابن أم مكتوم الأعمى فأبى مروان أن يصدقه في خروج المطلقة من بيتها وقال عروة إن عائشة أنكرت ذلك على فاطمة بنت قيس رضي الله تعالى عنها۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں وہ ابو عمرو کے نکاح میں تھیں اس نے انہیں تین طلاقیں دے دیں، حضرت فاطمہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے گھر سے نکلنے کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ابن ام مکتوم نابینا کے گھر چلی جاؤ، مروان نے مطلقہ کے گھر سے نکلنے میں اس روایت کی تصدیق نہیں کی، عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کا انکار کیا۔

٣٥٩٧ - وحدثنيه محمد بن رافع قال نا حجين قال نا الليث عن عقيل عن ابن شهاب بهذا الإسناد مثله مع قول عروة أن عائشة رضي الله تعالى عنها أنكرت ذلك على فاطمة۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں عروہ کا یہ قول بھی ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کی اس روایت کا انکار کیا تھا۔

۳۵۹۸ - حدثنا إسحق بن إبراهيم وعبد بن حميد واللفظ لعبد قالا أنا عبد الرزاق قال أنا معمر عن الزهري عن عبيد الله ابن عبد الله بن عتبة أن أبا عمرو بن حفص بن المغيرة خرج مع علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه إلى اليمن فأرسل إلى امرأته فاطمة بنت قيس رضي الله تعالى عنها بتطليقة كانت بقيت من طلاقها وأمر لها الحارث بن هشام وعياش بن أبي ربيعة بنفقة فقالا لها والله ما لك نفقة إلا أن تكوني حاملا فأتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت له قولهما فقال لا نفقة لك فاستأذنته في الانتقال فأذن لها فقالت أين يا رسول الله فقال إلى ابن أم مكتوم وكان أعمى تضع ثيابها عنده ولا يراها فلما مضت عدتها أنكحها النبي صلى الله عليه وسلم أسامة بن زيد فأرسل إليها مروان قبيصة بن ذؤيب يسألها عن الحديث فحدثته به فقال مروان لم نسمع هذا الحديث إلا من امرأة سنأخذ بالعصمة التي وجدنا الناس عليها فقالت فاطمة حين بلغها قول مروان فبيني وبينكم القرآن قال الله تعالى لا تخرجوهن من بيوتهن الآية قالت هذا لمن كانت له مراجعة فأي أمر يحدث بعد الثلاث فكيف تقولون لا نفقة

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ یمن گئے اور انھوں نے ایک قاصد کے ہاتھ اپنی بیوی حضرت فاطمہ بنت قیس کو تیسری طلاق بھیج دی جو دو طلاقیں دینے کے بعد بچی ہوئی تھی اور حارث بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو پیغام بھیجا کہ اس کو نفقہ دے دینا، ان دونوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے کہا بخدا تمہارے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے الا یہ کہ تم حاملہ ہوتیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے ان کے قول کا ذکر کیا آپ نے فرمایا تمہارے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، پھر انھوں نے اس گھر سے منتقل ہونے کے بارے میں پوچھا، تو انھیں اجازت مل گئی۔ انھوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اب میں کہاں رہوں؟ آپ نے فرمایا ابن ام مکتوم کے ہاں وہ نابینا ہے، تم وہاں اپنے کپڑے اتار سکوگی اور وہ تم کو نہیں دیکھے گا۔ جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حضرت اسامہ بن زید سے نکاح کر دیا، مروان (حاکم مدینہ) نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے پاس قبیصہ بن ذؤیب کو بھیجا جس نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انھوں نے یہ حدیث بیان کی، مروان نے کہا ہم نے یہ حدیث ایک عورت کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنی، ہم اس قوی دلیل کو اختیار کریں گے جس پر سب لوگوں کا عمل ہے، جب حضرت فاطمہ کو مروان کی یہ بات پہنچی کہ میرے اور تمہارے درمیان قرآن مجید فیصلہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا تخرجوهن من بيوتهن لخ "مطلقہ عورتوں کو گھروں سے نہ نکالو" تو حضرت فاطمہ نے کہا یہ آیت ان مطلقہ عورتوں کے بارے میں ہے جن کو طلاق رجعی دی گئی ہو اور تین طلاقوں کے بعد کون سا رجوع ہوگا؟ پھر تم یہ کیسے کہتے ہو کہ نفقہ کا نہ ہونا اس صورت پر محمول ہے جب وہ حاملہ نہ ہو اور تم اس کو کس دلیل سے رد کرو گے؟

لَهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ حَامِلًا فَعَلَامَ تَحْبِسُونَهَا.

۳۵۹۹- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا سَيَّارٌ وَحُصَيْنٌ وَمُغِيرَةُ وَأَشْعَثُ وَمُجَالِدٌ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَدَاوُدُ قَالَ دَاوُدُ كُلُّهُمْ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَسَأَلْتُهَا عَنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ قَالَتْ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّكْنَى وَالنَّفَقَةِ قَالَتْ فَلَمْ يَجْعَلْ لِي سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَدَّ فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

شعبی کہتے ہیں کہ میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقدمہ میں کیا فیصلہ کیا تھا، انھوں نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکان اور نفقہ کے بارے میں اپنا مقدمہ لے کر گئی، آپ نے مجھے مکان اور نفقہ نہیں دلوایا، اور مجھے یہ حکم دیا کہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گذاروں۔

۳۶۰۰- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ وَدَاوُدَ وَمُغِيرَةَ وَإِسْمَاعِيلَ وَأَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَنْ هُشَيْمٍ.

ایک اور سند سے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۶۰۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ قَالَ نَا قُرَّةُ قَالَ نَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ نَا الشَّعْبِيُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبِ ابْنِ طَابٍ وَسَقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي.

شعبی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہمیں تازہ کھجوریں کھلائیں میں نے ان سے سوال کیا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ کہاں عدت گذارے۔ انھوں نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تھیں، مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی تھی کہ میں اپنے گھر والوں میں جا کر عدت گذاروں۔

۳۶۰۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنٰى وَ لَا نَفَقَةٌ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے نفقہ ہے نہ مکان۔

۳۶۰۳- وَحَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثًا فَاَرَدْتُ النُّقْلَةَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْتَقِلِيْ اِلٰى بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ عَمْرِو بْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاعْتَدِّيْ عِنْدَهٗ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں، میں نے وہاں سے منتقل ہونے کا ارادہ کیا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ نے فرمایا اپنے عم زاد عمرو بن ام مکتوم کے ہاں جاؤ اور وہاں عدت گزارو۔

۳۶۰۴- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ قَالَ اَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ مَعَ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْاَعْظَمِ وَ مَعَنَا الشَّعْبِيُّ فَحَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً ثُمَّ اَخَذَ الْاَسْوَدُ كَفًّا مِّنْ حَصًى فَحَصَبَهٗ بِهٖ فَقَالَ وَيْلَكَ تُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا! قَالَ عُمَرُ لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِقَوْلِ امْرَاَةٍ لَا نَدْرِيْ لَعَلَّهَا حَفِظَتْ اَوْ نَسِيَتْ لَهَا السُّكْنٰى وَ النَّفَقَةُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد اعظم میں اسود بن یزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ شعبی بھی تھے، شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مکان اور خرچ معین نہیں کیا۔ اسود نے مٹھی میں کنکریاں بھر کر شعبی کی طرف پھینکیں اور کہا: افسوس ہے کہ تم جیسا آدمی ایسی حدیث بیان کرتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی، مطلقہ کے لیے رہائش اور نفقہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان کو اپنے گھروں سے مت نکالو تاوقتیکہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ.

٣٦٠٥ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ نَا أَبُوْ دَاوُدَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِيْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ بِقِصَّتِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے

٣٦٠٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ بْنِ صُخَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ إِنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلٰثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِيْ فَاٰذَنْتُهُ فَخَطَبَهَا مُعَاوِيَةُ وَأَبُوْ جَهْمٍ وَّأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ تَرِبٌ لَا مَالَ لَهُ وَ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر نے انھیں تین طلاقیں دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رہائش دلوائی نہ نفقہ، حضرت فاطمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا، انھوں نے آپ کو اطلاع دی کہ انھیں حضرت معاویہ، حضرت ابوجہم اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے نکاح کا پیغام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معاویہ تو غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے، رہے ابوجہم تو وہ عورتوں کو بہت مارتے ہیں۔ تم اسامہ سے نکاح کر لو! حضرت فاطمہ نے اپنے ہاتھ سے (بطور انکار) اشارہ کرتے ہوئے کہا اسامہ! اسامہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ کی اطاعت اور اس کے

أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابُ النِّسَاءِ وَلَكِنْ أُسَامَةُ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هَكَذَا أُسَامَةُ أُسَامَةُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاعَةُ اللَّهِ وَطَاعَةُ رَسُولِهِ خَيْرٌ لَكِ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهُ فَاغْتَبَطْتُ

٣٦٠٧ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ أَرْسَلَ إِلَيَّ زَوْجِي أَبُو عَمْرِو بْنُ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ بِطَلَاقِي وَأَرْسَلَ مَعَهُ بِخَمْسَةِ آصُعِ تَمْرٍ وَخَمْسَةِ آصُعِ شَعِيرٍ فَقُلْتُ أَمَا لِي نَفَقَةٌ إِلَّا هَذَا وَلَا أَعْتَدُّ فِي مَنْزِلِكُمْ قَالَ لَا قَالَتْ فَشَدَدْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَمْ طَلَّقَكِ قُلْتُ ثَلَاثًا قَالَ صَدَقَ لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ اعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ ضَرِيرُ الْبَصَرِ تُلْقِي ثَوْبَكِ عِنْدَهُ فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَآذِنِينِي قَالَتْ فَخَطَبَنِي خُطَّابٌ مِنْهُمْ مُعَاوِيَةُ وَأَبُو الْجَهْمِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مُعَاوِيَةَ تَرِبٌ خَفِيفُ الْحَالِ وَأَبُو الْجَهْمِ مِنْهُ شِدَّةٌ عَلَى النِّسَاءِ أَوْ يَضْرِبُ النِّسَاءَ أَوْ نَحْوَ هَذَا وَلَكِنْ عَلَيْكِ بِأُسَامَةَ

رسول کی اطاعت تمہارے لیے بہتر ہے! حضرت فاطمہ نے کہا میں نے حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر حضرت ابو عمرو بن حفص نے عیاش بن ربیعہ کے ہاتھ مجھے طلاق بھجوائی اور ان کے ہاتھ پانچ صاع کھجوریں اور پانچ صاع جو بھی بھجوائے، میں نے کہا میرے لیے صرف یہی نفقہ ہے؟ اور کیا میں تمہارے گھر میں عدت نہیں گزاروں گی؟ انھوں نے کہا نہیں! وہ کہتی ہیں میں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے پوچھا اس نے تمہیں کتنی طلاقیں دی ہیں؟ میں نے کہا تین، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، تمہارا نفقہ کا حق نہیں ہے، تم اپنے عم زاد ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، وہ نابینا ہیں، تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ سکو گی، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ فاطمہ نے کہا مجھے کئی لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا ان میں حضرت معاویہ اور حضرت ابو جہم بھی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاویہ غریب آدمی ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے اور ابو جہم عورتوں پر بہت سخت ہیں یا فرمایا عورتوں کو مارتے ہیں یا اس کی مثل کوئی لفظ فرمایا، لیکن تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔

بْنِ زَيْدٍ۔

۳۶۰۸ - وَحَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي الْجَهْمِ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَسَأَلْنَاهَا فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ أَبِيْ عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَخَرَجَ فِيْ غَزْوَةِ نَجْرَانَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَزَادَ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهُ فَشَرَّفَنِيَ اللّٰهُ بِأَبِيْ زَيْدٍ وَكَرَّمَنِيَ اللّٰهُ بِأَبِيْ زَيْدٍ۔

ابو بکر بن ابی جہم بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابو سلمہ بن عبد الرحمان دونوں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے طلاق کا واقعہ پوچھا انھوں نے کہا میں حضرت ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی، وہ غزوہ نجران میں گئے اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے: میں نے ابو زید سے شادی کر لی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ شادی کی وجہ سے مجھے شرافت اور بزرگی عطا فرمائی۔

۳۶۰۹ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوْ سَلَمَةَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَمَنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَحَدَّثَتْنَا أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا طَلَاقًا بَاتًّا بِنَحْوِ حَدِيْثِ سُفْيَانَ۔

ابو بکر کہتے ہیں کہ میں اور ابو سلمہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہم سے بیان کیا کہ ان کے خاوند نے انھیں تین طلاقیں دی تھیں اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

۳۶۱۰ - وَحَدَّثَنِيْ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے رہائش اور خرچ نہیں مقرر کیا تھا۔

٣٦١١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ تَزَوَّجَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ فَطَلَّقَهَا فَأَخْرَجَهَا مِنْ عِنْدِهِ فَعَابَ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ عُرْوَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالُوا إِنَّ فَاطِمَةَ قَدْ خَرَجَتْ قَالَ عُرْوَةُ فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِذٰلِكَ فَقَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا خَيْرٌ أَنْ تَذْكُرَ هٰذَا الْحَدِيثَ.

ہشام کے والد بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمان بن الحکم کی بیٹی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے کر اپنے گھر سے نکال دیا، اس بات پر عروہ نے ان کی مذمت کی، انھوں نے کہا فاطمہ بھی تو گھر چھوڑ کر چلی گئی تھیں، عروہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو یہ واقعہ سنایا، حضرت عائشہ نے فرمایا: فاطمہ بنت قیس کے لیے اس حدیث کو بیان کرنا اچھا نہیں ہے۔

٣٦١٢ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ زَوْجِي طَلَّقَنِي ثَلَاثًا وَأَخَافُ أَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيَّ قَالَ فَأَمَرَهَا فَتَحَوَّلَتْ.

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے خاوند نے مجھ کو تین طلاقیں دے دیں اور مجھے خوف ہے کہ وہ میرے ساتھ سختی کریں گے آپ نے حکم دیا کہ وہ دوسری جگہ چلی جائیں

٣٦١٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ خَيْرٌ أَنْ تَذْكُرَ هٰذَا تَعْنِي قَوْلَهَا لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے لیے اس حدیث کو بیان کرنے میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کی اس حدیث سے مراد تھی کہ "مطلقہ کے لیے نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ"۔

٣٦١٤ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ فلانہ بنت الحکم کو اس کے خاوند نے طلاق البتہ دی اور وہ گھر سے چلی گئیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اس نے برا کیا، عروہ نے کہا کیا آپ نے حضرت فاطمہ کا قول نہیں سنا، حضرت عائشہ نے فرمایا اس کے لیے

عَنْهَا اَلَمْ تَرَیْ اِلٰی فُلَانَۃَ بِنْتِ الْحَکَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِیْ اِلٰی قَوْلِ فَاطِمَةَ فَقَالَتْ اَمَا اِنَّهٗ لَا خَیْرَ لَهَا فِیْ ذِکْرِ ذٰلِکَ۔

اس ذکر میں کوئی خیر نہیں ہے۔

مختلف روایات میں تطبیق

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے ابو عمرو بن حفص نے تین طلاقیں دیں، ایک روایت میں ہے اس نے طلاق البتہ دی، ایک روایت میں ہے اس نے آخری بار تیسری طلاق دی اور ایک روایت میں ہے اس نے بقیہ طلاقوں میں سے ایک طلاق دی، اور ایک روایت میں ہے اس نے طلاق دی اور کسی عدد کا ذکر نہیں کیا۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس نے پہلے دو طلاقیں دی تھیں، پھر تیسری بار تیسری طلاق دی، پس جس روایت میں بغیر عدد کے طلاق کا ذکر ہے یا جس میں ہے تیسری بار آخری طلاق دی ان کی تطبیق تو بالکل ظاہر ہے، اور جس راوی نے طلاق البتہ کا ذکر کیا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد نکاح قائم نہیں رہتا اور جس نے تین طلاقوں کی روایت ذکر کی ہے اس کی مراد تین طلاقوں کا تتمہ ہے[1]

طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنی کے استحقاق میں مذاہب

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنی (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے، خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ اگر حاملہ ہو تو اس کے لیے نفقہ اور سکنی لازم ہے ورنہ کچھ لازم نہیں، امام شافعی اور امام مالک کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ صرف اس صورت میں لازم ہے جب وہ حاملہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ حسن بصری، عمرو بن دینار، طاؤس، عطا بن ابی رباح، عکرمہ، شعبی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، اور غیر مقلدین کے نزدیک، جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے، ورنہ اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنی۔ اور حماد، شریح، نخعی، ثوری، ابن ابی لیلی، ابن شبرمہ، حسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے اور عبدالرحمٰن بن مہدی ابو عبیدہ۔ امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی تو ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ اس وقت لازم ہوگا جب وہ حاملہ ہوگی[2]

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جنہوں نے مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی دونوں کو واجب کیا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۸، ۳۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ (مطلقہ عورتوں) کو اپنے مقدور کے موافق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو" اس آیت میں سکنی کا امر ہے اور نفقہ اس لیے واجب ہے کہ وہ اس کے پاس محبوس ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے، پتا نہیں وہ مسئلہ سے ناواقف ہے یا بھول گئی۔ (مالکی اور شافعی) علماء نے کہا کہ کتاب اللہ میں فقط سکنی کا ذکر ہے۔ امام دار قطنی نے کہا کہ حضرت عمر کے قول میں "ہمارے نبی کی سنت" کے الفاظ ایسی زیادتی ہے جو غیر محفوظ ہے۔ ثقہ راویوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال قرآن مجید کی آیت سے ہے: اسکنوھن من حیث سکنتم۔ اس آیت میں صرف سکنی کو واجب کیا ہے نفقہ کو واجب نہیں کیا اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے بھی نفقہ کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن "اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دو تا وقتیکہ حمل وضع ہو جائے" اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔[1]

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے، اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مطلقہ ثلاثہ حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنی واجب ہے۔ اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے سکنی واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل اور غیر مقلدین کے نزدیک اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لیے نفقہ اور سکنی دونوں واجب ہیں۔ فقہاء احناف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

(۱) وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین۔ (بقرہ: ۲۴۱)

اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان نفقہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے۔

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(والقول الثانی) ان المراد بھذہ المتعۃ النفقۃ، والنفقۃ قد تسمی متاعا واذا حملنا ھذہ المتاع علی النفقۃ اندفع التکرار۔[2]

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ سے مراد نفقہ ہے اور نفقہ کو متاع بھی کہا جاتا ہے اور جب ہم متاع کو نفقہ پر محمول کریں گے تو تکرار نہیں رہے گا۔

ایک آیت میں ہے:

ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر

اور مطلقہ عورتوں کو کچھ برتنے کے لیے دو (نیز)

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

قدرہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین۔ (بقرہ: ۲۳۶)

کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا) خوشحال اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ یہ نیکی کرنے والوں پر واجب ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ میں مطلقہ عورتوں کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق متاع دینے کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور یہاں متاع سے مراد بالاتفاق ایسی چیز ہے جس سے وقتی طور پر نفع اٹھایا جا سکے جیسے کپڑوں کا جوڑا، خادم یا کچھ نقد رقم وغیرہ لہٰ پس اگر البقرہ کی آیت نمبر ۲۴۱ میں بھی متاع سے مراد یہی ہو (جیسا کہ ائمہ ثلاثہ نے سمجھا ہے) تو تکرار لازم آئے گا اس تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری آیت میں متاع کو نفقہ پر محمول کیا جائے جبکہ از روئے لغت متاع کا اطلاق نفقہ پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی متاع کا اطلاق نفقہ پر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ (بقرہ: ۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کو ایک سال تک نان اور نفقہ ادا کرنے کی وصیت کریں اور اس مدت میں ان عورتوں کو گھر سے نہ نکالا جائے۔

اس آیت میں متاع سے بالاتفاق اور بالاجماع نفقہ مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کے لیے آیت نمبر ۲۳۶ میں متاع دینے کا حکم کیا ہے اور اس سے بالاتفاق وقتی نفع کی چیز مثلاً جوڑا وغیرہ مراد ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر ۲۴۱ میں پھر مطلقہ عورتوں کے لیے متاع دینے کا حکم کیا گیا ہے اب اگر اس سے پھر وہی وقتی نفع کی چیز مراد لی جائے تو تکرار ہوگا اس لیے امام رازی فرماتے ہیں کہ تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے اس میں متاع سے مراد نفقہ لیا جائے جبکہ لغت اور قرآن مجید سے متاع پر نفقہ کا اطلاق ثابت ہے۔ امام رازی کی تفسیر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں متاع کا لفظ نکرہ ہے اور اصول عرب یہ ہے کہ جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی پہلے کا غیر ہوتا ہے اور جب پہلے متاع سے مراد وقتی نفع کی چیز ہے تو ضروری ہوا کہ دوسرے متاع سے مراد نان و نفقہ ہو اور اس آیت میں مطلقات کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ اور امام رازی کی تفسیر اور اس اصول عرب سے ثابت ہوا کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے دوران عدت نفقہ واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور یہی احناف کا موقف ہے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن۔ (الطلاق: ۶)

ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو، اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو۔

علامہ ابوبکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں

لہ۔ امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہیں (۱) سکنی مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لیے مال میں حق واجب کیا ہے خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنی بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (ولا تضاروھن) اور مطلقہ عورت کو نان و نفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے۔ (لتضیقوا علیھن) یعنی نہ سکنی میں تنگی کرو نہ نان و نفقہ میں تنگی کرو۔ یہ نہی دونوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن "اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو ان پر خرچ کرو" اس میں مطلقہ سے مراد ہے عام خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ نفقہ کا وجوب حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ وہ دوران عدت اس کے گھر رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ کا نفقہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں بلکہ دوران عدت اس کے گھر رہنے کی وجہ سے ہے کیونکہ رجعیہ اگر غیر حاملہ ہو پھر بھی اس کا نفقہ واجب ہے تو پھر مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ بھی اس وجہ سے واجب ہوگا کہ وہ دوران عدت خاوند کے گھر رہے گی۔[1]

اور یہ بھی واضح رہے کہ جب مطلقہ ثلاثہ کے لیے امام شافعی اور امام مالک اس آیت سے سکنی کا وجوب مانتے ہیں تو نفقہ کا وجوب بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ نان و نفقہ سکنی سے زیادہ اہم ہے۔

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی کے وجوب پر احادیث سے دلائل

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن حرب بن ابی العالیۃ عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطلقۃ ثلاثا لھا السکنی والنفقۃ۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی!

علامہ زیلعی لکھتے ہیں عبد الحق نے احکام میں لکھا ہے کہ ابو الزبیر عن جابر کی روایت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس میں سماع کی تصریح ہو یا عن اللیث عن ابی الزبیر ہو (یعنی لیث کے علاوہ کوئی اور راوی عن ابی الزبیر عن جابر روایت کرے تو صحیح نہیں ہے) اور حرب بن ابی العالیہ سے بھی استدلال نہیں ہوتا کیونکہ یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے اقرب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے۔[3]

عبد الحق کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متعدد احادیث عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے بیان کی ہیں اور اس سند میں لیث نہیں ہے مثلاً کتاب الحج کے "باب جواز دخول مکہ بغیر احرام" میں ہے نا معاویہ بن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر، نیز اسی باب میں ہے فی روایۃ قتیبۃ قال نا ابو الزبیر عن جابر[4] اور ان دونوں میں لیث نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۰، ۴۵۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۷۴، مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

[4] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہ حضرت جابر سے ابوالزبیر کے سماع کی تصریح کی ہے، پس واضح ہوگیا کہ عبدالحق کا بیان کردہ قاعدہ امام مسلم کے نزدیک مسلّم نہیں ہے ورنہ امام مسلم ان اسانید کے ساتھ روایات کو اپنی صحیح میں درج نہ کرتے۔ اور جب یہ سند حدیث کی صحت کے منافی نہیں تو دارقطنی کی مذکور روایت کی صحت کے لیے بھی موجب طعن نہیں ہے۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ حرب بن ابی العالیہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم ان کی ثقاہت کی بھی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حرب بن ابی العالیہ کا امام حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں[1] ـــــ پس ثابت ہوگیا کہ حرب بن ابی العالیہ رجال صحیح میں سے ہیں۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت ہے:

قال عمر لا نترك كتاب الله وسنة رسوله لقول امرأة لا ندري لعلها حفظت او نسيت لها السكنى والنفقة قال الله عز وجل لا تخرجوهن من بيوتهن الا ان ياتين بفاحشة مبينة.[2]

حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتا نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنیٰ اور نفقہ واجب ہے، باقی اس پر علامہ نووی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ دارقطنی کے نزدیک "نہ سنت رسول کو ترک کریں گے" یہ زیادتی غیر محفوظ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی امام مسلم کے نزدیک ثابت ہے اور امام مسلم کی تصحیح اور ان کی روایت دارقطنی کی جرح سے زیادہ قوی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس زیادتی کے متعدد متابع ہیں نیز امام مسلم نے متعدد اسانید سے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار بھی روایت کیا ہے ان کے شوہر حضرت اسامہ بھی اس روایت کا انکار کرتے تھے۔

بعض شارحین کا تسامح

شیخ محمد تقی عثمانی نے فقہاء احناف کے موقف پر اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن۔ (بقرہ: ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان مطلقہ عورتوں کا کھانا اور کپڑا واجب ہے۔

شیخ تقی عثمانی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۵ھ۔

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

والسياق المطلقات ولا فرق بين المبتوتة والرجعية۔[1]　یہ آیت مطلقات کے سیاق میں ہے اور مطلقہ ثلاثہ اور مطلقہ رجعیہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ آیت مطلقات کے سیاق میں نہیں بلکہ مرضعات (دودھ پلانے والیوں) کے سیاق میں ہے اور یہاں مطلقہ عورت پر بھی نفقہ اور کسوۃ (کپڑے) کا وجوب دودھ پلانے کی جہت سے ہے مطلقہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، جو شخص بھی اس آیت کا سیاق وسباق سے مطالعہ کرے گا اس پر یہ مفہوم واضح ہو جائے گا۔

نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

امام احمد بن حنبل نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ اور سکنی کے وجوب کی نفی پر حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ کے وجوب کی نفی پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے جیسا کہ ہم علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ علامہ سرخسی حنفی اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت فاطمہ سے اس روایت کو سنتے تو پوری قوت سے اس روایت کا رد کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں یہ عورت اس روایت سے دنیا کیا ایک فتنہ پیدا کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتا نہیں وہ سچی ہے یا جھوٹی اس کو مسئلہ یاد ہے یا بھول گئی، ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مطلقہ ثلاثہ کے لیے دوران عدت نفقہ اور سکنی ہے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی دو تاویلیں ہیں: پہلی تاویل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر غائب تھے مدینہ سے یمن کی طرف گئے ہوئے تھے انھوں نے اپنے بھائی کو جو کا آٹا بطور نفقہ دینے کا وکیل بنایا انھوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور ان کا خاوند وہاں موجود نہیں تھا جو اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز ادا کرتا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس بہت زبان دراز تھیں اور اپنے دیوروں (خاوند کے بھائیوں) کو بہت تنگ کرتی تھیں اس وجہ سے ان لوگوں نے ان کو گھر سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا جس وجہ سے انھوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفقہ اور سکنی مقرر نہیں فرمایا۔[2]

غیبت کرنے کی مباح صورتیں

حدیث نمبر ۳۵۹۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ مفلس آدمی ہے۔ اور حضرت ابو جہم کے بارے میں فرمایا وہ اپنی لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا اھ، بیویوں کو بہت مارتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشورہ دینے یا خیر خواہی کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں جس غرض صحیح اور غرض شرعی کو بغیر غیبت کے پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے

---

[1] شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۰۲-۲۰۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ ۱۳۹۸ھ

لیے غیبت کرنا مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی داد رسی کے لیے سلطان، قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کو ختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ برا کام کرتا ہے اس کو اس برائی سے روکو! اور اس سے مقصود صرف برائی کا ازالہ ہو اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔ تیسرا سبب ہے استفسار۔ کوئی شخص مفتی سے پوچھے فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ برائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں، اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور ان کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں (ا) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے، (ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے، یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پاس امانت رکھنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پڑوس میں رہنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص سے کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کر دے (ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔ (د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا ہو جو اس منصب کا اہل نہ ہو، اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں۔ تا کہ اہل اور کار آمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو مثلاً شراب نوشی، جوا کھیلنا، لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو، ان کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اور چھٹا سبب یہ ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے) اصم (بہرے) اعمی (اندھے)، احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے تو وہ بہتر ہے۔[1]

حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس باب میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کی گئی ہے اس حدیث سے جو اہم مسائل مستنبط ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) غائب شخص کا طلاق دینا (۲) طلاق اور نفقہ میں کسی کو وکیل بنانا۔ (۳) فتویٰ طلب کرنے کے لیے اجنبی مرد

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، ریاض الصالحین ص ۵۰۸-۵۰۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

یا اجنبی عورت کا کلام سننا (۴) ضرورت کی بناء پر عدت کی جگہ سے دوسری جگہ جانا (۵) نیک عورتوں کی زیارت کے لیے مردوں کا جانا بشرطیکہ خلوت محرمہ نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام شریک کا گھر تو میرے صحابہ سے بھرا رہتا ہے۔ (۶) مطلقہ عورت کو نکاح کا پیغام دینا۔ (۷) ایک پیغام پر دوسرے کا پیغام دینا جبکہ پہلے پیغام کو قبول نہ کیا ہو (۸) حضرت معاویہ کی فضیلت اور ان کے ایمان اور اسلام کا بارگاہ رسالت میں مقبول ہونا، کیونکہ آپ نے حضرت معاویہ کا پیغام صرف اس لیے مسترد کیا کہ وہ غریب ہیں اگر ان میں کوئی شرعی عیب ہوتا تو اس کا ذکر فرماتے۔ (۹) خیر خواہی اور مشورہ کے وقت کسی کا عیب بیان کرنا اور یہ غیبت محرمہ نہیں ہے۔ (۱۰) مجاز اور کنایہ کا استعمال کرنا کیونکہ آپ نے فرمایا ابوجہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔ (۱۱) کسی انسان کی خیر خواہی کے لیے اس سے باصرار کسی چیز کو کہنا جیسے حضور نے باصرار اسامہ کا رشتہ حضرت فاطمہ پر پیش کیا (۱۲) بزرگوں کی کہی ہوئی بات اگرچہ وقتی طور پر ناپسند ہو لیکن اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس نے انجام کار حضرت اسامہ کے رشتہ کو اچھا جانا۔ (۱۳) جب عورت اور اس کا ولی راضی ہو تو غیر کفو میں نکاح کا جواز کیونکہ حضرت فاطمہ قرشیہ تھیں اور حضرت اسامہ غلام زادے تھے۔ (۱۴) اہل تقویٰ کا نسب اگرچہ کم درجہ کا ہو پھر بھی ان کی مصاحبت پر حرص کرنا (۱۵) کسی راوی کی روایت اگر اصول اسلام اور کتاب وسنت کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جائے گی جیسے حضرت عمر نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کو کتاب وسنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا (۱۶) دلیل کی بناء پر ایک مفتی کا دوسرے مفتی کے قول کو رد کر دینا جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے قول کو رد کر دیا۔ (۱۷) مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی کا ثابت ہونا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے (۱۸) مہمانوں کی کھانے پینے سے خاطر تواضع کرنا جیسا کہ حضرت فاطمہ نے شعبی اور ان کے ساتھیوں کی تازہ کھجوروں سے خاطر کی۔ (۱۹) بوقت ضرورت عورت کا مردوں کو دیکھنے کا جواز جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو نابینا کے گھر عدت گزارنے کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے (۲۰) ضرورت کی وجہ سے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں عدت گزارنا۔

چونکہ اس باب کی احادیث میں بیوی کے نان ونفقہ کی بحث کی گئی ہے، اس لیے ہم ایک ایسا مسئلہ اٹھا رہے ہیں جو اس زمانے میں بکثرت پیش آتا ہے۔ بعض اوقات شوہر بیوی کے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ اٹھانے سے لاچار اور عاجز ہوتا ہے، اور بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتا، بعض مرتبہ شوہر بیوی کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور اس کا مال نہیں ہوتا جس سے بیوی روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ اٹھا سکے۔ بعض دفعہ شوہر مال دار ہوتا ہے اور موجود بھی ہوتا ہے لیکن تنگ کرنے کے لیے بیوی کو روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہیں دیتا نہ اس کو طلاق دے کر آزاد کرتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟ امام ابوحنیفہ ان تینوں صورتوں میں شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتے البتہ باقی ائمہ کے ہاں بعض صورتوں میں بالاتفاق اور بعض صورتوں میں اختلاف کے ساتھ اس مسئلہ کا حل ہے ہم اس مسئلہ اور اس کے حل کو ترتیب وار پیش کر رہے ہیں۔

نفقہ سے عجز کی بنا پر زوجین کی تفریق میں مذاہب ائمہ مجتہدین

اگر شوہر مفلس ہو اور اپنے افلاس کی وجہ سے بیوی کے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ اٹھا سکے اور اس کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حاکم ان میں تفریق کر سکتا ہے۔ قاضی ابن رشد

مالکی لکھتے ہیں کہ جو شخص بیوی کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اس کے بارے میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابوثور، ابوعبید اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ اور سعید بن مسیب کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابوحنیفہ اور ثوری یہ کہتے ہیں کہ ان میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے، اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نفقہ سے عاجز ہونا آیا عنین (نامرد) کے ضرر کے مشابہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ جمہور کے نزدیک شوہر کے عنین ہونے کی وجہ سے طلاق واقع کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ ابن منذر نے کہا ہے اس پر اجماع ہے۔[۱]

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں: جب افلاس کے سبب سے خاوند اپنی عورت کا خرچ اٹھانے سے عاجز ہو تو اس عورت کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی عورت کا خرچ نہ اٹھا سکے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور اس پر یہ دلیل بھی ہے کہ جب مباشرت پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تفریق کر دی جاتی ہے حالانکہ اس کا ضرر کم ہے تو نفقہ پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بطریق اولیٰ تفریق کرنی چاہیے کیونکہ اس کا ضرر زیادہ ہے۔[۲]

نفقہ سے عجز کی وجہ سے زوجین کی تفریق پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فامساك بمعروف او تسريح باحسان (بقرہ: ۲۲۹)

یا تو معروف اور مروج طریقے سے بیوی کو اپنے پاس رکھو ورنہ شائستگی سے علیحدہ کر دو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا (بقرہ: ۲۳۱)

اپنی بیویوں کو حسن سلوک کے ساتھ رکھو ورنہ ان کو شائستگی سے علیحدہ کر دو اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے اپنے پاس نہ رکھو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے صرف دو صورتیں رکھی ہیں یا تو معروف طریقہ سے نان اور نفقہ دے کر بیوی کو اپنے ساتھ رکھے ورنہ شائستگی سے طلاق دے دے۔ اس لیے جو شخص بیوی کا نفقہ دینے سے غربت کی وجہ سے عاجز ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو حکام پر لازم ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ (کذا فی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)۔

نفقہ سے عجز کی بنا پر زوجین کی تفریق میں احادیث اور آثار

حسب ذیل احادیث اور آثار میں جمہور کے موقف پر دلیل ہے۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[۱] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۲] علامہ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ——— ج ۱۸ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

قال: خیر الصدقة ما كان عن ظهر غنى واليد العليا خير من اليد السفلى وابدأ بمن تعول قال ومن اعول يا رسول الله؟ قال امرأتك تقول اطعمني والا فارقني الحديث [1]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ تونگری میں دینا ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے ابتداء کرو۔ حضرت ابوہریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے عیال کون ہیں؟ فرمایا تمہاری بیوی جو کہتی ہے مجھ کو کھلاؤ یا علیحدہ کردو!

شیخ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کو امام دار قطنی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح امام احمد نے بھی اس کو سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے [2] نیز امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال: المرأة تقول لزوجها اطعمني او طلقني الحديث [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھے طعام دو یا مجھے طلاق دو۔

امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن سعيد بن المسيب فی الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته قال يفرق بينهما [4]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کا خرچ نہ اٹھا سکے، ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

نیز امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم بمثله [5]

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو (یعنی نفقہ سے عاجز کی تفریق کو) روایت کیا ہے۔

ان تمام احادیث اور آثار کو امام بیہقی نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ [6]

نفقہ سے عجز کی بنا پر تفریق میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے مشائخ نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے کہ حنفی قاضی ایک ایسے قاضی کو اپنا نائب رکھے جس کے مذہب میں اس خاوند کی بیوی سے تفریق جائز ہو جو نفقہ سے عاجز ہو اور موجود بھی ہو اور طلاق

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۶ - ۲۹۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] شیخ شمس الحق عظیم آبادی، التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۶، " " "

[3] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷، " " " "

[4] " سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷، " " " "

[5] " سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷، " " " "

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۴۷۱ - ۴۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

نہ دیتا ہو کیونکہ عورت دائمی طور پر اپنی ضروریات کو قرض لے کر پورا نہیں کر سکتی اور نہ کوئی اسے دائمی طور پر قرض دینے والا مل سکتا ہے اور مستقبل میں خاوند کا خوشحال ہونا ایک امر موہوم ہے اس لیے جب عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو تفریق ضروری ہے اور اگر خاوند غائب ہو تو ان میں تفریق نہیں کی جائے گی کیونکہ اس وقت اس کے نفقہ سے عاجز ہونے کا حال معلوم نہیں اور اگر قاضی نے تفریق کر دی تو وہ نافذ نہیں ہوگی کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے کیونکہ اس کا نفقہ سے عجز ثابت نہیں ہے۔[1]

علامہ شامی کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک اگر خاوند امیر ہو اور خرچ نہ دے تو ان کے نزدیک تفریق نہیں کی جائے گی اور اگر وہ غائب ہو اور اس کی خبر منقطع ہو پھر بھی امام شافعی کے نزدیک ان میں تفریق نہیں کی جائے گی۔[2] علامہ شامی یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ مؤخر الذکر دونوں صورتوں میں کسی مجتہد کا قول نہیں ہے اس لیے یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے اور کوئی شخص اس بناء پر تفریق کرے گا تو صحیح نہیں ہے لیکن علامہ شامی کا یہ فرمانا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں تفریق جائز ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اس لیے اگر خاوند نفقہ سے عاجز ہو اور کسی شافعی عالم کو حکم بنا کر اس سے تفریق کرالی جائے تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی شافعی عالم موجود نہ ہو تو اس صورت میں حنفی عالم بھی امام شافعی کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے اور اس کی تفریق نافذ ہو جائے گی۔ علامہ شامی ایک اور مسئلہ میں لکھتے ہیں:

وھذا اوسع فیجوز الاخذ بہ وان لم یکن مذھبنا فان الانسان یعذر فی العمل بہ عند الضرورۃ کما فی الزاھدی۔[3]

اس میں زیادہ وسعت ہے اس لیے اس پر عمل کرنا جائز ہے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت انسان اس پر عمل کرنے میں معذور ہے۔ اسی طرح فقیہ زاہدی نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو اس میں حنفی مفتی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے اور حنفی قاضی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر اجتہادی مسئلہ میں دوسرے امام کے قول کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ البتہ مستحسن یہی ہے کہ دوسرے مذہب کے قاضی کو نائب رکھ لیا جائے اور اس سے فیصلہ کرایا جائے لیکن اگر حنفی قاضی خود بھی فیصلہ کر دے تو ہمارے زمانہ میں بھی جائز ہے۔

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ حسن کی روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب مفقود (لاپتا) کی زندگی کے ایک سو بیس سال پورے ہو جائیں گے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب اس کے تمام معاصرین فوت ہو جائیں گے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا۔ امام

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۹۰۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[2] 〃 〃 〃 〃 ، رد المحتار ج ۲ ص ۹۰۳،
[3] 〃 〃 〃 〃 ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۷۸،

ابو یوسف سے نوے سال کی روایت ہے۔ بعض مشائخ حنفیہ نے بھی نوے سال مقرر کیے ہیں۔ زیادہ قیاس یہ ہے کہ وقت مقرر نہ کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ نوے سال مدت مقرر کی جائے اور جب اس کو مردہ قرار دے دیا جائے گا تو اس کی بیوی عدت وفات گذارے گی اور اس کا ترکہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔[1]

امام ابوالحسن لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ لاپتا شخص کا نکاح یقین سے ثابت اور معروف ہے، اور غائب ہو جانا تفریق کو واجب نہیں کرتا اور اس کی موت مشکوک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، اسلیے جب تک اتنی مدت نہ گذر جائے جس میں اس کی موت کا یقین ہو جائے۔ اس وقت تک اس کو مردہ قرار نہیں دیا جائیگا۔ اور عرف اور عادت میں ایک آدمی ایک سو بیس سال سے زیادہ نہیں رہتا یا اپنے تمام معاصرین کی موت کے بعد زندہ نہیں رہتا اس لیے اس مدت کے گذرنے کے بعد اس کو مردہ فرض کر لیا جائے گا۔[2]

علامہ ابن ہمام نے تخفیف کر کے اس مدت کو ستر سال قرار دیا ہے۔[3]

امام ابوحنیفہ اور مشائخ حنفیہ کی عبارات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس لاپتا شخص کی بیوی کو اس کی عمر کے ایک سو بیس سال یا تمام معاصرین کی موت تک یا ستر یا نوے سال تک انتظار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا اتنا مال اور ترکہ موجود ہو جس کو اس کی بیوی ستر یا نوے سال تک بیٹھ کر کھا سکے۔

سنن دارقطنی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یاتیھا البیان۔ "لاپتا شخص کی بیوی اس کی بیوی قرار پائے گی جب تک کہ کوئی وضاحت نہ آجائے یا کوئی خبر نہ آجائے۔" علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں محمد بن شرجیل ایک ضعیف راوی ہے۔ ابوحاتم نے کہا یہ شخص حضرت مغیرہ کی طرف منکر اور باطل روایات منسوب کرتا ہے۔ ابن قطان نے کہا اس کا ایک راوی سوار بن مصعب متروکین میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار اور اقاویل متعارض ہیں۔[4]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام مالک کا موقف

علامہ ابن سحنون مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن قاسم مالکی نے امام مالک سے پوچھا کیا مفقود کی بیوی امام مالک کے قول کے مطابق حاکم کی اجازت کے بغیر بھی چار سال مدت گذار سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا نہیں! امام مالک نے فرمایا، اگر مفقود کی بیوی بیس سال بھی انتظار کرتی رہے، اس کے بعد حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے تو حاکم اس میں غور و فکر کرے اور جس جگہ وہ شخص گیا تھا وہاں اس کی تفتیش کرے اور جب اس کا پتا نہ چل سکے اور وہ مایوس ہو جائے تو پھر اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ چار سال ٹھہرنے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارنے کے لیے بھی حاکم کی اجازت ضروری ہے یا وہ یہ مدت از خود بھی گذار سکتی ہے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۳، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] 〃 〃 〃 ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۲،
[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۳، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[4] 〃 〃 〃 ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۲،

امام مالک نے فرمایا: ہاں! اس کی عدت وفات کے ساتھ حاکم کا کیا تعلق ہے؟ سحنون از ابن القاسم از امام مالک از یحییٰ بن سعید از سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا شوہر لاپتا ہو جائے وہ چار سال انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جو شخص ارض اسلام میں لاپتا ہو گیا ہو اور اس کی موت اور حیات کا پتا نہ چل سکا ہو اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے؛ امام مالک نے فرمایا جب مفقود کی بیوی حاکم کے سامنے مقدمہ پیش کرے اس دن سے حاکم اس کو چار سال مدت گذارنے کا حکم دے، جب یہ مدت گذر جائے تو وہ عورت چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی، البتہ اس کا مال وارثوں میں اس وقت تقسیم کیا جائے گا جب اتنی مدت گذر جائے جس مدت میں اس کے مر جانے کا غالب گمان ہو، اس میں ستر، اسی، نوے اور سو سال کے چار قول ہیں، یہ قول حضرت عمر اور حضرت عثمان سے مروی ہیں۔ لیث کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ جب تک مفقود کی موت کا یقین نہ ہو اس وقت تک اس کی بیوی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ قول حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اس اختلاف کا سبب استصحاب حال کا قیاس سے معارضہ ہے کیونکہ استصحاب حال کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے وہ شخص زندہ تھا تو جب تک اس کی موت پر کوئی دلیل نہ پائی جائے اس شخص کو زندہ ہی تصور کیا جائے گا اور جب تک وہ زندہ ہے اور اس کی طلاق یا موت ثابت نہیں ہے اس کی بیوی دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایلاء میں تفریق کر دی جاتی ہے یعنی اگر خاوند قسم کھالے کہ چار ماہ تک بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا اور چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے تو زوجین میں تفریق کر دی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتا ہو تو اس میں عدم قرب کا ضرر ایلاء سے زیادہ ہے اس لیے اس میں بطریق اولیٰ تفریق کر دی جانی چاہیے، اسی طرح اگر خاوند عنین (نامرد) ہو اور ایک سال تک علاج سے ٹھیک نہ ہو سکے تو زوجین میں تفریق کر دی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتا ہو تو اس کا ضرر عنین سے زیادہ ہے۔[2]

امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجھا فلم تدر این ھو فانھا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشھر و عشرا ثم تحل۔[3]

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ عورت چار سال انتظار کرے، اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت گذارے پھر وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۰ھ

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۰-۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

امام مالک اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اس عورت نے عدت وفات گزرنے کے بعد نکاح کر لیا اور اس کا سابق خاوند آ گیا تو اب اس کا حق نہیں ہے خواہ دوسرے شوہر نے مقاربت کی ہو یا نہ کی ہو، ہمارے نزدیک یہی مقرر ہے اور اگر نکاح سے پہلے خاوند آ گیا تو وہ اس عورت کا (بغیر عقد جدید کے) حقدار ہے۔[1]

علامہ ابو الولید باجی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں مفقود الخبر کی تین قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کے بارے میں کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کہاں گیا ہے حاکم کے فیصلہ کے بعد اگر چار سال گزار لیے جائیں تو اس کو مردہ تصور کیا جائے گا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہوا ایک شخص مسلمانوں کی صفوں سے لاپتا ہو جائے اس کی بیوی کو کبھی بھی نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، تیسری قسم یہ ہے ایک شخص مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں مصروف ہو اور لاپتا ہو جائے اس کے لیے کوئی عدت مقرر نہیں ہے اور یہ اجتہاد پر موقوف ہے، علامہ ابن حبیب نے اس کے لیے ایک سال کی مدت اور عدت وفات مقرر کی ہے اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے، علامہ اصبغ نے کہا کہ اگر وہ اپنے شہر میں لڑائی کے دوران لاپتا ہوا ہے تو صرف عدت وفات ہے اور علامہ اشہب نے امام مالک سے یہ روایت کیا ہے کہ اگر وہ لڑائی کے دوران صفوں سے گم ہوا ہے تو ایک سال مدت ہے اور عدت وفات بھی اسی میں شامل ہے۔[2]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام شافعی کا موقف

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں جب کسی عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں، قول قدیم یہ ہے کہ وہ نکاح فسخ کرا کر دوبارہ نکاح کر سکتی ہے کیونکہ عمرو بن دینار نے یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص پر جنات عاشق ہو گئے اور وہ اپنی عورت سے غائب ہو گیا وہ عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی انہوں نے اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دیا پھر اس کو عدت وفات گزارنے کا حکم دیا اور اس کے بعد نکاح کرنے کی اجازت دی، اور اس لیے بھی کہ جب وطی کے متعذر ہونے کی وجہ سے مسئلہ عنین میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے اور نفقہ کے تعذر کی وجہ سے اعسار میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے تو یہاں بطریق اولیٰ نکاح فسخ کر دینا چاہیے۔

علامہ شیرازی فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس عورت کے لیے نکاح فسخ کرانا جائز نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ جب مفقود کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا تو اس کی بیوی کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض حضرت علی کا قول ہے کہ "عورت اس وقت تک صبر کرے جب تک کہ مفقود کی موت کا یقین ہو جائے"۔ اور مسئلہ عنین کا جواب یہ ہے کہ وہاں سبب فرقت یعنی عنین کا تحقق ہے اور یہاں سبب فرقت یعنی موت کا تحقق نہیں ہے۔

(امام شافعی نے کتاب الام میں دلائل کے ساتھ قول جدید ہی کا ذکر کیا ہے)[3]

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقیٰ ج ۴ ص ۹۲ - ۹۱، مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ھ

[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۵ ص ۲۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ

علامہ ابو اسحاق شیرازی لکھتے ہیں کہ اگر ہم امام شافعی کے قول قدیم پر عمل کریں تو چار سال کی ابتداء حاکم کے حکم کے بعد سے مانی جائے گی اور بعض فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جب سے اس کا خاوند گم ہوا ہے تب سے چار سال کی ابتداء فرض کی جائے گی۔ اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ یہ مدت حاکم کے اجتہاد سے مقرر ہوئی ہے اس لیے اس کے اعتبار کے لیے اس کا حکم ضروری ہے اور اس کے بعد عدت گذارنے کے لیے حاکم کے حکم کی ضرورت ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں [1]

اگر مفقود کی بیوی کو نفقہ میسر نہ ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک علی الفور تفریق ہو سکتی ہے

مفقود کی بیوی کے بارے میں جو امام شافعی کے دو قول گذرے ہیں کہ وہ موت کا یقین حاصل کیے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ یا چار سال کے فیصلہ کے بعد چار سال اور عدت وفات گذارنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ یہ اس صورت میں ہیں جب مفقود کا مال اتنا ہو جس سے وہ اپنا خرچ اٹھا سکتی ہو اور جب اس کے پاس یہ مال نہ ہو تو وہ علی الفور تفریق کرا سکتی ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے:

وان غاب عنها الزوج وانقطع خبره ولا مال له ينفق عليها منه فهل يثبت لها الفسخ؟ فيه وجهان (احدهما) يثبت لتعذرها بالاعسار والثانی وهو قول الشيخ ابی حامد الله لا يثبت بالاعسار بالنفقة ولم يثبت اعساره [2]

اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو جائے اور شوہر کا مال نہ ہو جس سے اس عورت پر خرچ کیا جا سکے تو کیا اس کے لیے فسخ ثابت ہے؟ اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس کے لیے فسخ ہے جیسا کہ اعسار (افلاس) کی وجہ سے نفقہ کے تعذر میں ہے اور دوسرا قول شیخ ابو حامد کا ہے کہ اس کے لیے فسخ نہیں ہے کیونکہ اعسار ثابت نہیں ہوا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ ابو حامد کے قول کی غلطی ظاہر ہے کیونکہ اصل علت اعسار نہیں بلکہ تعذر نفقہ ہے اور وہ اس صورت میں بھی موجود ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس سے چلا جائے اور اس کی غیبت غیر منقطع ہو اور اس کی جگہ اور خبر معروف ہو اور اس کے خطوط آتے ہوں تو تمام اہل علم کے نزدیک اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر خاوند کے مال سے اس کی بیوی کو خرچ کرنا مشکل ہو تو وہ نکاح کے فسخ کرنے کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔[3]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام احمد بن حنبل کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی

---

[1] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۱۸ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] تکملہ ثانیہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] تکملہ ثانیہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۱۵۸،

سے غائب ہو جائے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ ایک حال یہ ہے کہ اس کی غیبت غیر منقطع ہو، اس کی خبر معلوم ہو اور اس کے خطوط آتے ہوں۔ تمام اہل علم کے نزدیک اس عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے الّا یہ کہ خاوند کے مال سے اس پر خرچ کرنا متعذر ہو، ایسی صورت میں وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور اس پر اتفاق ہے کہ قیدی کی بیوی اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کی وفات کا یقین نہ ہو جائے۔ نخعی، زہری، یحییٰ انصاری، مکحول، شافعی، ابو عبید، ابو ثور، اسحاق اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے۔ (امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ ازمصنف)

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ دوسرا حال یہ ہے کہ خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو اور وہ کہاں ہے؟ اس کا علم نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ جس جگہ گیا ہے وہاں سلامتی کا گمان ہو، مثلاً تجارت کا سفر، طلب علم کا سفر، یا سیاحت کا سفر جس میں ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس میں بھی اس کی زوجہ نکاح نہیں کر سکتی تا وقتیکہ اس کی موت کا یقین نہ ہو۔ یہ حضرت علی سے روایت ہے، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ثوری اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا جدید قول ہے۔ امام احمد سے منقول ہے کہ جب اس شخص کے غائب ہونے کے بعد نوّے سال گذر جائیں تو اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اس عرصہ کے بعد عدت وفات گذارے گی پھر شادی کرے گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر خاوند کے غائب ہونے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو مثلاً وہ اپنے گھر والوں سے رات یا دن کو اچانک غائب ہو گیا، یا نماز پڑھنے گیا اور واپس نہیں آیا یا کسی قریب جگہ کسی کام سے گیا اور واپس نہیں آیا یا لشکر کی صفوں میں سے غائب ہوا، یا وہ جس بحری جہاز میں سوار تھا اس کو حادثہ پیش آگیا اور اس کے بعض ساتھی ڈوب گئے ایسے تمام واقعات میں امام احمد بن حنبل کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس کی بیوی چار سال (اکثر مدت حمل) ٹھہرے گی اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے گی اس کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ چار سال کی مدت کی ابتداء کا اعتبار غائب ہونے کی ابتداء سے کیا جائے گا یا حاکم کے فیصلہ کے بعد سے کیا جائے گا اس میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت حاکم کے حکم کے بعد مدت کے اعتبار کی ہے اور دوسری غائب ہونے کی ابتداء سے ہے، امام شافعی کے بھی دو قول ہیں۔[2]

(امام مالک کا اس مسئلہ میں صرف ایک قول ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتبار حاکم کے فیصلہ کے بعد کا ہے۔ ازمصنف)

امام احمد بن حنبل نے مفقود کی مدت کو چار سال یا دوسری صورت میں اس کی موت کے یقین تک ٹھہرنے کا جو حکم دیا ہے وہ اس وقت ہے جب مفقود کی عورت، مفقود کے مال سے خرچ اٹھا سکتی ہو، لیکن جب مفقود کی عورت مفقود کے مال سے خرچ نہ اٹھا سکے تو وہ فسخ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

---

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸، ص ۱۰۶، ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[2] ” ” ” ” ” ” المغنی ج ۸، ص ۱۰۶

اگر مفقود کی بیوی کو خاوند کے مال سے نفقہ میسر نہ ہو تو امام احمد کے نزدیک فی الفور تفریق ہو سکتی ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں اگر خاوند کا مال غائب ہو اور وہ اس کو صبر کے ساتھ خرچ کرنے کے لیے کہے اور حاکم اس پر قادر نہ ہو کہ خاوند کے مال سے عورت کو دے سکے یا حاکم غائب کے مال سے عورت کو خرچ دینے پر قادر نہ ہو (اس جگہ ہم اسی صورت سے استدلال کر رہے ہیں۔ از مصنف) ان صورتوں میں علامہ خرقی (مغنی ابن قدامہ کے صاحب متن) اور علامہ ابو طالب صاحب اختیار کے قول کے مطابق عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور قاضی کا مختار یہ ہے کہ عورت فسخ کی مالک نہیں ہے، اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے۔ (امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے اور فقہاء شافعیہ نے اس کو اختیار کیا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ وضاحت از مصنف) کیونکہ مفلس میں نکاح کے فسخ کا اختیار افلاس کے عیب کی وجہ سے ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جاتی اور جو شخص امیر ہو اس سے بہر حال مال کے حصول کا امکان رہتا ہے اگر آج مال نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ کل مال حاصل ہو جائے! (لیکن سوال یہ ہے کہ وہ آج کہاں سے کھائے گی؟ جبکہ صورت یہ فرض کی گئی ہے کہ حاکم بھی خاوند کے مال سے عورت کو خرچ دلانے پر قادر نہیں ہے۔ از مصنف)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے غائب تھے ان کو خط لکھ کر حضرت عمر نے حکم دیا کہ یا تو اپنی بیویوں کو نفقہ دیں یا طلاق دیں اور یہ حکم دراصل نفقہ نہ دینے کی صورت میں ان کو طلاق پر مجبور کرنا ہے۔ اور اس لیے کہ جب خاوند کے مال سے اس پر خرچ متعذر ہے تو اس کو اسی طرح فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا جیسے اعسار (افلاس) میں ہوتا ہے بلکہ یہ نکاح فسخ کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ جب معذور کے لیے فسخ ہے تو غیر معذور کے لیے بطریق اولیٰ فسخ ہوگا اور اس لیے کہ صبر کرنے میں عورت کے لیے ضرر ہے جس کا ازالہ فسخ نکاح سے ممکن ہے لہٰذا اس ضرر کا ازالہ فسخ نکاح سے واجب ہے اور اس لیے بھی کہ اس صورت میں اس قسم کا تعذر ہے جس کی وجہ سے نکاح کا فسخ کرنا جائز ہوتا ہے لہٰذا امیر اور غریب کے فرق سے مسئلہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ لہ (یعنی عورت کو اس صورت میں فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا۔ (از مصنف)

علامہ ابن قدامہ کی یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب خاوند مال دار ہو اور غائب ہو چکا ہو اور اس کے مال سے عورت کے لیے نفقہ حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہ ہو، لیکن اگر خاوند کا مال ہو ہی نہیں اور وہ لاپتا ہو چکا ہو تو اس صورت میں فقہاء حنابلہ کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار دیا جائے گا۔ علامہ ابو الحسن علی بن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

(وان غاب ولم یترك لها نفقة ولم تقدر له على مال ولا استدانة عليه فلها الفسخ) هذا المذهب جزم في الوجيز والنظم

اگر شوہر غائب ہو اور اس نے بیوی کے لیے ترکہ نہ چھوڑا ہو اور عورت شوہر کا مال حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ شوہر کے نام پر قرض کے حصول پر قادر ہو تو عورت

لہ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۲۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ومنتخب الادمی وتذکرۃ ابن عبدوس وغیرھم وقدمہ فی المغنی والشرح والفروع وغیرھم۔[1]

کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے۔ یہی مذہب ہے وجیز، نظم، منتخب الآدمی اور تذکرہ ابن عبدوس وغیرہ میں اسی پر جزم ہے۔ مغنی میں اسی کو مقدم کیا ہے اسی طرح شرح اور فروع وغیرہ میں مذکور ہے۔

تنقیح خلاصہ یہ ہے کہ اگر مالدار شخص لاپتا ہو اب اور اس کی ہلاکت کا خدشہ نہیں ہے مثلاً تجارت کے سفر پر گیا تھا اور واپس نہیں آیا تو امام احمد کے نزدیک اس کی بیوی نوّے سال تک اس کا انتظار کرے گی اور اگر ایک مالدار شخص اچانک لاپتا ہو گیا مثلاً شہر میں کسی معمولی کام سے گیا تھا اور واپس نہیں آیا جس میں اس کی موت کا خدشہ ہو تو اس کی بیوی چار سال ٹھہرے گی اس کے بعد اس کے خاوند کو مردہ قرار دیا جائے گا اور عدت وفات گذار کر اس کی بیوی نکاح کر سکتی ہے اور اگر مالدار شخص غائب ہوا ہو خواہ اس کی غیبت منقطعہ ہو یعنی اس کا کوئی پتا نشان معلوم نہ ہو، یا غیر منقطعہ ہو یعنی اس کی جائے قیام معلوم ہو لیکن اس کی بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ ہی حاکم اس کو خاوند کے مال سے خرچ دلانے پر قادر ہو تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ قرض سے کام چلائے۔ قاضی وغیرہ کا یہی مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ علامہ خرقی، علامہ ابوالخطاب اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اگر ایسا شخص غائب ہوا ہے جس کا کوئی مال نہیں ہے نہ عورت اس کے نام پر قرض لے سکتی ہے تو اس میں بلا اختلاف قول واحد ہے کہ اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے! اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل اور فقہاء حنابلہ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے انھوں نے لاپتا ہونے والے خاوند کے بارے میں کسی صورت کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ ہر صورت کا حکم بیان کیا اور ہر مشکل کا حل پیش کیا الدین یسر (دین آسان ہے) کو واضح کیا اور کسی شخص کے لیے یہ گنجائش نہیں چھوڑی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ اسلام میں اس مشکل یا اس الجھن کا کوئی حل نہیں ہے۔

فجزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام شافعی کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور موجود بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ دے تو اس صورت میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں۔ ظاہر قول یہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے کیونکہ وہ عدالت کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو فسخ کا اختیار ہے لیکن یہ قول مختار نہیں ہے۔

لکھتے ہیں: جب خاوند مالدار ہو اور حاضر ہو اور عورت اس سے نفقہ کا مطالبہ کرے اور خاوند اس کو نفقہ نہ دے تو اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ وہ حاکم کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے۔ مسعودی نے یہ کہا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ کیونکہ نفقہ نہ دینے کی صورت میں عورت کو ہر حال ضرر لاحق ہو گا اس لیے اس کا خاوند حکماً معسر (نفقہ سے عاجز) ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ عسرت عیب ہے۔[2]

[1] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۹ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] تکملہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام مالک کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور اپنی بیوی کو روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق بھی نہ دے (ایسے شخص کو متاخرین فقہاء کی اصطلاح میں متعنت کہتے ہیں) ایسے شخص کے متعلق فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ حاکم اس کو طلاق دینے کے لیے کہے اور اگر وہ طلاق نہ دے تو پھر حاکم اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے گا۔

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

واذا ارادت الفسخ ورفعت للحاکم (فیامرہ الحاکم ان لم یثبت عسرہ) بالنفقۃ والکسوۃ ان شکت عدمھا (او الطلاق) ای یلزمہ احد الامرین بان یقول لہ اما ان تنفق علیھا وتطلقھا (او) لا (تلوم) بالاجتھاد) بما یراہ الحاکم من غیر تحدید بیوم او اکثر (ثم) بعد التلوم طلق علیہ۔[1]

جب عورت فسخ نکاح کا ارادہ کرے اور حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے تو اگر خاوند کا افلاس ثابت نہ ہو تو حاکم خاوند کو کھانے کا خرچ اور کپڑے دینے کا حکم دے جبکہ عورت نے نفقہ نہ دینے کی شکایت کی ہو، یا اس کو طلاق دینے کا حکم دے یعنی حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے یا تو تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو، ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے۔

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

ان الزوج اذا امتنع من النفقۃ و طولب بھا فاما ان یدعی الملاء ویمتنع من الانفاق، واما ان یجیب بشیء، واما ان یدعی العجز فان لم یجب بشیء طلق علیہ حالا وان قال: انا موسر ولکن لا انفق فقیل یعجل علیہ الطلاق وقیل یحبس واذا حبس ولم ینفق طلق علیہ وھذا کلہ اذا لم یکن لہ مال ظاھر والا اخذ منہ وان ادعی العجز فاما ان یثبت اولا فان لم یثبت العجز قیل لہ طلق او انفق فان امتنع من الطلاق والانفاق

خاوند سے جب بیوی کے خرچ کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اس کا خرچ نہ دے تو یا تو وہ مالدار ہونے کا مدعی ہوگا اور خرچ دینے سے انکار کرے گا اور یا کوئی جواب نہیں دے گا، اور یا عجز کا دعویٰ کرے گا، اگر وہ خرچ کے دعویٰ کا کوئی جواب نہ دے تو قاضی اس کی بیوی پر فوراً طلاق واقع کر دے، اور اگر وہ کہے کہ میں مالدار ہوں اور خرچ نہیں دیتا تو ایک قول یہ ہے کہ قاضی اس کی بیوی کو جلد طلاق دے دے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے اور اگر وہ قید کے باوجود خرچ نہ دے تو قاضی اس کی بیوی کو طلاق دے دے، اور یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب خاوند کا مال ظاہر نہ ہو ورنہ قاضی اس کے مال سے خرچ وصول کر لے۔ اگر خاوند خرچ دینے سے عاجز ہونے کا مدعی ہو تو یا تو وہ عجز کو

[1] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی، ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر علی ہامش الدسوقی ج ۲ ص ۵۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

تلوم له ثم طلق عليه، وقيل يطلق عليه حالا من غير تلوم وهو المعتمد او ان ثبت عسره تلوم له على المعتمد ثم طلق عليه. [1]

ثابت کرے گا یا نہیں، اگر وہ عجز ثابت نہ کر سکے تو اس سے کہا جائے گا کہ طلاق دو یا خرچ دو اور اگر وہ نہ طلاق دے نہ خرچ دے تو قاضی (کچھ دن) انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے اور یہی معتمد قول ہے اور اگر اس کا افلاس ثابت ہو جائے تو معتمد قول یہ ہے کہ کچھ انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے۔

علامہ صاوی مالکی نے بھی بعینہ یہی تقریر کی ہے [2]

اگر کسی جگہ قاضی میسر نہ ہو تو فقہاء مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں جماعت مسلمین بھی طلاق واقع کر سکتی ہے۔

علامہ صاوی لکھتے ہیں:

فان لم يكن حاكم فجماعة المسلمين العدول يقومون مقامه في ذلك وفي كل امر يتعذر فيه الوصول الى الحاكم العدل والواحد منهم كاف وتقدم ذلك من المؤلف في اول باب المفقود [3]

اگر حاکم نہ ہو تو نیک مسلمانوں کی جماعت حاکم کی قائم مقام ہو گی اور جس معاملہ میں حاکم تک پہنچنا مشکل ہو (نیک مسلمان حاکم کے قائم مقام ہیں) اور ان میں سے ایک مسلمان بھی کافی ہے، مصنف نے باب مفقود کے شروع میں اس کو بیان کر دیا ہے۔

علامہ دسوقی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے [4]

علامہ صاوی نے مصنف کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:

(ان رفعت امرها للحاكم) ان كان ثم حاكم شرعي (او لجماعة المسلمين عند عدمه) ولو حكما كما في زماننا بمصر اذ لا حاكم فيها شرعي ويكفي الواحد من جماعة المسلمين ان كان عدلا عارفا شانه ان يرجع اليه في مهمات الامور بين الناس لا مطلقا واحدا وهو محمل كلام العلامة الاجهوري وهو ظاهر لا خفاء به [5]

اگر عورت حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے بشرطیکہ وہاں حاکم شرعی ہو اور اگر حاکم شرعی نہ ہو تو جماعت مسلمین کے پاس مقدمہ پیش کرے خواہ حاکم شرعی کا نہ ہونا حکماً ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مصر میں حاکم شرعی نہیں ہے اور مسلمانوں میں سے ایک نیک شخص بھی کافی ہے جو احکام شرعیہ کو جاننے والا ہو اور لوگ اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں مطلقاً ایک مسلمان شخص مراد نہیں ہے اور علامہ اجہوری کے کلام کا بھی یہی محمل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے۔

---

1. علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی، ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۵۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت
2. علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، ۱۲۲۳ھ بلغۃ السالک لاقرب المسالک ج ۲ ص ۵۴۵ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۷۸ء
3. علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، ۱۲۲۳ھ بلغۃ السالک الی اقرب مسالک الی مذہب الامام مالک ج ۲ ص ۲۲۵-۲۲۴، مطبوعہ دار الاحیاء الکتب العربیہ ۱۹۷۸ء
4. علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی، ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۵۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت
5. علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی، ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام احمد بن حنبل کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق دے کر آزاد بھی نہ کرے تو اس صورت میں امام احمد کے دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے، علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں۔

(وان منع النفقة او بعضها مع ايسار وقدرت له على مال: اخذت منه ما يكفيها ويكفي ولدها بالمعروف بغير اذنه فان غيبه وصبر على الحبس فلها الفسخ) هذا المذهب جزم به الخرقي والوجيز وتذكرة ابن عبدوس ومنتخب الأدمي وغيرهم قال في الرعايتين لها الفسخ في اصح الوجهين، وقال في تجريد العناية، فان اصر فارقته عند الاكثر وقدمه في المستوعب والمحرر والشرح والفروع وغيرهم واختاره ابو الخطاب والمصنف والشارح۔ [1]

اگر خاوند دولت مند ہونے کے باوجود بیوی کو پورا نفقہ یا بعض نفقہ نہ دے اور بیوی کسی طریقہ سے مال کے حصول پر قادر ہو تو وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لیے بقدر کفایت بلا اجازت اس کا مال لے لے اور اگر خاوند مال کو غائب کر دے اور بیوی کو ٹھہرنے پر مجبور کرے (یعنی طلاق نہ دے) تو بیوی کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔ اس مذہب پر علامہ خرقی، صاحب وجیز، صاحب تذکرہ، ابن عبدوس اور صاحب منتخب الادمی کا جزم ہے۔ رعایتین میں ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے تجرید عنایہ میں ہے کہ اگر خاوند نفقہ نہ دینے پر اصرار کرے تو اکثر فقہاء حنابلہ کے نزدیک عورت خاوند سے علیحدہ ہو جائے، مستوعب، محرر، شرح اور فروع وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے، ابو الخطاب، مصنف اور شارح کا بھی یہی مختار ہے۔

تنقیح خلاصہ یہ ہے کہ جب خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور محض تنگ کرنے کے لیے عورت کو اس کا خرچ نہ دے اس صورت میں امام شافعی کا راجح قول یہ ہے کہ وہ عورت عدالت سے اپنا حق حاصل کرے اور مرجوح قول یہ ہے کہ اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے، امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں قاضی طلاق واقع کر دے گا، اور امام احمد بن حنبل کا اس سلسلے میں راجح قول یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے اور فقہاء حنبلیہ کی غالب اکثریت کا یہی مختار ہے۔

آج کل اس مسئلہ میں امام احمد کے قول پر فتویٰ دینا ہی قرین قیاس ہے کیونکہ آج کل عدالت سے انصاف حاصل کرنے میں جس قدر پیچیدگیاں اور دشواریاں ہیں اور پیسے اور وقت کا جس قدر خرچ ہوتا ہے وہ اہل فہم سے مخفی نہیں ہے، پھر جب خاوند نے مال غائب کر دیا تو اول تو وہ عدالت میں پیش نہیں ہوگا ثانیاً اگر پیش ہو گیا تو کہہ دے گا میرے پاس خرچ دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں اور اس کا نتیجہ بھی فسخ نکاح ہے، پھر جو شخص پاکستان کی عدالتوں

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۹ ص ۳۹۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کے طریق کار پر نظر رکھتا ہے اس سے یہ مخفی نہیں کہ ایک مقدمہ کے فیصلہ کے لیے عدالت کی لاتعداد تاریخوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور برسہا برس گذرنے کے بعد کسی مقدمہ کا بمشکل فیصلہ ہو پاتا ہے، سوال یہ ہے کہ جو عورت خاوند کے نان و نفقہ سے محرومی کی بناء پر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے وہ اتنے عرصہ تک کہاں سے کھائے گی؟ اس لیے عورت کو مزید ضرر سے بچانے کی خاطر عورت کو براہ راست فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہے اور تحقیق احوال کے بعد اس صورت میں حاکم پر واجب ہے کہ وہ امام مالک یا امام احمد کے قول پر عمل کرتے ہوئے زوجین کے درمیان تفریق کر دے۔

معاشرتی بدعنوانیوں کی گیارہ صورتوں میں امام مالک کے مذہب کے مطابق عائلی احکام

۶ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ [illegible]

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے گیارہ معاشرتی مسائل میں امام مالک کے مذہب کی نصوص پر مشتمل ایک فتویٰ جاری کیا، جس کی جامع ازہر کے تمام علماء نے تصدیق کی ہے جن میں حنفی علماء بھی شامل ہیں۔ اس فتویٰ کو مصر کی وزارت اوقاف نے فتاوی اسلامیہ میں شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ سے پہلے علماء ازہر نے فقہ حنفی سے اس پر تصریحات پیش کی ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسرے مذہب پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس فتویٰ کی عربی عبارت کا مکمل ترجمہ پیش کر رہے ہیں

(۱) خاوند کے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

جب خاوند اپنی زوجہ کا نفقہ نہ دے تو اگر اس کا مال ظاہر ہو تو اس سے خرچ دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس کا مال ظاہر نہ ہو اور وہ یہ نہ بتائے کہ وہ امیر ہے یا غریب ہے لیکن خرچ نہ دینے پر اصرار کرے تو قاضی اس کو فی الحال طلاق دے دے، اگر وہ عجز کا دعویٰ کرے اور عجز کو ثابت نہ کر سکے تب بھی فوراً طلاق دے دے اور اگر خاوند اپنے عجز عن النفقہ کو ثابت کر دے تو اسے مہلت دے جو ایک ماہ سے زائد نہ ہو اگر وہ ایک ماہ تک نفقہ نہ دے تو اس کے بعد اس کو طلاق دے دے۔

(۲) مرض یا قید کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند مریض ہو یا قید ہو اور بیوی کو نفقہ نہ دے سکے تو قاضی اس کو اتنی مہلت دے جس میں اس کے شفایاب ہونے یا قید سے چھوٹنے کی توقع ہو اگر مرض کی مدت اتنی بڑھ جائے یا قید کی مدت اتنی زیادہ ہو جس سے عورت کو ضرر پہنچنے یا اس کو فتنہ لاحق ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی اس پر طلاق واقع کر دے۔ (فرض کیجئے ایک نوجوان عورت کے خاوند کو کسی جرم میں عمر قید یا بیس سال کی سزا ہو جاتی ہے یا وہ لاعلاج بیماری مثلاً خطرناک پاگل پن میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خاوند کا کوئی مال نہیں ہے جس سے بیوی خرچ اٹھا سکے اور وہ آبرومندی سے کسب معاش پر بھی قادر نہیں ہے اس صورت میں مالکی مذہب کے اس فتویٰ پر عمل کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ وضاحت از مصنف)

(۳) کسی قریبی جگہ جانے کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند کسی قریبی جگہ چلا جائے اور اپنی بیوی کے لیے نفقہ نہ چھوڑے تو قاضی معروف طریقوں سے اس کو اطلاع دے اور نفقہ بھیجنے کے لیے ایک معین مدت تک مہلت دے۔ اگر خاوند مدت مقررہ تک نہ آئے یا نفقہ نہ بھیجے تو قاضی طلاق دے دے۔ اگر خاوند کی جگہ کھوٹ ہے

کی رفتار سے دس دن کی مسافت یا اس سے زیادہ ہو یا وہ جگہ نامعلوم ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ عورت کے لیے مال نہیں ہے تو قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے۔

(۴) لاپتا خاوند کے مال سے زوجہ کے نفقہ لینے کا حق

جب لاپتا خاوند کا مال ہو یا کسی پر اس کا قرض ہو یا کسی کے پاس اس کی امانت ہو تو زوجہ کا حق ہے کہ وہ اس مال یا اس امانت اور قرض سے اپنا نفقہ (بمقدار قرض) طلب کرے، لیکن عورت کو اس پر گواہ پیش کرنے ہوں گے کہ وہ نفقہ کی مستحق ہے اور خاوند نے اس کے نفقہ کے لیے مال چھوڑا ہے نہ کوئی وکیل۔

(۵) قاضی کی نافذ کردہ طلاق رجعی ہو گی

خاوند کے نفقہ نہ دینے کی بنا پر قاضی جو طلاق نافذ کرے گا وہ رجعی ہو گی اور خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ دوران عدت نفقہ دے کر رجوع کرے، اگر اس نے نفقہ نہیں دیا تو رجوع صحیح نہیں ہو گا۔

(۶) خاوند کے لاپتا (مفقود) ہونے کی صورت میں فسخ نکاح

جو شخص مسلمانوں کے شہروں میں گم ہو جائے اور اس کی بیوی کو اس کی کوئی خبر نہ ملے تو اس کی بیوی کو حق ہے کہ وہ حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور جہاں جہاں اس کا خاوند اس کے گمان میں جا سکتا تھا اس سے مطلع کرے اور حکام اور پولیس اس کی تفتیش کریں اور جب اس کو تلاش کرنے سے سب عاجز آ جائیں تو پھر حاکم اس کے لیے چار سال کی مدت مقرر کرے جب وہ مدت ختم ہو جائے تو اس کے بعد وہ چار ماہ دس دن تک عدت وفات گزارے اس کے بعد وہ کسی دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے۔

(۷) عورت کے نکاح کرنے کے بعد اگر لاپتا شخص لوٹ آئے تو وہ عورت کس کے نکاح میں رہے گی؟

جب مفقود لوٹ آئے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ زندہ ہے اور ابھی دوسرے شخص نے اس سے مقاربت نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کو مفقود کے زندہ ہونے کا پہلے علم تھا تو اب یہ مفقود کی زوجہ ہے، خواہ عقد نکاح ہو چکا ہو، اور اگر دوسرے شوہر کو مفقود کی حیات کا علم تھا تو اس نے مقاربت کی ہو یا نہ کی ہو مفقود کے لوٹ آنے کے بعد وہ مفقود کی بیوی ہو گی، اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مفقود دوران عدت فوت ہوا ہے یا مدت کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے فوت ہوا ہے یا عقد کے بعد مقاربت سے پہلے فوت ہوا ہے تو وہ عورت مفقود کی وارث ہو سکتی ہے اور اگر مقاربت کے بعد فوت ہوا ہے درآں حالیکہ دوسرے شوہر کو اس کی حیات کا علم نہیں تھا تو اب یہ وارث نہیں ہو گی۔

(۸) جو شخص آپس کی جنگ میں لاپتا ہوا اس کی بیوی چار سال کی مدت گزارے بغیر نکاح کر سکتی ہے!

جو شخص مسلمانوں کی آپس کی جنگ کے دوران گم ہوا اور یہ ثابت ہوا کہ وہ لڑائی کے وقت موجود تھا اس کی بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور جب حاکم کی تفتیش کے بعد اس کا پتا نہ چلے تو وہ بغیر کسی مدت کے عدت وفات گزارنے کا حکم دے اور عدت وفات کے بعد وہ دوسری شادی کر سکتی ہے اور صرف پتا نہ چلنے کی وجہ سے وہ اس کی وارث ہو جائے گی لیکن اگر یہ ثابت نہ ہو کہ وہ لڑائی کے وقت موجود تھا بلکہ صرف یہ پتا چلے

کہ وہ لشکر کے ساتھ گیا تھا تو اس کا وہی سابق حکم ہے۔

(۹) اگر میدان جہاد میں خاوند گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال مدت گزارے گی

اگر کوئی شخص میدان جہاد میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور حاکم تفتیش کے بعد اس کو ایک سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ ایک سال کے بعد وہ عدت وفات گزارے اور اس کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اور ایک سال کے بعد وہ اس کے مال کی وارث ہو جائے گی

(۹۔ الف) اگر مفقود کی بیوی کے پاس خرچ نہ ہو یا فتنہ کا خدشہ ہو تو قاضی فوراً طلاق نافذ کر دے

مفقود کی جن صورتوں میں مدت گزارنے کا بیان ہے ان صورتوں میں اس وقت مدت گزارنے کا حکم دیا جائے گا جب عورت کے پاس مفقود کا اس قدر مال موجود ہو جس کو وہ دوران عدت خرچ کر سکے یا اس عورت کو اس مدت کے دوران کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہو اور اگر اس کے پاس مفقود کا اتنا مال نہ ہو یا فتنہ کا خدشہ ہو (مثلاً نوجوان عورت گھر میں اکیلی ہو اور اس کی حفاظت کے لیے کوئی محرم دستیاب نہ ہو اور اس پر آشوب دور میں ایسی عورت کی عصمت اور عفت کو شدید خطرہ ہے۔ از مصنف) تو وہ قاضی کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے اور جب قاضی کے نزدیک اس کے دعویٰ کی صحت ثابت ہو جائے تو وہ فوراً اس پر طلاق نافذ کر دے۔

مفتی مالکیہ شیخ الجامع الازہر نے جدید فتویٰ دیا ہے، یہی قرین قیاس ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی نے اس صورت میں کسی مالکی عالم کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ اس صورت میں حاکم عورت کو ایک سال ٹھہرنے کا حکم دے دے (الحیلۃ الناجزہ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الاشاعت ۱۹۸۷ء) یہ قرین قیاس نہیں ہے نہ اس کی کتب مالکیہ میں تائید ہے کیونکہ جس کے پاس خرچ نہیں ہے وہ ایک سال کیسے گزارے گی اور جس کی عصمت کو خطرہ لاحق ہے اس کو ایک سال تک اس خطرے میں مبتلا رہنے کا حکم کیونکر دیا جائے گا، نیز مالکی، شافعی اور حنبلی مذہب میں اعسار کی بناء پر علی الفور تفریق کر دی جاتی ہے۔

(۱۰) ناچاقی کی صورت میں جب کسی طرح صلح نہ ہو تو قاضی طلاق نافذ کر سکتا ہے

جب زوجین میں شدید نزاع ہو اور قرآن مجید میں بتائے طریقہ کے مطابق ان میں صلح ممکن نہ ہو تو یہ معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے پھر وہ دو منصف مقرر کرے ایک زوج کی جانب سے اور دوسرا زوجہ کی جانب سے اور افضل یہ ہے کہ وہ دونوں رشتہ دار ہوں اگر رشتہ دار نہ مل سکیں تو اجنبی مقرر کر دیے جائیں اور ان منصف نمائندوں کو زوجین کے پاس بھیجا جائے اگر وہ ان میں صلح کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو فبہا ورنہ وہ طلاق کا فیصلہ کریں اور اس وقت قاضی پر لازم ہے کہ وہ حکمین کے فیصلہ کے مطابق طلاق نافذ کر دے یہ طلاق بائنہ ہو گی۔

(۱۱) خاوند کے مظالم کی بناء پر عورت قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے

اگر زوجہ کو خاوند سے ضرر لاحق ہو تو وہ قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے، ضرر سے مراد وہ امور ہیں جو شرعاً جائز نہیں ہیں مثلاً بغیر سبب شرعی کے خاوند عورت سے علیحدہ رہے یا بغیر سبب شرعی کے مار پیٹ اور گالم گلوچ کرے عورت ان چیزوں کو قاضی کے سامنے ثابت کر کے طلاق حاصل کر سکتی

ہے۔ [1]

عدم نفقہ اور ضرر کی بناء پر طلاق میں قرآن اور حدیث سے دلائل

مفتی مالکیہ اور شیخ الجامع الازہر نے جن گیارہ صورتوں میں عورت کو خاوند سے طلاق حاصل کرنے کا حق مالکی مذہب کے مطابق بیان کیا ہے ان میں سے پہلی نو صورتیں وہ ہیں جن میں خاوند کے نفقہ نہ دینے یا نفقہ پر عدم قدرت کی وجہ سے قاضی کو طلاق دینے کا حکم دیا گیا ہے اور گیارھویں صورت وہ ہے جس میں خاوند کے ظلم اور ضرر کی بناء پر قاضی کو طلاق دینے یا نکاح فسخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان دس صورتوں کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے

فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارًا لتعتدوا ومن یفعل ذٰلک فقد ظلم نفسہ (البقرہ: ۲۳۱) "اپنی عورتوں کو حسن سلوک سے اپنے نکاح میں رہنے دو ورنہ ان کو شائستگی سے رخصت کر دو اور ان کو ضرر پہنچانے کے قصد سے نکاح میں نہ رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنی ہی جان پر ظلم کرے گا"۔ اور عورت کو نفقہ نہ دینا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اس پر ظلم کرنا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اگر خاوند اس ضرر اور زیادتی سے باز نہ آئے تو حکام پر واجب ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ اس سلسلے میں علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت کی جو تشریح اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے اس کے مطالعہ سے مسئلہ کی مزید وضاحت ہو گی نیز سنن بیہقی اور سنن دار قطنی سے ہم اس بحث کے شروع میں بحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو نفقہ نہ دے سکے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

عدم نفقہ کی بناء پر تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: کتب عمر الی امراء الاجناد: ان ادع فلانا وفلانا، ناسا قد انقطعوا من المدینۃ وخلوا منھا فاما ان یرجعوا الی نسائھم، واما ان یبعثوا الیھن بنفقۃ، واما ان یطلقوا ویبعثوا بنفقۃ ما مضی۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے امراء کی طرف لکھا کہ فلاں فلاں شخص مدینہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اپنی بیویوں سے غائب ہیں ان سے کہو کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس لوٹیں یا ان کا خرچ بھیجیں ورنہ ان کا پچھلا خرچ بھیج کر انہیں طلاق دے دیں۔

عن ابن المسیب قال: اذا لم یجد الرجل ما ینفق علی امرأتہ جبر علی ان یفارقھا۔ [3]

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی بیوی کا خرچ نہیں ہو تو اس کو طلاق پر مجبور کیا جائیگا۔

عن ابی الزناد عن ابن المسیب قال

ابو الزناد کہتے ہیں میں نے ابن مسیب سے پوچھا

---

[1] المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ مصر، الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱ ص ۲۸۱ - ۲۷۸، مطبوعہ قاہرہ مصر، ۱۴۰۰ھ۔
[2] حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۹۳ - ۹۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ۔
[3] ،، ،، ،، المصنف ج ۷ ص ۹۶،

سألت عن الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته، قال: یفرق بینهما، قال: سنة؟ قال: نعم سنة۔[۱]

جس شخص کے پاس اس کی عورت کا نفقہ نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ ابن مسیب نے کہا: ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ میں نے پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ کہا: ہاں سنت ہے۔

عن حماد قال اذا لم یجد ما ینفق الرجل علی امرأته یفرق بینهما۔[۲]

حماد کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی بیوی کا نفقہ نہ ہو تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

عن قتادة اذا لم یجد الرجل ما ینفق علی امرأته فرق بینهما۔[۳]

قتادہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی عورت کا نفقہ نہ ہو تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

چار سال یا ایک سال بعد مفقود کو مُردہ قرار دینے کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام ابو بکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امرأة المفقود تربص اربع سنین وتعتد اربعة اشهر وعشرا۔[۴]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا مفقود کی عورت چار سال ٹھہرے اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے۔

عن سعید بن المسیب فی الفقید بین الصفین تربص امرأته سنة۔[۵]

جو شخص صفوں کے درمیان سے گم ہو جائے اس کی بیوی کو سعید بن مسیب ایک سال ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے۔

حکمین کی تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام عبد الرزاق بن ہمام روایت کرتے ہیں:

عن عبیدة السلمانی شهدت علی بن ابی طالب وجاءته امرأة وزوجها، مع کل واحد منهما فئام من الناس۔ فاخرج

عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک عورت اور اس کا خاوند آیا اور ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت

---

[۱] حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۹۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ۔
[۲] " " " المصنف ج ۷، ص ۹۶، " " "
[۳] " " " المصنف ج ۷، ص ۹۶، " " "
[۴] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
[۵] " " " المصنف ج ۴، ص ۲۳۸، " " "

ھؤلاء حكماً من الناس وھؤلاء حكماً فقال على للحكمين: اتدريان ما عليكما؟ ان رأيتما ان تفرقا فرقتما وان رأيتما ان تجمعا جمعتما، فقال الزوج: اما الفرقة فلا فقال على كذبت، والله لا تبرح حتى ترضى بكتاب الله لك وعليك" فقالت المرأة رضيت بكتاب الله لى وعلى [1]

عن ابن عباس قال: بعثت انا ومعاوية حكمين فقيل لنا: ان رأيتما ان تجمعا جمعتما وان رأيتما ان تفرقا فرقتما. قال معمر وبلغنى ان الذى بعثهما عثمان [2]

عن الشعبى قال: ان شاء الحكمان فرقا وان شاء اجمعا [3]

عن ابى سلمة: ان شاء الحكمان ان يفرقا فرقا وان شاء ان يجمع جمعا [4]

تھی ایک فریق نے اپنا حکم (منصف) مقرر کیا اور دوسرے فریق نے بھی اپنا حکم مقرر کیا حضرت علی نے دونوں حکموں سے کہا اگر تمہاری رائے میں ان کی علیحدگی درست ہو تو ان کو علیحدہ کر دینا اور اگر تمہاری رائے میں ان کا ساتھ رہنا درست ہو تو ان کو ساتھ رہنے کا حکم دینا، خاوند نے کہا علیحدگی کا فیصلہ مت کرنا! حضرت علی نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو بخدا تم اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ کتاب اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو جاؤ خواہ وہ تمہارے حق میں ہو یا خلاف! عورت نے کہا میں کتاب اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں خواہ میرے حق میں ہو یا خلاف!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور معاویہ کو حکم بنا کر بھیجا گیا اور ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تمہاری رائے میں ان کا اجتماع درست ہو تو ان کو مجتمع کر دو اور اگر تمہاری رائے میں ان کی تفریق درست ہو تو ان میں تفریق کر دو، معمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ان کو بھیجنے والے حضرت عثمان تھے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ دونوں حکم اگر چاہیں تو جمع کر دیں اور اگر چاہیں تو تفریق کر دیں۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دونوں حکم تفریق کرنا چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر جمع کرنا چاہیں تو جمع کر دیں۔

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے عدم نفقہ، مفقود، ظلم وضرر کی دس صورتوں میں مذہب مالکیہ کے مطابق قاضی کے طلاق نافذ کرنے اور حکمین کی تفریق کا جو جواز بیان کیا تھا ہم نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے متعدد حوالے بیان کر دیے ہیں تا کہ کسی شخص کو یہ خیال نہ ہو کہ ان صورتوں میں صرف امام مالک کے اقوال

[1] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۶ ص ۵۱۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ
[2] 〃 〃 〃 المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 المصنف ج ۶ ص ۵۱۳، ۵۱۲ 〃 〃

پر فسخ نکاح ہے۔

علاوہ ازیں ائمہ احناف نے ضرورت کے مواقع پر دوسرے ائمہ کے اقوال اور خصوصاً امام مالک کے قول پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں ہم یہاں فقہاء احناف کی آراء نقل کر دیں۔

مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء

مذہب غیر پر فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان الحکم ثلاثة انواع منه ما لا یصح اصلا وان نفذه الف قاض وهو ما خالف کتابا او سنة مشهورا او اجماعا ومنه ما ثبت فیه الخلاف قبل الحکم ویرتفع بالحکم حتی لو دفع الی قاض اخر لا یراه امضاه ومنه ما ثبت الخلاف بعد الحکم ای وقع الخلاف فی صحة الحکم به فهذا ان رفع الی قاض اخر فان کان لا یراه ابطله وان کان یراه امضاه۔[1]

قاضی کے حکم کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جس میں اس کا حکم بالکل صحیح نہیں ہے خواہ ہزار قاضی اس حکم کی توثیق کر دیں یہ وہ حکم ہے جو کتاب اللہ، سنت مشہورہ یا اجماع کے خلاف ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم سے پہلے مجتہدین کا اختلاف ہو، ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو وہ اس کو نافذ کر دے خواہ اس دوسرے قاضی کے نزدیک (یعنی اس کے مذہب میں) وہ حکم صحیح نہ ہو، تیسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم کے بعد اختلاف پیدا ہوا ہو ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو اگر وہ اس کو جائز سمجھتا ہو تو نافذ کر دے اور اگر ناجائز سمجھتا ہو تو اس حکم کو باطل کر دے۔

علامہ شامی نے دوسری قسم کی ایک اور جگہ اسی بحث میں یہ مثال دی ہے کہ ایک شافعی قاضی توبہ کے بعد محدودین کی شہادت پر فیصلہ کر دے اور یہ فیصلہ حنفی قاضی کے پاس آئے تو وہ اس کو نافذ کر دے ہر چند کہ یہ فیصلہ حنفی قاضی کے مذہب کے خلاف ہے۔[2]

مذہب غیر پر قضاء کی دوسری شکل یہ ہے کہ قاضی مجتہد ہو اور دوسرے امام اور مجتہد کی رائے اس کے اجتہاد کے موافق ہو اور اس کا اجتہاد اپنے مذہب کے خلاف ہو اس صورت میں اگر وہ دوسرے امام کے مذہب کے مطابق فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ صحیح ہے اور نافذ ہو جائے گا یہ اس سے عام ہے کہ اس مسئلہ میں ضرورت ہو یا نہ ہو۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

یشترط لصحة القضاء ان یکون

قاضی کے فیصلہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " رد المحتار ج ۳ ص ۵۵۴،

موافقا لرأيه اي لمذهبه مجتهدا كان او مقلدا فلو قضى بخلافه لا ينفذ لكن في البدائع انه اذا كان مجتهدا ينبغي ان يصح و يحمل على انه اجتهد فأداه اجتهاده الى مذهب الغير ويؤيده ما قدمناه رسالة العلامة قاسم مستدلا بما في السير الكبير[1]

وہ فیصلہ اس کے مذہب کے موافق ہو، اگر وہ فیصلہ اس کے مذہب کے خلاف ہے تو نافذ نہیں ہوگا، خواہ قاضی مجتہد ہو یا مقلد، لیکن بدائع الصنائع میں یہ ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو اس کا یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور اس پر محمول ہوگا کہ اس کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہوا ہے، اس کی تائید علامہ قاسم کے اس رسالہ سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر سیر کبیر سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مذہب غیر پر قضاء اور افتاء کی تیسری صورت یہ ہے کہ قاضی اور مفتی کے نزدیک پیش آمدہ مسئلہ میں ہرچند کہ صحیح مذہب وہی ہو جو اس کے امام کا ہے لیکن اس کے امام کے قول پر مسئلہ حل نہیں ہوتا اس وجہ سے بربنائے مصلحت و ضرورت وہ دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیتا ہے یا قضاء کرتا ہے تو اس ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے اس کی قضاء اور فتویٰ صحیح ہے۔

ائمہ احناف کے نزدیک جو شخص غائب ہو اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غائب کے بارے میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔

علامہ شامی اس بحث میں لکھتے ہیں:

لو برهن على الغائب وغلب على ظن القاضي انه حق لا تزوير ولا حيلة فيه فينبغي ان يحكم عليه وله وكذا للمفتي ان يفتي بجوازه دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهد فيه ذهب اليه الائمة الثلاثة وفيه روايتان عن اصحابنا وينبغي ان ينصب عن الغائب وكيل يعرف انه يراعي جانب الغائب ولا يفرط في حقه واقره في نور العين قلت يؤيده ما يأتي قريبا في المسخر وكذا ما في الفتح من باب

اگر غائب کے خلاف دلیل قائم کر دی گئی اور قاضی کا گمان غالب یہ ہے کہ یہ حق ہے جھوٹ نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حیلہ ہے تو غائب کے خلاف یا اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہیے اسی طرح مفتی بھی یہ فتویٰ دے سکتا ہے تاکہ حرج نہ ہو اور لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور اس میں ضرورت ہے، علاوہ اس کے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور ہمارے اصحاب کے بھی اس میں دو قول ہیں، اور مناسب یہ ہے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل کر لیا جائے جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ غائب کی رعایت کرے گا اور اس کے حق میں کمی نہیں کرے گا، نور العین میں اس کو برقرار رکھا ہے اور عنقریب مسخر میں اس کا ذکر ہوگا اس طرح فتح القدیر میں

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۳۶۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

المفقود لایجوز القضاء علی الغائب الا اذا رای القاضی مصلحۃ فی الحکم له وعلیه فانه ینفذ لانه مجتهد فیه اھ قلت وظاھرہ ولو کان القاضی حنفیا ولو فی زماننا ولاینافی ما مر لان تجویز ھذا للمصلحۃ والضرورۃ۔[1]

مفقود کی بحث میں ہے ، جب قاضی ، غائب کے خلاف یا اس کے حق میں کوئی مصلحت دیکھے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اس کا حکم نافذ ہو جائے گا کیونکہ وہ مجتہد فیہ ہے۔ (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ خواہ قاضی حنفی ہو اور خواہ ہمارے زمانہ میں ہو اور یہ قاعدہ پہلے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کو ضرورت اور مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

بلاضرورت مذہب غیر پر قضاء صحیح نہ ہونے کی وجہ

علامہ شامی بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ اگر قاضی کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہو تو مذہب غیر کے مطابق اس کا فیصلہ صحیح ہے پھر اس کا کیا سبب ہے کہ وہ جگہ جگہ یہ قید لگاتے ہیں کہ ضرورت اور مصلحت کے وقت مذہب غیر پر قاضی کا فیصلہ صحیح ہے ورنہ نہیں ، اس کی وجہ علامہ شامی نے یہ بیان کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں سلطان اس شرط پر کسی شخص کو قاضی مقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب صحیح کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں :

بخلاف الحنفی فانه وان صح حکمه بغیر مذھبه علی احد القولین لکنه فی زماننا لایصح اتفاقا لتقیید السلطان قضاته بالحکم بالصحیح من مذھبنا فلا ینفذ حکمه بالضعیف فضلا عن مذھب الغیر فافھم۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۱۷۱، مطبوعہ استنبول۔)

ہر چند کہ ایک قول کے مطابق حنفی قاضی کا مذہب غیر پر فیصلہ کرنا صحیح ہے لیکن ہمارے زمانہ میں یہ بالاتفاق صحیح نہیں ہے کیونکہ اب سلطان اس شرط پر قاضی کا تقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کے صحیح قول کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لیے اگر اس نے قول ضعیف پر بھی فیصلہ کیا تو وہ بالاتفاق نافذ نہیں ہو گا چہ جائیکہ اس کا فیصلہ مذہب غیر پر ہو ، فافھم۔

یہ علامہ شامی اپنے زمانہ کے عرف کی بات کر رہے ہیں اور ہمارے زمانہ کا عرف یہ ہے کہ قاضی کے تقرر کے وقت یہ شرط نہیں لگائی جاتی اس لیے اب حنفی قاضی کا فیصلہ مذہب غیر پر مطلقاً صحیح ہو گا۔ اور ضرورت اور مصلحت کے وقت بطریق اولیٰ صحیح ہو گا۔

بالخصوص امام مالک کے اقوال پر افتاء اور قضاء کے بارے میں تصریحات

ضرورت اور مصلحت کی بنا پر مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کی بحث میں علامہ شامی لکھتے ہیں :

لقول القھستانی لوافتی به فی موضع

علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اگر ضرورت کی بناء پر

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ، ردالمحتار ج ۴ ص ۱۷۱ ۔ ۱۷۰ ، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ، ۱۳۲۷ھ

الضرورة لا بأس به علی ما اظن اھ قلت و نظیر ھذہ المسئلة عدۃ ممتدۃ الطھر التی بلغت برؤیۃ الدم ثلٰثۃ ایاما ثم امتد طھرھا فانھا تبقی فی العدۃ الی ان تحیض ثلاث حیض و عند مالک تنقضی عدتھا بتسعۃ اشھر وقد قال فی البزازیۃ الفتوٰی فی زماننا علی قول مالک وقال الزاھدی کان اصحابنا یفتون بہ للضرورۃ و اعترضہ فی النھر بانہ لا داعی الی الافتاء بمذھب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذھبہ وعلٰی ذٰلک ذھب ابن وھبان فی منظومتہ ھناک لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ۔ ؎

امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا تو جائز ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ جو عورت تین دن کے حیض سے بالغ ہوئی ہو اور پھر اس کا طہر ہمیشہ جاری رہے تو احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہی ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کی عدت نو ماہ ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فتویٰ امام مالک کے قول پر ہے، اور فقیہ زاہدی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب ضرورت کی بناء پر امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، النہر میں اس پر یہ اعتراض ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کی کیا ضرورت ہے، کسی مالکی عالم سے فتویٰ لیا جائے جو اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے۔ ابن وہبان نے بھی اسی کے موافق کہا ہے (علامہ شامی کہتے ہیں) لیکن ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورت اس جگہ ہوگی جہاں مالکی عالم موجود نہ ہو۔

علامہ قہستانی فرماتے ہیں:

قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسہ بعدھا کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا بأس بہ علی ما اظن۔ ؎

امام مالک اور اوزاعی نے کہا کہ مفقود کی عورت چار سال تک ٹھہرے اس کے بعد اس کا نکاح کر دیا جائے، جیسا کہ نظم میں ہے پس اگر ضرورت کی وجہ سے اس قول پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ محمد علاؤ الدین لکھتے ہیں:

نعم مذھب مالک والقدیم من مذھب الشافعی تقدیرہ باربع سنین لکن فی حق عرسہ لا غیر فتنکح بعدھا کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان

ہاں امام مالک کا مذہب اور امام شافعی کا قدیم مذہب یہ ہے کہ مفقود کو چار سال بعد مردہ قرار دیا جائے گا لیکن یہ صرف اس کی بیوی کے معاملہ میں ہے، یعنی چار سال بعد اس کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر ضرورت کے مواقع

؎ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۵۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

؎ علامہ محمد قہستانی حنفی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۳ ص ۲۶۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور ۱۲۹۱ھ۔

لا باس بہ کذا فی القہستانی۔[1]

پر اس قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی ضرورت کی وجہ سے امام مالک کے قول پر فتویٰ کو جائز قرار دیا ہے[2]

علامہ قہستانی فرماتے ہیں:

لانہ کالتلمیذ لابی حنیفۃ ولذا مال اصحابنا الی بعض اقوالہ ضرورۃ کما فی دیباجۃ المصفی۔[3]

امام مالک، امام ابوحنیفہ کے بمنزلہ شاگرد ہیں، مصفی کے دیباچہ میں لکھا ہے اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے ضرورت کے وقت امام مالک کے اقوال کی طرف میلان کیا ہے۔

علامہ شامی، علامہ قہستانی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفی حاشیۃ الفتال وذکر الفقیہ ابواللیث فی تاسیس النظائر انہ اذا لم یوجد فی مذہب الامام قول فی مسئلۃ یرجع الی مذہب مالک لانہ اقرب المذاہب الیہ اھ[4]

حاشیۃ الفتال میں لکھا ہے کہ فقیہ ابواللیث سمرقندی نے تاسیس النظائر میں کہا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام اعظم کا قول نہ ملے تو امام مالک کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ وہ باقی مذاہب کی بہ نسبت امام اعظم کے زیادہ قریب ہیں۔

ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کے مطابق فتویٰ دینے یا قضاء پر بحث و نظر

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت دینا صرف امام مالک کا مذہب ہے اور جمہور ائمہ اس کے مخالف ہیں، نیز قرآن مجید نے منکوحہ غیر کو صاف حرام کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والمحصنٰت من النساء "وہ منکوحہ غیر تم پر حرام ہے" اور منکوحہ غیر کا مفقود کے نکاح میں ہونا یقیناً معلوم ہے اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک بلکہ موہوم ہے اور تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور چار برس کی مہلت صرف حضرت عمر کی تقلید ہے اس پر کوئی فقہی دلیل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد نکاح کی اجازت دینا جمہور کا مسلک ہے، صرف امام اعظم ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے، امام مالک کے علاوہ امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اور فقہاء شافعیہ اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، امام احمد کا موقف بھی یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور والمحصنٰت من النساء آیت کریمہ اس پر محمول ہے کہ جب منکوحہ غیر کا کسی شرعی دلیل سے نکاح فسخ نہ کر دیا گیا ہو تو وہ غیر پر حرام ہے ورنہ عنین کی صورت میں جب ایک

[1] علامہ محمد علاء الدین حنفی من علماء قرن حادی العشر، الدر المنتقی علی ملتقی الابحر ج ۱ ص ۱۴۷-۱۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ۔

[3] علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز (شرح وقایۃ الروایۃ) ج ۲ ص ۳۶۴، مطبوعہ مطبع منشی نو لکشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ۔

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

سال کی مہلت کے بعد قاضی منکوحۂ غیر کا نکاح فسخ کر دیتا ہے تو اس کا غیر سے نکاح کس طرح جائز ہوتا ہے؟ حالانکہ وہ بھی منکوحۂ غیر ہے، جس طرح یہاں قاضی کی تفریق "والمحصنٰت من النساء" کے معارض نہیں ہے اسی طرح مسئلہ مفقود میں بھی قاضی کا فیصلہ "والمحصنٰت من النساء" کے معارض نہیں ہے[1]۔ اسی طرح لعان میں بھی احناف کے نزدیک قاضی کی تفریق کے بعد عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور ان دونوں صورتوں میں بغیر شوہر کی طلاق کے عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ "والمحصنٰت من النساء" کے خلاف ہے۔ باقی رہا یہ کہنا کہ نکاح یقینی تھا اور موت کا شک ہے اور شک یقین سے زائل نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت موت کے شک کی بناء پر نہیں دی گئی قاضی کے فیصلہ کی بناء پر دی گئی ہے، جیسا کہ لعان، ایلاء اور عنین کے مسائل میں ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں صرف حضرت عمر کی تقلید کی گئی ہے۔ حضرت عمر[2] اور حضرت عثمان نے تمام صحابہ کے سامنے یہ فیصلہ کیا تھا اور کسی صحابی نے ان سے اختلاف نہیں کیا اس لیے یہ مسئلہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور اس کے خلاف جو دار قطنی کی روایت پیش کی جاتی ہے اس کی سند ضعیف ہے جس کو ہم اس سے پہلے علامہ ابن ہمام کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

نان نفقہ، کپڑے اور رہائش وغیرہ میسر نہ ہونے کی صورت میں ہم نے جو ضرورت کی بناء پر امام مالک یا دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کا ذکر کیا ہے اس میں وجہ ضرورت پر گفتگو کرتے ہوئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ رہا دعویٰ ضرورت اس کا حال یوں کھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں باآنکہ انھیں شرعاً نکاح ثانیہ کی اجازت ہے۔ اپنی ایک جھوٹی رسم کی پیروی سے عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اس وقت نہ انھیں ضرورت سوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان و نفقہ کہاں سے ملے گا مگر خاوند مفقود ہو تو یہ سب دعویٰ ہجوم کرتے ہیں اگر ضرورت کا دعویٰ سچا ہے تو وہاں کیونکر صبر ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام بیوہ عورتوں کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ جھوٹی رسم کی خاطر عمر بھر نکاح نہیں کرتیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن بعض عورتوں نے نکاح نہ کیا ہو ان کے لیے نان و نفقہ کے دوسرے ذرائع موجود ہوں یا وہ عمر رسیدہ خواتین ہوں اور ان کو اپنی عزت اور عصمت پر کسی اسیر پنجۂ ہوس کے حملہ کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر مفقود کی ایک نوجوان عورت کے پاس نان و نفقہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور وہ اس پر فتن دور میں اپنی عصمت کو محفوظ رکھتے ہوئے کسب معاش نہیں کر سکتی اور وہ آپ سے پوچھتی ہے کہ اسلام میں اس کے اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ تو کیا آپ اس کو یہ بتلائیں گے کہ نوّے سال تک تم بے سایۂ دیوار بھوکی پیاسی بیٹھی رہو اور نوّے سال گزرنے کے بعد جب تم بوڑھی فرتوت ہو جاؤ تو کسی مرد سے شادی کر لینا!

قرآن مجید کے مطالعہ سے اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کا نظریہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے

[1] بعض فقہاء نے عنین اور مفقود میں یہ فرق کیا ہے کہ مفقود میں خاوند کے مل جانے کی امید ہے اور عنین میں اس کے ٹھیک ہونے کی امید نہیں ہے لیکن یہ فرق باطل ہے کیونکہ ایک سال علاج کی مہلت کے بعد اگر عنین ٹھیک نہ ہو تو قاضی تفریق کر دیتا ہے حالانکہ ایک سال کے بعد اس کے ٹھیک نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس کے بعد بھی اس کے ٹھیک ہونے کی امید ہے۔

[2] حضرت عمر کے رجوع کی حکایت صحیح نہیں ہے۔ منہ

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چار بیویوں کی اجازت دینے کے ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے: فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (نساء: ۱۲۹) "ایک بیوی کی طرف بالکل اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو معلق چھوڑ دو" اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بیوی کو معلق چھوڑ دینا از روئے قرآن ممنوع ہے، اور جب شوہر کی موجودگی میں عورت کو معلق چھوڑ دینے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے تو شوہر کے مفقود ہونے کی صورت میں عورت کو معلق چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب پسندیدہ ہو سکتا ہے! نیز اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں زیادہ سے زیادہ چار ماہ مدت مقرر کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر (البقرہ: ۲۲۶) "جو لوگ اپنی عورتوں سے دور رہنے کی قسم کھا لیں وہ چار ماہ تک ٹھہر سکتے ہیں" چنانچہ فقہاء احناف اس آیت کی روشنی میں کہتے ہیں کہ اگر ایلاء کرنے والے نے چار ماہ کے اندر رجوع نہیں کیا تو چار ماہ پورے ہونے کے بعد عورت پر از خود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، غور کیجئے خاوند موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو چار ماہ سے زیادہ بیوی سے دور رہنے کے التزام کی اجازت نہیں دیتا کہ اتنے عرصہ عورت اپنے شوہر کی مقاربت سے محروم رہنے کی وجہ سے معصیت میں مبتلا ہو جائے یا کہیں وہ عورت حدود اللہ سے تجاوز کے خطرہ میں نہ پڑ جائے تو خاوند کے مفقود ہونے کی شکل میں اسے نوے سال یا مدت العمر تک بغیر خاوند کے رکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب جائز ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ولا تمسکوھن ضرارا (البقرہ: ۲۳۱) "جس کا منشاء صاف طور پر یہ ہے کہ رشتہ ازدواج میں ضرار نہیں ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا مدت العمر تک انتظار کا حکم دینے میں انتہا درجہ کا ضرار ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ (البقرہ: ۲۲۹) "اگر بیوی اور شوہر کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اگر عورت خلع کر کے علیحدہ ہو جائے تو دونوں پر کچھ حرج نہیں" اس آیت میں حدود اللہ کی حفاظت کو رشتہ ازدواج کے قیام پر مقدم رکھا گیا ہے اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس عورت کا شوہر برسوں سے مفقود ہو اس کے لیے حدود اللہ پر قائم رہنا نہایت دشوار ہے، ان تمام آیات میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں ان کے مقاصد پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا ایک غیر معلوم مدت تک انتظار کرنے کا حکم دینا ایک ناعاقبت اندیشانہ اقدام ہے اور یہ حکم قرآن کی روح سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور اس مسئلہ میں صحیح حکم وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے اور حضرت امام مالک، حضرت امام احمد کا مسلک ہے۔ اور یہی حضرت امام شافعی کا قول قدیم ہے اور اکثر فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنفیہ کا بھی مختار ہے۔

ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے مذہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ

ضرورت کی بناء پر ہم نے خاوند اور بیوی کے درمیان تفریق کی صورتیں بیان کی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱)۔ اگر کوئی شخص افلاس کی بناء پر بیوی کو نفقہ نہیں دے رہا اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے اور قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

(۲)۔ اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا تو وہ قاضی کے ہاں مقدمہ کرے اور قاضی اس کے مفقود الخبر ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد اسے چار سال انتظار کا حکم دے پھر عدت وفات کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔ امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اسی پر فقہاء شافعیہ کا فتویٰ ہے۔

(۳)۔ اگر شوہر مفقود الخبر ہو اور عورت کے گزارے کے لیے بالکل خرچ نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے نزدیک

قاضی فی الفور تفریق کر دے گا، امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۴)۔ اگر شادی کے بعد خاوند کسی طویل المیعاد بیماری میں مبتلا ہو گیا اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں تو عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور تفریق کر دے گا۔ یہ بھی امام مالک کا مذہب ہے۔

(۵)۔ اگر خاوند کو لمبی مدت کے لیے سزا ہو گئی اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں ہے تب بھی امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے گا۔

(۶)۔ خاوند غائب ہو اس کا پتا معلوم ہو اور اس سے ڈاک کا رابطہ بھی ہو اور وہ خوشحال بھی ہو لیکن تنگ کرنے کے لیے عورت کا خرچ نہ دے اور نہ اس کو طلاق دے، تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قاضی اس کو طلاق دے سکتا ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۷)۔ خاوند حاضر اور موجود ہو اور وہ مالدار بھی ہو لیکن عورت کو نفقہ دیتا ہو نہ طلاق دیتا ہو تو امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی طلاق نافذ کر دے گا۔

(۸)۔ عورت یہ ثابت کر دے کہ خاوند اس پر ظلم کرتا ہے مثلاً بلاوجہ مار پیٹ یا گالم گلوچ کرتا ہے تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے مذہب میں قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

(۹)۔ ناچاقی کی صورت میں جب صلح کا امکان نہ رہے تو امام مالک کے نزدیک دو حکم مقرر کیے جائیں اور وہ اپنی صوابدید سے زوجین میں تفریق کر سکتے ہیں۔

(۱۰) مفقود الخبر اگر جنگی صفوں کے درمیان سے غائب ہوا ہے تو امام مالک کے نزدیک حاکم اس کو ایک سال بعد نکاح کی اجازت دے دے گا اس میں عدت وفات نہیں ہے۔

ان تمام صورتوں کا ہم نے ائمہ مذاہب کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے اس پر دلائل قائم کر دیے ہیں۔

مذہب غیر پر عدالت کی طلاق کا حکم

امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذاہب پر ہم نے جو دس صورتیں بیان کی ہیں عورت کے مطالبہ پر قاضی کے طلاق دینے اور نکاح فسخ کرنے کا حق بیان کیا ہے ان صورتوں میں اگر پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک کی عدالتوں میں سے کسی عدالت نے طلاق نافذ کر دی یا نکاح فسخ کر دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

فاما اذا کان من اھل الاجتھاد ینبغی ان یصح قضاءہ فی الحکم بالاجماع ولا یکون لقاض آخر ان یبطلہ لانہ لا یصدق علی النسیان بل یحمل علی انہ اجتھد فادی اجتھادہ الی مذھب خصمہ فقضی بہ فیکون قضاءہ باجتھادہ فیصح لانھا حادثۃ وھی محل

جب قاضی مجتہد ہو اور وہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کے مذہب کے مطابق کسی مقدمہ میں فیصلہ کر دے تو اس کا یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہے اور دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے مسترد کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے بھول کر یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ قاضی نے اس مسئلہ میں اجتہاد (غور و فکر) کیا اور اس کا

الاجتهاد بداية (الى قوله) لاتفاق اهل الاجتهاد على ان للقاضي ان يقضي في محل الاجتهاد بما يؤدي اليه اجتهاده فكان هذا متفقا على صحته. [۱]

اجتہاد، دوسرے امام کے مذہب کے مطابق ہو گیا اور اس نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا لہٰذا جو مسائل محل اجتہاد ہیں ان میں اس کا یہ فیصلہ صحیح ہے، کیونکہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی محل اجتہاد میں اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے، لہٰذا اس فیصلہ کی صحت پر اتفاق ہے۔

خاوند کے پیش نہ ہونے پر عدالت کی طلاق کا حکم

اگر ان دس صورتوں میں سے کسی صورت میں عورت قاضی کے ہاں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے اور خاوند عدالت میں پیش نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ خاوند کی طرف سے وکیل کر لیا جائے اور اگر وکیل نہیں کیا گیا اور عدالت نے عورت کے حق میں فیصلہ کر کے طلاق نافذ کر دی یا طلاق دے دی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ قضاء للغائب صحیح ہے اس لیے نکاح فسخ ہو جائے گا اور چونکہ فقہاء احناف کے نزدیک ضرورت کی بناء پر مذہب غیر پر عمل جائز ہے اور ان دس صورتوں کا تعلق ضرورت سے ہی ہے اس لیے احناف کے نزدیک بھی یہ طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا رای القاضي المصلحة في الحكم للغائب وعليه فحكمه ينفذ لانه مجتهد فيه. [۲]

جب قاضی غائب کے حق میں یا غائب کے خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت دیکھے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا، کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

میں نے اس مسئلہ میں کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان مسائل میں عورتیں اور ان کے متعلقین پریشان پھرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتلائیے جب خاوند عورت کو نہ آباد کرے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے۔ یا ایک جوان عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا یا پاگل ہو گیا یا کسی اور لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گیا یا کسی جرم کی وجہ سے اس کو عمر قید کی سزا ہو گئی اور اس کی بیوی کے خرچ کی کوئی سبیل نہیں، شوہر طلاق دینے کا اہل نہیں یا دیتا نہیں اور اس پر فتن دور میں وہ عورت عزت و آبرو کے ساتھ کسب معاش نہیں کر سکتی، بتلائیے وہ عورت کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ تو ہمارے زمانے کے مفتی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اسی شوہر کے نکاح میں بیٹھی رہے جب تک وہ طلاق نہیں دیتا وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی فقہ حنفی کا یہی حکم ہے۔ اور اگر وہ عورت عدالت میں چلی جائے اور شوہر پیش نہ ہو اور عدالت طلاق دے دے تو ہمارے زمانے کے مفتی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی طلاق ہے۔ اس وجہ سے میرے دل میں مدت سے یہ تڑپ تھی کہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کروں۔ صحیح مسلم میں

---

[۱] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۵، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

[۲] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۶۹ - ۳۶۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

نان و نفقہ سے متعلق حدیث کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اپنے اقوال میں بے شک اس مسئلہ کا حل نہیں ہے لیکن امام اعظم کے اقوال سے ہی فقہاء حنفیہ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا، قضاء کرنا اور عمل کرنا جائز ہے سو اس قاعدہ کی روشنی میں میں نے ائمہ ثلاثہ خصوصاً امام مالک اور امام احمد کے اقوال کے مطابق ان مسائل کا حل بیان کیا ہے اور میں نے صرف ان اقوال پر اکتفاء نہیں کی بلکہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ، اور اقوال تابعین سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے۔ میری یہ کاوش صرف اس لیے ہے کہ کوئی شخص اسلام کو ناقابل عمل دین نہ سمجھے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اسلام میں ہر پیش آمدہ مشکل کا حل موجود ہے اگر ہم اس حل کو تلاش نہیں کر سکتے تو یہ ہماری فہم اور مطالعہ کی کمی ہے۔ اسلام میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اے اللہ! اس مقالہ کو نافع بنا، اسے قبول عام عطا فرما، اس کے مصنف، قاری اور معاون کی خطاؤں سے درگزر کر اور ان کے لیے دارین کی خیر اور سعادت کو مقدر کر دے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد غر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ جَوَازِ خُرُوْجِ الْمُعْتَدَّةِ الْبَائِنِ وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا فِى النَّهَارِ لِحَاجَتِهَا

معتدہ کے لیے بوقت ضرورت دن میں گھر سے نکلنے کا بیان

۳۶۱۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ طُلِّقَتْ خَالَتِيْ فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَاِنَّكِ عَسٰى اَنْ تَصَدَّقِيْ اَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی انھوں نے اپنے باغ کی کھجوروں کو توڑنے کا ارادہ کیا، انھیں گھر سے باہر نکلنے پر ایک شخص نے ڈانٹا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! تم اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لو، ہو سکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ دو یا کوئی اور نیکی کرو۔

دورانِ عدت دن میں معتدہ کے گھر سے نکلنے میں مذاہبِ فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور دوسرے فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ معتدہ بوقت ضرورت دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے، عدت وفات میں امام ابوحنیفہ بھی جمہور کے موافق ہیں اور جو عورت عدت طلاق ثلاثہ گزار رہی ہو اس کے بارے میں فرماتے ہیں وہ دن اور رات کے کسی وقت میں گھر سے باہر نہ نکلے۔[1]

دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کے عدم جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل

امام ابوحنیفہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ولا یخرجن (طلاق: ۱) "اور مطلقہ عورتیں خود بھی گھر سے نہ نکلیں" یہ آیت مطلقہ عورتوں کے گھر سے نہ نکلنے کے بارے میں صریح نص قطعی ہے اور بیوہ عورت کے بارے میں ایسی نص نہیں ہے، نیز بیوہ عورت کا نفقہ شوہر کے وارثوں کے ذمہ فرض نہیں ہے اس لیے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نفقہ کی جدوجہد میں دن کے وقت گھر سے باہر جا سکتی ہے، اس کے برخلاف مطلقہ عورت کا نفقہ چونکہ شوہر کے ذمہ فرض ہے اس لیے اس کو گھر سے نکلنے کی کوئی شرعی حاجت نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

حضرت جابر کی روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر کی خالہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا ہو اور خلع میں عدت کا نفقہ معاف کر دیا ہو اس وجہ سے وہ تلاش معاش میں باہر گئی ہوں اور اس قسم کے مسائل میں احناف کے نزدیک بھی رخصت ہے۔ ہدایہ اور فتح القدیر میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو اور اب منسوخ ہو چکا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر جو اس حدیث کے راوی ہیں خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ مطلقہ کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابوالزبیر نے حضرت جابر سے پوچھا کیا مطلقہ اور بیوہ اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں حضرت جابر نے کہا نہیں! الحدیث۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر اپنی خالہ کے دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے۔[2] نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور وہ گھر سے جانا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو روک لو! اس نے کہا میں نہیں روک سکتا، فرمایا اس کو قید کر لو، کہا اس کے بھائی بہت طاقتور ہیں، فرمایا امیر سے مدد طلب کرو۔[3] اور امام ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور عثمان حج اور عمرہ سے عورتوں کو روکتے تھے تاوقتیکہ وہ عدت پوری کر لیں۔[4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۴۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۱۸۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

بَابُ انْقِضَاءِ عِدَّةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَغَيْرِهَا بِوَضْعِ الْحَمْلِ

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

۳۶۱۶۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ حَرْمَلَةُ نَا وَقَالَ اَبُو الطَّاهِرِ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَاهُ كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَاْمُرُهُ اَنْ يَّدْخُلَ عَلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَسْاَلُهَا عَنْ حَدِيْثِهَا وَعَمَّا قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ اَنَّ سُبَيْعَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ فِيْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ اَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا اَبُو السَّنَابِلِ ابْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَالِيْ اَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرْجِيْنَ النِّكَاحَ اِنَّكِ وَاللّٰهِ مَا اَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتّٰى تَمُرَّ عَلَيْكِ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِيْ ذٰلِكَ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے پوچھیں کہ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیا ارشاد فرمایا تھا، عمر بن عبد اللہ نے عبد اللہ بن عتبہ کو لکھا کہ میں نے حضرت سبیعہ سے جاکر دریافت کیا تھا، انھوں نے فرمایا کہ ان کا نکاح حضرت سعد بن خولہ عامری سے ہوا تھا، جو بنو عامر بن لوی سے تھے۔ حضرت سعد جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہو گیا اس وقت وہ حاملہ تھیں اور ان کی وفات کے چند دنوں بعد وضع حمل ہو گیا، نفاس سے پاک ہونے کے بعد انھوں نے منگنی کرنے والوں کے لیے بناؤ سنگار کیا، اسی اثنا میں ان کے پاس بنو عبد الدار کے قبیلہ سے ابو السنابل بن بعکک نام کے ایک شخص آئے اور کہنے لگے: تم نے بناؤ سنگار کیوں کیا ہے؟ شاید تم نکاح کرنے کا ارادہ کر رہی ہو، قسم بخدا! تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ تم پر چار ماہ اور دس دن پورے نہ ہو جائیں۔ سبیعہ کہتی ہیں جب حضرت ابو السنابل نے یہ کہا تو میں اپنے کپڑے سنبھال کر شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا جیسے ہی میرا حمل وضع ہوا میری عدت پوری ہو گئی اور فرمایا اگر میں چاہوں تو دوسرا نکاح کر سکتی ہوں، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت وضع حمل ہوتے ہی دوسرا نکاح کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ اس وقت اس کا خون جاری ہو البتہ اس کا شوہر پاک ہونے سے

جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حِيْنَ اَمْسَيْتُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَفْتَانِيْ بِاَنِّيْ قَدْ حَلَلْتُ حِيْنَ وَضَعْتُ حَمْلِيْ وَاَمَرَنِيْ بِالتَّزَوُّجِ اِنْ بَدَا لِيْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَلَا اَرٰى بَاْسًا اَنْ تَتَزَوَّجَ حِيْنَ وَضَعَتْ وَاِنْ كَانَتْ فِيْ دَمِهَا غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ۔

پہلے اس سے مقاربت نہیں کر سکتا۔

۳۶۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اجْتَمَعَا عِنْدَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُمَا يَذْكُرَانِ الْمَرْاَةَ تُنْفَسُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِدَّتُهَا اٰخِرُ الْاَجَلَيْنِ وَقَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ قَدْ حَلَّتْ فَجَعَلَا يَتَنَازَعَانِ ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَا مَعَ ابْنِ اَخِيْ يَعْنِيْ اَبَا سَلَمَةَ فَبَعَثُوْا كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ يَسْاَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ فَجَاءَهُمْ فَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ وَاِنَّهَا ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَتَزَوَّجَ۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے اس مسئلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ اگر کسی عورت کے شوہر کی وفات کے چند روز بعد اس کا حمل وضع ہو جائے تو آیا اس کی عدت پوری ہو گی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کی عدت وہ عدت ہے جو دو مدتوں (عدت وفات اور وضع حمل کا زمانہ) میں نسبتاً زیادہ ہو اور ابو سلمہ کہہ رہے تھے کہ وضع حمل کے بعد اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے بھتیجے یعنی ابو سلمہ کے ساتھ ہوں پھر انھوں نے حضرت ابن عباس کے غلام کریب کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا کریب نے آکر یہ بتلایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہ کو اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد نفاس آگیا (یعنی بچہ پیدا ہو گیا) انھوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے انھیں نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔

۳۶۱۸- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ اللَّيْثَ قَالَ فِي حَدِيثِهِ فَأَرْسَلُوا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ وَلَمْ يُسَمِّ كُرَيْبًا۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں لیث کی روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کسی کو روانہ کیا اور کریب کا ذکر نہیں ہے۔

حاملہ بیوہ کی عدت میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام شافعی اور تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جیسے ہی حاملہ عورت کا وضع حمل ہو اسی وقت اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے، خواہ وضع حمل سے ایک لحظہ پہلے اس کے خاوند کا انتقال ہوا ہو، اور خواہ بچہ کامل پیدا ہو یا ناتمام۔ البتہ حضرت علی، حضرت ابن عباس اور سحنون مالکی یہ کہتے ہیں کہ اس کی عدت دو عدتوں (عدت وفات اور عدت حمل) میں نسبتاً لمبی عدت ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر و عشرا۔ "تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں چار ماہ دس دن تک عدت گذاریں"۔ یہ آیت عام ہے کہ بیوی حاملہ ہو یا غیر حاملہ جب خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور قرآن مجید کی دوسری آیت ہے: واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ "حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے"۔ یہ آیت بھی عام ہے کہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اس کی عدت وضع حمل تک ہے، اور جو عورت بیوہ بھی ہو اور حاملہ بھی اس کی عدت کیا ہوگی؟ وضع حمل ہوگی یا چار ماہ دس دن، یہ دونوں آیتیں اس میں متعارض ہیں اس لیے یہاں سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور سنت یہ ہے کہ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا جو بیوہ بھی تھیں اور حاملہ بھی اور خاوند کی وفات کے چند روز بعد ان کے ہاں بچہ ہو گیا تھا آپ نے وضع حمل کے بعد ان کو نکاح کی اجازت دے دی، اس سے معلوم ہوا کہ چار ماہ دس دن والی آیت غیر حاملہ کے ساتھ خاص ہے اور جس آیت میں حاملہ کی عدت کو وضع حمل تک بتایا ہے وہ اپنے عموم پر ہے خواہ وہ حاملہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اس کی عدت وضع حمل ہے[1]۔ ظاہر ہے کہ دونوں آیتیں تعارض کی وجہ سے عموم پر نہیں رہ سکتی تھیں اب کس آیت میں تخصیص کی جائے گی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیان کر سکتے ہیں، کیونکہ وہی نشاء الٰہی سے زیادہ واقف ہیں اور یہ مسئلہ حجیت حدیث پر بھی ایک واضح دلیل ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بَابُ وُجُوبِ الْإِحْدَادِ فِي عِدَّةِ الْوَفَاةِ وَتَحْرِيمِهِ فِي غَيْرِ ذٰلِكَ إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

بیوہ عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کی حرمت

۲۶۱۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ قَالَ قَالَتْ زَيْنَبُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ حَاجَةٌ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا قَالَتْ زَيْنَبُ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى

حمید بن نافع کہتے ہیں کہ زینب بنت ابی سلمہ نے انھیں یہ تین احادیث بیان کی ہیں، حضرت زینب کہتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت ام حبیبہ نے پیلے رنگ کی ایک خوشبو منگائی اور ایک باندی نے وہ خوشبو ان کے رخساروں پر لگائی (وہ پیلے رنگ کی جسم سے چپکنے والی خوشبو دار کوئی چیز تھی) پھر انھوں نے کہا قسم بخدا مجھے اس خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ پھر میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جب ان کے بھائی فوت ہوئے تو انھوں نے خوشبو منگا کر لگائی۔ پھر انھوں نے کہا قسم بخدا! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں نے اپنی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی

الْمِنْبَرِ لَا تَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَقَالَتْ زَيْنَبُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعْتُ أُمِّي أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا أَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ قَالَ حُمَيْدٌ فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ فَقَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَّلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيْبًا وَّلَا شَيْئًا حَتّٰى يَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ تُؤْتٰى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَيْرٍ فَتَفْتَضُّ بِهٖ فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطٰى بَعْرَةً فَتَرْمِي بِهَا ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيْبٍ أَوْ غَيْرِهٖ

۳۶۲۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ ڈال سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا: نہیں! پھر فرمایا یہ سوگ چار ماہ دس دن تک ہے، زمانہ جاہلیت میں تو تم سال پورا ہونے کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھیں۔ حمید نے حضرت زینب سے پوچھا مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت زینب نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو وہ ایک تنگ مکان میں چلی جاتی تھی، خراب کپڑے پہنتی اور خوشبو وغیرہ نہ لگاتی تھی۔ جب اس طرح ایک سال گزر جاتا تو اس کے پاس ایک گدھا، بکری یا کوئی اور جانور یا پرندہ لایا جاتا تو وہ اس پر ہاتھ پھیرتی، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس پر وہ ہاتھ پھیرتی تھی وہ مر جاتا تھا پھر وہ اس مکان سے باہر آتی اس کو مینگنی دی جاتی جس کو پھینک دیتی، پھر اس کے بعد وہ خوشبو یا کسی اور چیز کا استعمال کرتی۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے پیلے رنگ کی خوشبو منگا کر اپنی کلائیوں پر لگائی اور انہوں نے کہا میں یہ اس لیے کر رہی

قالت توفي حميم لأم حبيبة رضي الله تعالى عنها فدعت بصفرة فمسحته بذراعيها وقالت إنما أصنع هذا لأني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا. حدثته زينب عن أمها وعن زينب زوج النبي صلى الله عليه وسلم أو عن امرأة من أزواج النبي صلى الله عليه وسلم.

ہوں اس کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا جو عورت بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے

حضرت زینب نے اس حدیث کو اپنی والدہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت زینب یا ازواج مطہرات میں سے کسی سے روایت کیا۔

۳۶۲۱ - وحدثنا محمد بن مثنى قال نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن حميد بن نافع قال سمعت زينب بنت أم سلمة رضي الله تعالى عنها تحدث عن أمها أن امرأة توفي زوجها فخافوا على عينها فأتوا النبي صلى الله عليه وسلم فاستأذنوه في الكحل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كانت إحداكن تكون في شر بيتها في أحلاسها أو في شر أحلاسها في بيتها حولا فإذا مر كلب رمت ببعرة فخرجت أفلا أربعة أشهر وعشرا.

حضرت زینب بنت ام سلمہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں انھوں نے کہا کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا اس کی آنکھوں میں تکلیف ہو گئی اور لوگوں کو اس کی آنکھ جانے (شدت مرض) کا خدشہ ہوا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے) تم بدترین کوٹھڑی میں چلی جاتی تھیں اور ایک برس تک بدترین چادر پہنے رہتی تھیں اور ایک سال کے بعد جب کوئی کتا گزرتا تو اس پر مینگنی مار کر باہر آتی تھیں، اب تم سے چار ماہ دس دن بھی نہیں ٹھہرا جاتا۔

۳۶۲۲ - وحدثنا عبيد الله بن معاذ قال نا أبي قال نا شعبة عن حميد بن نافع بالحديثين جميعا حديث أم سلمة في الكحل وحديث أم سلمة وأخرى من أزواج النبي صلى الله عليه وسلم غير أنه لم تسمها زينب نحو حديث محمد

ایک اور سند سے حمید بن نافع حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ سے دونوں حدیثیں حسب سابق بیان کرتے ہیں لیکن اس میں محمد بن جعفر کی روایت کی طرح حضرت زینب کا ذکر نہیں ہے۔

بْنِ جَعْفَرٍ۔

۳۶۲۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ نَافِعٍ اَنَّهٗ سَمِعَ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَذْكُرَانِ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ ابْنَةً لَّهَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنُهَا فَهِيَ تُرِيْدُ اَنْ تَكْحُلَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ اِحْدَاكُنَّ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عِنْدَ رَاْسِ الْحَوْلِ وَاِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری لڑکی کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے وہ اس میں سرمہ ڈالنا چاہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے تم سال بھر کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھیں یہ تو صرف چار مہینے اور دس دن ہیں۔

۳۶۲۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا اَتٰى اُمَّ حَبِيْبَةَ نَعْيُ اَبِيْ سُفْيَانَ دَعَتْ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ ذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا غَنِيَّةً سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر آئی تو آپ نے تیسرے دن خوشبو منگا کر اپنے ہاتھوں اور رخساروں پر لگا لی۔ اور فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ اپنے خاوند (کی موت) پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

۳۶۲۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ

نافع کہتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی عبید نے حضرت حفصہ یا حضرت عائشہ یا ان دونوں سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِيْ عُبَيْدٍ حَدَّثَتْهُ عَنْ حَفْصَةَ اَوْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَوْ عَنْ كِلْتَيْهِمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَوْ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا۔

وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائی ہو اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے خاوند کے۔

۳۶۲۶ - وَحَدَّثَنَاهُ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ نَافِعٍ بِاِسْنَادِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ مِثْلَ رِوَايَتِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

۳۶۲۷ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ اَنَّهَا سَمِعَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَابْنِ دِيْنَارٍ وَزَادَ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت حفصہ بنت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی مثل سابق ہے۔

۳۶۲۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ جَمِيْعًا عَنْ نَافِعٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک اور سند سے صفیہ بنت ابی عبید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے حسب سابق روایت کی ہے۔

بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ۔

۳۶۲۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔

۳۶۳۰ - وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَاَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے، رنگ کے کپڑے نہ پہنے، نہ نگین بنے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے، سرمہ لگائے نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے طہارت کے وقت کچھ خوشبو لگا سکتی ہے

۳۶۳۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا عِنْدَ اَدْنٰى طُهْرِهَا نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ حیض سے طہارت کے وقت کچھ خوشبو لگا سکتی ہے

۳۶۳۲ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَيُّوْبُ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع

عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُّحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّلَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا وَقَدْ رُخِّصَ لِلْمَرْاَةِ فِيْ طُهْرِهَا اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

کیا گیا ہے، البتہ شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کا حکم ہے۔ سرمہ لگائیں نہ خوشبو لگائیں، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں۔ البتہ عورت جب حیض سے غسل کرے تو خوشبودار چیز سے غسل کرنے کی اجازت ہے۔

بیوہ عورت کے سوگ میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور جمہور کے نزدیک ہر بیوہ عورت پر سوگ کرنا واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا، صغیرہ ہو یا کبیرہ، کنواری ہو یا ثیبہ، آزاد ہو یا باندی، مسلمہ ہو یا کافرہ، اور امام ابوحنیفہ اور بعض مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ سوگ مسلمان عورت کے ساتھ خاص ہے کتابیہ پر واجب نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو وہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے، اس حدیث میں آپ نے سوگ کو اہل ایمان کے ساتھ خاص کر لیا ہے نیز امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ باندی بیوی اور صغیرہ پر بھی سوگ نہیں ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ ام ولد یا باندی کا شوہر جب فوت ہو جائے تو اس پر سوگ نہیں ہے۔ اور جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اس میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے اس پر سوگ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے اس پر سوگ ہے[1]

علامہ نووی نے بعض مذاہب میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ صحیح نہیں بیان کیا، مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک باندی بیوی پر بھی سوگ ہے، علامہ نووی نے اس کے برعکس بیان کیا ہے۔

بیوہ اور مطلقہ کے سوگ میں فقہاء احناف کا مسلک

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی بیان کرتے ہیں کہ مکلفہ، مسلمہ خواہ منکوحہ باندی ہو، خاوند کے فوت ہونے پر یا نکاح کے منقطع ہونے پر سوگ کرے گی، ہر چند کہ سوگ کا حکم خاوند کے فوت ہونے پر ہے لیکن مطلقہ یا بائنہ بھی بناؤ سنگار سے پرہیز کرے گی کیونکہ بناؤ سنگار نکاح کی رغبت دلاتا ہے اور عدت کے دوران اس کو نکاح کے لیے پیش ہونے سے روکا گیا ہے۔ سوگ میں وہ زیورات، ریشمی کپڑے، خوشبو، تیل اور کنگھی پٹی سے پرہیز کرے گی سرمہ اور مہندی بھی نہیں لگائے گی۔ مجنونہ پر سوگ نہیں ہے، مالک کے فوت ہونے کے بعد ام ولد پر بھی سوگ نہیں ہے، جو عورت عدت گذار رہی ہو اس کو صراحتہً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے اور جو عورت طلاق کی عدت گذار رہی ہو اس کو گھر سے نکلنے کی مطلقاً اجازت نہیں، دن میں نہ رات میں، اور جو عورت عدت وفات گذار رہی ہو وہ بوقت ضرورت دن یا رات میں نکل سکتی ہے، لیکن رات کا اکثر حصہ گھر میں گزارے، اس کو اجازت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۶ - ۴۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

اسی لیے وہی ہے کہ وہ اپنے اخراجات کی خود ذمہ دار ہے اس کے برخلاف مطلقہ کے اخراجات کا کفیل اس کا خاوند ہوتا ہے اسی لیے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے جب مطلقہ عدت گذار رہے تو اس کے اور خاوند کے درمیان حجاب ضروری ہے کیونکہ طلاق بائن یا مغلظہ کے بعد وہ اجنبی عورت کی طرح ہے [1]

[1] علامہ علاؤالدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، حصلہ درمختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۸۔۵۲۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

جلد ثالث

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ اللِّعَانِ

۳۶۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ أَرَأَيْتَ يَا عَاصِمُ لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَسَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللَّهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس آئے اور کہا اے عاصم یہ بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس مرد کو قتل کر دے (اور اگر وہ ایسا کرے) تو تم اس شخص کو قتل کر دو گے! پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم تم میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کر دو۔ حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسائل کا دریافت کرنا برا سمجھا اور ان کی مذمت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب حضرت عاصم پر شاق گزرا، جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو ان کے پاس حضرت عویمر آئے اور پوچھا اے عاصم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا، آپ نے اس کو ناگوار سمجھا، حضرت عویمر نے کہا، بخدا میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا جب تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہ پوچھ لوں! پھر حضرت عویمر لوگوں کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا اس کو قتل کر دے (اگر وہ ایسا کرے) تو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ؟ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَزَلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَّأْمُرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ۔

آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے یا پھر وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے، جاؤ اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا، میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اب اگر اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں گا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دینے سے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

۳۶۳۴ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ بَنِيْ عَجْلَانَ أَتٰى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَّأَدْرَجَ فِي الْحَدِيْثِ قَوْلَهٗ وَكَانَ فِرَاقُهٗ إِيَّاهَا بَعْدُ سُنَّةً فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ حَامِلًا فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعٰى إِلٰى أُمِّهٖ ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ أَنَّهٗ يَرِثُهَا وَتَرِثُ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهَا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر انصاری رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو عجلان سے تھے وہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عویمر کا اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا بعد میں لعان کرنے والوں میں رائج اور معمول بن گیا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی بیوی حاملہ تھی اور اس بچہ کو ماں کی طرف منسوب کیا گیا تھا، پھر یہ طریقہ ہو گیا کہ ایسا بچہ ماں کا وارث ہوتا تھا اور ماں اس کی وارث ہوتی تھی۔

۳۶۳۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَعَنِ السُّنَّةِ فِيْهِمَا عَنْ حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَخِيْ بَنِيْ سَاعِدَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا وَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ وَزَادَ فِيْهِ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا شَاهِدٌ وَّقَالَ فِي الْحَدِيْثِ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكُمُ التَّفْرِيْقُ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ.

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا یارسول اللہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو وہ کیا کرے! اس کے بعد وہی قصہ مروی ہے اور اس روایت میں یہ زیادہ ہے کہ دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا اور اس حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشاد کرنے سے پہلے اس نے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدہ ہوگیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعان کرنے والوں کے درمیان اس طرح علیحدگی ہوگی۔

۳۶۳۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فِيْ اِمْرَةِ مُصْعَبٍ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ فَمَا دَرَيْتُ مَا اَقُوْلُ فَمَضَيْتُ اِلٰى مَنْزِلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ اسْتَاْذِنْ لِيْ قَالَ اِنَّهٗ قَائِلٌ فَسَمِعَ صَوْتِيْ قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ادْخُلْ فَوَاللّٰهِ مَا جَاءَ بِكَ هٰذِهِ السَّاعَةَ اِلَّا حَاجَةٌ فَدَخَلْتُ فَاِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْذَعَةً مُّتَوَسِّدٌ وِسَادَةً

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے مصعب بن زبیر کے زمانہ خلافت میں لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان میں تفریق کردی جائے گی؟ سعید کہتے ہیں مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا۔ میں مکہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر گیا، میں نے لڑکے سے کہا میرے لیے اجازت طلب کرو! اس نے کہا وہ اس وقت سورہے ہیں، حضرت ابن عمر نے میری آواز سن لی اور پوچھا کیا ابن جبیر ہیں؟ میں نے کہا جی! انھوں نے فرمایا اندر آجاؤ، بخدا تم بغیر کسی ضروری کام کے اس وقت نہیں آئے ہوگے! میں اندر گیا تو دیکھا انھوں نے ایک کمبل بچھایا ہوا تھا اور تکیہ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا اے ابو عبدالرحمان! کیا لعان کرنے والوں میں تفریق کردی جاتی ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا سبحان اللہ ہاں! سب سے پہلے جس

حَشْوِهَا لِيفٌ قُلْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُتَلَاعِنَانِ أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ نَعَمْ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أَنْ لَوْ وَجَدَ أَحَدُنَا امْرَأَتَهُ عَلٰى فَاحِشَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَنْ مِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي سَأَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي سُورَةِ النُّورِ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ قَالَ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَأَخْبَرَهَا أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ قَالَتْ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَكَاذِبٌ فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْأَةِ فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا

٣٦٣٧ - وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ

نے اس کا سوال کیا وہ فلاں بن فلاں تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو بے حیائی کا کام کرتے دیکھے تو کیا کرے؟ اگر کسی سے کہے تو ایک بہت بڑی بات کہے گا اگر چپ رہے تو اتنی بڑی بات پر کیسے چپ رہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا، بعد میں وہ شخص پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جس چیز کا سوال کیا تھا وہ صورت حال اب مجھے خود پیش آ گئی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل فرمائی والذین یرمون ازواجھم الآیۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس پر تلاوت فرمائی اور اس کو وعظ و نصیحت کی اور اس کو سمجھایا کہ دنیا کی سزا (حد قذف) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۔ اس شخص نے کہا قسم اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے میں نے اس پر جھوٹ نہیں باندھا۔ پھر آپ نے اس عورت کو بلایا اور اس کو وعظ و نصیحت کی اور فرمایا دنیا کی سزا (حد زنا) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۔ اس نے کہا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے یہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے ابتدا کی اور اس نے چار مرتبہ گواہی دی کہ بخدا وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہا اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر آپ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے، اس نے چار بار یہ گواہی دی کہ یہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہا کہ اگر یہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو، پھر آپ نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن زبیر

قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ زَمَنَ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَلَمْ اَدْرِ مَا اَقُوْلُ فَاَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقُلْتُ اَرَاَيْتَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

کے زمانہ خلافت میں مجھ سے لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا میں نے کہا مجھے یہ بتلایئے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کی جائے گی؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۶۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالِيْ قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ اَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا قَالَ زُهَيْرٌ فِيْ رِوَايَتِهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ سَعِيْدَ ابْنَ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تمہارا حساب اللہ پر ہے تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تمہارا اس عورت پر اب کوئی حق نہیں ہے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور میرا مال؟ آپ نے فرمایا اب مال میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے اگر تم سچے ہو تو وہ مال اس کی فرج کے عوض میں ہے اور اگر تم جھوٹے ہو تو مال کا مطالبہ بہت بعید ہے! زہیر کی سند میں کچھ تغیر و تبدل ہے۔

۳۶۳۹ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے آدمی اور اس کی بیوی میں تفریق کر دی، اور فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں

قَالَ فَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَخَوَیْ بَنِی الْعَجْلَانِ قَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ۔

سے ایک کاذب ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔

۳۶۴۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ اللِّعَانِ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لعان کے بارے میں سوال کیا اور الحول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کی

۳۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِلْمِسْمَعِیِّ وَابْنِ مُثَنّٰی قَالُوْا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ لَمْ يُفَرِّقْ مُصْعَبٌ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ سَعِيْدٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقَالَ فَرَّقَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَخَوَیْ بَنِی الْعَجْلَانِ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت مصعب بن زبیر نے لعان کرنے والوں میں تفریق نہیں کی۔ سعید کہتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے فریقوں میں تفریق کر دی تھی۔

۳۶۴۲۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا مَالِكٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ يَحْيَی بْنُ يَحْيٰی وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَاَتَهٗ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِاُمِّهٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے لعان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچے کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔

۳۶۴۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَا نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَاعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَامْرَأَتِهِ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری اور اس کی عورت کے درمیان لعان کرایا اور ان کے درمیان تفریق کر دی۔

٣٦٦٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

٣٦٦٥۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَنَا لَيْلَةَ جُمُعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُمُوهُ أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ وَاللهِ لَأَسْأَلَنَّ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُمُوهُ أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ أَوْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ قَالَ اللَّهُمَّ افْتَحْ وَجَعَلَ يَدْعُو فَنَزَلَتْ آيَةُ اللِّعَانِ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ هَذِهِ الْآيَاتُ فَابْتُلِيَ بِهِ ذَلِكَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک انصاری نے آکر کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ یہ بات کہے تو تم اس کو (حد قذف میں) کوڑے لگاؤ گے اور اگر اس کو قتل کرے تو تم اس کو (قصاص میں) قتل کر دو گے، اور اگر وہ خاموش رہے تو سخت غیظ و غضب میں خاموش رہے گا، بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کا حل پوچھوں گا، دوسرے دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا اور کہا اگر کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پائے اور یہ واقعہ ذکر کرے تو آپ لوگ اس کو کوڑے لگائیں گے اور اگر قتل کر دے تو آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے اور اگر وہ خاموش رہے تو سخت غیظ و غضب میں خاموش رہے گا، آپ نے فرمایا: اے اللہ اس مسئلہ کو کھول دے اور آپ دعا کرتے رہے حتی کہ لعان کی آیت نازل ہو گئی، (ترجمہ) "وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس بجز ان کے اور کوئی گواہ نہیں ہے" پھر وہ شخص اس مسئلہ سے دوچار ہو گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی کو لے کر آیا اور ان دونوں

الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَجَاءَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا فَشَهِدَ الرَّجُلُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ثُمَّ لَعَنَ الْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ فَذَهَبَتْ لِتَلْعَنَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ فَأَبَتْ فَلَعَنَتْ فَلَمَّا أَدْبَرَا قَالَ لَعَلَّهَا أَنْ تَجِيءَ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا فَجَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا۔

نے لعان کیا۔ مرد نے چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ بےشک وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ لعنت کرتے ہوئے کہا اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر عورت نے لعان کرنا شروع کیا اور کہا کہ یہ جھوٹوں میں سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رک جا (ذرا سوچ کر لعان کر) وہ عورت نہیں مانی اور اس نے لعان کیا جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے فرمایا اس کے ہاں سیاہ فام اور گھنگر یالے بالوں والا بچہ پیدا ہوگا اور اس کے ہاں سیاہ فام گھنگر یالے بالوں والا ہی بچہ پیدا ہوا۔

ف: اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی سے مطلع فرمایا تھا کہ اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوگا یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت کشفیہ دی تھی جس سے آپ مستقبل میں ہونے والے واقعات کو جان لیتے تھے۔ علماء اہل سنت جو آپ کے بارے میں علم غیب کے قائل ہیں اس کا یہی مطلب ہے۔

۳۶۴۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۳۶۴۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَأَنَا أُرٰى أَنَّ عِنْدَهُ مِنْهُ عِلْمًا فَقَالَ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَذَفَ امْرَأَتَهُ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ وَكَانَ أَخَا الْبَرَاءِ ابْنِ مَالِكٍ لِأُمِّهِ فَكَانَ أَوَّلَ رَجُلٍ لَاعَنَ فِي الْإِسْلَامِ قَالَ فَلَاعَنَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے اس خیال سے پوچھا کہ انھیں معلوم ہوگا انھوں نے کہا کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی جو حضرت براء بن مالک کے اخیافی بھائی تھے۔ اور یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے اسلام میں لعان کیا، انھوں نے اس عورت سے لعان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو دیکھتے رہنا اگر اس کے ہاں سفید رنگ کا سیدھے بالوں اور سرخ آنکھوں والا بچہ پیدا ہوا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہے اور اگر سرمگیں آنکھوں اور گھنگر یالے بال پتلی پنڈلیوں والا بچہ

أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَبْيَضَ سَبِطًا قَضِيءَ الْعَيْنَيْنِ فَهُوَ لِهِلاَلِ بْنِ أُمَيَّةَ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا حَمْشَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ قَالَ فَأُنْبِئْتُ أَنَّهَا جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ جَعْدًا حَمْشَ السَّاقَيْنِ۔

ہو تو وہ شریک بن سحماء کا ہے، حضرت انس کہتے ہیں اس کے ہاں سرمگیں آنکھوں، گھنگریالے بال اور پتلی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا۔

۳۶۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ وَعِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيَّانِ وَاللَّفْظُ لاِبْنِ رُمْحٍ قَالاَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ ذُكِرَ التَّلاَعُنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذَلِكَ قَوْلاً ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ أَهْلِهِ رَجُلاً فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهَذَا إِلاَّ لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذَلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبِطَ الشَّعَرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ خَدْلاً آدَمَ كَثِيرَ اللَّحْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيهًا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَهَا فَلاَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کا تذکرہ کیا گیا۔ حضرت عاصم بن عدی نے اس سلسلہ میں کچھ کہا پھر چلے گئے پھر ان کے پاس ان کے قبیلہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا ہے، حضرت عاصم کہنے لگے میں اپنی بات کی وجہ سے اس معاملہ میں پڑا، وہ اس شخص کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلایا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو دیکھا ہے، یہ شخص زرد رو، دبلا پتلا اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس شخص کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کو متہم کیا تھا، بھری بھری پنڈلیوں والا، گندمی رنگت والا اور فربہ بدن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! اس مسئلہ کا حل بیان فرما! پھر اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس پر اس شخص نے تہمت لگائی تھی، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپس میں لعان کیا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا یہ وہی عورت تھی جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں بغیر گواہوں کے کسی عورت کو سنگسار کرتا تو اس عورت کو کرتا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں! وہ عورت تو وہ تھی جو اسلام لانے کے بعد علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔

فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي الْمَجْلِسِ أَهِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوْءَ۔

۳۶۴۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ ذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ كَثِيرًا اللَّحْمِ قَالَ جَعْدًا قَطَطًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لعان کرنے والوں کا تذکرہ کیا گیا، باقی روایت حسب سابق ہے صرف اتنا اضافہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی وہ فربہ جسم اور سخت گھنگھریالے بالوں والا تھا۔

۳۶۵۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ ابْنُ شَدَّادٍ أَهُمَا اللَّذَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُهَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ أَعْلَنَتْ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لعان کرنے والوں کا ذکر کیا گیا تو ابن شداد نے کہا: کیا یہ وہی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا! حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں! وہ عورت علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔

اللہ تعالیٰ عنہما۔

۳۶۵۱ - حدثنا قتیبة بن سعید قال نا عبد العزیز یعنی الدراوردی عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة ان سعد بن عبادة الانصاری قال یا رسول الله ارایت الرجل یجد مع امراته رجلا یقتله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا قال سعد بلی والذی اکرمك بالحق فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسمعوا الی ما یقول سیدكم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! حضرت سعد نے کہا کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے (اس کو قتل کر دینا چاہیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟

۳۶۵۲ - وحدثنی زهیر بن حرب قال نا اسحاق بن عیسی قال نا مالك عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان سعد بن عبادة رضی الله تعالی عنه قال یا رسول الله ان وجدت مع امراتی رجلا امهله حتی اتی باربعة شهداء قال نعم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پاؤں تو کیا میں اس کو اتنی مہلت دوں گا کہ چار گواہ لے کر آؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں!

۳۶۵۳ - حدثنا ابو بكر بن ابی شیبة قال نا خالد بن مخلد عن سلیمان بن بلال قال حدثنی سهیل عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال قال سعد بن عبادة رضی الله تعالی عنه یا رسول الله لو وجدت مع اهلی رجلا لم امسه حتی اتی باربعة شهداء قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نعم قال كلا والذی بعثك بالحق ان كنت لاعاجله

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھوں تو کیا میں اسے اس وقت تک ہاتھ نہ لگاؤں جب تک کہ چار گواہ نہ لے آؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! انہوں نے کہا ہرگز نہیں قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں تو اس سے پہلے اس کو تلوار سے قتل کر دوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں یہ غیرت دار ہے، میں اس سے زیادہ غیرت دار

بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوْا إِلٰى مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ إِنَّهُ لَغَيُوْرٌ وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ.

ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔

٣٦٥٤ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَأَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ كَامِلٍ قَالَا نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِيْ لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ عَنْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ فَوَاللّٰهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ مِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ اللّٰهُ الْمُرْسَلِيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھا تو میں بغیر کسی چشم پوشی کے تلوار سے اس کا سر (جدا) کر دوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو، قسم بخدا! میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت کے سبب سے بے حیائی کے تمام ظاہری اور باطنی کاموں کو حرام کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عذر کو قبول کرنے والا نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا ہے جو بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

٣٦٥٥ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ غَيْرَ مُصْفِحٍ وَلَمْ يَقُلْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں "غیر مصفح" اور "عنہ" نہیں ہے۔

عَنْهُ ۔

۳۶۵۶۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنَّى أَتَاهَا ذَالِكَ قَالَ عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ وَهٰذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو فزارہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کے ہاں ایک سیاہ فام لڑکا پیدا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ کہا ہاں! فرمایا وہ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں! آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا ان میں خاکی رنگ کا بھی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کہاں سے آ گیا؟ اس نے کہا شاید (اس اونٹ کے آباؤ اجداد) کی کسی رگ نے اس کو گھسیٹ لیا! آپ نے فرمایا ہو سکتا ہے تیرے بچے میں بھی کسی رگ نے یہ رنگ گھسیٹ لیا ہو!

۳۶۵۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَدَتِ امْرَأَتِي غُلَامًا أَسْوَدَ وَهُوَ حِينَئِذٍ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ وَزَادَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ قَالَ لَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الْإِنْتِفَاءِ مِنْهُ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے مگر معمر کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ایک شخص نے در پردہ اپنے نسب کی نفی کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ فام لڑکا جنا ہے اور اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نسب منتفی کرنے کی اجازت نہیں دی۔

۳۶۵۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنّٰى هُوَ قَالَ لَعَلَّهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَكُونُ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی نے ایک کالے رنگ کے لڑکے کو جنا ہے میں اس کو اپنا لڑکا نہیں مانتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا ان کا کیا رنگ ہے؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ اس نے کہا: ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! شاید کسی رگ نے اس کو گھسیٹ لیا ہوگا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اس کو بھی کسی رگ نے گھسیٹ لیا ہو!

۳۶۵۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی ہے۔

لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لعان کا لفظ لعن سے ماخوذ ہے۔ علامہ سید مرتضٰی زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بد دعا کا کلمہ ہے، اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتداء کرے، مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں، جب وہ چار بار یہ قسم کھالے تو پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر عورت کو کھڑا کیا جائے اور وہ چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس پر گواہ بناتی ہوں کہ اس

شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لیے حلال نہیں ہو گی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔[1]

لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کا شرعی معنی ہے ایسی شہادات جو قسموں سے مؤکد ہوں اور لعنت کے ساتھ مقرون ہوں، اور امام شافعی فرماتے ہیں یہ وہ قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں، امام شافعی کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے اس لیے مسلمان اور اس کی کافر بیوی اور کافر اور کافرہ اور غلام اور اس کی بیوی میں بھی لعان ہو جاتا ہے، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں شہادت کی اہلیت شرط ہے اس لیے لعان ایسے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ کے ساتھ خاص ہے جس پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔[2]

لعان کی وجہ تسمیہ

مرد لعنت کا لفظ کہتا ہے اور عورت غضب کا لفظ کہتی ہے اور اس مسئلہ کا عنوان لعان بنایا گیا ہے جبکہ آیت میں لعنت اور غضب دونوں الفاظ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء مرد سے ہوتی ہے اور وہ لعنت کا لفظ کہتا ہے اور مرد کی جانب قوی ہے نیز لعان کرنے نہ کرنے کا مدار مرد ہی پر ہوتا ہے اور عورت کو غضب کے لفظ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ مرد کی نسبت عورت کا جرم بڑا ہے، مرد اگر جھوٹا ہو تو وہ حد قذف کا مستحق ہے اور اگر عورت جھوٹی ہو تو وہ سنگسار کی جانے کی مستحق ہے۔[3]

بلا ضرورت سوالات کو ناپسند کرنا

حدیث نمبر ۳۶۲۳ میں ہے حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس سوال کو ناپسند کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عاصم کو اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور وہ یہ سوال بلا ضرورت کر رہے تھے اور اس کے جواب میں کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کی پردہ دری ہے یا کسی بے حیائی کے کام کی اشاعت ہے اور کسی مسلمان مرد یا عورت کی برائی کا ذکر ہے، البتہ جن مسائل میں مسلمان مبتلا ہوں اور وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے سوال کریں تو اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا کراہت جواب دیتے تھے۔

زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور یہ متحقق ہو جائے کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ شخص اس سبب سے اس زانی کو قتل کر دے تو جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس پر قصاص لازم آئے گا الا یہ کہ وہ زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کر دے یا مقتول کے ورثاء اس کے زنا کا اعتراف کر لیں۔ اور یہ شرط بھی ہے کہ وہ زانی شادی شدہ ہو رہا یہ دنیاوی ضابطہ

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مصری، تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۳۳۵ - ۳۳۴ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ
[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
[3] ″ ″ ″ ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰،

ہے اور اگر وہ سچا ہے تو آخرت میں اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔ بعض شوافع کا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی سلطان کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔[۵]

امام ابوحنیفہ کا قول جمہور کے موافق ہے، اگر دو شخص گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں آدمی کو زنا کے سبب سے قتل کیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس سے قصاص لیا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔[۲]

جمہور کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا تلوار کافی گواہ ہے، پھر فرمایا نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آ کر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کر دیں گے۔[۳] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، البتہ جس پر چار گواہوں سے زنا ثابت ہو جائے اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ مباح الدم ہے اس لیے اس صورت میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن کسی شخص کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ مواخذہ کا مستحق ہوگا۔

لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام مالک امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے، لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے، امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہو جاتی ہے۔ سحنون مالکی کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے، اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے۔[۴]

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محرر، منظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے۔ خرقی (المغنی ابن قدامہ کا متن) کا بھی مختار ہے۔ قاضی، شریف، ابوالخطاب اور ابن البناء وغیرہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اختصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔[۵]

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۳۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۵۔ علامہ علاؤ الدین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۹ ص ۲۵۱-۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۷ھ

فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے، حضرت ابن عمر نے لعان کی کارروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا ثم فرق بینہما۔ [1] "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی۔" امام بخاری نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کو سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے [2] اور نافع سے بھی [3]۔ نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن نافع ان ابن عمر اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین رجل وامراۃ قذفہا و احلفہما۔ [4]

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان میں یہ بیان کیا ہے کہ لعان کے بعد حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کذبت علیہا یا رسول اللہ ان امسکتہا فطلقہا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [5] "یا رسول اللہ! (لعان کے بعد) اگر اب میں اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو پھر میں جھوٹا قرار پاؤں گا پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔" اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ فرماتے اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذھب فلا سبیل لک علیہا "جاؤ اب اس عورت پر تمہاری ملکیت نہیں ہے" اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کو رد کر دیا، یعنی اب تمہاری اس پر ملکیت نہیں ہے اس لیے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [7]

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱، " " "

[4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱، " " "

[5] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰، " " "

[6] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[7] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کی اس دلیل کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں علامہ نووی کی اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کے تین طلاقیں دینے کے بعد فرمایا "لا سبیل لک علیھا" اور یہ کہ یہ جملہ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت میں موجود ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ہے۔

اللہ یعلم ان احدکما کاذب ۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فلا سبیل لک علیھا" کا حضرت عویمر کی دی گئی تین طلاقوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ تین طلاقوں پر رد ہے، اس معاملہ میں علامہ نووی نے ایک کھلا ہوا مغالطہ کھایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "لا سبیل لک علیھا" جس حدیث میں ہے وہ حسب ذیل ہے:

عن سعید بن جبیر قال سالت ابن عمر عن المتلاعنین فقال، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للمتلاعنین حسابکما علی اللہ احدکما کاذب لا سبیل لک علیھا الحدیث ۔[2]

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا "تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس عورت پر اب تمہاری ملکیت نہیں ہے۔

اس حدیث سے نہ صرف یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا سبیل لک علیھا" کا تعلق حضرت عویمر کے قصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی ہے۔

نفس لعان سے تفریق نہ ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو آپ ان تین طلاقوں کو مسترد کر دیتے، امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سھل بن سعد فی ھذا الخبر فطلقھا ثلث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔[3]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۲-۴۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱-۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

علامہ نووی نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ دوسری روایت میں ہے: ففارقها ''حضرت عویمر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے'' لیکن یہ تین طلاقیں دینے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن شہاب کی حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے ظاہر ہے[1] اس لیے اس روایت کا یہ لفظ بھی علامہ نووی اور شوافع کے مسلک کے لیے مفید نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی بکثرت روایات مذکور ہیں (حدیث نمبر ۳۶۳۹ تا ۳۶۴۴) جن میں تصریح ہے کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی، اور یہ موقف احناف کی واضح دلیل ہیں اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے موقف پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۶۴۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے لعان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء، تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائیگا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور باپ سے اس کا نسب منتفی ہوگا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عامر شعبی، محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ نے اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو اس لیے لعان کرنے والے شخص سے ہی نسب ثابت ہوگا، لیکن ان کے خلاف یہ حدیث جمہور کی قوی دلیل ہے اور اس قاعدہ میں اس حدیث سے تخصیص کی جائے گی۔ البتہ ایک اور اختلاف یہ ہے کہ ماں سے نسب اس وقت منتفی ہوگا جب بچہ پیدا ہوتے ہی یا زیادہ دن گذرنے سے پہلے مرد اس کا انکار کر دے۔ امام ابوحنیفہ نے دن مقرر نہیں کیے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں سات دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں چالیس دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اس سے پہلے انکار کا شرعاً اعتبار ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً انکار کر دیا تو اس کا انکار شرعاً معتبر ہوگا ورنہ نہیں[2]

حدیث نمبر ۳۶۵۶ میں ہے کہ بنو فزارہ کے ایک شخص کے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا اس نے اس رنگ کی وجہ سے بچہ کے نسب پر شبہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کے اونٹوں کا رنگ کیسا ہے اس نے کہا سرخ، آپ نے پوچھا کیا اس میں کوئی خاکی اونٹ بھی ہے اس نے کہا ہے، آپ نے فرمایا وہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا اس نے کوئی رگ کھینچ لی ہوگی۔ آپ نے فرمایا تمہارے بیٹے نے بھی کوئی رگ کھینچ لی ہوگی!

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(ا)۔ محض کسی بدگمانی کی بناء پر شوہر کو بچہ کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

(ب) مشابہت حجت شرعیہ نہیں ہے اور اس کا ثبوت نسب میں اعتبار نہیں ہے۔

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۷۵ ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ۔

(ج) یہ حدیث صحت قیاس کی دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ کے مقابلہ میں انسان کے بچوں کو اونٹ کے بچوں پر قیاس کیا ہے۔

(د) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے خانگی معاملات میں اپنے استاذ یا شیخ سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو بغیر کسی قیاس کے بتا دیتے کہ یہ اس اعرابی کا بچہ ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس اس لیے فرمایا کہ مذکورہ بالا مسائل ثابت ہو جائیں اور جس وجہ سے اعرابی کو شبہ ہو رہا تھا اس کا اسی کے جواب سے ازالہ ہو جائے۔ اور اپنے علم کو ظاہر کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی سے فرمایا تھا کہ تمہارا باپ حذافہ ہی ہے۔ ایک اور شخص نے پوچھا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا تمہارا باپ شیبہ کا مولی سالم ہے۔[1]

الحمد للہ علی احسانہ آج مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ بمطابق ۵ مئی ۱۹۸۸ء شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث کی تصنیف مکمل ہو گئی۔ الہ العالمین شرح صحیح مسلم کی باقی جلدوں کی تصنیف کی بھی توفیق ارزانی فرما اور اس شرح کو اپنی اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول فرما اور رہتی دنیا تک تمام مسلمانوں کے لیے اس کی افادیت اور اس سے استفادہ کو عام کر دے۔ اے بار الہ! مصنف کی اس سعی کو خاص اپنی رضا کے لیے رکھ، اے اللہ! مصنف کی مغفرت فرما جن لوگوں نے اس کار خیر میں مصنف کا تعاون کیا ان کی مغفرت فرما۔ اس کتاب کے قارئین اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ مصنف کے والدین، اساتذہ، کتب حدیث و تفسیر کے تمام مصنفین کی مغفرت فرما۔ تمام فقہاء، مجتہدین اور شارحین کتب حدیث کی مغفرت فرما۔ الہ العالمین دنیا و آخرت کی ہر خیر ہمارا مقدر کر دے۔ آمین یا رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰-۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزے میں انجکشن لگوانے کے حکم کے متعلق ضمیمہ

معدہ کے عمل اور انجکشن میں تقابل اور تجزیہ

اگر ڈرپ کے ذریعہ گلوکوز کا انجکشن لگوایا جائے تو انسان کے جسم میں غذا پہنچ جاتی ہے، اور اگر کیلشیم، فولاد، بی کمپلکس یا دیگر حیاتین کے انجکشن لگوائے جائیں تو جسم میں وہ طاقت اور توانائی پہنچ جاتی ہے جو غذا سے مقصود ہوتی ہے، اور اگر ادویات پر مشتمل انجکشن لگوائے جائیں تو جسم میں دوا پہنچ جاتی ہے، جس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

جب ہم منہ کے ذریعہ غذا کھاتے ہیں تو وہ غذا معدہ میں پہنچ جاتی ہے اور ہضم کے مراحل طے ہونے کے بعد اس غذا سے گلوکوز بن جاتا ہے اور قدرتی نظام کے تحت وہ گلوکوز ہمارے خون میں شامل ہو جاتا ہے جس سے ہم کو طاقت اور توانائی حاصل ہوتی ہے، اور منہ کے ذریعہ ہم جو دوا کھاتے ہیں انہضام کے بعد وہ دوا بھی ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور یہ خون نسوں سے پیریٹک قدرتی نظام کے تحت ہمارے پورے جسم میں گردش کرتا ہے جس کی وجہ سے جسم میں حرکت اور عمل کی قوت برقرار رہتی ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ غذا کی افادیت اس پر موقوف ہے کہ وہ ہضم کے بعد گلوکوز کی شکل میں ہمارے جسم میں پہنچ جائے، ہماری غذا میں معدنیات مثلاً کیلشیم، فاسفورس، فولاد اور دیگر معدنیات ہوتے ہیں اور حیاتین بھی ہوتے ہیں انہی پر طاقت اور توانائی کا حصول موقوف ہوتا ہے ہضم کے بعد قدرتی نظام کے تحت یہ تمام معدنیات اور حیاتین ہمارے خون میں شامل ہو جاتے ہیں اگر ان معدنیات اور حیاتین کی مقدار خون میں کم ہو جائے تو ہم جسمانی کمزوری اور مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں، پہلے ان معدنیات اور حیاتین کے حصول کا ذریعہ صرف غذا تھی اور معدہ کے عمل ہضم کے ذریعہ ان معدنیات اور حیاتین کا قدرتی نظام سے خون تک پہنچنا تھا، اسی طرح غذا سے گلوکوز کا حصول بھی معدہ کے عمل پر موقوف تھا، لیکن فرض کیجئے اگر کسی کا معدہ صحیح کام نہ کرے یا بالکل معطل ہو جائے یا اس کے منہ یا ناک یا حلق میں السر یا ناسور ہو جس کی وجہ سے غذا کو معدہ تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو پہلے اس مشکل کا کوئی حل نہ تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام سے میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ ان تمام مشکلات کا حل مہیا ہو گیا، اب کیمیاوی طریقوں سے گلوکوز، معدنیات اور تمام اقسام کے حیاتین بنا لیے گئے ہیں اور عمل معدہ کی وساطت کے بغیر ان کو براہ راست انجکشن کے ذریعہ خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت کر لیا گیا ہے، اس لیے اب اگر کسی شخص کا معدہ فیل ہو جائے یا کسی بیماری کی وجہ سے معدہ تک غذا نہ پہنچائی جا سکے تو انجکشن کے ذریعہ اس کو گلوکوز کی ڈرپ لگا دی جاتی ہے اور اس شخص کے جسم کو برابر غذا ملتی رہتی ہے بلکہ زیادہ سرعت اور سہولت کے ساتھ اس کے خون میں براہ راست گلوکوز شامل ہو جاتا ہے۔ یہی حال حیاتین اور معدنیات کا ہے اگر معدہ صحیح کام نہ کرتا ہو اور وہ غذا میں موجود حیاتین اور معدنیات کو حاصل نہ کر سکے اور وہ فضلات کے ذریعہ جسم سے خارج ہو جائیں اور انسان ان کی کمی کی وجہ سے

کمزوری اور بیماری کا شکار ہو جائے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعہ اُن مطلوبہ حیاتین اور معدنیات کو اس کے خون میں شامل کر دیا جائے۔

دوا کے جو انجکشن دیئے جاتے ہیں ان میں بھی یہی صورت حال کارفرما ہے بعض اوقات جلدی اور فوری اثر مطلوب ہوتا ہے اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گزرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف موثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے اور بعض اوقات معدہ کی سست یا ناقص کارکردگی کے باعث یہ توقع نہیں ہوتی کہ معدہ کے عمل ہضم کے بعد قدرتی نظام کے تحت وہ دوا خون میں شامل ہو جائے گی اسی لیے ان تمام مراحل کو ترک کر کے انجکشن کے ذریعہ براہ راست وہ دوا خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہاء کے اصول سے استدلال

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ دوا، گلوکوز یا طاقت اور توانائی کے جو انجکشن لگائے جاتے ہیں ان انجکشنوں سے وہی مقصود حاصل ہوتا ہے جو منہ کے ذریعے دوا یا غذا کے معدہ تک پہنچنے سے حاصل ہوتا ہے بلکہ انجکشن کے ذریعہ یہ مقصد معدہ کی بہ نسبت بہت جلد اور بہ احسن وجوہ پورا ہوتا ہے، ہمارے قدیم فقہاء اور ائمہ مجتہدین نے اگر انجکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں معذور تھے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجکشن ایجاد نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا، پینا صورۃً ہو یا معنیً اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجکشن کے ذریعہ معنیً دوا یا غذا حاصل ہوتی ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

لان انتقاض الشیء عند فوات رکنہ امر ضروری وذلک بالاکل والشرب والجماع سواء کان صورۃً ومعنیً او صورۃً لا معنیً او معنیً لا صورۃً الخ[1]

کسی چیز کے رکن کے فوت ہو جانے سے اس چیز کا ٹوٹ جانا بدیہی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا) کھانے اور پینے اور جماع سے ہوتا ہے، خواہ یہ صورۃً اور معنیً ہو یا صرف صورۃً ہو معنیً نہ ہو یا صرف معنیً ہو صورۃً نہ ہو۔

نیز ہمارے فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر آلہ تناسل رگڑے اور اس کو انزال ہو جائے یا اس کو بوسہ دے یا اس کو آغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے کیونکہ اس کا یہ فعل معنیً جماع ہے اس لیے کہ اس فعل سے قضاء شہوت ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورۃً جماع نہیں ہے اسی لیے اس پر کفارہ نہیں ہے) اسی اصول کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ انجکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ معدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ خون میں دوا یا گلوکوز پہنچے اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پورا ہو جاتا ہے اس لیے انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف معنیً مفطر ہے صورۃً مفطر نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، ہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

ولو جامع امرأته فیما دون الفرج فانزل او باشرها او قبلها او لمسها بشهوة فانزل یفسد صومه وعلیه القضاء ولا کفارة علیه و کذا اذا فعل ذالك فانزلت المرأة لوجود الجماع من حیث المعنی وهو قضاء الشهوة بفعله وهو المس۔ [1]

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے فرج کے ماسوا میں جماع کیا اور اس کو انزال ہو گیا، یا اس کو لپٹایا یا اس کو بوسہ دیا یا اس کو شہوت سے چھوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح اس صورت میں اگر عورت کو انزال ہو گیا تو اس پر بھی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ من حیث المعنی جماع ہے کیونکہ اس کے چھونے سے اس کی شہوت پوری ہو گئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

منافذ اصلیہ کے اشکال کا جواب

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معنیٰ کھانا پینا اس کو قرار دیا ہے کہ انسان کے جسم کے منافذ اصلیہ (مثلاً منہ، ناک، کان اور دبر) سے کوئی چیز اس کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جائے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا معدہ اور دماغ کے سوا جسم کے کسی حصہ میں پہنچ جائے تو یہ ان کے نزدیک معنیٰ کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔ [2]

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے قدیم فقہاء رحمہم اللہ کے زمانہ میں انجکشن کی موجودہ ترقی یافتہ شکل نہیں تھی اسی لیے وہ اس حکم لگانے میں معذور تھے، ان کے زمانہ میں معدہ تک غذا پہنچنے کا معروف ذریعہ یہی منافذ اصلیہ تھے، اور کسی مصنوعی سوراخ سے خون میں دوا یا غذا پہنچانے کا ان کے زمانہ میں کوئی تصور نہ تھا، اب یہی دیکھئے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک معدہ سے مثانہ میں پیشاب کا پسینہ کی طرح ترشح ہوتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک معدہ سے مثانہ کی طرف منفذ ہے۔ [3] ظاہر ہے کہ پیٹ سے مثانہ کی طرف پیشاب آنے کا جو بھی طریقہ ہے وہ نفس الامری اور واقعی ہے اور ایک متعین طریقہ ہے، وہ کسی کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے، اسی طرح علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ جوف دماغ میں دوا یا غذا پہنچنے سے روزہ اس لیے ٹوٹتا ہے کہ دماغ سے پیٹ تک ایک منفذ ہے اس لیے دماغ پیٹ کے زوایا میں سے ایک زاویہ ہے [4] حالانکہ اب تو جسم کے ایک ایک رگ و ریشہ کا مشاہدہ ہو چکا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ دماغ اور پیٹ میں کوئی منفذ نہیں ہے جس سے دماغ میں آئی ہوئی کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے یہ سب قدیم فقہاء کا ظن اور قیاس تھا، لیکن اب جبکہ جدید سائنسی طبی تحقیقات کی بنیاد پر ہر چیز کے متعلق مشاہدات پر مبنی تازہ ترین معلومات مہیا ہو گئی ہیں تو اب بھی اسی پرانی لکیر کو پیٹتے رہنا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے، ہمارے قدیم فقہاء تو روزہ کے معاملہ میں اتنے حساس اور محتاط تھے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر استنجاء کرتے وقت کسی کی انگلی تر تھی اور وہ زیادہ

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] اگر جوف دماغ یا جوف معدہ میں خشک دوا پہنچے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جوف معدہ یا جوف دماغ میں دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا، (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳) اور اس کا مفہوم مخالف ہے کہ اگر جسم میں کسی اور جگہ تر دوا پہنچے تو اس سے کسی کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اسی پر انجکشن کو قیاس کیا جاتا ہے۔

[3] ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، 〃 〃 〃 〃

اندر چلی گئی تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لہٰذا تعجب کیسے ممکن ہے کہ وہ گلوکوز کی ڈرپ لگوانے پر روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ نہ دیتے!

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال

یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ غذا یا دوا کے لیے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ حکم ہے کہ الفطر مما دخل "یعنی کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے" عام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصہ میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شارع علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے (آنکھ میں دوا ڈالنے کو بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔) یا مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصہ میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچائی گئی تو ان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عائشة هل من كسرة فاتيته بقرص فوضعه على فيه وقال يا عائشة هل دخل بطني منه شيء كذلك قبلة الصائم انما الافطار مما دخل وليس مما خرج رواه ابو يعلى ۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کی ایک ٹکیا لے کر آئی آپ نے اسے کو منہ پر رکھ کر فرمایا: اے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز میرے پیٹ میں گئی؟ یہی معاملہ روزہ دار کے بوسہ دینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وقال ابن عباس وعكرمة الفطر مما دخل وليس مما خرج ۔[3]

حضرت ابن عباس اور عکرمہ بیان کرتے ہیں روزہ کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے، خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس کے اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ[4] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے[5]

اور امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود قال: انما الوضوء مما خرج والصوم مما دخل

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وضو (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو خارج ہوں اور روزہ (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو داخل ہوں ان سے تعلق

---

۱ ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی [illegible]

۲ ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

۳ ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۴ ۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

۵ ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۶۱، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

ولیس مما خرج ۔ ۱؎

نہیں ہے جو خارج ہوں ۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر

الفتاوی الاسلامیہ (ج ۱ ص ۸۹، ج ۵ ص ۱۷۵۰، مطبوعہ مصر) یسئلونک فی الدین والحیاۃ ۔ (ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ بیروت)۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ (ج ۲ ص ۶۵۸، مطبوعہ بیروت) اور فتاوی نوریہ (ج ۲ ص ۱۲۳-۱۰۷، مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذ اصلیہ کے علاوہ کسی اور سوراخ سے معدہ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے زمانہ میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ صرف معدہ کا عمل ہضم تھا اس لیے انہوں نے غذا یا دوا کے لیے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اگر ان کے زمانہ میں کیمیاوی طریقوں سے معدہ کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بطریق اولیٰ لگاتے ۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے صرف ہوا کی وساطت سے سامع تک آواز پہنچنے کا ذریعہ تھا، اور جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے دور تک آواز پہنچانے کا ذریعہ دریافت ہو گیا، اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاؤڈ اسپیکر پہ نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے لیکن متاخرین نے اس کو اشتراک علت کی وجہ سے جائز قرار دیا، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا دور بین سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراک علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جانے لگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پہ سفر کیا جاتا تھا اور اسی کے لحاظ سے مسافت قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے اب ریل اور ہوائی جہاز سے مسافت قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں کیونکہ مسافت قصر کی علت ان تمام سواریوں میں مشترک ہے۔ اسی طرح معدہ میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے، اور یہ مقصد انجکشن کے ذریعہ بدرجہ اتم پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجکشن لگوانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین اکرم الاولین والآخرین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین ۔

۱؎ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مباحث کفو کے متعلق ضمیمہ

غیر کفو میں نکاح کے جواز کے متعلق میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ایک طویل بحث لکھی تھی، سوئے اتفاق سے اس میں مجھ سے کچھ تسامح ہو گئے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے غلطی سے ہاشمی لکھ دیا تھا، اسی طرح مبسوط کے ایک حوالے میں بھی تسامح ہو گیا تھا اور دو جگہ عبارات مضطرب اور متعارض تھیں، بہرحال خطاء اور نسیان سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مبرا اور منزہ ہے اور یا پھر انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ معصوم ہیں، الحمد للہ غلطی سے رجوع کرنے میں میرا نفس کبھی حجاب نہیں بنا، اس بحث میں کتابت کی بعض اغلاط بھی رہ گئی تھیں، ان تمام چیزوں کی اس ایڈیشن میں اصلاح کر دی گئی ہے، اور میں ان احباب اور دوستوں کا ممنون ہوں جنہوں نے مجھے ان مسامحات کی طرف متوجہ کیا، اور صاحبان علم سے التماس ہے کہ اگر انہیں کوئی اور غلط بات نظر آئے تو مجھے اس غلطی سے مطلع کریں، میں جس مسئلہ میں بھی کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو اس کی بنیاد قرآن مجید اور احادیث رسول پر اور اجماع اور قیاس سے بھی استدلال کرتا ہوں، تاہم بالفرض اگر کسی مسئلہ میں میری رائے قرآن، حدیث یا اجماع مجتہدین کے خلاف ہو تو میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اصل حجت قرآن، حدیث اور اجماع مجتہدین ہے۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر میں نے جن وجوہ سے استدلال کیا تھا، بعض اہل علم نے ان وجوہ پر کچھ مناقشات وارد کیے ہیں میں اس ضمیمہ میں ان مناقشات کے جوابات لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق اور صواب لکھنے کی توفیق دے، اور پڑھنے والوں کو حق اور صداقت کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ اور ان (محرمات) کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئیں۔

(نساء: ۲۴)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ ما کی وضع عموم کے لیے ہے، اس لیے اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لڑکی غیر کفو میں ہو اس سے نکاح کرنا بھی حلال ہے کیونکہ وہ ان محرمات کے علاوہ ہے، اس استدلال پر یہ مناقشہ کیا گیا ہے کہ اس آیت میں

؎ ان مسائل سے مراد عصری مسائل ہیں، امام ابوحنیفہ جن مسائل کا استنباط کر چکے ہیں وہ مفروغ عنہا ہیں، البتہ امام ابوحنیفہ سے جن مسائل میں دیگر اکابر احناف نے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے ان کا معاملہ الگ ہے، یا جن مسائل میں ضرورت کی بنا پر دوسرے ائمہ کے اقوال پر فتویٰ دیا گیا ہے ان کا معاملہ بھی جدا ہے۔

صرف دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے سے منع نہیں فرمایا لہٰذا اس استدلال کی رو سے ان کو نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہونا چاہیے، حالانکہ احادیث میں ان کو نکاح میں جمع کرنے کی بھی ممانعت ہے، اسی طرح اس آیت میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کو حرام فرمایا ہے، حالانکہ رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی رضاعی پھوپھی اور رضاعی بھانجی سے بھی احادیث میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے اور جب اس عام سے اتنی چیزوں کی تخصیص کر لی گئی تو پھر یہ عام نہ رہا اور اس سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال صحیح نہ ہوا۔

امام رازی نے اس اشکال کے دو جواب دیے ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کی حرمت بیان کی گئی ہے جن کی حرمت دائمی اور ابدی ہے اور جن عورتوں کی حرمت کسی امر عارض کی وجہ سے لاحق ہوتی ان کو بیان نہیں کیا، مثلاً کسی لڑکی اور اس کی خالہ سے الگ الگ نکاح کرنا جائز تھا حرمت اس اجتماع کی وجہ سے عارض ہوئی، اسی طرح جو عورت عدت میں ہے یا جو مطلقہ ثلاثہ ہے یا چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا یا آزاد عورت کے اوپر لونڈی سے نکاح کرنا، ان سب سے ایک امر عارض کی بناء پر نکاح حرام ہوا فی نفسہ ان سب سے نکاح جائز تھا، اور ان سب کی حرمت کی وجوہ قرآن اور سنت میں بیان کر دی گئی ہیں، اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے دائماً نکاح حرام ہے اس لیے اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ خالہ اور بھانجی وغیرہ کو جمع کرنے کی ممانعت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں داخل ہے کیونکہ جمع کرنے کی ممانعت کی علت دونوں میں مشترک ہے کیونکہ بہنوں میں فطرۃً قرابت اور محبت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی سوکن ہونا اس قرابت کے منافی ہے، اسی طرح خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کی قرابت بھی سوکنا پے کے منافی ہے۔ [1]

امام رازی نے رضاعت کا اشکال نہیں وارد کیا کیونکہ اس کے بھی یہی دو جواب ہیں رضاعت کے رشتوں میں دائمی اور ابدی حرمت نہیں ہوتی بلکہ رضاعت عارض ہونے کی وجہ سے حرمت لاحق ہوتی ہے مثلاً ایک شخص اگر کسی عورت کا دودھ نہ پیتا تو فی نفسہ وہ عورت اس پر حرام نہیں تھی، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کی حرمت بیان کی ہے، اور باقی رضاعی محرمات بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ حرمت کی علت یعنی رضاعت ان سب میں مشترک ہے لہٰذا اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہ رہا۔

امام رازی نے پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے نکاح کرنا ابداً حرام ہے، اس جواب میں یہ خامی ہے کہ اس آیت میں رضاعی رشتہ دار عورتوں اور دو بہنوں کے اجتماع کی حرمت کو بھی بیان کیا ہے جن میں رضاعت اور اجتماع کی وجہ سے حرمت عارض ہوتی ہے، اس وجہ سے دوسرے مفسرین نے صرف دوسرے جواب کو اختیار کیا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں

ماوراء ذالکم میں اسم اشارہ کو اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ وہ حرمت کے حکم کی علت کے اشتراک پر دلالت کرے،

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳ - ۱۹۲ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ پھوپھی اور بھتیجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اسی طرح ہر ان دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو، جیسا کہ کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے (حرمت کی علت دو قرابت داروں کا اجتماع ہے، اور وہ جمع بین الاختین سے مستفاد ہے، اسی طرح رضاعی خالہ اور بھانجی وغیرہ کا اعتراض بھی نہیں ہوگا کیونکہ ان کی حرمت کی علت رضاعت ہے اور وہ رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کی حرمت سے مستفاد ہے۔ سعیدی غفرلہ) کیونکہ ان کی تحریم اس آیت میں بہ طریق دلالت داخل ہے جیسا کہ بعض محققین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس عام کی کتاب اور سنت سے تخصیص مشہور ہے۔ [1]

علامہ نیشاپوری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ان مذکورہ عورتوں کے سوا باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، ماسوا اس کے کہ ان مذکورہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت قول صریح کے ساتھ مذکور ہو، یا ظاہر دلالت کے ساتھ یا خفی دلالت کے ساتھ، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے ساتھ، جیسا کہ ہم نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں کہا ہے کہ: (پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا منع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اسی طرح ہر وہ دو عورتیں جن میں قرابت یا رضاعت ہو ان میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کر لیا جائے اور ان میں نکاح حرام ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔)

اس قاعدہ سے اس آیت میں حسب ذیل تخصیصات داخل ہیں:

(۱)۔ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بھی حلال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

(۲)۔ مشرکہ اور مرتدہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن الاية۔

(۳)۔ معتدہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والمطلقات يتربصن الاية۔

(۴)۔ جس شخص کے نکاح میں آزاد عورت ہو وہ اس کے اوپر باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ یہ بالاتفاق ہے۔

(۵)۔ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو وہ باندی سے نکاح نہیں کر سکتا، یہ امام شافعی کے نزدیک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن لم يستطع منكم طولا الاية۔

(۶)۔ چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مثنى وثلاث وربع الاية۔

(۷) جس عورت سے لعان کیا ہو، اس سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المتلاعنان لا يجتمعان ابدا، آپس میں لعان کرنے والے کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ [2]

احادیث میں جن رضاعی رشتوں کی تحریم بیان کی گئی ہے اور جن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کی تحریم بھی ان ممنوعہ عورتوں میں داخل ہے۔

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ نظام الدین الحسن بن محمد الحسین قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، غرائب القرآن ج ۵ ص ۱۴، مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ بمصر

جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص البعض کا حجت ہونا

اب یہ بات بحث طلب ہے کہ جب اس عام سے ان معلوم، محدود اور متعین افراد کی تخصیص کر لی گئی تو اب یہ آیت عام کے باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہے یا نہیں؟ اور اب اس آیت کے عموم سے استدلال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ہر چند کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن جمہور فقہاء احناف کے نزدیک جس عام سے معلوم اور متعین افراد خاص کیے گئے ہوں وہ اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے، اور بعض فقہاء احناف کے نزدیک یہ حجت قطعی ہے اور اس کے عموم سے استدلال کرنا قطعاً جائز اور احناف کے ہاں معمول بہ ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

والصحیح عندی ان المذهب عند علمائنا رحمهم الله فی العام اذا لحقه خصوص یبقی حجة فیما وراء المخصوص سواء کان المخصوص مجهولا او معلوما الا ان فیه شبهة حتی لا یکون موجبا قطعا و یقینا۔[1]

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ہمارے فقہاء رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عام کو خصوص لاحق ہو جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے خواہ وہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول، البتہ اس استدلال میں (یہ) شبہ ہے (کہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی اور بھی خاص کیا گیا ہو۔) اس لیے اس سے ثابت ہونے والا حکم قطعی اور یقینی نہیں ہو گا (کہ اس کا انکار کفر ہو، بلکہ ظنی حکم ہو گا)

اس کے بعد علامہ سرخسی نے اس قسم کے عموم کی متعدد مثالیں دی ہیں جن میں امام ابو حنیفہ نے تخصیص کے بعد عموم سے استدلال کیا ہے، یہ خیال رہے کہ جس عموم میں ہماری بحث ہے اس میں مخصوص مجہول نہیں ہے بلکہ معلوم اور متعین ہے کیونکہ ان محرمات کا قرآن اور سنت میں بیان کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

جن عورتوں کا سورۂ نساء کی اس آیت میں صراحۃً ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ قرآن اور سنت میں جن کی تحریم آئی ہے وہ بھی اس میں داخل ہیں اور وہ یہ ہیں: وہ رضاعی رشتہ دار عورتیں جن سے نسباً نکاح حرام ہے، خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کا اجتماع، مطلقہ ثلاثہ، معتدہ، چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں بیوی، آزاد منکوحہ کے اوپر باندی سے نکاح کرنا اور جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، مشرکہ اور مرتدہ، قرآن اور سنت میں ان معلوم اور متعین عورتوں سے نکاح کو حرام کیا گیا ہے اور ان کے علاوہ اور کسی سے نکاح حرام نہیں ہے۔ اور جب عام کے عموم سے معلوم اور متعین افراد کا استثناء کیا گیا ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کے عموم سے استدلال کرنا حجت قطعی ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وان خص منه شیء معلوم فانه یبقی موجبا للحکم فیما وراء المخصوص قطعا۔[2]

اگر عام سے معلوم افراد کو خاص کیا جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں حکم قطعی کا موجب ہوتا ہے۔

علامہ فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۹۰ھ، اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[2] ” ” ” ” اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴،

وقال بعضہم ان کان المخصوص معلوماً بقی العام فیما وراءہ علی ما کان (الی قولہ) والصحیح من مذھبہ ان العام یبقی حجۃ بعد الخصوص معلوماً کان المخصوص او مجھولا الا ان فیہ ضرب شبہۃ۔ [1]

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر مخصوص معلوم ہو تو عام باقی افراد میں حسب سابق حجت ہوتا ہے۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول عام باقی افراد میں حجت ہوتا ہے لیکن یہ حجت ظنی ہوتی ہے۔

صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

وھو ای العام حجۃ بلا شبہۃ فیہ ای فی الباقی وھذا اذا کان الاستثناء معلوماً اما اذا کان مجھولاً فلا۔ [2]

عام باقی افراد میں حجت قطعی ہوتا ہے یہ اس وقت ہے جب کہ مستثنیٰ معلوم ہو اور اگر مستثنیٰ مجہول ہو تو پھر حجت قطعی نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

جب عام سے متعین افراد کو خاص کیا جائے تو اس کے باقی افراد متعین ہو جاتے ہیں اس کی نظیر یہ ہے کہ جب سو سے دس نکالے گئے تو نوے متعین ہو گئے اور جب سو سے بیس نکالے گئے تو اسی متعین ہو گئے اسی طرح جب مشرکین سے اہل ذمہ نکالے گئے تو ان کے غیر متعین ہو گئے۔ [3]

بحر العلوم مولانا عبد العلی مسلم الثبوت کی شرح میں صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ وہ عام جو کسی متعین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو حجت ظنیہ ہوتا ہے، البتہ اکثر احناف کے نزدیک اگر وہ عام غیر مستقل متعین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو تو پھر وہ حجت قطعیہ ہوتا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس عام سے استدلال کیا ہے جس کی متعین کے ساتھ تخصیص کی گئی تھی۔ جیسا کہ صحابہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (نساء: ۱۱) "اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے (حقوق کے) متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے دو حصوں کے برابر ہے"

اس آیت کا عموم حجت قطعیہ ہے حالانکہ یہ عموم قاتل، غلام اور کافر سے مخصوص ہے اور اگر مورث کافر ہو تو مسلمان سے مخصوص ہے، اسی طرح او ما ملکت ایمانھم (مومنون: ۶) اس آیت میں ہر باندی سے وطی کی اجازت ہے، لیکن اگر وہ باندی اس کی رضاعی بہن ہو تو پھر اجازت نہیں، نیز وقاتلوا المشرکین کافۃ (توبہ: ۳۶) "اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو" یہ آیت بھی اپنے عموم کے اعتبار سے حجت قطعیہ ہے، حالانکہ یہ آیت بھی مستامن اور اہل ذمہ وغیرہ سے مخصوص ہے، ان آیات کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے حالانکہ ان آیات میں بھی تخصیص کی گئی ہے۔ [4]

ہم نے اصولیین کی تصریحات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ تخصیص کے بعد بھی عام حجت ہوتا ہے اور جب اس عام کا مخصص

---

[1] علامہ فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ، اصول البزدوی ص ۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ، توضیح علی ہامش التلویح ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، تلویح ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

[4] بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۱ ص ۳۰۸، مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ

معلوم ہو تو محققین کے نزدیک وہ حجت قطعی ہے اور جمہور کے نزدیک حجت ظنی ہے، اب ہم پہلے اس پر تصریح پیش کریں گے کہ یہ آیت عام ہے اور پھر اس آیت کے عموم سے استدلال کی مثال پیش کریں گے۔

احل لکم ما وراء ذالکم میں ما کا عموم

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی احل لکم ما وراء ذالکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابوبکر هو عام فیما عدا المحرمات فی الآیة وفی سنة النبی۔ [1]

ابوبکر رازی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اور سنت میں مذکور محرمات کے ماسوا میں یہ آیت عام ہے۔

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

واحل لکم ما وراء ذالکم ورد بلفظ العموم لکن العموم دخله التخصیص۔ [2]

"احل لکم ما وراء ذالکم" میں لفظ عموم ہے لیکن اس عموم میں (قرآن اور سنت سے) تخصیص داخل ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی احل لکم ما وراء ذالکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هذا عموم متفق علیه۔ [3]

یہ عموم سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم سے فقہاء کا استدلال

ہمارے فقہاء نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح جائز ہے، کیونکہ محرمات مذکورہ کے ماسوا عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے اور زنا سے حاملہ عورت بھی محرمات مذکورہ کے ماسوا ہے لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنا حلال ہے، علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

فان تزوج حبلی من زنا جاز النکاح ولا یطؤها حتی تضع حملها وهذا عند ابی حنیفة و محمد وقال ابو یوسف رحمه الله النکاح فاسد (الی قوله) ولهما انها من المحللات بالنص۔ [4]

اگر کسی شخص نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے مگر اس سے وضع حمل تک مباشرت نہ کرے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ عورت نص قرآن سے حلال ہے۔

علامہ ابن ہمام نے اس کی شرح میں اس نص قرآن کو بیان فرمایا ہے:

واستدل المصنف بعموم واحل لکم ما وراء ذالکم۔ [5]

مصنف (علامہ المرغینانی) نے واحل لکم ما وراء ذالکم سے استدلال کیا ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۸۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[5] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی محللات بالنص کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھو قولہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذالکم وکل من کانت کذالک جاز نکاحھا۔ [1]

اور وہ نص اللہ تعالٰی کا یہ قول ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔ اور جو عورت بھی ان محرمات کے ماسوا ہو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم حنفی نے بھی اس آیت سے زانیہ حاملہ اور وطی شدہ باندی کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

ولھما انھما من المحللات بالنص۔ [2]

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ زنا سے حاملہ اور وطی شدہ باندی نص قرآن سے حلال ہیں اور وہ نص یہ ہے:

احل لکم ما وراء ذالکم۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی اس آیت کے عموم سے حاملہ زانیہ کے ساتھ زانی کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

فاما تحریمھا علی الاطلاق فلا یصح لقول اللہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذالکم۔ [3]

زانیہ حاملہ کا علی الاطلاق حرام ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: واحل لکم ما وراء ذالکم

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی نے بھی اس آیت کے عموم سے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے لکھتے ہیں:

وان زنی بامرأۃ لم یحرم علیہ نکاحھا لقولہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذالکم۔ [4]

اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس عورت کے ساتھ اس کا نکاح حرام نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔

فقہاء احناف میں سے علامہ المرغینانی (صاحب ہدایہ) علامہ ابن ہمام، علامہ عینی اور علامہ ابن نجیم ان سب نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ حنبلی اور فقہاء شافعیہ میں سے علامہ ابو اسحاق شیرازی نے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم سے استدلال کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہایت قوی استدلال ہے جس سے حنفی، شافعی اور حنبلی سب ہی فقہاء استدلال کرتے ہیں، لہٰذا ہمارا استدلال بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے کیونکہ قرآن اور سنت میں جن محرمات کا بیان کیا گیا ہے غیر کفو ان کے ماسوا ہے اور ان محرمات کے ماسوا سے نکاح حلال ہے لہٰذا غیر کفو سے بھی نکاح حلال ہے، فتفکر وتشکر۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۶۳، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۱۶ ص ۲۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

قرآن کریم کی دوسری جس آیت سے ہم نے غیر کفو | **فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ما کے عموم سے فقہاء کا استدلال**

میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع۔ (نساء: ۳)

جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعن عائشۃ والحسن وابی مالک ما احل لکم[1]

حضرت عائشہ، حسن بصری اور ابو مالک سے مروی ہے کہ جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں ان سے نکاح کرو۔

ہمارے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ یہاں بھی ما عموم کے لیے ہے یعنی قرآن اور سنت میں جن محرمات کو بیان کیا گیا ہے ان کے ماسوا پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے اور غیر کفو بھی قرآن اور سنت کے محرمات کے ماسوا میں ہے لہذا اس سے بھی نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے، ہمارے فقہاء نے اس آیت میں بھی لفظ ما کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

واما قولہ تعالٰی والزانیۃ لا ینکحہا الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم من النساء[2]

اللہ تعالیٰ کا قول والزانیۃ لا ینکحہا الا زان قرآن مجید کی آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء سے منسوخ ہے۔

اور یہ آیت اسی وقت منسوخ قرار پائے گی جب ما طاب لکم میں ما عموم کے لیے ہو۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔[3]

ہم نے قرآن مجید کی اس آیت سے | **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال**

بھی استدلال کیا ہے:

یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہیں (مختلف) بڑی قومیں اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی ملتان، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، الآیۃ۔

زہری نے کہا یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگاتا تھا (الی قولہ) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

امام ابن مردویہ، امام بیہقی نے شعب الایمان امام عبد بن حمید، امام ترمذی اور دیگر محدثین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور اپنی ڈھال سے ارکان (رکن یمانی اور حجر اسود) کو تعظیم دے رہے تھے جب آپ نکلے تو آپ کو اونٹنی بٹھانے کی جگہ نہیں ملی، آپ لوگوں کے ہاتھوں پر اترے پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور تکبر دور کر دیا، اے لوگو! لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیک اور پرہیزگار یہ اللہ کے نزدیک بزرگ ہیں، بدکار اور شقی یہ اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا، (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا الآیۃ) میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں (جامع ترمذی ص ۵۵۸، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶ طبع بیروت)

امام بیہقی اور امام ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے وسط میں ہمیں الوداعی خطبہ دیا اور فرمایا! اے لوگو! سنو تمہارا رب واحد ہے، کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر، فضیلت صرف تقویٰ سے ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم)۔ سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سو حاضر غائب کو تبلیغ کر دے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱ طبع بیروت، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹ طبع بیروت، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴ طبع بیروت، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵)

امام بیہقی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے، تم سب آدم اور حوا کی اولاد ہو جس طرح دو صاع برابر برابر ہوتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو پس تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو اس سے (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دو، اس حدیث کو امام احمد اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے لیکن امام احمد کی روایت میں "تمہارے پاس جو بھی آئے" یہ الفاظ نہیں ہیں، (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹-۲۸۸، طبع بیروت)۔

ے۔ حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام بزار نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴)

امام بزار نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھا، جو قوم اپنے باپ دادا پر فخر کرتی ہے وہ اس سے باز آجائے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ ذلیل ہو گی (حاشیہ ترمذی ص ۵۵۸، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۷، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵)

امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے لوگو! ایک نسب میں نے بنایا ہے اور ایک نسب تم نے بنایا ہے، میں نے اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اس کو کیا جو سب سے زیادہ متقی ہو، تم نے اس کا انکار کیا اور تم نے صرف یہ کہا کہ فلاں بن فلاں اور فلاں، فلاں سے زیادہ عزت والا ہے! اور آج کے دن میں (اپنے بنائے ہوئے) نسب کو بلند کروں گا اور تمہارے نسب کو پست کر دوں گا، سنو میرے دوست وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے اور پرہیزگار ہیں، اس حدیث کی مثل کو خطیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ لہ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴)۔

یہ تمام احادیث علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بیان کی ہیں اور ہم نے اہل علم کی ضیافت کے لیے اصل کتب حدیث سے ان کے حوالہ جات بیان کر دیے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی نے بھی ان تمام احادیث کو بیان کیا ہے جن کا علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے۔ ٹہ

سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۴ کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

میں یہ کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ عزت اور شرف عمل کرنے والوں کے لیے ہے خواہ وہ قریش سے ہوں یا غیر قریش سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی جہاد سے واپس آئے تو آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، اور فرمایا: اے فاطمہ! اپنے نفس کو اللہ سے خرید لو، کیونکہ میں (بغیر اذن الٰہی کے) تم کو اللہ کی طرف سے کسی چیز سے مستغنی نہیں کر سکتا، اور اسی قسم کے کلمات آپ نے اپنی ازواج مطہرات اور (دیگر) قرابت سے بھی کہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لوگوں سے بنو ہاشم افضل نہیں ہیں، میری امت کے لوگوں میں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ میری امت کے لوگوں سے قریش افضل ہیں، میری امت کے لوگوں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ میری امت کے لوگوں سے انصار افضل ہیں، میری امت کے لوگوں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ موالی میری امت کے لوگوں سے افضل ہیں، میری امت کے لوگوں میں سے پرہیزگار افضل ہیں، تم صرف ایک مرد اور ایک عورت سے ہو، تم سب صاع کے پیمانے کی طرح برابر سرابر ہو، اور کسی شخص کو کسی دوسرے شخص پر تقویٰ کے علاوہ اور کسی چیز سے فضیلت نہیں ہے۔ ٹہ

علامہ قرطبی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت

لہ۔ علامہ شہاب الدین ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۲-۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

ٹہ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

ٹہ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۹۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

کے وہ میرے اولیاء ہیں جو پرہیزگار لوگ ہوں گے۔" الحدیث۔ اور امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے باپ کی آل میرے اولیاء نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ [1]

علامہ قرطبی نکاح میں کفاءۃ کے شرط نہ ہونے پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (یہ بدری صحابی تھے) نے سالم کو اپنا بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی ولید بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی (ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ قرشیہ) کا نکاح کر دیا، حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ضباعہ بنت الزبیر (یہ ہاشمی خاتون تھیں) حضرت مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں۔ (یہ غیر قرشی تھے)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف (قرشی) کی بہن حضرت بلال کے عقد میں تھیں، اور حضرت زینب بنت جحش، حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں، ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ آزاد شدہ غلاموں سے عرب عورتوں کا نکاح جائز ہے۔ اور کفاءۃ کا اعتبار صرف دین میں ہے۔ (الی قولہ) حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابوبکر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو انہوں نے منظور کر لیا، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو ان پر یہ امر دشوار ہوا پھر حضرت عمر نے خود حضرت سلمان سے نکاح کی درخواست کی لیکن حضرت سلمان نے نکاح نہیں کیا، حضرت بلال نے بکیر کی بیٹی کا رشتہ مانگا، اس کے بھائیوں نے انکار کیا، حضرت بلال نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بنو بکیر سے کیا سانحہ پیش آیا! میں نے ان کی بہن کا رشتہ مانگا انہوں نے مجھے انکار کر دیا اور مجھ کو اذیت دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کی وجہ سے غضب ناک ہوئے، یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی تو وہ ان کی بہن کے پاس گئے اور کہا تمہاری وجہ سے ہمیں کیسی پریشانی ہوتی ہے، ان کی بہن نے کہا میرا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے، پھر انہوں نے اس کا نکاح کر دیا، اور جب ابوہند نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: "ابوہند سے نکاح کرو اور اس کی طرف رشتہ کرو" حالانکہ ابوہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا، اور امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ابوہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا جو فصد لگاتا تھا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنے سے خوش ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی تصویر بنائی ہو وہ ابوہند کو دیکھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنو بیاضہ سے) فرمایا اس کے ساتھ نکاح کر دو۔ [2]

علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے بھی اس آیت سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ عنقریب مستقل عنوان کے تحت پیش کریں گے۔

غیر کفو سے لڑکیوں کو رشتہ میں لینا اور لڑکیاں دینے سے انکار کرنا مسلمانوں کو اہل کتاب کے حکم میں کرنا ہے۔

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع الاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۶ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[2] " " " " الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۷

بعض سادات کرام یہ کہتے ہیں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے مطلقاً حرام ہے، میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ آپ عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنا تو جائز سمجھتے ہیں، اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کا نکاح ناجائز کہتے ہیں، اس طرح آپ نے عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر دیا ہے جس طرح یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن یہود و نصاریٰ سے مسلمان لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے سو اسی طرح آپ بھی عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کو جائز اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کے نکاح کرنا ناجائز کہتے ہیں۔ اس طرح آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی عظیم اکثریت اور تمام غیر سادات مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر دیا لا! خدا را رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو کفار و مشرکین کے مساوی نہ کیجئے، اپنے نیازمندوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کیجئے! افنجعل المسلمین کالمجرمین ○ ما لکم کیف تحکمون (القلم: ۳۶-۳۵)

چند ضعیف روایات سے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر استدلال اور ان کے جوابات!

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن ابراھیم بن محمد بن طلحة قال: قال عمر بن الخطاب لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من الاکفاء۔[1]

عبدالرزاق، ثوری، حبیب بن ابی ثابت، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ میں معزز خاندان[3] کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اس لیے اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کا حضرت عمر سے سماع نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

روی عن عمر بن الخطاب ولم یدرکہ۔[2]

اس نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی اور ان کو نہیں پایا۔

اس روایت کی یہ سند بھی ہے:

عبد الرزاق عن ابن جریج قال: وزعم ابن شھاب ان عمر بن الخطاب قال علی المنبر: والذی نفس عمر بیدہ لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من ذوی الاحساب فان الاعراب اذا کان الجدب فلا نکاح

عبدالرزاق ابن جریج، ابن شہاب کا زعم ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے منبر پر فرمایا: جس ذات کے قبضہ وقدرت میں عمر کی جان ہے، میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو معزز خاندان[3] کے سوا نکاح کرنے سے ضرور منع کروں گا۔ کیونکہ جب خشک سالی ہوتی ہے تو دیہاتی لوگ نکاح نہیں کرتے اور حضرت عمر

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] خون کے رشتہ سے جو فضیلت حاصل ہو اس کو نسبی فضیلت کہتے ہیں اور کسب کمال سے جو فضیلت حاصل ہو اس کو حسب کہتے ہیں مثلاً سید ہونا نسب ہے اور عالم ہونا حسب ہے۔

لهم وذكر لهم شيئا۔ [1] نے ان کے کچھ واقعات بیان کیے۔

اس روایت کی بناء پر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کے قائل نہیں تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی منقطع ہے، ابن شہاب زہری نے حضرت عمر کو پایا، نہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا نہ ان سے سماع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وعن احمد قال لم يسمع الزهري من عبد الله بن عمر وقال ابو حاتم لا يصح سماعه من ابن عمر و لا راٰه۔ [2]

امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سماع نہیں کیا، اور ابو حاتم نے کہا ان کا حضرت ابن عمر سے سماع نہیں ہے اور نہ انہوں نے ان کو دیکھا ہے۔

اس حدیث کی یہ سند بھی پیش کی جاتی ہے:

محمد قال: اخبرنا ابو حنيفة عن رجل عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه انه قال لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من الاكفاء۔ [3]

محمد، ابو حنیفہ، ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

باوجود اس کے کہ اس روایت کی سند منقطع اور مجہول ہے یہ اس لیے شاذ اور غیر معتبر ہے کہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاشمی خاتون حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں [4] اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔ (مبسوط ج ۵ ص ۲۳، شرح المہذب ج ۱۶ ص ۱۸۶، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۰)

نیز علامہ بدر الدین عینی حنفی، علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ ابی مالکی نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکاح میں کفاءت کی شرط کے قائل نہیں تھے، اب ہم ان علماء کی مفصل عبارات پیش کر رہے ہیں جن سے اس مسئلہ کے دوسرے پہلوؤں پر بھی وافر روشنی پڑے گی۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ ...... دین میں کفو یہ ہے کہ سب مسلمان برابر ہیں اگرچہ لوگوں کے درمیان نسب میں تفاضل ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ جو شرافت نسب پر فخر کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی صلاح سے منسوخ کر دیا اور فرمایا ان اكرمكم عند الله اتقاكم "اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کفاءت کا کس چیز میں اعتبار ہے، امام مالک

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۶، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[4] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے کہا ہے کہ کفاءۃ کا صرف دین میں اعتبار ہے اور کسی چیز میں کفارہ کا اعتبار نہیں ہے اور بعض مسلمان بعض کے کفو ہیں، اس لیے عربی اور موالی کا قریشیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز اور ابن سیرین سے بھی مروی ہے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" سے استدلال کیا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ "دیندار کو لازماً اختیار کرو" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عزم کیا تھا کہ اپنی صاحبزادی کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو بیاضہ ابو ہند سے نکاح کر دو، انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا اپنے (آزاد شدہ) غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

"یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی" "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے" اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم کو ایسے لوگ نکاح کا پیغام دیں جن کا دین اور اخلاق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ بعض قریش بعض کے کفو ہیں، اور کوئی عرب قریشی کا کفو نہیں ہے اور نہ کوئی آزاد شدہ غلام عرب کا کفو ہے، اور نہ اس کا کفو ہے جس کے پاس مہر اور نفقہ ہو، "تلویح" میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے لیے نافع کی اس مرفوع روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ "بعض قریش بعض کے کفو ہیں ماسوا جلاہے اور فصد لگانے والے کے" ابو حاتم کے بیٹے نے اس حدیث کے متعلق ابو حاتم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث منکر ہے، ہشام رازی نے اس حدیث کو روایت کیا اور رنگریز کے لفظ کا اضافہ کر دیا، حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر سے یہ حدیث روایت کی "بعض عرب بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا، مرد، مرد کا، آزاد شدہ غلام بعض، بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا اور مرد، مرد کا ماسوا جلاہے اور فصد لگانے والے کے، صاحب تنقیح نے کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے، بیہقی اور ابو یعلی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا یہ حدیث منکر موضوع ہے، ابن جریج نے ابن ملیکہ کی سند سے اس کی مثل کو روایت کیا، وہ ابن جریج سے صحیح نہیں ہے، امام ابن حبان نے اس کو کتاب الضعفاء میں روایت کیا اور اس کو ابن ابی الفضل کی وجہ سے معلل قرار دیا اور کہا کہ وہ موضوعات کی روایت کرتا ہے اس کی احادیث کو لکھنا جائز نہیں ہے، محدثین نے کہا کہ کفارۃ کے متعلق اکثر ایسی احادیث ہیں جو ثابت نہیں ہیں، ان میں قدرے بہتر سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، جب نماز کا وقت آ جائے، جب جنازہ آ جائے، اور جب بے نکاح عورت کا کفو مل جائے، امام ترمذی نے کہا یہ غریب ہے اور اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔ حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے، اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا[1] (میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کے مقابلہ میں حاکم کی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد (کی دوسری روایت) اور اکثر اہل علم کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ شرط نہیں ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلیمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء احناف کا یہی مسلک ہے

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوحذیفہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید کا نکاح سالم سے کر دیا اور وہ ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے، نیز امام بخاری نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کے لڑکے اسامہ سے نکاح کر لیں، اور انھوں نے آپ کے حکم سے وہ نکاح کر لیا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، اور حضرت ابن مسعود نے اپنی بہن سے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ سرخ رنگ کا رومی ہو یا سیاہ رنگ کا حبشی۔[11]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ کفاءت صرف دین میں ہے، اور بعض مسلمان بعض مسلمانوں کے کفو ہیں حتیٰ کہ آزاد شدہ غلام قرشیہ کا کفو ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے اس کی مثل مروی ہے۔[12]

بعض اہل علم نے یہ شبہ وارد کیا ہے کہ علامہ ابن قدامہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

ابو اسحاق ہمدانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان (فارسی) اور حضرت جریر ایک سفر میں تھے، نماز کی اقامت کی گئی، حضرت جریر نے سلمان سے کہا آپ آگے بڑھیے، حضرت سلمان (فارسی) نے کہا بلکہ آپ آگے بڑھیے، آپ لوگ عرب ہیں، آپ کی نماز میں کوئی آپ کا امام ہو، نہ آپ کی عورتوں سے نکاح کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہم پر فضیلت دی ہے اور آپ کو آپ لوگوں ہی عربوں میں رکھا ہے۔[13]

علامہ ابن قدامہ نے اس اثر کا حوالہ نہیں دیا، ابو اسحاق ہمدانی کا تذکرہ ہمیں اسماء رجال کی معروف کتابوں (مثلاً تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، خلاصۃ تذہیب الکمال، کتاب الجرح والتعدیل وغیرہ) میں نہیں ملا، اس کے علاوہ یہ اثر آثار صحیحہ کے معارض ہے، کیونکہ مبسوط، عمدۃ القاری اور شرح المہذب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت ابوبکر سے رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا، اور امام احمد کا صحیح قول یہی ہے کہ کفو میں نسب شرط نہیں ہے اور امامت میں کفو کی شرط کا کوئی قائل نہیں ہے اور اگر یہ اثر صحیح ہو تو اس کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے یہ کلام تواضعاً کہا اور یا یہ اولویت پر محمول ہے۔

حاکم نیشاپوری کا تساہل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو، خود بھی کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو۔

ہم نے اس حدیث کے بارے میں لکھا تھا کہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حارث سے مروی ہے اور وہ متہم ہے اور عکرمہ نے اس کی متابعت

---

[11] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[12] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[13] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کی ہے اور اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [۱]

بعض اہل علم نے ہماری اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب حاکم متساہل ہیں تو پھر کسی جگہ بھی حاکم کی روایات سے استدلال نہ کریں، حالانکہ آپ نے اپنی کتاب میں بہت جگہ حاکم کی روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کو دوسرے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہو وہاں حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں ہے نہ یہ کہ حاکم مطلقاً ساقط الاعتبار ہیں: دیکھئے حافظ زیلعی لکھتے ہیں:

واستدل ابن الجوزی فی التحقیق علی اشتراطها لحدیث عائشة انه علیه السلام قال تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وهذا روی من حدیث عائشة، ومن حدیث انس ومن حدیث عمر بن الخطاب کلها ضعیفة۔ [۲]

ابن الجوزی نے تحقیق میں کفو کی شرط پر حدیث عائشہ سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو اور ان کا کفو میں نکاح کرو" یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت انس اور حضرت عمر بن الخطاب سے بھی مروی ہے اور اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔

اب ہم اہل علم کی ضیافت کے لیے اس پر چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں کہ حاکم ہمیشہ پوری تصحیح حدیث میں متساہل ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

واعتنی الحاکم بضبط الزائد علیهما وهو متساهل فما صححه ولم نجد فیه لغیره من المعتمدین تصحیحا ولا تضعیفا حکمنا بانه حسن الا ان یظهر فیه علة توجب ضعفه۔ [۳]

حاکم نے صحیحین پر احادیث زائد کرنے کا اہتمام کیا لیکن وہ متساہل ہیں، جس حدیث کو انھوں نے صحیح قرار دیا اور ہم کو اس حدیث کے متعلق دوسرے معتمد محدثین کی تصحیح یا تضعیف نہیں ملی تو ہم اس حدیث کو حسن قرار دیں گے، ہاں اگر اس حدیث میں کوئی ایسی علت ہو جو اس کے ضعف کی موجب ہو تو پھر اس کو ضعیف قرار دیا جائے گا۔

علامہ سیوطی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ذہبی نے حاکم کی مستدرک کی تلخیص کی ہے اور اس میں مستدرک کی بہ کثرت احادیث کو منکر اور ضعیف قرار دیا ہے" نیز انھوں نے ایک رسالہ میں مستدرک کی سو ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو موضوع ہیں۔ ابو سعید المالینی نے کہا ہے میں نے حاکم کی مستدرک کا اول سے لے کر آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا یہ مالینی کا غلو اور مبالغہ ہے ورنہ اس میں صحیحین کی شرط پر بہت سی احادیث ہیں، اور بعض احادیث امام بخاری اور امام مسلم میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور ان کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہوگا، اور چوتھائی کتاب میں صحیح احادیث ہیں، اور ان میں کچھ خلل بھی ہے، یا کوئی علت ہے، اور باقی ایک چوتھائی میں منکر، ضعیف اور غیر صحیح احادیث ہیں اور ان میں کچھ

۱۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

۲۔ علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۷، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، التقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۶، مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورہ، ۱۳۹۲ھ

موضوع بھی ہیں۔

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا: حاکم سے تساہل اس لیے واقع ہوا کہ انھوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا پھر اس پر نظر ثانی کرنا چاہی مگر موت نے ان کو مہلت نہ دی۔ [1]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مستدرک میں بکثرت ایسی احادیث ہیں جو صحت کی شرط پر نہیں ہیں بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں، جن کو مستدرک سے نکالنا چاہیے تھا۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی نقل کرتے ہیں:

تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

تمہیں علم ہے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک حاکم کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ [4]

ضعیف احادیث سے استدلال کر کے کسی حلال کو حرام کرنا بالاتفاق جائز نہیں

نکاح میں کفو کا اعتبار کرنے کے سلسلہ میں دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں ایک حضرت جابر سے مروی ہے کہ نکاح صرف کفو ہی کیا جائے، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے اور محدثین کی تصریح کے مطابق ضعیف ہے، دوسری حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو، یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے اور اس کی ہر سند ضعیف ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک قول منسوب ہے کہ میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کر دوں گا، اس اثر کی بھی کئی اسانید ہیں اور ہر سند ضعیف ہے، ان کے ضعف پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔

جو بزرگ سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام قرار دیتے ہیں وہ انھی ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں، اب بحث طلب امر یہ ہے کہ کیا ضعیف احادیث کی بنا پر کسی حلال کو حرام قرار دیا جا سکتا ہے؟

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں، ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کمی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا باقی مشائخ سے روایت کرنے میں کوئی حرج

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ، تدریب الراوی ج ١ ص ١٠٦، مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورہ، ١٣٩٢ھ

[2] امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد ذہبی متوفی ٧٤٨ھ، تذکرۃ الحفاظ ج ٣ ص ١٠٤٣، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ، عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٧٤، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ١٣٤٨ھ

[4] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ، روح المعانی ج ١٨ ص ١٣٣، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سختی قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابو ذکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے (یا جائز ہے؟ سعیدی غفرلہ) [۱]

امام ابو عمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے متعلق نہ ہوں مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبد الرحمان بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ [۲]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ [۳]

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو اور جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا متہم بالکذب راوی منفرد ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اسی طرح جو راوی فحش غلطی کرتا ہو اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ علائی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے۔ [۴]

ڈاکٹر محمود طحان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [۵]

---

[۱]۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایہ ص ۱۳۴-۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[۲]۔ امام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[۳]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، التقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[۴]۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[۵]۔ ڈاکٹر محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث ۶۵-۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

(فتح المغیث ج ۱ ص ۲۶۸ میں بھی ان شرائط کا بیان ہے۔)

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہرحال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے، کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، عبدالرحمن بن مہدی، خطیب بغدادی، حافظ ابوعمر ابن الصلاح، علامہ نووی اور علامہ سیوطی کی ان واضح تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کے حرام ہونے پر احادیث ضعیفہ سے استدلال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ چیز محدثین اور فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس لیے وہ تین ضعیف الاسناد حدیثیں جن کو بعض بزرگ علماء غیر کفو میں نکاح کی حرمت کے لیے پیش کرتے ہیں اس مقصد میں کلیۃً ناتمام اور نامراد ہیں، کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہے، جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو۔

تحریم ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل کی ضرورت ہے

کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل کی ضرورت ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان الادلۃ السمعیۃ اربعۃ الاول قطعی الثبوت والدلالۃ کنصوص القرآن المفسرۃ او المحکمۃ والسنۃ المتواترۃ التی مفهومها قطعی الثانی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ کالآیات المؤولۃ الثالث عکسه کاخبار الاحاد التی مفهومها قطعی الرابع ظنیهما کاخبار الاحاد التی مفهومها ظنی فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی والثالث الواجب و

سمعی دلائل چار ہیں، اول: قطعی الثبوت و قطعی الدلالہ جیسے قرآن مجید کی نصوص مفسرہ و محکمہ، اور ایسی احادیث متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو۔ ثانی: قطعی الثبوت ظنی الدلالہ، جیسے آیات مؤولہ، ثالث: ظنی الثبوت قطعی الدلالہ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم قطعی ہو، رابع: ظنی الثبوت ظنی الدلالہ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم ظنی ہو، پہلی قسم سے فرض اور حرام ثابت ہوتے ہیں اور دوسری اور تیسری قسم سے واجب اور مکروہ تحریمی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کراهة التحريم وبالرابع السنة والمستحب [۱] اور چوتھی قسم سے سنت اور مستحب۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ اصول اور قاعدہ معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کی تحریم ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو، یعنی وہ قرآن مجید کی نص قطعی ہو یا حدیث متواتر ہو، اور اس آیت یا حدیث متواتر کی حرمت پر دلالت بھی قطعی ہو، سو جو بزرگ اور اصحاب علم و فضل غیر سید سے سیدہ کا نکاح حرام کہتے ہیں ان سے ہم بصد ادب نیاز عرض کرتے ہیں کہ وہ اس نکاح کی تحریم پر قرآن مجید یا حدیث متواتر سے کوئی نص صریح پیش کریں جو تحریم پر قطعی الدلالۃ ہو، چشم ما روشن دل ما شاد، باقی رہیں یہ ضعیف الاسناد احادیث تو محدثین کی تصریح کے مطابق ان سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا، ان کو صرف وعظ اور قصوں میں پیش کیا جاسکتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز کے سلسلے میں امام ابوبکر جصاص کے موقف کی وضاحت

ہم نے علامہ شامی، علامہ طحطاوی، علامہ سکین اور علامہ خوارزمی کے حوالوں سے لکھا تھا کہ امام ابوبکر جصاص کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ اصلاً شرط نہیں ہے بعض اہل علم کو اس سلسلہ میں امام ابوبکر جصاص کی ایک عبارت سے غلط فہمی ہوئی ہے، وہ عبارت یہ ہے:

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

قال ابو حنيفة ان زوجت نفسها غير كفو فالنكاح جائز ايضا وللاولياء ان يفرقوا بينهما۔ [۲]

امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر عورت خود غیر کفو میں نکاح کرلے تب بھی نکاح جائز ہے اور اس کے ولی کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔

اس عبارت سے بعض اہل علم کو یہ وہم ہوا ہے کہ امام ابوبکر جصاص کے نزدیک اگر غیر کفو میں نکاح کیا جائے تو اولیاء کو فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے، حالانکہ امام ابوبکر جصاص یہاں پر امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کر رہے ہیں، اپنا نظریہ انہوں نے اس بحث کے اخیر میں بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقوله عزوجل ذلكم ازكى لكم واطهر يعني اذا لم تعضلوهن لان العضل ربما ادى الى ارتكاب المحظور منهما على غير وجه العقد وهو معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم اذا اتاكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه الا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد كبير (الى قوله) عن عبد الله بن هرمز قال قال رسول الله صلى الله

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہ حکم تمہارے لیے بہت زیادہ پاک اور صفائی کرنے والا ہے" یعنی جب تم عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہیں کرو گے، کیونکہ اگر (مطلقہ) عورتوں کو ان کے پہلے خاوندوں سے نکاح کرنے سے روکا تو بعض اوقات یہ اقدام کسی ممنوع کام یعنی شادی کے بغیر خواہش پوری کرنے پر منتج ہوگا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق پسندیدہ ہو تو اس سے شادی کر دو، ورنہ زمین

---

[۱] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۲] امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

علیہ وسلم اذا جاءکم من ترضون دینہ و خلقہ فانکحوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض۔ [1]

میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، حضرت عبداللہ بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کا دین اور اخلاق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کی تصدیق ہو چکی ہے، اور غیر کفو میں رشتہ نہ کرنے کی وجہ سے آئے دن فتنہ اور فساد ہوتا رہتا ہے اور اخبارات میں اس قسم کی خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں نے غیر کفو میں رشتہ سے انکار کیا اور اس کی لڑکی نے از خود غیر کفو میں نکاح کر لیا اور پھر قتل و غارت اور فتنہ و فساد تک نوبت پہنچتی ہے جس کے نتیجہ میں کئی خاندان تباہ ہو جاتے ہیں

ے تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے — حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی ابتداء اس سے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور وہ حضرت آدم اور حضرت حوا ہیں، پھر ان کو مختلف انساب اور مختلف گروہوں میں متفرق کر دیا، جیسے عربی، فارسی، رومی، ہندی وغیرہ، پھر ان کو قبائل میں منقسم کر دیا جو گروہوں سے خاص ہیں جیسے عرب اور عجم کے قبائل، تاکہ شکل و صورت کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں، اور نسب کے اعتبار سے کسی کی کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، کیونکہ سب ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے کہ فضیلت عمل کے سوا اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے اس آیت کو بیان فرمایا تاکہ ہم میں سے بعض لوگ دوسروں پر نسب کے لحاظ سے فخر نہ کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ "تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" سے اس کی تاکید فرمائی، اور یہ ظاہر فرمایا کہ فضیلت اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے باپ دادا کے فخر اور نخوت کو دور کر دیا ہے، تمام لوگ آدم سے پیدا ہوئے ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، کسی عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہے۔ [2]

امام ابوبکر جصاص نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے، یہی اللہ اور اس کے رسول کا پیغام ہے کاش یہ عبارت ان لوگوں کے دلوں میں اتر جائے جو اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے نسبی لحاظ سے بلند اور بالاتر سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنی لڑکیوں کا رشتہ کرنے کو حرام قرار دے کر عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں رکھتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] 〃 احکام القرآن ج ۳ ص ۴۰۹ 〃 〃 〃 〃

حضرت زینب بنت جحش کے نسب کی تحقیق

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے: سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان[1] عدنان سے حضرت اسماعیل تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب متصل ہے اور آپ کا تمام سلسلہ نسب عدنان کی وساطت سے حضرت اسماعیل سے ثابت ہے اور یہ سب اولاد اسماعیل ہیں۔ آپ کے آباء میں سے نضر بن کنانہ کا لقب قریش پڑا اور اس کی اولاد قریش کے نام سے مشہور ہو گئی۔ حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نسب امام ابن سعد نے اس طرح بیان کیا ہے:

زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر (بعض مؤرخین نے کبیر لکھا ہے) بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ[2]

حافظ ابن عبد البر[3] اور حافظ ابن حجر عسقلانی[4] نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

خزیمہ میں حضرت زینب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ سے مل جاتی ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں کنانہ کے باپ خزیمہ ہیں اور حضرت زینب کے سلسلہ نسب میں اسد کے باپ خزیمہ ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب لقب قریش کے حامل اول نضر بن کنانہ کے بجائے اس کے باپ خزیمہ سے ملتا ہے اس کے باوجود حضرت زینب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے آپ کو قرشی کہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا اور بعض مستند علماء نے بھی حضرت زینب کو قرشی ہی لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ہم احادیث کو بیان کریں گے اور اس کے بعد ہم مستند علماء کی صریح عبارات پیش کریں گے فنقول وباللہ التوفیق

امام ابن سعد اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان جحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکانت زینب بنت جحش ممن هاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ، وکانت امراۃ جمیلۃ فخطبها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثۃ فقالت یا رسول اللہ لا ارضاہ لنفسی وانا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور حضرت زینب بنت جحش ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی، وہ خوب صورت عورت تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں زید بن حارثہ سے نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے لیے اس کو پسند نہیں کرتی، میں قریش کی بے نکاح عورت ہوں، آپ نے فرمایا میں نے

---

[1] ابو محمد عبد اللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ، المعارف ص ۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۳۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۲۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

ایم قریش، قال، فانی قد رضیته لك فتزوجها زید بن حارثة۔ [1]

اس کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے پھر زید بن حارثہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

امام حاکم اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان جحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینة وکانت زینب بنت جحش ممن ھاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکانت امرأة جمیلة فخطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی زید بن حارثة فقالت لا ارضاہ وکانت ایم قریش الحدیث۔ [2]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی، وہ ایک خوبصورت عورت تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کا پیغام دیا، حضرت زینب نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتی وہ قریش کی بے نکاح عورت تھیں۔

علامہ قرطبی مالکی سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فی روایة فامتنعت وامتنع اخوھا عبد اللہ لنسبھا من قریش۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب اور ان کے بھائی دونوں نے زید بن حارثہ کے رشتہ سے انکار کیا کیونکہ حضرت زینب بنت جحش کا نسب قریش سے تھا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کفو کا صرف دین میں اعتبار ہے، حسب میں اعتبار نہیں ہے، کیونکہ کئی آزاد شدہ غلاموں کی قریش میں شادی ہوئی ہے، حضرت زید نے حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی، حضرت مقداد بن الاسود نے حضرت ضباعہ بنت زبیر (ہاشمیہ) سے شادی کی، حضرت سالم نے حضرت فاطمہ بنت الولید بن عتبہ سے شادی کی، اور حضرت بلال نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کی بہن سے شادی کی۔ [4]

علامہ اسماعیل حقی حنفی اس آیت کے تحت مذکورہ روایت میں نقل کرتے ہیں:

وقالت انا بنت عمتك یا رسول اللہ! وارفع قریش۔ [5]

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی پھوپھی زاد ہوں اور قریش میں بلند مرتبے کی ہوں۔

امام ابن جریر طبری اس آیت کے تحت روایت مذکورہ میں حضرت زینب کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

انا ایم قریش۔ [6]

میں قریش کی بے نکاح عورت ہوں۔

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۲۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، ۱۳۸۷ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران،

[4] " " " " " الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۷،

[5] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۷ ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[6] علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۲۱ ص ۹، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ بمصر ۱۳۷۳ھ

علامہ خازن شافعی حضرت زینب بنت جحش کے متعلق لکھتے ہیں :

وکانت بیضاء جمیلۃ ذات خلق من اتم نساء قریش۔[1]

حضرت زینب بنت جحش بہت حسین وجمیل، خوش اخلاق قریش کی ایک کامل ترین خاتون تھیں۔

قاضی مظہر اللہ حنفی، حضرت زینب بنت جحش کے متعلق لکھتے ہیں :

وکانت (الی قولہ) من اتم نساء قریش۔[2]

حضرت زینب بنت جحش قریش کی کامل ترین خاتون تھیں۔

حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش نے اگرچہ خود کو قرشی کہا ہے اور بعض مستند علماء نے بھی آپ کو قرشی ہی لکھا ہے، لیکن اس مسئلہ میں ہماری رائے یہی ہے کہ آپ نسباً قرشی نہیں ہیں، کیونکہ آپ نضر کی اولاد سے نہیں ہیں بلکہ اس کے دادا خزیمہ کی اولاد سے ہیں اور قریشی کا لقب نضر بن کنانہ سے شروع ہوا ہے، رہا آپ کا خود کو قرشی فرمانا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کی نشوونما اور آپ کا رہن سہن قریش میں تھا اس وجہ سے آپ نے خود کو قرشی فرمایا۔ باقی علامہ طبری، علامہ قرطبی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ خازن اور قاضی ثناء اللہ کا اسی روایت کو نقل کرنا اور اس پر اعتماد کر کے آپ کو قرشی لکھنا سو وہ ان مفسرین کرام کے تسامح پر محمول ہے۔

تاہم حضرت زینب بنت جحش عرب کے ایک معزز خاندان کی لڑکی اور حرۃ الاصل حقیقی، اور حضرت زید بن حارثہ ایک آزاد شدہ غلام تھے اور اس وجہ سے حضرت زینب کے کفو نہ تھے اسی وجہ سے انھوں نے اس پر اعتراض کیا تھا، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد اور عرب عورت کا نکاح، ایک آزاد شدہ غلام سے کر کے نسبی بڑائی اور نسلی تفاخر کے تمام بت توڑ ڈالے!

نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر

ہم غیر کفو میں نکاح کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب بیان کر چکے ہیں، کسی امام کے نزدیک بھی غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہے، البتہ امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء احناف کے نزدیک غیر کفو میں کیے ہوئے نکاح میں ولی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے، جب کہ امام مالک اور فقہاء احناف میں سے امام ابوبکر جصاص اور امام کرخی کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ فی الدین کے سوا اور کوئی شرط نہیں ہے، اور کتاب وسنت کے مطابق یہی نظریہ صحیح ہے اور اصول احناف کے بھی مطابق ہے، کیونکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ایسی کسی شرط کا ذکر نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ سے غیر کفو میں نکاح کرنا ثابت ہے، فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز، ابن سیرین اور سفیان ثوری کا یہی مسلک ہے، اس لیے ہم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ تاہم اگر کوئی عالم دین ان تمام دلائل کو پڑھنے کے بعد بھی جمہور فقہاء کی رائے کو درست قرار دے کر ایسی صورت میں ولی کو فسخ نکاح کا اختیار دیتا ہے تو وہ معذور ہے اور اس کی بھی ایک وجہ ہے لیکن اس نکاح کو حرام کہنے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے یہ محض اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حرام کرنا ہے اور

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور

[2] قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۴۶، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو تبدیل کرتا ہے، ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس بحث میں ہم تک جس قدر شبہات پہنچے تھے ان کا جواب ہم نے اس ضمیمہ میں لکھ دیا ہے، اگر کوئی نیا شبہ معلوم ہوا تو اس کا جواب بھی ان شاء اللہ کسی موقع پر لکھ دیا جائے گا، باقی بحث میں اگر کوئی لفظی غلطی ہو گئی ہو یا کوئی سہو اور تسامح ہو گیا ہو یا کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو انسان اور بشر ہونے کے ناطے ہم معذور ہیں، اس قسم کی اغلاط اور مسامحات کا اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور کوئی شریف اور منصف مزاج شخص اس قسم کے امور کے ساتھ اصل بحث میں معارضہ کرتا ہے۔ آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو نفع آور بنائے، جو لوگ کسی واقعی الجھن اور شک و شبہ کا شکار ہوں اور ان کی وہ الجھن اس تحریر سے دور ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ تحریر مشکور ہو گئی، اور اللہ سے دعا کی درخواست کروں گا، الٰہ العلمین اپنی رحمت کے ٹھنڈے پانی سے میرے صغیرہ اور کبیرہ گناہ دھو ڈال، دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور عذاب کو مجھ سے دور کر دے اور دارین کی عزتوں، سعادتوں اور کامرانیوں کو میرا مقدر کر دے، میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ کی، اس کتاب کے معاونین، قارئین، اس کے کاتب، مصحح اور ناشر کی مغفرت فرما، اس کتاب کے فیض کو تا قیام قیامت جاری و ساری رکھ اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے، الٰہ العالمین مجھے، میرے قارئین کو اور تمام مسلمانوں کو جنت الفردوس عطا فرما، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین حبیب رب العالمین قائد المرسلین اکرم الاولین والآخرین شفیعنا یوم الدین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

ف مسئلہ کفو کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے جلد سادس میں بیان کی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماخذ ومراجع

۱۔ قرآن مجید

احادیث

۲۔ صحیح بخاری مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۳۔ صحیح مسلم 〃 〃 ۱۳۷۵ھ، امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

۴۔ جامع ترمذی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔

۵۔ سنن ابو داؤد، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔

۶۔ سنن نسائی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ

۷۔ سنن ابن ماجہ، 〃 〃 〃، امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔

۸۔ صحیح ابن خزیمہ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔

۹۔ موطا امام مالک، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ

۱۰۔ مسند امام اعظم، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ۔

۱۱۔ موطا امام محمد، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔

۱۲۔ کتاب الآثار، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ، 〃 〃

۱۳۔ کتاب الآثار، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ۔

۱۴۔ مسند دارمی، مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ، امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ۔

۱۵۔ مسند احمد بن حنبل، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔

۱۶۔ مصنف عبد الرزاق، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔

۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ...ھ

۱۸۔ سنن دار قطنی، نشر السنۃ ملتان، امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ

۱۹۔ سنن کبریٰ، نشر السنۃ ملتان، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔

۲۰۔ شمائل ترمذی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ۔

۲۱۔ شرح معانی الآثار، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۲ھ، امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔
۲۲۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۳۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ، 〃 〃 〃
۲۴۔ شرح السنۃ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ
۲۵۔ الادب المفرد، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔
۲۶۔ المستدرک، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ
۲۷۔ جامع الصغیر، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۲۸۔ مراسیل ابوداؤد، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۲۹۔ فردوس الاخبار، دار الکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہر دار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ
۳۰۔ تلخیص المستدرک، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۳۱۔ خصائص کبریٰ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۳۲۔ الجوہر النقی، نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤ الدین ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ
۳۳۔ نصب الرایہ، مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۳۴۔ مشکوٰۃ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۳۵۔ اعلاء السنن، ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ

تفاسیر

۳۶۔ احکام القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ
۳۷۔ تفسیر کبیر، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام محمد بن ضیاء الدین عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ
۳۸۔ الجامع لاحکام القرآن، انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
۳۹۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ۔
۴۰۔ عنایت القاضی، دار صادر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۴۱۔ تفسیر ابوسعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوسعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ
۴۲۔ تفسیر روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ
۴۳۔ تفسیر مظہری، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ
۴۴۔ تفسیر عزیزی، مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ۱۲۳۹ھ
۴۵۔ تفسیر روح المعانی، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
۴۶۔ تفسیر فتح القدیر، دار المعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۴۷۔ انوار التنزیل، دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ

۴۸۔ الفتوحات الالٰہیہ، المطبعۃ البہیہ مصر ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ
۴۹۔ الدر المنثور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۵۰۔ تفسیر ابن کثیر مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۰۱ھ، حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ۔
۵۱۔ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ
۵۲۔ البحر المحیط، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ
۵۳۔ فی ظلال القرآن، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری۔
۵۴۔ احکام القرآن، دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ
۵۵۔ تفسیر فتح البیان، مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ۔
۵۶۔ خزائن العرفان، تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ
۵۷۔ حاشیۃ القرآن، تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ
۵۸۔ بیان القرآن، تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ۔
۵۹۔ معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۰ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ

علوم قرآن

۶۰۔ البرہان فی علوم القرآن، دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ
۶۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

شروح الحدیث

۶۲۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
۶۳۔ عمدۃ القاری، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ
۶۴۔ فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۶۵۔ ارشاد الساری، مطبع میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۶۶۔ فیوض الباری، مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۲ء، علامہ محمود احمد رضوی لاہور
۶۷۔ تفہیم البخاری، مکتبہ تعمیریہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی فیصل آباد۔
۶۸۔ فیض الباری، مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ
۶۹۔ شرح مسلم، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۷۰۔ اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ
۷۱۔ مکمل اکمال المعلم " " ، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ
۷۲۔ السراج الوہاج، مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ۔

۷۳۔ فتح الملہم، مکتبہ الحجاز کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۷۴۔ تکملہ فتح الملہم، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی

۷۵۔ تحفۃ الاحوذی، نشر السنۃ ملتان، شیخ عبد الرحمان مبارک پوری، ۱۳۲۵ھ

۷۶۔ بذل المجہود، مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ

۷۷۔ عون المعبود، نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

۷۸۔ تمہید (شرح المؤطا) مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ

۷۹۔ مرقات، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۸۰۔ اشعۃ اللمعات، مطبع تیج کمار لکھنؤ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۸۱۔ منتقی مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ھ، علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف مالکی باجی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ

۸۲۔ شرح المؤطا، المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی ۱۱۲۲ھ

۸۳۔ فیض القدیر، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی۔

۸۴۔ شرح مسند امام اعظم، مطبع محمدی لاہور، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۸۵۔ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

اسماء رجال

۸۶۔ تاریخ بغداد، مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ

۸۷۔ تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۸۸۔ لسان المیزان، دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۳۰ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۸۹۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی۔

۹۰۔ الاکمال فی اسماء الرجال، اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ

۹۱۔ کتاب الثقات، دار الفکر بیروت ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ

۹۲۔ کتاب الجرح والتعدیل، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۱ھ، حافظ عبد الرحمان بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ

۹۳۔ میزان الاعتدال، مطبع محمدی لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ

۹۴۔ المقاصد الحسنۃ، مکتبہ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ، ابو الخیر شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ

۹۵۔ موضوعات کبیر، مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۹۶۔ العلل المتناہیہ، مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی ابن الجوزی تمیمی متوفی ۵۹۷ھ

لغت

۹۷۔ المفردات، المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ، حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ

۹۸۔ نہایہ، موسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ
۹۹۔ تہذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۰۰۔ قاموس، مطبع نول کشور لکھنؤ، علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔
۱۰۱۔ لسان العرب، نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ
۱۰۲۔ تاج العروس شرح القاموس، المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۰۳۔ المنجد، دار الاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی۔
۱۰۴۔ مجمع بحار الانوار، نولکشور، لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ۔
۱۰۵۔ لغات الحدیث، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ

فضائل وسیرت

۱۰۶۔ شفاء، عبد التواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ
۱۰۷۔ نسیم الریاض، دار الفکر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۰۸۔ شرح الشفاء، دار الفکر بیروت، علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۵۴ھ
۱۰۹۔ سعادۃ الدارین، مطبعۃ بیروت، بیروت ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۱۰۔ مدارج النبوت، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔
۱۱۱۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبد الرحمان ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ
۱۱۲۔ زاد المعاد، مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
۱۱۳۔ المواہب اللدنیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۱۱۴۔ شرح المواہب اللدنیہ، دار الفکر بیروت، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
۱۱۵۔ البدایہ والنہایہ، دار الفکر بیروت، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
۱۱۶۔ انسان العیون، مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۴ھ، علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
۱۱۷۔ الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ
۱۱۸۔ استیعاب، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ
۱۱۹۔ اصابہ، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۲۰۔ اسد الغابہ، دار الفکر بیروت، علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ
۱۲۱۔ تاریخ یعقوبی، مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۸۴ھ
۱۲۲۔ التاریخ الخمیس، موسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین محمد دیار بکری
۱۲۳۔ الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ
۱۲۴۔ مختصر سیرت الرسول، المطبعۃ العربیہ ۱۳۹۹ھ، شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ

۱۲۵۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد۔ مجلس اعلیٰ قاہرہ ۱۴۱۵ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی متوفی ۹۴۲ھ
۱۲۶۔ المدخل، قاہرہ مصر، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ
۱۲۷۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۰ھ، علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ
۱۲۸۔ تاریخ الامم والملوک، دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ
۱۲۹۔ تاریخ ابن خلدون، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الرحمٰن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ
۱۳۰۔ مرآۃ الجنان، مؤسسۃ الاعلمی بیروت، علامہ عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی ۷۶۸ھ
۱۳۱۔ وفاء الوفاء، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ
۱۳۲۔ الجوہر المنظم، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ
۱۳۳۔ جواہر البحار، مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۳۴۔ کتاب الاذکار، مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۳۵۔ الصارم المسلول، نشر السنۃ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۱۳۶۔ لواقح الانوار القدسیہ، مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۱۳۷۔ الصواعق المحرقہ، مکتبہ القاہرہ ۱۳۸۵ھ علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ

فقہ حنفی

۱۳۸۔ مبسوط (کتاب الاصل) ادارۃ القرآن کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۳۹۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الثوریہ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی ۴۸۳ھ
۱۴۰۔ مبسوط، (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۱۴۱۔ فتاویٰ قاضی خان، مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ
۱۴۲۔ فتاویٰ النوازل، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ
۱۴۳۔ بدائع الصنائع، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ
۱۴۴۔ ہدایہ، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ
۱۴۵۔ عنایہ، " "، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ
۱۴۶۔ بنایہ، مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۱۴۷۔ کفایہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ جلال الدین خوارزمی۔
۱۴۸۔ فتح القدیر، " "، علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۱۴۹۔ البحر الرائق، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ
۱۵۰۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۵۱۔ تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ

۱۵۲۔ درمختار، مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ
۱۵۳۔ رد المحتار، مطبعہ " " " " ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۵۴۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ
۱۵۵۔ مراقی الفلاح، مطبع مصطفٰی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۵۶۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ
۱۵۷۔ غنیۃ المستملی، مطبع مجتبائی دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ
۱۵۸۔ صغیری، " " " " " " "
۱۵۹۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، ملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ، مطبوعہ مطبع عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ
۱۶۰۔ حاشیۃ الدرر غرر، مولانا عبد الحلیم۔
۱۶۱۔ جامع الرموز، مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ۔
۱۶۲۔ الجوہرۃ النیرۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو بکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ
۱۶۳۔ عالمگیری، مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ
۱۶۴۔ بزازیہ، مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ
۱۶۵۔ رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۶۶۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ، علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۶۷۔ تقریرات رافعی، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ، شیخ عبد القادر رافعی مفتی الدیار المصریہ۔
۱۶۸۔ شرح النقایہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔
۱۶۹۔ فتاوی غیاثیہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب۔
۱۷۰۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبع عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۷۱۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ علامہ محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ۔
۱۷۲۔ المسلک المتقسط، دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۷۳۔ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شلبی
۱۷۴۔ تکملۃ البحر الرائق مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی۔
۱۷۵۔ خلاصۃ الفتاوی، امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی
۱۷۶۔ در المنتقی علی ملتقی الابحر، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤ الدین متوفی ۱۰۸۸ھ
۱۷۷۔ شرح الکنز، جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین
۱۷۸۔ فتاوی عبد الحی، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، مولانا عبد الحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ
۱۷۹۔ فتاوی رضویہ، سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۲ھ، اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۱۸۰۔ الزبدۃ الزکیۃ، محبوب المطابع دہلی، اعلیٰ حضرت احمد رضا، فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۱۸۱۔ بہار شریعت، شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ
۱۸۲۔ فتاویٰ رشیدیہ، محمد سعید اینڈ کمپنی، شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ
۱۸۳۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، دار الاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمان و مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۸۴۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری، مجلس مسائل تحقیق حاضرہ کراچی مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۸۵۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، دار الاشاعت کراچی، ″ ″ ″
۱۸۶۔ اوزان شرعیہ، ادارۃ المعارف کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۸۷۔ رسائل و مسائل، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۱۸۸۔ ۵-اے ذیلدار پارک (اردو مجالس سید مودودی) البدر پبلیکیشنز ۱۹۷۵ء، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۱۸۹۔ حقوق الزوجین، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۶ء، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

فقہ شافعی

۱۹۰۔ کتاب الام، دار المعرفت بیروت ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۱۹۱۔ المہذب، دار الفکر بیروت، شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ
۱۹۲۔ شرح المہذب، دار الفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۹۳۔ تکملہ شرح المہذب، دار الفکر بیروت، علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ
۱۹۴۔ فتح العزیز شرح الوجیز، دار الفکر بیروت۔ علامہ ابو القاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۱۹۵۔ مغنی المحتاج، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد قزوینی الخطیب من قرن العاشر
۱۹۶۔ احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۱۹۷۔ اتحاف السادۃ المتقین، مطبع میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ۔
۱۹۸۔ الحاوی للفتاوی، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۱۹۹۔ مختصر المزنی دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

فقہ مالکی

۲۰۰۔ المدونۃ الکبریٰ، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ
۲۰۱۔ بدایۃ المجتہد، دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید ابن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ
۲۰۲۔ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی۔ ۱۱۹۷ھ
۲۰۳۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ
۲۰۴۔ بلغۃ السالک لاقرب المسالک الی مذہب امام مالک، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۷۸ء، علامہ احمد بن محمد صالح مالکی، ۱۲۲۳ھ۔

فقہ حنبلی

۲۰۵۔ المغنی، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ
۲۰۶۔ انصاف، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ
۲۰۷۔ مجموع الفتاوی، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود، شیخ ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ

کتب شیعہ (حدیث و فقہ)

۲۰۸۔ الفروع من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ
۲۰۹۔ من لا یحضرہ الفقیہ، دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ،
۲۱۰۔ تہذیب الاحکام، " " " شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ
۲۱۱۔ الاستبصار، " " " " " " "
۲۱۲۔ توضیح المسائل، سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۳ھ، شیخ روح اللہ خمینی۔

فقہ ظاہری (غیر مقلدین)

۲۱۳۔ المحلی، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
۲۱۴۔ نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۲۱۵۔ مسک الختام، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۲۱۶۔ دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں، نعمانی کتب خانہ لاہور

مذاہب اربعہ

۲۱۷۔ میزان الشریعۃ الکبری، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر ۱۳۵۹ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۱۸۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دار الفکر بیروت، علامہ عبد الرحمان الجزیری۔
۲۱۹۔ الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، القاہرہ ۱۴۰۰ھ، المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ۔

عقائد و کلام

۲۲۰۔ شرح عقائد نسفی، نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ
۲۲۱۔ شرح مواقف، مطبع منشی نول کشور لکھنؤ، میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ
۲۲۲۔ شرح فقہ اکبر، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۲۳۔ حاشیۃ الخیالی، حاجی عبد الکلیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین خیالی۔

٢٢٤۔ المنقذ من الضلال، بزمیہ الاوقاف لاہور، ١٤٠٥ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ٥٠٥ھ
٢٢٥۔ الیواقیت والجواہر، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ١٣٧٨ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ٩٧٣ھ
٢٢٦۔ ہدیۃ المہدی، میور پریس دہلی، ١٣٢٥ھ، شیخ وحید الزمان متوفی ١٣٣٨ھ
٢٢٧۔ نبراس، مکتبہ قادریہ لاہور، ١٣٩٧ھ، مولانا عبد العزیز پرہاروی۔

اصول فقہ

٢٢٨۔ مستصفیٰ مطبوعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ١٢٩٢ھ، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ٥٠٥ھ
٢٢٩۔ فواتح الرحموت، " " " " بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ١٢٥٢ھ
٢٣٠۔ الرسالۃ، مطبع بولاق قاہرہ، ١٣١٢ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ٢٠٢ھ۔
٢٣١۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ١٣٨٧ھ، علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ٦٣١ھ
٢٣٢۔ اصول بزدوی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی ٤٨٢ھ
٢٣٣۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد علی شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ

متفرقات

٢٣٤۔ کتاب التعریفات، انتشارات ناصر خسرو ایران، میر سید شریف علی محمد جرجانی متوفی ٨١٦ھ
٢٣٥۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ متوفی ٩٨٥ھ۔
٢٣٦۔ فتاوی حدیثیہ، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ١٣٥٦ھ، علامہ ابن حجر مکی متوفی ٩٧٤ھ
٢٣٧۔ سباحۃ الفکر، مولانا عبد الحی لکھنوی متوفی ١٣٠٤ھ۔
٢٣٨۔ الکبریت الاحمر، مصطفی البابی و اولادہ مصر، ١٣٧٨ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ٩٧٣ھ۔
٢٣٩۔ الاعتصام، دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ٧٩٠ھ
٢٤٠۔ بوادر النوادر، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ١٩٦٣ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٢ھ
٢٤١۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھونڈ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ١٣٤٦ھ
٢٤٢۔ اسلام اور موسیقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ١٩٦٨ء، شاہ محمد جعفر پھلواروی
٢٤٣۔ المہند علی المفند، کتب خانہ دیو بند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ١٣٤٦ھ
٢٤٤۔ دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
٢٤٥۔ مکتوبات امام ربانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ١٩٧٠ء، حضرت مجدد الف ثانی متوفی ١٠٣٤ھ
٢٤٦۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ، مطبعہ میمنہ مصر، ١٣٠٥ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ٨٠٨ھ
٢٤٧۔ عجائب المخلوقات " " " " " علامہ ذکریا بن محمد بن محمود

۲۴۸۔ الملفوظ، نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۷۷ھ، امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۴۹۔ تکمیل الایمان، فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۴ء، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۲۵۰۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ امیریہ بکبری بولاق مصر، شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ

۲۵۱۔ تقویۃ الایمان مطبوعہ علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ

۲۵۲۔ تحقیق الفتوی، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیرآبادی متوفی ۱۸۶۱ھ

۲۵۳۔ اقامۃ القیامہ، نوری کتب خانہ، ۱۳۹۹ھ، امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۵۴۔ ماثبت بالسنۃ، ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۲۵۵۔ شمائم امدادیہ، مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ

۲۵۶۔ امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ

۲۵۷۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ

۲۵۸۔ المورد الروی فی المولد النبوی، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۵۹۔ ابجد العلوم، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ

۲۶۰۔ الدرر الکامنہ، دار الجیل بیروت، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۲۶۱۔ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمان (مدیر اعلیٰ)

۲۶۲۔ جمہرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابو حزم علی بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ

۲۶۳۔ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۲۶۴۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، پیر محمد کرم شاہ الازہری

۲۶۵۔ الحیلۃ الناجزہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی فروری ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ

۲۶۶۔ احسن الفتاوی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد کراچی

۲۶۷۔ الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز دباغ، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سیدی احمد بن عبد المبارک